هو امام الحجاز بل امام الناس فی الفقه والحدیث و کفاه فخرا ان الشافعی رحمه الله من اصحابه (ص:۷)

"آپ فقہ اور حدیث میں حجاز کے بلکہ تمام (جہان کے) لوگوں کے امام ہیں۔ اور آپ رحمہ اللہ کے فخر کیلئے یہ کافی ہے
کہ امام شافعی رحمہ اللہ آپ کے (ارشد) شاگردوں میں سے ہیں"

امام شافعی رحمہ اللہ کی شخصیت امامت حدیث وفقہ میں محتاج بیان نہیں۔ آپ اپنے استاد بزرگ امام مالک رحمہ اللہ کی شان میں فرماتے ہیں۔

"اذا ذکر العلماء فمالك النجم وما احد امنّ علی فی علم الله من مالك رحمة الله علیه" (مصفّٰی، ص:۳)

"جب علماء کا ذکر ہو تو امام مالک (ان میں) روشن ستارہ ہیں اور مجھ پر علم الٰہی میں امام مالک رحمہ اللہ سے بڑھ کر کسی کا
احسان نہیں ہے۔

اسی طرح امام یحیٰ بن معین رحمہ اللہ جو جرح وتعدیل رجال کے مسلم امام اور مشہور نقاد ہیں اور امام احمد رحمہ اللہ اور امام بخاری رحمہ اللہ و امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہم اجلّہ محدثین کے استاد ہیں کہتے ہیں۔

کان مالك من حجة الله علی خلقه یعنی امام مالک رحمہ اللہ خدا کی خلقت پر خدا کی ایک حجت تھے۔

اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ "مصفّٰی" میں فرماتے ہیں۔

اہل نقل اتفاق دارند برآنکہ چوں حدیث بروایت او ثابت شد بذروۂ اعلیٰ صحت رسید (ص:۷)

علماء حدیث کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جب کوئی حدیث آپ (امام مالک رحمہ اللہ) کی روایت سے ثابت ہوگئی۔ تو
بس صحت کے نہایت بلند کنگرے پر پہنچ گئی۔"

قاضی ابن خلکان نے آپ کے حالات میں آپ کا قول نقل کیا ہے۔

وقال مالك قل رجل کنت اتعلم منه مامات حتیٰ یجیئنی و یستفیدنی (جلد اوّل ص۴۳۹)

امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کم ہوگا جس کسی سے میں نے کچھ سیکھا ہو اور وہ فوت ہوگیا ہو۔ حتیٰ کہ میرے پاس
آوے اور مجھ سے کچھ دریافت کرے۔"

ولادت:۔ آپ بعہد بنی امیہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں ۹۳ھ میں مدینۃ الرسول ﷺ میں پیدا ہوئے۔ اس سے پہلے سنہ میں مسلمانوں نے سپین فتح کیا تھا۔ (فتوح البلدان)

نسب: آپ عرب کے معزز قبیلہ ذی اصبح میں سے ابو عامر کی اولاد سے ہیں۔ سلسلہ نسب یوں ہے۔ مالک بن انس بن مالک بن ابی عامر رحمہ اللہ ورضی اللہ عنہم۔

۱- ابو عامر رضی اللہ عنہ کی نسبت حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مصفّٰی میں لکھا ہے کہ وہ صحابی ہیں۔ اور سوائے غزوۂ بدر کے سب غزوات میں آنحضرت ﷺ کے فدائیوں میں شامل ہو کر آپ کے ساتھ رہے۔

۲- امام صاحب رحمہ اللہ کے جد امجد کہ ان کا نام بھی "مالک" ہے۔ کبار تابعین اور ان کے علماء سے ہیں۔ آپ کو حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت حسانؓ وغیرہم صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے۔ اور پھر آپ سے آپ کے تینوں بیٹوں انس (والد امام مالک رحمہ اللہ) ابو سہیل نافع اور ربیع نے اور دیگر بہت لوگوں رحمہم اللہ نے روایت کی۔ امام نسائی رحمہ اللہ وغیرہ نے آپ کو ثقہ کہا، ۱۷۴ھ میں فوت ہوئے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی تاریخ صغیر میں آپ کو ان لوگوں میں شمار کیا ہے جو ۷۰ھ اور ۸۰ھ کے درمیان فوت ہوئے۔

آپ ان چار جانباز وفاداروں میں سے ہیں جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جنازہ اٹھا کر قبرستان میں لے گئے تھے۔ حالانکہ وہ وقت نہایت خوف اور بھاری فتنہ کا تھا۔ اور باغیوں کے ڈر سے کسی کو اٹھانے کی جرأت نہ پڑتی تھی۔

۳-امام صاحب رحمہ اللہ کا چچا ابو سہیل رحمہ اللہ بھی ثقات تابعین سے ہے۔امام صاحب رحمہ اللہ نے ان سے بھی بہت سی احادیث روایت کی ہیں۔
ان حالات سے معلوم ہو گیا کہ امام مالک رحمہ اللہ بزرگوں کی اولاد اور خاندان اہل علم سے ہیں۔

حلیہ:-آپ رحمہ اللہ دراز قامت، بزرگ سر۔اصلح (جس کے تالو پر بال نہ ہوں) نہایت سفید رنگ مائل بسرخی یعنی خوب گوری رنگت کے (حسین ماہ جبین) تھے۔نہایت صاحب وجاہت وباوقار تھے۔مجلس میں حاضرین آپ کے رعب کی وجہ سے زیادہ گفتگو نہیں کر سکتے تھے۔
(تاریخ اہلحدیث ،ص:۲۵۲-۲۵۴)

امام مالک رحمہ اللہ سے حسنِ عقیدت:۔ امام مالک رحمہ اللہ کی جلالت قدر اور عظمتِ شان جو خاکسار ہیچمدان کے دل میں ہے۔اس کے لحاظ سے اور جس صفائی اور ثقاہت کے ساتھ آپ کی زندگی کے حالات اور آپ کے علمی کمالات وخدمات معلوم ہو چکے ہیں اس کے رو سے بحر طبیعت میں موجیں اُٹھتی تھیں۔کہ آپ کے حالات خوب سیر دل ہو کر لکھوں۔لیکن موضوع باب کو ملحوظ رکھ کر طوالت سے بچنا چاہتا تھا۔مگر انتخاب میں دقت واقع ہوتی تھی، کہ کیا لکھوں اور کیا نہ لکھوں، کیونکہ ہر امر جزوی کی نسبت خیال آتا تھا کہ اس کی یہ ضرورت ہے اور اس کا یہ فائدہ ہے۔آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ میں شدت اشتیاق اور کثرت معلومات اور عظمتِ شان سے محوِ حیرت ہو گیا۔اور کئی روز کے بعد یہ خیال جما کہ اس امام ہمام عالی مقام کے حالات کی تفصیل سے اتر کر اختصار میں پڑھنے کی نسبت یہ بہتر ہے کہ آپ رحمہ اللہ کی تعریف وتوصیف سے اپنا عجز ظاہر کر دوں۔

اس خیال کو رکھ کر پھر دوبارہ کتابوں کا مطالعہ شروع کیا کہ اگر مجھ سے پیشتر کسی بزرگ نے اس طریق پر آپ رحمہ اللہ کی تعریف کی ہو۔تو اس کا نقل کر دینا اپنے الفاظ عجز کی نسبت زیادہ مؤثر ہوگا۔الحمد للہ کہ میری پڑتال وورق گردانی کی محنت ٹھکانے لگی۔اور گوہر مقصود ہاتھ آ گیا۔مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحئی صاحب لکھنوی رحمہ اللہ کی عبارت جو متن میں نقل کی گئی ہے۔"احب الصالحین و لست منھم، لعل اللہ یرزقنی صلاحا"۔خداوندا! امام مالک رحمہ اللہ کو ہماری طرف سے اور تمام محدثین کی طرف سے اتنی جزائیں عطا کر کہ میزان میں زیادتی کی گنجائش باقی نہ رہے۔(تاریخ اہلحدیث ،ص:۲۵۲)

ہندوستان میں علم وعمل بالحدیث کیلئے متصوفین علماء کی خدمات

شیخ علی متقی قادری شاذلی جونپوری رحمہ اللہ:۔ المتولد ۸۸۵ھ المتوفی ۹۷۵ھ

ان کے حالات حسان الہند میر غلام علی صاحب آزاد بلگرامی رحمہ اللہ نے مآثر الکرام (دفتر اول) میں لکھتے ہیں اور شیخ شیخنا حضرت نواب صاحب رحمہ اللہ نے ابجد العلوم اور اتحاف النبلاء میں حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کی کتب سے نقل کیے ہیں۔

نوٹ: شیخ عبدالحق صاحب مرحوم مرید تھے شیخ عبدالوہاب صاحب رحمہ اللہ کے اور وہ خلیفہ تھے حضرت شیخ علی متقی رحمہ اللہ کے۔
(تاریخ اہلحدیث ،ص:۲۶۹)

ذوق تصوف اور مرشد کی تلاش:۔ شیخ علی متقی رحمہ اللہ اصل میں جونپوری ہیں۔آپ کی پیدائش ۸۸۵ھ میں شہر برہان پور (علاقہ دکن) میں ہوئی۔ان کے والد ماجد صوفی مشرب تھے۔انہوں نے ان کو ان کی طفولیت ہی میں اپنے پیر شیخ باجن رحمہ اللہ کی بیعت میں منسلک کر دیا۔سن تمیز کو پہنچے تو والد ماجد مرحوم کی موافقت میں شیخ باجن صاحب موصوف ہی کے حلقہ ارادت میں رہے لیکن جب بالغ ہو گئے۔اور والد جسمانی اور پیر روحانی ہر دو خدا کی رحمت کے سائے میں چلے گئے تو بزرگوں کے مشہور قول کے مطابق کہ وہ بچہ جو بچپن میں کسی شیخ کی مریدی میں داخل ہوا جب بلوغت کو پہنچے تو اسے اختیار ہے کہ خواہ اسی کی بیعت میں رہے۔خواہ کسی دیگر شیخ وقت کے سلسلہ میں منسلک ہو جائے۔انہوں نے اس کے مطابق باختیار خود باقاعدہ شیخ باجن مرحوم کے فرزند شیخ عبدالحکیم صاحب رحمہ اللہ سے خرقہ پوشی کی سعادت حاصل کی۔چونکہ تصوف کی چاٹ بچپن میں لگ چکی تھی اور تخم کی تاثیر بھی تھی اور نشو ونما بھی اسی چشمۂ صافی کی سیرابی سے ہوئی تھی۔اور معصوم طبع اسی رنگ کی گلکاری سے مزین ہو چکی تھی۔اس لیے طبیعت میں یہ پیاس ہمیشہ رہی کہ کوئی مرد خدا ملے جو مجھے راہ حق دکھائے۔اور منزل مقصود پر پہنچائے۔(تاریخ اہلحدیث ،ص:۲۶۹)

سلسلہ قادری وشاذلی میں خلافت :۔ اسی تڑپ میں ملتان (علاقہ پنجاب) کی راہ پکڑی۔ اور علوم ظاہر و باطن میں حسام الدین متقی رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچے اور مدت تک ان سے ظاہری و باطنی فیوض حاصل کرتے رہے۔ بعد ازاں ۹۵۳ھ میں عازم حرمین شریفین ہوئے اور مکہ معظمہ میں طرح اقامت ڈالی شیخ ابوالحسن بکری رحمہ اللہ اور شیخ ابن حجر مکی رحمہ اللہ کی صحبت اختیار کر کے خرقہ قادری وشاذلی ومزنی زیب تن فرمایا۔ نیز یہ تینوں خرقے شیخ محمد بن محمد سخاوی رحمہ اللہ سے پہنے۔

مرشد کا مرید سے بیعت ہو جانا :۔ زمانہ اقامت ملکہ میں آپ رحمہ اللہ کے تقویٰ وطہارت اور نشر علوم ظاہری اور فیض باطنی کی شہرت دور ونزدیک کے بلاد میں پھیل گئی۔ اور عوام وخواص آپ رحمہ اللہ کے فضائل وکمالات کا اعتراف کرنے لگے۔ حتیٰ کہ آپ رحمہ اللہ کے استاد شریعت اور شیخ طریقت شیخ ابن حجر مکی رحمہ اللہ مصنف "صوافق محرقہ" نے بھی آپ رحمہ اللہ کی شاگردی اختیار کی اور آپ رحمہ اللہ کے حلقۂ ارادت میں منسلک ہو گئے۔ اور آپ رحمہ اللہ سے خرقہ تصوف زیب تن فرمایا۔

تصانیف :۔ آپ رحمہ اللہ کی تصانیف ایک سو سے زائد ہیں اور سب نافع ومفید ہیں۔ ان میں سے علم حدیث میں قابل قدر خدمت یہ ہے کہ امام سیوطی رحمہ اللہ کی کتاب "جمع الجوامع" کو فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب کیا۔ آپ رحمہ اللہ کے استاد ابوالحسن بکری مکی رحمہ اللہ اس کتاب کی نسبت فرماتے ہیں۔ کہ امام سیوطی رحمہ اللہ کا احسان تمام لوگوں پر ہے اور شیخ علی متقی رحمہ اللہ کا احسان امام سیوطی پر ہے۔ نیز حضور نواب صاحب مرحوم ابجد العلوم میں فرماتے ہیں۔ قد وقفت علی بعض توالیفه فوجدتها نافعة مفیدة ممتعة تامة (ص: ۸۹۵)

میں آپ کی بعض تصانیف سے واقف ہوا تو ان کو نفع مند مفید اور کامل کار آمد پایا۔

قبولیت واشارۂ غیبی :۔ آپ رحمہ اللہ کے شاگرد وخلیفہ شیخ عبدالوہاب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں ایک عالیشان مکان دیکھا۔ جو بہشت بریں کے طور پر انوار وانہار سے آراستہ وپیراستہ ہے۔ اور شیخ علی متقی رحمہ اللہ اس میں بیٹھے ہیں۔ اس مکان کے صحن میں بعض چھوٹی اور بعض بڑی نہریں اور نالیاں (لبالب) بہہ رہی ہیں۔ حضرت شیخ صاحب مرحوم نے مجھے ایک نہر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ جامع صغیر ہے۔ اور ایک نالی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ فلاں رسالہ ہے۔ پھر دوسری نالہ کی طرف کہ یہ فلاں رسالہ ہے۔ اسی طرح اپنی کتابوں اور رسالوں کے نام لے کر ہر ایک کو نہر اور نالی سے معین کرتے تھے۔ (اتحاف النبلاء، ص: ۳۲۶)

اہل علم وفضل کی قدر دانی :۔ شیخ شیخنا حضرت نواب صاحب مرحوم ملا علی قاری رحمہ اللہ کے حال میں فرماتے ہیں کہ "زاد المتقین" میں شیخ علی متقی رحمہ اللہ کے ذکر میں لکھا ہے کہ اہل عجم سے ایک آدمی تھا۔ نہایت خوشخط۔ اس کو ملا علی قاری رحمہ اللہ کہتے ہیں۔ اس کی فضیلت اور اہلیت اور افلاس کو دیکھ کر میں نے اس سے تفسیر جلالین دس جدید پر خریدی، اس پر بھی فرماتے تھے کہ (ملا علی قاری رحمہ اللہ) نے عجب محنت اٹھائی ہے اس سے زیادہ (قیمت) پر بھی خرید سکتے ہیں حالانکہ تفسیر مذکور اہل مکہ کے خط سے ایک جدید کو دستیاب ہو جاتی تھی (اتحاف النبلاء، ص: ۳۲۶)

وفات :۔ آپ نوے سال کی عمر میں ۹۷۵ھ میں مکہ شریف میں فوت ہوئے۔ تاریخ وفات "شیخ مکہ" ہے۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی مصری (رحمہ اللہ) طبقات کبریٰ میں فرماتے ہیں۔

شیخ علی ہندی رحمہ اللہ نزیل مکہ مشرفہ ہیں۔ ان سے ۹۴۷ھ میں مکہ شریف میں ملا۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ اور آپ رحمہ اللہ میرے ہاں تشریف لاتے تھے۔ آپ رحمہ اللہ صاحب علم، صاحب ورع، زاہد (بے نفس) تھے۔ نحیف البدن تھے۔ فاقوں کی کثرت سے آپ رحمہ اللہ کے بدن پر ایک اوقیہ گوشت نہیں ہوگا۔ آپ رحمہ اللہ نہایت خاموش اور تنہائی پسند تھے۔ گھر سے سوائے حرم کعبہ میں نماز جمعہ ادا کرنے کے نہیں نکلتے تھے۔ اور صفوں کے کناروں پر کھڑے ہو کر نماز پڑھتے تھے۔ اور جلدی ہی واپس چلے جاتے تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے مجھ کو اپنے مکان میں داخل ہونے کا شرف بخشا تو میں نے آپ رحمہ اللہ کے پاس فقرائے صادقین کی ایک جماعت دیکھی ہر فقیر ایک خاص حالت میں خدا کی طرف متوجہ تھا۔ بعض تو (قرآن شریف) کی تلاوت کر رہے تھے۔ اور بعض ذکر (الٰہی) میں (مشغول تھے) اور بعض مراقبے میں (مستغرق)

تھے۔ اور بعض کتابوں کے مطالعہ میں (مصروف) تھے۔ مجھ کو مکہ شریف میں، لوگوں کی ملاقات واشغال کے متعلق، اس سے زیادہ کسی شے نے خوش نہیں کیا۔ آپ رحمہ اللہ کی تصانیف متعدد ہیں۔ مثلاً حافظ سیوطی رحمہ اللہ کی جامع صغیر کی (فقہی) ترتیب اور "مختصر النهايه" وغیرہما۔

آپ رحمہ اللہ نے مجھ کو ایک نسخہ قرآن شریف اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا دکھایا۔ جو صرف ایک ورق پر (لکھا ہوا) تھا۔ اس کی ایک سطر میں ایک حزب کی چوتھائی تھی۔ (تاریخ اہلحدیث، ص:۲۶۹-۲۷۱)

شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ مشائخ طریقت:۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی مذکور الفوق عبدالوہاب رحمہ اللہ (پیرومرشد شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ) کے سوا دوسرے بزرگ ہیں۔ آپ رحمہ اللہ دسویں صدی کے مصری مشائخ طریقت میں سے ہیں۔ شافعی المذاہب تھے۔ شریعت وطریقت ہر دو کے جامع تھے۔ صاحب کرامت تھے۔ ائمہ دین اور بزرگوں کا ادب ملحوظ رکھتے تھے۔ بالخصوص امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا بہت ادب کرتے تھے۔ ان کے حق میں بے ادبی کرنے والے کو بہت برا جانتے تھے۔ بلکہ اگر ایسے گستاخوں پر کوئی بلا نازل ہو۔ تو ان کی عیادت بھی نہیں کرتے تھے۔ اختلافات ائمہ میں ان کی روش معتدل ہے۔ جہاں تک ہوسکے ان کے اقوال کی توجیہ بیان کر کے ان کے اختلافات کو جمع کرتے ہیں۔ اس امر میں ان کی کتاب میزان کبریٰ مشہور ہے۔ الحمدللہ اس فقیر کے پاس موجود ہے۔ صاحب تصانیف تھے۔ ان کی سب تصانیف مفید اور مقبول علماء ہیں۔ مجھ زلہ ربائے کو ان سے کمال عقیدت ہے۔ ۱۳۳۰ھ کے سفر حج کے ضمن میں (دیگر بلاد اسلامیہ کا سفر بھی کیا تھا۔ مصر، حیفا، یافا، مزمرین، بیت المقدس اور دمشق) مصر میں نماز جمعہ جامع امام شافعی رحمہ میں پڑھ کر امام شافعی رحمہ اللہ کی قبر پر فاتحہ پڑھی۔ پھر مغرب کی نماز شیخ صاحب ممدوح کی جامع مسجد میں پڑھی اور آپ رحمہ اللہ کی قبر کی زیارت کی اور فاتحہ پڑھی۔ آپ ۹۷۳ھ میں فوت ہوئے۔ اللهم ارحمه برحمتك الواسعة۔ (وضاحت از محشی) (تاریخ اہلحدیث، ص:۲۷۰-۲۷۱)

شیخ محمد طاہر گجراتی رحمہ اللہ متصوف متبحر عالم دین

(ولادت ۹۱۲ھ وفات ۹۸۶ھ)

بیعت تصوف:۔ شیخ رضی الدین مرحوم کے بعد معلوم نہیں اس ملک میں کونسا محدث گزرا۔ ہاں جہاں تک معلوم ہوا۔ ہندیوں میں سے جس شخص نے ہندوستان میں علم حدیث کی طرح ڈالی۔ اور احیائے سنت مطہرہ ورد بدعات کا بیڑا اٹھایا وہ شیخ محمد طاہر صاحب رحمہ اللہ پٹن گجراتی ہیں۔

شیخ صاحب ممدوح قوم بوہرہ سے باشندگان پٹن گجرات سے تھے۔ آپ ۹۱۲-۹۱۴ھ میں پیدا ہوئے اور اس ملک کے باکمال بزرگوں سے تحصیل علم کرنے کے بعد سفر حرمین شریفین "حرسهما الله وعظم شانهما" سے مشرف ہوئے۔ وہاں کے مشائخ حدیث سے فن حدیث کی تکمیل کی۔ خصوصاً شیخ علی متقی جونپوری رحمہ اللہ مذکورہ الفوق سے۔ میر علی آزاد بلگرامی ماثر الکرام میں فرماتے ہیں۔ "علوم متداولہ کی تحصیل کے بعد حرمین شریفین کی راہ لی، اور وہاں کے علماء اور مشائخ سے ملاقات کی خصوصاً شیخ علی متقی رحمہ اللہ سے کہ آپ کی محفل اشرف سے بہت سے فیوض حاصل کیے اور آپ رحمہ اللہ کی مریدی کی سعادت سے بھی فائز ہوئے" مترجماً وملخصاً ص:۱۹۴) بعدہ اپنے وطن کی طرف واپس ہوئے۔ اور اجرائے سنت مطہرہ اور رد بدعات میں نہایت سرگرمی سے سعی کرنے لگے۔ حتیٰ کہ اپنے دل میں عہد کرلیا کہ جب تک اپنی قوم کی پیشانی سے بدعت کا داغ نہ دھولوں گا۔ دستار سر پر نہ رکھوں گا۔ (سبحان اللہ)

احیائے سنت کا سچا جذبہ:۔ ۹۸۰ھ میں جب اکبر بادشاہ ہند نے گجرات کو مسخر کرلیا۔ اور پٹن میں جو شیخ صاحب ممدوح کا وطن تھا۔ شیخ صاحب سے ملاقات کی اور حالات معلوم کیے تو شاہ قدر شناس نے اپنے دست خاص سے حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کے سر پر دستار رکھی اور کہا کہ آپ کے دستار (مبارک) کو ترک کر دینے کا باعث ہمارے گوشگذار ہوا۔ دین اسلام کی نصرت آپ رحمہ اللہ کے ارادے کے موافق ہماری علالت کا فرض ہے۔

اسی سال میں گجرات کی حکومت خان اعظم مسند میرزا عزیز کوکتاش کے سپرد کی گئی چنانچہ اس کی اعانت وتوجہ خصوصی سے بہت سی رسوم و

www.ubqari.org

بدعات کی بیخ کنی ہوگئی۔ لیکن ان کے تھوڑی دیر بعد حکومت عبدالرحیم خاں خانخاناں کو دی گئی جس کی حمایت میں فرقہ مہدویہ یعنی سیّد محمد جونپوری مدعی مہدویت کے پیرو پھر جاگ اُٹھے۔ شیخ صاحب ممدوح نے پھر دستار اتاردی۔ اور دارالخلافہ اکبرآباد یعنی آگرہ کا قصد کیا۔ تاکہ سارا ماجرا خود بادشاہ کے کانوں تک پہنچائیں۔ مخالفین کی بھی ایک جماعت پیچھے ہولی۔ چنانچہ انہوں نے رستہ ہی میں آپ رحمہ اللہ کو اوجین اور سارنگپور کے درمیان گرا کر شہید کردیا۔ یہ واقعہ جاں گزا ۹۸۶ھ میں ہوا۔

تصانیف:۔ شیخ مرحوم نے علم حدیث کی نہایت قابل قدر خدمت کی۔ راویانِ علم حدیث کے اسماء کی حرکات کا ضبط نہایت ضروری ہے۔ اس کے متعلق ایک کتاب نام مغنی لکھی۔ جو دہلی میں "تقریب التھذیب" کے ساتھ مکرر چھپ چکی ہے۔ اسی طرح علم حدیث کی حل لغات میں "مجمع بحار الانوار" جو نہایت مشہور کتاب ہے۔ مفید و قابل قدر یادگار چھوڑی۔ جو تین جلدوں میں ہندوستان میں مکرر چھپ چکی ہے۔ یہ کتاب "فائق زمخشری اور نھایہ ابن اثیر" کی جامع ہے۔

الحمدللہ کہ خاکسار کے پاس یہ سب کتابیں موجود ہیں (نفعنی الله بھا فی الدنیا والاخرہ) (تاریخ اہلحدیث، ص:۲۷۲)

شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمہ اللہ باکمال متصوف عالم دین (ولادت ۹۵۸ھ وفات ۱۰۵۲ھ)

ولادت:۔ شیخ محمد طاہر صاحب رحمہ اللہ پٹنی کے بعد اسی زمانے میں علم حدیث کی خدمت کا تمغہ شیخ عبدالحق صاحب دہلوی رحمہ اللہ کے بازو پر ہے۔ آپ رحمہ اللہ قوم ترک سے ہیں۔ آپ رحمہ اللہ کے والد کا نام سیف الدین ہے جو شاہ عالی جاہ شاہجہاں مرحوم کے وقت دہلی میں متوطن ہوئے۔ اور یہیں ہمارے شیخ صاحب رحمہ اللہ ۹۵۸ھ میں پیدا ہوئے۔ (تاریخ اہلحدیث، ص:۲۷۳)

علمی ذوق اور خدمات:۔ اپنے وطن دہلی سے بائیس سال کی عمر میں تحصیل علوم کے بعد زیارت حرمین سے مشرف ہوئے۔ اور کئی سال تک فن حدیث کی تکمیل کے بعد وطن کو مراجعت کی۔ اور اس فن کی خدمت کرنے لگے۔ چنانچہ لمعات شرح عربی مشکوٰۃ اور "اشعۃ اللمعات شرح فارسی مشکوٰۃ اور شرح سفر السعادت وغیرہ نہایت عمدہ خدمتیں ہیں۔

آپ رحمہ اللہ کی تحقیقات حدیثیہ کا ماخذ زیادہ تر ابن ہمام کی فتح القدیر اور علامہ عینی رحمہ اللہ کی شرح بخاری ہے۔ جو خود مذہب حنفی کی تقلید کے ملتزم تھے۔ اور شرح مشکوٰۃ میں زیادہ تر طیبی اور مرقاۃ مصنفہ ملاعلی قاری رحمہ اللہ وغیرہما سے لیا ہے۔ (تاریخ اہلحدیث، ص:۲۷۳)

سلسلہ قادریہ میں بیعت اصلاح:۔ آپ رحمہ اللہ پر صوفیانہ مذاق غالب تھا۔ قادری طریق پر تھے۔ سیّد موسیٰ رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ جو شاہ جیلان رحمہ اللہ کی اولاد سے تھے۔ اس فن کی خدمت میں بھی کتابیں لکھیں۔ چنانچہ حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی کتاب "فتوح الغیب کی شرح فارسی ایک مفید یادگار ہے۔

شروح کتب کی خدمت کے علاوہ آپ رحمہ اللہ نے بعض مستقل کتابیں بھی لکھیں مثلاً "مدارج النبوۃ" جو آنحضرت ﷺ کی ایک مبسوط سوانح عمری ہے۔ (تاریخ اہلحدیث، ص:۲۷۳)

رواداری اور اعتدال پسندی:۔ اسی زمانہ میں امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کا آفتاب مجددیت بھی نور افگن تھا اور بدعات کے بادل ہوا ہو رہے تھے۔

چونکہ حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ احیائے سنت و رد بدعت میں نہایت سرگرم تھے۔ اس لیے حضرت شیخ صاحب رحمہ اللہ کو آپ رحمہ اللہ سے بعض امور کی وجہ سے جو ان کی نظر میں بوجہ تقلید و اختیار تصوف مرجبہ کے معیوب نہ تھے۔ کچھ نقار تھا لیکن اخیر عمر میں جب خدا تعالیٰ نے طبیعت سے پردہ اٹھادیا۔ اور حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ کے طریق عمل کی راستی مشہور ہوگئی تو سب غبار و نقار جاتا رہا۔ اور ایسی صفائی حاصل ہوئی کہ باید وشاید۔ چنانچہ آپ رحمہ اللہ خود حضرت خواجہ حسام الدین رحمہ اللہ خلیفہ حضرت شاہ باقی باللہ صاحب (قدس اللہ اسرارھم) کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

ان ایام میں شیخ احمد (رحمہ اللہ) کی نسبت فقیر کی صفائی حد سے بڑھ گئی ہے۔ ہرگز بشریت کا پردہ اور طبیعت کا حجاب باقی نہیں

www.ubqari.org

> رہا۔ عقل وانصاف وطریقت سے قطع نظر کر کے (یوں بھی) ایسے بزرگواروں اور عزیزوں کی برائی کوئی مناسب نہیں۔ اور (میرے) باطن میں بطریق ذوق ووجدان وغلبۂ (حال) ایسا کچھ آ گیا ہے کہ زبان اس کے ذکر سے گونگی ہے۔ پاک ہے وہ خدا جو دلوں کا پھیرنے والا اور احوال کا بدلنے والا ہے۔ شاید ظاہر بین لوگ اس بات کو بعید جانیں میں نہیں جانتا کہ (میرا) کیا حال ہے اور کس طور پر ہے۔ "عالم بے خودی وحیرت طاری ہے" (انتھی مترجم از اتحاف ص:۳۰۵)

سبحان اللہ! ہمارے بزرگان دین کے دلوں میں کیسی صفائی تھی۔ اور وہ کس قدر صادق الاحوال تھے۔ کہ جب اپنی غلطی یا دوسرے بھائی کی بے گناہی معلوم ہوئی تو فوراً اس سے رجوع کر کے اس کا اعلان کر دیا اور اس پر اصرار وضد ہرگز نہیں کی۔ خداوندا! ہم کو بھی ایسے پاک باطن نصیب کر" آمین"

مجھ عاجز کو آپ رحمہ اللہ کے علم وفضل اور خدمت علم حدیث اور صاحب کمالات ظاہری وباطنی ہونے کی وجہ سے حسن عقیدت ہے۔ آپ رحمہ اللہ کی کئی ایک تصانیف میرے پاس موجود ہیں۔ جن سے میں بہت سے علمی فوائد حاصل کرتا رہتا ہوں۔ (تاریخ اہلحدیث ص:۲۷۳-۲۷۴)

قبر کی ٹھنڈک کا محسوس ہونا۔ وضاحت: حضرت نواب صاحب مرحوم ابجد العلوم میں فرماتے ہیں "رحل الی الحرمین و صحب الشیخ عبدالوهاب المتقی خلیفة الشیخ علی المتقی واکتسب علم الحدیث و عادالی الوطن و استقربه اثنین و خمسین سنة بجمعیة الظاهر و الباطن و نشر العلوم" ص:۹۰۱۔ یعنی بائیس سال کی عمر میں حرمین شریفین کا سفر کیا اور شیخ علی متقی رحمہ اللہ کے خلیفہ شیخ عبدالوہاب رحمہ اللہ کی صحبت میں رہے اور ان سے علم حدیث حاصل کیا۔ اور اپنے وطن کی طرف لوٹے اور باون سال تک ظاہر وباطن کی جمعیت کے ساتھ یہیں ٹھہرے رہے۔ اور علوم کی اشاعت کرتے رہے۔ اس سے آگے فرماتے ہیں آپ رحمہ اللہ کی تصانیف سو تک پہنچتی ہیں۔ نیز فرماتے ہیں کہ جب میں دہلی میں وارد ہوا تو آپ رحمہ اللہ کی قبر کی زیارت کو گیا اور موضوع قبر کو انس وٹھنڈک کا موجب پایا (ص:۹۰۱) (از محشی) (تاریخ اہلحدیث، ص:۲۷۳)

امام ربانی مجدد الف ثانی نقشبندی رحمہ اللہ (ولادت شوال ۹۷۱ھ وفات ۱۰۳۴ھ)

ولادت:۔ تاریخ عبدالحق رحمہ اللہ کے بیان سے معلوم ہو چکا ہے کہ آپ رحمہ اللہ ان کے معاصر ہیں آپ رحمہ اللہ کی ولادت باسعادت ۱۴ شوال ۹۷۱ھ میں قصبہ سرہند ضلع انبالہ میں ہوئی۔ آپ رحمہ اللہ کا نسب نامہ کئی پشتوں کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

ابتداء میں قرآن حفظ کیا۔ ابتدائی تعلیم کئی دیگر علوم اور فیوض باطنیہ اپنے والد ماجد مخدوم عبدالاحد رحمہ اللہ صاحب سے حاصل کیے جو اپنے وقت کے مسلم باکمال بزرگ تھے۔ (تاریخ اہلحدیث ص:۲۷۴)

سلسلہ نقشبندیہ کی بیعت اور اشاعت:۔ آپ رحمہ اللہ کے والد ماجد نے ۱۰۰۷ھ میں وفات پائی تو آپ رحمہ اللہ ۱۰۰۸ھ میں دہلی پہنچے۔ جہاں پر اپنے مخلص دوست خواجہ حسن کشمیری رحمہ اللہ کی وساطت سے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دونوں بزرگوں کے دلوں میں بوجہ صفائی قلب ایسا جذب پیدا ہوا کہ حضرت خواجہ صاحب رحمہ اللہ نے ان کے آنے کو غنیمت جانا اور انہوں نے ان کی صحبت کو اکسیر سمجھا۔

آپ نے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ صاحب سے نقشبندی طریقہ کا فیض پایا۔ اور اسی طرح دیگر مشائخ طریقت سے تصوف کے دوسرے طریقوں کا فیض حاصل کیا۔ آپ رحمہ اللہ کا سلسلہ یعنی طریقہ مجددیہ ہند سے ماوراء النہر، روم، شام، عرب اور مغرب اقصی تک پہنچ گیا۔

آپ رحمہ اللہ بلا اختلاف عالم باعمل عارف کامل جامع کمالات ظاہری وباطنی اور گیارہویں صدی کے مسلم مجدد ہیں۔ مجددیت کا لقب سب سے پہلے آپ کو مولانا عبدالحکیم صاحب رحمہ اللہ سیالکوٹی نے دیا کہ وہ بھی باکمال کشمیری ممدوح کے شاگرد تھے۔ (تاریخ اہلحدیث ص:۲۷۵)

نقشبندی مجدد کا جذبہ توحید وسنت:۔ عام قبولیت کے سبب آصف خاں وزیر اعظم نے جو شیعی المذہب تھا۔ جہانگیر بادشاہ کے گوش گزار کیا کہ ان کا شہرہ اور لوگوں کی ان سے ارادت وعقیدت خطرہ سے خالی نہیں۔ اکثر امرائے دربار مثل خانخاناں وسید صدر جہاں وخانجہاں

وخان اعظم ومہابت خاں ونزہت خاں واسلام خاں وسکندر خاں ودریا خاں ومرتضیٰ خاں وغیرہم ان کے معتقد ومرید ہوگئے ہیں۔ بادشاہ نے اوّل تو آپ رحمہ اللہ کے معتقد سرداروں کو دور دور کے علاقوں میں تبدیل کر دیا۔ اور پھر حاکم سرہند کے نام فرمان بھیجا کہ آپ رحمہ اللہ کو شاہی ملاقات کیلئے نہایت عزت واحتشام سے دربار میں بھیج دے۔ دربار میں جانے پر آپ رحمہ اللہ نے نہ تو سجدۂ سلام ادا کیا جو جہانگیر کے دربار میں مروج تھا۔ اور نہ آپ دیگر لوازماتِ آداب وکورنشاتِ شاہی بجالائے۔ ندیموں نے طریق معتدہ پر سجدہ کرنے کا اشارہ کیا تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا یہ پیشانی غیر اللہ کے لئے نہ کبھی پہلے جھکی ہے اور جھکے گی۔ اس جرأت کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہانگیر نے آپ رحمہ اللہ کو خطرناک سمجھ کر بمشورۂ وزیر مع آپ رحمہ اللہ کے ساتھیوں کے قلعہ گوالیار میں نظر بند کر کے بھیج دیا۔ آپ رحمہ اللہ نے وہاں پہنچ کر اپنے کل خلفاء کو خطوط لکھے کہ میری یہ کیفیت میری رضامندی سے ہے۔ آپ رحمہ اللہ لوگ شاہ وقت کے برخلاف کوئی ایجی ٹیشن (بغاوت) نہ کریں۔ آپ رحمہ اللہ تین سال قید میں رہے۔ اس اثنا میں جہانگیر بیمار پڑا۔ اور اسے خواب میں تنبیہ کی گئی جس پر اس نے رہائی کا حکم دیا۔ نہایت عزت واحترام سے اکبر آباد (آگرہ) میں بلایا۔ اور دعا کی درخواست کی۔ آپ رحمہ اللہ نے گیارہ خلاف شرع رسوم کی جو سلطنت میں رائج ہو چکی تھیں اصلاح کیلئے فرمایا۔ سب سے ضروری اصلاح سجدۂ تعظیمی کی موقوفی تھی۔ جہانگیر نے بصدق دل سب کچھ قبول کیا۔ آپ رحمہ اللہ نے دعا فرمائی جسے اللہ تعالیٰ نے شرف قبولیت بخشا اور جہانگیر شفایاب ہوگیا یہی آپ رحمہ اللہ کی مجددیت کی شہرت کا زینہ ہے۔ اس کے بعد یوماً فیوماً آپ ردبدعات واصلاح رسوم شرکیہ میں مصروف رہے۔ آپ رحمہ اللہ کا نام عام طور پر مجدد صاحب مشہور ہوگیا۔ اور آپ رحمہ اللہ مجدد الف ثانی یعنی گیارہویں صدی کے مجدد کے لقب سے پکارے جانے لگے۔ اس کے بعد پھر آپ رحمہ اللہ سرہند تشریف لائے۔ آپ رحمہ اللہ نے ۶۳ سال کی عمر میں ۱۰۳۴ھ میں وفات پائی۔ اور سرہند میں مدفون ہو کر اس سرزمین کو شرف بخشا۔ (تاریخ اہلحدیث، ص:۲۷۵-۲۷۶)

سیّد مبارک محدث بلگرامی رحمہ اللہ (ولادت ۱۰۳۳ھ وفات ۱۱۱۵ھ)

ابتدائی تعارف:۔ اس مبارک ہستی کا ترجمہ کسی قدر تفصیل سے میر غلام علی صاحب آزاد بلگرامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔ جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے۔

صحیح الاصول والفروع تھے۔ اور احیائے سنت اور ازالہ بدعت کا نقارہ بجاتے تھے۔ علوم ظاہری وباطنی میں یگانہ اور تقویٰ وطہارت میں ممتاز زمانہ تھے۔ چھ ماہ شعبان مکرم ۱۰۳۳ھ میں پیدا ہوئے۔ شروع جوانی میں تحصیل علوم میں لگ گئے اور ابتداء سے انتہا تک علوم نہایت پختگی سے حاصل کیے۔ ابتدائی تعلیم میر سید طیب بن میر عبدالواحد قدس اسرارہما اور دیگر فضلائے بلگرام اور اس کے اطراف کے علماء سے حاصل کی۔ اور ۱۰۶۱ھ میں تکمیل علوم کیلئے دہلی میں تشریف لے گئے اور خواجہ باقی باللہ صاحب (رحمہ اللہ) کے فرزند خرد خواجہ عبداللہ صاحب المشہور بخواجہ خرد (رحمہ اللہ) کی خدمت میں پہنچ کر کتاب مطول پڑھی اور زمانہ اقامت دہلی میں بن شیخ عبدالحق صاحب (رحمہ اللہ) کے مکان پر سکونت پذیر رہے اور ان سے علم حدیث حاصل کر کے اس فن اشرف میں مہارت عالی حاصل کی۔ اور اپنی تمام عمر اسی فن مبارک کی خدمت میں ختم کر دی۔ حتیٰ کہ آپ لقب محدث سے مشہور ہوگئے۔ (تاریخ اہلحدیث، ص:۲۷۶-۲۷۷)

حضرت مجدد الف ثانی کے مرشد طریقت:۔ حضرت خواجہ باقی باللہ صاحب قدس سرہ دہلی کے مشہور اولیاء اللہ سے ہوئے ہیں۔ آپ رحمہ اللہ مرشد تھے حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ کے۔ حضرت خواجہ صاحب مرحوم کی وفات کے وقت دو حرموں سے آپ رحمہ اللہ کے دو شیر خوار فرزند تھے جن کے لیے آپ نے حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ کو تعلیم وتربیت کی وصیت کی تھی۔ فرزند اکبر کو خواجہ کلاں اور فرزند اصغر کو خواجہ خرد کہتے تھے۔ (مآثر الکرام، ص:۶۰۰ بحوالہ تاریخ اہلحدیث، ص:۲۷۵-۲۷۷)

قطب المحدثین کی بیعت سلسلہ قادریہ:۔ حسان الہند حضرت میر علی صاحب آزاد بلگرامی مآثر الکرام میں ان کے ترجمہ میں فرماتے ہیں لہٰذا ہم نے ان کو اس کتاب میں قطب المحدثین سے یاد کیا ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے شیخ نور الحق صاحب رحمہ اللہ سے ۱۰۶۴ھ میں تحصیل علوم سے فراغت پائی اور ۱۰۶۷ھ میں دہلی میں میر سیّد عبدالفتاح عسکری احمد آبادی قدس سرہ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ کی بیعت کی۔

ان سب فیوض ظاہری و باطنی سے دامن بھر کر اپنے وطن بلگرام کی طرف لوٹے۔ اور مسند توکل وقناعت کو زینت دی۔ اور باقی عمر یادِ خدا اور ریاضت اور تدریس علوم خصوصاً علم حدیث شریف میں گزار کر ۱۱۱۵ھ میں رحلت فرمائی۔ (تاریخ اہلحدیث ص: ۲۷۷)

جذبۂ اتباع شریعت:۔ اتباع شریعت اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا جذبہ آپ رحمہ اللہ کے خمیر میں تھا۔ کسی کی کیا مجال کہ آپ رحمہ اللہ کے حضور میں جادہ شرع سے باہر قدم رکھے۔ آپ رحمہ اللہ کے کئی فرزند آپ رحمہ اللہ کی زندگی ہی میں قضا کر گئے۔ کسی کے ماتم پر بھی خلاف شرع رسوم کا ارتکاب نہ ہوسکا۔ میر صاحب ممدوح نہایت لطیف طبع اور نکتہ سنج ،لطیفہ گو تھے۔ باوجود اس کے اتنی ہیبت اور رعب تھا کہ آپ کے سامنے لوگوں کے پتے پانی ہو ہو جاتے تھے۔

ایک روز غیرت خاں حاکم لکھنؤ حضور کی زیارت کیلئے حاضر خدمت ہوا۔ خاں صاحب موصوف کا پاجامہ چوڑی دار تھا۔ جو حد شرع سے متجاوز تھا ٹخنوں سے نیچے تھا۔ میر صاحب رحمہ اللہ نے اعتراض کیا۔ غیرت خاں صاحب کی مجال نہ تھی کہ کچھ عذر کر سکیں فوراً اپنے ہاتھ سے حد شرع سے زائد پائنچہ کاٹ ڈالا۔ (تاریخ اہلحدیث ص: ۲۷۷)

فقرِ صوفیاء کا عملی مشاہدہ:۔ **عادات:** آپ رحمہ اللہ نہایت سادگی۔ بےنفسی اور توکل سے زندگی بسر کرتے تھے۔ اپنی حاجت کسی دوسرے پر ظاہر نہ کرتے تھے۔ استاد المحققین میر طفیل محمد بلگرامی (آپ رحمہ اللہ کے شاگرد) فرماتے تھے۔ میں ایک روز میر صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ رحمہ اللہ وضو کی تیاری کیلئے اٹھے ہی تھے کہ ناگاہ زمین پر گر پڑے۔ میں جلدی سے دوڑ کر پاس گیا۔ ایک ساعت کے بعد افاقہ ہوگیا۔ میں نے اس کا سبب دریافت کرنے کی جرأت کی۔ بہت اصرار کرنے کے بعد فرمایا: ”تین روز ہوگئے ہیں کہ غذا کی جنس سے کوئی چیز میسر نہیں آئی۔ اور ان تین روز میں نہ تو یہ بات کسی پر ظاہر کی اور نہ کسی سے قرض مانگا“۔ میرے دل میں رقت آگئی۔ اور میں فوراً اپنے مکان کی طرف دوڑا۔ اور شیریں طعام جو حضرت رحمہ اللہ کو مرغوب تھا۔ تیار کرا کے حاضر خدمت کیا۔ اول تو آپ رحمہ اللہ بہت خوش ہوئے۔ اور مجھے دعائیں دینے لگے لیکن بعد ازاں فرمانے لگے۔ ایک بات کہتا ہوں۔ بشرطیکہ تم کو گراں نہ گزرے۔ میں نے عرض کیا فرمایئے! فرمانے لگے فقراء کی اصطلاح میں اس کو طعام اشراف کہتے ہیں۔ ہر چند کہ فقہاء کے نزدیک اس کا کھانا جائز ہے اور شریعت میں بعد تین روز (کے فاقہ) کے مردار بھی حلال ہے لیکن فقراء کے طریقوں میں طعام اشراف جائز نہیں ہے“ میں نے جب یہ بات سنی تو بلا چون وچرا اُٹھ کر کھڑا ہوا اور طعام اُٹھا کر لے کر دروازہ کے باہر آگیا۔ کچھ دیر توقف کر کے وہ طعام لیے ہوئے پھر حاضر خدمت ہوا اور عرض کی کہ جب بندہ طعام اٹھا کر لے گیا تھا۔ تو کیا حضرت کو توقع تھی کہ میں یہ طعام پھر واپس لاؤنگا؟ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا نہیں، میں نے عرض کیا کہ اب جبکہ یہ طعام بندہ حضرت کی توقع کے بغیر لایا ہے تو یہ طعام اشراف نہ رہا۔ حضرت میر صاحب رحمہ اللہ میری اس توجیہ پر بہت محظوظ ہوئے اور فرمانے لگے تم نے عجب فراست کی ہے پھر آپ رحمہ اللہ نے وہ طعام برغبت تمام تناول فرمالیا۔ (تاریخ اہلحدیث ص: ۲۷۷-۲۷۸)

اشراف نفس کی تعریف:۔ اشراف، نفس کے جھکاؤ کو کہتے ہیں۔ اہل طریقت بزرگ دنیا کے لذائذ کو نفس کے جھکاؤ سے استعمال نہیں کرتے بلکہ بغیر اس کے جو کچھ میسر آوے اس کو نعمت خداداد سمجھ کر استعمال کر لیتے ہیں اور خدا کا شکر بجالاتے ہیں۔ نفس کے جھکاؤ کے سوا حاصل شدہ کو قبول کرنا۔ اہل طریقت نے اس حدیث سے لیا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کچھ عطا کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ”اعطہ افقر منی“ حضور یہ مال کسی زیادہ حاجت مند کو عطا کیجئے۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”ما اعطیت من غیر اشراف نفس“ الخ یعنی جو کچھ تجھ کو نفس کے جھکاؤ کے سوا دیا جائے اس کو لے لے۔ پھر اسے خود صرف کر یا صدقہ کر دے تیرا اختیار ہے (صحیح بخاری ملخصا) حضرت میر صاحب نے جب اپنا فاقہ اپنے شاگرد استاد المحققین کے پاس ذکر کر دیا۔ اور وہ فوراً طعام لذیذ تیار کرا کے لے آئے تو اس میں آپکے خیال میں اشراف نفس پایا گیا۔ اس لیے اس کے کھانے سے پرہیز کی۔

www.ubqari.org

استاد المحققین صاحب علم ومعرفت تھے سمجھ گئے اور باہر جا کر کچھ دیر توقف کر کے وہی کھانا واپس لائے تو اس میں حضرت میر صاحب رحمہ اللہ کا اشراف نفس نہ تھا اس لیے تناول فرمالیا۔ سبحان اللہ۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۷۸)

مراقبہ میں غیبی اطلاع منکشف ہو جانا:۔ نیز استاد المحققین فرماتے تھے کہ سلطان اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ کی پیشگاہ سے علامہ مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی رحمہ اللہ کی تعیناتی بخشگیری اور وقائع نگاری کی خدمت پر گجرات شاہ دولہ، (پنجاب) میں ہوئی۔ تو آپ رحمہ اللہ دکن سے بلگرام میں تشریف لائے اور بلگرام سے گجرات کا قصد کیا۔ علامہ مرحوم نے مجھے ساتھ چلنے کیلئے فرمایا۔ میں نے قبول کرلیا تو میں نے میر صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا ارادہ سفر عرض کیا۔ میر صاحب موصوف نے فرمایا میری عمر اخیر کو پہنچ چکی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اس وقت مجھ سے جدا نہ ہو۔ اور میرے جنازے میں حاضر ہو۔ میں سوچ میں پڑ گیا کہ میر عبدالجلیل صاحب رحمہ اللہ کی رفاقت بھی ضروری ہے۔ اتنے میں حضرت صاحب رحمہ اللہ نے مراقبہ کیا۔ دیر کے بعد سر اٹھا کر فرمایا۔ ''جاؤ'' امید ہے کہ ایک دفعہ پھر بھی ملاقات ہو گی چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جس سال حضرت میر صاحب رحمہ اللہ کی وفات ہونے والی تھی۔ میر عبدالجلیل صاحب رحمہ اللہ کو ایک ضروری کام آپڑا جس کیلئے انہوں نے مجھے (استاد المحققین) کو بلگرام میں بھیجا۔ میرے یہاں آنے کے تھوڑی مدت بعد حضرت میر صاحب رحمہ اللہ کا انتقال ہو گیا۔ اور آپ رحمہ اللہ نے نماز جنازہ کی امامت کیلئے میرے حق میں وصیت کی۔

سنہ وفات:۔ آپ رحمہ اللہ کا انتقال مبارک بروز دوشنبہ بتاریخ بیس ماہ ربیع الاول ۱۱۱۵ھ ہوا۔ میر عبدالجلیل مرحوم بلگرامی نے تاریخ وفات یوں لکھی

مقدت گہر میر سیّد مبارک چو فرمود در بحر رحلت شناہ
پے رحلت آں مطہر سرشت خرد گفت تاریخ رضوان پناہ

(تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۷۸-۲۷۹)

شیخ نور الدین احمد آبادی رحمہ اللہ (ولادت ۱۰۶۴ھ وفات ۱۱۵۵ھ)

ابتدائی تعارف:۔ باپ کا نام محمد صالح ہے۔ احمد آباد (گجرات) میں ۱۰۶۴ھ ہجری میں پیدا ہوئے۔ ملا احمد سلیمانی۔ اور ملا فرید الدین رحمہم اللہ احمد آبادی سے تحصیل علوم کی۔ اور سرآمد روزگار ہو گئے۔ ۱۱۴۳ھ میں شرف زیارت حرمین شریفین ''حرسهما الله'' حاصل کیا۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۷۹)

بیعت اصلاح وخلافت:۔ مختلف فنون میں مفید کتابیں لکھیں جن کی تعداد کوئی ڈیڑھ سو سے زیادہ ہے۔ تفسیر قرآن مجید اور شرح صحیح بخاری بھی لکھی جس کا نام نور القاری ہے۔ آپ رحمہ اللہ صوفیانہ مزاج رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت محبوب عالم صاحب رحمہ اللہ احمد آبادی سے بیعت وخلافت خانوادہ کا حاصل کی۔ ابتدائے عمر سے آخر تک تدریس وتصنیف میں وقت بسر کیا اور ۱۱۱۵ھ میں اکانوے برس کی عمر میں رحلت کی۔ ''عامله الله برحمة الواسعة''۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۷۹)

صاحب کمالات صوری ومعنوی ماہر علوم ظاہری وباطنی علامہ نبیل فاضل نامی وگرامی میر عبدالجلیل بلگرامی رحمہ اللہ

(ولادت ۱۰۷۱ھ وفات ۱۱۳۸ھ)

تعارف:۔ سیّد مبارک محدث رحمہ اللہ کے ذکر میں گزر چکا ہے کہ میر عبدالجلیل صاحب بلگرامی رحمہ اللہ میر غلام علی آزاد بلگرامی رحمہ اللہ کے نانا اور سیّد مبارک رحمہ اللہ کے شاگرد رشید اور استاد المحققین میر طفیل محمد صاحب رحمہ اللہ بلگرامی کے ہم درس ہیں اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ آپ رحمہ اللہ

خلد مکان حضرت محی الدین اورنگ زیب رحمہ اللہ کے وقت میں مختلف ممتاز عہدوں پر مامور رہ چکے ہیں۔ بالخصوص گجرات پنجاب میں چار سال تک عہدہ وقائع نویسی و بخشگیری پر گزار چکے ہیں۔ باقی حالات علمی و عملی سطور ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔ وباللہ التوفیق۔

ان کے کمالات کی وجہ سے کئی مہینوں تک اس عاجز کا قلم رکا رہا۔ کیونکہ آپ کے کمالات ظاہری و باطنی اور مختلف علوم عربیہ میں آپ رحمہ اللہ کے تبحر کی وجہ سے دل و دماغ پر حیرت افزاء اثر تھا۔ آخر اس خیال سے کہ قلم فرسائی سکون سے اور لب کشائی سکوت سے بہتر ہے۔ اپنے عجز و ناتوانی کا اقرار کرتے ہوئے سطور ذیل سے اس برگزیدۂ انفس و آفاق کا تعارف اپنے ناظرین کو کراتا ہوں۔ ”واللہ ولی التوفیق“۔

نسب وولادت:۔ آپ رحمہ اللہ خاندان سادات بلگرام کے روشن چراغ ہیں۔ جن کی ذات گرامی صفات سے بلگرام کو چار چاند لگ گئے۔ آپ رحمہ اللہ کے والد ماجد کا نام سیّد امیر احمد ہے جو جامع کمالات صوری و معنوی تھے۔

ولادت:۔ آپ رحمہ اللہ نے بتاریخ ۱۳ شوال ۱۰۷۱ھ اپنے نورولادت سے خطۂ بلگرام کو منور کیا۔ درسیات کی ابتدائی کتابیں استاد المحققین کے ہمراہ سیّد سعد اللہ بلگرامی رحمہ اللہ کی خدمت میں پڑھیں۔ پھر بلاد پورب کا قصد کیا اور درمیانی کتابیں متفرق مقامات کے ماہرین فن استادوں سے پڑھیں۔ آخر لکھنؤ میں شیخ غلام نقشبند صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچے اور انتہائی کتابیں ان سے حاصل کر کے تکمیل تحصیل کی۔

شیخ غلام نقشبند آپ کے استاد ہمیشہ آپ رحمہ اللہ کی تعریف و توصیف کرتے تھے۔

”آپ رحمہ اللہ کی پسندیدہ مبارک عادت تھی کہ جب آپ رحمہ اللہ کتابت کا ارادہ کرتے تو پہلے بسم اللہ، الحمد للہ اور درود شریف کاغذ پر لکھ لیتے۔ اور اس کے بعد مطلوبہ کتابت کرتے اور اخیر عمر تک اس عمل پر قائم رہے۔

وصال:۔ اس کے بعد آپ رحمہ اللہ دہلی پہنچے اور وہیں شنبہ کی شب ۲۳ ربیع الاول ۱۱۳۸ھ میں آپ رحمہ اللہ کا وصال ہوا۔ نعش مبارک کو حسب وصیت خود دارالسلام بلگرام میں لایا گیا جہاں آپ رحمہ اللہ کو ۶ جمادی الاولیٰ کو بوقت عصر اپنے والد بزرگوار جناب امیر احمد مرحوم کے قدموں میں سپرد خاک کیا گیا۔ (تاریخ اہلحدیث، ص:۲۷۹-۲۸۰)

بطور کرامت ۱۴ دن لاش سالم رہنا:۔ آپ رحمہ اللہ کی ایک کرامت یہ بھی تھی کہ باوجود اس کے کہ تابوت کو دہلی سے بلگرام لیجانے میں چودہ دن لگے اور گرمی کا موسم تھا۔ مگر آپ رحمہ اللہ کا جسم مبارک بالکل صحیح و سالم تھا۔ کسی عضو میں کوئی بھی تغیر نہیں ہوا تھا۔ جسد مطہر تازہ میت کی طرح تابوت سے چارپائی پر رکھا گیا۔ اور آپ کے ہم درس استاد المحققین میر طفیل محمد صاحب بلگرامی نے اپنے ہاتھوں آپ کو قبر میں اتارا۔

راقم الحروف (غلام علی آزاد بلگرامی) نے آپ کی تاریخ وفات نکالی ہے۔

”اولئك لهم عقبى الدار، جنت عدن“ اور نیز آیہ کریمہ

”للذين احسنوا الحسنى و زيادة“ (۱۱۳۸ھ) رحمه الله ملخصاً و مترجماً۔ (ازمآثر الکرام دفتر اول، ص:۲۶۵-۲۷۷)

(تاریخ اہلحدیث، ص:۲۸۰-۲۸۱)

حاجی محمد افضل صاحب رحمہ اللہ کا ذوق تصوف

وابستگی تصوف:۔ افسوس ہم کو اس پاک و مبارک وجود کے حالات مفصل نہیں ملے جن کے نام نامی سے ہم (سیالکوٹی) فخر کر سکتے ہیں۔ جو کچھ ملتا ہے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور جناب مرزا مظہر جانجاناں (علیہما الرحمۃ) کے حالات میں ضمناً ملتا ہے کہ ان ہر دو بزرگواروں نے آپ سے علم حدیث حاصل کیا۔ اور آپ رحمہ اللہ نے شیخ عبد اللہ بن سالم بصری مکی رحمہ اللہ سے اور اسی نسبت سے ہم نے آپ رحمہ اللہ کے ذکر خیر سے اپنی اس کتاب کو زیب دینا چاہا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ اور جناب مرزا مظہر جانجاناں شہید رحمہ اللہ ایسے لوگوں کا آپ رحمہ اللہ کے سلسلہ تلمذ میں ہونا آپ رحمہ اللہ کی افضلیت اور اسم بامسمّٰی ہونے کی بین دلیل ہے۔

www.ubqari.org

حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمہ اللہ آپ کی بغائت تعریف کرتے ہیں چنانچہ مقامات مظہریہ میں فرماتے ہیں۔

ایشاں از علمائے متبحر و فضلائے دانشور نداز اسرار معارف علوم باطن خطے و افراد ارند طریقہ ازحجۃ اللہ نقشبند فرزند و خلیفہ حضرت ایشاں محمد معصوم رحمہ اللہ علیہما گرفتہ تادہ سال استفادنہ فیوض باطن نمود ندوتاد و ازدہ سال از حضرت شیخ عبدالاحد فرزند و خلیفہ خازن الرحمۃ شیخ محمد سعید فرزند سجادہ نشین حضرت مجدد رحمہ اللہ علیہم مشرف گردیدہ بمقامات عالیہ رسیدہ اندوتحصیل علوم معقول و منقول و اسناد علم حدیث از ایشاں نمودہ از شیخ سالم بصری ثم المکی علم حدیث نیز سند دارند (مقامات مظہریہ، ص:۹)

اوراسی کتاب میں دوسری جگہ حضرت جناب مرزا صاحب رحمہ اللہ کی زبانی نقل فرماتے ہیں۔

پس بخدمت حضرت حاجی محمد افضل التماس توجہات نمودیم، فرمودند شما علی البصیرت سلوک کردہ ایدو کشف مقامات دارید و مارا چنداں کشف و علم مقامات نیست. استادہ باحسن وجوہ نتو اندشد حضرت ایشاں (مرزا صاحب) می فر مودند اگرچہ از آنحضرت (حاجی صاحب ممدوح) در ظاہر استفادہ کردہ نشد. لیکن در ضمن سبق حدیث فیوض از باطن شریف ایشاں رادرزر حدیث در نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم استغراقے دست می دادو انوار و برکات بسیار ظاہر مے شد گویا در معنی صحبت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم حاصل می شد و دریں اثنا توجہ والتفات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مشہود می گشت و نسبت کمالات نبوت در غائت وسعت و کثرت انوار جلوہ گرمی شود و معنی حدیث شریف " العلماء ورثۃ الانبیاء "علیہم السلام واضح می شد. ایشاں شیخ المحدیث واز رونے صحبت پیر فقیر اند فوائد بسیار در ظاہر و باطن تابست سال از خدمت ایشاں حاصل نمودہ ایم. (مقامات مظہریہ، ص:۲۲-۲۳)

وضاحت حاشیہ:۔ چنانچہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اپنی کتاب " القول الجمیل " کے اخیر پر اپنی سند علم حدیث کے ذکر میں فرماتے ہیں۔ "و اجازنی مشکوۃ المصابیح و صحیح البخاری وغیرہ من الصحاح الست الثقۃ الثبت حاجی محمد افضل عن الشیخ عبدالاحد عن ابیہ الشیخ محمد سعید عن جدہ شیخ الطریقۃ الشیخ احمد السرھندی بسندہ الطویل المذکور فی مقامات" ترجمہ: اور مجھ کو اجازت دی مشکوۃ المصابیح اور صحیح بخاری وغیرہ صحاح ستہ کی معتمد ثابت القول حاجی محمد افضل رحمہ اللہ نے شیخ عبدالاحد رحمہ اللہ سے انہوں نے اپنے والد شیخ محمد سعید رحمہ اللہ سے انہوں نے اپنے دادا شیخ طریقت شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ سے ان کی سند طویل مذکور ہے۔ ان کے مقامات اور تصانیف میں۔ (تاریخ اہلحدیث، ص:۲۸۱)

حضرت مرزا مظہر جانجاناں نقشبندی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف

ولادت رمضان شریف ۱۱۱۰ھ وفات ۱۱۹۵ھ

آپ رحمہ اللہ کا سلسلہ نسب ۲۸ واسطوں سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ کے بیٹے امام محمد بن حنیفہ رحمہ اللہ سے جا ملتا ہے۔ آپ رحمہ اللہ کا نام شمس الدین حبیب اللہ ہے اور آپ رحمہ اللہ کے والد ماجد کا نام میرزا جان رحمہ اللہ تھا۔ اسی وجہ سے مرزا آپ کے نام کا جزو بن گیا ہے۔ (تاریخ اہلحدیث، ص:۲۸۲)

سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت اصلاح:۔ حسان ہند میر غلام علی صاحب رحمہ اللہ آزاد بلگرامی نے اپنی کتاب ”سرو آزاد“ میں درج کرنے کیلئے مرزا صاحب موصوف سے آپ رحمہ اللہ کے حالات دریافت کیے۔ اس پر آپ رحمہ اللہ نے اپنے جو حالات خود تحریر فرمائے۔ ان کا اردو ترجمہ بطور اختصار حسب ذیل ہے۔

> ”جان جاناں نام، مظہر تخلص، پسر میرزا جان۔ جانی تخلص، علوی نسب ہندی مولد، حنفی مذہب اور نقشبندی مشرب، پیدائش ۱۱۱۰ھ ظاہری نشو ونما اکبر آباد (آگرہ) میں ہوئی۔ اور باطنی تربیت شاہجہان آباد (دہلی) میں حضرت سیّد محمد بدایونی رحمہ اللہ نقشبندی سے حاصل کی۔ میرا نسب ۲۸ واسطوں سے حضرت محمد بن حنیفہ رحمہ اللہ کے ذریعے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جاملتا ہے۔
>
> میرے جد اعلیٰ امیر کمال الدین رحمہ اللہ نویں صدی ہجری کے شروع میں طائف کے علاقہ سے آکر ترکستان میں مقیم ہوئے۔ اور عرصہ دراز تک ان علاقوں میں فرمانروائی کی۔ ان کی اولاد بہت سی تھی جن میں سے امیر مجنون اور امیر بابا ہیں۔ جو ہمایوں بادشاہ کے ہندوستان کے فتح کرنے کے موقع پر اس ملک (ہند) میں وارد ہوئے۔ اس کے بعد سلاطین گورگانیہ کی خدمت اور رفاقت اس خاندان کا شعار رہا۔

میرزا جان مذکور نے جو امیر بابا سے چھٹے مرتبہ پر اور امیر کمال الدین مذکور سے بارہویں مرتبہ پر تھے عالمگیر بادشاہ کے زمانہ میں ایک عالی منصب سے ترک دنیا کی۔

بچپن سے ہی اس خاکسار کو مال وجاہ کی خواہش نہیں تھی۔ ضرورت کو حاصل کرنے کے بعد یہ فقیر از خود رفتگان کے دامن سے وابستہ ہوا۔ اس امید پر کہ دوسرے جہان کے حالات سے واقفیت حاصل کرے۔ جب سے ان کے دروازے پر قدم رکھا ہے دماغ ضعیف ہوگیا ہے اور تدبیر کے اسباب کی طاقت نہیں رہی۔ خلوت نشینی اختیار کرلی ہے اور کبھی کمینوں کے دسترخوان سے روٹی نہیں کھائی۔ (تاریخ اہلحدیث، ص:۲۸۲-۲۸۳)

نقشبندی بزرگ کا ذوق اتباع سنت:۔ اتباع سنت کا شوق آپ رحمہ اللہ کی طبیعت میں مرکوز تھا چنانچہ حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمہ اللہ اپنی کتاب مقامات مظہری کے (ص:۱۶) پر آپ رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں۔

”اللہ تعالیٰ نے میری طبیعت نہایت اعتدال والی بنائی ہے اور میری طینت میں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی رغبت ودیعت کی ہوئی ہے۔ (انتہی مترجما) (تاریخ اہلحدیث، ص:۲۸۳)

طریقہ نقشبندیہ مجددیہ:۔ چنانچہ شیخ شیخنا نواب صاحب مرحوم اپنی کتاب ابجد العلوم میں بہ ضمن ذکر حضرت مجدد صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں” آپ رحمہ اللہ کے متاخرین بزرگ فیض یابوں میں سے شیخ شمس الدین علوی المعروف مرزا مظہر جانجاناں رحمہ اللہ ہیں“۔

جو امام محمد بن حنیفہ رحمہ اللہ کی اولاد سے تھے۔ آپ رحمہ اللہ بہت سے فضائل کے مالک تھے۔ فن حدیث آپ رحمہ اللہ نے حاجی (محمد افضل) صاحب سیالکوٹی رحمہ اللہ سے حاصل کیا۔ اور مجددی طریقہ اپنے وقت کے اکابر طریقہ مجددیہ سے اتباع سنت اور قوت کشفیہ میں آپ رحمہ اللہ کا پایہ بہت بلند تھا۔ آپ رحمہ اللہ کے شعر بہت انوکھے اور آپ رحمہ اللہ کے مکتوبات بہت مفید ہیں۔ آپ رحمہ اللہ تشہد میں مسبّحہ سے اشارہ کے قائل تھے۔ اور (نماز میں) اپنا دایاں ہاتھ بائیں پر سینے کے نیچے باندھتے تھے اور قرأت فاتحہ خلف الامام کی تقویت کے قائل تھے آپ کا سن وفات ۱۱۹۵ھ ہے (عاش حمیدا مات شہیدا) (تاریخ اہلحدیث، ص:۲۸۳)

امام الہند حکیم الامۃ بقیۃ السلف حجۃ الخلف شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا ذوق تصوف (وفات ۱۱۷۶ھ)

؏ کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے

مجھ ایسے نابکار کا آپ رحمہ اللہ کی تعریف وتوصیف میں کچھ لکھنا آپ رحمہ اللہ کی شان میں گستاخی ہے کیونکہ ہندوستان بھر میں شہر بشہر اور

کوچہ بکوچہ اور خانہ بخانہ جس قدر علم و عمل بالحدیث کا غلغلہ ہے۔ اور اتباعِ سنت کا جتنا جوش طبائع میں موجزن ہے وہ سب کچھ آپ رحمہ اللہ ہی کی برکت و فیض کا ثمرہ ہے۔

بلبل کو شوقِ گل تھا نہ قمری کو عشق سرو   یہ سارے گل کھلائے ہوئے باغباں کے ہیں

لہٰذا میرے لکھنے میں اس سے زیادہ نہیں ہوگا، جو آپ کی نسبت لوگوں کے سینوں میں ساری اور ان کی زبانوں پر جاری ہے

جامع ظاہر و باطن:۔ آپ رحمہ اللہ ۱۱۱۴ھ میں طلوعِ آفتاب کے ساتھ ہی دار الخلافہ دہلی میں پیدا ہوئے گویا خالق برحق نے عالمِ جسمانی و عالم روحانی ہر دو کے آفتابوں کو اکٹھا ظاہر کیا۔ اور ظلمت ظاہری و باطنی کا پردہ چاک کر دیا۔ آپ رحمہ اللہ کا سلسلہ نسب تیس واسطوں سے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ تاریخی نام عظیم الدین ہے۔ جو آپ رحمہ اللہ کو ہر طرح پھبتا ہے۔

آپ رحمہ اللہ کے حالات میں مستقل تصانیف ہیں۔ سب کی جامع حیاتِ ولی ہے میرے خیال میں ہندوستان میں اس قدر تفصیل و جامعیت کے ساتھ کسی دیگر عالم کے حالات نہیں لکھے گئے۔ اور نہ اتنی کثرت سے کسی اور کی نسبت تصانیف لکھی گئیں۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۸۴)

شاہ عبدالرحیم جامع شریعت طریقت:۔ "القول الجمیل" میں آپ رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں۔

"جب آپ کی عمر سترہ سال کی ہوئی تو آپ رحمہ اللہ کے والد ماجد شیخ عبدالرحیم رحمہ اللہ بیمار ہوئے۔ شیخ صاحب اپنے زمانہ میں فضیلت علمی کے ساتھ ایک مقدس بزرگ مانے جاتے تھے۔ یعنی عالم شریعت بھی تھے۔ اور پیر طریقت بھی۔ ایام بیماری میں آپ رحمہ اللہ کو بیعت و ارشاد کی بھی اجازت دی اور کلمہ "یدہ کیدی" بتکرار کہا۔ اس کے بعد آپ رحمہ اللہ بارہ برس یا زیادہ تک کتب دینیہ و عقلیہ کی تدریس میں لگے رہے۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۸۴-۲۸۵)

شاہ صاحب کہنے کی وجہ:۔ اسی لیے آپ رحمہ اللہ کے خاندان کو شاہ صاحب کے لقب سے پکارتے ہیں کیونکہ ہندوستان میں پیروں اور بزرگانِ طریقت کو شاہ صاحب کہتے ہیں۔ ورنہ آپ رحمہ اللہ سید نہیں تھے۔

طریقت میں بھی صاحب کمال:۔ اور اپنے تعلیم کی بابت انفاس العارفین میں فرماتے ہیں۔

> "حضرت ایشاں در خلوت و جلوت بسیاری بود کہ باین فقیر ملتفت ی شدند و تلطف من نمودند و در ابتہاج و اہتزازی شدند
> وی فرمودند کہ در دل من بے اختیار خطور میکند کہ بیک دفعہ ہمہ علوم در سینۂ تو اندازم و باز بعد چندے جوشے ی زدند و ہمیں
> کلمہ متکلم ی شدند و بلم جزا۔ اثر انفاس مبارک ایشاں ظاہر گشت و اِلا ایں فقیر چنداں محنت تحصیل نکشیدہ (ص: ۶۳)

تذییل:۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے والد حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمہ اللہ علوم شریعت میں کامل ہونے کے علاوہ طریقت و باطن میں بھی صاحب کمالات تھے۔ اور صاحب کرامت اولیاء اللہ میں تھے۔ اور حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ان کی قلبی کیفیت و توجہ کا جو ذکر اوپر کی عبارت میں کیا ہے۔ فیوض رحمانیہ کے نزول کے وقت ایسے حضرات کے قلوب صافیہ پر ایسے کوائف گزرا کرتے ہیں اور ان کا انعکاس قابل و مستعد طبیعتوں پر پڑ کر ان کو منور کر دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عطاء نبوت کے وقت غار حراء میں جو حضرت جبریل علیہ السلام نے تین دفعہ سینے سے لگا کر زور سے بھینچا تھا۔ وہ یہی کیفیت تھی۔ الحمد للہ کہ اس سیاہ کار پر بھی حضرات اساتذہ جناب مولانا عبدالمنان صاحب مرحوم محدث وزیر آبادی اور جناب مولانا عبید اللہ غلام حسن صاحب رحمہ اللہ سیالکوٹی کی توجہ اور جذب نے یہی کیفیت طاری کر دی تھی۔ ورنہ اس عاجز کو بھی تحصیل علم میں دماغ سوزی اور محنت کشی کی زحمت نہیں اٹھانی پڑی۔" اللھم لك الحمد حمداً كثيراً طيباً مباركاً فيه اللھم زيني بالعمل كما كرمتني بالعلم وجملني بالتقوىٰ كما احسنت علي بنور الفهم"۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۸۵)

فن تصوف میں قصائد:۔ آپ رحمہ اللہ عربی اور فارسی میں شعر کہنے میں ید طولیٰ رکھتے تھے چنانچہ تصوف اور مدح و حب نبی ﷺ میں آپ رحمہ اللہ کے قصائد و اشعار آبدار کتب تراجم کی زینت ہیں جن کی زبان کی فصاحت و بلاغت علمائے عرب و عجم و مصر نے بھی تسلیم کی ہے۔
(تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۸۷)

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ (ولادت ۱۱۵۹ھ وفات ۱۲۳۹ھ)

مریدین کی تربیت:۔ نواب صاحب نے اپنی کتاب ''اتحاف النبلاء'' میں آپ رحمہ اللہ کے حالات نہایت جامع عبارت میں درج فرمائے ہیں جن کا انتخاب بصورت ترجمہ حسب ذیل ہے۔

آپ رحمہ اللہ ہندوستان بھر میں استاذ الاساتذہ، خاتم المفسرین والمحدثین تھے۔ آپ رحمہ اللہ کا تاریخی نام غلام حلیم (۱۱۵۹ھ) ہے۔ آپ رحمہ اللہ اپنے زمانہ میں مرجع علماء و مشائخ تھے۔

موافق و مخالف سب کو آپ رحمہ اللہ سے عقیدت تھی۔ آپ رحمہ اللہ نے اپنی تمام عمر تدریس و افتاء فصل خصومات، وعظ، مریدوں کی تربیت اور شاگردوں کی تکمیل میں گزاری، دنیوی جاہ و عزت اور احترام و تعظیم کے ساتھ ساتھ آپ رحمہ اللہ کمالات باطنی بھی رکھتے تھے۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۸۸)

سید احمد شہید بریلوی رحمہ اللہ کی بیعت طریقت:۔ امیر المجاہدین سیّد احمد بریلوی رحمہ اللہ آپ رحمہ اللہ کے مرید طریقت تھے۔
(تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۸۸)

والد کے خلفاء سے تحصیل علم:۔ بلاد ہند میں آپ رحمہ اللہ اور آپ رحمہ اللہ کے برادران کرام علم و عمل کی ریاست کے سردار تھے۔ ہندوستان میں کوئی علاقہ بلکہ کوئی شہر ہوگا کہ اس میں کوئی ایسا شخص ہو جسے اس خاندان سے نسبت تلمذ یا استفادہ باطن نہ ہو۔ بڑے بڑے علماء آپ رحمہ اللہ کی شاگردی پر فخر کرتے ہیں۔ اور فضلاء آپ رحمہ اللہ کی تصنیف کردہ کتابوں پر کامل بھروسہ رکھتے ہیں۔ آپ نے اپنے والد ماجد اور ان کے خلفاء کرام رحمہم اللہ سے علوم حاصل کیے اور بہت سی خلقت نے آپ رحمہ اللہ سے استفادہ کیا۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۸۸)

خاندانی مسلک: آپ رحمہ اللہ کا خاندان علوم حدیث اور فقہ حنفی کا ہے۔ علم حدیث کی جو خدمت ملک ہند میں اس خاندان نے کی ہے کسی اور نے نہیں کی۔ سرزمین ہند میں عمل بالحدیث کا بیج حقیقت میں آپ رحمہ اللہ کے والد بزرگوار رحمہ اللہ نے بویا تھا۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۸۸)

شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کا ذوق تصوف (المتوفی ۱۲۳۰ھ)

آپ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے خلف الرشید اور شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ اور شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی ہیں۔

آپ رحمہ اللہ نے تمام کتب دینیہ و عقلیہ اپنے والد ماجد سے سبقاً سبقاً پڑھیں۔ مگر کسب فیض باطنی کیلئے اپنے والد بزرگوار کے علاوہ دیگر اکابر دین اور اہل کمال کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ آپ رحمہ اللہ اپنے زمانہ کے جملہ اہل کمال کے حلقہ میں ایسے ممتاز تھے جیسے جھلملاتے تاروں کے حلقہ میں پوری روشنی کا چاند۔

آپ رحمہ اللہ کے زہد و اتقاء خلق و تواضع کی بے مثل شہرت ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیلی ہوئی تھی۔

آپ رحمہ اللہ نے اپنی زندگی کا اکثر حصہ اکبر آباد کی ایک مسجد کے حجرہ میں بسر کیا۔ رات دن طاعت و ریاضت میں مصروف رہتے۔
(تاریخ اہلحدیث، ص: ۲۸۹)

وعظ میں جنات کی شرکت:۔ ۱۳۱۶ھ میں جب یہ عاجز اپنے اور پنجاب کے استاذ جناب حافظ عبدالمنان صاحب مرحوم وزیر آبادی رحمہ اللہ کی معیت میں پہلی بار حضرت میاں صاحب مرحوم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو آپ رحمہ اللہ نے ان ایام میں ایک دن مسجد میں آ کر فرمایا کہ آج رات اس کمبخت نے ہم کو سونے نہیں دیا۔ کبھی اس طرف سے پاؤں آ دباتا اور کبھی اس طرف سے۔ اس سے آپ رحمہ اللہ کی مراد یہ تھی کہ جو جن آپ رحمہ اللہ کا شاگرد تھا وہ رات کے وقت آپ رحمہ اللہ کے پاؤں دبایا کرتا تھا۔

۱۳۲۰ھ میں جب آپ رحمہ اللہ رحلت فرما گئے۔ تو اس کے کچھ عرصہ بعد میں پھر دہلی گیا تو مولانا تلطف حسین صاحب رحمہ اللہ عظیم آبادی جو حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کے لائق شاگرد اور سفر حج میں آپ رحمہ اللہ کے رفیق تھے۔ انہوں نے ذکر کیا کہ جس روز میاں صاحب رحمہ اللہ کا انتقال ہونا تھا ہم بہت سے ارادتمند آپ رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھے۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نے یکا یک گھر کی مستورات کو فرمایا۔ کہ

پردہ کرلو۔ اس کے بعد بار بار وعلیکم السلام وعلیکم السلام کرتے رہے۔ کچھ عرصہ تک یہی وظیفہ جاری رہا۔ اس کے بعد آپ رحمہ اللہ نے سورۂ جن تلاوت کر کے وعظ کہنا شروع کیا۔ وعظ ختم کرنے کے بعد دیر تک وہی وعلیکم السلام وعلیکم السلام کرتے رہے۔ کچھ عرصہ تک یہی وظیفہ جاری رہا۔ اس کے بعد آپ رحمہ اللہ نے مستورات کو واپس آجانے کو فرمایا۔ واللہ علی ما اقول شہید۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۳۰۰-۳۰۱)

استادِ پنجاب حافظ محدث عبدالمنان وزیر آبادی

ائمہ کا ادب اور بے تعصبی:۔ آپ ائمہ دین کا بہت ادب کرتے تھے چنانچہ آپ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ائمہ دین اور خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی بے ادبی کرتا ہے۔ اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔ بعض متشدد لوگ آپ سے حدیث پڑھنے آتے مگر یہ شرط کر لیتے کہ حدیث تو آپ رحمہ اللہ سے پڑھیں گے لیکن نماز آپ رحمہ اللہ کے پیچھے ادا نہیں کریں گے۔ آپ رحمہ اللہ اس شرط کو بخوشی منظور فرمالیا کرتے۔

بعض عقیدت مند مقتدی اس پر سوال کرتے کہ آپ رحمہ اللہ ایسے لوگوں کو کیوں پڑھاتے ہیں جو نماز میں آپ رحمہ اللہ کی اقتداء پسند نہیں کرتے۔ اس کے جواب رحمہ اللہ میں آپ فرماتے کہ بھائی یہ ان کی نگاہِ انتخاب ہے۔ انہوں نے مجھے جس قابل پایا اس کا فائدہ اٹھانا چاہا۔ اگر ان کی قسمت میں سعادت لکھی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کو اتباعِ سنت کی راہ دکھا دے گا۔ چنانچہ بسا اوقات ایسا ہوتا کہ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ایسے متشدد شاگرد رو رو کر آپ رحمہ اللہ کے پاؤں پر گر پڑتے اور اپنی خطائیں معاف کراتے۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۳۰۲-۳۰۳)

شیخنا حضرت الاستاد مولانا ابوعبداللہ عبیداللہ غلام حسن سیالکوٹی رحمہ اللہ

ولادت:۔ صحیح طور پر معلوم نہیں ہو سکی، غالباً حافظ عبدالمنان صاحب رحمہ اللہ کے ہم عمر تھے۔ وفات: ۱۸ جنوری ۱۹۱۸ء

آپ رحمہ اللہ کی طبیعت نہایت ذکی اور حافظہ نہایت قوی تھا۔ تھوڑی ہی مدت میں نصاب تعلیم ختم کر کے اپنے استاذ معظم رحمہ اللہ کی وفات کے بعد مسند درس پر جلوہ افروز ہوئے۔ علم حدیث کی سند آپ رحمہ اللہ نے کتابتاً حضرت نواب صدیق حسن خاں صاحب بھوپالی رحمہ اللہ سے حاصل کی۔

ہر وقت تسبیح کے ساتھ ذکر خدا جاری رہتا:۔ طبیعت نہایت بردبار اور باذاق تھی۔ جو شخص آپ رحمہ اللہ کی زیارت کی سعادت حاصل کرتا اور ایک نماز بھی آپ رحمہ اللہ کے ساتھ پڑھ لیتا مدتوں اس سے لطف اندوز رہتا۔ اور آرزو کرتا رہتا کہ کاش پھر بھی یہ سعادت حاصل ہو۔ حافظہ کی قوت ایسی تھی کہ جس کتاب کا بھی کوئی صفحہ ایک دفعہ دیکھا ہے۔ عمر بھر اس کو دیکھنے کی ضرورت نہ پڑتی۔ یہ عاجز اپنی ابتدائی عمر میں مولانا صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اخیر یوم وفات تک آپ رحمہ اللہ کی خدمت میں رہا۔ اتنے عرصہ میں میں نے آپ رحمہ اللہ کو کسی کتاب کا مطالعہ کرتے نہیں دیکھا۔ ہر دم تسبیح ہاتھ میں لے کر ذکر خدا میں مشغول رہتے۔ گویا آپ رحمہ اللہ حدیث ”لایزال لسانك رطباً من ذکر الله“ (حصن حصین) کی زندہ تصویر تھے۔ (تاریخ اہلحدیث، ص: ۳۰۴)

مولانا غلام رسول (عبداللہ) سکنہ قلعہ میہاں سنگھ گوجرانوالہ

بازیابی مرشد کیلئے مریدین کا احتجاج:۔ آپ کی ولادت ۱۲۲۸ھ میں ہوئی آپ رحمہ اللہ نے حدیث سیّد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ سے پڑھی۔ مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ آپ رحمہ اللہ کے ہم سبق تھے وعظ و نصیحت کا شوق آپ رحمہ اللہ کو ابتدا ہی سے تھا۔ وعظ اس قدر موثر تھا کہ اکثر غیر مسلم سن کر مسلمان ہو گئے۔ دہلی میں آپ کے وعظ کا چرچا بہت رہا۔ ان دنوں ۱۸۵۷ء کا واقعہ رونما ہوا۔ انگریزوں نے موحدین کو اس کا مورد الزام ٹھہرایا جس کے متعلق شبہ ہوتا کہ یہ وہابی ہے دھر لیا جاتا۔ کسی نے شکایت کر دی کہ غدر میں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ وہابی کے وعظوں کو بھی دخل ہے۔ آپ رحمہ اللہ کی گرفتاری کا خطرہ ہو گیا۔ وطن واپس آگئے اور وہاں گرفتار ہو کر منٹگمری کی عدالت میں لاہور پیش کیے گئے۔ لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ مولوی صاحب رحمہ اللہ کو پھانسی کا حکم ہو گا۔ ہزاروں آدمی جمع ہو گئے۔ منٹگمری نے معلوم کیا یہ کیوں آئے ہیں۔ جواب ملا کہ یہ شخص پنجاب بھر کا استاد اور پیر ہے۔ یہ لوگ اس لیے جمع ہوئے ہیں کہ اگر ہمارے پیر استاد کو پھانسی کا حکم ہوا تو ہم ختم ہو جائینگے ہمارا

زندہ رہنا فضول ہے۔ یہ سن کر منگمری کو اپنا ارادہ بدلنا پڑا اور مولانا رحمہ اللہ پھانسی سے بچ گئے۔ لیکن کچھ عرصہ کیلئے نظر بند کر دیئے گئے۔ رہائی کے بعد آپ رحمہ اللہ نے درس تدریس کا سلسلہ تازیست جاری رکھا اور کتاب وسنت کو زندہ کیا۔ (تاریخ اہلحدیث ،ص:۳۱۱)

نام کتاب:۔ قافلہ حدیث..... مصنف:۔ محمد اسحاق بھٹی.... مکتبہ قدوسیہ اُردو بازار۔ لاہور

لکھوی خاندان کے نقشبندی جداعلیٰ کا تذکرہ:۔ لکھوی خاندان کے جداعلیٰ حضرت حافظ بارک اللہ لکھوی کے حالات فقہائے پاک و ہند کی تیرہویں صدی ہجری کی دوسری جلد میں آگئے ہیں، ان کے صاحبزادے حضرت حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ کا تذکرہ پنجاب یونیورسٹی کے اردو دائرہ معارف اسلامیہ میں لکھا گیا ہے اور مولانا محمد علی لکھوی رحمہ اللہ اور مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ کے حالات "بزم ارجمنداں" میں بیان ہو چکے ہیں اور "قافلہ حدیث" میں مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ اور ان کے صاحبزادے حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ کا تذکرہ آگیا ہے۔ (قافلہ حدیث ،ص:۱۰)

مولانا سیّد امیر علی ملیح آبادی:۔ (وفات ۱۹۱۹ء) مولانا سیّد امیر علی ملیح آبادی رحمہ اللہ متحدہ ہندوستان کے بہت بڑے عالم، بہت بڑے مفسر قرآن، بہت بڑے مدرس، بہت بڑے مصنف اور بہت بڑے مترجم تھے۔ ۱۲۷۴ھ (۱۸۵۸ء) کو ہندوستان کے صوبہ یوپی کے مشہور قصبے ملیح آباد میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام سیّد معظم علی تھا۔ حسنی سادات میں سے تھے۔ ان کی ایک نہایت عالمانہ تصنیف "تفسیر مواہب الرحمٰن" ہے جو دس ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔ اردو زبان کی تفسیروں میں اسے بڑی اہمیت حاصل ہے۔ اس کا تذکرہ اس مضمون میں اختصار کے ساتھ کیا گیا ہے۔ ان کی دوسری بہت بڑی خدمت فتاویٰ عالمگیری کا اردو ترجمہ ہے۔ اصل فتاویٰ عربی میں ہے اور چھ جلدوں پر محیط ہے، جو ہندوستان کے مغل حکمران اورنگ زیب عالم گیر نے اپنے دور کے بہت سے علمائے کرام سے مرتب کرایا تھا۔ اس کے ایک حصے کا فارسی ترجمہ اس عہد کے ایک عالم ملا عبداللہ ترکی نے کیا تھا، جس کی ایک قلمی جلد پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں موجود ہے۔ اس کے اردو مترجم سیّد امیر علی ملیح آبادی نے اس پر تین سو صفحات کا طویل مقدمہ لکھا ہے، جس سے مترجم کی فضیلت علمی کا پتا چلتا ہے اور یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ان کی معلومات کا دائرہ کس درجہ وسیع تھا اور مختلف موضوعات کی کتابوں پر ان کی نظر کس قدر گہری تھی۔

حضرت مولانا سیّد امیر علی ملیح آبادی رحمہ اللہ نے فقہ حنفی کی مشہور کتاب "ہدایہ" کا اردو ترجمہ عین الہدایہ کے نام سے کیا جو پہلی دفعہ چار جلدوں میں مطبع نول کشور لکھنؤ سے چھپا تھا۔

وہ بہت بڑے مدرس تھے۔ ان کی تدریسی سرگرمیاں مدرسہ عالیہ کلکتہ میں بھی جاری رہیں اور دارالعلوم ندوۃ العلماء (لکھنؤ) میں بھی۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی کے والد گرامی سیّد عبدالحی حسنی رحمہ اللہ نے جو اس وقت دارالعلوم کے ناظم تھے، ان سے سند حدیث لی تھی۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں وہ تین سال خدمت تدریس انجام دیتے رہے۔ یہیں ان کی وفات ہوئی۔

ایک مضمون انہوں نے اپنے استاد مکرم مولانا سیّد امیر علی ملیح رحمہ اللہ پر سپرد قلم کیا تھا جو "صبح سعادت" کے اپریل ۱۹۲۸ء کے شمارے میں چھپا تھا۔ مضمون نہایت جاندار اور بہت سی معلومات کو اپنے دامن صفحات میں لیے ہوئے ہے۔ فاضل مضمون نگار نے واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ مولانا سیّد امیر علی ملیح آبادی رحمہ اللہ اہلحدیث تھے اور حضرت میاں سیّد نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید تھے۔ یہ مضمون نایاب ہے، البتہ اس فقیر کے پاس محفوظ تھا۔ (قافلہ حدیث ،ص:۱۳تا۱۵)

جدل ومناظرے سے نفرت:۔ جدل ومناظرے سے مولانا کو نفرت تھی۔ بعض اہل علم کی طرح حجت نہیں کرنے لگتے تھے۔ اپنی دلیل بیان کر کے خاموش ہو جاتے تھے۔ ایک مرتبہ مولانا عبداللہ صاحب غازی پوری مرحوم ومغفور سے ایک دقیق مسئلے میں گفتگو ہو پڑی۔ دونوں متبع سنت اور سنجیدہ تھے۔ یہ گفتگو بڑی دلچسپ تھی۔ دونوں نے صرف دو دو مرتبہ تقریر کی اور جب کسی فیصلے پر پہنچ نہ سکے تو اس طرح خاموش ہو گئے گویا کوئی بحث تھی ہی نہیں۔ (قافلہ حدیث ،ص:۳۰)

مولانا محمد سلیمان روڑی والے (وفات ۲۱ نومبر ۱۹۴۹ء)

ریاست پٹیالہ کی سرحد کے قریب اس ضلع کا ایک قصبہ روڑی تھا۔

لوگ صوفی نام سے کیوں چڑ جاتے ہیں......؟:۔ یہ قصبہ چاروں طرف ریت کے اونچے اونچے ٹیلوں میں گھرا ہوا تھا۔ ریلوے اسٹیشن جس کا نام "لکڑوالی" تھا وہاں سے بارہ کوس دور تھا۔ (اس نواح میں مسافت کی پیمائش کیلئے کوس کا لفظ بولا جاتا تھا۔ میل کو بہت کم لوگ جانتے ہوں گے) اس قصبے میں محمد سلیمان نام کے ایک بزرگ رہتے تھے، جن کی بزرگی اور نیکی کی بہت سی باتیں مشہور تھیں۔ "مولانا" کا لفظ اس دور میں زیادہ مستعمل نہ تھا۔ یہ بزرگ اگرچہ علم وفضل میں مولانا کی روایتی اصطلاح سے بہت آگے نکلے ہوئے تھے لیکن لوگ انہیں یا تو مولوی صاحب کہتے تھے یا صوفی صاحب یا باباجی۔ اب تو زمانہ بدل گیا ہے "صوفی" کا لفظ سنتے ہی بعض لوگ بدک جاتے ہیں اور اس طرح غصے سے اچھل پڑتے ہیں جس طرح کسی جانور کی دم پر پاؤں رکھ دیا جائے تو وہ اچھل پڑتا ہے۔ ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ "صوفی" لوگ اچھے نہیں ہوتے۔ "اچھے نہیں ہوتے" تو میں نے بہت نرم لفظ بولا ہے ورنہ وہ تو بہت کچھ کہتے ہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ اس زمانے میں بہت ہی نیک آدمی کو "صوفی" کہا جاتا تھا۔ اور مولانا سلیمان رحمہ اللہ بہت ہی نیک آدمی تھے۔

(قافلہ حدیث، ص: ۳۴-۳۵)

باباجی اللہ لوگ ہیں اللہ ان کی سنتا ہے:۔ شتربان نے مہار پکڑی اور تیزی سے چلنے لگا۔

پوچھا: روڑی کس کے گھر جائیں گے؟۔ ہم نے کہا: حکیم عبداللہ رحمہ اللہ کے گھر۔

بولا: بڑے مولوی صاحب باباجی تو دن رات مسجد ہی میں رہتے ہیں اور اللہ خیر کرے ہم نماز کی اذان کے وقت مسجد میں پہنچ جائیں گے۔ باباجی اللہ لوگ ہیں، ہر وقت اللہ اللہ کرتے رہتے ہیں اور اللہ ان کی سنتا ہے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۳۷-۳۸)

مولانا سلیمان کا خاندانی تعارف:۔ اب آیئے مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ کے آباؤ اجداد اور ان کے اسلاف کی طرف !

یہ خاندان کئی پشتوں سے اس علاقے میں مرجع خلائق تھا اور اس کے بزرگوں نے بدعات ورسوم کی مخالفت اور توحید وسنت کی اشاعت کو اپنے آپ پر فرض قرار دے لیا تھا۔ مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ کے دادا کا نام مولانا غلام حسن رحمہ اللہ تھا جن کا شمار اس علاقے کے ممتاز اہل علم میں ہوتا تھا۔ ان کے ایک بھائی حافظ قادر بخش تھے۔ ان دونوں نے حصار، کرنال، پٹیالہ، رہتک اور اس کے گردونواح کے علاقوں کو اپنی تبلیغی مساعی کا ہدف بنایا۔

حافظ قادر بخش رحمہ اللہ بصارت سے محروم تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے بصیرت کی بے پایاں نعمت سے انہیں نواز دیا تھا۔

مولانا غلام حسین رحمہ اللہ کے ایک بیٹے کا نام صوفی غوث الدین تھا اور ان سے چھوٹے کا حافظ جمال الدین۔ صوفی غوث الدین کا جوانی میں انتقال ہو گیا تھا۔ یہ مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ کے والد مکرم تھے۔ نہایت عابد وزاہد، متقی، شریف النفس اور سخاوت پیشہ، ایثار اور رحم دلی میں مشہور...! (قافلہ حدیث، ص. ۳۹-۴۰)

رابعہ صفت خاتون کا تقویٰ:۔ صوفی غوث الدین کا ذکر گزشتہ سطور میں ہم نے پڑھا۔ ان کی بیوی کا ایک واقعہ حکیم عبدالوحید سلیمانی کی وساطت سے پیش کیا جاتا ہے۔ انہوں نے ایک دن ابھی مغرب کی نماز پڑھنا شروع کی تھی کہ سامنے سانپ نظر آیا۔ وہ گھر میں اکیلی تھیں۔ پہلے تو گھبرائیں، پھر یہ سوچ کر کہ فرض نماز پڑھ رہی ہیں، اس میں نہ گھبرانا چاہیے، نہ نماز توڑنی چاہیے، نماز میں مصروف رہیں۔

اس کے بعد سانپ ٹانگ پر چڑھ گیا۔ اب خوف کی ایک لہر دل میں اٹھی، لیکن پھر سوچا کہ نماز توڑ کر جان بچانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ سانپ ڈسے گا اور موت آجائے گی۔ آخر مرنا تو ہے ہی، کیوں نہ نماز کی حالت میں مرا جائے۔ اب سانپ قمیص کے نیچے سے ہوتا ہوا کندھے پر آگیا۔ یہ انتہائی دہشت ناک وقت تھا لیکن وہ اللہ کی نیک بخت بندی بہ دستور نماز پڑھتی رہیں۔ نماز ہی کی حالت میں تھیں کہ سانپ اتر کر چلا گیا۔

اس کے کچھ دیر بعد گھر کے افراد آئے تو یہ واقعہ ان سے بیان کیا۔ انہوں نے یہ مسئلہ بتایا کہ نماز کی حالت میں موذی جانور سامنے آئے تو مار دینا چاہیے۔

مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ جن کے بارے میں یہاں چند باتیں بیان کرنا مقصود ہے۔ اسی صالحہ خاتون کے فرزند تھے اور اسی کی آغوش میں انہوں نے تربیت کی منزلیں طے کی تھیں۔

اب حکیم عبدالوحید ہی کی زبانی مولانا سلیمان رحمہ اللہ کی ایک بہن کا واقعہ سنیے، یہ واقعہ بھی نہایت حیرت انگیز ہے۔ یہ اس بلند مرتبت خاتون کی بیٹی تھیں جن کا ذکر ابھی ہمارے مطالعے میں آیا ہے۔

وہ ایک بار گلی سے گزر رہی تھیں کہ کسی راہ گزر کا کندھا ان کے کندھے سے ٹکرا گیا۔ اسی وقت گھر آئیں اور کہا کہ کسی غیر محرم مرد کا کندھا میرے کندھے سے چھو گیا ہے۔ اب وہ جگہ آگ کی طرح جل رہی ہے، جی چاہتا ہے، اس کو استرے سے کاٹ دوں۔ گھر کے افراد نے اسے شدت احساس پر محمول کیا، لیکن جب انہوں نے اس جگہ کے کاٹ دینے پر بہت زیادہ اصرار کیا تو جسم کے اس حصے کو چھیل دیا گیا، اب انہیں چین آیا اور تکلیف رفع ہوئی۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۰-۴۱)

ساعتے چند بہ صحبت اولیاء:۔ اب آیئے مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ کے بارے میں چند باتیں بیان کرتے ہیں۔

یہ حالات اگرچہ مختصر ہیں مگر نہایت دلچسپ ہیں اور ان کی حیثیت ''ساعتے چند بہ صحبت اولیاء'' کی ہے۔ ہم یہاں انہی سے استفادہ کر رہے ہیں۔

مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ جو مستجاب الدعوات عالم دین تھے ۱۸۵۵ء کے پس و پیش پیدا ہوئے۔ آٹھ سال کے تھے کہ والد گرامی صوفی غوث الدین وفات پا گئے۔ دینی علوم کی تحصیل حافظ قادر بخش، حافظ جمال الدین اور اپنے چچازاد بھائی حکیم علاؤالدین سے کی۔ حضرت میاں سیّد نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ اور حضرت امام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے بے حد قلبی تعلق رکھتے تھے۔

بقول حکیم عبدالوحید کے ''ان کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتے اور دینی علوم میں رہنمائی حاصل کرتے۔'' (قافلہ حدیث، ص: ۴۲-۴۳)

مولانا داؤد غزنوی کی بغرض اصلاح حاضری:۔ مولانا سیّد محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ اپنے آباؤ اجداد کی طرح علمائے عظام اور بزرگان دین سے بے پناہ علاقہ رکھتے تھے اور گوناگوں مصروفیات کے باوجود اکابرین کی خدمت میں جاتے تھے۔ وہ کئی دفعہ اس دور دراز علاقے میں مولانا محمد سلیمان کی خدمت میں روڑی گئے۔

ایک مرتبہ مولانا غزنوی رحمہ اللہ روڑی گئے تو انہیں مسجد سے نکلتے وقت دائیں بائیں پاؤں کا خیال نہ رہا۔ مولانا سلیمان رحمہ اللہ نے اس طرف ان کی توجہ مبذول کرائی اور فرمایا کسی سنت کو بھی چھوٹا نہیں سمجھنا چاہیے، ہر سنت کو ہر آن پیش نگاہ رکھنا چاہیے۔ پھر فرمایا میری بات کا برا تو نہیں مانا؟

مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے جواب دیا: میں تو سینکڑوں میل کا سفر کر کے آپ کی خدمت میں محض اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ اپنی اصلاح کر سکوں۔ اگر آپ توجہ نہ فرماتے تو میری اصلاح کیسے ہوتی۔ آپ کا توجہ دلانا ہماری دنیوی اور اخروی بہتری کیلئے ہے۔

میرا خیال ہے اتنا تکلیف دہ سفر اختیار کر کے اس قسم کے پاکیزہ خصال لوگوں کی محض اچھی باتیں سننے کیلئے بہت کم لوگ کہیں جاتے ہوں گے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۳-۴۴)

صحبت صالح ترا صالح کند: آیئے اس مرد صالح کی صحبت میں چند لمحے گزارنے کی کوشش کرتے ہیں کہ

''صحبت صالح ترا صالح کند''

مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ نے اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ مسجد میں گزارا۔ مسجد سے ان کو بے پناہ لگاؤ تھا۔ حیات مستعار کے آخری چالیس سال تو مسجد میں ہی گزرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے سائے میں رہنے والے کی بڑی تعریف فرمائی ہے۔

"المؤمن فی المسجد کالسمك فی الماء" پنجابی کے ایک شاعر نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

مومن بندہ مسجد دے وچ جیویں مچھلی وچ پانی یعنی مومن آدمی مسجد میں اس طرح خوش رہتا ہے جس طرح مچھلی پانی میں خوش رہتی ہے۔

انہوں نے مسجد کے اس حجرے میں، جس میں وہ خود رہتے تھے قرآن مجید اور قاعدے سپارے فروخت کے لیے رکھ لیے تھے۔ سلسلہ طباعت پشتوں سے ان کے خاندان میں چلا آ رہا تھا۔

ایک مرتبہ ایک شخص ان کی خدمت میں آیا۔ عرض کیا کافی عرصے سے بیمار ہوں، بہت علاج کرائے آرام نہیں آیا۔ انہوں نے کاغذ پر نسخہ لکھ دیا اور فرمایا: "اسے پانی میں جوش دے کر پیو۔" چند روز بعد اس سے ملاقات ہوئی تو پوچھا دوا استعمال کی تھی؟

کہا: کون سی دوا؟ دوا تو آپ نے دی ہی نہیں۔ میں نے وہی تعویذ پانی میں جوش دے کر پیا جو آپ نے دیا تھا، اسی سے آرام آ گیا۔

نسخے کو جو مولانا نے کاغذ پر لکھ کر دیا تھا اس نے تعویذ سمجھا اور اسی کو پانی میں جوش دے کر پیا، اللہ نے شفا دے دی۔ (قافلہ حدیث، ص:۴۴)

نسبت اتحادی کی بدولت بدکردار شخص کی توبہ:۔ مشرقی پنجاب میں ایک گاؤں "ڈھاہر کلاں" تھا۔ ایک دفعہ وہاں گئے اور حسب معمول وعظ ونصیحت کی۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہاں ایک ملنگ رہتا ہے، جس کا نام عالم شیر ہے۔ اس نے اپنے ڈیرے میں ایک باغیچہ بنا رکھا ہے، جس میں اسی قماش کے لوگ آتے ہیں اور ہر وقت بھنگ، چرس اور افیون، گانجے کا دور چلتا ہے۔ گاؤں کے شریف لوگ اس سے نہایت پریشان ہیں، آپ دعا فرمائیں کہ اس مصیبت سے لوگوں کو نجات حاصل ہو۔

فرمایا: آؤ مجھے بتاؤ، وہ ملنگ کہاں ہے؟ میں اس سے بات کرتا ہوں۔ لوگوں نے عرض کیا: آپ اس کے پاس نہ جایئے۔ وہاں ہر وقت بد اطوار لوگوں کی بھیڑ لگی رہتی ہے۔ وہ لوگ آپ سے نامناسب انداز میں بات کریں گے جسے ہم برداشت نہ کر سکیں گے اور معاملہ بگڑ جائے گا۔

فرمایا: گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ آؤ میرے ساتھ چلو، اللہ بھلی کرے گا۔ چنانچہ مولانا نے عصا پکڑا جو ہمیشہ ان کے ہاتھ میں رہتا تھا اور عالم شیر کے باغیچے میں پہنچ گئے۔ اس وقت بھنگ گھوٹی اور چھانی جا چکی تھی اور پیالوں میں ڈالی جا رہی تھی۔ بلند آواز سے کہا "السلام علیکم"! عالم شیر اور اس کے ساتھی انہیں اچانک دیکھ کر گھبرا گئے۔ عالم شیر نے مصافحے کیلئے ہاتھ بڑھایا تو مولانا نے اسے گلے لگا لیا۔ وہ اس کی کمر پر ہاتھ پھیرتے جاتے تھے اور فرماتے جاتے "کون کہتا ہے عالم شیر غلط آدمی ہے۔ کون کہتا ہے عالم شیر بھنگی چرسی ہے، یہ تو مولوی عالم شیر ہے۔ عالم بھی ہے اور شیر بھی ہے۔"

مولانا کو زیادہ تر لوگ "باباجی" کہا کرتے تھے — عالم شیر کا بیان کہ "باباجی" سے معانقہ کرنے اور یہ الفاظ ان کی زبان سے سننے کے بعد مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کوئی بڑی وزنی چیز میرے دل سے اتر کر زمین پر گر گئی ہے۔ میری ظاہری آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے اور باطن کی آنکھیں کھلتی جا رہی تھیں۔ میں نے اسی لمحے گزشتہ گناہوں سے توبہ کر لی۔

باباجی نے فرمایا: "مولوی عالم شیر! تمہارا باغیچہ مجھے بہشت کا نمونہ معلوم ہوتا ہے۔"

یہ الفاظ تین دفعہ کہے اور فرمایا: "دیکھو تو سہی کیا یہ بہشت کا نمونہ نہیں"؟

عالم شیر کہتا ہے: میرے تعجب کی انتہا نہ رہی کہ وہ میرے باغیچے جیسا باغیچہ نہ تھا بلکہ سچ مچ بہشت کا ٹکڑا معلوم ہو رہا تھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ منظر نظروں سے اوجھل ہو گیا۔"

حکیم عبدالوحید سلیمانی یہ واقعہ سننے اور دیکھنے والوں کی زبانی بیان کرتے ہیں کہ: "اس کے بعد عالم شیر کی حالت بالکل بدل گئی۔"

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

بلاشبہ محمد سلیمان کی نظر سے اس کی حالت بدل گئی اور وہ تاریخ صالحیت کا ایک زریں ورق ہو گیا۔ (قافلہ حدیث، ص:۴۵-۴۶)

بطور کرامت کپڑوں کا گیلا نہ ہونا:۔ مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ ایک دفعہ نماز عشا پڑھنے کیلئے مسجد کو جا رہے تھے، شدید بارش ہو چکی تھی، گلیاں جوہڑ بنی ہوئی تھیں۔ تین چار آدمی ان کے ساتھ تھے۔ اچانک ان کا پاؤں پھسلا اور ایک گڑھے میں گر گئے جو پانی سے بھرا ہوا تھا۔ ان کے بھانجے میاں محمد ابراہیم ساتھ تھے۔ سب پریشان ہو گئے اور سوچنے لگے کہ گڑھے سے انہیں کیسے نکالیں، مگر دیکھا کہ وہ ایک دم باہر نکل آئے ہیں۔ جسم پر کہیں خراش تک نہیں آئی تھی۔ کپڑے بھی بالکل خشک تھے۔ ہم نے نہایت تعجب سے اس منظر کو دیکھا، لیکن اس کی تہہ تک نہ پہنچ سکے، اور نہ مولانا سے پوچھ ہی سکے۔ (قافلہ حدیث، ص:۴۶)

توجہ ولی سے بند کام ہو جانا:۔ ضلع فیروز پور، ضلع حصار اور ریاست بیکانیر کے سنگم میں ایک مشہور قصبہ ہے بازید پور۔ ! اس علاقے میں مسلمان بہت کم تعداد میں تھے۔ وہاں مسلمانوں نے ایک چھوٹی سی مسجد بنائی، لیکن اس سے ملحقہ زمین ایک نہایت متعصب ہندو کی تھی، جو اپنی زمین میں کسی مسلمان کو قدم بھی نہیں رکھنے دیتا تھا، جب کہ مسجد میں جانے کا راستہ اس پلاٹ سے گزرتا تھا۔ ایک دن مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ اس قصبے میں آئے تو مسلمانوں نے اپنی پریشانی سے آگاہ کیا۔ آپ نے انہیں اطمینان دلایا اور فرمایا گھبراؤ نہیں اللہ بھلی کرے گا۔ خدا کی قدرت دیکھیے کہ ابھی وہیں کھڑے تھے کہ وہی ہندو آیا۔ آتے ہی بابا جی کے پاؤں میں گر گیا اور ہاتھ جوڑ کر کہا آپ مجھے کوئی حکم دیں جس پر عمل کر کے میں آپ کو خوش کر سکوں۔ فرمایا: مجھے تم سے کوئی کام نہیں، لیکن یہ لوگ خدا کا نام لینا چاہتے ہیں ان کو تنگ نہ کرو اور زمین انہیں دے دو۔

فوراً کہا: آپ جتنی زمین پر نشان لگا دیں وہ مسجد کی رہی...... ! مولانا نے مناسب جگہ لے کر مسجد کے حوالے کر دی۔ ہندو نے اس کے بعد مولانا سے درخواست کی کہ میری شادی ہوئے مدت بیت چکی ہے، اولاد کی نعمت سے محروم ہوں، میرے لیے دعا فرمائیں۔

مولانا نے بارگاہ ایزدی میں دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے اسے اس دعا اور کار خیر کے طفیل صاحب اولاد کر دیا۔

مولانا کا احترام مسلمان تو کرتے ہی تھے، ہندو اور سکھ بھی ان کی بے حد تکریم بجالاتے تھے۔ جس راستے سے ان کا گزر ہوتا، ہندو اور سکھ دور ہی سے انہیں دیکھ کر تعظیماً ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو جاتے اور جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو جاتے اسی طرح کھڑے رہتے۔ یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ وہ ان کے وضو کا پانی اکٹھا کر کے لے جاتے۔ اسے اپنے بیماروں کو پلاتے اور برکت حاصل کرنے کیلئے منہ پر ملتے۔

قیام پاکستان کے وقت پورے قصبے کے ہندو اور سکھ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رو رو کر کہنے لگے کہ ہمیں چھوڑ کر نہ جائیں۔ آپ گئے تو برکت اُٹھ جائے گی اور ہم یتیم ہو جائیں گے۔ ہم آپ کی حفاظت کریں گے۔ باہر کے علاقے سے اگر کسی غنڈے نے حملہ کیا تو اس کا مقابلہ کریں گے اور آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچنے دیں گے۔

لیکن مولانا نہیں مانے۔ جب وہ اس علاقے کے مسلمانوں کی رفاقت میں گھر سے نکلے تو پورے قصبے کے ہندو اور سکھ کئی میل تک انہیں رخصت کرنے کیلئے ان کے ساتھ آئے اور پھر آہیں بھرتے واپس ہو گئے۔ (قافلہ حدیث، ص:۴۶-۴۷)

صرف اک دعا سے منظر بدل گیا:۔ ان کا قافلہ بے شمار عورتوں، بچوں اور مردوں پر مشتمل تھا۔ رات ایک جگہ قیام ہوا تو وہاں کے سکھوں نے قافلے پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ نہتے مسلمان جن کے پاس سبزی کاٹنے والا چاقو بھی نہ تھا، ان کا کیا مقابلہ کرتے۔ مولانا سے درخواست کی کہ اس مصیبت سے بچنے کیلئے کچھ کیجیے۔ فرمایا اللہ کے سامنے جھک جاؤ اور اسی سے دعا مانگو۔ تم بھی دعا کرو میں بھی دعا کرتا ہوں۔ لوگوں نے دیکھا کہ حملہ آور بوکھلا کر الٹے پاؤں بھاگ رہے ہیں۔ ان سے کسی نے پوچھا تم نے تو مسلمانوں کو لوٹنے اور قتل کرنے کا لمبا چوڑا منصوبہ بنایا تھا، اب بھاگ کیوں رہے ہو؟

جواب دیا: کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا ہوا۔ جب قدم آگے کی طرف بڑھاتے ہیں تو یوں لگتا ہے جیسے ہزاروں گنو ماتا راستہ روکے کھڑی ہیں۔ واپس مڑتے ہیں تو کچھ نظر نہیں آتا۔ آخر تنگ آ کر اپنا ارادہ بدل لیا۔ (قافلہ حدیث، ص:۴۷-۴۸)

اپنے مرید پر غیبی انکشافات:۔ ایک بزرگ میاں اللہ دتہ مرحوم تھے۔ انہوں نے یہ واقعہ سنایا کہ ۱۹۴۷ء کے فسادات کے دوران

ایک مقام پر مسلمانوں کا بے حد نقصان ہوا۔ کئی عالم فاضل شہید ہو گئے۔ میرے ایک بازو پر گولی لگی اور بازو ناکارہ ہو گیا۔ گرتے پڑتے پاکستان پہنچا اور مظفر گڑھ ہسپتال میں مرہم پٹی کراتا رہا، مگر زخم مندمل نہیں ہوا۔ ہڈی ٹوٹ گئی تھی، اس سے پیپ بہنے لگی، اور اس طرح چار مہینے گزر گئے۔

اسی دوران لاہور آئے تو شیخ قمر الدین مرحوم سے اپنے شیخ طریقت مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ کا پتا معلوم ہوا، اور رات کی گاڑی میں سوار ہو کر علی الصبح جہانیاں پہنچ گئے۔ جمعے کا دن تھا۔ خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہیں پریشان دیکھ کر اور بندھی ہوئی پٹی دیکھ کر پوچھا یہ کیا؟ تفصیل بتائی تو فرمایا: پٹی کھول دو۔ اللہ کے حکم سے یہ زخم اب بالکل ٹھیک ہے۔ لیکن بیٹا یاد رکھو تمہاری موت اسی زخم سے ہو گی اور اس وقت یہ پھر ہرا ہو جائے گا۔ اللہ تمہیں شہادت کی موت نصیب کرے گا۔ بس ان کی زبان مبارک سے یہ بات نکلنے کی دیر تھی کہ پھر نہ زخم، نہ درد، نہ پیپ۔ اسی روز بازو درست ہو گیا۔ پندرہ سال بعد بغیر کسی ظاہری سبب کے وہ زخم پھر ہرا ہو گیا۔ ہر چند علاج کیلئے کہا گیا، لیکن اللہ دتہ نہیں مانے اور یہی کہتے رہے کہ اب میں بچوں گا نہیں۔ چنانچہ چند روز بعد خالق حقیقی سے جا ملے۔

اس طرح کے بہت سے واقعات سننے میں آئے ہیں۔ ان کا کہنا تھا، اللہ رب العزت جب چاہتا ہے اپنے کسی بندے پر کوئی حقیقت منکشف کر دیتا ہے۔ (قافلہ حدیث، ص:۴۸)

نوافل و ذکر و اذکار کی پابندی:۔ مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ نے پوری زندگی تہجد کی نماز قضا نہیں کی۔ نماز عشا کے بعد دیر تک ذکر اذکار میں مشغول رہتے۔ ہر نماز کے بعد لمبا وظیفہ پڑھتے۔ اشراق باقاعدگی سے ادا کرتے، نماز پڑھتے وقت ان پر رقت طاری ہو جاتی۔ آیات عذاب آتیں تو روتے روتے ہچکی بندھ جاتی اور بسا اوقات بے حال ہو جاتے۔ اسی عذر کی بنا پر نماز کی امامت سے گریز کرتے کہ کہیں دوسرے لوگ اتنی لمبی قرأت کو بار نہ سمجھنے لگیں۔ تبلیغ کے ڈھنگ سے خوب آگاہ تھے۔ موقع محل دیکھ کر دین کی دعوت دیتے اور اس انداز میں بات کرتے کہ دل کی گہرائیوں میں اترتی چلی جاتی۔ (قافلہ حدیث، ص:۴۹)

نصیحت میں حکمت و بصیرت:۔ ایک شخص نے کئی سال پہلے ذکر کیا کہ میں ایک دفعہ روڑی گیا اور جلدی جلدی نماز پڑھ کر مسجد سے باہر نکلنے لگا۔ میری عمر اس وقت اٹھارہ انیس سال کے لگ بھگ تھی۔ مولانا کی نظر مجھ پر پڑی تو مجھے بلا کر کہا ماشاء اللہ تم نوجوان ہو، ہاتھ پاؤں میں طاقت ہے، قوت ہے، پھرتی ہے، ہر کام جلدی جلدی کرتے ہو۔ ہم تو بوڑھے ہو گئے، قویٰ جواب دے گئے۔ مسجد میں گئے تو وہیں پڑے رہے، جلدی جلدی اٹھا نہیں جاتا، رکوع میں گئے تو جلدی اُٹھ نہیں سکتے۔ ... اس شخص نے بتایا کہ ان کے اس انداز کلام سے میں بے حد متاثر ہوا، اور اس واقعے پر تیس سال سے زیادہ عرصہ بیت گیا ہے لیکن جب بھی نماز پڑھنے لگتا ہوں باباجی کی بات یاد آ جاتی ہے اور خود بخود نماز میں خشوع پیدا ہو جاتا ہے۔

مقام فنا فی الرسول کا عملی مشاہدہ:۔ مولانا سیّد سلیمان روڑی والے رحمہ اللہ نے ایک کتاب تعویذات کے موضوع پر تصنیف کی ہے: (قافلہ حدیث، ص:۴۹-۵۰)

جہانیاں میں قیام پذیر تھے کہ طبیعت بے حد خراب ہو گئی۔ جب محسوس ہوا کہ اب آخری وقت آ پہنچا ہے تو اپنے اعزہ و اقارب سے کہا کہ جمعے کے دن میرا خیال رکھنا، وہ رخصت کا دن ہے۔ جمعے کا دن آیا تو طبیعت بہت زیادہ بگڑ گئی، نبضیں جواب دے گئیں۔ غشی طاری ہو گئی اور سب لوگ زندگی سے مایوس ہو گئے۔ معاً آنکھیں کھولیں اور فرمایا حدیث میں جمعے کی فضیلت تو بہت بیان ہوئی ہے لیکن محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال پیر کو ہوا تھا۔ اس کے بعد طبیعت سنبھل گئی۔ تین دن ٹھیک رہے اور پیر کے روز ۲۱ نومبر ۱۹۴۹ء کو اپنے مولا سے جا ملے۔ (قافلہ حدیث، ص:۵۰-۵۱)

مسلک اہلحدیث کے اوّل نمائندے: یہ اہلحدیث کے ان اولین نمونوں کی نمائندگی کرتے تھے جن کے زہد و ورع کے چرچوں سے دوسرے دائرے بھی متاثر ہوتے تھے۔ چنانچہ ضلع حصار اور اس کے اردگرد کے لوگوں میں ان کی کرامات اور قبولیت دعا کا بڑا شہرہ تھا۔ اللہ تعالیٰ انہیں مراتب علیا سے سرفراز فرمائے۔

”تمام مقامات کے جماعت اہلحدیث سے درخواست ہے کہ ان کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی جائے۔“

اس زمانے میں جمعیت اہلحدیث لاہور کارپوریشن کے صدر حافظ محمد اسماعیل ذبیح مرحوم (خطیب جامع مسجد اہلحدیث مغل پورہ) اور ناظم اعلیٰ حاجی محمد اسحاق حنیف مرحوم تھے۔ لاہور کارپوریشن کی مجلس عاملہ کا اجلاس ۱۶ دسمبر ۱۹۴۹ء کو بعد از نماز جمعہ حافظ محمد اسماعیل ذبیح کی زیر صدارت مسجد مبارک میں ہوا تھا۔ اس اجلاس میں مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی، مولانا محمد حسین ہزاروی، مولانا محمد سلیمان روڑی والے اور مولانا شبیر احمد عثانی کی وفات پر تعزیتی قرارداد منظور کی گئی تھی۔ (قافلہ حدیث، ص: ۵۱-۵۲)

”اللهم اغفرلهم و ارحمهم و عافهم و اعف عنهم“

مولانا نور حسین رحمہ اللہ کی پگڑی: مولانا نور حسین گھرجاکھی رحمہ اللہ مشہدی پگڑی باندھا کرتے تھے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۵۴)

علمائے بریلوی واہلحدیث ایک اسٹیج پر: وعظ میں بسا اوقات مولانا نور حسین رحمہ اللہ کی آنکھیں اشک بار ہو جاتی تھیں۔ یہی اثر ان کے سامعین پر پڑتا تھا۔ ان کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو جاتے تھے۔

وعظ میں مسلک اہلحدیث کی حقانیت وہ نہایت سادہ اور آسان الفاظ میں مؤثر ان کے سامعین پر پڑتا تھا۔ ان کی آنکھوں سے بھی آنسو جاری ہو جاتے تھے۔

وعظ میں مسلک اہلحدیث کی حقانیت وہ نہایت سادہ اور آسان الفاظ میں مؤثر طریقے سے بیان کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ گوجرانوالہ سے متصل موضع ”کھوکھر کے“ میں بریلوی، دیوبندی اور اہلحدیث کا مشترکہ جلسہ ہوا۔ صدر جلسہ بریلوی مسلک کے بزرگ تھے اور پہلی تقریر مولانا نور حسین گھرجاکھی کی تھی جو ایک گھنٹا جاری رہی۔ تقریر ختم ہوئی تو صدر جلسہ نے ان کی تقریر کے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ اگر وہابی اسی قسم کے ہوتے ہیں جس کا ذکر مولانا نور حسین رحمہ اللہ نے کیا ہے تو مجھے آج سے وہابی سمجھا جائے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۶۱)

نام ولی کے سرکش بیل پر اثرات: ایک دفعہ وعظ کیلئے (ضلع شیخو پورہ کے قصبے) فیروز وٹواں گئے۔ نہایت موثر وعظ کیا۔ ایک شخص مولانا کے پاس آیا اور کہا کہ اس کا بیل بہت مارتا ہے۔ اسے کھولنا اور باندھنا بے حد مشکل ہے۔ آپ اللہ کر کے اس پر کوئی دم کریں گے تو ہمیں یقین ہے بیل مارنا بند کر دے گا۔ مولانا نے فرمایا بیل کے کان میں کہو کہ مولوی نور حسین کہتا ہے مارا نہ کر۔ اس شخص کا بیان ہے کہ اس کے بعد جوان، بوڑھے اور بچے بھی بیل کو پکڑ لیتے تھے۔ اس نے کبھی کسی کو نہیں مارا بلکہ کسی کے سامنے کبھی کان بھی نہیں ہلائے۔ (قافلہ حدیث ص: ۶۲)

مزاح وظرافت کے ساتھ خوف وخشیت: مزاح وظرافت تو مرحوم کی طبیعت کا خاصا تھا، جہاں بیٹھتے باغ و بہار بن کر بیٹھتے اور ایسے ایسے لطائف بیان کرتے کہ سننے والے مارے ہنسی کے لوٹ لوٹ جاتے۔ بسا اوقات ایسا ہوا کہ جلسہ و مناظرہ کے بعد یہ اپنے مخصوص حلقے میں بیٹھے اور وہ چٹکلے سنائے کہ طبیعت کا سارا تکدر جاتا رہا۔

”پھر لطیفے سننے والوں اور محظوظ ہونے والوں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ رند جو ابھی ہنسی مذاق اور بذلہ سنجی کے جام پر جام انڈھا رہا تھا، تہجد میں خدا کے حضور مناجات میں مصروف ہے اور فارغ اوقات میں اس کی زبان پر ذکر واذکار کا غلغلہ ہے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۷۱-۷۲)

تعویذات کیلئے لوگوں کی آمد: ایک بات انہوں نے یہ بتائی کہ سردیوں کا موسم تھا، مولانا سیالکوٹی ایک دن صبح کے وقت اپنی مسجد میں طلباء کو قرآن مجید کا درس دے رہے تھے۔ محلے کی ایک عورت آئی، اس نے مولانا سے بڑی لجاجت کے ساتھ کسی سلسلے میں تعویذ کیلئے عرض کیا۔

مولانا نے فرمایا: بیٹھ جاؤ طلباء کے درس سے فارغ ہو کر تعویذ لکھ دوں گا۔

وہ بیٹھ گئی، لیکن پانچ چھے منٹ کے بعد پھر تعویذ کا مطالبہ کیا۔

مولانا نے اب بھی وہی جواب دیا کہ ابھی ٹھہرو، تھوڑی دیر کے بعد فارغ ہوں گا تو لکھ دوں گا۔ دو چار منٹ بعد اس نے پھر تعویذ کیلئے کہا۔

مولانا نے پھر وہی جواب دیا۔

چوتھی پانچویں دفعہ اس نے تعویذ مانگا تو مولانا اپنی جگہ سے اٹھے، اس عورت کے پاس گئے، اسے اٹھایا اور مسجد کے وضو کرنے والے حوض میں پھینک دیا۔ (قافلہ حدیث، ص:۸۴-۸۵)

بطور کرامت انشراح صدر کر دینا:۔ تیسری بات انہوں نے مولانا محمد صدیق مرحوم کے حوالے سے یہ بتائی کہ ایک مرتبہ مولانا سیالکوٹی جماعت اہلحدیث کے جلسے میں جھنگ گئے۔ سٹیج پر ان کے علاوہ چند اور علمائے کرام بھی تشریف فرما تھے۔ پروگرام کے مطابق مولانا محمد صدیق لائلپوری مرحوم کی تقریر کا وقت ہوا تو وہ مائک پر آئے۔ ان کی جوانی کا زمانہ تھا، خطبہ مسنونہ کے بعد انہوں نے کچھ اس قسم کے الفاظ سے تقریر کا آغاز کیا۔ وقت قلیل ہے، موضوع طویل ہے، طبیعت علیل ہے، لیکن فضل رب جلیل ہے وغیرہ وغیرہ۔

مولانا سیالکوٹی نے یہ قافیہ ردیف سنا تو آواز دی: تقریر بند کرو اور میرے پاس آؤ۔

مولانا صدیق نے حیران ہو کر ان کی طرف دیکھا، سامعین بھی بڑے متعجب ہوئے۔

ترش لہجے میں کہا: دیکھتے کیا ہو۔ میں کہتا ہوں تقریر بند کرو اور میرے پاس آؤ۔

انہوں نے مجبوراً تقریر بند کی اور ان کے پاس گئے۔

فرمایا: بیٹھو اور منہ کھولو۔ بیٹھنا تو خیر ٹھیک تھا، لیکن منہ کھولنے کا حکم بڑا عجیب وغریب تھا۔

گرج دار آواز میں بولے: میری بات نہیں سنی، میں نے کہا ہے منہ کھولو۔

انہوں نے منہ کھولا تو کچھ پڑھ کر پھونک ماری، جس کا اثر حلق تک گیا اور حلق سے ذہن وفکر تک پہنچ گیا۔

فرمایا: جاؤ، اب تقریر کرو۔

مولانا محمد صدیق صاحب کا بیان ہے کہ مولانا سیالکوٹی کے پھونک مارتے ہی ان کی حالت یکسر بدل گئی۔ جو تقریر سوچی تھی اور جس کی تیاری کی تھی وہ ذہن سے بالکل نکل گئی اور ایک نئی تقریر نئے انداز اور نئے اسلوب کے ساتھ ذہن میں اترنے اور الفاظ کے قالب میں ڈھلنے لگی۔

یہ مولانا سیالکوٹی کی روحانیت اور تقوے کی ایک حیرت انگیز مثال ہے جس کی اثر انگیزی کا کرشمہ اسی لمحے ظہور میں آ گیا۔

(قافلہ حدیث، ص:۸۶-۸۷)

اب ایسے صاحب کمال پیدا نہ ہونگے:۔ اللہ اللہ! اندازہ کیجیے عمل وکردار اور فضل وکمال کے اعتبار سے یہ لوگ کس قدر اونچے مقام پر فائز تھے۔ موجودہ دنیا بالکل بدلی ہوئی ہے اور ان کے سوچ بچار کے پیمانے کچھ اور نوعیت کے ہیں۔ ان میں سے اکثر کو نہ ان کی مجلسوں میں حاضر ہونے کی سعادت نصیب ہوئی ہے اور نہ ان کی باتیں سننے کا موقع ملا ہے۔ اب مولانا ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ جیسے لوگ کبھی پیدا نہیں ہوں گے۔ وہ زمانے لد گئے جن میں یہ لوگ ابھرے تھے، اور وہ سانچے ٹوٹ گئے جن میں ان اوصاف کے لوگ ڈھلے تھے۔

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
افسوس! تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

مولانا سیالکوٹی رحمہ اللہ کے شاگردوں میں ایک عالم دین مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمہ اللہ تھے جو اپنے دور کے بہت اچھے مقرر، کئی کتابوں کے مصنف اور صحافی تھے۔ (قافلہ حدیث، ص:۸۷)

جلالی طبیعت اور مسجد کا ادب:۔ ایک صاحب نے بتایا کہ گرمیوں کا موسم تھا مولانا اپنی مسجد میں درس قرآن دے رہے تھے۔ ایک شخص سے کہا پنکھے چلا دو۔ اس نے تعمیل حکم کی اور پنکھے چلا دیئے۔ ایک شخص وہاں بیٹھے تھے جنہوں نے دو چار دن پہلے مسجد کیلئے پنکھا دیا تھا۔ انہوں نے پنکھا چلانے والے سے کہا: میرا پنکھا بھی چلا دو۔

مولانا نے یہ الفاظ سنے تو جلدی سے اٹھے، کوئی چیز پاؤں کے نیچے رکھنے کیلئے منگوائی۔ پاس یا کوئی اور چیز ہاتھ میں پکڑی اور وہ پنکھا اتار کر گلی میں پھینک دیا۔ جس شخص نے پنکھا دیا تھا، اس کی طرف غصے سے دیکھا اور فرمایا لے جاؤ، اپنا پنکھا کیا بکواس ہے، میرا پنکھا بھی چلا

دو، میرا پنکھا بھی چلا دو ـــــ یہ کہہ کر تم لوگوں کو بتانا چاہتے ہو کہ میں نے مسجد کو پنکھا دیا ہے۔ اب سب کو پتا چل گیا ہے۔ لے جاؤ اپنا پنکھا اور چلاؤ اسے اپنے گھر میں۔ ـــ! (قافلہ حدیث، ص:۸۸)

اختلاف رائے کے باوجود احترام:۔ مولانا ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ سے مولانا سیالکوٹی رحمہ اللہ کا بے پناہ تعلق تھا۔ مولانا ثناء اللہ ۱۸۶۸ء میں پیدا ہوئے جب کہ مولانا ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ کا سن ولادت ۱۸۷۴ء ہے، اس طرح وہ مولانا سیالکوٹی رحمہ اللہ سے عمر میں چھے سال بڑے تھے اور بڑا ہونے کی بنا پر مولانا سیالکوٹی رحمہ اللہ ان کا بے حد احترام کرتے تھے اور ان کی ایسی باتیں بھی اطمینان سے سنتے اور برداشت کرتے تھے جو ان کے فکر و عمل کے مطابق نہیں ہوتی تھیں۔ (قافلہ حدیث، ص:۸۹)

دو مشائخ کا دورہ تفسیر:۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے، آزادی وطن سے پہلے اور اس کے بعد برصغیر پاک و ہند کے صرف دو شہروں میں دو علمائے کرام سال میں تین مہینے دورۂ تفسیر قرآن پڑھانے کا التزام کرتے تھے، اور وہ تھے لاہور میں مولانا احمد علی رحمہ اللہ اور سیالکوٹ میں مولانا محمد ابراہیم رحمہ اللہ۔

یکم رجب سے رمضان کی آخری تاریخ تک یہ دونوں بزرگانِ عالی مقام فارغ التحصیل حضرات کو تفسیر پڑھاتے تھے، دور و نزدیک سے شائقین آتے اور ان کے درس قرآن میں شریک ہوتے تھے۔ اس میں فقہی مسلک کا کوئی امتیاز نہ تھا۔ اہلحدیث طلباء مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ سے اور حنفی طلباء مولانا محمد ابراہیم صاحب سے استفادہ کرتے تھے۔

ہمارے دوست مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ کو آزادی سے قبل دونوں حضرات سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔ ایک سال مولانا سیالکوٹی رحمہ اللہ سے اور ایک سال مولانا احمد علی رحمہ اللہ سے۔

مولانا معین الدین صاحب علمی اعتبار سے خود بھی پنجاب کے مشہور خاندان کے فرد ہیں۔ ان کے پردادا حضرت حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ وہ مفسر قرآن تھے جنہوں نے "تفسیر محمدی" کے نام سے پنجابی نظم میں سات جلدوں میں قرآن مجید کی تفسیر لکھی جو بار بار چھپی اور بے حد مقبول ہوئی۔ ان کے خاندانی پس منظر کی وجہ سے حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ اور مولانا سیالکوٹی رحمہ اللہ ان کا خاص خیال رکھتے تھے اور ان کے اکابر کے بعض واقعات طلباء کو سنایا کرتے تھے۔ (قافلہ حدیث، ص:۱۰۱)

علم کی جگہ القابات نے لے لی: یہ اس زمانے کے لائق احترام اور عالی مرتبت بزرگان کرام تھے، جب بڑے سے بڑے عالم کو "مولوی" کہا جاتا تھا یا پھر زیادہ سے زیادہ ان کے نام کے ساتھ "مولانا مولوی" لکھا جاتا تھا۔ اس دور میں شاید زبدۃ العلما، عمدۃ المفسرین، قدوۃ الصالحین، رأس الاتقیا، شیخ القرآن والحدیث، امام العصر اور شیخ الاسلام وغیرہ القاب ایجاد نہیں ہوئے تھے، نہ علامہ اور فہامہ قسم کے الفاظ کبھی سننے میں آئے تھے۔ اب یہ حال ہے کہ القاب کی کثرت اور خطابات کی اگاڑی پچھاڑی میں میرے جیسے ناواقف کیلئے کسی عالم کا اصل نام تلاش کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

پہلے پہل القاب نویسی کا رواج بریلوی حضرات نے ڈالا۔ پھر یہ مرض دیوبندی مقالہ نگاروں میں آیا اور اب کچھ عرصے سے یہ متعدی بیماری بعض اہلحدیث مصنفوں اور مضمون نویسوں کو لاحق ہو گئی ہے۔ علم گھٹتا جا رہا ہے اور اس کی جگہ القاب و خطابات لے رہے ہیں۔

میری شنید کے مطابق ایسا بھی ہوا کہ بعض مقرروں نے اشتہار پھاڑ دیئے کہ ان کا نام دوسرے یا تیسرے نمبر پر لکھا گیا ہے، یا پھر محض اس بنا پر جلسے میں شریک ہونے سے انکار کر دیا کہ ان کے اسم گرامی سے پہلے اور بعد میں فلاں فلاں القاب کی لام ڈوری نہیں لگائی گئی۔ (قافلہ حدیث، ص:۱۰۱)

مبلغین دور حاضر کیلئے اک نصیحت اک سبق:۔ اسی طرح ہمارے علماء کرام کی موٹروں کا پٹرول الگ دیا جاتا ہے، اور "ٹائر گھسائی" کے پیسے الگ دیے جاتے ہیں۔

اب تو اکثر علمائے کرام اور مبلغین اسلام نے محافظ بھی رکھ لیے ہیں جنہیں باڈی گارڈ کہا جاتا ہے۔ مبلغ صاحب ایک بڑی گاڑی میں

سوار ہیں اور اس شان سے دین کی تبلیغ فرمانے جا رہے ہیں کہ فرنٹ سیٹ پر بندوق بردار یا کلاشنکوف بردار بیٹھا ہے۔ ڈرائیور سے پچھلی سیٹ پر ایک شخص دائیں جانب بیٹھا ہے اور ایک بائیں جانب، درمیان میں حضرت مبلغ تشریف فرما ہیں، ان کے پیچھے دو تین آدمی بیٹھے ہیں جو ان کے محافظ یعنی باڈی گارڈ ہیں۔ موبائل فون باڈی گارڈ کے ہاتھ میں ہے۔ اگر باہر سے آنے والی گولی سے کسی کو مرنا ہے تو آگے پیچھے اور دائیں بائیں بیٹھنے والے مریں۔ اس لیے کہ نہ وہ کسی کے بھائی ہیں، نہ بیٹے، نہ باپ ہیں، نہ شوہر، نہ کسی کے رشتے دار ہیں، صرف باڈی گارڈ ہیں۔ جب کہ مبلغ دین سب کے سب کچھ ہیں، جو اس طرح اسلحہ برداروں کے گھیرے میں بیٹھے ہیں جیسے بہت بڑا ڈکیت بیٹھا ہو۔ اگر وہ گاڑی سے باہر نکلتا ہے تو اسلحہ والے اس کے ساتھ باہر نکلتے ہیں۔ اگر وہ جماعت کرائے یا تنہا نماز پڑھے تو بندوق بردار بندوق تانے اس کے سامنے بیٹھا ہے۔ اگر جلسے میں تقریر کرے تو ایک شخص بندوق یا کلاشنکوف یا موزر پکڑے اس کے دائیں کھڑا ہے اور ایک اس کے بائیں۔ شاید انہیں خطرہ ہے کہ یہ ڈاکو بڑی مشکل سے ہاتھ لگا ہے، کہیں بھاگ نہ جائے۔ اس کی پوری رکھوالی کی جائے اور ہر وقت اور ہر جگہ اسے پہرے میں رکھا جائے۔ بس ہتھکڑی اور بیڑی اسے نہ لگائی جائے، اس کے سوا جکڑنے اور قید رکھنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی جائے۔

عجیب بات یہ ہے کہ خوف کے مارے اور لوگوں سے سہمے ہوئے یہ مبلغ جلسے میں جا کر لوگوں کو صرف اللہ سے ڈرنے اور کسی بڑی سے بڑی طاقت سے خوف زدہ نہ ہونے کی تلقین فرماتے ہیں اور میدان جہاد میں نکلنے، دشمن کی فوجوں کا مقابلہ کرنے اور شہروں کے شہر اور ملکوں کے ملک فتح کرنے کا پورے زور وجذبے کے ساتھ درس دیتے ہیں۔ جہاد کے موضوع پر بلند آہنگی سے تقریر فرماتے ہوئے قرآن کی آیات پڑھتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سناتے ہیں، اس سلسلے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کا تذکرہ فرماتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے واقعات بیان کرتے ہیں اور میدان جنگ کے نقشے سامعین کے سامنے رکھتے ہیں۔

جلسے کے منتظمین ان باتونی اور ڈرپوک اور بزدل مبلغوں کو اپنے جلسوں میں بلاتے ہیں، ان کو پیسے بھی دیتے ہیں، یہ نہیں سوچتے کہ جو لوگ اکیلے دو قدم نہیں چل سکتے اور خود اپنے ہی لوگوں سے خوف زدہ ہیں، وہ دوسروں سے خاک لڑیں گے اور کیوں کر جہاد کریں گے۔

پہلے یہ بات نہ تھی، علمائے کرام جلسوں میں جاتے تھے اور لوگوں کو وعظ ونصیحت کرتے اور کلمہ حق سناتے تھے۔ کسی قسم کے تکلف اور اسلحہ برداری کا کوئی تصور نہ تھا۔ (قافلہ حدیث، ص:۱۰۳)

بزرگوں کی ڈانٹ باعث رحمت: انہی دنوں مجھے خط لکھا کہ آئندہ میرے نام ”الاعتصام“ نہ بھیجا جائے۔ میرا خط پڑھتے ہی میرے نام کا پرچہ بند کر دو، مجھے اس اخبار کو دیکھ کر سخت تکلیف ہوتی ہے۔ نہ میں اسے کھولتا ہوں نہ پڑھتا ہوں، اس اخبار سے مجھے شدید نفرت ہے۔

اس زمانے میں ”الاعتصام“ گوجرانوالہ سے شائع ہوتا تھا۔ مولانا حنیف ندوی اس کے ایڈیٹر تھے اور میں بطور معاون مدیر کام کرتا تھا۔ مولانا سیالکوٹی رحمہ اللہ نے یہ خط میرے نام تحریر فرمایا تھا اور میں نے ان کا یہ جلالی اور تاریخی خط نہایت احتیاط کے ساتھ سنبھال کر رکھا تھا۔ بہت سے حضرات کو یہ خط میں نے دکھایا۔ ارادہ یہ تھا کہ کبھی ان کے بارے میں کچھ لکھنے کا موقع ملا تو یہ پورا خط درج کر دوں گا۔ اب یہ مضمون لکھنے بیٹھا تو خط کی تلاش کیلئے تمام کاغذات دیکھ ڈالے، لیکن خط کہیں سے نہیں ملا۔ مولانا کی اس یادگار اور بابرکت تحریک کے جو کم وبیش چالیس برس میرے پاس رہی، گم ہو جانے کا مجھے انتہائی افسوس ہے۔ بزرگوں کی ڈانٹ اور اہل علم کی خفگی بسا اوقات باعث رحمت ہوتی ہے اور میں تو اسے ہمیشہ اپنے لیے باعث رحمت ہی سمجھتا ہوں۔ (قافلہ حدیث، ص:۱۰۶)

ائمہ کرام کا ادب وعلمی خدمت: احکام المرام باحیاء مآثر علماء الاسلام: اس کتاب میں بائیس فقہا ومحدثین کے حالات بیان کیے گئے ہیں، جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، امام مالک رحمہ اللہ، امام شافعی رحمہ اللہ، امام احمد رحمہ اللہ، امام ابو یوسف رحمہ اللہ، امام محمد رحمہ اللہ، امام عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ، امام بخاری رحمہ اللہ، امام مسلم رحمہ اللہ، امام نسائی رحمہ اللہ، امام ترمذی رحمہ اللہ، امام ابن ماجہ رحمہ اللہ، امام دارمی رحمہ اللہ، امام

دار قطنی رحمہ اللہ، امام بیہقی رحمہ اللہ، امام طحاوی رحمہ اللہ، امام نووی رحمہ اللہ، اپنے موضوع کی یہ نہایت اہم کتاب ہے جو ۱۵۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ پہلی دفعہ ۱۹۰۶ء میں طبع ہوئی تھی۔ دوسری دفعہ پاکستان کے مشہور مصنف و محقق جناب محترم طالب ہاشمی صاحب نے جولائی ۱۹۹۱ء (محرم ۱۴۰۲ھ) میں طبع کرائی۔ (قافلہ حدیث، ص:۱۱۴)

ائمہ اہلسنت اہل بیت ادب:۔ احیاء المیت: یہ کتاب ائمہ اہل سنت اور ائمہ اہل بیت کی تعظیم و تکریم کے موضوع پر ہے۔
(قافلہ حدیث، ص:۱۱۶)

فضائل شعبان نماز استخارہ:۔ فضائل شعبان، سولہ صفحات کے اس رسالے میں ماہ شعبان کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔
برکات الصلوۃ: نماز استخارہ، نماز حاجت، نماز تسبیح، نماز اشراق، نماز توبہ اور نماز تہجد وغیرہ کے متعلق بتیس صفحات کا رسالہ جو پہلی مرتبہ اگست ۱۹۳۸ء میں چھپا تھا۔ (قافلہ حدیث، ص:۱۱۷)

مولانا حافظ محمد حسین رحمہ اللہ کا عمامہ استعمال فرمانا: مولانا حافظ محمد حسین روپڑی رحمہ اللہ سفید عمامہ باندھے تقریر کیلئے تشریف لائے۔ (قافلہ حدیث، ص:۱۲۷)

متصوف علماء کے علمی مراکز:۔ اس زمانے کے پنجاب میں اہلحدیث کے دو علمی مراکز تھے اور یہی تدریسی مراکز بھی تھے، جو عوام و خواص میں بہت مشہور تھے اور لوگ درس و تدریس اور علمی استفادے کیلئے انہی دو مراکز کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ایک مرکز امرتسر کا تھا جس کا نام دار العلوم تقویۃ الاسلام تھا اور وہ مدرسہ غزنویہ کے نام سے معروف تھا۔ یہ مرکز یا مدرسہ حضرت سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ (وفات ۱۵ ربیع الاوّل ۱۲۹۸ھ-فروری ۱۸۸۱ء) کے فرزند عالی قدر حضرت الامام سیّد عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ (وفات ۲۵ رمضان ۱۳۳۱ھ-اگست ۱۹۱۳ء) نے قائم کیا تھا۔ دوسرا مرکز حضرت حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ (وفات ۱۳ صفر ۱۳۱۱ھ-اکتوبر ۱۸۹۳ء) نے مدرسہ محمدیہ کے نام سے قائم فرمایا تھا۔ پنجاب کے اہلحدیث علمائے کرام بلاواسطہ یا بالواسطہ انہی دو مدرسوں کے فیض یافتہ ہیں۔ تقسیم ملک کے بعد امرتسر کا دار العلوم تقویۃ الاسلام، لاہور منتقل ہو گیا تھا اور اللہ کے فضل سے اس میں تدریسی خدمات کا سلسلہ جاری ہے۔ لکھوکے کا مدرسہ قیام پاکستان کے بعد اوکاڑہ میں قائم کر دیا گیا تھا جو جامعہ محمدیہ کے نام سے موسوم ہے اور متعدد اساتذہ وہاں درس و تدریس میں مصروف ہیں۔

حافظ محمد حسین روپڑی رحمہ اللہ کے والد مکرم میاں روشن دین کے دل میں حصول علم کا شوق ابھرا تو انہوں نے لکھوکے کا عزم کیا اور حضرت حافظ محمد لکھوی کی خدمت میں پہنچے۔

ان کے سب سے بڑے بیٹے مولوی رکن الدین نے حصول علم کیلئے لکھوکے کا عزم کیا اور وہاں کے اساتذہ سے مستفید ہوئے۔ وہ اپنے چھوٹے بھائی حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ کو بھی وہاں لے گئے تھے۔ کچھ عرصہ یہ بھی وہاں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ حافظ صاحب امرتسر کے مدرسہ غزنویہ میں کئی سال اقامت گزین رہے اور حضرت امام سیّد عبدالجبار غزنوی اور دیگر اساتذہ کے حضور زانوئے شاگردی تہہ کیا۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ نے لکھوی اور غزنوی علمائے کرام سے بلاواسطہ فیض حاصل کیا اور پھر جن حضرات نے حضرت حافظ صاحب سے حصول علم کیا، وہ لکھوی اور غزنوی اہل علم کے بالواسطہ شاگرد ہوئے۔ (قافلہ حدیث، ص:۱۲۸ تا ۱۳۰)

ادب اور مرشد کی خوشبو:۔ اپنے سے بڑوں میں سے جس میں وہ نیکی کا جوہر دیکھتے، اس کے سامنے سر نیچا کر لیتے تھے۔ حضرت مولانا عطاء اللہ حنیف کے سسر کا اسم گرامی میاں نور الدین تھا۔ تقسیم ملک کے بعد اپنے گاؤں بھوجیاں (ضلع امرتسر) سے ترک مکانی کر کے بہ طور پناہ گزین وہ گوندلانوالہ (ضلع گوجرانوالہ) میں آ بسے تھے۔ ان کے اخلاف اب بھی وہیں ہیں۔ مولانا عطاء اللہ صاحب اور اپنے دوسرے عزیزوں سے میل ملاقات کیلئے لاہور ان کی آمد و رفت رہتی تھی۔ نماز وہ دار العلوم تقویۃ الاسلام میں پڑھتے تھے۔ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے دار العلوم کے امام صاحب سے کہہ رکھا تھا کہ میاں صاحب جتنے دن یہاں رہیں، جماعت کیلئے انہی سے عرض کیا جائے۔ وہ نہایت پرہیز گار بزرگ تھے اور مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے

والد مکرم حضرت امام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے ارادت مند تھے، اس لیے مولانا ان کا بہت احترام کرتے تھے۔ ایک دن ابوبکر صاحب دارالعلوم کے صدر دروازے سے متصل محمد ادریس کی دکان پر کسی سے باتیں کر رہے تھے۔ ادھر سے میاں صاحب بھی تشریف لے آئے۔ انہوں نے حسب عادت وہاں کھڑے ہوئے لوگوں کو السلام علیکم کہا اور فرمایا: "مجھے یہاں اپنے مرشد کی خوشبو آ رہی ہے۔"

ابوبکر صاحب نے یہ الفاظ سنے تو فوراً ادھر متوجہ ہوئے اور گردن جھکا کر نہایت ادب سے میاں صاحب کو سلام کیا اور انتہائی نرم آواز میں ان سے دعا کی درخواست کی۔ (قافلہ حدیث ،ص:۱۳۷-۱۳۸)

تعداد وظائف کی اہمیت:۔ زندگی کے آخری دور میں ان کی حالت بالکل بدل گئی تھی۔ زیادہ وقت وظائف اور یاد خدا میں گزرتا تھا۔ ہمارے دوست پروفیسر ڈاکٹر محمد یحییٰ (صدر شعبہ اسلامیات انجینئرنگ یونیورسٹی لاہور) کا شمار ان کے شاگردوں میں ہوتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ وہ ان کی ہدایت کے مطابق اپنے ایک نہایت ضروری کام کیلئے کسی صاحب سے ملنے کیلئے روانہ ہونے لگے تو کہا اول آخر درود شریف اور ۳۱۳ دفعہ "حسبی اللہ و نعم الوکیل" پڑھنا۔ وہ کہتے ہیں میں ان کا بتایا ہوا وظیفہ پڑھنے لگا تو پڑھتا ہی چلا گیا۔ واپس آیا تو پوچھا، کتنی دفعہ پڑھا تھا۔

عرض کیا: بے شمار دفعہ۔ فرمایا: جتنی دفعہ بتایا جائے اتنی دفعہ ہی پڑھنا چاہیے۔ اس کا معاملہ معالج کی بتائی ہوئی دوا کی طرح ہے، جتنی مقدار میں وہ بتائے اس کی ہدایت کے مطابق اتنی ہی مقدار میں دوا استعمال کرنی چاہیے۔ (قافلہ حدیث ،ص:۱۴۱)

مولانا ابوبکر کے موافقین ومخالفین:۔ کسی کو ان سے اختلاف ہوگا، کسی کو اتفاق، کوئی ان کا معتقد ہوگا، کوئی مخالف ـــــ اور دنیا میں ہمیشہ سے یہی ہوتا آیا ہے، نہ سب کسی سے متفق ہوتے ہیں، نہ سب کسی کی مخالفت کرتے ہیں۔ موافقت اور مخالفت کا سلسلہ برابر چلتا ہے۔ جس نے کسی سے اتفاق کیا، اس نے بھی اس کی حیثیت کو مان لیا اور جس نے اختلاف کیا اس نے بھی مان لیا۔ بلکہ میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ اختلاف کرنے والے نے اتفاق کرنے والے کی بہ نسبت اسے زیادہ مانا اور زیادہ اہمیت دی۔ اس میں کوئی کمال تھا تو اس سے اختلاف کیا گیا اور اس کے افکار وتصورات کے بارے میں اہل علم کی رائے میں تغیر رونما ہوا۔

ابوبکر صاحب کا سلسلہ نسب یہ ہے: ابوبکر بن مولانا محمد داؤد بن مولانا عبدالجبار بن مولانا عبداللہ بن محمد بن محمد شریف رحمہم اللہ۔ یہ تمام حضرات اپنے اپنے وقت میں علم ومعرفت کی دولت سے مالا مال اور مرجع خلائق تھے۔ (قافلہ حدیث ،ص:۱۴۲)

عارف باللہ، بزرگ کی دینی خدمات:۔ مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ بہت بڑے عالم اور عارف باللہ تھے۔

امرتسر میں انہوں نے کتاب وسنت کی تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا، عربی اور فارسی کی متعدد کتابوں کے اردو زبان میں ترجمے کرائے اور انہیں شائع کر کے افادہ عوام کیلئے تقسیم کیا۔ امرتسر میں ایک دارالعلوم قائم کیا جو "مدرسہ سلفیہ غزنویہ" کے نام سے موسوم ہوا۔ اس دارالعلوم سے بے شمار علماء وطلباء نے استفادہ کیا۔ انہوں نے ربیع الاوّل ۱۲۹۸ھ (۱۸۸۱ء) میں وفات پائی۔

مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے بیٹے مولانا سیّد محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ تھے، جن کی ولادت ۱۸۹۵ء کو امرتسر میں ہوئی۔ وہ تحریر و تقریر، فضیلت علمی، دین داری اور تقوے میں اپنے اسلاف کے صحیح ترین جانشین تھے۔ انگریزی حکومت کے خلاف انہوں نے سیاسیات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور مختلف سیاسی تحریکوں میں مجموعی طور پر دس سال قید کاٹی۔ ان کی تاریخ وفات ۱۶ دسمبر ۱۹۶۳ء ہے۔

سیّد ابوبکر غزنوی ۲۲ مئی ۱۹۲۷ء کو امرتسر میں پیدا ہوئے۔ اس وقت مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کا قیام امرتسر میں تھا اور لاہور کی چینیاں والی (جامع مسجد اہلحدیث) کے خطیب ان کے حقیقی چچا حضرت مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ تھے۔ ۱۹۳۰ء میں مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ فوت ہوئے تو ان کی جگہ اس مسجد کی مسند خطابت پر مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کو فائز کر دیا گیا تھا۔ (قافلہ حدیث ،ص:۱۴۳-۱۴۴)

تصوف پر عملی خدمات:۔ حقیقت ذکر الٰہی۔ ادب محبت کا پہلا قرینہ ہے۔ قربت کی راہیں۔ تعلیم وتذکیہ۔ (قافلہ حدیث ،ص:۱۴۷)

ذوق تصوف اور معلومات:۔ وہ بذلہ سنج، لطائف وظرافت کے ماہر، خوش کلام، خوش مزاج، دوستوں کے دوست اور حاضر جواب

تھے۔ علمی بات کا جواب علم سے، شعر کا جواب شعر سے، لطیفے کا جواب لطیفے سے، طنز کا جواب طنز سے اور تصوف سے متعلق بات کا جواب تصوف سے دیتے تھے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۵۰)

اشغال تصوف سے لوگوں کا فیض پانا:۔ سیّد ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کی زندگی کو ہم دو عہدوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ پہلا عہد حصول علم، حصول ملازمت اور بعض دیگر مشغولیتوں کا تھا جو تقریباً ۱۹۶۰ء تک چلا۔ اس کے بعد دوسرا عہد شروع ہوا جس کے بہت سے گوشے پہلے عہد سے بالکل مختلف تھے۔ یہ ذکر الٰہی، وظائف و اوراد، مجالس ذکر کے انعقاد، عبادت و تصوف وعظ و تقریر، خطبات جمعہ کے التزام کا عہد تھا۔ اس عہد میں انہوں نے بڑی شہرت پائی اور ان کے ان اشغال سے بے شمار لوگوں نے فیض حاصل کیا۔

۱۶۔ دسمبر ۱۹۶۳ء کو مولانا سیّد محمد داؤد غزنوی نے وفات پائی تو ۱۷ دسمبر کو خاندان غزنویہ کا سربراہ بھی انہیں مقرر کیا گیا۔ دار العلوم تقویۃ الاسلام کا اہتمام بھی ان کے سپرد ہوا اور یہ بڑی ذمہ داری تھی جسے وہ سرانجام دیتے رہے۔ یہ ان کے آباؤ اجداد کا قائم کردہ دار العلوم تھا، جس کے انتظامی امور کو انہوں نے بہ طریق احسن انجام دیا۔

وہ ۱۹۷۶ء میں اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے وائس چانسلر تھے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۵۱)

لکھوی اور غزنوی خاندان:۔ یہاں یہ عرض کر دوں کہ غزنوی اور لکھوی دو خاندانوں سے اس فقیر کو بے حد عقیدت ہے۔ میرے اکابرین خاندانوں کے اکابر کے فیض یافتہ تھے۔ غزنوی خاندان کے اس وقت سب سے زیادہ عمر کے رکن سیّد عثمان غزنوی ہیں جو حضرت مولانا سیّد محمد داؤد غزنوی کے بھتیجے اور حافظ محمد سلیمان غزنوی مرحوم کے صاحب زادے ہیں۔ انہوں نے اپنے خاندان کے بہت سے اکابر کو دیکھا ہے اور نہایت شوق اور خاص جذبے کے ساتھ ان کے حالات بیان کیا کرتے ہیں، وہ مجھے کہا کرتے ہیں کہ میں تمہیں خاندان غزنویہ ہی کا فرد سمجھتا ہوں، اس لیے کہ تمہیں اس خاندان سے قلبی محبت ہے اور تم ان کے حالات سے باخبر ہو اور حالات بیان بھی کرتے ہو۔

تیسرا خاندان جس کے اکابر نے ان دونوں سے استفادہ کیا، روپڑی خاندان ہے اور مجھے یہ سعادت حاصل ہے کہ میں نے ان تینوں خاندانوں کے بزرگان عالی قدر پر لکھا ہے اور نہایت عقیدت سے لکھا ہے اور کسی کے کہے بغیر اپنے شوق اور پیار کے جذبات سے لکھا ہے جس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

میرے سلسلۂ ''فقہائے ہند'' کی اس جلد میں جو تیرہویں صدی ہجری کے برصغیر کے علماء و فقہا کے حالات پر مشتمل ہے، حضرت مولانا سیّد عبداللہ غزنوی سے متعلق کم و بیش ۸۰ صفحات کا مضمون ہے، جس میں اس فقیر نے پورے خاندان، غزنویہ کے علماء کی تاریخ بیان کرنے کی سعی کی ہے۔ اس میں ان بہت سے حضرات کا تذکرہ بھی آ گیا ہے، جنہوں نے ان سے استفادہ کیا۔ یہ کتاب ادارہ ثقافت اسلامیہ کی طرف شائع ہوئی تھی اور سیّد عثمان غزنوی صاحب نے اس کتاب کا مطالعہ کر کے از راہ کرم نہایت مسرت کا اظہار کیا تھا اور اس کے پچاس یا ساٹھ نسخے خریدے تھے، وہ اسے دار العلوم تقویۃ الاسلام کے نصاب میں شامل کرنا چاہتے تھے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۱۵۴-۱۵۵)

مرید بھی دوست بھی:۔ اسی کتاب میں حضرت مولانا غلام رسول (قلعہ میہاں سنگھ) پر بھی میں نے ایک طویل مضمون لکھا تھا، اس کی ضخامت بھی ۸۰ صفحات کے لگ بھگ تھی۔ یہ حضرت سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے دوست اور مرید تھے۔

پھر اپنی کتاب ''نقوش عظمت رفتہ'' میں مولانا سیّد محمد داؤد غزنوی پر اپنی دانست میں بھرپور مضمون لکھا ہے جو کتاب کے ۱۱۲ صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

اسی طرح ہفت روزہ ''الاعتصام'' کی بعض اشاعتوں میں مولانا سیّد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے چچازاد بھائی مولانا اسماعیل غزنوی رحمہ اللہ اور ان کے برادر صغیر حافظ سلیمان غزنوی پر میرے مضامین شائع ہو چکے ہیں۔

زیر مطالعہ مضمون کا تعلق سیّد ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ سے ہے۔ ان سے متعلق پنجاب یونیورسٹی کے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کیلئے بھی

اس کے ارباب انتظام کی طلب پر مقالہ بھیج چکا ہوں۔

اب لکھوی خاندان کی طرف آیئے۔ سب سے پہلے حضرت حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ سے متعلق مجھ سے انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے مرحوم چیئر مین ڈاکٹر سیّد عبداللہ نے مقالہ لکھوایا جو شائع ہو چکا ہے۔ علاوہ ازیں بہت عرصہ ہوا حافظ محمد صاحب لکھوی رحمہ اللہ پر روزنامہ ”امروز“ میں میرا ایک مضمون دو یا تین قسطوں میں چھپا تھا۔ حضرت حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ علیہ کے والد گرامی حضرت حافظ بارک اللہ لکھوی پر میں نے اپنی کتاب فقہائے پاک و ہند کی آٹھویں جلد میں طویل مضمون لکھا۔

پھر اپنی کتاب ”بزم ارجمنداں“ میں مولانا محمد علی لکھوی رحمہ اللہ اور مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ کے حالات میں مضامین تحریر کیے۔ اس کتاب میں جو قارئین کے پیش نگاہ ہے، مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ اور ان کے فرزند کبیر مرحوم حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ سے متعلق دو الگ الگ مضامین شائع ہوئے ہیں۔

غزنوی اور لکھوی خاندانوں سے فیض یافتہ روپڑی خاندان ہے، جس کے علمائے کرام کی تدریسی اور تبلیغی خدمات سے لاتعداد علماء وطلباء مستفید ہوئے۔ اس خاندان کے عالم کبیر مولانا حافظ عبداللہ روپڑی سے متعلق میری کتاب ”بزم ارجمنداں“ میں کئی صفحات پر مشتمل مضمون معرض اشاعت میں آیا۔ پھر زیر نظر کتاب میں مولانا حافظ محمد حسین روپڑی رحمہ اللہ، حافظ عبدالرحمٰن روپڑی رحمہ اللہ اور حافظ عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ پر مضامین مندرج ہیں۔ حافظ اسماعیل روپڑی مرحوم کے حالات میں کئی سال پہلے میں نے ”الاعتصام“ میں مضمون لکھا تھا۔ (قافلہ حدیث، ص:۱۵۵تا۱۵۷)

ذکر الٰہی اور معرفت کا درس:۔ وہاں ہمارا یہ معمول ہوتا تھا کہ فجر کی نماز کے بعد سیّد ابوبکر صاحب رحمہ اللہ ہمیں معرفت الٰہی کے متعلق وعظ فرماتے اور حقیقت ذکر الٰہی کا درس دیتے۔ اس کے بعد چائے کا دور چلتا اور پھر اپنے اپنے اوراد و ظائف کیلئے کچھ وقت نکالتے۔ (قافلہ حدیث، ص:۱۶۰)

بروز جمعرات مجلس ذکر:۔ یونیورسٹی میں غزنوی صاحب کے پاس میرا آنا جانا تھا۔ ہر جمعرات کو مجلس ذکر میں حاضر ہوتا اور پھر ٹریننگ کیلئے مجھے دو سال یعنی ۱۹۷۳ء،۱۹۷۴ء ستمبر تک جز وقتی استاد بھی رکھا۔ (قافلہ حدیث، ص:۱۶۲-۱۶۳)

تعداد وظائف کی افادیت:۔ ان کے اہل خانہ خانسہور پہنچے تو مجھے پند و نصائح کے ساتھ روانہ کیا اور کہا اب آپ لاہور جائیں، لاہور میں ملاقات ہوگی اور باقی پروگرام وہیں بنائیں گے۔ البتہ ایک ضروری وظیفہ کرنے کو بتایا کہ ہر روز ”حسبی اللہ و نعم الوکیل“ ۳۱۳ دفعہ اوّل و آخر درود شریف کے ساتھ پڑھا کریں اور اس پر استمرار کریں۔

اب میں واپس لاہور آیا تو بتائی ہوئی تعداد سے زیادہ بار، بار بار پڑھنے لگا کہ سب کام جلدی اور آسانی سے ہو جائیں۔ جب غزنوی صاحب واپس تشریف لائے تو ملاقات پر سب سے پہلے وظیفے سے متعلق پوچھا کہ کیسا چل رہا ہے؟ عرض کیا حضرت میں تو لاتعداد دفعہ پڑھتا ہوں۔ سن کر بڑے منطقی طریقے سے سمجھایا کہ بھئی یہ وظائف روحانی غذا ہوتے ہیں اور اگر ان کو Over Doze کر لیا جائے تو بجائے فائدے کے نقصان ہو سکتا ہے۔ جتنا آپ کو بتایا تھا اتنا ہی پڑھا کرو اور آئندہ یہ بات پلے باندھ لو کہ جس طرح ڈاکٹر کہے اسی طرح دوا استعمال کیا کرو۔ (قافلہ حدیث، ص:۱۶۳)

مولانا محمد یعقوب ملہوی رحمہ اللہ (وفات ۱۳ نومبر ۱۹۸۱ء)

مولانا موصوف ۱۹۲۱ کو چک نمبر ۲۰ الف میں پیدا ہوئے۔ والد کا نام نامی صوفی محمد یوسف رحمہ اللہ تھا اور خاندان راجپوت بھٹی تھا۔ صوفی محمد یوسف اپنے خاندان اور علاقے کی ایک صالح شخصیت تھے۔ اوڈاں والا کے ممتاز بزرگ صوفی عبداللہ مرحوم و مغفور سے تعلق ارادت رکھتے تھے۔

صوفی محمد یوسف رحمہ اللہ کے دو بیٹے تھے، ایک کا نام محمد ابراہیم تھا اور دوسرے کا محمد یعقوب۔ وہ اپنے دونوں بیٹوں کو صوفی عبداللہ مرحوم کے پاس اوڈاں والا لے گئے تھے۔ (قافلہ حدیث، ص:۱۶۹تا۱۷۲)

مولانا چراغ محمد سے کسب علم:۔ گوجرانوالہ میں ایک مشہور دیوبندی عالم دین مولانا محمد چراغ فروکش تھے۔ ان کا سلسلہ تدریس

وہاں ”جامعہ اسلامیہ عربیہ“ میں جاری تھا۔ مولانا محمد یعقوب ملہوی رحمہ اللہ نے قیام گوجرانوالہ کے زمانے میں ان کے باب علم پر بھی دستک دی اور ایک سال ان کی خدمت میں رہے اور ان سے علم فقہ کی انتہائی کتابیں پڑھیں۔ (قافلہ حدیث، ص:۱۷۴)

اختلافی مسائل میں خوبصورت اسلوب:۔ درس میں یا وعظ میں اختلافی مسائل بیان کرنے سے حتی الامکان گریز کرتے۔ اگر کسی اختلافی مسئلے کے بیان و وضاحت کی ضرورت ہوتی تو خوبصورت اسلوب میں اس کو منقح کرنے کی سعی فرماتے۔ لڑائی جھگڑے اور بحث و مناظرے کی راہ پر نہ آتے۔ (قافلہ حدیث، ص:۱۷۹)

باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب:۔ تمام ائمہ کرام اور علمائے دین کا نام نہایت احترام سے لیتے۔ کسی سے اظہار اختلاف ضروری ہوتا تو بے حد تکریم کے الفاظ میں کرتے، انتہائی شائستگی اور بہ درجہ غایت اکرام کے لہجے میں ! ائمہ فقہ اور اہل علم کے باہمی فقہی اختلافات کا ذکر بھی نہایت نرم اسلوب کلام اور انتہائی اعتدال واحتیاط کے ساتھ کرتے۔

اپنے اساتذہ کی بے حد عزت کرتے۔ نہ ان کے برابر بیٹھتے، نہ ان کی موجودگی میں درس دیتے، نہ جمعہ جماعت کراتے، نہ اونچی بولتے۔ نہایت مؤدب اور دوزانو ہو کر نظر نیچی کر کے ان کے حضور بیٹھتے۔ اپنے شاگردوں کی موجودگی میں اپنے اساتذہ کی جوتیاں اٹھاتے۔ فرماتے باادب بانصیب، بے ادب بے نصیب۔ (قافلہ حدیث، ص:۱۸۱)

قاضی محمد اسلم سیف رحمہ اللہ:۔ اللہ نے ان کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔ زیادہ تر تعلیم اوڈاں والا میں حاصل کی۔ پھر یہ دارالعلوم ماموں کانجن میں منتقل ہوا تو وہیں سکونت اختیار کر لی۔

صوفی عبداللہ مرحوم ومغفور کے ارادت مند اور میرے مخلص دوست تھے۔ (قافلہ حدیث، ص:۱۸۳-۱۸۴)

صوفی نذیر احمد کاشمیری رحمہ اللہ (وفات ۵ دسمبر ۱۹۸۵ء)

صوفی صاحب کی تعظیم اور ادب میں کھڑے ہو جانا:۔ ۱۹۳۷ء میں میری عمر بارہ تیرہ سال تھی اور میں مرکز الاسلام میں مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ کے حلقہ شاگردی میں شامل تھا۔ شدید سردیوں کا موسم تھا اور ہم دھوپ میں بیٹھے تھے۔ دن کے ایک بجے کا وقت ہوگا کہ ایک صاحب آئے اور بلند و بارعب آواز سے کہا: ”السلام علیکم ...!“

لمبا قد، نہایت متناسب جسم، ستواں چہرہ، تیکھی اور اونچی ناک، لمبی خاکی سے رنگ کی قمیص اور اسی رنگ کی کھلے پائینچے کی شلوار (سر پر اونچی باڑ کی ٹوپی)، پاؤں میں پرالی کی سی قسم کے موٹے موٹے تنکوں کی چپل، خوب صورت اور مرعوب کن شخصیت......

السلام علیکم کہنے کے بعد اسی گرج دار آواز میں کہا: مولوی محمد علی کہاں ہیں؟

انہیں دیکھ کر اور ان کی آواز سن کر سب لوگ احتراماً کھڑے ہو گئے، جن میں مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ اور مولانا محمد علی لکھوی رحمہ اللہ کے صاحبزادے مولانا محی الدین اور معین الدین بھی شامل تھے۔

پھر اسی لہجے میں کہا: ”میرا نام صوفی نذیر احمد کاشمیری ہے، انہیں میری آمد کی اطلاع دو“ (قافلہ حدیث، ص:۱۸۹)

صوفی صاحب کے متصوفین اسلاف:۔ صوفی نذیر احمد کاشمیری کی زندگی نہایت عجیب وغریب واقعات پر مشتمل تھی۔ یہاں ان کا سوانحی خاکہ پیش کیا جاتا ہے۔

حالات کی رفتار کچھ اس طرح ہے کہ حضرت شاہ محمد غوث رحمہ اللہ تبلیغ دین کیلئے ہر سال وادی کشمیر میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ صوفی صاحب کا خاندان اس زمانے میں صوبہ سندھ کے شہر ٹھٹھہ میں آباد تھا۔ اس خاندان کے ایک بزرگ مولوی محمد واسع رحمہ اللہ تھے جو حضرت شاہ محمد غوث کے ہمراہ بغرض تبلیغ سری نگر جایا کرتے تھے۔ ایک سال ایسا ہوا کہ سری نگر سے واپس آتے ہوئے پونچھ شہر سے گزرے۔ اس دور میں ریاست کا حکمران ایک شخص رستم خاں تھا۔ اس نے حضرت شاہ محمد غوث رحمہ اللہ سے درخواست کی کہ اپنے رفیق سفر مولوی محمد واسع کو یہیں رہنے

کی اجازت دیں تاکہ یہ پونچھ کے مسلمانوں میں تعلیم کا فریضہ انجام دیں اور ان میں دین کی تبلیغ فرمائیں اور اسلامی احکام و مسائل سے انہیں آگاہ کریں۔ چنانچہ مولوی محمد واسع رحمہ اللہ کو پونچھ کیلئے مامور کر دیا گیا۔ اس کے بعد انہوں نے پونچھ شہر ہی میں مستقل طور سے سکونت اختیار کر لی۔

مولوی محمد واسع سے آگے چل کر چوتھی پشت میں اس خاندان میں تین جلیل القدر عالم پیدا ہوئے وہ تھے نور بخش، محمد بخش، الٰہی بخش۔

(قافلہ حدیث، ص:۱۹۲-۱۹۳)

صوفی صاحب کا تعارف:۔ اب آیئے صوفی نذیر احمد کی طرف ! یہ اسی خاندان کے اخلاف میں سے ہیں اور ان کی زندگی عجیب و غریب منزلوں سے گزری جس کی کسی قدر تفصیل یہ ہے۔

انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے خاندان کے بزرگوں سے حاصل کی۔ سترہ یا اٹھارہ برس کی عمر میں مزید حصول علم کیلئے عازم لاہور ہوئے۔ یہاں اندرون شہر کے مدرسہ غوثیہ میں علوم دینیہ کی تحصیل کی۔ اس کے ساتھ ہی ادیب فاضل، منشی فاضل اور مولوی فاضل کے امتحانات پاس کیے۔ (قافلہ حدیث، ص:۱۹۳)

کثرت مجاہدات کی طرف میلان طبیعت:۔ پھر یہ ہوا کہ عبادات کی طرف راغب ہو گئے، اور یہ رغبت روز بروز بڑھتی ہی چلی گئی۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ رات بھر جاگتے اور دعا و مناجات کا سلسلہ اشک افشانی اور الحاح وزاری کے ساتھ جاری رہتا۔ یہ صورت حال ستائیس برس کی عمر میں شروع ہوئی اور چونتیس برس کی عمر تک برابر چلتی رہی۔ انہی دنوں زبان بندی اختیار کر لی۔ بالکل خاموش رہنے لگے۔ کلاس روم میں البتہ ضرور جاتے اور طلباء کو تختہ سیاہ پر چاک سے لکھ کر کچھ سبق پڑھاتے۔ سکول کی ڈیوٹی کے بعد سکول کے احاطے کے ایک چھوٹے سے کمرے میں بند ہو جاتے۔ خوراک بھی بہت کم کر دی تھی۔ روزانہ دودھ کے ایک گلاس اور ایک آدھ کشمیری کلچے پر معدے کو پابند کر لیا تھا۔ گھر کی طرف آنا جانا بہت کم ہو گیا تھا۔ نہ خوش لباسی رہی تھی، نہ خوش قبائی، بس کھدر کے ڈھیلے ڈھالے کپڑے پہننے لگے تھے۔

اسی زبان بندی کے زمانے میں قلب پر کچھ واردات گزریں جس کے نتیجے میں ۱۹۳۵ء میں ملازمت سے مستعفی ہو کر لاہور چلے گئے۔ لاہور میں یہ معمول رہا کہ صبح سویرے سبزی منڈی جا کر دس بارہ آنے کی مزدوری کرتے اور کھانے پینے کی چند چیزیں لے کر مصری شاہ میں میاں عبدالعزیز مالواڈا ایڈمنسٹریٹ لا مرحوم کے باغ میں جا کر خاموشی سے بیٹھ جاتے اور پھر یاد خدا میں مشغول ہو جاتے۔ یہ ہر روز کا معمول تھا۔ اس کے علاوہ زندگی کی کوئی راہ متعین نہیں تھی۔ (قافلہ حدیث، ص:۱۹۴)

تصفیہ قلب کیلئے نقشبندی بزرگ کے پاس حاضری:۔ کچھ وقت اسی طرح گزار کر لاہور سے میاں والی کا رخ کیا اور وہاں بچھراں کے مشہور عالم دین مولانا حسین علی رحمہ اللہ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے تصفیہ قلب و روح کیلئے استدعا کی۔ سال بھر سے کچھ زیادہ عرصہ وہاں قیام رہا۔ مولانا حسین علی رحمہ اللہ نے اپنا اطمینان کر لینے کے بعد ہدایت فرمائی کہ کلکتے کا رخ کرو اور وہاں تبلیغ دین میں مصروف ہو جاؤ۔ چنانچہ وہیں سے سوئے کلکتے روانہ ہو گئے۔ (قافلہ حدیث، ص:۱۹۴-۱۹۵)

حلقۂ تعارف اور دائرہ متعلقین:۔ یہ سلسلہ بہت وسیع تھا جو پاکستان اور ہندوستان بلکہ بنگلہ دیش میں بھی دور تک پھیلا ہوا تھا۔ ان کی زندگی کا زیادہ عرصہ ہندوستان میں گزرا اس لیے ان کے ذاتی رابطے زیادہ تر وہیں کے حضرات سے تھے۔

اسی طرح اکابر دیوبند میں سے مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ اور قاری محمد طیب رحمہ اللہ سے، جمعیت علمائے ہند کے رہنماؤں میں سے مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ، مولانا احمد سعید دہلوی رحمہ اللہ، مفتی کفایت اللہ رحمہ اللہ اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی رحمہ اللہ وغیرہ سے، اکابر جامعہ ملیہ میں سے ڈاکٹر ذاکر حسین خاں اور ان کے ساتھیوں سے، اکابر ندوۃ العلما میں سے مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ اور ان کے رفقائے کرام سے، دارالمصنفین اعظم گڑھ میں سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ، مولانا مسعود علی ندوی رحمہ اللہ، حاجی معین الدین وغیرہ سے۔ (قافلہ حدیث، ص:۲۰۱)

ہمیشہ طرزِ سلفیت پر قائم رہے:۔ ان کے صاحب زادے جناب سیّد مختار احمد ہاشمی نے ۴ مئی ۱۹۹۹ء کو مجھے ایک مکتوب ارسال فرمایا تھا، اس میں وہ لکھتے ہیں:

"مدرسہ غوثیہ اندرون شہر لاہور میں تعلیم حاصل کرنے کے باوجود اباجی ہمیشہ سلفی رہے۔ گھر میں بھی اس سلسلے میں اکثر ان کے ساتھ جھگڑا رہتا تھا۔" (قافلہ حدیث، ص: ۲۰۳)

ابتدائے سلوک کی استغراقی کیفیات:۔ اب ملاحظہ کیجئے وہ کیسٹ جو صوفی صاحب کے متعلق مولانا صفی الرحمٰن رحمہ اللہ کی یادداشتوں پر مشتمل ہے۔ اس کی حیثیت ایک انٹرویو کی ہے جو مولانا ممدوح سے کسی صاحب نے کیا مولانا فرماتے ہیں:

> "صوفی نذیر احمد ایک بار جامعہ سلفیہ (بنارس) تشریف لائے۔ ان دنوں ان کے ساتھ مجلسیں ہوا کرتی تھیں اور مختلف مجلسوں میں انہوں نے مختلف باتیں بتائیں۔ ایک بات ان کے متعلق یہ معلوم ہوئی کہ ان کے والد صوفی تھے۔ اسی تعلق کی بنا پر انہوں نے بھی تصوف کی مشق کی اور اوراد و وظائف پڑھنے لگے۔ اس تصوف میں گھسنے کے بعد آدمی پر کئی قسم کی کیفیتیں طاری ہوتی ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ میرے اندر بڑی خصوصیت یہ تھی کہ کبھی تو دنیا کی چیزوں سے اتنی عجیب و غریب محبت پیدا ہو جاتی کہ میں درختوں کو پکڑ لیتا اور ان سے لپٹ جاتا تھا اور لپٹ کر رونے لگتا۔ کہا کہ ایک روز میں بیٹھا تھا کہ کچھ عجیب کیفیت طاری تھی۔ والد صاحب آئے اور کوئی کام کرنے کو کہا۔ میں جانگیہ پہنے ہوئے تھا تو والد صاحب میری کیفیت کو سمجھ گئے اور خاموشی سے واپس چلے گئے۔ یہ کیفیت ہر اس شخص پر طاری ہوتی ہے جو تصوف کے سلسلے میں اپنا ورد و وظیفہ شروع کرتا ہے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۰۹)

حافظ عبداللہ بڈھیمالوی (وفات ۷ مئی ۱۹۸۷ء)

بڈھیمال نیک لوگوں کی بستی:۔ بڈھیمال نیک لوگوں اور عالموں کی بستی تھی۔ وہاں ایک بہت بڑے عالم مولانا عبدالرحمٰن تھے جو صالحیت اور تقوے میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ گاؤں کے نمبردار بھی تھے۔ وہاں ان کی مسند تدریس آراستہ تھی۔ ان سے قرب و جوار کے لوگوں اور خود بڈھیمال کے بہت سے حضرات نے استفادہ کیا۔ استفادہ کرنے والوں کی فہرست میں حافظ صاحب کے والد مولانا عبدالکریم کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۳۰)

اساتذہ کے ادب سے بیگانہ دور:۔ ذہن کی اس طرح کایا پلٹ ہوگئی ہے اور حالات ایسی ڈگر پر چل پڑے ہیں کہ ہم اس قسم کے اساتذہ و تلامذہ کے حالات کسی سے سنتے یا کہیں پڑھتے ہیں تو ان کی صداقت پر یقین نہیں آتا اور ذہن ماننے پر آمادہ نہیں ہوتا کہ اس عالم آب و گل کو کبھی ان اوصاف کے حاملین سے بھی آشنائی کا موقع ملا ہے۔ ہماری شناسائی موجودہ دور سے ہے، جبکہ واقعات کی آنکھوں سے حیا کا مادہ ختم ہو چکا ہے اور زمانے کا ذہن اساتذہ کی تکریم کے داعیے سے بیگانہ ہو گیا ہے۔ آئندہ نہ کسی استاذ کو حافظ عبداللہ بڈھیمالوی جیسے شاگرد ملیں گے اور نہ ان جیسے کہیں استاذ نظر آئیں گے۔ ماضی کا وہ دور اپنی تمام رعنائیوں کے ساتھ رخصت ہو گیا۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۳۳)

الامر فوق الادب:۔ استاذ ان کے طریق وعظ و تقریر سے اس درجہ متاثر ہوئے کہ حکم صادر ہوا کہ اردگرد کے دیہات میں جا کر تبلیغ دین کیا کرو۔ اس کارِ خیر کے لیے ایک گھوڑی خرید دی گئی۔ جب پہلے دن انہیں تبلیغ کیلئے بھیجا گیا تو حضرت استاذ نے گھوڑی کی لگام ہاتھ میں پکڑی اور شاگرد کو اس پر سوار ہونے کا حکم دیا۔ شاگرد نے ہچکچاہٹ محسوس کی تو فرمایا جھجکنے اور شرمانے کی ضرورت نہیں۔ اس پر سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ الامر فوق الادب کے تحت گھوڑی پر سوار ہو گئے۔ کچھ دور حضرت استاذ مکرم گھوڑی کی لگام پکڑے ہوئے، ان کے ساتھ گئے، پھر کامیابی کی دعا کر کے، لگام سوار کے ہاتھ میں تھما دی اور خدا حافظ کہہ کر ان کو رخصت فرمایا۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۳۶-۲۳۷)

مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ (وفات ۱۲ جولائی ۱۹۷۸ء)

۱۰ مئی ۱۹۰۸ء کو مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ سرکاری سکول کی تعلیم صرف پرائمری تک حاصل کی۔ اس کے بعد مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے جو ۱۹۲۱ء میں گوجرانوالہ میں قیام پذیر ہوئے تھے۔ درس نظامیہ کی کتابیں مولانا محمد اسماعیل صاحب سے پڑھیں۔ اس زمانے میں لکھنؤ کے دارالعلوم ندوۃ العلما کا بڑا شہرہ تھا۔ اونچے درجے کے اساتذہ اور ارباب انتظام کی خدمات اسے حاصل تھیں۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۳۰)

سفید ململ کی پگڑی کا استعمال فرمانا:۔ ایک دن خود ہی بتایا کہ جب وہ لکھنؤ پہنچے تو کلے پر سفید ململ کی طرے دار پگڑی باندھے ہوئے اور لٹھے کی شلوار پہنے ہوئے تھے۔ وہاں کا ماحول اور نہج زیست بالکل مختلف تھا اور لڑکے انہیں دیکھ کر ہنستے تھے۔ کچھ عرصہ بعد پہلے دن پاجامہ اور ٹوپی پہن کر استاد کے حلقہ درس میں بیٹھے تو استاد نے مسکراتے ہوئے کہا: اب تم یہاں کی ثقافت سے آشنا ہو گئے ہو۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۷۳)

رسالہ الاعتصام کے ایڈیٹر: مولانا مسعود عالم ندوی ۱۹۵۰ء میں گوجرانوالہ میں رہتے تھے۔ وہاں انہوں نے "دارالعروبہ" کے نام سے عربی پڑھانے کا ایک ادارہ قائم کر رکھا تھا۔ مولانا حنیف ندوی ان دنوں ہفت روزہ "الاعتصام" کے ایڈیٹر تھے، جو گوجرانوالہ سے شائع ہوتا تھا۔

میں نے مولانا مسعود عالم ندوی کو دیکھا کہ وہ مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ کا بے حد احترام کرتے تھے اور ان سے ملاقات کے متمنی رہتے تھے، بہت سی باتیں ان سے پوچھا کرتے تھے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۷۴)

درس قرآن کا آغاز:۔ مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ ندوہ سے فارغ ہونے کے بعد ۱۹۳۰ء میں وطن واپس لوٹے تو لاہور کی مسجد مبارک میں جو اسلامی کالج (ریلوے روڈ) سے متصل ہے، درس قرآن اور خطابت کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ اس سے پہلے لاہور میں درس قرآن کے دو حلقے قائم تھے، ایک مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ کا شیرانوالہ گیٹ کی مسجد میں اور دوسرا بادشاہی مسجد کے سابق خطیب مولانا غلام مرشد رحمہ اللہ کا سنہری مسجد رنگ محل میں۔! اب تیسرا حلقہ درس مسجد مبارک میں مولانا حنیف ندوی کا قائم ہوا۔ یہ حلقہ اس اعتبار سے پہلے دونوں حلقوں سے منفرد تھا کہ اس میں قدیم اسلوب درس کے علاوہ جدید انداز بھی کارفرما تھا اور علوم وفنون نے جو پھیلاؤ اختیار کر لیا ہے، اس کا تذکرہ نہایت مؤثر اور اچھوتے انداز میں ہوتا تھا۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۷۵-۲۷۶)

اختلاف کرنے والے کی عزت وتکریم:۔ سعودی حکومت نے حجاز میں برسر اقتدار آنے کے بعد انہدام قبہ کا جو سلسلہ شروع کیا تھا اس میں ہندوستان کے بعض اہل علم اس کے مخالف تھے اور بعض حامی۔ ..! مولانا عبدالرحمٰن نگرامی حامیوں کی فہرست میں شامل تھے اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی کا اسم گرامی مخالفین کے زمرے میں آتا تھا۔ مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ نے بتایا کہ ایک مرتبہ مولانا عبدالباری کے زیر صدارت لکھنؤ کے ایک چوک میں جلسہ ہوا، مقررین میں مولانا عبدالرحمٰن نگرامی بھی شامل تھے۔ ان کی تقریر میں انہدام قبہ کا ذکر آیا تو اس ضمن میں سعودی حکومت کی تائید کرنا شروع کر دی۔ مولانا عبدالباری بہت بڑے عالم تھے اور ہر حلقے میں عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے، وہ غصے میں آ گئے۔ بولے: عبدالرحمٰن! میں تمہارا سر پھوڑ دوں گا۔

فاضل مقرر نے دوران تقریر میں سر جھکا کر جواب دیا: حضور۔! کاسۂ سر حاضر ہے، لیکن بات وہی صحیح ہے جو یہ خاکسار عرض کر رہا ہے۔

مولانا عبدالباری نے فرمایا: اچھا تقریر جاری رکھو۔

اللہ اللہ! کس قدر بلند اخلاق اور اونچے ذہن کے حامل تھے یہ لوگ۔ اپنی بات بھی کہہ رہے ہیں اور اپنے سے اختلاف کرنے والے کی عزت وتکریم کے تقاضے بھی بطریق احسن پورے کیے جا رہے ہیں۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۷۸-۲۷۸)

اساتذہ کا تعظیم سے ذکر کرنا:۔ ندوہ کے اساتذہ کا مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ بڑی تعظیم سے نام لیتے تھے اور ان کی بعض باتیں مزے لے لے کر سنایا کرتے تھے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۲۷۸)

باہمی نزاع دور کرنے میں اہم کردار:۔ آزادئ وطن سے کئی سال پہلے کی بات ہے کہ بعض مسائل کی تعبیر وتشریح کے سلسلے میں مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ کے درمیان اختلاف پیدا ہو گیا تھا جو طویل عرصے تک جاری رہا تھا اور اس کے اثرات اب بھی کسی حد تک باقی ہیں۔ یہ دونوں بزرگ مسلک اہلحدیث کے جلیل القدر عالم تھے۔ کسی نتیجے پر پہنچنے اور اختلاف ختم کرانے کے بارے میں جماعت اہلحدیث کے اہل علم کئی دفعہ مختلف مقامات پر جمع ہوئے مگر معاملہ حل نہ ہوا۔ یہ اختلاف ''ثنائی روپڑی نزاع'' کے نام سے معروف تھا۔ گفتگو کی ہر مجلس میں مولانا محمد حنیف ندوی کو شامل کیا جاتا تھا۔

جماعت اہلحدیث کے ایک جلیل القدر عالم مولانا محمد سورتی رحمہ اللہ تھے اور عربی ادب ولغت، صرف ونحو، حدیث وفقہ، اخبار وانساب اور رجال ورواۃ پر عبور واستحضار میں درجۂ امامت پر فائز تھے اور ان علوم وفنون کے تمام گوشوں پر انہیں مجتہدانہ بصیرت حاصل تھی۔ مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ نے بتایا کہ ثنائی روپڑی نزاع ختم کرانے کی غرض سے ایک مرتبہ مولانا سورتی رحمہ اللہ کی طرف رجوع کیا گیا۔ فریقین سے بات چیت شروع کرنے سے پہلے مولانا سورتی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حنیف ندوی رحمہ اللہ بھی ان کے ساتھ بیٹھیں گے اور اس معاملے میں ان کی مدد کریں گے۔

(قافلہ حدیث، ص: ۳۱۸-۳۱۹)

ندوۃ العلما کے اساتذہ کرام:۔ دارالعلوم ندوۃ العلما (لکھنؤ) میں مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ نے جن اساتذہ کے حضور زانوائے شاگردی تہہ کیا، ان میں مولانا حیدر حسن ٹونکی رحمہ اللہ اور شمس العلما مولانا حفیظ اللہ رحمہ اللہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ مولانا حیدر حسن ٹونکی نے سند حدیث شیخ حسین عرب یمنی رحمہ اللہ سے حاصل کی تھی، اس لحاظ سے مولانا حنیف ندوی اور شیخ حسین یمنی رحمہ اللہ کے درمیان صرف ایک واسطہ ہے۔

مولانا حفیظ اللہ صاحب کے استاذ مشہور عالم مولانا ابوالحسنات عبدالحئی رحمہ اللہ فرنگی محلی تھے، اس طرح مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ کا سلسلہ سند صرف ایک واسطے سے مولانا عبدالحئی رحمہ اللہ فرنگی محلی تک پہنچتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں کہنا چاہیے کہ ان کی سند عالی تھی۔

مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ ہمارے ملک کے طبقۂ علماء کے بہت بڑے رکن تھے جو مذہبی و اصلاحی تمام قدیم وجدید تحریکوں پر عمیق نگاہ رکھتے تھے اور ان کے تحلیل وتجزیے میں انہیں عبور حاصل تھا۔ مسائل مذہبی اور ضروریات زمانہ کو وہ نہایت اچھی طرح سمجھتے تھے اور دونوں کا تطابق کرتے وقت مذہب کے پلڑے کو ہمیشہ بھاری ثابت کرتے تھے۔

انہوں نے چھتیس برس ادارہ ثقافت اسلامیہ میں تصنیفی خدمات سرانجام دیں اور اپنے پیچھے نہایت قیمتی علمی ذخیرہ چھوڑا۔

اس قسم کے ہمہ گیر معلومات کے حامل لوگوں کی اصل ضرورت اس وقت محسوس ہوتی ہے، جب علمی تقاضے للکارتے اور اہم مسائل معاشرے پر حملہ آور ہوتے ہیں، اور پھر کوئی بھر دسے کا آدمی نہیں ملتا، جس کی طرف ان کے حل وکشود کیلئے رجوع کیا جا سکے اور جس کی گفتگو سے قلب وضمیر اطمینان کی دولت سے بہرہ ور ہو سکیں۔ اس فاضل دوراں نے ۱۲ جولائی ۱۹۸۷ء (۱۵ ذیقعدہ ۱۴۰۷ھ) کو وفات پائی۔ اللہ انہیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے۔ ان کی نماز جنازہ مولانا فضل الرحمٰن بن محمد ازہری (خطیب مسجد مبارک لاہور) نے پڑھائی تھی۔ (قافلہ حدیث، ص: ۳۲۲-۳۲۴)

تصوف پر علمی وعملی خدمات:۔ بہر حال مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ نے تصنیف وتالیف، مقالات ومضامین اور خطابت وتقریر کے رنگ میں اسلام کی بے حد خدمت کی۔ یہ ان کی چند کتابوں کا ذکر ہے، ان کی دیگر تصانیف کی طرف آیئے۔

افکار غزالی:۔ اس کتاب میں امام غزالی رحمہ اللہ کی ''احیاء علوم الدین'' کے بعض اہم مضامین کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔ اس پر طویل مقدمہ بھی ہے۔ پہلی مرتبہ ۱۹۵۶ء میں چھپی۔

تعلیمات غزالی:۔ یہ کتاب غزالی رحمہ اللہ کی ''احیاء علوم الدین'' کے گیارہ ابواب کی تلخیص ہے۔ وہ ہیں ابواب الصلوٰۃ، ابواب زکوٰۃ، حدیث صوم، اسرار حج، ذکر ودعا، تہذیب وآداب، نکاح ومعاشرت، محبت واخوت، معاملات، فہم قرآن، تفسیر بالرائے۔ کتاب پر طویل مقدمہ بھی ہے۔ پہلی مرتبہ ۱۹۶۲ء میں طبع ہوئی تھی۔

سرگزشت غزالی: ۔ یہ غزالی رحمہ اللہ کی "المنقذ من الضلال" کا ترجمہ ہے جو غزالی کی علمی زندگی کا نہایت دلچسپ حصہ ہے۔ پہلی مرتبہ ۱۹۵۹ء میں طبع ہوئی تھی۔

تہافت الفلاسفہ: ۔ نہایت شگفتہ اور رواں دواں اردو میں یہ غزالی رحمہ اللہ کی تہافت الفلاسفہ کی تفہیم و تلخیص ہے۔ پہلی مرتبہ ۱۹۷۴ء میں چھپی تھی۔

مکتوب مدنی: ۔ الٰہیات کے سلسلے میں یہ بحث خاص طور سے بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ اللہ تعالیٰ اور کائنات میں ربط و تعلق کی نوعیت کیا ہے؟ اس ضمن میں ابن عربی رحمہ اللہ نے وحدت الوجود کا نظریہ پیش کیا ہے، جس کا دو لفظوں میں مطلب یہ ہے کہ بحر وجود دراصل ایک ہے اور تمام کائنات اسی بحر بیکراں کی موجیں ہیں۔

مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے اس کے مقابلے میں "نظریہ شہود" کی وضاحت کی ہے، جس میں دو وجود ہیں۔ ایک وجود دنیا کا اور دوسرا حقیقت وراء الوراکا......!

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ان دونوں نظریوں کے درمیان تطبیق دینے کی کوشش کی ہے۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ سے ان کے دور کے مشہور عالم اسماعیل بن عبداللہ آفندی رومی مدنی نے اس سلسلے میں سوال کیا تو انہوں نے بذریعہ مکتوب اس کا تفصیلی جواب دیا جو کتابی شکل میں اشاعت پذیر ہوا۔ یہ مکتوب عربی زبان میں ہے اور مکتوب مدنی کے نام سے موسوم ہے۔

مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ نے شاہ صاحب کی اس اہم علمی کاوش کا شگفتہ اور سلیس اردو ترجمہ کر دیا ہے۔ وحدت وجود اور وحدت شہود کے موضوع پر گفتگو کرنے والوں کیلئے اس کا مطالعہ دلچسپی کا باعث ہوگا۔ (قافلہ حدیث، ص: ۳۳۴ تا ۳۳۷)

جامعہ اشرفیہ میں سید صاحب سے ملاقات: ۔ اب مولانا کے چند لطیفے سنیے۔ لطائف سے انہیں بایں علم و کمال خاص تعلق تھا۔ ان کا موضوع اسلامی فلسفہ تھا اور اس موضوع کے آدمی کو عام طور سے خشک اور یبوست زدہ سمجھا جاتا ہے، لیکن مولانا حنیف ندوی کا معاملہ اس سے بالکل الٹ تھا۔ وہ لطیفہ بیان کرتے بھی تھے اور بڑے شوق سے لطیفہ سنتے بھی تھے۔

۱۹۵۱ء میں علامہ سیّد سلیمان ندوی رحمہ اللہ جامعہ اشرفیہ کے جلسے میں لاہور تشریف لائے۔ اس وقت جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد میں مول چند بلڈنگ میں تھا۔ "الاعتصام" ان دنوں گوجرانوالہ سے شائع ہوتا تھا اور میں معاون مدیر کی حیثیت سے اس اخبار سے منسلک تھا۔ میں اور مولانا ندوی، سیّد صاحب سے ملاقات کیلئے جامعہ اشرفیہ گئے۔ وہ ایک کمرے میں قیام فرماتے اور ایک صاحب ان کے پاس بیٹھے تھے۔ ہم گئے تو وہ صاحب اُٹھ کر چلے گئے۔ شاید وہ اس انتظار میں تھے کہ کوئی آئے تو میں جاؤں۔ سیّد صاحب کو میں نے پہلی دفعہ دیکھا تھا اور پھر یہی رویت آخری رویت ثابت ہوئی۔ اس سے کئی سال پہلے سیّد صاحب مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے حلقۂ بیعت و ارادت میں شامل ہو چکے تھے۔

مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ کو دیکھ کر سیّد صاحب بہت خوش ہوئے اور بغل گیر ہو کر ملے۔ خیر و عافیت کے مبادلے اور ادھر ادھر کی چند باتوں کے بعد مولانا نے سیّد صاحب سے فرمایا۔ آپ نے "سیرۃ النبی" کو بہشتی زیور کے قدموں میں ڈال دیا ہے۔

سیّد صاحب نیچے دری پر گاؤ تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ انہوں نے جسم کو تھوڑی سی حرکت دی اور مسکراتے ہوئے فرمایا:

آپ ہماری عمر کو پہنچیں گے تو آپ بھی یہی کریں گے۔

مولانا نے جواب دیا: میرا ابھی یہی خیال ہے کہ آپ پر عمر کا اثر ہے۔

یہ الفاظ سن کر سیّد صاحب کے چہرے پر اور مسکراہٹ پھیل گئی اور خاموشی اختیار فرمالی۔

اس کمرے کی دیوار پر جس میں سیّد صاحب کا قیام تھا، جامعہ اشرفیہ کے اس جلسے کا اشتہار لٹک رہا تھا۔ مولانا کی اس پر نگاہ پڑی تو دیکھا کہ ہر عالم کے نام کے ساتھ "حضرت" کا لفظ مرقوم ہے، لیکن سیّد صاحب کو "مورخ اسلام سیّد سلیمان ندوی" لکھا گیا ہے۔ مولانا نے کہا:

"یہ اشتہار دیکھیے، اس حلقے میں آپ ہمیشہ "مورخ اسلام" ہی رہیں گے۔ آپ کی "حضرت" بننے کی خواہش یہاں کبھی پوری نہیں

ہو گی۔ ’’حضرت‘‘ وہی لوگ ہوں گے جو پہلے سے اس حلقے سے وابستہ ہیں۔ یہ اعزاز آپ کو نہیں ملے گا۔

سیّد صاحب نے ہلکا سا تبسم فرمایا، لیکن مولانا کے اس طنز کا کوئی جواب نہیں دیا۔

اس کے بعد اور باتیں ہونے لگیں۔ گھنٹے سوا گھنٹے کے قریب ہم وہاں رہے۔ واپسی کیلئے اجازت چاہی تو فرمایا آپ کا اخبار ’’الاعتصام‘‘ مجھے پہنچ رہا ہے۔ آپ کے مضامین پڑھ کر بہت خوشی ہوتی ہے، اس میں نئی نئی باتیں مطالعہ میں آتی ہیں۔ (قافلہ حدیث، ص:۳۳۹-۳۴۱)

قرب صالحین میں تدفین کی خواہش:۔ حکیم صاحب اپنے بیٹوں کو کہا کرتے تھے کہ انہیں حافظ صاحب کے قریب دفن کیا جائے۔ جب بیمار ہو جاتے تو بار بار کہتے کہ ان کی قبر حافظ کی قبر سے متصل ہونی چاہیے۔ وفات سے پندرہ دن پہلے جب وہ تندرست تھے اور کسی مریض کیلئے دوا تیار کر رہے تھے اپنے صاحب زادے جناب عتیق الرحمٰن سے کہا کہ میری موت کا وقت قریب ہے، مجھے حافظ صاحب کے قریب دفن کرنا۔ یہ میرا اتم پر فرض ہے، جس پر عمل کرنا ضروری ہے۔ یہ بات انہوں نے ایک سے زیادہ دفعہ کہی۔ (قافلہ حدیث، ص:۴۱۶)

وقت رخصت کشف:۔ رات کے بارہ بجے کے قریب ڈاکٹر یوسف کو آواز دی اور ان سے اپنی عینک مانگی۔ ڈاکٹر صاحب نے ادھر ادھر عینک تلاش کی تو انہیں نہ ملی۔ پھر خود ہی تکیے کے نیچے سے عینک نکال کر آنکھوں پر لگائی اور اس طرح دیکھنے لگے جیسے کسی کو پہچاننے کی کوشش کر رہے ہوں۔ اسی اثنا میں ڈاکٹر صاحب سے کہا: میرے سینے سے لگ جاؤ۔ سینے سے لگا کر انہیں زور سے بھینچا اور دو دفعہ کہا:

’’استغفر اللہ استغفر اللہ‘‘ یہ آخری کلمہ تھا جو ان کی زبان سے ادا ہوا اور پھر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ (قافلہ حدیث، ص:۴۱۸)

تہجد کی اہمیت:۔ مولانا مرحوم کا ایک قول بہت خوب ہے۔ جو داؤد صاحب مرحوم نے بیان کیا کہ جو مولوی تہجد نہیں پڑھتا، وہ دین سے مخلص نہیں، کیونکہ پانچ نمازیں تو اس کا روزگار ہے۔ (قافلہ حدیث، ص:۴۲۱)

خواب کے ذریعے اشارے:۔ اب دو خواب ملاحظہ ہوں جو عبداللہ سلیم کی وفات سے قبل مولانا محمد یوسف رحمہ اللہ نے دیکھے۔

پہلا خواب انہوں نے یہ دیکھا کہ ان کے استاذ مکرم مولانا عطاء اللہ لکھوی رحمہ اللہ کے صاحب زادہ گرامی قدر حافظ عزیز الرحمان لکھوی (مرحوم) تشریف لائے۔ اس وقت وہ وضو کر رہے تھے۔ حافظ صاحب کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور فرمایا اب میں لکھویوں کو نہیں چھوڑوں گا۔ اتنے میں حافظ صاحب نے ان کے قریب ہو کر بائیں پہلو میں پاؤں سے اس قدر زور سے ٹھوکر لگائی کہ وہ شدت درد سے چلا اٹھے اور مضروب حصے کو پکڑ کر کافی دیر بیٹھے کراہتے رہے۔

اس شدید درد کی تعبیر ان کے نزدیک ان کے بیٹے عبداللہ سلیم کی وفات تھی، جو اس خواب سے کچھ عرصہ بعد ظہور میں آئی۔

دوسرا خواب مولانا محمد یوسف نے اس وقت دیکھا جب وہ لاہور میں زیر علاج تھے۔ انہوں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ ان کا ایک دانت جو بالکل ٹھیک حالت میں تھا، ٹوٹ گیا ہے۔ اس کی تعبیر انہوں نے یہ کی کہ ان کا کوئی جوان بیٹا یا بیٹی اچانک وفات پا جائیں گے۔ چنانچہ خواب سے چند روز بعد عبداللہ سلیم وفات پا گئے۔

آخر میں ایک اور خواب سنیے جو مولوی احمد حسن لقمان (چک نمبر ۱۰/ون ایل، تحصیل رینالہ خورد، ضلع اوکاڑہ) نے مولانا عبداللہ سلیم کی وفات کے بعد دیکھا۔ وہ خواب یہ ہے کہ مولانا عبداللہ سلیم اپنے دار الحدیث کے دفتر میں بیٹھے ہیں۔ ان کے والد گرامی مولانا یوسف اور بھائی بھی وہاں موجود ہیں۔ ایک اجنبی شخص آیا اور اس نے عبداللہ سلیم رحمہ اللہ کو پرندوں کا بھنا ہوا گوشت پیش کیا۔ مولانا عبداللہ سلیم رحمہ اللہ نے ایک کونے میں بیٹھ کر اسے کھانا شروع کر دیا۔ کسی کو کھانے میں شرکت کی دعوت نہ دی۔

مولانا محمد یوسف نے یہ خواب سنا تو بے ساختہ ان کی زبان سے قرآن مجید کے یہ الفاظ نکلے۔ ’’وَلَحم طیر مما یشتھون‘‘

(یہ سورۂ واقعہ کی اکیسویں آیت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جنتی لوگ پرندوں کا، جس قسم کا گوشت جی چاہے گا، کھائیں گے۔)

مولانا محمد یوسف نے اس خواب کو عبداللہ سلیم کیلئے جنت کی بشارت سے تعبیر کیا اور یہی تعبیر صحیح معلوم ہوتی ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

(قافلہ حدیث، ص:۴۴۰-۴۴۱)

قبلہ گاہ تشنگان فیض روحانی:۔ حافظ محمد سے لے کر اکتیسویں پشت میں ان کا سلسلہ نسب امام محمد بن حنیفہ رحمہ اللہ کی وساطت سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ خاندانی اعتبار سے یہ علوی ہیں اور اپنے اپنے عہد میں اس سلسلے کے تمام بزرگ قبلہ گاہ تشنگان فیض رہے ہیں۔ مخلوق خدا کی اصلاح اور علمی روحانی نفع رسانی ان کا بنیادی فریضہ تھا جسے یہ کامل اخلاص اور پوری تندہی سے انجام دیتے رہے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۴۵-۴۴۶)

حافظ محمد صاحب کی نسبتیں:۔ حافظ محمد رحمہ اللہ خاندان لکھویہ کے گل سرسبد مولانا محمد علی لکھوی رحمہ اللہ کے پوتے، مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ کے بیٹے اور جماعت اہلحدیث کے رہنما مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ کے بھتیجے تھے۔ والدہ کی طرف سے استاذِ پنجاب حضرت مولانا عطاء اللہ لکھوی رحمہ اللہ کے نواسے اور مولانا عبدالرحمٰن، مولانا حبیب الرحمٰن، حافظ شفیق الرحمٰن اور حافظ عزیز الرحمٰن لکھوی کے بھانجے تھے۔ ان چار بھائیوں میں سے حبیب الرحمٰن لکھوی نے ۲۰ مئی ۱۹۷۳ء کو وفات پائی، حافظ عزیز الرحمٰن کا انتقال آٹھ نو برس پہلے ہوا اور مولانا عبدالرحمٰن لکھوی ۴ مارچ ۲۰۰۱ء کو فوت ہوئے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۴۶)

بڑوں کا ادب و تعظیم:۔ اپنے بڑوں کے ساتھ تعلق رکھنے والوں سے تکریم سے پیش آنا، اسلامی ثقافت اور دینی تہذیب کا بنیادی عنصر ہے جس سے حافظ محمد آگاہ بھی تھے اور اس پر عامل بھی ...! (قافلہ حدیث، ص: ۴۴۶-۴۴۷)

تعویذ فارمیسی میں لوگوں کا ہجوم:۔ ان کے چھوٹے بھائی مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ کے پاس بے شمار تعویذ لینے والے آتے ہیں اور وہ انہیں تعویذ دیتے ہیں۔ ہم نے ان کے سلسلہ تعویذات کا نام "تعویذ فارمیسی" رکھا تھا۔ ہفتے میں دو دن (اتوار اور پیر) انہوں نے تعویذات کیلئے وقف کر رکھے ہیں۔ ماشاءاللہ ان کی تعویذ فارمیسی خوب چلتی ہے۔ وہ صبح کو اپنے تعویذ خانے میں بیٹھ جاتے ہیں اور شام تک لوگوں کو تعویذ پر تعویذ دیتے چلے جاتے ہیں۔ جنرل ضیاء الحق بھی ان سے تعویذ لیتا تھا اور ان سے دعا کی درخواست کیا کرتا تھا۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۴۸)

پریشانیوں میں مؤثر تعویذ:۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ بعض معاملات میں ان کا تعویذ اثر کرتا ہے، بشرطیکہ تعویذ لینے والا صدق دل سے تعویذ لے۔ مثلاً جنات کے سلسلے میں ان کا دم اور تعویذ مؤثر ہے، اسی طرح بچوں کی بیماریاں اٹھرا وغیرہ کیلئے بھی ان کے تعویذ میں اللہ نے تاثیر رکھی ہے۔ عورتوں کی بعض بیماریوں کیلئے بھی ان کا تعویذ اللہ کے فضل سے افاقے کا باعث بنتا ہے لیکن مولانا محی الدین تعویذ رحمہ اللہ نہیں دیتے تھے، نمک پر دم کر دیتے تھے اور اس کے استعمال سے اللہ تکلیف رفع فرما دیتا تھا۔ ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر تھا کہ بعض لوگوں نے ان سے نمک پر دم کرایا۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۴۸)

جنات کے نام خط:۔ مولانا محی الدین رحمہ اللہ کی تقویٰ شعاری کا اندازہ اس واقعہ سے لگایئے کہ مرکز الاسلام سے کچھ فاصلے پر ایک گاؤں میں خلجیوں کا ایک زمین دار خاندان آباد تھا۔ ان کا مولانا محی الدین رحمہ اللہ سے کسی معاملے میں کچھ اختلاف تھا، جس کی تفصیل کا مجھے علم نہیں۔ انہیں جنات پریشان کرتے تھے اور ان کیلئے مصیبت کا باعث بنے ہوئے تھے۔ . بعض لوگوں نے ان سے کہا کہ مولانا محی الدین رحمہ اللہ کی خدمت میں جاؤ، انہیں ساری بات بتاؤ، وہ اللہ اللہ کریں گے اور خدا بھلی کرے گا۔

خلجی ان کے پاس جانے سے گھبراتے تھے کہ ایسا نہ ہو، مولانا ہم پر خفگی کا اظہار فرمائیں اور ہمیں شرمندہ ہونا پڑے۔

لوگوں نے کہا: ایسی کوئی بات نہیں تم جاؤ، وہ بہت اچھی طرح پیش آئیں گے، اللہ کا نام لیں گے اور تمہاری تکلیف رفع ہو جائیگی۔

چنانچہ وہ مولانا کی خدمت میں آئے اور اپنی بپتا بیان کی.. مجھے یاد پڑتا ہے، مولانا نے جنات کے نام ان کو اس قسم کے چند الفاظ لکھ دیئے تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

از محی الدین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ یہ لوگ تمہارے ہاتھوں بہت پریشان ہیں۔ اب تم چلے جاؤ۔ والسلام

فرمایا: یہ رقعہ کسی صاف ستھرے کپڑے میں بند کر کے گھر کے بڑے دروازے پر باندھ دو، اللہ تعالیٰ تکلیف رفع فرما دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، اور ان لوگوں کی پریشانی ختم ہوگئی۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۴۸-۴۴۹)

لکھوی خاندان کو جنات سے ملا خاص تعویذ:۔ لکھوی حضرات کے تعویذات سے متعلق جو بات مشہور تھی اور ہم نے سنی تھی، وہ بھی یہاں بیان کر دیں۔ کہتے ہیں شدید سردیوں کے دن تھے، ان کے بزرگوں میں سے ایک بزرگ حسب معمول آدھی رات کو تہجد کی نماز پڑھنے مسجد میں گئے۔ اندر داخل ہوئے تو ایک شخص کو جو مسجد میں لیٹا ہوا تھا، ان کے پاؤں کی ٹھوکر لگی۔ اس نے کہا تمہیں دکھائی نہیں دیتا، میں لیٹا ہوا ہوں اور تم مجھے ٹھوکر لگا رہے ہو۔؟

انہوں نے کہا: مسجد میں اندھیرا ہے، اس لیے مجھے پتا نہیں چلا کہ تم یہاں لیٹے ہوئے ہو، تمہیں تکلیف ہوئی۔ میں معافی چاہتا ہوں، لیکن یہ بتاؤ تم کون ہو جو اتنی جلدی مسجد میں آگئے ہو۔؟

وہ شخص اُٹھا اور کہا میرے ساتھ باہر آیئے۔ وہ اس کے ساتھ چل پڑے۔ ایک اونچی جگہ پر کھڑے ہو کر اس نے کہا وہ سامنے دیکھئے دور تک کیا نظر آ رہا ہے؟

جواب دیا: یہ جھگیاں سی ہیں جن میں بہت سے لوگ دکھائی دے رہے ہیں۔

اس نے کہا: یہ جنوں کی جھگیاں ہیں جو بہت بڑی تعداد میں یہاں آئے ہیں۔ میں اس گروہ کا سربراہ ہوں۔ اگر کسی کو جن کی شکایت ہو تو (ایک دعا بتائی کہ) یہ لکھ کر اسے پلا یئے (یا اس کے گلے میں ڈالیے) شکایت رفع ہو جائے گی۔ اور آپ کی سات پشتوں تک اس سے فائدے کا سلسلہ جاری رہے گا۔ (یہ دعا مجھے معلوم نہیں کون سی تھی)

سنا ہے مولانا معین الدین لکھوی تک چھٹی (یا ساتویں) پشت ہے۔ یہ جو کچھ میں نے بیان کیا ہے روایت باللفظ نہیں، روایت بالمعنی ہے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۵۹-۴۶۰)

رحم دلی اور نرم مزاجی:۔ مولانا محی الدین رحمہ اللہ نہایت رحم دل اور نرم مزاج تھے۔ ہمیشہ اپنی ضرورت نظر انداز کر کے دوسرے کی ضرورت پورا کرنے کی کوشش کرتے۔ ایک مرتبہ نیا کھیس اوڑھے ہوئے تھے۔ ایک شخص کو دیکھا کہ سردی سے ٹھٹھر رہا ہے۔ کھیس اتار کر اسے دے دیا۔

کچھ عرصہ پیشتر میں نے سنا تھا کہ نئی موٹر سائیکل پر کہیں جا رہے تھے۔ ایک شخص نے جس سے کوئی جان پہچان نہیں تھی، ان کو روکا اور بہ انداز لجاجت کہا کہ: ذرا موٹر سائیکل دیجیے، مجھے فلاں شخص سے کچھ کام ہے، ابھی آتا ہوں ...اسے موٹر سائیکل دے دیا اور وہ لے کر چلتا بنا۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۶۰-۴۶۱)

تحیۃ الوضو کی پابندی:۔ ہر وقت باوضو رہنے کی کوشش کرتے تھے اور بسا اوقات وضو کے بعد ''تحیۃ الوضو'' کی دو رکعتیں پڑھتے تھے۔ کسی مسجد میں تشریف لے جاتے تو مسجد میں بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ''تحیۃ المسجد'' پڑھتے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۶۹)

مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ کی پگڑی:۔ مولانا عبدالقادر روپڑی رحمہ اللہ سر پر کلے والی مشہدی پگڑی باندھا کرتے تھے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۴۸۸)

حافظ عبدالرحمٰن کمیرپوری رحمہ اللہ (وفات ۹ مارچ ۲۰۰۰ء)

مزاج کی سادگی اور نوافل کا اہتمام:۔ حافظ صاحب کے دل میں خدمت کا دین کا بے پناہ جذبہ پایا جاتا تھا اور ہر وقت کسی نہ کسی صورت میں اس کی تبلیغ و اشاعت میں مشغول رہتے تھے۔ نماز خشوع و خضوع سے پڑھتے تھے۔ ان کا زیادہ وقت مسجد میں گزرتا تھا۔ نفلی روزے بہ کثرت رکھتے تھے۔ اللہ کا ذکر ان پر ہر آن طاری رہتا تھا۔ کھانا دن رات میں صرف ایک وقت کھاتے تھے۔ شہر میں کہیں جانا ہوتا تو سائیکل پر جاتے تھے اور یہی ان کی پسندیدہ سواری تھی۔ دنیوی تکلفات سے ہمیشہ دور رہے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۵۱۴)

مولانا عبدالعظیم انصاری رحمہ اللہ کے والد کا ذوق تصوف (ولادت ۱۹۱۶ء)

مولانا عبدالعظیم انصاری کے والد کی بیعت:۔ عبدالعظیم کے آباؤ اجداد دراصل موضع ''بلہر'' کے رہنے والے تھے جو تقسیم ملک سے قبل ضلع لاہور کے ایک مشہور قصبے ''پٹی'' کے قریب تھا۔

ان کے والد مرحوم ایک صالح بزرگ تھے جو اپنے دور اور علاقے کے اہل علم اور اصحاب صلاح سے عقیدت مندانہ مراسم رکھتے تھے۔ حضرت سیّد محمد شریف گھڑیالوی رحمہ اللہ اس نواح کے نہایت صاحب تقویٰ بزرگ تھے، عظیم صاحب کے والد شاہ صاحب رحمہ اللہ کے حلقہ بیعت میں شامل تھے اور ان کی خدمت میں حاضری دینا اور ان سے استفاضہ کرنا ان کے معمولات کا ضروری حصہ تھا۔ (قافلہ حدیث، ص:۵۱۶ تا ۵۱۸)

مبارک خواب اور اساتذہ کی تعبیر:۔ مولانا نے جو خواب دیکھے تھے، یہاں ان کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

فارغ التحصیل ہونے کے بعد انہوں نے خواب میں دیکھا کہ کسی سفر پر جا رہے ہیں۔ راستے میں دریا بہہ رہا ہے۔ وہ اس میں داخل ہو گئے۔ ان کے پاس تعلیم سے فراغت کی سند بھی ہے۔ پانی بہت زیادہ ہے۔ وہ اپنی سند بھیگنے سے بچانا چاہتے ہیں۔ لیکن بے حد کوشش کے باوجود نہیں بچا سکے۔ سند بھیگ گئی اور الفاظ کی سیاہی کاغذ پر ادھر ادھر پھیل گئی۔ اس سے وہ بہت پریشان ہوئے۔

خواب اساتذہ سے بیان کیا تو انہوں نے کہا اس میں پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں، یہ بہت اچھا خواب ہے۔ اس کی تعبیر یہ ہے کہ اللہ تم سے اپنے دین کا کام لے گا اور لوگ تم سے علم حاصل کریں گے اور اپنی قابلیت کے مطابق مشرق و مغرب اور جنوب و شمال میں جا کر اللہ کے دین کی تبلیغ کریں گے، اس طرح وہ تم سے حاصل کردہ علم کو مختلف علاقوں میں پھیلانے کا باعث بنیں گے۔ (قافلہ حدیث، ص. ۵۳۵)

خواب میں موت کا غیبی اشارہ:۔ مولانا محمد داؤد ارشد رحمہ اللہ کے ایک شاگرد حافظ عبدالمنان ملتانی روایت کرتے ہیں کہ ایک دن وہ مولانا سے مسلم شریف پڑھ رہے تھے۔ اچانک مولانا نے کتاب بند کر دی اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ شاگرد (حافظ عبدالمنان) نے استاذ محترم سے عرض کیا: آپ کو اچانک کوئی تکلیف ہو گئی ہے؟

فرمایا: نہیں... کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ بات یہ ہے کہ رات میں نے خواب میں دیکھا کہ پانی کا ایک کنواں ہے، جو پہلے جاری تھا اور لوگ اس سے خوب پانی بھر رہے تھے اور اپنی پیاس بجھا رہے تھے۔ پھر وہ کنواں اچانک بند ہو گیا۔

اس کی تعبیر مجھے یہ معلوم ہوتی ہے کہ میری زندگی اب بہت کم رہ گئی ہے اور تدریس کا یہ سلسلہ جو میں چلا رہا ہوں ختم ہونے والا ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس سے چند روز بعد ۹ مئی ۱۹۶۶ء کو وہ اس دنیائے فانی سے عالم آخرت کی طرف روانہ ہو گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ (قافلہ حدیث، ص:۵۳۹)

احناف اور اہلحدیث کا اکٹھے نماز پڑھنا:۔ ضلع اوکاڑہ کا ایک مشہور گاؤں جینھ پور ہے جو راجووال سے بجانب جنوب سات میل کے فاصلے پر ہے، یہاں کی مسجد میں احناف اور اہلحدیث اکٹھے نماز ادا کرتے تھے۔

ضلع اوکاڑہ میں دیپالپور روڈ پر ''بیٹیاں'' کے قریب ایک آبادی ہے، وہاں مولانا نے جنوری ۱۹۷۰ء میں مسجد اہلحدیث کی بنیاد رکھی۔ اس مسجد کی تعمیر کیلئے مولانا نے بڑی کوشش کی۔ مسجد کا نگران صوفی عبدالحمید کو بنایا گیا۔ اس مسجد کی وجہ سے وہاں اہلحدیث کی تعداد میں کافی اضافہ ہوا ہے۔ (قافلہ حدیث، ص:۵۵۰-۵۵۲)

فقہی اشکال اور خواب میں رہنمائی:۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں یہ باب قائم کیا ہے۔ ''باب مایذکر فی الفخذ'' (بخاری، ج:۲، ص:۵۳) ''فخذ'' عربی میں ران کو کہتے ہیں۔ یہ ایک سوال ہے کہ ران انسانی ستر میں شامل ہے یا نہیں؟ یہ اشکال اکثر ذہن میں گردش کرتا رہتا تھا۔ ایک دفعہ خواب میں حضرت حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی۔ مولانا نے یہ مسئلہ ان سے دریافت کیا۔ یہ مسئلہ نبی پاک ﷺ سے روایت کرنے والے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ اور جرہد بن جحش رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان سے مروی حدیث

کا خلاصہ یہ ہے کہ ران ستر میں شامل ہے۔ کیونکہ اس روایت میں "هذا احوط عندي" کے لفظ ہیں۔ یہ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے لفظ ہیں، جب کہ ایک دوسری حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ران انسانی ستر میں شامل نہیں۔ عام حالات میں بعض دفعہ آنحضور ﷺ کی ران اتفاقاً برہنہ ہو جاتی تھی اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سنداً بھی جرہد کی روایت سے قوی ہے، تو حافظ صاحب نے جواب میں فرمایا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے جو ثابت ہے وہی معتبر ہے کہ ران ستر میں شامل نہیں، لیکن میرا وجدان حضرت جرہد رضی اللہ عنہ کی روایت کی طرف مائل ہے، اگرچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث سے قوی سند کے ساتھ ران کا ستر میں شامل نہ ہونا ثابت ہے تاہم اس کے چھپانے میں احتیاط ہے تاکہ ہم اختلاف سے بچ سکیں۔ حتى نخرج من اختلافهم امام بخاری رحمہ اللہ کا یہی فتویٰ ہے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۵۵۳-۵۵۴)

گزرے ہوؤں کو بھولنا...... ہمارا المیہ:۔ ان لوگوں کو ہماری نئی نسل کہاں جانتی ہے۔ چند حضرات کے سوا ان کیلئے یہ سب لوگ اجنبی ہیں۔ ہم زندہ لوگوں کو تو تھوڑا بہت یاد رکھتے ہیں، مردوں سے تعلقات توڑ لیتے ہیں۔ اگرچہ وہ اپنے دور کے کتنے بڑے لوگ ہوں۔ یہی مطلب ہے اپنی تاریخ کو بھول جانے اور اپنے ماضی کو نظر انداز کر دینے کا۔! (قافلہ حدیث، ص: ۵۵۵)

صوفی عبداللہ صاحب کی کسرنفسی:۔ (ہمارے اکابرین کی زندگی میں بڑی بڑی نسبتیں ہونے کے باوجود ان کا اپنی نگاہوں میں کیا مقام تھا اس کی ایک جھلک ملاحظہ فرمایئے: از مرتب اثری) ابو المساکین فقیر الی اللہ صوفی محمد عبداللہ، مہتمم دارالعلوم تعلیم الاسلام، ماموں کانجن: ضلع لائل پور۔ (قافلہ حدیث، ص: ۵۶۰)

مولانا محمد صادق خلیل رحمہ اللہ کے خاندان میں ذوق تصوف (ولادت مارچ ۱۹۲۵ء)

مولانا محمد صادق خلیل کے والد کی بیعت:۔ بہر حال صادق صاحب کے والد جو نہایت متقی اور پرہیزگار بزرگ تھے، صوفی صاحب کے نزدیک بے حد قابل اعتماد تھے۔ میں نے ان کو دیکھا ہے، انتہائی منکسر اور نیک خصال بزرگ تھے۔

صوفی صاحب کے وہ مرید بھی تھے اور ان کے شاگرد بھی تھے۔ انہوں نے قرآن مجید کا ترجمہ صوفی صاحب سے پڑھا تھا اور اپنے اس استاد اور مرشد کے وہ مخلص ترین خدمت گزار تھے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۵۷۲)

چار سال مادر شکم میں رہنا:۔ یہاں ایک حیرت انگیز بات سنتے جایئے، وہ یہ کہ محمد صادق چار سال شکم مادر میں رہے۔ سلسلہ ولادت کی اصطلاح میں اسے "پیٹ لگ جانا" کہا جاتا ہے۔ صوفی صاحب کو ان کے والد نے یہ بات بتائی اور دعا کی درخواست کی تو انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں دعا کی اور بچہ پیدا ہوا جس کا نام محمد صادق رکھا گیا۔ یہ اپنے والدین کی آخری عمر کی اولاد ہیں اور ان کے اکلوتے بیٹے۔ صوفی صاحب نے ان کے والد سے کہا تھا کہ تمہارا یہ بچہ عالم فاضل ہوگا اور اسی حیثیت سے شہرت پائے گا۔ چنانچہ یہی ہوا۔

محمد صادق مارچ ۱۹۲۵ء میں پیدا ہوئے۔ (قافلہ حدیث، ص: ۵۷۲)

بچپن کا خواب اور مبارک تعبیر:۔ صادق صاحب بتاتے ہیں کہ جب وہ سکول میں پڑھتے تھے تو تقریباً ہر رات یہ خواب دیکھتے تھے کہ فضا میں اڑ رہے ہیں اور اڑتے ہوئے اپنے ساتھی طالب علموں سے کہتے ہیں آؤ تم بھی میرے ساتھ اڑو۔ وہ تو ان کا ساتھ نہیں دیتے تھے۔ لیکن یہ خود اڑتے ہوئے دور تک پہنچ جاتے، پھر نہایت آسانی سے جب جی چاہتا فضا سے زمین پر آ جاتے۔ اس خواب کی جو وہ مسلسل دیکھتے تھے، یہی تعبیر معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے طویل عرصے تک تدریسی خدمت انجام دی اور ان سے بے شمار شاگردوں نے تعلیم حاصل کی، جن کے ذریعے دور دراز علاقوں تک علم پہنچا۔ (قافلہ حدیث، ص: ۵۷۲-۵۷۳)

سب سے بنا کر رکھتے:۔ مولانا محمد یوسف نہایت دھیمی طبیعت کے مالک ہیں۔ متحمل مزاج اور خوش کلام، سب سے بنا کر رکھتے ہیں۔ اپنی بات مثبت انداز میں کہنے کے عادی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس علاقے کے احناف بھی ان سے متاثر ہیں اور ان کے علمائے کرام

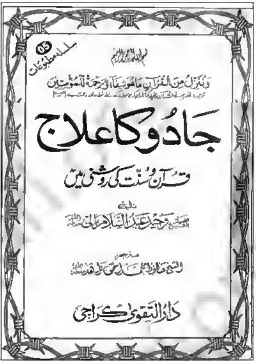

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلسلہ مطبوعات 05

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ

جادو کا علاج

قرآن و سنّت کی روشنی میں

تالیف

فضیلۃ الشیخ وحید عبد السلام بالی حفظہ اللہ

مترجم

الشیخ حافظ محمد اسحاق زاہد حفظہ اللہ

دار التقوی کراچی

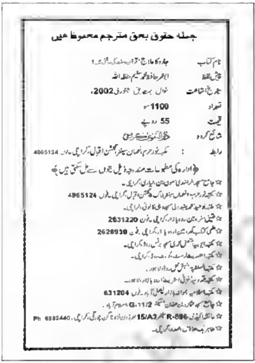

جملہ حقوق بحق مترجم محفوظ ہیں

نام کتاب: جادو کا علاج (قرآن و سنت کی روشنی میں) 1
پیش لفظ: ابو عمر حافظ محمد سلیم حفظہ اللہ
تاریخ اشاعت: شوال بمطابق جنوری 2002ء
تعداد: 1100
قیمت: 55 روپے
شائع کردہ: دار التقوی کراچی
رابطہ: مکتبہ نور حرم نعمان سینٹر گلشن اقبال کراچی۔ فون 4965124

ادارہ کی مطبوعات مندرجہ ذیل پتوں سے مل سکتی ہیں

- ☆ جامع مسجد [illegible] کراچی۔
- ☆ مکتبہ نور حرم [illegible] گلشن اقبال کراچی۔ فون 4965124
- ☆ [illegible] کراچی۔
- ☆ [illegible] کراچی۔ فون 2631220
- ☆ [illegible] کراچی۔ فون 2628930
- ☆ [illegible] کراچی۔
- ☆ [illegible] کراچی۔
- ☆ [illegible] لاہور۔
- ☆ [illegible] لاہور۔
- ☆ [illegible] فیصل آباد۔ فون 631204
- ☆ [illegible] G-11/2 [illegible]
- ☆ [illegible] R-686 بلاک 15/A3 [illegible] کراچی۔ Ph 6882440
- ☆ [illegible]

دار السلام

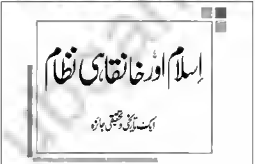

اسلام اور خانقاہی نظام

ایک تاریخی و تحقیقی جائزہ

پروفیسر ڈاکٹر امان اللہ بھٹی

دار السلام

ان سے قریبی علاقے رکھتے ہیں۔ (قافلہ حدیث، ص:۵۸۸)

ڈاکٹر محمد لقمان سلفی کا ٹوپی ورومال استعمال فرمانا:۔ عربوں جیسی سفید لمبی عبا زیب تن، سر پر کپڑے کی ٹوپی اور اس کے اوپر سفید رومال، پاؤں میں چپل، یہ تھے ڈاکٹر محمد لقمان سلفی ۔ ! ان کے ماتھے سے اوپر ٹوپی کی اوٹ سے سر کے بال منڈے ہوئے دکھائی دے رہے تھے، جس کا مطلب یہ تھا کہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کر چکے جو لباس انہوں نے اس وقت زیب تن کر رکھا تھا، وہاں کے بڑے چھوٹوں کا یہی لباس ہے۔ (قافلہ حدیث، ص:۵۹۴)

ڈاکٹر وصی اللہ رحمہ اللہ کا ٹوپی استعمال فرمانا:۔ ڈاکٹر وصی اللہ رحمہ اللہ سر پر کپڑے کی ٹوپی زیب تن فرماتے۔ (قافلہ حدیث، ص:۶۱۷)

نام کتاب:۔جادو کا علاج قرآن وسنت کی روشنی میں

تالیف:۔فضیلۃ الشیخ وحید عبد السلام بالی حفظہ اللہ .... مترجم:۔الشیخ حافظ محمد اسحٰق زاہد حفظہ اللہ

مترجم کی گزارش:۔ دیگر کئی خرابیاں جب ہمارے معاشرے میں منتشر ہیں تو میدانِ دعوت الی اللہ کے ہر کارکن کا فریضہ ہے کہ وہ عوام الناس کو ان کے متعلق آگاہ کریں، ان کے عقیدے کی تصحیح کریں اور انہیں ان روحانی بابوں اور جادوگروں کی شرانگیزیوں کی تفصیلات کے بارے میں بتائیں تاکہ وہ ان کے پاس جانے سے پرہیز کریں۔

اسی ضرورت کے پیشِ نظر میں نے الشیخ وحید عبد السلام بالی حفظہ اللہ کی کتاب ''الصارم البتار فی التصدی للسحرة الأشرار'' کو اردو زبان میں منتقل کیا ہے، اور اپنے تئیں کوشش کی ہے کہ اس کا ترجمہ آسان اردو میں ہو تاکہ عام لوگ اسے اچھی طرح سے سمجھ سکیں، اگر کسی مسلمان کو اس کتاب سے کوئی فائدہ پہنچے تو اس سے میری اپیل ہے کہ وہ صاحبِ کتاب اور اس کے مترجم کیلئے دعا کرے۔ اللہ رب العزت ہر مسلمان کو ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھے، وهو ولي التوفيق۔

حافظ محمد اسحاق (عفا اللہ عنہ)

''کویت، مورخہ ۲/ذوالقعدہ/۱۴۲۰ھ مطابق ۶/فروری/۲۰۰۰'' (جادو کا علاج، ص:۱۰)

مولانا عبد الخالق محمد صادق کا اعتماد:۔ دورِ حاضر میں جہاں جادوگری کا مکروہ دھندا عروج پر ہے اور معاشرے کے یہ خطرناک دشمن (جادو کرنے اور کروانے والے) امن وسکون کو غارت کرنے اور خاندانوں میں فتنہ وفساد بپا کرنے میں مصروفِ کار ہیں وہاں بندگانِ رب العالمین کے بہی خواہ اور ناصحین بھی انسانیت کو ان خطرات سے آگاہ کرنے اور ان کے عقائد واعمال کی اصلاح کیلئے کوشاں اور سرگرم عمل ہیں، انہیں خیر خواہانِ امت میں سے فضیلۃ الشیخ وحید عبد السلام بالی حفظہ اللہ ہیں جنہوں نے ''الصارم البتار فی التصدی للسحرة الأشرار'' جیسی انتہائی جامع اور مفید کتاب لکھ کر لوگوں کی صحیح سمت میں رہنمائی فرمائی ہے۔ یہ کتاب سات فصول پر مشتمل ہے جن میں انہوں نے جادو کی حقیقت، کتاب وسنت کی روشنی میں جادوگری کا حکم، جنات کی حقیقت اور جادو کے سلسلے میں ان کا عمل دخل، جادو کی مختلف صورتیں اور جادوگروں کے مختلف طریقہ ہائے واردات، جادو کا شرعی علاج اور اس سے بچاؤ کے طریقے، نظرِ بند کی حقیقت اور اس کا علاج جیسے اہم موضوعات پر سیر حاصل بحث کی ہے، اصل کتاب عربی زبان میں ہے، برادر مکرم حافظ محمد اسحاق فاضل مدینہ یونیورسٹی حفظہ اللہ نے ''جادو کا علاج قرآن وسنت کی روشنی میں'' کے نام سے بڑے عمدہ پیرائے میں اس کا سلیس اور دلکش اسلوب میں اردو ترجمہ پیش کر کے اردو دان حضرات کیلئے استفادہ کرنے کا موقع فراہم کیا ہے، اللہ تعالیٰ مؤلف ومترجم کی اس سعیِ جمیل کو قبول فرمائے اور اسے ان کیلئے صدقۂ جاریہ بنائے، اور عوام الناس کو اس سے رہنمائی حاصل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے: آمین۔

"وصلى الله عليه نبينا محمد و على آله و صحبه أجمعين و من سار على نهجهم الى يوم الدين۔" عبدالخالق محمد صادق، مورخہ ۳۱/جنوری/۲۰۰۰ء" (جادو کا علاج ص:۱۳)

جنات قرآن وسنت کی روشنی میں

جنوں اور شیطانوں کے وجود پر دلائل:۔ جن، شیطان اور جادو کے درمیان بہت گہرا تعلق ہوتا ہے، بلکہ جادو کی بنیاد ہی جنات اور شیاطین ہیں، بعض لوگ جنات کے وجود کا انکار کرتے ہیں اور اسی بنیاد پر جادو کی تاثیر کے قائل نہیں، اس لیے پہلے جنات وشیاطین کے وجود پر دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

قرآنی دلائل:۔ ۱۔"واذ صرفنا اليك نفرا من الجن يستمعون القرآن" "اور یاد کیجئے جب ہم کئی جنوں کو تیرے پاس پھیر کر لائے"

۲۔"یامعشر الجن والانس الم یاتکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی و ینذرونکم لقاء یومکم ھذا"

"جنو اور آدمیو! کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آئے جو میری آیتیں تم کو پڑھ کر سناتے اور اس دن کی ملاقات سے تم کو ڈراتے"

۳۔"قل اوحی الی انه استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرآنا عجبا"

"کہہ دیجئے، مجھے یہ وحی آئی ہے کہ جنات میں سے چند شخصوں نے (مجھ سے قرآن) سنا، پھر کہنے لگے ہم نے ایک عجیب قرآن سنا"

۴۔"وانه كان رجال من الانس يعوذون برجال من الجن فزادوهم رهقا"

"اور (ہوا یہ کہ) بعض آدم زاد لوگ کچھ جنوں کی پناہ لیتے تھے جس سے ان کا دماغ اور چڑھ گیا"

۵۔"انما يريد الشيطان ان يوقع بينكم العداوة والبغضاء في الخمر والميسر ويصدكم عن ذكر الله و عن الصلاة فهل انتم منتهون" "شیطان یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے سے تم میں آپس میں دشمنی اور کینہ پیدا کر دے، اور تم کو اللہ کی یاد اور نماز سے باز رکھے، تو اب بھی تم باز آتے ہو یا نہیں؟"

۶۔"یاایھا الذین امنوا لاتتبعوا خطوات الشیطان و من یتبع خطوات الشیطان فانه یامر بالفحشاء والمنکر"

"اے ایمان والو! شیطان کے قدم بقدم مت چلو، اور جو کوئی اس کی پیروی کرے گا (وہ گمراہ ہوگا اس لیے کہ) وہ تو بے حیائی اور برے ہی کام کرنے کو کہے گا" (جادو کا علاج ص:۲۳-۲۴)

احادیث میں چند دلائل:۔ ۱۔حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ ایک رات کو ہم سے اچانک غائب ہو گئے۔ چنانچہ ہم انہیں وادیوں اور گھاٹیوں میں تلاش کرنے لگے، اور آپس میں ہم نے کہا کہ شاید آپ کو اغوا کر لیا گیا ہے یا قتل کر دیا گیا ہے۔ ہماری وہ رات انتہائی پریشانی کے عالم میں گزری، صبح ہوئی تو ہم نے آپ کو غار حرا کی جانب سے آتے ہوئے دیکھا، ہم نے آپ کو بتایا کہ رات آپ اچانک ہم سے غائب ہو گئے تھے، ہم نے آپ کو بہت تلاش کیا، لیکن آپ کے نہ ملنے پر رات بھر پریشان رہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "میرے پاس جنات کا ایک نمائندہ آیا تھا تو میں اس کے ساتھ چل پڑا، اور جا کر انہیں قرآن مجید پڑھ کر سنایا"۔ پھر آپ ﷺ ہمیں لے کر اس جگہ پر گئے ہمیں ان کے نشانات اور ان کی آتشیں علامات دکھائیں، اور آپ ﷺ نے یہ بھی بتایا کہ جنوں نے آپ ﷺ سے کچھ مانگا تو آپ نے فرمایا: "ہر اس ہڈی تمہاری غذا ہے جس پر بسم اللہ کو پڑھا گیا ہو، اور ہر گوبر تمہارے جانوروں کا کھانا ہے" پھر آپ ﷺ ہمیں کہنے لگے "لہٰذا تم ہڈی اور گوبر کے ساتھ استنجا مت کیا کرو کیونکہ وہ تمہارے جن بھائیوں کا کھانا ہے"

۲۔حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: "میرا خیال ہے کہ تمہیں بکریاں اور دیہاتی ماحول بہت پسند ہے، سو جب تم اپنی بکریوں اور اپنے دیہات میں ہو اور اذان کہو تو اپنی آواز بلند کر لیا کرو کیونکہ مؤذن کی آواز کو جو جن، جو انسان اور

جو چیز بھی سنتی ہے وہ قیامت والے دن اس کے حق میں گواہی دے گی''

۳-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''فرشتوں کو نور سے، جنوں کو آگ کے شعلے سے اور آدم علیہ السلام کو اس چیز سے پیدا کیا گیا جو تمہارے لیے بیان کر دی گئی ہے''

۴-حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بیشک شیطان انسان میں خون کی طرح گردش کرتا ہے''

۵-حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی جب بھی کھانا کھائے تو دائیں ہاتھ سے کھائے اور جب بھی پانی پیئے تو دائیں ہاتھ سے پیئے، کیونکہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا، پیتا ہے''

۶-حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: ''جو بچہ بھی پیدا ہوتا ہے، شیطان اس کے پہلو میں نوک دار چیز چبھوتا ہے جس سے بچہ چیخ اٹھتا ہے، سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی ماں کے''

۷-رسول اکرم ﷺ کے سامنے ایک ایسے شخص کا ذکر کیا گیا جو صبح ہونے تک سویا رہا ہو، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ وہ شخص ہے جس کے کانوں میں شیطان پیشاب کر جاتا ہے''

۸-ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اچھا خواب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے اور برا خواب شیطان کی طرف سے، سو جو شخص خواب میں ناپسندیدہ چیز دیکھے وہ اپنی بائیں طرف تین بار آہستہ سے تھوک دے اور شیطان سے اللہ کی پناہ طلب کرے، ایسا کرنے سے برا خواب اس کیلئے نقصان دہ نہیں ہوگا''

۹-ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی جب بھی جمائی لے تو اپنے ہاتھ کے ساتھ منہ بند کر لے، کیونکہ (ایسا نہ کرنے کی وجہ سے) شیطان منہ میں داخل ہو جاتا ہے''

اس موضوع کی دیگر احادیث بھی کثیر تعداد میں موجود ہیں لیکن طلبِ حق کیلئے یہی کافی ہیں جو ذکر کر دی گئی ہیں اور ان سے واضح طور پر معلوم ہو رہا ہے کہ جنات اور شیاطین کا وجود کوئی وہم نہیں، حقیقت ہے اور اس حقیقت کو وہم وہی شخص قرار دے سکتا ہے جو ضدی اور متکبر ہو۔
(جادو کا علاج، ص: ۲۴ تا ۲۷)

علمائے اہلحدیث کے جادو کے وجود پر دلائل

قرآنی دلائل: ''واتبعوا ما تتلوا الشياطين على ملك سليمان و ما كفر سليمان و لكن الشيطين كفروا يعلمون الناس السحر و ما انزل على الملكين ببابل هاروت و ماروت و ما يعلمن من احد حتى يقولا انما نحن فتنة فلا تكفر فيتعلمون منهما ما يفرقون به بين المرء و زوجه و ما هم بضارين به من احد الا باذن الله و يتعلمون ما يضرهم ولا ينفعهم ولقد علموالمن اشتراه ماله في الاخرة من خلاق و لبئس ما شروا به انفسهم لوكانوا يعلمون''

''اور سلیمان علیہ السلام کی بادشاہت میں شیطان جو پڑھا کرتے تھے وہ لوگ اس کی پیروی کرنے لگے حالانکہ سلیمان علیہ السلام کافر نہ تھے، البتہ یہ شیطان کافر تھے جو لوگوں کو جادو سکھلاتے تھے، اور وہ باتیں جو شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت و ماروت پر اتاری گئی تھیں، اور وہ دونوں (ہاروت و ماروت) کسی کو جادو نہیں سکھلاتے تھے جب تک یہ نہیں کہہ لیتے کہ ہم آزمائش ہیں پس تو کافر نہ ہو۔ پھر بھی وہ ان سے ایسی باتیں سیکھ لیتے ہیں جن کی وجہ سے وہ خاوند بیوی کے درمیان جدائی کرا دیں حالانکہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر کسی کا جادو سے کچھ بگاڑ نہیں سکتے، اور ایسی باتیں سیکھ لیتے ہیں جن میں فائدہ کچھ نہیں، نقصان ہی نقصان ہے، اور یہودیوں کو یہ معلوم ہے کہ جو کوئی (ایمان دے کر) جادو خریدے وہ آخرت میں بدنصیب ہے، اگر وہ سمجھتے ہوتے تو جس کے عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا، اس کا برا بدلہ ہے''

''قال موسى اتقولون للحق لما جاء كم اسحر هذا ولا يفلح الساحرون''

””موسیٰ علیہ السلام نے کہا: تم سچ بات کو، جب وہ تمہارے پاس آئی (جادو کہتے ہو) بھلا یہ کوئی جادو ہے؟ اور جادوگر تو کبھی کامیاب نہیں ہوتے“

"فلما القوا قال موسی ما جئتم به السحر ان الله سيبطله ان الله لايصلح عمل المفسدين و يحق الله الحق بكلماته ولو كره المجرمون"

””جب انہوں نے (اپنی لاٹھیاں اور رسیاں) ڈالیں تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا: جو تم لے کر آئے ہو وہ تو جادو ہے، بے شک اللہ تعالیٰ اس کو باطل کر دے گا، کیونکہ اللہ شریر لوگوں کا کام بننے نہیں دیتا، اور اپنی باتوں سے اللہ حق کو حق کر دکھائے گا، اگر چہ نافرمان لوگ برا مانیں“

"فاوجس فی نفسه خيفة موسىٰ قلنا لاتخف انك انت الاعلى والق ما فی يمينك تلقف ماصنعوا انما صنعوا كيد ساحر ولايفلح الساحر حيث اتى"

””موسیٰ علیہ السلام اپنے دل ہی دل میں سہم گیا، ہم نے کہا: مت ڈر، بے شک تو ہی غالب رہے گا، اور جو عصا تیرے داہنے ہاتھ میں ہے، اس کو (میدان میں) ڈال دے، انہوں نے جو ڈھونگ رچایا ہے اس کو ہڑپ کر جائے گا، انہوں نے کچھ کیا ہے اس کی حقیقت کچھ نہیں جادو کا تماشا ہے، اور جادوگر جہاں جائے کامیاب نہیں ہوتا“

"واوحينا الى موسى ان الق عصاك فاذا هی تلقف ما يافكون فوقع الحق و بطل ما كانوا يعملون فغلبوا هنالك وانقلبوا صغرين وألقى السحرة سجدين قالوا امنا برب العلمين رب موسىٰ و هارون"

””اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی تو بھی اپنا عصا ڈال دے، سو عصا کا ڈالنا تھا کہ اس نے ان کے سارے بنے بنائے کھیل کو نگلنا شروع کیا، پس حق ظاہر ہو گیا اور انہوں نے جو کچھ بنایا تھا سب جاتا رہا، پس وہ لوگ اس موقع پر ہار گئے اور خوب ذلیل ہو کر پھرے، اور وہ جو جادوگر تھے سجدہ میں گر گئے، کہنے لگے: ہم ایمان لائے رب العالمین پر جو موسیٰ و ہارون علیہ السلام کا بھی رب ہے“

"قل اعوذ برب الفلق من شر ما خلق و من شر غاسق اذا وقب و من شر النفثت فی العقد و من شر حاسد اذا حسد"

””آپ کہہ دیجئے کہ میں صبح کے رب کی پناہ میں آتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے، اور اندھیری رات کی تاریکی کے شر سے جب اس کا اندھیرا پھیل جائے، اور گرہ (لگا کر ان) میں پھونکنے والیوں کے شر سے بھی، اور حسد کرنے والے کی برائی سے بھی جب وہ حسد کرے“

امام قرطبی رحمہ اللہ ”ومن شر النفثت فی العقد“ کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

””وہ جادوگر عورتیں جو دھاگوں کی گرہیں بنا کر ان پر دم کرتی اور پھونکتی ہیں“

اور حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اسی کی تفسیر میں کہتے ہیں: ””مجاہد، عکرمہ، حسن، قتادہ اور ضحاک رحمہم اللہ نے ”النفثت فی العقد“ سے جادوگر عورتیں مراد لی ہیں“

اور یہی بات ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے بھی کہی ہے، اور قاسمی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مفسرین نے اسی موقف کو اختیار کیا ہے۔

جادو اور جادوگروں کے متعلق دیگر بہت سی آیات موجود مشہور ہیں اور اسلام کی تھوڑی بہت معلومات رکھنے والا شخص بھی ان سے واقف ہے۔ (جادو کا علاج ص ۲۹)

جادو پر احادیث نبوی ﷺ سے چند دلائل:۔ ۱-حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ قبیلہ بنو زریق سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے (جسے لبید بن الاعصم کہا جاتا تھا) رسول اکرم ﷺ پر جادو کر دیا، جس سے آپ ﷺ متاثر ہوئے۔ چنانچہ آپ ﷺ کا خیال ہوتا کہ آپ ﷺ نے فلاں کام کر لیا ہے حالانکہ آپ ﷺ نے نہیں کیا ہوتا تھا۔ یہ معاملہ ایسے چلتا رہا یہاں تک کہ آپ ﷺ ایک دن (یا ایک

رات) میرے پاس تھے اور بار بار اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے، اس کے بعد مجھ سے فرمانے لگے: ''اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کر لی ہے، میرے پاس دو آدمی آئے تھے، جن میں سے ایک میرے سر اور دوسرا میرے پاؤں کے پاس بیٹھ گیا اور ایک نے دوسرے سے پوچھا:

اس شخص کو کیا ہوا ہے؟ ۔ اس پر جادو کیا گیا ہے ۔ کس نے کیا ہے؟ ۔ لبید بن الاعصم نے ۔

کس چیز میں کیا ہے؟ ۔ کنگھی، بالوں اور کھجور کے خوشے کے غلاف میں ۔

جس چیز میں اس نے جادو کیا ہے، وہ کہاں ہے؟ ۔ بئر ذروان میں

چنانچہ رسول اللہ ﷺ اپنے کچھ صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) کے ساتھ اس کنویں کو آئے (اسے نکالا اور پھر) واپس آ گئے اور فرمانے لگے:

''اے عائشہ (رضی اللہ عنہا)! اس کا پانی انتہائی سرخ رنگ کا ہو چکا تھا اور اس کی کھجوروں کے سر ایسے تھے جیسے شیطان کے سر ہوں'' (یعنی وہ انتہائی بدشکل تھیں) ۔

میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ نے جادو کنویں سے نکالا نہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے عافیت دی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ لوگ کسی شر اور فتنہ میں مبتلا ہو جائیں ۔''

اس کے بعد آپ ﷺ نے اسے نکالنے کا حکم دیا اور پھر اسے زمین میں دبا دیا گیا ۔

شرح حدیث:۔ یہودیوں نے اللہ تعالیٰ ان پر لعنت کرے لبید بن الاعصم (جو ان میں سب سے بڑا جادوگر تھا) کے ساتھ یہ بات طے کر لی تھی کہ وہ رسول اکرم ﷺ پر جادو کرے گا اور وہ اسے اس کے بدلے میں تین دینار دیں گے، چنانچہ اس بدبخت نے یہ کام اس طرح کر ڈالا کہ ایک چھوٹی سی لڑکی کے ذریعے جو آپ ﷺ کے گھر میں آتی جاتی تھی، آپ ﷺ کے چند بال منگوا لیے اور ان پر جادو کر کے انہیں نہر ذروان میں رکھ دیا ۔

اس حدیث کی مختلف روایات کو جمع کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ جادو آپ ﷺ کو اپنی بیویوں کے قریب جانے سے روکنے کیلئے تھا، چنانچہ آپ ﷺ کو خیال ہوتا کہ آپ ﷺ اپنی کسی بیوی سے جماع کر سکتے ہیں، پھر جب قریب ہوتے تو نہ کر پاتے، بس اس کا آپ ﷺ پر یہی اثر تھا، اس کے علاوہ آپ ﷺ کی عقل اور آپ کے تصرفات جادو کے اثر سے محفوظ تھے ۔

۲۔حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سات ہلاک کرنے والے کاموں سے بچ جاؤ'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! وہ سات کام کون سے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو کرنا، کسی شخص کو بغیر حق کے قتل کرنا، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، جنگ کے دن پیٹھ پھیر لینا اور پاک دامن ایمان والی اور بھولی بھالی عورتوں پر تہمت لگانا''

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے جادو سے بچنے کا حکم دیا ہے اور اسے ہلاک کر دینے والے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے، اور یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ جادو ایک حقیقت ہے، محض خام خیالی نہیں ۔

۳۔عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے فال نکالی یا اس کیلئے فال نکالی گئی، اور جس نے غیب کو جاننے کا دعویٰ کیا یا وہ غیب کو جاننے کا دعویٰ کرنے والے کے پاس گیا، اور جس نے جادو کیا، یا اس کیلئے جادو کیا گیا اور جو شخص نجومی کے پاس آیا اور وہ جو کچھ کہتا ہے اس نے اس کی تصدیق کر دی تو اس نے نبی محمد ﷺ کی شریعت سے کفر کیا''

اس حدیث میں آپ ﷺ نے جادو سے اور جادوگر کے پاس جانے سے منع فرمایا ہے اور نبی ﷺ کسی ایسی چیز سے ہی منع کرتے ہیں جو حقیقتاً موجود ہو ۔ (جادو کا علاج ص: ۲۷ تا ۳۳)

جادو پر ائمہ و محدثین کے دلائل:۔ امام نووی رحمہ اللہ کہتے ہیں، ''اور صحیح یہ ہے کہ جادو حقیقتاً موجود ہے اور اسی موقف کو اکثر و بیشتر علماء

نے اختیار کیا ہے اور کتاب وسنت سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے“

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”اور جادو فی الواقع موجود ہے اور اس کی کئی اقسام ہیں، وہ جو کہ مار دیتا ہے، اور وہ جو کہ بیمار کر دیتا ہے اور وہ جو کہ خاوند کو بیوی کے قریب جانے سے روک دیتا ہے، اور وہ جو کہ میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیتا ہے، اور یہ بات تو لوگوں کے ہاں بہت مشہور ہے کہ جادو کی وجہ سے شوہر اپنی بیوی سے جماع کرنے پر قادر نہیں ہوتا، پھر جب اس سے جادو کا اثر ختم ہو جاتا ہے تو وہ جماع کرنے کے قابل ہو جاتا ہے، اور یہ بات تواتر کی حد تک پہنچ چکی ہے جس کا انکار کرنا ناممکن ہوتا ہے، اور اس سلسلے میں جادوگروں کے قصے اتنی کثرت سے موجود ہیں کہ ان سب کو جھوٹا قرار دینا ناممکن ہے“ مزید کہتے ہیں:

”جادو جھاڑ پھونک اور گرہیں لگانے کا نام ہے، جس سے دل وجان پر اثر ہوتا ہے، بیماری کی شکل میں، یا موت کی شکل میں، یا میاں بیوی کے درمیان جدائی کی شکل میں، فرمانِ الٰہی ہے: ”فیتعلمون منهما ما یفرقون به بین المرءِ وزوجه“ وہ لوگ ان دونوں سے میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈالنے والا علم سیکھنے لگے“

اور فرمایا: ”ومن شر النفثت فی العقد“ یعنی وہ جادوگر عورتیں جو اپنے جادو پر گرہیں لگاتی اور ان پر پھونک مارتی ہیں، ان سے تیری پناہ مانگتا ہوں، سو جادو کی اگر کچھ حقیقت نہ ہوتی تو اس سے پناہ طلب کرنے کا حکم نہ دیا جاتا“

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فرمانِ الٰہی ”ومن شر النفثت فی العقد“ اور حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا اس بات کے دلائل ہیں کہ جادو اثر انداز ہوتا ہے اور واقعتا موجود ہے۔

امام ابن ابی العز حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”علماء نے حقیقت جادو اور اس کی اقسام میں اختلاف کیا ہے، ان میں سے اکثر یہ کہتے ہیں کہ جادو کبھی جادو کیے گئے آدمی کی موت کا سبب بنتا ہے اور کبھی اس کی بیماری کا“ (جادو کا علاج، ص: ۳۶-۳۷)

جادو، کرامت اور معجزہ میں فرق:۔ امام المازری رحمہ اللہ اس فرق کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جادو کرنے کیلئے جادوگر کو چند اقوال وافعال سرانجام دینا پڑتے ہیں، جبکہ کرامت میں اس کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ اتفاقا واقع ہو جاتی ہے اور رہا معجزہ تو اس میں باقاعدہ چیلنج ہوتا ہے جو کہ کرامت میں نہیں ہوتا۔“

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں: ”امام الحرمین نے اس بات پر اتفاق نقل کیا ہے کہ جادو فاسق وفاجر آدمی کرتا ہے اور کرامت فاسق سے ظاہر نہیں ہوتی، سو جس آدمی سے کوئی خلاف عادت کام واقع ہو اس کی حالت کو دیکھنا چاہیے، اگر وہ دین کا پابند اور کبیرہ گناہوں سے پرہیز کرنیوالا ہو تو اس کے ہاتھوں خلافِ عادت واقع ہونے والا کام کرامت سمجھنا چاہیے، اور اگر وہ ایسا نہیں ہے تو اسے جادو تصور کرنا چاہیے کیونکہ وہ یقینا شیطانوں کی مدد سے وقوع پذیر ہوا ہے۔“ (جادو کا علاج، ص: ۵۶-۵۷)

سحر تفریق کی مختلف شکلیں:۔ ☆ ماں اور بیٹے کے درمیان جدائی ڈالنا۔ ☆ باپ اور بیٹے کے درمیان جدائی ڈالنا۔ ☆ دو بھائیوں کے درمیان جدائی ڈالنا۔ ☆ دو دوستوں کے درمیان جدائی ڈالنا۔ ☆ دو شریکوں میں جدائی ڈالنا۔ ☆ خاوند بیوی کے درمیان جدائی ڈالنا۔ اور یہ آخری شکل زیادہ منتشر اور عام ہے، اور سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ (جادو کا علاج، ص: ۶۰)

علمائے اہلحدیث کا طریقہ تشخیص جادو

سحر تفریق کی علامات:۔ (۱) محبت اچانک بغض ونفرت میں تبدیل ہو جائے۔ (۲) دونوں کے درمیان بہت زیادہ شکوک وشبہات پیدا ہو جائیں۔ (۳) دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کا کوئی عذر نہ مانے۔ (۴) چھوٹے سے سبب اختلاف کو پہاڑ تصور کر لیا جائے۔

(۵) بیوی خاوند کو بدشکل اور خاوند بیوی کو بدصورت تصور کرے جبکہ وہ دونوں خوبصورت ہوں، اور حقیقت یہ ہے کہ شیطان جسے جادوگر

اپنی خدمت کیلئے استعمال کرتا ہے، وہی عورت کے چہرے پر بدشکل بن کر آجاتا ہے جس سے وہ اپنے خاوند کو نہیں بھاتی، اور اسی طرح خاوند کے چہرے پر بھی بری اور خوفناک شکل میں بن کر آجاتا ہے جس سے وہ اپنی بیوی کو بدصورت معلوم ہوتا ہے۔

(٦) جس پر جادو کیا جاتا ہے، وہ اپنے ساتھی کے ہر کام کو ناپسند کرتا ہے۔

(٧) جس پر جادو کیا جاتا ہے وہ اس جگہ کو پسند نہیں کرتا جہاں اس کا ساتھی بیٹھا ہو، چنانچہ آپ دیکھیں گے کہ خاوند گھر سے باہر بہت اچھی حالت میں ہوتا ہے جبکہ گھر میں داخل ہوتے ہی اسے شدید گھٹن اور تنگی محسوس ہوتی ہے۔

سحر تفریق کیسے واقع ہو جاتا ہے؟:۔ ایک شخص جادوگر کے پاس جاتا ہے اور اس سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ فلاں خاوند بیوی کے درمیان جدائی ڈال دے، تو جادوگر اس سے اس خاوند کا نام اور اس کی ماں کا نام پوچھتا ہے، اور پھر اسے اس کا کوئی کپڑا لانے کا حکم دیتا ہے، اگر وہ شخص اس کا کپڑا نہیں لاسکتا تو وہ پانی پر جادو کا عمل کر کے اسے اس کے راستے پر بہانے کا حکم دیتا ہے، چنانچہ وہ جب وہاں سے گزرتا ہے اور صبح وشام کے مسنون اذکار نہیں پڑھ رکھے ہوتے تو اس پر جادو ہو جاتا ہے، یا پھر وہ اس کے کھانے پینے کی چیزوں میں جادو کر دیتا ہے، جنہیں کھا پی کر اس پر جادو کا اثر ہو جاتا ہے۔

سحر تفریق کا علاج:۔ اس کے علاج کے تین مراحل ہیں:

پہلا مرحلہ......علاج سے پہلے:۔

(١) مریض کے گھر کی فضا دینی بنائی جائے، اور اس میں موجود تصویریں باہر نکال دی جائیں تاکہ اس میں فرشتے داخل ہو سکیں۔

(٢) مریض کے پاس جو تعویذات (غیر شرعی) اور کڑے وغیرہ ہوں، انہیں نکال کر جلا دیا جائے۔

(٣) جہاں مریض کا علاج کرنا ہو، وہاں سے گانے والی کیسٹوں کو نکال دیا جائے۔

(٤) اور وہاں کوئی شرعی خلاف ورزی ہو رہی ہو تو اسے ختم کر دیا جائے۔ مثلاً مرد کا سونا پہننا یا عورت کا بے پردہ ہونا یا ان میں سے کسی ایک کا سگریٹ نوشی کرنا وغیرہ۔

(٥) مریض اور اس کے گھر والوں کو اسلامی عقیدے کے متعلق درس دیا جائے تو غیر اللہ سے ان کا تعلق ختم ہو جائے اور اللہ سے سچی محبت پیدا ہو جائے۔

(٦) مریض کی تشخیص مندرجہ ذیل سوالوں سے کی جائے:

☆ کیا آپ اپنی بیوی کو بدصورت منظر میں دیکھتے ہیں؟ ☆ کیا آپ گھر سے باہر راحت اور گھر کے اندر تنگی محسوس کرتے ہیں؟ ☆ کیا تم دونوں کے درمیان حقیر سی باتوں پر بھی اختلاف بھڑک اٹھتا ہے؟ ☆ کیا تم دونوں میں سے کوئی ایک دورانِ جماع بددلی اور تنگی محسوس کرتا ہے؟

☆ کیا تمہیں خوفناک خواب آتے ہیں؟

اسی طرح کے دیگر سوالات بھی مریض سے کیے جا سکتے ہیں، اگر سحر تفریق کی ایک یا دو علامات مریض کے اندر پائی جاتی ہوں تو اس کا علاج شروع کر دیں۔

(٧) آپ خود وضو کر لیں اور جو آپ کے ساتھ ہے اسے بھی وضو کروا لیں۔

(٨) اگر مریض عورت ہو تو اس کا علاج اس وقت تک شروع نہ کریں جب تک وہ مکمل پردہ نہ کر لے اور اپنے لباس کو خوب اچھی طرح سے کس نہ لے تاکہ دورانِ علاج بے پردہ نہ ہو۔

(٩) اگر عورت نے کسی شرعی خلاف ورزی کا ارتکاب کر رکھا ہو، مثلاً چہرہ ننگا ہو، یا خوشبو لگائے ہوئے ہو، یا کافر عورتوں کی مشابہت

کرتے ہوئے اپنے ناخنوں پر کچھ لگائے ہوئے ہو تو ایسی حالت میں اس کا علاج نہ کریں۔

(۱۰) عورت کا علاج، اس کے محرم کی موجودگی میں کریں۔

(۱۱) اور محرم کے علاوہ کسی اور مرد کو جائے علاج میں نہ آنے دیں۔

(۱۲) ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ'' پڑھتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے اب اس کا علاج شروع کر دیں۔

(جادو کا علاج، ص: ۶۰-۶۳)

علمائے اہلحدیث کا جادو کے علاج پر مجرب آزمودہ عمل

اپنا ہاتھ مریض کے سر پر رکھ لیں اور ترتیل کے ساتھ اس کے کانوں میں ان آیات اور سورتوں کی تلاوت کریں:

(۱) سورۃ الفاتحہ (مکمل)، (۲) سورۃ البقرۃ کی ابتدائی پانچ آیات، (۳) سورۃ البقرہ آیت ۱۰۲ بار بار پڑھیں، (۴) سورۃ البقرۃ کی آیات ۱۶۳ تا ۱۶۴، (۵) آیت الکرسی، (۶) سورۃ البقرۃ کی آخری دو آیات، (۷) سورۃ آلِ عمران کی آیات ۱۸-۱۹، (۸) سورۃ الاعراف کی آیات ۵۴ تا ۵۶، (۹) سورۃ الاعراف کی آیات ۱۱۷ تا ۱۲۲۔ ان آیات کو بار بار پڑھیں، خاص طور پر یہ آیت (والقی السحرۃ ساجدین)، (۱۰) سورۂ یونس کی آیات ۸۱ تا ۸۲، انہیں بھی بار بار پڑھیں، خاص کر اللہ کا یہ فرمان (ان اللہ سیبطلہ) (۱۱) سورۃ طٰہٰ کی آیت ۶۹، اسے بھی بار بار پڑھیں، (۱۲) سورۃ المؤمنون کی آخری چار آیات، (۱۳) سورۃ الصافات کی ابتدائی دس آیات، (۱۴) سورۃ الاحقاف کی آیات ۲۹ تا ۳۲، (۱۵) سورۃ الرحمٰن کی آیات ۳۳ تا ۳۶، (۱۶) سورۃ الحشر کی آخری چار آیات، (۱۷) سورۃ الجن کی ابتدائی ۹ آیات، (۱۸) سورۃ اخلاص ''مکمل''، (۱۹) سورۃ الفلق ''مکمل''، (۲۰) سورۃ الناس (مکمل)

یاد رہے کہ مذکورہ آیات اور سورتوں سے پہلے ''اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم من ھمزہ و نفخہ و نفثہ'' اور ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' ضرور پڑھیں۔

مریض کے کانوں میں آپ جب مذکورہ آیات وسورتوں کی تلاوت اونچی آواز اور ترتیل سے کریں گے تو اس پر تین حالتوں میں سے ایک حالت طاری ہو سکتی ہے۔

پہلی حالت:۔ یا تو اسے مرگی کا دورہ پڑ جائے گا (یعنی وہ اچانک زمین پر گر کر بیہوش ہو جائے گا، ہاتھ پیر ٹیڑھے ہو جائیں گے اور منہ سے جھاگ نکلنا شروع ہو جائے گی) اور جادوگر نے جس جن کی اس پر جادو کرنے کی ڈیوٹی لگائی تھی وہ اس مریض کی زبان سے بولنا شروع کر دے گا، اگر یہ حالت اس پر طاری ہو تو اس جن کے ساتھ بالکل اسی طرح نمٹیں جس طرح عام جن والے مریض کے ساتھ نمٹنا چاہیے۔ اور اس کا طریقہ ہم نے اپنی دوسری کتاب الوقایۃ میں ذکر کر دیا ہے، طوالت کے خوف سے ہم اسے یہاں تفصیلاً ذکر نہیں کر رہے البتہ اتنا بتا دیں کہ آپ اس جن سے درج ذیل سوالات کریں:

تمہارا نام کیا ہے؟ اور تمہارا دین کون سا ہے؟ اگر وہ غیر مسلم ہو تو اسے اسلام قبول کرنے کی دعوت دیں اور اگر وہ مسلمان ہے تو اسے بتائیں کہ جو کام کر رہا ہے اسلام اسے درست قرار نہیں دیتا اور جادوگر کی باتوں پر عمل کرنا شریعت کی خلاف ورزی ہے۔ اس جادو کی جگہ کے متعلق سوال کریں کہ اس نے جادو کہاں کر رکھا ہے؟ اگر وہ کوئی جگہ بتا دے تو فوراً کسی کو بھیج کر اسے وہاں سے نکلوا دیں۔ اور یہ بات یاد رکھیں کہ جن اکثر و بیشتر جھوٹ بولتے ہیں، ان میں سچ بولنے والے کم ہی ہوتے ہیں۔

اس سے پوچھیں کہ وہ اس مریض پر جادو کرنے والا اکیلا ہے یا اس کے ساتھ کچھ اور جن بھی ہیں؟ اگر کوئی اور جن بھی اس کا شریک ہو تو اس جن سے مطالبہ کریں کہ وہ اپنے شریک کو بھی لے کر آئے، اگر وہ اسے لے آئے تو آپ اسے بھی سمجھائیں۔

> اگر جن یہ کہے کہ فلاں آدمی جادوگر کے پاس گیا تھا اور اس نے اس سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ اس مریض پر جادو کر دے، تو اس بات کو مت تسلیم کریں کیونکہ اس کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان دشمنی پیدا کر دے، اور اس لیے بھی کہ اس کی گواہی مردود اور نا قابل قبول ہے کیونکہ وہ فاسق و فاجر ہے اور جادوگر کا خدمت گار ہے، فرمانِ الٰہی ہے: "یاایھا الذین امنوا ان جاء کم فاسق بنبأفتبینوا"
>
> ''اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اس کے متعلق تحقیق کر لیا کرو''

اگر جن جادو کی جگہ کے بارے میں بتا دے اور آپ نے وہاں سے اس چیز کو منگوالیا ہو جس میں جادوگر نے جادو کر رکھا ہے تو اب آپ ایک برتن میں پانی لے لیں اور اسے اپنے منہ سے قریب کر کے اس پر یہ آیات پڑھیں:

☆سورۃ الاعراف کی آیات ۱۱۷ تا ۱۲۲ ☆سورۃ یونس کی آیات ۸۱ تا ۸۲ ☆سورۃ طٰہٰ کی آیت نمبر ۶۹

پھر اس جادو کو، چاہے وہ کاغذ پر ہو یا مٹی پر ہو یا کسی اور چیز پر ہو، اس پانی میں پگھلا دیں اور اس کے بعد اسے لوگوں کے عام راستوں سے ہٹ کر کہیں دور انڈیل دیں اور اگر جن یہ کہے کہ مریض کو جادو پلا دیا گیا تھا تو آپ مریض سے سوال کریں کہ کیا اسے معدے میں درد محسوس ہوتا رہا ہے؟ اگر اس کا جواب ہاں میں ہو تو جان لیں کہ جن سچا ہے ورنہ یقین کر لیں کہ وہ جھوٹا ہے۔ اگر اس کی بات سچی ہو تو آپ جن سے کہیں کہ وہ اس مریض کو چھوڑ کر چلا جائے اور یہ کہ آپ اس پر کیے گئے جادو کو اللہ کے حکم سے توڑ کر رہیں گے، پھر آپ پانی منگوالیں اور اس پر مذکورہ آیات کے علاوہ سورۃ البقرہ کی آیت نمبر ۱۰۲ پڑھیں، پھر یہ پانی مریض کو دے دیں جسے وہ چند دنوں تک پیتا رہے اور اس سے غسل کرتا رہے۔

اور اگر جن یہ کہے کہ مریض جادو کے اوپر سے گزرا تھا، یا اس کا کوئی کپڑا لے کر اس پر جادو کیا گیا ہے تو اس حالت میں بھی پانی پر مذکورہ آیات کو پڑھیں، پھر مریض کو اس سے پینے اور چند دنوں تک حمام سے باہر غسل کرنے کا حکم دیں، اس کے بعد سڑک پر اس پانی کو انڈیل دیں۔ پھر آپ جن کو مریض سے نکل جانے کا حکم دیں اور اس سے پختہ وعدہ لیں کہ وہ دوبارہ اس مریض کو نہ چھیڑے۔

ایک ہفتے کے بعد مریض دوبارہ آپ کے پاس آئے، آپ دوبارہ اس پر دم کریں، اگر اس کو کچھ بھی نہ ہو تو جان لیں کہ اس پر کیا گیا جادو اللہ کے فضل سے ٹوٹ چکا ہے، اور اگر مریض کو دوبارہ مرگی کا دورہ پڑ جائے تو یقین کر لیں کہ جن جس نے دوبارہ نہ آنے کا وعدہ کیا تھا وہ جھوٹا ہے اور ابھی تک اس نے اس مریض کی جان نہیں چھوڑی۔ تب آپ اس سے سوال کریں کہ وہ ابھی تک کیوں نہیں نکلا ہے؟ اور اس کے ساتھ نرمی سے نمٹیں، اگر وہ آپ کی بات مان لیتا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اس پر قرآن مجید زیادہ سے زیادہ پڑھیں اور اسے ماریں، یہاں تک کہ وہ اس سے نکل جائے اور اگر مریض پر مرگی کا دورہ تو نہیں پڑتا البتہ اسے سر درد محسوس ہوتا ہے تو اسے ایک گھنٹے کی ایک کیسٹ دیں جس میں آیت الکرسی کو بار بار پڑھا گیا ہو، تا کہ وہ اسے ایک ماہ تک روزانہ تین مرتبہ اپنے کانوں سے لگا کر سنے، ایک ماہ کے بعد وہ پھر آپ کے پاس آئے، آپ اس پر پھر دم کریں، امید ہے کہ اسے شفا ہو جائے گی، ورنہ قرآن مجید کی سورتیں (الصافات، یٰسین، الدخان اور الجن) ایک کیسٹ میں ریکارڈ کر دیں، جسے مریض تین ہفتے تک روزانہ تین مرتبہ سنے، ان شاء اللہ اس طرح اسے شفا نصیب ہوگی، اگر پھر بھی اسے شفا نہ ہو تو کیسٹ سننے کی مدت میں اضافہ کر دیں۔

دوسری حالت:۔ مریض پر دم کے دوران مرگی کا دورہ تو نہیں پڑتا۔ البتہ وہ محسوس کرتا ہے کہ اس کو چکر آ رہے ہیں۔ جسم پر کپکپاہٹ طاری ہو جاتی ہے اور شدید سر درد شروع ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں آپ مریض پر مذکورہ آیات والا دم تین بار کریں، اگر اسے مرگی کا دورہ شروع ہو جائے تو پہلی حالت والا علاج شروع کر دیں، اور اگر ایسا نہیں ہوتا اور سر درد وغیرہ میں کمی شروع ہو جاتی ہے تو چند ایام تک اسے ایسے ہی دم کرتے رہیں، ان شاء اللہ اسے شفا نصیب ہوگی، اور اگر مریض کو افاقہ نہیں ہوتا تو:

(۱) ایک کیسٹ میں سورۃ الصافات ایک مرتبہ اور آیت الکرسی کئی مرتبہ ریکارڈ کر دیں اور مریض کو اسے روزانہ تین مرتبہ سننے کا حکم دیں۔

(۲) مریض سے کہیں کہ وہ نماز باجماعت پڑھنے کی پابندی کرے۔

(۳) فجر کی نماز کے بعد ’’لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریك لہ لہ الملك ولہ الحمد، وھو علی كل شی قدیر‘‘ کو ایک ماہ تک روزانہ سو مرتبہ پڑھا کرے۔

یاد رہے کہ پہلے دس یا پندرہ دنوں میں سر درد وغیرہ میں اضافہ ہو جائے گا، لیکن اس کے بعد آہستہ آہستہ کم ہونا شروع ہو جائے گا اور مہینے کے آخر تک کوئی تکلیف باقی نہیں رہے گی، مریض ایک ماہ بعد آپ کے پاس آئے تو اس پر پھر دم کریں، ان شاء اللہ اس کی ساری پریشانی جاتی رہے گی اور اس پر کیا گیا جادو ٹوٹ جائے گا۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ پورا مہینہ اس کے دوروں میں اضافہ ہوتا رہے اور اسے کچھ بھی افاقہ محسوس نہ ہو، اگر ایسا ہو تو آپ اس پر پہلی حالت میں مذکورہ آیات والا دم کئی بار کریں، یقینی طور پر اسے مرگی کا دورہ شروع ہو جائے گا اور اس کی زبان سے جن بولنے لگ جائے گا، سو آپ اس کے ساتھ نمٹ سکتے ہیں جس طرح کہ پہلی حالت میں ذکر کر دیا گیا ہے۔

تیسری حالت:۔ مریض کو دم کے دوران کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا، اگر ایسا ہو تو آپ اس سے اس کی بیماری کی علامات دوبارہ پوچھیں، اگر جادو کی بیشتر علامات اس میں موجود نہ ہوں تو یقین کر لیں کہ اس پر نہ جادو کیا گیا ہے اور نہ یہ مریض ہے، البتہ مزید تاکید کیلئے آپ اس پر تین بار دم کر لیں۔

اور اگر جادو کی بیشتر علامات اس میں موجود ہیں اور آپ نے بار بار دم بھی کیا ہے، لیکن اس کے باوجود بھی اسے کچھ محسوس نہیں ہو رہا، اور ایسا بہت کم ہوتا ہے، تو آپ:

(۱) اسے ایک کیسٹ میں (سورۂ یٰسین، الدخان اور الجن) ریکارڈ کر دیں اور روزانہ تین مرتبہ اسے سننے کا مریض کو حکم دیں۔

(۲) مریض سے کہیں کہ وہ روزانہ سو بار استغفار کرے۔

(۳) اور ’’لاحول ولاقوۃ الا باللہ‘‘ کا ورد بھی کم از کم سو مرتبہ روزانہ کرے، ایک ماہ گزرنے کے بعد آپ اس پر پھر دم کریں، اور اس کے بعد وہی طریقہ اپنائیں جو پہلی دونوں حالتوں میں ذکر کر دیا گیا ہے۔ (جادو کا علاج، ص: ۶۲-۶۷)

تیسرا مرحلہ..... علاج کے بعد:۔ اگر مریض کو اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے شفا دے دے تو آپ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں جس کی توفیق سے ایسا ہوا، اس کامیابی پر آپ کی عاجزی وانکساری میں اضافہ ہونا چاہیے، نہ یہ کہ آپ تکبر کا شکار ہو جائیں، فرمانِ الٰہی ہے:

’’لئن شكرتم لأزيدنكم ولئن كفرتم ان عذابي لشديد‘‘

’’اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں ضرور بالضرور اور زیادہ عطا کرونگا اور اگر تم نے ناشکری کی تو جان لو کہ میرا عذاب سخت ہے‘‘

شفایابی کے بعد اس بات کا اندیشہ ہوتا ہے کہ مریض پر دوبارہ جادو کر دیا جائے، کیونکہ جادو کے پیشہ ور لوگوں کو جب معلوم ہوتا ہے کہ مریض کسی معالج کے پاس علاج کروا رہا ہے تو وہ جادوگروں سے اس پر دوبارہ جادو کر دینے کا مطالبہ کرتے ہیں، اس لیے مریض کو چاہیے کہ وہ علاج کے متعلق کسی کو کچھ خبر نہ ہونے دے اور درج ذیل کاموں کی پابندی کرے۔

(۱) نماز باجماعت پڑھنے کی پابندی کرے۔ (۲) گانے اور موسیقی وغیرہ سننا چھوڑ دے۔ (۳) ہر کام کرتے وقت ’’بسم اللہ‘‘ پڑھے۔

(۴) نماز فجر کے بعد ’’لاالہ الا اللہ وحدہ لاشریك لہ لہ الملك ولہ الحمد، و ھو علی كل شی قدیر‘‘ کا ورد روزانہ سو مرتبہ کیا کرے۔ (۵) روزانہ قرآن کی تلاوت پابندی کے ساتھ کرے، اگر نہ پڑھ سکتا ہو تو تلاوت سنتا رہے۔ (۶) نیک لوگوں کے ساتھ اپنا اٹھنا بیٹھنا رکھے۔ (۷) سونے سے پہلے وضو کر لیا کرے اور آیت الکرسی پڑھ کر سوئے۔ (۸) اذکارِ صبح و شام کو پابندی کے ساتھ پڑھا کرے۔ (جادو کا علاج، ص: ۶۷-۶۸)

علمائے اہلحدیث کی جنات سے سچی ملاقاتیں

۱۔ مشتوان جن سے ملاقات: ایک خاتون اپنے خاوند کو سخت ناپسند کرتی تھی اور اس سے اور اس کے گھر سے بددل ہو چکی تھی اور جب بھی اسے دیکھتی تھی اس کے سامنے ایک خوفناک منظر سامنے آجاتا تھا اور یوں معلوم ہوتا تھا کہ وہ ایک بھیڑیا ہے انسان نہیں، اس کا خاوند اسے ایک قرآنی علاج کرنے والے شخص کے پاس لے گیا، چنانچہ اس نے جب عورت پر قرآن مجید کو پڑھا تو اس کی زبان سے جن بولنے لگا اور اس نے بتایا کہ وہ جادوگر کے ذریعے اس عورت پر مسلط ہوا ہے اور اس کا مشن یہ ہے کہ وہ اس عورت اور اس کے خاوند میں جدائی ڈال دے، سو معالج نے اسے مارا بھی، لیکن جن اس کی جان چھوڑنے پر تیار نہ ہوا، ایک ماہ تک اس کا خاوند اسے معالج کے پاس بار بار لے کر آتا رہا، بالآخر جن نے خاوند سے مطالبہ کیا کہ وہ اس عورت کو طلاق دے دے گو ایک طلاق ہی کیوں نہ ہو۔ خاوند نے اس کا مطالبہ مان لیا اور اپنی بیوی کو ایک طلاق دے دی، اور ایک ہفتہ بعد اس سے رجوع کر لیا، اور وہی ایک ہفتہ تھا جب عورت جن کے شر سے بچی رہی، لیکن اس کے بعد وہ پھر لوٹ آیا، تو خاوند اپنی بیوی کو لے کر میرے پاس آیا، میں نے اس پر قرآن مجید کو پڑھا تو اس پر مرگی کا دورہ پڑ گیا اور میرے اور جن کے درمیان مندرجہ ذیل مکالمہ ہوا:

☆ تمہارا کیا نام ہے؟۔ جن: ”مشتوان“

☆ اور تمہارا دین کیا ہے؟۔ جن: ”نصرانی“

☆ تم اس عورت میں کیوں آئے؟۔ جن: اس میں اور اس کے خاوند میں جدائی ڈالنے کیلئے۔

☆ میں ایک پیشکش کرتا ہوں، اگر تم نے قبول کر لی تو ٹھیک ہے، ورنہ تجھے اختیار ہے۔ جن: آپ خواہ مخواہ تکلف کر رہے ہیں، میں اس عورت سے ہرگز نہیں نکلوں گا، اس کا خاوند اسے لے کر فلاں فلاں شخص کے پاس جا چکا ہے۔

☆ میں نے تم سے یہ مطالبہ ہی نہیں کیا کہ تم اس سے نکل جاؤ۔ جن: تو آپ کیا چاہتے ہیں؟

☆ میں تجھے اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں، اگر تو نے قبول کر لیا تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گا، ورنہ دین میں کوئی زبردستی نہیں، پھر میں نے اسے اسلام لانے کی پیشکش کی تو لمبے سوال وجواب کے بعد بالآخر اس نے اسلام قبول کر لیا، پھر میں نے اس سے کہا: تم نے واقعتاً اسلام قبول کر لیا ہے یا ہمیں دھوکا دے رہے ہو؟

اس نے کہا: آپ مجھے کسی کام کیلئے مجبور نہیں کر سکتے، میں تو دل سے مسلمان ہو چکا ہوں، لیکن . . .

☆ میں نے پوچھا: کیا؟۔ اس نے بتایا کہ میں اپنے سامنے نصرانی جنوں کو دیکھ رہا ہوں جو مجھے قتل کی دھمکی دے رہے ہیں۔

☆ میں نے کہا: یہ پریشانی کی بات نہیں ہے، اگر ہمیں معلوم ہو جائے کہ تم دل سے مسلمان ہو چکے ہو تو ہم تمہیں طاقتور اسلحہ مہیا کریں گے، جس کی وجہ سے ان نصرانی جنوں میں سے کوئی بھی تمہارے قریب نہیں آسکے گا۔ جن: آپ مجھے ابھی دیں۔

☆ نہیں، جب تک ہماری یہ مجلس ختم نہیں ہوتی تب تک تمہیں وہ اسلحہ نہیں دیا جائے گا۔ جن: اس کے بعد آپ اور کیا چاہتے ہیں؟

☆ اگر تم واقعی مسلمان ہو چکے ہو تو کفر سے تمہاری توبہ اس وقت تک مکمل نہیں ہو گی جب تک تم ظلم کرنا نہیں چھوڑتے اور اس عورت سے نکل نہیں جاتے۔ جن: ہاں میں مسلمان ہو چکا ہوں، لیکن جادوگر سے کس طرح میری جان چھوٹے گی۔

☆ یہ بھی پریشانی کی بات نہیں، لیکن تب جبکہ تم ہماری بات مان لو گے۔ جن: جی، میں آپ کی بات مانتا ہوں۔

☆ تو بتاؤ جادو کہاں رکھا ہے؟ جن: عورت کے گھر کے صحن میں، البتہ میں یہ نہیں بتا سکتا کہ صحن میں کس جگہ پر ہے، کیونکہ اس کی حفاظت کیلئے ایک جن کی ڈیوٹی لگی ہوئی ہے، اگر اسے معلوم ہو جاتا ہے کہ میں نے اس کے متعلق بتا دیا ہے تو وہ اسے کسی اور جگہ پر منتقل کر دے گا۔

☆ کتنے سال سے تم جادوگر کے ساتھ کام کر رہے ہو؟۔ جن: گزشتہ دس یا بیس سال سے (یہ شک مجھے ہے) اور اس دوران میں تین عورتوں میں داخل ہو چکا ہوں، جبکہ یہ چوتھی عورت ہے، پھر اس نے پہلی تین عورتوں کے قصے بھی سنا دیئے۔

☆ اب جب مجھے اس کی سچائی کا یقین ہو گیا تو میں نے اسے کہا: لو یہ اسلحہ پکڑ لو جس کا ہم نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ جن: وہ کیا ہے؟

☆ وہ اسلحہ آیت الکرسی ہے، جب بھی کوئی جن تمہارے قریب ہو، اسے پڑھ لینا۔ وہ جن بھاگ جائے گا اور کیا تمہیں آیت الکرسی یاد ہے؟۔ جن: جی ہاں! مجھے یاد ہو گئی ہے، کیونکہ میں اس عورت سے کئی بار سن چکا ہوں، پھر اس نے پوچھا کہ میں جادوگر سے کیسے نجات پاؤں گا؟

☆ تم اس عورت کو چھوڑ کر مکہ مکرمہ میں چلے جاؤ جہاں تم مؤمن جنوں کے ساتھ رہ سکو گے۔ جن: لیکن کیا اللہ تعالیٰ مجھے ان تمام گناہوں کے باوجود قبول کر لے گا۔ میں نے اس عورت کو اور اس سے پہلے دوسری عورتیں کو بہت تنگ کیا ہے؟

> ☆ ہاں! اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "قل یاعبادی الذین اسرفوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ' ھو الغفور الرحیم" "کہہ دیجئے! اے میرے وہ بندو جنہوں نے اپنے آپ پر زیادتی کی ہے! تم اللہ کی رحمت سے نا امید نہ ہو جاؤ، یقیناً اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے، واقعی وہ بڑی بخشش اور بڑی رحمت والا ہے"

جن یہ سن کر رونے لگا، اور کہا: میں جب چلا جاؤں تو اس عورت سے میری طرف سے گزارش کرنا کہ وہ مجھے معاف کر دے، پھر وہ واپس نہ آنے کا وعدہ کر کے نکل گیا، اس کے بعد میں نے پانی منگوایا، اس پر قرآنی آیات کو پڑھا اور خاوند کو یہ کہہ کر دے دیا کہ اسے گھر کے صحن میں انڈیل دینا، اس طرح اس عورت کو شفا نصیب ہوئی۔ اور کچھ مدت کے بعد خاوند نے مجھے خبر دی کہ اب اس کی بیوی ٹھیک ہے، ایسا یقیناً اللہ کے فضل سے ہوا، اس میں میرا کوئی کمال نہیں۔ (جادو کا علاج، ص: ۶۸-۷۱)

۲۔ جھوٹے جن کی سچی توبہ:۔ میرے پاس ایک شخص آیا اور اس نے بتایا: جب سے میری شادی ہوئی ہے، میری بیوی سے میرے شدید اختلافات ہیں، وہ مجھے انتہائی ناپسند کرتی ہے، میرا ایک لفظ برداشت نہیں کرتی اور چاہتی ہے کہ مجھ سے الگ ہو جائے، میں جب تک گھر میں نہیں رہتا وہ راحت محسوس کرتی ہے، لیکن جونہی گھر میں داخل ہوتا ہوں تو اس کا جسم گویا غضب کی آگ میں بھڑک اٹھتا ہے۔

میں نے اس کی بیوی پر دم کیا، دم کے دوران اس کے ہاتھ پاؤں سن ہو گئے، اسے گھٹن اور سر درد محسوس ہونے لگا، البتہ اس پر مرگی کا دورہ نہ پڑا، میں نے اسے چند سورتیں کیسٹوں میں ریکارڈ کر کے دیں دیں اور ۴۵ دن تک انہیں روزانہ سننے کا اسے حکم دیا اور یہ کہ اس کے بعد وہ دوبارہ میرے پاس آئیں۔

اس مدت کے گزرنے کے بعد اس کا خاوند دوبارہ آیا، اور آتے ہی کہنے لگا۔ ایک عجیب وغریب واقعہ رونما ہوا ہے۔

میں نے کہا: خیر تو ہے کیا ہوا؟

اس نے بتایا: جب ۴۵ دن کی مدت گزر گئی اور ہم دونوں نے آپ کے پاس آنے کا پختہ ارادہ کر لیا، تو میری بیوی پر مرگی کا دورہ پڑ گیا اور اس کی زبان سے جن بولنے لگا، اور اس نے بتایا کہ میں تمہیں ہر بات بتانے کیلئے تیار ہوں بشرطیکہ مجھے شیخ (صاحب کتاب) کے پاس نہ لے جاؤ، میں جادو کے ذریعے اس عورت میں داخل ہوا تھا اور اگر آپ کو میری بات پر یقین نہیں آ رہا ہو تو یہ تکیہ لے کر آؤ، چنانچہ وہ تکیہ کھولا گیا تو اس میں چند کاغذ موجود تھے جن پر جادو کے الفاظ وحروف لکھے گئے تھے، پھر اس نے کہا: ان کاغذات کو جلا دو، اب اس پر کیا گیا جادو بے اثر ہو گیا ہے اور میں بھی اس عورت سے نکل کر جا رہا ہوں، اور دوبارہ کبھی بھی اس کے پاس نہیں آؤں گا بشرطیکہ میں اس سے نکلنے کے بعد اس عورت کے سامنے آؤں اور اس سے ہاتھ ملاؤں، خاوند نے اس کی اجازت دی، جن عورت سے نکل گیا اور عورت نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور جن سے مصافحہ کیا۔

میں نے اس کے خاوند کو بتایا کہ تم نے جن کو مصافحہ کرنے کی اجازت دے کر غلطی کی ہے، کیونکہ ایسا کرنا حرام ہے، اور رسول اکرم ﷺ

نے غیر محرم کے ساتھ ہاتھ ملانے سے منع فرمایا ہے۔ ابھی ایک ہفتہ گزرا تھا کہ وہ عورت پھر بیمار پڑ گئی، اس کا خاوند اسے لے کر میرے پاس آ گیا، ابھی میں نے ''اعوذ بالله من الشيطان الرجيم'' پڑھا تھا کہ اسے مرگی کا دورہ پڑ گیا اور جن کے ساتھ میری گفتگو کچھ یوں ہوئی:

☆ اے جھوٹے! تم کیوں دوبارہ آ گئے۔ جن: میں آپ کو ہر بات بتاؤں گا بشرطیکہ آپ نے مجھے مارنا نہیں ہے۔

☆ بتاؤ۔ جن: ہاں، واقعی میں نے ان سے جھوٹ بولا تھا، اور میں نے ہی تکیے میں وہ کاغذ رکھے تھے تاکہ وہ میری بات مان لیں۔

☆ تو تم نے ان سے دھوکہ کیا ہے؟۔ جن: میں کیا کروں، مجھے تو اس کے جسم کے ساتھ قید کر دیا گیا ہے۔

☆ کیا تم مسلمان ہو؟۔ جن: جی ہاں

☆ کسی مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ جادوگر کے ساتھ کام کرے، یہ حرام ہے اور کبیرہ گناہوں میں سے ہے، کیا تمہیں جنت نہیں چاہیے؟۔ جن: جی ہاں، مجھے جنت چاہیے۔

☆ تب جادوگر کو چھوڑ دو، اور مؤمن جنوں کے ساتھ رہ کر اللہ کی عبادت کرو، کیونکہ جادوگر کا راستہ دنیا میں تجھے بد بخت بنا دے گا اور آخرت میں جہنم میں لے جائے گا۔ جن: لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے، وہ تو مجھ پر قابو پائے ہوئے ہے؟

☆ اس نے تم پر اس لیے قابو پایا ہوا ہے کہ تم گناہ کرتے ہو، اور اگر تم سچی توبہ کر لو تو وہ کبھی تم پر قابو یافتہ نہیں ہو سکتا، فرمانِ الٰہی ہے ''ولسن يجعل الله للكافرين على المومنين سبيلا'' (اور اللہ تعالیٰ کافروں کو ایمان والوں پر غلبہ ہرگز نہ دے گا)۔ جن: میں توبہ کرتا ہوں، اور اس عورت کو چھوڑ دینے کا پختہ عہد کرتا ہوں، اور دوبارہ اس کے پاس کبھی نہیں آؤں گا۔

اس طرح اس عورت کو اللہ تعالیٰ نے شفا دی، اس پر میں اللہ کا شکر گزار ہوں، کچھ عرصے بعد اس کا خاوند میرے پاس آیا اور اس نے خوشخبری دی کہ اب اس کی بیوی خیریت سے ہے۔ (جادو کا علاج، ص:۷۱-۷۳)

۳۔ آپس میں تفریق ڈالنے والا جن:۔ ایک عورت کا خاوند میرے پاس آیا اور کہنے لگا: وہ مجھ سے نفرت کرتی ہے اور میرے ساتھ نہیں رہنا چاہتی، اور یہ ناپسندیدگی بغیر اسباب کے اچانک آ گئی ہے، جبکہ میں اس سے محبت کرتا ہوں، میں نے اس کے خاوند کے سامنے اس پر قرآن مجید کو پڑھا تو اس پر مرگی کا دورہ پڑ گیا اور اس میں جو جن تھا اس کے ساتھ میری یہ گفتگو ہوئی:

☆ کیا تم مسلمان ہو؟۔ جن: جی ہاں، میں مسلمان ہوں۔

☆ اس عورت میں تم کیوں داخل ہوئے؟۔ جن: میں جادو کے ذریعے اس میں داخل ہوا تھا جو کہ فلاں عورت نے اس پر کیا تھا اور اسے اس نے خوشبو کی شیشی میں بند کر دیا تھا، اس میں داخل ہونے کیلئے مجھے ایک عرصے تک اس کا پیچھا کرنا پڑا، ایک دن ایک چور اس کے گھر کی چھت پر چڑھ گیا تھا تو یہ گھبرا گئی تھی، اور یہی وہ وقت تھا جب میں اس میں داخل ہو گیا۔

> اور یہاں یہ بتانا ضروری ہے کہ جادوگر جب کسی پر جادو کرنا چاہتا ہے تو ایک جن اس کی طرف روانہ کرتا ہے اور یہ جن فوراً اس میں داخل نہیں ہوتا بلکہ اس کیلئے وہ مناسب موقع کو تلاش کرتا ہے، اور اس کے مناسب موقع درج ذیل ہیں:
>
> (۱) شدید خوف، (۲) شدید غصہ، (۳) شدید غفلت، (۴) شہوت پرستی میں مشغولیت
>
> چنانچہ جس شخص پر جادو کرنا مقصود ہوتا ہے، وہ جب ان چار حالتوں میں سے کسی ایک حالت میں ہوتا ہے، شیطان (جن) کو اس میں داخل ہونے کا موقع مل جاتا ہے، الا یہ کہ وہ وضو کی حالت میں ہو اور اللہ کا ذکر اس کی زبان سے جاری ہو تو وہ اس میں داخل نہیں ہو سکتا، اور مجھے خود کئی جنوں نے بتایا ہے کہ جس لمحے میں جن انسان میں داخل ہوتا ہے، اگر وہ اسی لمحے میں اللہ کا ذکر کرتا ہے تو جن جل کر راکھ ہو جاتا ہے، اسی لیے انسان میں داخل ہونے کا لمحہ اس کیلئے زندگی کا مشکل ترین لمحہ ہوتا ہے۔

جن نے کہا: اور یہ عورت تو بھولی بھالی اور بہت اچھی ہے۔

☆ میں نے کہا: تب تمہیں اس سے نکل جانا چاہیے اور پھر دوبارہ اس کی طرف نہیں آنا چاہیے۔

جن: اس کی شرط یہ ہے کہ اس کا خاوند اپنی دوسری بیوی کو طلاق دے دے۔

☆ میں نے کہا: تمہاری شرط قبول نہیں، اور اگر تم نے نکلنا ہے تو ٹھیک ورنہ ہم تمہیں ماریں گے۔ جن: میں نکل جاؤں گا۔

پھر وہ جن نکل گیا، جس پر میں اللہ کا شکر گزار ہوں، اس کے بعد میں نے اس کے خاوند سے کہا کہ یہ جو جن نے بتایا ہے کہ فلاں عورت نے اس کی بیوی پر جادو کیا ہے، غلط ہے، کیونکہ جنوں کا مقصد محض اتنا ہوتا ہے کہ وہ لوگوں کے درمیان نفرت پیدا کر دیں، لہٰذا اس کی بات کی تصدیق نہ کریں۔ (جادو کا علاج، ص: ۷۳-۷۴)

۴۔ عورت کے عاشق جن سے مکالمہ:۔ چوتھا نمونہ: ایک شخص اپنی بیوی کو لے کر میرے پاس آیا اور اس نے بتایا کہ اس کی بیوی اسے انتہائی ناپسند کرتی ہے اور جب وہ گھر میں موجود نہیں ہوتا، اسے راحت محسوس ہوتی ہے۔ سو میں نے اس کی بیوی سے بیماری کی علامات پوچھیں تو مجھے معلوم ہوا کہ اس پر سحر تفریق کیا گیا ہے، اس نے قرآنی آیات سنیں تو اس کی زبان سے جن گویا ہوا، اور میرے اور اس کے درمیان درج ذیل مکالمہ ہوا:

☆ تمہارا نام کیا ہے؟۔ جن: میں اپنا نام ہرگز نہیں بتاؤں گا۔

☆ آپ کا دین کیا ہے؟۔ جن: اسلام

☆ تو کیا کسی مسلمان کیلئے جائز ہے کہ وہ مسلمان عورت کو پریشان کرے؟۔ جن: میں تو اس سے محبت کرتا ہوں، اسے پریشان نہیں کرتا، اور میں چاہتا ہوں کہ اس کا خاوند اس سے دور ہو جائے۔

☆ تم ان دونوں میں جدائی ڈالنا چاہتے ہو؟۔ جن: جی ہاں

☆ یہ تمہارے لئے جائز نہیں ہے، اس لیے اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اس سے نکل جاؤ۔ جن: نہیں نہیں، میں اس سے محبت کرتا ہوں!

☆ وہ تم سے نفرت کرتی ہے۔ جن: نہیں، وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہے۔

☆ تم جھوٹے ہو، وہ تمہیں ناپسند کرتی ہے اور اسی لیے یہاں آئی ہے کہ تمہیں اپنے جسم سے نکال سکے۔ جن: میں ہرگز نہیں نکلوں گا۔

☆ تب میں تمہیں قرآن کے ذریعے، جلا کر راکھ کر دوں گا۔ پھر میں نے اس پر قرآن مجید کو پڑھا تو وہ چیخنے لگا، میں نے پوچھا: کیا تم نکلنے کیلئے تیار ہو؟۔ جن: ہاں، میں نکل جاؤں گا، لیکن ایک شرط ہے۔

☆ کیا شرط ہے؟۔ جن: اس سے نکل کر آپ میں داخل ہو جاؤں گا۔

☆ یہ شرط قبول ہے، اس سے نکلو، اور اگر تمہارے اندر طاقت ہے تو مجھ میں داخل ہو کے دکھاؤ۔ پھر کچھ دیر بعد جن رونے لگا، میں نے اس سے پوچھا: تم کیوں رو رہے ہو؟۔ جن: کوئی جن آج تمہارے اندر داخل نہیں ہو سکتا۔

☆ وہ کیوں؟۔ جن: اس لیے کہ آپ نے صبح "لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر" کو سو بار پڑھا تھا۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا ہے کہ: "جو شخص سو مرتبہ یہ کلمہ پڑھتا ہے اسے دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے، اس کیلئے سو نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں، اور سو گناہ اس سے مٹا دیئے جاتے ہیں اور شام ہونے تک یہ کلمات اسے شیطان سے بچائے رکھیں گے"

اس کے بعد جن اس عورت سے نکل گیا اور اس بات کا پختہ وعدہ کر کے گیا کہ وہ واپس نہیں آئے گا۔ (جادو کا علاج، ص: ۷۴-۷۶)

کتاب کا نام :۔ اسلام اور خانقاہی نظام .... ایک تحقیقی و تاریخی جائزہ
مصنف :۔ پروفیسر ڈاکٹر امان اللہ بھٹی ...... دار السلام :۔ کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

تعریف تصوف ماہرین تصوف کی نظر میں :۔ حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تصوف سے مراد یہ ہے کہ ''ان تکون مع الله تعالیٰ بلا علاقة'' ''تجھے بلا واسطہ اللہ کی معیت حاصل ہو جائے۔'' (رسالہ قشیریۃ، ص: ۱۳۸-۱۳۹)

شبلی رحمہ اللہ اسے جلا دینے والی بجلی سمجھتے ہیں۔

ابن عطاء رحمہ اللہ حق کے ساتھ مانوس ہونے کو تصوف گردانتے ہیں۔ (التعرف، ص: ۱۰۹)

ابن جلابی رحمہ اللہ تصوف کو بے نام حقیقت سمجھتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں۔ ''التصوف حقيقة لا اسم له'' ''تصوف ایک ایسی حقیقت ہے جس کا کوئی نام نہیں ہے۔'' (کشف المحجوب، ص: ۳۲-۳۳)

ابو عمرو دمشقی رحمہ اللہ کے خیال میں تصوف موجودات کو نقصان کی آنکھ سے دیکھنا بلکہ آنکھ ان سے بند کر لینا ہے۔

ذو النون مصری رحمہ اللہ سے جب تصوف کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: تصوف یہ ہے کہ تو کسی کا مالک نہ بنے اور نہ کوئی چیز تمہاری مالک بنے۔ (رسالہ قشیریہ، ص: ۱۳۹)

امام غزالی رحمہ اللہ تصوف کی بنیاد چار چیزوں کو قرار دیتے ہیں: اجتہاد، سلوک، سیر اور طیر۔ (روضۃ الطالبین وعمدۃ السالکین، ص: ۴۰)

یوسف سلیم چشتی رحمہ اللہ کے ہاں تصوف خدا سے ملنے، اسے دریافت کرنے یا اُسے دیکھنے کی شدید ترین آرزو کا دوسرا نام ہے۔

(تاریخ تصوف، ص: ۳، بحوالہ اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۳۴-۳۵)

تصوف کا ارتقائی جائزہ:

اس نظام کے ارتقاء کے مختلف مراحل، ان مراحل کی اہم شخصیات اور ان کی خصوصیات کو تین ادوار میں تقسیم کیا گیا ہے:

دورِ اوّل: تاسیس وتنظیم... پہلی تا چوتھی صدی ہجری
دورِ ثانی: تشکیل وفروغ ..... پانچویں تا آٹھویں صدی ہجری
دورِ ثالث: زوال وانحطاط ... نویں صدی ہجری تا حال (اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۳۷)

''**دورِ اوّل: تاسیس وتنظیم (پہلی تا چوتھی صدی ہجری) :۔** ان حالات کے نتیجے میں کچھ علماء وصلحاء نہ صرف خود کثرتِ عبادت اور زہد وتوکل کی طرف مائل ہوئے بلکہ دوسروں کو بھی ایسی زندگی گزارنے کی تلقین کرنے لگے۔ اس سلسلے میں حسن بصری (م ۱۱۰ھ)، مالک بن دینار (م ۱۲۸ھ)، سفیان ثوری (م ۱۴۱ھ)، حبیب عجمی (م ۱۵۶ھ)، ابراہیم بن ادہم (م ۱۶۱ھ)، داؤد طائی (م ۱۶۵ھ)، عبداللہ بن مبارک (م ۱۸۱ھ) اور فضیل بن عیاض (م ۱۸۷ھ) رحمہم اللہ جیسے زہاد اور دنیا سے کنارہ کش لوگوں کے نام زیادہ مشہور ہیں۔ ان افراد کے عقائد و اعمال قرآن وسنت کے مطابق تھے۔ عبادت وریاضت کی کثرت کے باوجود انہوں نے دین کے کسی دوسرے شعبے کو نظر انداز کیا تھا نہ ان کے ہاں کسی فلسفے نے جنم لیا تھا اور نہ انہوں نے عبادت کے کسی نئے طریقے کو اختیار کیا تھا۔ ان میں سے اکثر کا تعلق بصرہ و کوفہ سے تھا۔

(اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۳۹-۴۰)

تیسری صدی کے مشہور صوفیاء:۔ اس دور میں بغداد صوفیاء کی سرگرمیوں کا بہت بڑا مرکز تھا۔ ان کے اثرات ایران، شام، مصر اور جزیرہ نمائے عرب تک پھیلتے چلے گئے۔ ان دو صدیوں کے مشہور صوفیاء یہ تھے۔ معروف کرخی رحمہ اللہ (م ۲۰۱ھ)، ذوالنون مصری رحمہ اللہ (م ۲۴۰ھ)، حارث محاسبی رحمہ اللہ (م ۲۴۳ھ)، سری سقطی رحمہ اللہ (م ۲۵۳)، بایزید بسطامی رحمہ اللہ (م ۲۶۱ھ)، سہل تستری رحمہ اللہ (م ۲۸۳ھ)،

حسین بن منصور حلاج رحمہ اللہ (م ۳۰۹ھ)، ابوبکر شبلی رحمہ اللہ (م ۳۳۴ھ)، ابونصر سراج رحمہ اللہ (م ۳۷۸ھ)، ابوبکر کلاباذی رحمہ اللہ (م ۳۸۵ھ)، ابوطالب مکی رحمہ اللہ (م ۳۸۶ھ) (اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۴۰-۴۱)

دورِ ثانی: تشکیل اور فروغ (پانچویں تا آٹھویں صدی ہجری):۔ اس دور میں تصوف نے ایک ادارے اور مریدوں کے حلقوں نے خانقاہوں کی شکل اختیار کر لی۔ مسلم دنیا کے اکثر و بیشتر علاقوں میں خانقاہیں موجود تھیں۔ معاشرے کے کھاتے پیتے لوگ اور بسا اوقات حکام و امراء خانقاہوں کی خدمت کرنا دینی خدمت سمجھتے تھے۔ حکمرانوں نے خانقاہوں کیلئے جاگیریں الاٹ کیں تا کہ مستقل طور پر مالی انتظام ممکن ہو سکے۔ اس دور میں خانقاہوں سے خاص شاگرد تیار کر کے مختلف علاقوں میں نائب بنا کر بھجوائے جانے لگے۔

اس دور کے اہم صوفیاء ابونعیم اصفہانی رحمہ اللہ (م ۴۳۰ھ)، عبدالکریم بن ہوازن قشیری رحمہ اللہ (م ۴۶۵ھ)، ابوالحسن علی ہجویری رحمہ اللہ (م ۴۶۵ھ)، ابوحامد غزالی رحمہ اللہ (م ۵۰۵ھ)، عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (م ۵۶۱ھ)، ضیاء الدین سہروردی رحمہ اللہ (م ۵۶۷ھ)، فرید الدین عطار رحمہ اللہ (۶۲۰ھ)، شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ (م ۶۳۲ھ)، معین الدین اجمیری رحمہ اللہ (م ۶۳۳ھ)، بختیار کاکی رحمہ اللہ (م ۶۳۳ھ)، محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ (م ۶۳۸ھ)، فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ (م ۶۷۰ھ)، جلال الدین رومی رحمہ اللہ (م ۶۷۲ھ)، بوعلی قلندر رحمہ اللہ (م ۷۲۴ھ) اور مخدوم جہانیاں رحمہ اللہ (م ۷۸۵ھ) ہیں۔ (اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۴۱ تا ۴۳)

دورِ ثالث: دورِ زوال و انحطاط (نویں صدی ہجری تا حال):۔ اس دور میں خانقاہیں اور جاگیریں ذاتی وراثت بن گئیں۔ حکمرانوں کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے تاویلیں کی جانے لگیں اور اجتہاد کی جگہ تقلید نے لے لی۔ تصوف جو کبھی حال تھا، قال بن کر رہ گیا۔ سماع مزامیر (آلات موسیقی) کے ساتھ گانے بجانے اور رقص کا مجموعہ بن گیا۔

اس دور میں جہاں تک تصوف میں اصلاح کی کوشش کا تعلق ہے تو اس میں شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ کا کردار سب سے نمایاں ہے۔ انہوں نے وحدت الوجود کی جگہ وحدت الشہود کا نظریہ پیش کیا۔ بعد میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے وحدت الوجود اور وحدت الشہود دونوں نظریات کو ہم آہنگ کرنے کی کوشش کی، ماضی قریب میں مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے بھی تصوف کی اصلاح کی بہت کوشش کی۔

مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ جیسے عالم دین ابن عربی رحمہ اللہ کے نظریات بالخصوص عقیدۂ وحدت الوجود کا دفاع کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ اقبال ابتدائی زندگی میں اسی نظریے کے قائل دکھائی دیتے ہیں اور رومی کے عقیدۂ وحدت الوجود پر مشتمل اشعار کو بڑا پسند کرتے ہیں۔ مشائخ چشت کی روحانی فکر کی اساس بھی نظریۂ وحدت الوجود ہی تھا۔ اس دور کے اہم رجال تصوف، جن میں زیادہ تر کا تعلق برصغیر سے ہے، ان کے نام یہ ہیں: اشرف جہانگیر سمنائی (۸۰۸ھ)، عبدالکریم جیلی (۸۲۰ھ)، محمد گیسو دراز (۸۲۵ھ)، شیخ احمد سرہندی (۱۰۳۳ھ)، میاں میر لاہوری (۱۱۵۳ھ)، عبداللطیف بھٹائی (۱۱۶۵ھ) شاہ ولی اللہ (۱۱۷۴ھ)، شاہ عبدالقادر (۱۲۳۰ھ)، شاہ رفیع الدین (۱۲۳۳ھ)، شاہ عبدالعزیز (۱۲۳۹ھ)، میاں محمد بخش (۱۳۲۴ھ)، مہر علی شاہ (۱۳۵۶ھ)، اشرف علی تھانوی رحمہم اللہ (۱۳۶۲ھ)۔ (اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۴۳-۴۴)

سلوک اور منازل سلوک:۔ سلوک کے لغوی معنی راستہ چلنے کے ہیں۔ جو ایک حسی عمل ہے جس سے مراد عاجزی اور طہارت و عشق وغیرہ کی نفسی کیفیات میں سالک (تصوف کے راہی) کا اپنے آپ کو رنگنا یا ان کیفیات کا اپنے اندر پیدا کرنا ہے۔ جو فرد اس راہ میں چلتا ہے، اسے سالک کہا جاتا ہے اور جو اس راستے میں ٹھہر جائے، اسے واقف کہتے ہیں اور جو اس ٹکراؤ سے واپس نہ پلٹے بلکہ یہیں وقوف کرے، اسے راجع کہا جاتا ہے۔ (اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۵۵)

اہل طریقت کیلئے دس شرائط:۔ سلوک کے مراتب میں اہل طریقت کیلئے دس شرطیں ضروری قرار دی گئی ہیں: طلب حق، طلبِ مرشد حق، ادب، رضائے محنت و ترکِ فضول، تقویٰ، استقامت شریعت، کم کھانا، کم سونا، لوگوں سے کنارہ کش ہونا اور صوم و صلوۃ کا پابند ہونا۔ (مجالس صوفیاء، ص: ۷۷) (اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۵۵)

بیعت کی ضرورت واہمیت:۔ سلوک میں بیعت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ بیعت حقیقت میں شیخ و مرید کے درمیان ایک معاہدہ اور اقرار ہے۔ خانقاہی نصاب تربیت میں بیعت کو لازمی قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ شیخ کی عقل کلی کا پرتو جب سالک کے قلب معنوی پر پڑتا ہے تو اس کا حاسۂ روحانی بیدار ہوتا ہے۔ (عصر جدید اور مسائل تصوف، احمد سعید ہمدانی، ص: ۷۶)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے نزدیک بیعت کی مختلف اقسام ہیں، گناہوں سے توبہ کیلئے بیعت، بیعت تبرک، تقویٰ پر قائم رہنے کی بیعت اور اس کے علاوہ بیعت خلافت اور بیعت اسلام بھی ہیں۔ ''القول الجمیل فی بیان سواء السبیل'' ترجمہ پروفیسر محمد سرور، ص: ۴۳)

(اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۵۶)

مریدین کیلئے پانچ شرائط:۔ خانقاہ میں مرید سے پانچ شرائط بحیثیت شریک طے کی جاتی ہیں: پہلا معاہدۂ مشارطہ دوسری منزلِ مراقبہ تیسرا مقامِ محاسبہ، چوتھی منزلِ معاقبہ اور پانچویں منزلِ مجاہدہ نفس ہے۔ (کیمیائے سعادت'' ترجمہ نانب نقوی، ص: ۳۴۷)

(اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۵۶)

لطائف اور مراقبہ ثلاثہ:۔ مریدوں کو مندرجہ ذیل لطائف کی مشق بھی کروائی جاتی ہے: لطیفۂ قلب، لطیفۂ روح، لطیفۂ سری، لطیفۂ خفی، لطیفۂ اخفی اور لطیفۂ نفس، یہ لطائف سلوک کی بنیاد ہیں۔ اس کے بعد مراقبات کی تربیت ضروری سمجھی جاتی ہے۔ پہلا مراقبۂ احدیت، دوسرا مراقبۂ معیت اور تیسرا مراقبۂ اقرابیت ہے۔ (اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۵۷)

دوائر محبت:۔ مراقبہ ثلاثہ کے بعد دوائر محبت آتے ہیں۔ دائرہ اول میں وظیفہ یحبهم و یحبونه ''وہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اس سے محبت کرتے ہیں۔'' کی مشق، دوسرا دائرہ صفات کا ہے اور پھر دائرہ محبت، دائرہ سوم کی مشق ضروری سمجھی جاتی ہے۔ نیز تنزلات ستہ، یعنی مراتب وجودیہ کے بارے میں آگاہی بھی ضروری سمجھی جاتی ہے۔ (اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۵۷)

اصطلاحات تصوف

ارباب تصوف اپنے اسرار و رموز بیان کرنے کیلئے مخصوص الفاظ و اصطلاحات استعمال کرتے ہیں۔ ان اصطلاحات کا مقصد یہ بیان کیا جاتا ہے کہ نااہل لوگ ایسے اسرار و رموز کو جاننے اور چھپانے کی صلاحیت نہیں رکھتے، اس لیے خاص لوگوں کو ان اصطلاحات کے ذریعے سے خاص مطالب و معانی بتائے جاتے ہیں۔

تمام اصطلاحات کو زیر بحث لانا طوالت کے باعث ممکن نہیں ہے، ان میں کچھ یہ ہیں: حال و وقت، قبض و بسط، خوف و رجاء، انس و ہیبت۔

حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ نے راہِ سلوک میں بارہ حجابات کا ذکر کیا ہے۔ (کشف المحجوب، ص: ۲۳۵)

مشائخ طریقت نے سلوک کے ایک سو اسی درجے رکھے ہیں۔ بعض کے نزدیک اس سے کم بھی ہیں۔ (مجالس صوفیاء، ص: ۱۰۰-۱۰۱)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے راہ سلوک کی رکاوٹوں کا ذکر بالتفصیل کیا ہے۔ (ھمعات، ص: ۳۳) حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ راہ سلوک میں لغزشوں کی سات قسمیں بیان فرماتے ہیں۔ (فوائد الفوائد ''ملفوظات نظام الدین اولیاء'' ترجمہ پروفیسر محمد سرور، ص: ۷۱-۷۲)، (اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۵۸-۵۹)

سلاسل طریقت

اہل تصوف طریقت کے باقاعدہ سلسلوں کا آغاز دور تابعین یا دور تبع تابعین سے کرتے ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

(۱) سلسلۂ عجمیہ (۱۵۰ھ) از حبیب عجمی رحمہ اللہ (۲) سلسلۂ ادہمیہ (۱۵۰ھ) از ابو اسحاق ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ
(۳) سلسلۂ عیاضیہ (۱۷۰ھ) از حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ (۴) سلسلۂ کرخیہ (۱۹۰ھ) از حضرت معروف بن فیروز کرخی رحمہ اللہ
(۵) سلسلۂ محاسبیہ (۲۳۰ھ) از حارث بن اسد محاسبی رحمہ اللہ (۶) سلسلۂ طیفوریہ (۲۴۰ھ) از طیفور بن عیسٰی بسطامی رحمہ اللہ

(۷) سلسلۂ سقطیہ (۲۴۵ھ) از ابوالحسن سری سقطی رحمہ اللہ (۸) سلسلۂ جنیدیہ (۲۷۰ھ) از حضرت جنید بن محمد بغدادی رحمہ اللہ

(۹) سلسلۂ نوریہ (۲۸۰ھ) از ابوالحسن احمد بن محمد نوری رحمہ اللہ

وقت کے ساتھ ساتھ ان سلسلوں اور ان کی شاخوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچ گئی۔ یہ سلاسل طریقت بعد میں موجودہ چار سلسلوں میں مدغم ہو گئے۔

سلسلۂ چشتیہ: ڈاکٹر خلیق احمد نظامی سلسلۂ چشتیہ کی وجۂ تسمیہ خراسان کے ایک مشہور شہر چشت کی نسبت سے بیان کرتے ہیں۔ جہاں ایک بڑا مرکز قائم کیا گیا جسے بڑی شہرت حاصل ہوئی اور یہ سلسلہ اس مقام کی نسبت سے چشتیہ کہلانے لگا۔ (تاریخ مشائخ چشت ص: ۱۳۵)

چشت میں ابواسحاق شامی رحمہ اللہ (م ۳۲۹ھ) مقیم تھے۔ بعد میں یہ سلسلہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ (م ۶۳۳ھ) کے نام سے مشہور ہے جو اس سلسلے کے اہم فرد تھے، وہ ہندوستان آئے اور اجمیر کو مرکز بنایا۔ (تصوف اور سریت، ص: ۲۱۳)

ہندوستان کے مشہور صوفیاء اسی سلسلے سے وابستہ ہیں، مثلاً: فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ (م ۶۶۴ھ)، نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ (م ۷۲۶ھ)، علاء الدین صابر رحمہ اللہ (م ۶۹۱ھ) نصیر الدین چراغ دہلی رحمہ اللہ (م ۷۵۷ھ)، سیّد محمد گیسودراز رحمہ اللہ (م ۸۲۵ھ)، شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ (م ۹۴۴ھ)، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ (۱۳۱۷ھ) وغیرہم۔

سلسلۂ چشتیہ کا خاص امتیاز "نسبت عشق" کا فروغ ہے جسے وہ محبت کے سوا ہر چیز کا خیال دل سے نکال کر خالی دل کے ساتھ دائمی ذکر کے ذریعے سے حاصل کرتے ہیں۔ (سیر الاولیاء، ص: ۳۶۴)، (اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۶۲-۶۳)

سلسلۂ قادریہ:۔ یہ سلسلہ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ (م ۵۶۱ھ) کی نسبت سے قادریہ کہلاتا ہے۔ شیخ عبدالقادر رحمہ اللہ جید عالم اور حنبلی مسلک کے پیروکار تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے اپنے وقت کے نامور علماء سے علم حاصل کیا یہاں تک کہ جامعہ بغداد کے استاذ و مہتمم رہے۔ ان کے اصلاحی مواعظ سے کثیر لوگوں نے فائدہ اٹھایا۔ ان کے نام سے سلسلۂ قادریہ کی باقاعدہ تنظیم ان کے انتقال کے بعد ہوئی۔ آپ رحمہ اللہ کی طرف بہت سی کرامات منسوب ہیں۔

سلسلۂ قادریہ میں رضائے الٰہی کی طلب کیلئے ذکر کو توجہ دی جاتی ہے۔ یہ ذکر دل کے ساتھ بھی ہوتا ہے اور زبان کے ساتھ بھی۔ نسبت فاروقی کا ظہور اور ذکر پر توجہ سلسلۂ قادریہ کے اختصاصات ہیں۔ یہ سلسلہ عراق اور پاک و ہند میں معروف ہے۔ شیخ ابوالمعالی رحمہ اللہ (م ۱۰۲۴ھ)، شیخ داؤد کرمانی رحمہ اللہ (م ۹۸۲ھ) اور حضرت میاں میر لاہوری رحمہ اللہ (م ۱۰۴۵ھ) اسی سلسلے سے وابستہ تھے۔

(تصوف اور سریت، ص: ۲۱۹ بحوالہ اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۶۵)

سلسلۂ سہروردیہ: یہ سلسلۂ شیخ شہاب الدین ابوحفص عمر بن عبداللہ سہروردی رحمہ اللہ (م ۶۳۲ھ) سے منسوب ہے۔ آپ رحمہ اللہ شافعی المذہب عالم دین تھے۔ تصوف کی تربیت چچا ابونجیب سہروردی اور عبدالقادر جیلانی رحمہم اللہ سے پائی۔ "عوارف المعارف" آپ رحمہ اللہ کی مشہور تصنیف ہے جو علم تصوف پر اعلیٰ ترین تصنیف تسلیم کی جاتی ہے۔ چشتی سلسلہ سے منسلک خانقاہوں میں بھی عوارف پڑھی جاتی ہے۔ مشہور فارسی شاعر و ادیب سعدی شیرازی رحمہ اللہ آپ رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ برصغیر پاک و ہند میں آپ کا سلسلہ آپ کے خلیفہ بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمہ اللہ (م ۶۶۱ یا ۶۶۶ھ) کے توسط سے پھیلا۔ (تصوف اور سریت ص: ۲۱۹)

سلسلۂ سہروردیہ میں تزکیہ کے متعین اسباق ہیں جن کی طالب علم کو تعلیم دی جاتی ہے۔ ان کے ہاں ذکر قلبی اور توجہ کو بھی اہمیت حاصل ہے۔ (تجلیات سہروردیہ، عبدالسلام سہروردی، ص: ۲۴)، (اسلام اور خانقاہی نظام ص: ۶۵)

سلسلۂ نقشبندیہ:۔ اس سلسلے کی نسبت بہاؤالدین نقشبند رحمہ اللہ (م ۷۹۱ھ) سے ہے جن کا تعلق بخارا سے تھا۔ پہلی ہی صحبت میں سالک کے دل سے ماسوئ اللہ (اللہ کے سوا ہر چیز) کا نقش مٹا کر اللہ تعالیٰ کا نقش دل پر جمانے کی وجہ سے نقشبند کے لقب سے مشہور ہوئے۔

(مجدد الف ثانی از دار حسین شاہ، ص: ۱۱۵)

قدامت کے اعتبار سے یہ سلسلہ سب سے پرانا ہے، یہ سلسلہ ترکستان میں قائم ہوا اور اس کے سب سے زیادہ مشہور بزرگ خواجہ محمد اتالیسوی رحمہ اللہ ہیں جو ترکستان کے شہر "یساۃ" میں رہتے تھے۔ ہندوستان میں نقشبندی سلسلہ شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ (مجدد الف ثانی رحمہ اللہ) کی وجہ سے مشہور ہے۔ طریقۂ نقشبندیہ میں ذکر قلبی اور ذکر لسانی خفی رائج ہے۔ علاوہ ازیں اس سلسلے میں تکمیل سلوک کے متعین اسباق ہیں اور اس کا باقاعدہ نصاب ہے جو شیخ کی رہنمائی میں مکمل کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے کی اصطلاحات درج ذیل ہیں:

سلسلہ نقشبندیہ کی آٹھ اصطلاحات

ہوش در دم:۔ ہر سانس میں ہوشیار رہنا، یعنی کوئی سانس اللہ تعالیٰ کی یاد سے خالی ہو نہ اس کی معصیت میں گزرے۔

نظر بر قدم:۔ چلنے پھرنے میں اپنی نظر نیچی کر کے پیروں پر نگاہ رکھے، ادھر ادھر نہ دیکھے کیونکہ آس پاس کی چیزوں کی طرف توجہ ہونے سے توجہ الی اللہ میں خلل پڑتا ہے اور خیالات منتشر ہوتے ہیں۔

سفر در وطن:۔ آدمی صفات بشریہ اور اخلاق رزیلہ کو ترک کر کے صفات ملکیہ (فرشتوں کی صفات) اور اخلاق فاضلہ حاصل کرے، یعنی طلب جاہ و مال، حسد، بغض و کینہ، خود پسندی اور تکبر وغیرہ سے دل کو پاک کرے کیونکہ جب تک یہ خصائل رذیلہ دل میں ہوں گے دل پاک نہیں ہو سکتا۔

خلوت در انجمن:۔ لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر بھی اپنے وطن اصلی (دل) کی طرف متوجہ رہنا اور اللہ کی یاد سے غافل نہ ہونا۔

یاد کردن:۔ اپنے قلب کی طرف متوجہ ہونا اور خیال کرنا کہ قلب سے اللہ اللہ نکل رہا ہے۔

بازگشت:۔ تھوڑے ذکر کے بعد تین بار یا پانچ بار مناجات کی طرف رجوع کرنا۔

نگہداشت:۔ ذکر سے جو کیفیت پیدا ہو اس کو قائم رکھنا اور خطرات اور وساوس سے اپنے قلب کو بچانا۔

یادداشت:۔ ذکر کی اس قدر مشق ہو جانا کہ بے ارادہ اور بے اختیار دل سے اللہ اللہ نکلنے لگے۔

وقوف زمانی:۔ ہوش در دم اور وقوف زمانی کا مطلب تقریباً ایک ہی ہے۔ وقوف زمانی کو صوفیائے کرام "محاسبہ" بھی کہتے ہیں۔

وقوف عددی:۔ سالک اللہ کا ذکر وتر، یعنی طاق کرے جیسے ۳، ۵، ۷، ۹ مرتبہ۔ اس میں ذات حق کے ساتھ مناسبت ہے۔

وقوف قلبی:۔ وقوف قلبی سے مراد یہ ہے کہ سالک ہر وقت، ہر آن اور ہر لحظہ، اپنے قلب کی طرف متوجہ رہے اور قلب اللہ کی طرف متوجہ رہے تاکہ ہر طرف سے توجہ ہٹ کر معبود حقیقی کی طرف ہو جائے اور کسی قسم کے خطرات اور وسوسے دل میں نہ آئیں۔

ان سلسلوں کے علاوہ سلسلۂ اویسیہ بھی مشہور ہے جس کا آغاز حضرت اویس قرنی رحمہ اللہ سے کیا جاتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان سلسلہ جات میں سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے جبکہ باقی سلسلے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے شروع ہوتے ہیں۔ (آئینۂ تصوف، ص:۹۶ بحوالہ اسلام اور خانقاہی نظام، ص:۶۵ تا ۶۷)

برصغیر میں اہم خانقاہی مراکز

برصغیر میں اسلام مسلم فاتحین، تاجروں اور صوفیاء کے ذریعے پہنچا۔ ابتدائی دور میں صوفیا مختلف راستوں سے برصغیر میں داخل ہوئے۔

شیخ سیف الدین رحمہ اللہ وہ پہلے صوفی تھے جو دسویں صدی عیسوی میں پنجاب میں داخل ہوئے۔ (تذکرہ صوفیائے پنجاب، ص:۳۸)

بعض سکالرز کے خیال میں شیخ اسماعیل رحمہ اللہ پہلے صوفی تھے جو پنجاب میں وارد ہوئے۔ ابوالحسن علی ہجویری رحمہ اللہ ۱۰۳۹ء کو شیخ کی تعلیم پر لاہور تشریف لائے اور راوی کے کنارے خانقاہ قائم کی۔

زین العابدین رحمہ اللہ بھی ملتان کے اولین صوفیاء میں شمار ہوتے ہیں جو سخی سرور رحمہ اللہ کے والد تھے۔ وہ بغداد سے تشریف لائے تھے۔ جن کے بیٹے سخی سرور رحمہ اللہ کے نام سے مشہور ہیں۔ (اولیائے ملتان، ص: ۶۶)

بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمہ اللہ، جو کہ سلسلۂ سہروردیہ کے پنجاب میں بانی ہیں، ملتان میں پیدا ہوئے۔ ان کے آباء واجداد مکہ سے خوارزم اور بعد میں ملتان سکونت پذیر ہوئے۔

معین الدین چشتی اجمیری رحمہ اللہ بجستان میں پیدا ہوئے، پھر وہ بخارا قرآن کی تعلیم کیلئے گئے۔ وہاں شیخ عثمان ہارونی رحمہ اللہ کے پاس اڑھائی سال روحانی تعلیم پاتے رہے۔ اس کے بعد مدینہ منورہ چلے گئے جہاں انہوں نے خواب میں ہندوستان دیکھا۔ شیخ کے حکم سے چشتی سلسلے کو ہندوستان میں پھیلانے کیلئے یہاں تشریف لائے۔ ۱۱۹۳ء کو وہ دہلی پہنچے، پھر اجمیر سکونت پذیر ہوئے۔ ان کے اس سلسلے کو پنجاب میں فرید الدین مسعود رحمہ اللہ نے تقویت پہنچائی۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ، جو کہ نقشبندیہ سلسلہ کے برصغیر میں بانی سمجھے جاتے ہیں، سمرقند کے نواح سے اپنے شیخ کی ہدایت پر یہاں تشریف لائے اور ایک سال لاہور میں رہے، پھر دہلی میں سکونت پذیر ہوئے۔ (صوفیائے نقشبند، ص: ۱۹۲)

مذکورہ معلومات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ تقریباً اولین ادوار کے پنجاب اور برصغیر کے تمام صوفیاء رحمہم اللہ بیرون ممالک سے تشریف لائے اور انہوں نے یہاں پر خانقاہی نظام قائم کیا، ان میں سے اکثر وبیشتر نے خیبر کا راستہ استعمال کیا۔ جن صوفیاء نے اس خانقاہی نظام کو برصغیر میں متعارف کروایا اور اسے وسعت دینے میں بنیادی کردار ادا کیا، وہ بغداد، شام اور بخارا سے تشریف لائے جو صوفی ازم کے مراکز تھے۔

یہاں ہجرت کے بعد صوفیاء نے اپنے اثرات کو پھیلانے کیلئے خانقاہوں کے سلسلے کو وسیع کرنے پر توجہ دی۔ یہ سلسلہ وقت کے ساتھ ساتھ ترقی کرتا چلا گیا۔ عالم اسلام یا برصغیر کے تمام خانقاہی نظام کے اہم مراکز کا ذکر طوالت کے پیش نظر ممکن نہیں۔ صرف پنجاب میں قائم کردہ اہم خانقاہوں اور مزارات کی تفصیل یہ ہے:

شمال مشرقی اور وسطی پنجاب میں گیارہویں، بارہویں صدی عیسوی کی خانقاہیں:۔

● حضرت سیف الدین رحمہ اللہ (م ۱۰۰۷ء) اُچ (تذکرہ صوفیائے پنجاب، ص: ۳۹) ● حضرت علی بن عثمان ہجویری رحمہ اللہ (۱۰۷۳ء) لاہور ● حضرت زین العابدین رحمہ اللہ (م ۱۱۲۶ء) ملتان (اولیائے ملتان، ص: ۶۶) ● حضرت سیّد یعقوب زنجانی رحمہ اللہ (م ۱۱۴۰ء) لاہور (مدینۃ الاولیاء، ص: ۲۷۶) ● حضرت سخی سرور رحمہ اللہ (۱۱۸۱ء) ڈیرہ غازی خان (حضرت سخی سرور جمید، ص: ۸۵)

شمال مشرقی اور جنوبی پنجاب میں تیرھویں، چودھویں صدی عیسوی کی خانقاہیں:۔

● بہاؤ الدین زکریا رحمہ اللہ (م ۱۰۰۷ء) ملتانی فرید الدین مسعود المعروف گنج شکر رحمہ اللہ، اجودھن (موجودہ پاکپتن) (بابا فرید الدین مسعود، ص: ۱۰) ● حضرت شمس تبریز رحمہ اللہ (م ۱۲۷۶ء) وسطی پنجاب (تاریخ مشائخ چشت، ص: ۶۳) ● حضرت شاہ رکن الدین رحمہ اللہ (۱۳۳۴ء) (آب کوثر، ص: ۳۰۳) ● حضرت سیّد جلال الدین رحمہ اللہ (م ۱۳۸۲ء) اُچ (حدیقۃ الاولیاء، ص: ۱۲۲)

الغرض چودھویں صدی کے اختتام تک جنوبی پنجاب کے سوا پورے پنجاب میں خانقاہوں نے ایک حیثیت حاصل کر لی تھی۔

(اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۶۸ تا ۷۰)

شمال مشرقی پنجاب میں پندرہویں، سولہویں صدی عیسوی کی خانقاہیں:۔ اس دوران لاہور، ملتان اور اُچ کے درمیان بہت سی خانقاہیں قائم ہوئیں۔ ملتان اور اس کے اردگرد مندرجہ ذیل خانقاہیں وجود میں آئیں:

● شیر شاہ رحمہ اللہ (م ۱۴۹۹ء) ملتان ● سیّد موسیٰ رحمہ اللہ (م ۱۵۹۲ء) ملتان شہر

اُچ اور اس کے گردونواح کی خانقاہیں:۔

❁ سیّد صدر الدین رحمہ اللہ (م۱۴۲۹ء) ❁ شاہ نصیر الدین رحمہ اللہ (م۱۴۴۲ء) ❁ میراں شاہ مبارک رحمہ اللہ (م۱۵۴۸ء)

لاہور اور اس کے گردونواح میں قائم ہونے والی خانقاہیں:۔

❁ شیخ موسیٰ رحمہ اللہ (م۱۴۹۸ء) ❁ شاہ عبد الجلیل رحمہ اللہ (م۱۵۰۴ء)، (حدیقۃ الاولیاء، ص:۱۲۲) ❁ شاہ محمد حضوری رحمہ اللہ (م۱۵۳۵ء) ❁ شاہ ابواسحاق رحمہ اللہ (م۱۵۷۷ء) ❁ سیّد جولان شاہ رحمہ اللہ (م۱۵۹۴ء) ❁ شاہ حسین رحمہ اللہ (م۱۵۹۸ء) ❁ غوث بالا پیر رحمہ اللہ (م۱۵۵۱ء) ستگھرہ، (مشائخ قادریہ، ص:۱۲۹) ❁ شاہ بہاؤ الدین رحمہ اللہ (م۱۵۶۵ء) حجرہ شاہ مقیم ❁ شاہ لطیف باری رحمہ اللہ (م۱۵۴۳ء) نورپور، (مشائخ قادریہ، ص:۱۲۹)

شمال مشرقی، جنوب مشرقی اور وسطی پنجاب میں سترہویں، اٹھارہویں صدی کی خانقاہیں:۔ اس دور میں چشتیاں، بہاولپور، لاہور، ملتان، اُچ اور دیگر علاقوں میں بہت سی خانقاہیں قائم ہوئیں جن میں سے بعض مندرجہ ذیل ہیں:

❁ سیّد بلھے شاہ رحمہ اللہ (م۱۷۵۷ء) قصور ❁ پیر سلطان احمد کھٹل رحمہ اللہ (م۱۶۳۱ء) جلال پور پیر والا

❁ مخدوم شہاب احصر رحمہ اللہ (م۱۷۸۳ء) بہاولپور اور نور محمد رحمہ اللہ (م۱۷۹۰ء) چشتیاں، (حدیقۃ الاولیاء، ص:۲۰۹)

❁ نور محمد رحمہ اللہ (م۱۷۸۹ء) حاجی پور

پاکستان میں اہم خانقاہی مراکز: ❁ سلطان باہو رحمہ اللہ (م۱۶۹۱ء) گڑھ مہاراجہ (اولیائے پاک و ہند، ص:۳۲۸) ❁ عبد القادر رحمہ اللہ (م۱۷۷۶ء) پیر کوٹ، (مشائخ قادریہ، ص:۱۹۹) ❁ وارث شاہ رحمہ اللہ (م۱۷۴۱ء) جنڈیالہ شیر خان ❁ شاہ عبد الرحمٰن رحمہ اللہ (م۱۷۴۰ء) بکڑیخ ❁ شاہ سلیمان رحمہ اللہ (م۱۶۵۴ء) بھلوال، (مشائخ قادریہ، ص:۴۳) ❁ شاہ دولہ دریائی رحمہ اللہ (م۱۶۶۴ء) گجرات

❁ سیّد احمد رحمہ اللہ (م۱۷۲۵ء) کوٹلہ ❁ میراں محمد رحمہ اللہ (م۱۶۰۵ء) لاہور ❁ شاہ شمس الدین رحمہ اللہ (م۱۶۱۲ء)، شاہ کبیر الدین رحمہ اللہ (م۱۶۱۵ء)، شاہ محمد طاہر رحمہ اللہ (م۱۶۳۰ء)، شاہ محمد میر رحمہ اللہ (م۱۶۳۵ء)، شیخ محمد طاہر رحمہ اللہ (م۱۶۲۴ء) اور شاہ مدہوری رحمہ اللہ (م۱۶۴۶ء) لاہور، (حدیقۃ الاولیاء، ص:۱۷۳) ❁ شاہ ابو الخیر رحمہ اللہ (م۱۷۱۹ء) شاہ کوٹ۔

جنوبی، مغربی اور شمالی پنجاب میں انیسویں، بیسویں صدی کی خانقاہیں:۔

❁ سیّد صدر الدین رحمہ اللہ (م۱۸۲۵ء) جہانیاں، (مشائخ قادریہ، ص:۱۲۹) ❁ سلطان محمود رحمہ اللہ (م۱۸۱۳ء) بیلہ (رحیم یار خان) ❁ میاں خدا بخش رحمہ اللہ (م۱۸۵۲ء) چاچڑاں ❁ خواجہ محمد عقیل رحمہ اللہ (م۱۸۱۴ء) کوٹ مٹھن ❁ اللہ بخش رحمہ اللہ (م۱۹۰۱ء) تونسہ۔ پنجاب میں خانقاہی نظام کے وسیع پیانے پر پھیلنے کی ایک وجہ وہاں کا ماحول تھا۔ خانقاہی سلسلے زیادہ تر دریاؤں کے آس پاس قائم ہوئے۔ لاہور اور ملتان بالخصوص خانقاہی سرگرمیوں کا مرکز رہے۔ صوفیاء خانقاہی نظام کی وسعت کیلئے ہمیشہ کوشاں رہے۔

(اسلام اور خانقاہی نظام، ص:۷۰تا۷۳)

صوفیائے کرام کی نظر میں سنت کی اہمیت

ابو عثمان سعید رحمہ اللہ:۔ ابو عثمان سعید بن عثمان الحیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”من امر السنة علی نفسه قولا و فعلا نطق بالحکمة و من امر الهوی علی نفسه قولا و فعلا نطق بالبدعة“

”جس نے قول و فعل میں اپنے نفس پر سنت رسول ﷺ جاری کر لی تو وہ شخص حکمت کے ساتھ بولتا ہے اور جس نے اپنے قول و فعل میں اپنی خواہشات کو اپنے نفس پر جاری کر لیا، اس کی زبان سے بدعت ہی کی بات نکلے گی۔ (اللمع، ص:۱۴۴)

ذوالنون مصری رحمہ اللہ:۔ ذوالنون مصری رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ آپ نے اللہ کو کیسے پہچانا تو انہوں نے جواب دیا: میں نے اللہ کو اللہ ہی کے ذریعے سے پہچانا اور اللہ کے سوا باقی تمام چیزوں کو رسول اللہ ﷺ کے ذریعے سے پہچانا۔ (اللمع، ص: ۱۴۵)

ابو یزید رحمہ اللہ:۔ ابو یزید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ اللہ تعالیٰ سے کھانے کی خواہش اور عورتوں کی طرف رغبت ختم کرنے کا سوال کروں گا مگر یہ سوچ کر خاموش رہا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ایسا نہ کیا تو میں کیوں خلاف سنت کروں۔ (اللمع، ص: ۱۴۵)

ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ:۔ ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ نے جب ایک شخص کو مسجد میں قبلے کی طرف تھوکتے دیکھا تو موسیٰ بن عیسیٰ کے والد سے کہا کہ آؤ واپس چلیں کیونکہ جس شخص کا آداب رسول ﷺ پر عمل نہیں وہ ولیوں اور صدیقوں کے مقام کو کیسے پہنچ سکتا ہے۔ (اللمع، ص: ۱۴۵)

اس سے واضح ہوتا ہے کہ اولین صوفیاء وزہاد کے ہاں سنت رسول ﷺ پر عمل کرنا کس قدر ضروری تھا۔ یہی وجہ ہے کہ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ صوفیاء کو باقی لوگوں کی نسبت اتباع رسول ﷺ میں مکمل پیروی کرنے والے قرار دیتے ہیں کیونکہ آپ ﷺ نے جس بات کا حکم دیا، انہوں نے اس کی تعمیل کی اور جس بات سے روکا، اس سے باز رہے۔ (عوارف المعارف، ص: ۴۷)

اولین ادوار کے اکثر صوفیاء نے ہر ایسے طریقے کو، جو سنتِ رسول ﷺ سے ہٹ کر ہو، باطل قرار دیا کیونکہ ان کے نزدیک سنتِ رسول پر عمل کرنے ہی میں کامیابی ہے۔

سہیل بن عبداللہ رحمہ اللہ:۔ سہیل بن عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”کل وجد لا یشهد له الکتاب والسنة فباطل“ ہر ایسا وجد باطل ہے جس کی قرآن وسنت شہادت نہیں دیتے۔ (اللمع، ص: ۱۴۶)

خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ:۔ خواجہ معین الدین چشتی رحمہ اللہ محبت رسول ﷺ میں والہانہ عقیدت رکھتے تھے، فرماتے ہیں: اس شخص پر افسوس ہے جو قیامت کے دن آپ ﷺ سے شرمندہ ہوگا تو اس کی جگہ کہاں ہوگی؟ جو آپ سے شرمندہ ہوگا، وہ کہاں جائے گا؟ یہ فرما کر آپ رحمہ اللہ رونے لگے۔ (سیر الاقطاب، ص: ۴۱)

حضرت جلال الدین رحمہ اللہ:۔ حضرت جلال الدین بخاری رحمہ اللہ (مخدوم جہانیاں جہاں گشت) سالک کیلئے رسول اللہ ﷺ کی متابعت کو قرب کا ذریعہ بتاتے اور درویشوں کو نصیحت فرماتے کہ شریعت کا علم پڑھو، بدعت سے بچو اور سنت پر عمل کرو۔

(مخدوم جہانیاں، جہان گشت، محمد ایوب قادری، ص: ۱۶۵)

شیخ احمد سرہندی نقشبندی رحمہ اللہ: شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ سیّد نور کے نام اپنے مکتوب میں نصیحت فرماتے ہیں کہ اتباع سنت میں کوشش کرو، بدعت اور اہل بدعت سے دور رہو جس جگہ جو کام خلاف شرع دیکھو، وہاں سے گریزاں اور یکسو ہو جاؤ۔

(مکتوبات، نسیم احمد فریدی، ص: ۵۷ بحوالہ اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۱۱۹ تا ۱۲۱)

صوفیائے کرام کا ذوق نماز: بعض صوفیاء نے علماء کی بیان کردہ شرائط نماز کے علاوہ بھی چند شرائط بیان کی ہیں۔ ظاہری نجاست کے علاوہ باطن میں شہوتوں سے پاک ہونا ضروری قرار دیتے ہیں۔ ظاہر میں کپڑے کا گندگی سے پاک ہونا اور باطن میں کپڑے کا حصول پاکیزہ کمائی سے ہونا، شرط نماز ہے۔ نماز کی ایک شرط استقبال قبلہ ہے۔ صوفیاء کے نزدیک ظاہر قبلہ سے مراد کعبہ اور باطن قبلہ سے مراد عرش ہے، نیز اللہ تعالیٰ کے حضور خلوص نیت کے ساتھ مقام ہیبت وفناء میں ہونا، ترتیل کے ساتھ قرأت کرنا، خشوع کے ساتھ رکوع کرنا، تذلیل کے ساتھ سجدہ کرنا، حضوری کے ساتھ تشہد میں بیٹھنا اور صفت فناء کے ساتھ سلام ضروری ہے۔ (کشف المحجوب، ص: ۲۶۲)

صوفیاء کے نزدیک سجدے کا ادب یہ ہے کہ بندہ دل میں یہ محسوس کرے کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ قریب کوئی ہے نہ اس سے بڑھ کر کوئی بزرگ وبرتر اور عزت والا ہے۔ (کشف المحجوب، ص: ۲۶۳) اسی طرح تشہد، دعا اور سلام میں اس معاہدے کے آداب کا خیال کرے جو اس نے نماز میں داخل ہوتے ہوئے کیا تھا۔

حضرت عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نماز کی اہمیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

"الصلاۃ خطرہا عظیم و امرہا جسیم و بالصلاۃ امر اللہ تبارك و تعالیٰ رسوله محمدا ﷺ و اول ما اوحی اللہ بالنبوۃ ثم بالصلاۃ قبل کل عمل و قبل کل فریضۃ فی آیات کثیرۃ"

''نماز کی شان عظیم ہے اور اس کا معاملہ بڑا جلیل القدر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر محمد ﷺ کو نماز کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے آپ ﷺ پر نبوت کی وحی کی، پھر ہر عمل اور ہر فریضے سے پہلے متعدد آیات میں نماز کا حکم صادر فرمایا۔'' (غنیۃ الطالبین، ص:۵۸۶)

کتاب اللمع میں نماز کو تمام امور سے مقدم رکھنے کی تلقین کی گئی ہے: "ان یکون تاھبھم للصلاۃ قبل دخول وقت الصلاۃ حتی لایفوتھم الوقت اول الذی ھو المختار"

''نماز کا وقت ہونے سے قبل نماز کیلئے لوگوں کی تیاری ہونی چاہئے تا کہ نماز کا اولین وقت جو کہ مختار وقت ہے، ان کے ہاتھ سے نہ نکل جائے۔'' (اللمع، ص:۲۰۳)

صوفیاء نماز میں نہایت انہماک اور توجہ کی تلقین کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ تو ایسے نماز پڑھا کر گویا اللہ تجھے دیکھ رہا ہے اور تیرے ضمیر سے واقف ہے، نیز نماز میں تیری مثال ایسے ہو جیسے جنت تیرے دائیں طرف اور جہنم تیرے بائیں جانب ہے۔ (اللمع، ص:۲۰۵)

صوفیاء نماز کو اللہ اور بندے کے درمیان وصل قرار دیتے ہیں۔

"فالصلاۃ صلۃ بین الرب والعبد و ما کان صلۃ بینه و بین اللہ" (الخ)

''پس نماز رب اور بندے کے درمیان ایک جوڑ اور وصل ہے اور جو چیز اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان صلہ اور پیوند ہو تو بندے کا حق یہ ہے کہ وہ بندگی پر ربوبیت کے رعب اور دبدبے کی وجہ سے ڈرنے اور گڑگڑانے والا ہو۔''

(عوارف المعارف، ص:۳۰۲، بحوالہ: اسلام اور خانقاہی نظام، ص:۱۳۷تا۱۳۹)

صوفیائے کرام اور اہمیت روزہ: مشائخ کے ہاں نماز کے علاوہ باقی عبادات کی پابندی کرنا بھی نجات کیلئے لازم ہے، چنانچہ روزے کے ظاہری آداب اور اس کے باطنی پہلوؤں پر بھی صوفیاء نے خصوصی توجہ مرکوز کی ہے۔ صوفیاء کے خیال میں روزے کو باقی تمام عبادات کی نسبت ایک خاص مقام حاصل ہے کیونکہ اس میں اعضاء کی حرکت شامل نہیں ہے۔ صوفیائے روزے کی اصلیت امساک کو قرار دیتے ہیں اور اسی میں تمام طریقت کو مضمر سمجھتے ہیں۔ اس کا ادنیٰ درجہ بھوک کا روزہ ہے جو ماہ رمضان میں ہر مسلمان پر فرض ہے۔ جنید بغدادی رحمہ اللہ روزے کو نصف طریقت بیان کرتے ہیں۔ (کشف المحجوب، ص:۴۸۰)

اہل تصوف کے نزدیک روزے کا ادب مقاصد کا درست ہونا، خواہشات سے الگ ہونا، دل کو فاسد خیالات سے پاک رکھنا اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا ہے۔ روزوں کی فرضیت واہمیت کے متعلق شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"ینبغی للصائم ان یجرد صومه من الاثام و یتمه بتقوی اللہ عزوجل"

''ہر روزے دار کو چاہیے کہ اپنے روزے کو گناہوں سے بچائے اور اسے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے مکمل کرے۔''

(غنیۃ الطالبین، ص:۴۴۵)

صوفیاء کے ہاں فرض روزوں کے علاوہ نفلی روزوں کی بھی بڑی اہمیت تھی، چنانچہ بعض صوفیائے کرام رحمہم اللہ نے ساری عمر روزے رکھے۔ ابوعبداللہ احمد بن جابان رحمہ اللہ نے پچاس برس تک مسلسل روزے رکھے، سفر ہو کہ حضر وہ ہمیشہ روزے سے رہتے تھے۔ (اللمع، ص:۲۱۸)

اسی طرح ابوالحسن مکی رحمہ اللہ نے بھی ساری عمر روزے رکھے اور وہ صرف جمعے کے روز روٹی کھاتے تھے۔

صوفیائے کرام اور زکوٰۃ کی اہمیت: ۔ عبادات میں جہاں تک زکوٰۃ کا تعلق ہے تو صوفیاء اس حوالے سے ہمیشہ امتیازی مقام کے

حامل رہتے ہیں کیونکہ وہ کبھی صاحب نصاب ہوتے ہی نہیں تھے کہ وہ زکوٰۃ ادا کریں۔ (اللمع ص: ۲۱۰)

حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ زکوٰۃ کی ادائیگی کو اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرنا خیال کرتے ہیں۔ (کشف المحجوب ص: ۴-۲۷۴، بحوالہ اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۱۳۹ تا ۱۴۰)

صوفیائے کرام اور حج کی اہمیت: اہل خانقاہ کے نزدیک حج ایک ظاہری عبادت ہی نہیں بلکہ اس کے باطنی طور پر بے شمار فوائد ہیں۔ مکہ کو جانے والا ہر قدم اپنے ہاں ایک خاص نشان رکھتا ہے۔ حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ کے خیال میں حرم کو حرم پاک اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں مقام ابراہیم ہے۔ ان کے نزدیک ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دو مقام ہیں: ایک مقام تن جو کہ مکہ میں ہے اور دوسرا مقام دل جو خلت ہے۔ جو آدمی مقام تن کا قصد کرے اسے تمام شہوات اور لذات سے اعراض کرنا چاہیے اور جو شخص ایسا کرے تو وہ مناسک حج ادا کرنے کے بعد حاجی بن جاتا ہے۔ مقام دل کا قصد کرنے والا مالوفات (محبوب اشیاء) سے اعراض اور لذت کو ترک کرتے ہوئے معرفت کے عرفات میں قیام کرتا ہے، وہاں سے الفت کے مزدلفہ کا قصد کرتا ہے، وہاں سے تنزیہ حق کے حرم کے طواف کو جاتا ہے، پھر خواہشات اور فاسد خیالات کے سنگریزوں کو ایمان کے منیٰ میں پھینک دیتا ہے، اس کے بعد اپنے نفس کو مجاہدات کی ذبح گاہ میں قربان کر کے مقام خلت تک پہنچ جاتا ہے۔

(کشف المحجوب، ص: ۲۸۵)

حج کے اسرار اور اموز عارفین کیلئے:۔ ایک آدمی جنید بغدادی رحمہ اللہ کے پاس حج کر کے آیا تو آپ رحمہ اللہ نے اس سے پوچھا:

”تو نے حج کیا ہے؟“۔ اس نے جواب میں کہا: ”جی ہاں“

شیخ نے پوچھا: ”گھر سے نکلتے اور وطن چھوڑتے وقت تو نے گناہوں کو چھوڑ دیا تھا؟“۔ اس نے جواب دیا: ”نہیں!“

شیخ نے فرمایا: ”آپ سفر پر نکلے ہی نہیں۔ سفر میں قیام کے وقت راہ حق کا کوئی مقام بھی طے کیا؟“۔ اس نے جواب دیا: ”نہیں“

شیخ نے کہا: ”تو نے کسی منزل میں قیام کیا ہی نہیں۔ کیا تم نے میقات کے مقام پر کپڑے اتارتے ہوئے بشری صفات کو اتار اکہ نہیں؟“

اس نے کہا: ”نہیں“

شیخ نے فرمایا: ”تب آپ محرم ہوئے ہی نہیں۔“

شیخ نے پوچھا: ”عرفات میں وقوف کے وقت مشاہدات کا کشف ہوا؟“۔ اس نے جواب دیا: ”نہیں“

شیخ نے کہا: ”آپ نے عرفات میں وقوف کیا ہی نہیں۔“

شیخ نے پوچھا: ”کیا آپ نے مزدلفہ میں تمام نفسانی خواہشات ترک کیں؟“۔ اس نے کہا: ”نہیں!“

شیخ نے فرمایا: ”تب آپ مزدلفہ گئے ہی نہیں۔“

شیخ نے سوال کیا: ”کیا دوران طواف آپ نے جمال حق کے لطائف کو دیکھا؟“۔ اس نے جواب دیا: ”نہیں!“

شیخ نے کہا: ”تب آپ نے طواف کیا ہی نہیں۔“

شیخ نے سوال کیا: ”صفا اور مروہ کے درمیان سعی کے وقت آپ نے مقام صفا اور مقام مروہ کا ادراک کیا؟“۔ اس نے جواب دیا: ”نہیں!“

شیخ نے کہا: ”آپ نے ابھی سعی کی ہی نہیں۔“

شیخ نے پوچھا: ”منیٰ میں آپ کی تمنائیں ختم ہوئی تھیں؟“۔ اس نے جواب دیا: ”نہیں!“

شیخ نے کہا: ”آپ ابھی منیٰ گئے ہی نہیں۔“

شیخ نے دریافت کیا: ”آپ نے جب ذبح گاہ میں قربانی کی تو کیا اپنے نفس کی خواہشوں کو قربان کیا؟“۔ اس نے جواب دیا: ”نہیں!“

شیخ نے کہا: ”پھر آپ نے قربانی کی ہی نہیں۔“

شیخ نے پوچھا: ”جب آپ نے سنگریزے پھینکے تو کیا آپ نے نفسانی خیالات بھی پھینک دیئے؟“۔ اس نے جواب میں کہا: ”نہیں!“ یہ سن کر شیخ نے کہا: ”تو نے سنگریزے پھینکے ہی نہیں اور نہ آپ نے حج کیا۔“ (کشف المحجوب، ص:۲۸۶)

صوفیائے زاہدین:۔ عبادات کی اہمیت و پابندی کے حوالے سے صوفیاء دو طبقوں میں تقسیم کیے جاسکتے ہیں۔ اولین ادوار کے صوفیاء جو حقیقی زاہد تھے ان میں سے کم ہی ایسے تھے جو ان عبادات کی پابندی کرنے والے نہ ہوں۔ (اسلام اور خانقاہی نظام، ص:۱۴۱ تا ۱۴۳)

تزکیۂ نفس کی ضرورت:۔ اسلام نے اعتدال و توسط، علاج بالضد، تغیر و تبدل، صرف نظر، ترغیب و ترہیب اور رجائیت و محبت جیسے اصولوں کے ذریعے سے بھی تزکیۂ نفس کا اہتمام کیا ہے۔

اسلام انسانی معاشرے میں شریعت کی حدود کی پاسداری کرتے ہوئے تزکیۂ نفس کی نہ صرف ترغیب دیتا ہے بلکہ انسانی تزکیۂ نفس کے ایسے سنہری اصول وضوابط بیان کرتا ہے جن پر عمل پیرا ہو کر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم دنیا و آخرت کی فوز و فلاح کے حق دار قرار پائے۔

(اسلام اور خانقاہی نظام، ص:۱۸۷)

صوفیائے کرام کی علمی اور ادبی خدمات

صوفیائے کرام کی علمی خدمات کو دو ادوار میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

دور اوّل: متقدمین صوفیائے کرام کی کتب جن کا ذکر تیسری صدی ہجری کے اواخر تک ملتا ہے۔

﴿۱﴾- شیخ یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ کی کتاب ”المریدین“ ﴿۲﴾- شیخ عمر المعروف ابوحفص رحمہ اللہ کی ”قیام اللیل و التہجد“
﴿۳﴾- شیخ حارث بن اسد محاسبی بغدادی رحمہ اللہ کی ”الفکر والاعتبار“ ﴿۴﴾- شیخ منصور بن عمار رحمہ اللہ کی ”مجالس“
﴿۵﴾- شیخ ابوجعفر محمد برجانی رحمہ اللہ کی ”الصحبۃ“ اور ”کتاب الصبر“ ﴿۶﴾- شیخ عبیداللہ بن ابوالدنیا رحمہ اللہ کی ”الاخلاق اور کتاب التقوی“
﴿۷﴾- شیخ جنید بغدادی رحمہ اللہ کی ”امثال القرآن“ ”کتاب الرسائل“ اور ”کتاب الودع“ ﴿۸﴾- شیخ ابوالحسن علی بن احمد رحمہ اللہ کی ”الکبیر“ ﴿۹﴾- شیخ سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ کی ”وقائع المحبین“ اور ”مواعظ العارفین“ ﴿۱۰﴾- شیخ ابوحمزہ رحمہ اللہ کی ”المتبعین من السیاح و العباد المتصوفین“ ﴿۱۱﴾- شیخ محمد بن یحییٰ رحمہ اللہ کی ”المتوکل“ ﴿۱۲﴾- حسین بن منصور حلاج رحمہ اللہ کی ”طاسین الازل علم البقاء والفناء“

دور دوم:۔ یہ دور تیسری صدی ہجری کی آخری چوتھائی سے شروع ہو کر آج تک کا ہے۔ یہ وہ دور ہے جس میں تصوف پر خوب لکھا گیا ہے۔ مکمل احاطہ تو ناممکن ہے، تاہم کچھ مصنفین، مؤلفین اور تذکرہ نگاروں کی کتب کا تعارف اس طرح سے ہے:

﴿۱﴾- ابونصر عبداللہ سراج طوسی رحمہ اللہ کی کتاب ”اللمع“ ﴿۲﴾- شیخ ابوبکر رحمہ اللہ کی ”التعرف“
﴿۳﴾- شیخ ابوطالب مکی رحمہ اللہ کی ”قوت القلوب“ ﴿۴﴾- شیخ ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمہ اللہ کی ”طبقات الصوفیاء“
﴿۵﴾- شیخ ابونعیم اصفہانی رحمہ اللہ کی ”حلیۃ الاولیاء“ ﴿۶﴾- شیخ ابوالقاسم قشیری رحمہ اللہ کا ”رسالۃ قشیریۃ“
﴿۷﴾- شیخ ابوالحسن علی ہجویری رحمہ اللہ کی ”کشف المحجوب“ ﴿۸﴾- خواجہ عبداللہ انصاری ہروی رحمہ اللہ کی ”منازل السائرین“
﴿۹﴾- شیخ ابوحامد غزالی رحمہ اللہ کی ”احیاء العلوم“ اور ”مکاشفۃ القلوب“ ﴿۱۰﴾- امام عبدالرحمٰن ابن جوزی رحمہ اللہ کی ”صفوۃ الصفوۃ تلبیس ابلیس، صید الخاطر“ ﴿۱۱﴾- شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی ”فتوح الغیب اور غنیۃ الطالبین“
﴿۱۲﴾- شیخ فریدالدین عطار رحمہ اللہ کی ”تذکرۃ الاولیاء“ ﴿۱۳﴾- شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ کی ”عوارف المعارف“
﴿۱۴﴾- شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کی ”فتوحات مکیۃ“ اور ”فصوص الحکم“ ﴿۱۵﴾- شیخ نجم الدین رازی

رحمہ اللہ کی "مرصاد العباد" ﴿۱۶﴾- مولانا جلال الدین رومی رحمہ اللہ کی "فیہ مافیہ اور مثنوی معنوی" ﴿۱۷﴾- شیخ فخر الدین عراقی رحمہ اللہ کی "لمعات" ﴿۱۸﴾- شیخ نور الدین جامی رحمہ اللہ کی "نفحات الانس" ﴿۱۹﴾- حسن علاء سنجری رحمہ اللہ کی "فوائد الفوائد" ﴿۲۰﴾- شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے "مکتوبات المکاشفات الغيبية المعارف اللدنية" ﴿۲۱﴾- حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی "ھمعات، لمعات، فیوض الحرمین، حجة الله البالغة اور الانتباه فی سلاسل الاولياء" ﴿۲۲﴾- مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی "التكشف عن مهمات التصوف اور دیگر کتب" ﴿۲۳﴾- پروفیسر یوسف سلیم چشتی رحمہ اللہ کی "تاریخ تصوف"

مذکورہ کتب کے عام اور مجموعی موضوعات یہ ہیں۔ معرفت حق تعالیٰ، معرفت آخرت، معرفت نفس، طہارت، عبادات، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، آداب شیخ مریدین، منازل سلوک، توبہ، شکر، خوف ورجاء، اخلاص، توکل اور خشوع وخضوع وغیرہ۔

دینی نقطۂ نظر سے کتب تصوف کا مطالعہ اس لیے ناگزیر سمجھا جاتا ہے کہ دین متین کا جامع علم اور اسلامی تعلیمات کا ہمہ پہلو فہم اسی وقت نصیب ہو سکتا ہے جب روح دین کے تناظر میں دین کو پڑھا اور سمجھا جائے۔ روح دین یہ ہے کہ بندہ اللہ کے دین کے باطنی مظاہر کا پابند ہو کر اس کے تمام تر تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے اپنی شخصیت کو ہر جہت سے اللہ کے رنگ میں پوری طرح رنگ لے اور اس کی اطاعت محبت کی منزلوں کو عبور کرتے ہوئے کیفیات عشق سے ہم کنار ہو جائے۔

مطالعۂ تصوف کی ضرورت کا دوسرا پہلو عمل ہے۔ جب دین کی روح آشکار ہو جائے تو لازم ہے کہ عمل میں بھی وہ روح جاری ہو اور اس کے تقاضوں کی تکمیل کیلئے سعی وکوشش کی جائے۔

ان کے علاوہ ملفوظاتی لٹریچر ہندوستان کی تہذیبی وفکری تاریخ کا بیش قیمت سرمایہ ہے۔ اس سے نہ صرف صوفیائے کرام کی زندگی اور ان کے افکار ونظریات پر روشنی پڑتی ہے بلکہ اس دور کی ذہنی فضا، معاشی حالات، ادبی تحریکات اور سماجی رجحانات کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ (ملفوظاتی ادب کی تاریخی اہمیت، پروفیسر محمد اسلم، ص:۱۵، بحوالہ: اسلام اور خانقاہی نظام، ص:۱۸۸-۱۹۱)

صوفیاء کے ملفوظات کا آغاز:۔ پاک وہند میں مشائخ کرام کے ملفوظات جمع کرنے کا آغاز ۷۰۷ھ کو فوائد الفوائد (ملفوظات خواجہ نظام الدین اولیاء) سے ہوا۔ میر حسن علاء سنجری رحمہ اللہ نے تصوف میں ایک نئی صنف ایجاد کی اور یہ فن تصوف کی نشر واشاعت کا ایک مؤثر ترین ذریعہ بن گیا۔ (ملفوظاتی ادب کی تاریخی اہمیت، ص:۹)

حسن سنجری رحمہ اللہ کے اس کامیاب تجربے نے دوسرے معاصرین کو اس طرف متوجہ کیا اور "اُچ" سے لے کر "منیر" (بہار) تک ملفوظات کی ترتیب وتدوین کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ رفتہ رفتہ ملفوظات نویسی خانقاہی نظام کی تعلیم وتربیت کا ایک اہم جزو بن گیا۔

ملفوظات کے علاوہ برصغیر پاک وہند میں مشائخ کے تذکرے بھی لکھے گئے۔ ان کا آغاز محمد بن مبارک کرمانی کے تذکرے "سیر الاولیاء" سے ہوتا ہے، پھر لطائف اشرفی (ملفوظات وحالات سیّد محمد اشرف جہانگیری سمنائی رحمہ اللہ) میں ایک مستقل باب کے ذریعے سے تمام مروجہ سلاسل کے صوفیاء کے حالات لکھ کر متعارف کرایا گیا۔ اس سے پاک وہند کی تاریخ میں عمومی تذکرہ نویسی کا آغاز ہوا جس کا پہلا نقش "سیر العارفین" کی صورت میں ابھرا۔ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تو "اخبار الاخیار" لکھ کر تذکرہ نویسی کے فن میں تجدید اور تحقیق کی طرح ڈالی۔

ان کے علاوہ صوفیائے کرام رحمہم اللہ کے مکاتیب کے مجموعے بھی ملتے ہیں جن میں تصوف کے اسرار ورموز اور حقائق ومعارف کا بیان ہے۔ چند ایک مکتوبات کے نام یہ ہیں:

مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ۔ مکتوبات شیخ شرف الدین احمد بن یحییٰ منیری رحمہ اللہ۔ مکتوبات شیخ عبد الحق دہلوی رحمہ اللہ۔
(اسلام اور خانقاہی نظام، ص۱۹۱-۱۹۲)

صوفیائے کرام کی ادبی خدمات:۔ عالم اسلام میں جہاں کہیں بھی شعری شاہکار پائے جاتے ہیں، وہ صوری و معنوی ہر لحاظ سے رنگ تصوف سے مزین ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ان کا مزاج صوفیانہ ہے۔

یہ مبالغہ نہیں حقیقت ہے کہ مسلمانوں کی شاعری کا دامن جس قدر حسین بوقلموں تشبیہات، استعارات اور تمثیلات و تعبیرات سے مالا مال ہے، اس کی نظیر کسی غیر مسلم قوم کی شاعری میں نہیں ملتی۔ (اسلامی ثقافت، ص: ۲۳۸)

صوفیائے کرام نے زمین شعر و ادب میں حقائق و معارف کی تخم پاشی کی اور شعر و غزل کو اس کے درجۂ کمال تک پہنچا دیا۔ سنائی (م ۵۲۵ھ)، عطار (م ۶۲۷ھ)، رومی (م ۶۷۰ھ)، عراقی (م ۶۸۰ھ)، سعدی (م ۶۹۱ھ)، امیر خسرو (م ۷۲۵ھ)، خواجہ حافظ رحمہم اللہ (م ۷۷۲ھ) کے شعری مجموعے حال و قال کی محفلوں میں ذوق و شوق سے پڑھے اور سنے جاتے ہیں۔ (تصوف اور شریعت، ص: ۲۱۰)

عربی میں ابن عربی رحمہ اللہ اور آثیری رحمہ اللہ، فارسی میں فرید الدین عطار رحمہ اللہ، سنائی رحمہ اللہ، مولانا روم رحمہ اللہ، سعدی رحمہ اللہ، عراقی رحمہ اللہ، بیدل رحمہ اللہ، حافظ ابو المعالی رحمہ اللہ، ملا شاہ بدخشی رحمہ اللہ، میر جان اللہ رضوی رحمہ اللہ جیسے شعراء نے تصوف کو اپنی شاعری کا موضوع بنایا۔ اردو میں میر درد، غالب، ذوق اور اقبال نے صوفیانہ شاعری میں رنگ بھرا۔ ان کے علاوہ علاقائی زبانوں، پشتو میں رحمان بابا اور خوشحال خاں خٹک، سندھی میں شاہ عبد اللطیف، شاہ عبد الکریم، شاہ عنایت، مخدوم محمد زماں، قادر بخش بیدل، پیر علی گوہر شاہ، سچل سرمست اور مصری شاہ، پنجابی میں شاہ حسین، بلھے شاہ، شاہ مراد، سیّد مہر علی شاہ، وارث شاہ اور سلطان باہو اور سرائیکی میں بابا فرید، حافظ جمال، خواجہ فرید اور غلام حسین شہید رحمہم اللہ کے نام صوفیانہ شاعری میں سرمائے کی طرح موجود ہیں۔

(ملتان کی ادبی و تہذیبی زندگی میں صوفیائے کرام کا حصہ، ڈاکٹر روبینہ ترین، ص: ۵۴۰، بحوالہ: اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۱۹۲-۱۹۳)

اشاعت اسلام میں صوفیاء کا کردار

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر وہ کون سے عوامل تھے جن کے باعث اشاعت اسلام کی راہ ہموار ہوئی اور وہ کون لوگ تھے جن کی تبلیغی مساعی شجر اسلام کے پھیلاؤ کا سبب بنی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مختلف ادوار میں صوفیاء کی انفرادی کوششوں سے اشاعت اسلام کے سلسلے میں بہت سی کامیابیاں ہوئیں اور جب بھی اشاعت اسلام کی تاریخ لکھی جائے گی صوفیاء کی کوششیں ہمیشہ تشکر و امتنان کے جذبات کے ساتھ یاد رکھی جائیں گی۔

پروفیسر یوسف سلیم چشتی مجاہدین اسلام کے ساتھ ساتھ صوفیاء کو ہندوستان میں اشاعت اسلام کا سب سے بڑا سبب گردانتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: ”ہندوستان میں اشاعت اسلام کا باعث مجاہدین اسلام کی شجاعت و ایثار ہی نہ تھا بلکہ اس کا بڑا سبب صوفیائے کرام و اولیائے عظام رحمہم اللہ کی روحانیت بھی تھی جن کی خاموش رشد و ہدایت نے اسلام ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیلا دیا۔“

(تاریخ تصوف، ص: ۱۴۰) ڈاکٹر عبد الرحمٰن بدوی بھی اسی نقطۂ نظر کی تائید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ (تاریخ التصوف الاسلامی، ص: ۲۵)

ڈاکٹر عبد المجید سندھی ہندوستان میں اشاعت اسلام کے سلسلے میں حکمرانوں کی نسبت صوفیاء کو فائق تصور کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”یہ بات تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں صوفیائے کرام کے ذریعے سے جس قدر اشاعت اسلام ہوئی وہ مسلمان امراء اور حکمرانوں سے نہ ہو سکی۔ صوفیائے کرام نے اس سلسلے میں کسی جبر سے کام نہیں لیا بلکہ رواداری اور وسعت نظر سے کام لیتے ہوئے اپنے حسن اخلاق، خلوص اور محبت سے لوگوں کو متاثر کیا۔ اس طرح انہوں نے ابلاغ دین اور فروغ دین کا فریضہ بڑی خوبی سے سرانجام دیا۔“ (پاکستان کی صوفیانہ تحریکیں، ص: ۲۸)

سالار عجم کے مصنف اشاعت اسلام کے سلسلے میں بزرگان دین کو خراج عقیدت اس انداز میں پیش کرتے ہیں۔ ان بزرگان دین نے توسیع اسلام کے سلسلے میں جو کام کیا وہ کسی فاتح کی تلوار کر سکی نہ کسی بادشاہ کا جاہ و جلال کر سکا۔ یہ خرقہ پوش بظاہر بے سر و سامان اور تہی دست تھے لیکن دولت ایمانی، دینی حمیت اور خلق محمدی ﷺ کا جو سرمایہ ان کی جھولی میں تھا اس نے بڑی بڑی بادشاہتوں کو ان کے آگے سرنگوں کر دیا تھا۔ (سالار عجم، مقدمہ)

حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ کی تعلیم اور تبلیغ سے بہت سے لوگوں نے دین اسلام قبول کیا۔ جن میں سے ایک رائے راجو بھی تھا جو سلطان مودود بن مسعود غزنوی کی طرف سے لاہور کا نائب تھا۔ (پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، ص:۵۸) آپ کی کوششوں سے متعدد غیر مسلم مسلمان ہوئے اور مسلمانوں کے عقائد اور اعمال کی اصلاح ہوئی اور لوگ شریعت کے پابند ہوئے۔ (پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، ص:۵۹)

شیخ فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ کے ہاتھ پر مغربی پنجاب کے کئی بڑے بڑے قبیلے مسلمان ہوئے۔ (آب کوثر، ص:۲۲۲)

حضرت مخدوم جہانیاں رحمہ اللہ کے پاس ہندو حاضر ہوتے اور مشرف بہ اسلام ہوتے۔ (مجالس صوفیاء، ص:۳۶۱)

اشرف جہانگیر سمنانی رحمہ اللہ کے وعظ و مناظرے سے بے شمار ہندو مشرف بہ اسلام ہوئے۔ انہوں نے کئی نامور جوگیوں کو جھوٹا ثابت کیا اور ایک نامور جوگی بابا کمال پنڈت اور اس کے پانچ ہزار چیلوں کو بھی مشرف بہ اسلام کیا۔ حضرت سلطان باہو رحمہ اللہ کی کوششوں سے پنجاب، سندھ اور بلوچستان کے بے شمار لوگوں کو فیوض و برکات نصیب ہوئیں۔ (لطائف اشرفی: ۱/۴۰۲، بحوالہ: اسلام اور خانقاہی نظام، ص:۲۰۴-۲۰۶)

معاشرتی اصلاح کے سلسلے میں صوفیاء کے اثرات

خانقاہی نظام نے بے شمار انسانوں کو متاثر کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ اس زاویۂ فکر نے تاریخ کے مختلف ادوار میں مختلف معاشروں کو متاثر کیا اور اس حد تک مقبولیت حاصل کی کہ عوام و خواص کے اذہان کو نہ صرف متاثر کیا بلکہ زندگی کی ٹھوس حقیقتوں کو بدلنے میں بھی اہم کردار ادا کیا۔ معاشرے میں رواداری، مساوات، خدمت خلق، عفوو درگزر، شفقت، دل جوئی اور دلداری جیسا ماحول پیدا کیا۔

اجتماعی و معاشرتی زندگی پر صوفیاء کے انہی اثرات کا جائزہ ڈاکٹر ظہور الحسن اس طرح لیتے ہیں: ”صوفیاء کے قانون حیات کے تمام باب اور ہر باب کی دفعات کا مقصد و منشاء ایک ایسے سماج کی تشکیل ہے کہ جس میں روحانی خصوصیات و خوبیوں کو ممتاز اور نمایاں درجہ حاصل ہو اور جہاں محبت انسانیت، خدمت، ہمدردی، اخوت، مساوات، ایثار، صدق، خلوص، بردباری، شکر اور تسلیم و رضا کی بالا دستی کار فرما نظر آتی ہو۔“
(تذکرہ اولیائے پاک و ہند، ص:۹)

آیئے ہم صوفیاء کی زندگی میں ان اعلیٰ اقدار کے عمل دخل کا جائزہ لیتے ہیں۔

حسن اخلاق:۔ حسن اخلاق کے بارے میں بالعموم لوگ غلط فہمی کا شکار ہیں کہ حسن اخلاق صرف خندہ پیشانی اور نرم و شیریں گفتگو کرنے کا نام ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ حسن اخلاق، حقوق العباد کو پورا کرنے، اللہ کے بندوں کی ہمدردی و خیر خواہی، مخلوق کی نفع رسانی، خود بھوکے اور پیاسے رہنا اور دوسروں کو پہننے اور کھانے کیلئے دینا اور معاشرے میں کم مرتبہ لوگوں کی عزت افزائی کرنا حسن اخلاق ہے۔

صوفیاء کے پاس سب سے بڑا طاقت ور اور مؤثر ہتھیار یہی تیغ اخلاق تھی، یہی نرمی، خود غرضی سے پاک، مخلوقِ خدا سے محبت، سچی ہمدردی اور ہر ایک کیلئے دل سوزی اور غم خواری تھی جس کے ذریعے وہ لوگوں کے دلوں کو مسخر اور متاثر کر گئے۔

ان کی خانقاہوں میں جو غریب، نادار، مصیبت زدہ اور مظلوم انسان آتے تھے، ان کی ڈھارس بندھتی تھی اور ان کے زخموں پر مرہم لگتا تھا۔ (صوفیاء اور حسن اخلاق، ص:۹۰)

یہی وجہ ہے کہ معاشرے کے زخموں کو مندمل کرنے میں صوفیاء نے جو خدمات سر انجام دی ہیں اس کی بناء پر عوام و حکام نے انہیں احترام کی نظر سے دیکھا۔ (عصر جدید اور مسائل تصوف، احمد سعید ہمدانی، ص:۱۰۰)

اور انہوں نے برصغیر میں اسی حسن خلق کی بناء پر غیر مسلموں کے دل جیت لیے۔

صوفیاء کی خانقاہیں ایسے مقامات تھے جہاں شاہ و گدا، چھوٹے اور بڑے، امیر و غریب سبھی بلا امتیاز یکساں حاضر ہوتے تھے۔ صوفیاء ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرتے اور ہر طرح سے ان کے کام آتے تھے۔

ڈاکٹر روبینہ ترین صوفیائے کرام رحمہم اللہ کی ہندوستان میں انہی کوششوں کو یوں خراج تحسین پیش کرتی ہیں: ''ایسا معاشرہ جہاں رسم و رواج کی بھر مار، ذات پات کی تمیز، نخوت و تکبر کے جاہلانہ تصورات بام عروج تک پہنچے ہوئے تھے یہاں تک کہ ایک ہی جگہ رہتے ہوئے ایک دوسرے کو ملنے سے کترانے والے لوگ، انہی مشائخ کی کوششوں سے پیار و محبت، اخوت و یگانگت، مساوات و رواداری اور اتحاد و یکجہتی کی عملی تصویر بن گئے۔ خانقاہوں کی تعلیم و تربیت کا بنیادی مقصد ہی معاشرے کے تمام افراد کو آپس میں مل جل کر رہنے کی ترغیب دینا اور عالم اسلام کو وحدت و یگانگت کی لڑی میں پرونا تھا۔'' (ملتان کی ادبی و تہذیبی زندگی میں صوفیائے کرام کا حصہ، ص: ۳۷۷)

خدمت خلق: ۔ مخلوق خدا کی خدمت کرنا، ان کے کام آنا، ان کے مصائب و آلام کو دور کرنا، ان کے ساتھ ہمدردی و غمخواری کرنے اور شفقت سے پیش آنے پر دین اسلام نے بڑا زور دیا ہے۔ امت مسلمہ کا المیہ ہے کہ اس نے فرض عبادات کی بجا آوری ہی کو عبادات کی حدود اربع سمجھ رکھا ہے اور اخلاقیات، معاملات اور معاشرت کو دین کے دائرے سے نکال دیا ہے، حالانکہ ایمانیات اور فرض عبادات کا تعلق انسان کی اپنی ذات سے ہے جبکہ معاملات و اخلاقیات کا تعلق معاشرے اور پوری ملت سے ہوتا ہے۔ بلاشبہ اسلام کی ساری عمارت انہی ستونوں پر کھڑی ہے۔

اس بات میں کوئی شک و شبہے کی گنجائش نہیں کہ عبادات اطاعت الٰہی کا نام ہیں اور اطاعتِ الٰہی میں حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں شامل ہیں، پھر ان دونوں میں سے حقوق العباد کی اہمیت ہے۔ لہٰذا صوفیاء نے حقوق العباد کا بہت خیال رکھا ہے۔ اگر صوفیاء کے ملفوظات کا گہری نظر سے مطالعہ کریں تو ایسی بہت ساری مثالیں مل جائیں گی کہ انہوں نے عام انسانوں، فقیروں اور مسکینوں کے دکھ درد کو بانٹا ہے۔ (مذہب، مسلمان اور سیکولرازم، اشفاق احمد خان، ص: ۴۰)

خواجہ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ کی خانقاہ کا حال ان کے خلیفہ نصیر الدین چراغ رحمہ اللہ اس طرح بیان کرتے ہیں

''از پگاہ تا شام خلق بیامدے، نماز خفتن ہم خلق برسیدے، اما خواہندہ بیش از اں بود کہ آرندہ و ہر کہ چیزے بیاوردے چیزے یافتے''

''صبح سے شام تک لوگ آتے عشاء کی نماز میں سب پہنچ جاتے۔ لیکن مانگنے والوں سے لانے والے زیادہ ہوتے اور ہر شخص جو کوئی چیز لاتا کچھ نہ کچھ پالیتا۔'' (خیر المجالس، ص: ۲۵۷)

حضرت فرید الدین رحمہ اللہ کی خانقاہ کے دروازے بھی نصف شب تک کھلے رہتے تھے۔

ہیچ کس بخدمت ایشاں نیامدے کہ او را چیزے نصیب نہ کردے۔

''کوئی بھی ان کی خدمت میں ایسا نہ آتا جسے وہ کوئی چیز عطا نہ کرتے۔'' (فوائد الفوائد، ص: ۱۲۵)

حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مسافر کسی کے پاس پہنچے تو وہ اس کی عزت کرتے ہوئے اس کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آئے اور کامل ادب و احترام سے اس کا استقبال کرے اور یوں سمجھے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باعظمت مہمانوں میں سے ہے اور اس کے ساتھ وہی سلوک کرے جو انہوں نے اپنے مہمانوں کے ساتھ کیا تھا۔ (کشف المحجوب، ص: ۵۰۹)

شفقت و رحم دلی: اہل خانقاہ نے مخلوق خدا پر شفقت، غریبوں اور بے کسوں سے ہمدردی اور شکستہ دلوں کی تسلی کو اپنا معمول بنا لیا تھا اور وہ مخلوق کے غم خوار اور ان کیلئے شفقت و ترحم کے جذبات رکھنے والے تھے۔

ابوعلی رباطی ایک دفعہ حضرت عبداللہ مروزی رحمہ اللہ کے سفر میں ساتھی بنے تو عبداللہ مروزی رحمہ اللہ زادراہ خود اٹھاتے۔ دوران سفر ایک رات بارش میں ساری رات چادر لے کر ان کے سر پر کھڑے رہے۔ (رسالہ قشیریہ، ص: ۱۴۴)

سری سقطی رحمہ اللہ عید کے روز کھجوریں چن کر سامنے گھر میں موجود یتیم بچے کیلئے نئے کپڑے خریدنے کا بندوبست کرتے تھے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص: ۱۶۰)

ایک دفعہ بازار میں آگ لگ گئی، سری سقطی رحمہ اللہ کی دکان بچ گئی۔ آپ رحمہ اللہ نے اس دکان کا سارا سامان راہ خدا میں درویشوں میں تقسیم کر دیا کہ دوسروں کا نقصان ہو گیا ہے اور میرا بچ گیا ہے۔ (رسالہ قشیریہ، ص: ۱۱)

عاجزوں کی دستگیری اور حاجت مندوں کی ضروریات کو پورا کرنا صوفیاء کے نزدیک بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ایک صوفی کا قول ہے کہ اللہ کے پاس پہنچنے کی راہیں تو بہت ہیں لیکن سب سے نزدیک راہ دلوں کو راحت پہنچانا ہے۔ (بزم صوفیاء، ص:۳۷۱)

خلق خدا پر صوفیائے کی ہمدردی اور خیر خواہی کا یہ عالم تھا کہ حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ خود اکثر روزے سے ہوتے جب سحری کے وقت کھانے پر اصرار کیا جاتا تو جواب میں فرماتے کہ بہت سے مسکین و درویش مسجدوں کے کونوں اور دوکانوں میں بھوکے پڑے ہیں یہ کھانا میرے حلق سے کیسے اتر سکتا ہے۔

عفو ودرگزر اور دشمن نواز:۔ صوفیائے نے مخلوق خدا، کافر و مسلم دونوں سے عفو و درگزر کا رویہ اپنایا جس کا معاشرتی ماحول کی خوشگواری پر بہت گہرا اثر پڑا۔

ایک مرتبہ حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ نے ایک یہودی کے پڑوس میں مکان کرائے پر لیا۔ آپ رحمہ اللہ کا حجرہ یہودی کے دروازے سے متصل تھا، چنانچہ یہودی نے دشمنی میں ایک ایسا پرنالہ بنوایا جس کے ذریعے پوری غلاظت آپ رحمہ اللہ کے مکان میں ڈالتا رہتا اور آپ کی نماز کی جگہ نجس ہو جاتی۔ آپ رحمہ اللہ نے کبھی شکایت نہ کی۔ ایک دن یہودی خود ہی عرض کرنے لگا کہ میرے پرنالے کی وجہ سے آپ رحمہ اللہ کو کوئی تکلیف تو نہیں ہے؟ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: "پرنالے سے جو غلاظت گرتی ہے اسے جھاڑو دے کر روزانہ دھو ڈالتا ہوں، اس لیے مجھے کوئی تکلیف نہیں۔" یہودی نے عرض کیا: آپ رحمہ اللہ کو اتنی اذیت برداشت کرنے کے بعد بھی کبھی غصہ نہیں آیا۔۔ یقیناً آپ کا مذہب سچا ہے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص:۲۷)

حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ سے حاضرین میں سے ایک نے ذکر کیا کہ بعض آدمی جناب والا کو منبر پر اور دوسرے موقع پر برا بھلا کہتے ہیں جو ہم سے سنا نہیں جاتا۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: "میں نے سب کو معاف کیا، تم بھی معاف کر دو اور ایسے آدمی سے جھگڑا نہ کرنا۔" اس کے بعد آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: "اگر دو آدمیوں کے درمیان رنجش ہو تو اسے دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے باطن کو عداوت سے خالی کر لے تو دوسرے کی طرف سے بھی آزار کم ہو جائے گا۔ (فوائد الفوائد، ص:۱۶۳)

دل جوئی ودل داری:۔ صوفیائے کے نزدیک دل جوئی، دل داری اور دوسروں کو راحت و سکون پہنچانے سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں۔

حضرت جنید رحمہ اللہ، ابن کرینی رحمہ اللہ کے پاس کچھ درہم لے کر گئے کہ آپ یہ درہم لے لیں تو انہوں نے جواب دیا کہ مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: آپ کو ان کی ضرورت نہیں تو میں ایک مسلمان ہوں، آپ رحمہ اللہ کے لے لینے سے مجھے خوشی ہوگی، لہٰذا آپ رحمہ اللہ مجھے خوش کرنے کی خاطر لے لیں۔" (اللمع، ص:۲۶۳)

حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ خواجہ ذوالنون مصری رحمہ اللہ گلی میں جا رہے تھے کہ دو مسلمانوں کو شطرنج کھیلتے دیکھ کر فرمایا: اگر یہ وقت یاد الٰہی یا تلاوت قرآن میں بسر کیا جائے تو کیسا اچھا ہے! انہوں نے توجہ نہ دی، چند قدم آگے بڑھ گئے، پھر آپ رحمہ اللہ واپس مڑے اور ان دونوں سے معافی مانگی کہ صاحبان مجھے معاف فرما دیں، میں نے دیوانے پن میں کچھ کہہ دیا تھا۔ (فوائد الفوائد، ص ۶۲)

سماجی اصلاح و یکجہتی کیلئے صوفیائے کرام کی خدمات

ہندوستان میں صحت مند اور صاحب ضمیر معاشرے کی تعمیر میں بے غرض خادمانِ خلق (مشائخ)، بے لوث مصلحین اور معلمین اخلاق کا سب سے بڑا اور مرکزی حصہ ہے۔ (تزکیہ واحسان، ص:۹۵)

ڈاکٹر روبینہ ترین کے خیال میں صوفیائے کرام نے برصغیر کے لوگوں کی مذہبی، تہذیبی، ثقافتی اور ادبی زندگی میں عظیم انقلاب پیدا کر دیا۔ (ملتان کی ادبی و تہذیبی زندگی میں صوفیاء کا حصہ، ص:۷)

"عوارف المعارف" میں خانقاہوں کی سماجی زندگی کو اس طرح بیان کیا گیا ہے۔

"فهم في الرباط كجسد واحد بقلوب متفقة و عزائم متحدة ولا يوجد هذا في غيرهم من الطوائف" "پس وہ خانقاہوں میں ایسے ہیں گویا جسد واحد ہو اور ان کے قلوب متفق اور عزم متحد ہیں اور یہ چیز ان کے علاوہ کسی گروہ میں نہیں پائی جاتی۔" (عوارف المعارف، ص:۱۱۱)

صوفیائے کرام نے صالح معاشرے کے قیام کیلئے بے پناہ کوششیں کیں۔ انہوں نے عالمگیر اخوت، مساوات اور بھائی چارے کا سبق دیا اور اختلاف وتفریق کو ہوا دینے کی بجائے خلوص، دردمندی، محبت اور مووت کے بے شمار روشن نمونے چھوڑے۔

(اسلام اور خانقاہی نظام، ص:۲۴۸ تا ۲۵۴)

معاشی اقدار کے فروغ کے سلسلے میں صوفیائے کرام کے مثبت اثرات

کسب حلال کا فروغ:۔ اولین صوفیاء (زاہد) کسب معاش خود بھی کرتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتے تھے۔ سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ فرماتے ہیں، جس نے کسب رزق پر طعن کیا، اس نے سنت پر طعن کیا۔ (اللمع، ص:۲۵۹)

حضرت جنید رحمہ اللہ: کے نزدیک روزی کمانے کا وہی مقام ہے جو ان اعمال کا ہے جن سے اللہ کا قرب حاصل کیا جاتا ہے اور انسان اس میں اس طرح مشغول ہوتا ہے جس طرح وہ ان اعمال کو بجالانے میں مشغول ہوتا ہے جو مستحب ہیں، مثلاً: نوافل وغیرہ (التعرف، ص:۱۰۳)

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ: کے خیال میں جس نے طلب معاش کیلئے اپنا پسینہ نہیں بہایا اس میں خیر نہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ تیرا کسب تجھے توکل سے نہیں روک سکتا، بشرطیکہ تو ان دونوں کو کسب میں پیش نظر رکھے اور ضائع نہ کرے۔ (اللمع، ص:۲۵۹)

ابراہیم بن ادہم رحمہ اللہ: کسب معاش کرنے والے کو دلیر اور بہادر شخص تصور کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں: تمہارا فرض ہے کہ تم بہادر اور دلیر انسانوں کا طریقہ کار اپناؤ، کسب حلال تلاش کرو اور اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو۔ (اللمع، ص:۲۶۰)

ابوحفص حداد رحمہ اللہ: بیس برس تک روزانہ ایک دینار کے بدلے سارا دن مزدوری کرتے رہے اور کبھی بھی کسی کے سامنے دست سوال دراز نہ کیا۔ (اللمع، ص:۲۶۰) (اسلام اور خانقاہی نظام، ص:۲۷۶ تا ۲۷۷)

صوفیائے کرام کی فیاضی وسخاوت: متقدمین صوفیائے کرام نہ صرف کسب حلال کی تلقین فرماتے بلکہ اسے راہ خدا میں خرچ کرنے کی بھی ترغیب دیتے تھے۔

ابونصر سراج طوسی رحمہ اللہ: فرماتے ہیں کہ میں نے ایک صوفی کو بچشم خود دیکھا کہ وہ ہر سال ایک ہزار دینار اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتے تھے۔ (اللمع، ص:۲۱۱)

ابوعلی مشتولی رحمہ اللہ: اس قدر خرچ کرتے تھے کہ مصر کے تاجر بھی اس پر حیران تھے۔ (اللمع، ص:۲۱۱)

حضرت ابراہیم خواص رحمہ اللہ: نے اپنے ہم سفر نوجوان کے بیمار ہونے پر اپنے گدھے کو بیچ کر اس پر خرچ کردیا۔ (فوائد الفوائد، ص:۲۹۷)

ابوالحسن نوری رحمہ اللہ: نے بہت سارا مال اپنے گھر میں ڈال دیا اور بغداد کے صوفیوں سے کہا: آپ میں سے جسے بھی جس قدر ضرورت ہو، وہ اندر جائے اور اپنی ضرورت کے مطابق مال لیتا جائے۔ (اللمع، ص:۲۵۸)

حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمہ اللہ: کے جود وسخا کا یہ حال تھا کہ لنگر خانے میں جو چیزیں ہوتیں فوراً تقسیم کردیتے۔ جس روز کوئی چیز نہ ہوتی تو خانقاہ کے ملازم سے فرماتے اگر پانی ہو تو اس کا دور چلاؤ کہ کوئی روز بخشش اور عطاء سے خالی نہ جائے۔ (بزم صوفیاء، ص:۴۷)

شاہ سلیمان تونسوی رحمہ اللہ: کے قدموں میں دنیا کی ہر نعمت آگئی تھی لیکن استغناء کا یہ عالم تھا کہ انہوں نے کبھی فارغ البالی کی زندگی بسر نہیں کی بلکہ جو کچھ ان کی خانقاہ میں پہنچتا تھا فوراً تقسیم کردیتے تھے اور اپنے لیے کچھ نہ رکھتے تھے۔ (تاریخ مشائخ چشت: ۱/۶۲۴)

سلسلۂ چشتیہ میں کھانا کھلانے کی فضیلت سب سے زیادہ ہے۔ مشائخ نے ہر آنے جانے والے کیلئے لنگر کو عام کر رکھا تھا۔ حضرت محبوب الٰہی رحمہ اللہ کی خدمت میں کوئی شخص اپنی مصیبت بیان کر کے دعا کرنے یا تعویذ لینے آتا تو آپ رحمہ اللہ اصرار کرتے تھے کہ پہلے کچھ کھالو۔ (فوائد الفوائد، ص: ۲۳۳)

حضرت نظام الدین رحمہ اللہ: فرماتے ہیں کہ نیکی دو طرح کی ہے: ایک وہ جس کا نفع صرف کرنے والے کی ذات کو پہنچے اور وہ نماز، روزہ، حج اور تسبیح ہے۔ دوسری نیکی وہ ہے جس کا فائدہ دوسروں کو پہنچے اور وہ انفاق شفقت اور دوسرے کے حق میں مہربانی کرنا ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس کا ثواب بے حساب ہے۔ (فوائد الفوائد، ص: ۱۴ بحوالہ اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۲۷۷-۲۷۸)

دکھی انسانیت کی بے لوث خدمت: متقدمین صوفیائے کرام کے دربار اور خانقاہیں ایسے مقامات تھے جہاں شاہ و گدا، چھوٹے بڑے، امیر و غریب یکساں حاضر ہوتے تھے۔ صوفیائے کرام ضرورت مندوں کی ضرورتیں پوری کرتے تھے اور ہر طرح سے عوام کے کام آتے تھے۔ (تاریخ پاک و ہند، ص: ۳۵۰)

شیخ برہان الدین رحمہ اللہ: اپنے معتقدین کو تلقین فرمایا کرتے تھے کہ وہ لوگوں کی راحت رسانی میں کوشاں رہیں۔ دیکھو ایک درخت خود دھوپ میں کھڑا رہتا ہے لیکن دوسروں کو سایہ دیتا ہے۔ لکڑی خود تو جلتی ہے لیکن اوروں کو آرام پہنچاتی ہے۔ اسی طرح انسان خود تکلیف اٹھائے اور اپنی تکلیف کا خیال نہ کرے لیکن دوسروں کو فائدہ اور آرام پہنچائے۔ (بزم صوفیاء، ص: ۲۸۵)

خانقاہ نشینوں نے مذہب کی روح اور غایت کو دنیا طلبی اور عزت و شہرت کے حصول کیلئے وسیلہ نہیں بنایا بلکہ اسلام کی روح کو خدمت خلق، رواداری اور صلح جوئی میں تلاش کیا۔ خانقاہوں میں مسائل کے باوجود دن رات لنگر جاری رہتا ہدیے میں کپڑا آتا تو بانٹ دیا جاتا، نذرانے میں اشرفیاں آتیں تو تقسیم کر دی جاتیں، خانقاہوں میں مسافروں کے قیام و طعام کا انتظام بھی ہوتا۔ تھکے ماندے مسافر جو دور دراز کا سفر کر کے ان خانقاہوں میں قیام کرتے تو ان کے روحانی اور جسمانی سکون کا مکمل انتظام ہوتا اور جب مسافر اگلی منزل کیلئے روانہ ہوتے تو شیخ انہیں زادِ راہ کے طور پر نقدی بھی دیتے اور اگر ان کے پاس سواری کا انتظام نہ ہوتا تو سواری بھی مہیا کرتے۔ (جوامع الکلم (ملفوظات بندہ گیسو دراز) محمد اکبر حسینی، ص: ۰۲)

حضرت نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ: نے جمنا کے کنارے کنویں سے پانی کھینچنے والی ایک عورت سے پوچھا کہ اری! جمنا کا پانی کیوں نہیں پیتی تو اس نے جواب دیا: وہ پانی بھوک لگاتا ہے جبکہ میرے گھر والا غریب ہے۔ اس پر آپ رحمہ اللہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور خادم کو بلا کر ڈیوٹی لگائی کہ عورت سے معلوم کرو کہ ماہانہ خرچ میں کتنا گھاٹا رہتا ہے، اتنا خرچ اسے خانقاہ سے دے دیا کرو۔ (جوامع الکلم ''ملفوظات بندہ گیسو دراز'' ص: ۱۰۲)

یہی نہیں بلکہ امراء اور غرباء کے درمیان ان بزرگوں کا وجود حلقہ اتصال بنا ہوا تھا، ان کے ذریعے سے غریبوں تک بھی وہ نعمتیں پہنچ جاتی تھیں جن کا نام بھی اس دور کے غریبوں نے شاید نہ سنا ہو۔

(ہندوستان میں مسلمانوں کا نظام تعلیم و تربیت، مناظر احسن گیلانی، ص: ۲۲۵، بحوالہ: اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۲۷۸ تا ۲۷۹)

سیاسی خدمات کے ضمن میں صوفیاء کے مثبت اثرات

اعلائے کلمۃ اللہ: بسا اوقات ان خانقاہ نشینوں نے مطلق العنان سلاطین اور جابر بادشاہوں کے غلط اور خطرناک رجحانات اور بے اعتدالیوں کا مقابلہ کیا، ان کے منہ پر کلمۂ حق کہہ کر اور ان سے اختلاف ظاہر کر کے حکومت اور معاشرے کو بعض خطرناک نتائج اور تباہی سے بچا لیا اور ان کی تربیت اور ان کی عملی مثالوں نے لوگوں میں ہمت و حوصلہ، بے خوفی اور شجاعت پیدا کی۔ (تزکیہ و احسان، ص: ۱۰۳)

ہندوستان میں اکبر کے دور میں ساری سلطنت کا رخ الحاد اور لادینیت کی طرف ہو گیا تھا۔ ہندوستان کا بادشاہ ایک وسیع طاقت ور سلطنت کے پورے وسائل کے ساتھ اسلام کا امتیازی رنگ مٹانا چاہتا تھا۔ اسے وقت کے لائق ترین اور ذہین ترین افراد اس مقصد کی تکمیل

کیلئے حاصل تھے۔ ایسے دور میں ایک درویش شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ نے تن تنہا اس انقلاب کا بیڑا اٹھایا اور اپنے یقین وایمان، عزم وتوکل اور للّٰہیت سے سلطنت کے اندر ایک ایسا اندرونی انقلاب شروع کیا کہ سلطنت مغلیہ کا ہر جانشین اپنے پیش رو سے بہتر ہونے لگا یہاں تک کہ اکبر کے تخت پر بالآخر محی الدین اورنگ زیب رحمہ اللہ جیسا حکمران نظر آیا۔ (تصوف کیا ہے؟ ص:۱۱۵)

خلیق احمد نظامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہمارے مذہبی تذکرے اور تاریخی کتابیں اگر کسی حد تک قابل اعتبار ہیں اور کوئی وجہ نہیں کہ انہیں معتبر نہ سمجھا جائے تو اس حقیقت کو تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہیں ہونا چاہیے کہ انہی بزرگوں نے مسلمان فرمانرواؤں کو اسلام کے احکام کو مکمل طور پر فراموش کردینے سے روکا۔ (تاریخ مشائخ چشت: ۱/۱۰۷، ۱۰۸)

ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ کے خیال میں ان کے اعلائے کلمۃ اللہ کی وجہ بادشاہوں کے تحائف سے اعراض تھا۔ ان صوفیائے کرام رحمہم اللہ نے سلطنت کے عہدوں، امراء اور اہل دولت کی گراں قدر پیش کشوں اور زمین وجائیداد کے قبول کرنے سے اکثر پرہیز کیا اور زہد واستغناء، قناعت وتوکل اور خودداری کی روایات قائم رکھیں۔ (تزکیہ واحسان، ص:۱۰۴، بحوالہ: اسلام اور خانقاہی نظام، ص:۲۹۴ تا ۲۹۵)

حکمرانوں سے روابط اور ان کی اصلاح: مشائخ نے مختلف ادوار میں حکمرانوں سے گہرے روابط بھی رکھے۔ ان بزرگان دین کے مقاصد جلیل القدر بے لوث اور انسانیت پرور تھے۔ اس لیے شاہان دہلی اور ارباب امارت واقتدار کی نگاہوں میں ان کی بہت زیادہ قدر ومنزلت تھی۔ (تاریخ پاک وہند، ص:۳۵۰)

سلطان علاؤ الدین کی تخت نشینی کے بعد شیخ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ اور حکومت وقت کے مابین تعلقات کے ایک نئے باب کا آغاز ہوتا ہے اور جماعت خانہ، دربار میں تعاون اور مفاہمت کا ایک نیا دور شروع ہوتا ہے۔ کتب تصوف اور تاریخی مآخذ اس پر متفق ہیں کہ سلطان علاؤ الدین شیخ نظام الدین اولیاء رحمہ اللہ سے گہری عقیدت رکھتے تھے۔ (سیر الاولیاء، ص:۱۴۲)

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ نے شاہان وقت سے رابطہ قائم کرکے انہیں تلقین وہدایت کی، چنانچہ آپ رحمہ اللہ نے اپنے ایک طویل خط میں سکندر لودھی کو مخلوق کی خدمت اور ان کی غم خواری اور ائمہ وعلماء کی تیمارداری اور ان کی تعظیم وتوقیر کی طرف توجہ دلائی۔

(عبدالقدوس گنگوہی اور ان کی تعلیمات، اعجاز الحق قدوسی، ص:۲۱۸)

صوفیاء رحمہم اللہ کے اپنے دور کے حکمرانوں سے بڑے اچھے مراسم تھے۔ انہیں وقتاً فوقتاً مشورے دیتے اور نصیحتیں فرماتے تھے۔ یہ بزرگ اس بات کے بھی حامی تھے کہ مسلمانوں کی مرکزی حکومت زیادہ سے زیادہ مضبوط ہو اور اس کیلئے مختلف طریقوں سے ہمیشہ کوشاں رہے۔ التمش کے خلاف بغاوت ہوئی تو بہاؤ الدین زکریا ملتانی رحمہ اللہ نے ان کی پوری مدد کی۔ لودھی سلاطین میں سلطان سکندر لودھی حضرت شیخ سماء الدین رحمہ اللہ کا مرید تھا اور انہی کے زیر اثر پانچ وقت کی نماز باجماعت ادا کرتا تھا اور قرآن کی تلاوت کرتا تھا۔

(ہندوستان کے سلاطین، علماء اور مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر، ص:۹۸)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے دین دار اور باا‌ثر امراء کو خطوط لکھ کر انہیں حکومت کی اصلاح اور اس کا رُخ بدلنے کی سعی پر اُبھارنا شروع کیا۔ ابوالفضل اور فیضی کے انتقال کے بعد دین دار اور بااثر امرائے سلطنت اکبر کے اور زیادہ قریب ہوگئے اور ان کی کوششوں سے زندگی کے آخری لمحات میں اکبر از سرنو مسلمان ہوگیا تھا۔ (تصوف اور اہل تصوف، احمد عروج قادری، ص:۱۱۴)

چشتیہ سلسلے کے اکثر بزرگ، بادشاہوں کے دربار سے دور رہے، البتہ بعض بزرگوں نے بادشاہوں کی اصلاح کیلئے ان پر توجہ دی اور مختلف علاقوں کے حکمرانوں سے تعلق رکھے۔ جس سے مسلمان سلاطین کی اصلاح ہوتی تھی اور شرعی قوانین نافذ ہوتے تھے۔

(پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں، ص:۳۰، بحوالہ: اسلام اور خانقاہی نظام، ص:۲۹۵ تا ۲۹۶)

سلاطین کے توسط سے عوام کی دادرسی:۔ مشائخ اپنے دور کے بڑے بڑے جابر وظالم امراء اور سلاطین کے دلوں پر حکمرانی کرتے تھے اور انہیں مخلوق خدا پر ظلم وستم کرنے سے باز رکھتے تھے۔ یہ حکمران ان سے ڈرتے تھے اور ان کی اطاعت کو ذریعہ نجات سمجھتے تھے۔
(تاریخ تصوف (چشتی)، ص: ۱۴۰)

سلطان غیاث الدین رحمہ اللہ حضرت خواجہ فرید رحمہ اللہ سے معتقدانہ تعلقات رکھتا تھا اور حضرت خواجہ رحمہ اللہ نے ایک آدمی کے اصرار پر سلطان کو ایک سفارشی رقعہ لکھا۔ (تاریخ دعوت وعزیمت: ۴۱/۳)

سید مخدوم جہانیاں رحمہ اللہ نے ایک قیدی کی بیس مرتبہ سفارش کی۔
(سیر العارفین، حامد بن فضل اللہ جمالی، ص: ۲۰۲، ۲۰۳ بحوالہ اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۲۹۷ تا ۲۹۶)

باکمال صوفی شیخ احمد سرہندی نقشبندی رحمہ اللہ المعروف مجدد الف ثانی: (۹۷۱ھ-۱۰۳۴ھ): برصغیر پاک وہند کی فکری ودینی تاریخ میں دسویں صدی ہجری کا زمانہ بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ ناخواندہ اور دین اسلام کی ابدی حقیقتوں سے بے خبر مسلمانوں کیلئے یہ دور بڑا پرآشوب اور پرفتن تھا۔ اس دور میں ذہین وہوشیار تاجدار ہند اکبر اپنی حکومت کے استحکام کی خاطر اسلامی تعلیمات کو مٹانے کے درپے تھا۔ اس نے دین الٰہی کے نام سے اسلام کی جگہ اس جدید دین کی بنیاد رکھی جس میں صریح شرک کا دخول، سود اور جوئے کی حلت، داڑھی کی درگت، غسل جنابت کی منسوخی، نکاح کے قوانین میں مضحکہ خیز ترمیمیں، بے پردگی کا رواج، زنا کی تنظیم، میت کو دریا برد کیا جانے کا حکم، سوروں اور کتوں کا تقدس، شیر اور بھیڑیئے کے گوشت کی حلت، گائے اور بھینس کے گوشت کی حرمت کا حکم، ہندی کتابوں سے شغف اور عربی کو گرانے کی کوشش اور ملاقات کے وقت ''السلام علیکم'' کی جگہ ''اللہ اکبر'' کی رسم جاری کر کے دین الٰہی کو مٹانے کی ناکام کوشش کی۔ ایک طرف حکومت وقت کے ہاتھوں دین اسلام کی بیخ کنی کا سامان مہیا کیا جارہا تھا تو دوسری طرف مشائخ طریقت اور مدعیان معرفت، وحدت الوجود اور ہمہ اوست کا فلسفہ پیش کررہے تھے۔ افراط وتفریط کی ان گھنگور گھٹاؤں میں شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ نے بدعات ومنکرات، الحاد اور لادینیت کی جڑ پر کاری ضرب لگائی۔ (تعلیمات مجددیہ، حسن علی، ص: ۳، بحوالہ: اسلام اور خانقاہی نظام، ص: ۳۶۲)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ: (۱۷۰۲ء-۱۷۶۲ء): شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ برصغیر کی وہ یگانہ روزگار شخصیت ہیں جنہوں نے مسلمانوں میں نئے سرے سے دینی فہم کا صحیح ذوق پیدا کیا۔ مسلمانوں کے مختلف علمی وفقہی طبقوں کے افکار میں مطابقت کے پہلو نمایاں کر کے ان کے درمیان صلح وآشتی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ (حجة الله البالغة: ۳۲۰/۱)

انہوں نے حکومتی عہدیداروں، علماء وصوفیاء اور عوام کے حالات کا پورا جائزہ لیا اور انہیں ان کی غلط روش کے خطرناک نتائج سے آگاہ کرنے کی کوشش کی۔ (حجة الله البالغة: ۳۲۱/۱)

شاہ صاحب کا عظیم کارنامہ:۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ نے یونانی فلسفے کی بجائے ایمانی فلسفے کو رواج دیا۔ انہوں نے حنفی، شافعی اور مالکی فقہ کے درمیان، نیز فلسفہ وشریعت اور صوفیائے کرام اور غیر صوفی علماء کے درمیان قرب کی فضا پیدا کی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: ۴۱/۲۳)

تصوف اور نظام خانقاہی کی ابتداء:۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ خانقاہی نظام کی تاریخ کو چار ادوار پر تقسیم کرتے ہیں۔

پہلے دور کو وہ رسول پاک ﷺ سے شروع کر کے صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ تک شمار کرتے ہیں۔ اس دور میں ان کے خیال میں اہل کمال کی زیادہ تر توجہ شریعت کے ظاہری اعمال کی طرف رہی۔ ان لوگوں کو باطنی زندگی کے جملہ مراتب شرعی احکام کی پابندی کے ضمن ہی میں حاصل ہو جاتے تھے، لہٰذا ان میں سے کوئی شخص سر نیچے کیے بحر تفکرات میں غرق نظر نہیں آتا تھا۔ ان میں سے کوئی شخص بے ہوش ہوتا نہ اسے وجد آتا، ان میں سے کسی کو جوش میں کپڑے پھاڑنے کی نوبت آتی نہ خلاف شرع کوئی لفظ ان کی زبان سے نکلتا تھا۔ یہ لوگ تجلیات الٰہی پر مطلق گفتگو نہیں کیا کرتے تھے۔ وہ بہشت کی رغبت اور جہنم کا خوف رکھنے والے تھے۔ کشف وکرامات اور خوارق عادت ان سے بہت کم

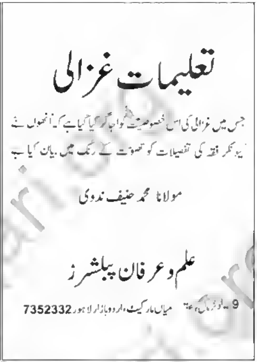

تعلیمات غزالی

جس میں غزالی کی اس خصوصیت کو اجاگر کیا گیا ہے کہ انھوں نے
کیونکر فقہ کی تفصیلات کو تصوف کے رنگ میں بیان کیا ہے

مولانا محمد حنیف ندوی

علم و عرفان پبلشرز

9۔ لوئر مال، عقب میاں مارکیٹ، اردو بازار لاہور 7352332

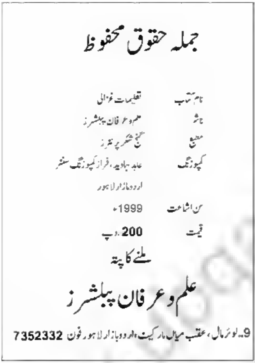

جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب	تعلیمات غزالی
ناشر	علم و عرفان پبلشرز
مطبع	گنج شکر پرنٹرز
کمپوزنگ	عابد جاوید، فراز کمپوزنگ سنٹر اردو بازار لاہور
سن اشاعت	1999ء
قیمت	200 روپے

ملنے کا پتہ

علم و عرفان پبلشرز

9۔ لوئر مال، عقب میاں مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون 7352332

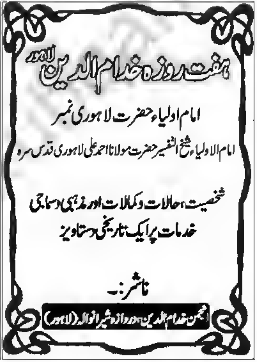

ہفت روزہ خدام الدین لاہور

امام اولیاء حضرت لاہوری نمبر

امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ

شخصیت، حالات و کمالات اور مذہبی و سماجی
خدمات پر ایک تاریخی دستاویز

ناشر:۔

انجمن خدام الدین، دروازہ شیرانوالہ (لاہور)

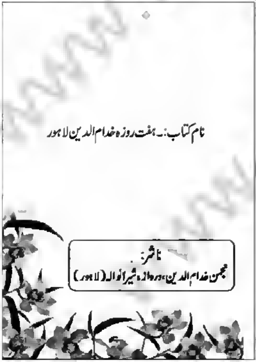

نام کتاب:۔ ہفت روزہ خدام الدین لاہور

ناشر:۔
انجمن خدام الدین، دروازہ شیرانوالہ (لاہور)

ظاہر ہوتے اور سرمستی وبے خودی کی کیفیت بھی ان پر طاری نہ ہوتی تھی۔ (ھمعات، ص:۱۶-۱۷)

مذکورہ دور کو بھی شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تصوف کے ادوار میں شامل کرتے ہیں۔ ان کے خیال میں اس دور کے احسان ویقین کے علوم موجودہ دور میں علم تصوف وعلم سلوک کے نام سے مشہور ہو گئے ہیں۔ (ہمعات، ص:۱۷)

نام کتاب:۔ تعلیماتِ غزالی......... مصنف:۔ مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ
ناشر:۔ علم وعرفان پبلشرز 9..... لوئر مال، عقب میاں مارکیٹ، اردو بازار (لاہور)

علامہ محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف

قانون وشریعت کے سانچوں پر اہل علم نے چار طریقوں سے غور کیا ہے۔ ایک اس طریق سے کہ مسائل وجزئیات کا تفصیلی نقشہ کیا ہے اور شریعت اسلام کی وسعتیں کن کن جزئیات وتفریعات کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ یہ فقہیہ ہے۔ اور اس کے جاننے والے کو فقیہہ کہا جاتا ہے

غور وفکر کا دوسرا نہج یہ ہے، کہ ان جزئیات وفروغ کے پیچھے جو اصول، جو قانونی روح اور قواعد کلیہ کارفرما ہیں ان کا سراغ لگایا جائے۔

تیسرا نقطہ نظر یہ ہے، کہ شریعت وفقہیہ کی جزئیات کو عقل وخرد اور فلسفہ وحکمت کی کسوٹیوں پر پرکھا جائے۔ یہ علم الکلام ہے۔

غور وفکر کا چوتھا مگر زیادہ اہم اسلوب یہ ہے کہ جزئیات، رسوم، شعائر اور عبادات واخلاق میں جو باطنی روح ہے اس کا کھوج لگایا جائے۔ اس فلسفہ کی نشاندہی کی جائے جس کا تعلق دماغ کی اوپری سطح سے نہیں، دل کی گہری اور عمیق کیفیتوں سے ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں کہیے کہ اسلامی نظام حیات کے اندر ذوق ووجدان کی جو مناسبتیں پنہاں ہیں ان کو اجاگر کیا جائے اور ان حقائق کو منظر عام پر لایا جائے، جن کو عطر دین یا روح دین قرار دیا جا سکتا ہے۔ غور وفکر کا یہ انداز تصوف ہے۔ بشرطیکہ اس کے پہلو بہ پہلو عمل ومجاہدہ کے لطائف بھی پائے جائیں، غزالی رحمہ اللہ میں یہ چاروں صفات نہایت توازن اور اعتدال کے ساتھ موجود ہیں۔ یہ بیک وقت فقیہہ واصولی بھی ہیں، اور فلسفہ وتصور کے ہوش مند شناور بھی۔

تصوف وفقہ کا باہم امتزاج:۔ ہماری اس کتاب کا موضوع، ان کی انہیں کوششوں کو ترتیب کے ساتھ پیش کرنا ہے، جن میں تصوف وفقہ کو باہم سمو دیا گیا ہے اور اسلام کے فقہی نظام کی ایسی عارفانہ، دلنشین اور لگتی ہوئی ترجمانی کی گئی ہے۔ جس سے داعیات محبت ابھرتے ہیں۔ دین سے وابستگی بڑھتی ہے اور ذوق وشوق کے کوائف تازہ ہوتے ہیں۔ ناممکن ہے کہ کوئی شخص غزالی رحمہ اللہ کے ان شہ پاروں کا مطالعہ کرے اور بغیر کسی تاثر پذیری کے گزر جائے۔ قلب وذہن کی سلامتی البتہ شرط ہے۔

کتاب احیاء العلوم کی تلخیص:۔ یہ انتخاب ان کی مشہور کتاب ''احیاء'' سے ماخوذ ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۰-۱۱)

لفظ تصوف کا مشتق منہ:۔ صوفی کا ماخذ کونسا لفظ ہے اور اس کی اصل واساس کیا ہے؟ اس کا جواب متفق علیہ نہیں۔ کچھ لوگ اسے صفا سے مشتق مانتے ہیں۔ کسی کے نزدیک یہ صف سے نکلا ہے۔ بعض نے اسے اصحاب صفہ کی طرف منسوب کیا ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۱)

تصوف الفاظ نہیں حقیقت کا نام:۔ مولانا جامی رحمہ اللہ نے ''نفحات الانس'' میں تصریح فرمائی ہے۔ کہ پہلا شخص جو صوفی کے نام سے موسوم ہوا، ابوہاشم سفیان ثوری رحمہ اللہ کا ہم عصر ہے۔ انہیں کیوں صوفی کہا گیا؟ اس کا ٹھیک ٹھیک سبب نہیں معلوم ہو سکا۔ ہمارے نزدیک اشتقاق وانتساب کی یہ بحث سرے سے لا حاصل ہے۔ کیوں کہ تصوف، لفظ ولقب سے کہیں زیادہ حقیقت کا نام ہے۔ ایک جیتی جاگتی زندگی سے تعبیر ہے اور ایک خاص انداز زیست اور نقطہ نظر کا مظہر ہے۔ جس کا تعلق صفائے قلب وباطن سے بھی اتنا ہی ہے جتنا پاکبازان اسلام کی صف سے۔ اسی طرح اصحاب صفہ کی طرح دنیا کے مزخرفات سے بے نیاز حضرات سے بھی ان کو شرف انتساب حاصل ہے اور سادہ زندگی اختیار کرنے والے پشمینہ پوش زہاد سے بھی ان کا تعلق ثابت ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۲)

تصوف کا نقطۂ آغاز:۔ اس کا آغاز کب ہوا، اور کب اس نے ایک فلسفہ حیات کی متعین شکل اختیار کی؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔ جو درحقیقت دو سوالوں پر مشتمل ہے۔ ایک یہ کہ اس کے نقطہ آغاز کی تعیین کی جائے دوسرے یہ کہ اس کی ارتقائی کڑیوں کو نظر وبصر کے سامنے لایا جائے۔ اب جہاں تک سوال کے اس حصہ کا تعلق ہے کہ اس جاں بخش اور حیات آفرین تحریک کے نقطۂ آغاز کی تعیین کی جائے۔ اس کے بارے میں دوٹوک اور فیصلہ کن بات کہنا مشکل ہے۔ کیوں کہ دینی وعلمی تحریکیں اپنے سفر کا آغاز کسی متعین وقت سے نہیں کرتیں۔ بلکہ ہوتا یہ ہے کہ ابتدا فکر وعمل کے کچھ سادہ نقطے معاشرہ کی سطح پر ابھرتے ہیں اور پھر وقت کی رفتار اور مناسبتوں سے یہی نقطے متعین نقوش کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ جن میں رنگ و روغن بھی ہوتا ہے اور شوخی اور جلا بھی ہے ایسا کبھی نہیں ہوا کہ کوئی علمی و دینی تحریک یکا یک اپنے تمام لوازم اور خصوصیات کے ساتھ آن کی آن میں اُبھر آئے۔ تدریج وارتقا فطرت کا ہمہ گیر اور اٹل اصول ہے، جس سے تصوف کو کسی طرح بھی مستثنیٰ نہیں قرار دیا جا سکتا۔ اگر یہ مفروضہ صحیح ہے تو اس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ تصوف کو بھی شروع شروع میں بس ایک بیج ہی تصور کیا جائے جس کے مضمرات نمود ابھی پنہاں اور مستور ہیں۔ اس کو ایک صالح معاشرہ میں بکھیر ا گیا جو اس کیلئے بمنزلہ زمین کے تھا۔ یا جسے کھیتی کہہ لیجئے۔ پھر وقت وماحول کی سازگاریوں نے آہستہ آہستہ اس کو اُگایا اور بڑھایا۔ یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اس نے ایک بارآور اور تنومند درخت کی شکل اختیار کر لی۔ جس کے فیوض کبھی ختم ہونے والے نہیں۔ (تعلیمات غزالی ص:۱۲-۱۳)

تصوف کی ابتداء صحابہ رضی اللہ عنہم کے دور سے:۔ یہ معاشرہ جس میں معرفت وتصوف کے بیج بوئے گئے، صحابہ رضوان علیہم اجمعین کا معاشرہ ہے۔ ان میں تقویٰ، اخلاص اور محبت وعشق الٰہی کے وہ تمام مضمرات موجود تھے جنہوں نے آگے چل کر تصوف اور صوفیاء کی شکل اختیار کی ان کی زندگی کا کیا رنگ ڈھنگ تھا۔ قرآن نے اس پر پوری طرح روشنی ڈالی ہے: "تتجافی جنوبهم عن المضاجع" (سجدہ:۲۹)

"ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں۔"

اس کا مطلب ہے کہ یہ لوگ زاہدان شب زندہ دار ہیں، یہ نرم اور گرم بستروں پر سونے کے بجائے راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر یاد الٰہی میں مصروف رہتے ہیں۔ یعنی رات ان کیلئے وہ تاریک اور اکتا دینے والا لمبا عرصہ نہیں کہ انہیں ایک عربی شاعر کے ہمنوا ہو کر کہنا پڑے۔

الا ایهـــا الـلـيـــل الـطـويـــل الاانـجـلـــی

اے نہ ختم ہونیوالی رات، تو کبھی صبح کی سپیدی سے بدلے گی بھی یا نہیں بلکہ یہ زبان حال سے اس کے برعکس یوں کہتے ہیں۔

لیـلـی بـوجهك مشـرق و ظـلامـه فـی الـنـاس سـاری

میری رات تیرے چہرہ روشن کی وجہ سے روشن اور مستنیر ہے حالانکہ دوسروں میں اس کی ظلمتوں کا دور دورہ ہے۔

والـنـاس فـی سـدف الـظـلام و نـحـن فـی ضـوء الـنـهـاء

لوگ رات کی تاریکیوں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں اور ہم دن کی کھلی روشنی میں سانس لے رہے ہیں۔ ان کے ذوق عبادت کی تصویر قرآن نے ان الفاظ میں کھینچی ہے: "تراهم ركعا سجدا يبتغون فضلا من الله و رضوانا: (فتح:۲۹)

"تو ان کو دیکھتا ہے کہ خدا کے آگے جھکے ہوئے سربسجود ہیں اور خدا کا فضل اور خوشنودی طلب کر رہے ہیں۔" سب سے بڑھ کر یہ کہ: "والزمهم كلمة التقوى" (فتح:۲۷) "اور ان کو پرہیز گاری کی بات پر قائم رکھا۔"

صوفی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی وضاحت:۔ صحابہ سے ہماری مراد باصطلاح محدثین وہ نہیں جن کو آنحضرت ﷺ کی صحبت کم از کم ایک مرتبہ نصیب ہوئی ہے۔ اگر چہ یہ رتبہ بھی اپنی جگہ کچھ کم نہیں۔ ہمارے نزدیک صحابہ رضی اللہ عنہم سے مقصود وہ نفوس قدسیہ ہیں جن کو صلحاء واتقیا کا میر قافلہ کہا جا سکتا ہے۔ جو حضور ﷺ کی صحبت ورفاقت سے باقاعدہ مستفید ہوئے۔ جنہوں نے آغوش نبوت میں تعلیم وتزکیہ کی منزلیں طے کیں، اور جلوت وخلوت میں ساتھ رہے۔ جنہوں نے دنیا کو ہمیشہ مرجوح اور نا قابل التفات سمجھا اور دینی اقدار کو ہمیشہ راجح اور جن کی مملکت

فقر میں غنائم اور فتوحات کی کثرت کوئی تغیر نہ پیدا کر سکی۔ دوسرے لفظوں میں جن کی استقامت کا یہ عالم رہا کہ ایک دفعہ اگر تقوے وعفاف کی راہ پر قدم بڑھائے تو آخر تک اس رسم عشق کو نبھانے کی کوششیں جاری رکھیں۔ ہم انہیں صوفی صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام سے موسوم کریں گے۔ اس فہرست سے پہلے تو خلفاء اربعہ کے نام مندرج ہوں گے اور اس کے بعد ایسے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو بالطبع متصوف تھے اور جن کی زندگی اور سیرت وکردار کا نقشہ کسی طرح بھی ان لوگوں سے مختلف نہیں۔ جن کو آگے چل کر ہم نے عارف وصوفیاء کے لقب سے پکارا۔ جیسے حضرت سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ۔ (تعلیمات غزالی، ص:۱۵)

گلشن تصوف کا ابتدائی پودا:۔ ہم نے صحابہ رضوان اللہ علیہم کے بارے میں جو یہ کہا ہے کہ ان میں تصوف کا ابتدائی سادہ نقشہ پایا جاتا تھا اور یہ گلشن تصوف کے وہ گل بوٹے تھے، جو آگے چل کر خوب کھلے اور مہکے، اور جن کی شمیم انگیزیوں نے ایک عالم کو روحانی انبساط بخشا۔ تو اس کا خدانخواستہ یہ مطلب نہیں کہ بعد میں آنے والے مراتب وکمالات میں ان سے آگے بڑھ گئے۔ اس کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ تصوف مصطلحہ نے آئندہ چل کر تقویٰ واخلاص کا جو معیار مقرر کیا، اس کیلئے جو اصول وضع کیے، جو قاعدے ٹھہرائیا اور جو سانچے ڈھالے اور قلب وضمیر کے جن جن لطائف کی نشان دہی کی، ان حضرات کی زندگیوں میں اس کی سادہ اور ابتدائی مثالیں ملتی ہیں۔ چناں چہ ان میں وہی ذوق عبادت ہے، وہی اللہ تعالیٰ سے ربط وتعلق کا عالم ہے، وہی محبت وشوق کے داعیے ہیں۔ وہی اصول کی پاکیزگی اور یقین واذعان کے پیمانے ہیں جن کو تصوف کا مابہ الامتیاز قرار دیا جاسکتا ہے۔ (تعلیمات غزالی، ص:۱۵-۱۶)

خلفائے راشدین تصوف کی بنیاد:۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوانح سے کون ناواقف ہے؟ اور ان کے رتبہ صدیقیت کی جو بلندیاں ہیں ان کو عرفان وسلوک کے دائروں سے کون الگ کر سکتا ہے؟ بلکہ اس سے ایک قدم آگے بڑھ کر ہمیں بعض مستشرقین کی اس رائے سے اتفاق ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ کے بعد کسی شخص کو منصب نبوت کے قریب تر ٹھہرایا جاسکتا ہے تو وہ انہیں کی ذات گرامی ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مرتبہ اجتہاد اور زندگی کی تابحد خشونت سادگی اور تورع سے کس کو انکار ہے؟ اور کون کہہ سکتا ہے کہ یہ مقام تصوف کا اعلیٰ ترین مقام نہیں۔ انہوں نے اسلام کی نعمتوں کو جس طرح عام کیا ہے، اور فریضہ جہاد کے تقاضوں کو جس طرح ادا کیا ہے؟ اس کیلئے رہتی دنیا تک اسلامی دنیا ان کے ممنون احسان رہے گی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی دولت سے کس طرح ریاض نبوت کو سینچا، جس طرح حیات وعفاف کا ثبوت دیا اور جس استقلال سے خرقہ خلافت کی حفاظت کی۔ اس کی شہادت پر خود ان کی شہادت گواہ ہے؟ اسی طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جامع الصفات شخصیت کو کون بھول سکتا ہے؟ جن میں مع شیئ زائد تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ادہائے خاص کی کچھ کچھ جھلک پائی جاتی ہے۔

غرض یہ ہے کہ اگر زہد وورع، سیرت وعمل کی پاکیزگی وبلندی اور ایمان وایقان کی محکمی واستواری ایسی صفات حسنہ کو ہم تصوف کی اولین اساس اور ضروری بنیادی قرار دیتے ہیں تو لامحالہ ہمیں ماننا پڑے گا۔ کہ اس کی تاریخ کا نقطۂ آغاز یہی بابرکت ہستیاں ہیں اور انہیں سے عرفان و سلوک کے مختلف سوتے پھوٹے ہیں۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۶-۱۷)

تصوف کی دیگر ارتقائی کڑیاں:۔ سوال کے دوسرے حصے کا منشا یہ ہے کہ ارتقائی کڑیوں پر ایک نظر ڈال لی جائے۔ اس مرحلہ پر ہمیں زیادہ رکنا نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں صرف اس قدر جان لینا کافی ہے کہ صحابہ کے بعد تابعین اور تبع تابعین کا دور شروع ہوتا ہے اور اسی دور کے ساتھ ملا ہوا وہ دور ہے جس میں زہد وورع نے باقاعدہ ایک نظریہ حیات اور شعار کی حیثیت اختیار کر لی۔ تابعین اور تبع تابعین کا دور کہاں ختم ہوتا ہے اور صوفیاء کے دور کا آغاز کن نکات سے ہوتا ہے؟ اس کی سرحدوں کی تعیین سخت دشوار ہے۔ تاریخ سے صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ دوسری صدی ہجری کے اختتام تک اسلامی معاشرہ میں ایک متعین گروہ ایسا پیدا ہو چکا تھا۔ جنہیں لوگ صوفیاء کے نام سے موسوم کرتے تھے اور تیسری اور چوتھی صدی ہجری تک اس نظریہ حیات اور زندگی کے خاص اسلوب ونہج نے نہ صرف پورے عالم اسلام میں اچھا خاصہ فروغ

حاصل کرلیا تھا بلکہ اپنی تبلیغی کوششوں کو ایک تنظیم کی شکل دے دی تھی اور اپنے علوم و معارف کو مدون کرلیا تھا۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۷)

ترتیب ارتقاء پر ابن سینا کی شہادت:۔ اس سلسلہ میں ابن سینا نے اشارات میں جو کچھ کہا ہے، اس سے ترتیب ارتقاء کا صحیح نقشہ نظر وبصر کے سامنے آجاتا ہے:

> "المعرض عن متاع الدنيا و طيبا تها يخص باسم الزاهد والمواظب على فعل العبادات من القيام والصيام و نحوهما يخص باسم العابد والمتصرف بفكره الى قدوس الجبروت مستنير الشروق نور الحق في سره يخص باسم العارف وقدير كب بعض هذه مع بعض "۔
>
> ''جو شخص متاعِ دنیا اور اس کے طیبات سے اعراض کناں ہوا اس کو زاہد کہا گیا۔ جس نے عبادات مثل صوم و صلوٰۃ اختیار کی اس کو عابد کے نام سے پکارا گیا اور جس نے غور وفکر کی قوتوں کو قدس جبروت کی جانب متوجہ کیا اور اسرارِ حق سے مستنیر ہوا اور باطن کو سنوارا اسے عارف کے لقب سے نوازا گیا۔ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ان گروہوں میں کوئی خط امتیاز کھینچا جاسکتا ہے یہ طبقے آپس میں باہم مختلط بھی ہوجاتے ہیں۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۷-۱۸)

تاریخ کے مشہور متصوفین

متصوفین میں وہ مشہور شخصیتیں کون ہیں؟ جن کے اعمال و افکار پر تصوف کا قصر رفیع تعمیر ہوا؟ ان سے متعارف ہونا ضروری ہے۔ ہم ان میں سے چند حضرات کا ذکر کیے دیتے ہیں:

(۱) ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ:۔ المتوفی ۱۴۴ھ یہ خراسانی مدرسہ فکر کے بانی ہیں۔ تصوف کی کتابوں میں ان کے اقوال کو اکثر نقل کیا جاتا ہے۔ انہوں نے کیوں کر طہارت و زہد کی زندگی اختیار کی؟ اور کس طرح تخت و تاج کی آسائشوں کو ٹھکرا دیا؟ اس کے بارہ میں ایک دلچسپ قصہ بیان کیا جاتا ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۸)

حکایات صوفیاء کی علمی توجیح:۔ بات یہ ہے کہ مؤرخین اور محدثین کا نقطۂ نظر اور موضوع ان سے بالکل جداگانہ ہے یہ جہاں نفس واقعات کی چھان پھٹک سے کام لیتے ہیں۔ یا روایات کی تحقیق اور اس کے مراتب صحت کی تعیین میں دادِ علم دیتے ہیں وہاں صوفیاء اس جھمیلے میں پڑے بغیر صرف یہ دیکھتے ہیں کہ کس واقعہ یا روایت میں ان کے ذوق و وجدان کی تسکین زیادہ ہوتی ہے۔ یا کس واقعہ یا روایت یا تاثر پذیری اور عبرت و تذکار کے پہلو زیادہ نکھرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے ان کتابوں اور تحریروں میں بے شمار ایسے عجائب کا پتہ چلتا ہے جن کی علمی توجیہہ بیان کرنا آسان نہیں۔ ہمارے نزدیک یہ دونوں نقطہ ہائے نظر اپنی اپنی جگہ مفید ہیں۔ بشرطیکہ ان کے حدود کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لیا جائے۔ یہی نہیں ان میں باہمی کوئی تعارض بھی نہیں پایا جاتا۔ محدثین اور مورخین کی کوششوں کا کھلا ہوا فائدہ یہ ہے کہ اس طرح واقعات و حقائق اور شریعت کے تمام گوشے پوری صحت کے ساتھ نظر و بصر کے سامنے آجاتے ہیں اور صوفیاء کے اقوال و حکایات کا ماحصل یہ ہے کہ ان سے عبرت و نصیحت، اور تاثر و انفعال کے وہ نوادر اور لطائف مستنبط ہوتے ہیں جو ذہن و فکر کی دنیا کو پلٹ کر رکھ دیتے ہیں۔ علاوہ ازیں ان کی ادبی افادیت کا پہلو ایسا ہے کہ جس سے گویا فارسی اور عربی لٹریچر میں زندگی کی نئی روح بیدار ہوگئی ہے۔ اس میں ان اقوال و حکایات کی بدولت گہرائی، معنویت اور بلاغت کے ایسے اچھوتے محرکات کا بیش قیمت اضافہ ہوا ہے جو اس سے پہلے موجود نہیں تھے اور ایسی دلنواز روحانیت پیدا ہوگئی ہے، جس نے فارسی اور عربی ادب کو حیات جاوید بخش دی ہے اور نکھار دیا ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۹)

(۲) ابوالفیض ذوالنون مصری رحمہ اللہ:۔ المتوفی (۲۴۶) سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ کے استاد اور محاسبی رحمہ اللہ کے معاصر ہیں۔ ان کا علم و فضل اور ورع و تقویٰ اور حال و وجدان تمام صوفیا کے حلقوں میں مسلم ہے۔ ان کے اقوال میں کہیں کہیں وحدت الوجود کی جھلک پائی جاتی ہے۔ کتاب و سنت کے سختی سے پابند تھے۔ اس کی محبت کے بارہ میں ان کا قول ہے:

> "من علامات حب الله عزوجل متابعة حبيب الله صلى الله عليه وسلم في اخلاقه و افعاله واوامره و سنتـــه"۔ ''اللہ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اللہ کے حبیب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری پوری متابعت کی جائے ان کے انعال، اوامر اور سنن سب میں۔''

فقہاء انہیں غالباً وحدت الوجودی کی بنا پر زندیق سمجھتے تھے۔ ایک مرتبہ متوکل سے ان کے ملحدانہ عقائد کی شکایت کی گئی۔ تو اس نے بلا بھیجا۔ یہ گئے، اور ایسی مؤثر تقریر کی۔ کہ متوکل کی روتے روتے گھگھی بندھ گئی۔ اس پر اس نے اعزاز اور تکریم کے ساتھ انہیں مصر واپس جانے کی اجازت دے دی۔

ان سے متعلق یہ بھی مشہور ہے کہ حکمت اسلام کے علاوہ انہیں مصری اسرار پر بھی عبور حاصل تھا۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۹-۲۰)

(۳) ابوعلی فضیل بن عیاض رحمہ اللہ:- (التوفی ۱۸۷ھ) تصوف میں عراقی مدرسہ فکر کے حامل تھے۔ پہلے ڈاکو تھے۔ پھر اللہ نے توبہ واخلاص کی نعمت سے نوازا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پیشے کا رخ بدل گیا۔ پہلے اگر لوگوں کا مال لوٹتے تھے تو اب انہوں نے خزائن معرفت پر ڈاکہ ڈالنا شروع کیا۔ طبیعت و ذوق کے اعتبار سے حزن پسند تھے۔ ابوعلی رازی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ میں ان کی صحبت میں تیس برس تک رہا۔ میں نے کبھی انہیں ہنستے اور تبسم فرماتے نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ یہ ہنسے۔ یہ وہ وقت تھا جب ان کا لخت جگر علی فوت ہوا۔ میں نے پوچھا، اس پر آپ رحمہ اللہ کیوں ہنسے ہیں۔ ان کا جواب یہ تھا جب میرے مولا کو علی کی موت پسند ہے تو میں کیوں نہ اس پر مسرت کا اظہار کروں۔ دنیا کے بارے میں ان کا نقطہ نظر یہ تھا:

> "لو ان الدنيا بحذ افيرها عرضت على ولا يحاسب بها لكنت اتقذرها كما يتقذر احد كم الجيفة"۔
>
> ''اگر دنیا اپنی تمام دلچسپیوں کے ساتھ مجھے دیدی جائے، اور اس پر کسی محاسبہ کا بھی اندیشہ نہ ہو تب بھی میں اسے ایسا ہی ناپاک سمجھوں گا جیسے تم مردار کو ناپاک سمجھتے ہو۔

جب مکہ میں ان کا انتقال ہوا۔ تو عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ نے کہا۔ آج دنیا سے حزن و غم اُٹھ گیا ہے۔ (تعلیمات غزالی، ص:۲۰-۲۱)

(۴) بایزید بسطامی رحمہ اللہ: (التوفی ۲۶۱ھ) مشہور صوفی ہیں۔ ان پر سکر و حال کی کیفیتیں اکثر طاری رہتیں۔ وحدت الوجود کا رنگ ان میں نسبتاً زیادہ شوخ اور چوکھا نظر آتا ہے۔ یہ پہلے صوفی ہیں جنہوں نے واقعہ معراج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو سالک کیلئے ایک نصب العین کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور بتایا ہے کہ اسراء کی کیفیات سے یہ بہرہ مند ہوئے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ انہیں آسمانوں پر پرواز کا روحانی تجربہ ہوا ہے۔ جہاں انہوں نے جنت دوزخ کا نظارہ کیا ہے۔ شجرہ توحید کو بچشم خود دیکھا ہے اور قرب الٰہی کی منزلیں طے کی ہیں۔ یہی نہیں اللہ سے تکلم کا شرف بھی حاصل کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے کیا فرمایا، انہیں کے الفاظ میں دیکھیے:

''اوابویزید تو اپنے پندار انا سے اسی وقت نکل سکتا ہے، جب میرے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے اور اس مٹی کو جس پر ان کے نقوش پا مرتسم ہیں اپنے لیے سرمہ چشم قرار دے۔'' علم اور اس کے تقاضوں کے بارہ میں ان کا ایک حکیمانہ قول ملاحظہ ہو:

> "علمت في المجاهدة ثلاثين سنة فما وجدت شياء اشد على من العلم و متابعته ولو لااختلاف العلماء لتعبت و اختلاف العلماء رحمة الاخي تجريد التوحيد"۔
>
> ''تیس برس تک میں نے مجاہدہ کی سختیاں جھیلی ہیں۔ مگر علم اور اس کی پیروی سے زیادہ سخت چیز میں نے نہیں پائی۔ علماء امت کا باہمی اختلاف تنزیہ توحید کے علاوہ باعث رحمت ہے اور اگر یہ اختلاف رائے پایا نہ جاتا تو میں علم کی یکسانی و یک رنگی سے اکتا جاتا۔''

ان کے آباء اجداد مجوسی تھے۔ اس مناسب سے کہا کرتے تھے کہ میں جب بھی نماز پڑھتا ہوں، یہ محسوس کرتا ہوں، گویا میں نے ابھی ابھی مجوسیت سے توبہ کی ہے اور قطع زنار کے درپے ہوں۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۲۱-۲۲)

شرعی اوامر کی اہمیت:۔ کرامات کو ولایت کی نشانی نہیں سمجھتے تھے۔ ان کا قول ہے:

> "لونظرتم الی رجل اعطی من الکرامات حتی یرتقی فی الهواء فلا تغتروا به حتیٰ تنظروا کیف تجدونه عند الامر والنهی و حفظ الحدود واداء الشریعة "۔
>
> "اگر تم دیکھو کہ ایک شخص کو کرامات سے بہرہ وافر ملا ہے۔ تو اس سے دھوکہ نہ کھاؤ۔ اس میں دیکھو کہ اوامر و نواہی کے بارہ میں اس کا طرز عمل کیا ہے؟ حفظ حدود کا کس درجہ پابند ہے اور شریعت کے تقاضوں کو کس حد تک پورا کرتا ہے۔"

(۵) ابو علی شقیق بن ابراہیم بلخی رحمہ اللہ:۔ حاتم الاصم رحمہ اللہ کے شیخ الاستاد تیسری صدی ہجری کے بلند پایہ صوفی، توکل و صبر کے پیکر اور معرفت کے رکن رکین ہیں، یہ کیوں کر زہد و تقویٰ کی طرف مائل ہوئے؟ اس کے بارے میں کئی قصے مشہور ہیں۔ کہتے ہیں ان کا پیشہ تجارت تھا۔ ایک مرتبہ قحط پڑا، جس سے یہ بہت پریشان ہوئے، سوچنے لگے کہ رزق کی کشائش کیلئے کیا تدبیر اختیار کی جائے، اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک غلام رنگ رلیوں میں مصروف ہے، اور خوشی و انبساط سے اچھل کود رہا ہے، اس سے پوچھا قحط و پریشانی کے ان دنوں میں سرمستیاں۔ کیا تجھے کھانے پینے کی فکر نہیں۔ اس نے کہا جناب نہیں۔ میرے مالک کا ایک گاؤں ہے، جس نے ہم دونوں کو اس احتیاج سے بے نیاز کر رکھا ہے۔ یہ اس گفتگو سے بہت متاثر ہوئے۔ دل نے کہا کیا تیرے مولا و آقا کے پاس یہ پوری زمین اپنی تمام تر شادابیوں کے ساتھ موجود نہیں اور اگر تیرا تعلق کم از کم اتنا ہی ہے جتنا کہ اس غلام کا اپنے آقا سے ہے تو پھر اس پریشانی اور اضطراب کے کیا معنی؟ (تعلیماتِ غزالی، ص:۲۲-۲۳)

حصول معرفت میں چار ضروری نکات:۔ معرفت کے متعلق ان کا حسب ذیل قول حاتم الاصم رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے:

اگر ایک شخص دو سو برس تک زندہ رہتا ہے اور اس کو ان چار چیزوں کی معرفت حاصل نہیں۔ تو اس کو جہنم کی آتش سے کوئی نہیں بچا سکتا:

(۱) خدا کی معرفت، (۲) اپنا عرفان، (۳) خدا کے اوامر و نواہی کی معرفت۔ اور (۴) خدا اور اپنے دشمن کی معرفت۔

خدا کی معرفت کا مطلب یہ ہے کہ تو اپنے دل سے اس حقیقت پر یقین رکھے۔ کہ اس کی ذات گرامی کے سوا اور کوئی بخشش و عطا یا نفع و ضرر پر قادر نہیں۔

اپنے عرفان سے یہ مقصود ہے کہ تو اپنی بیچارگی کو پوری طرح محسوس کرے، اور اس حقیقت کو جاننے کی کوشش کرے کہ تو کسی شخص کو بھی نفع و ضرر پہنچانے پر قادر نہیں۔ یہی نہیں۔ تجھے براہ راست کسی چیز پر بھی اختیار حاصل نہیں۔

خدا کے احکام یا اوامر و نواہی کا عرفان اس بات کا متقضی ہے کہ تو یہ یقین رکھے کہ ان احکام و مسائل کو تیرے نفس پر پورا پورا قابو حاصل ہے۔ اس یقین کی علامت یہ ہے کہ ان کی بجا آوری کے سلسلہ میں جبن اور سستی یا بے صبری کو کوئی دخل نہ ہو۔

خدا اور اپنے دشمنوں کی معرفت کے معنی یہ ہیں۔ کہ تمہیں محسوس ہو کہ تم اپنے ذوق و عبادات میں آزاد نہیں ہو۔ بلکہ کچھ عوامل رخنہ اندازی کرنے والے بھی ہیں۔ ان کے خلاف تمہیں بہر حال ایک لڑائی لڑنا ہے اور اس کے حملوں سے اپنے آپ کو بچانا ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۲۳)

تقویٰ کی پہچان:۔ تقویٰ کی پہچان کیا ہے؟ اس کے بارے میں ان کا یہ حکیمانہ قول ماننے کے لائق ہے:

> "تعرف تقوی الرجل فی ثلاثه اشیاء فی اخذه فی منعه و فی کلامه"
>
> "تو اگر کسی شخص کے مرتبہ اتقاء کا اندازہ کرنا چاہے تو تین چیزیں دیکھو، وہ کن چیزوں کو اختیار کرتا یا اپناتا ہے، کن چیزوں سے باز رہتا یا احتراز کرتا ہے، اور اس کی بات چیت کا موضوع کیا ہے؟" (تعلیماتِ غزالی، ص:۲۳-۲۴)

(۶) ابو عبداللہ الحرث بن اسد المحاسبی رحمہ اللہ:۔ (المتوفی، ۲۴۳ھ) ذی النون رحمہ اللہ کے معاصر تھے یہ غزالی رحمہ اللہ کے نہایت محبوب روحانی مرشد ہیں۔ "احیاء" میں ان کے اقوال کو انہوں نے اکثر نقل کیا ہے۔ بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ ان کی کتاب احیاء میں محاسبی رحمہ اللہ کی تحریرات کی جھلکیاں صاف نمایاں ہیں۔ یہ پہلے صوفی مصنف ہیں جنہوں نے اپنے خیالات و افکار کو قدیم حکمایونان کی طرح سوال و جواب

کی صورت میں ضبط تحریر میں لانے کی کوشش کی۔ ان کی کتاب ”الرعایۃ لحقوق اللہ“ تصوف کے حقائق پر شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے۔

آربری نے اپنی کتاب تصوف (Sufism) میں ان کی ایک غیر مطبوعہ تحریر الوصایا سے ایک طویل باب نقل کیا ہے۔ جس کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ غزالی رحمہ اللہ کے بہت پہلے انہوں نے تحقیق و مذاہب کے سلسلہ میں اسی انداز کے تحلیل و تجزیہ سے کام لیا ہے۔ یہ غزالی کی شہرۂ آفاق کتاب ” المنقذ من الضلال “ میں پایا جاتا ہے۔

محاسبی رحمہ اللہ انہیں غالبًا اس ضبط نفس کی بنا پر کہا جاتا ہے۔ جس کی انہوں نے بار بار تاکید کی ہے اور جس کو انہوں نے تقویٰ کی اساس قرار دیا ہے۔

” فصل فی المحبۃ “ ان کا ایک خاص مقالہ ہے۔ جس میں محبت کے متعلقات پر انہوں نے نہایت لطافت سے روشنی ڈالی ہے۔ افسوس ہے کہ ہم طوالت کے اندیشہ سے اس کے اقتباسات درج کرنے سے قاصر ہیں۔

قشیری رحمہ اللہ نے انہیں ان الفاظ میں خراج تحسین ادا کیا ہے: ”عدیم النظیر فی زمانہ علماً و ورعاً و معاملۃ و حالاً“

”اپنے زمانہ میں باعتبار علم، تقویٰ، معاملات اور احوال کے عدیم النظیر شخصیت۔“

ان کے والد عقیدۃً قدری تھے اور بہت مالدار تھے۔ ان کے مرنے کے بعد مال و دولت کی کثیر مقدار انہیں بطور ترکہ میراث کے ملی۔ لیکن انہوں نے اختلاف عقائد کے پیش نظر اس کو قبول نہ کیا۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۴-۲۵)

صوفیاء کے پانچ مستند مشائخ:۔ صوفیاء میں یہ ان پانچ شیوخ میں سے ہیں، جن کو مستند مانا جاتا ہے۔

ابوعبداللہ خفیف رحمہ اللہ کا قول ہے: ”اقتدو ابخمسۃ من شیوخنا الباقون سلموالھم حالھم الحرث بن اسد المحاسبی والجنید بن محمد و ابو محمد رویم و ابوالعباس بن عطاء و عمر و ابن عثمان المکی لانھم جمعوا بین العلم والحقائق“۔

”ہمارے شیوخ میں ان پانچ کی اقتداء اختیار کرو اور باقی کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ محاسبی، جنید، ابومحمد رویم، ابوالعباس بن عطا، عمر بن عثمان رحمہم اللہ کی، کیونکہ یہ وہ حضرات ہیں جو علم و حقائق دونوں کے جامع ہیں۔“ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۵)

ابوسلیمان الدارانی رحمہ اللہ:۔ کتاب و سنت کی پابندی کا اس درجہ خیال رکھتے تھے کہ ان کے نزدیک وہ واردات قلب جن کا تعلق دینیات سے ہے اس وقت تک حجت و مستند نہیں، جب تک کہ ان کو کتاب و سنت کی خارجی کسوٹی پر پرکھ نہ لیا جائے۔ چناں چہ ان کا کہنا ہے:

”ربما یقع فی قلبی نکتۃ من نکتہ تدوم ایاما فلا اقبل منہ الا بشاھدین عدلین الکتاب والسنۃ “۔

”میرے دل میں کبھی متصوفانہ نکات کا القاء ہوتا ہے اور کئی کئی دن تک میں انہیں یونہی دل میں پڑا رہنے دیتا ہوں، اور اخذ و قبول پر راضی نہیں ہوتا۔ تاوقتیکہ دو شاہد عدل اس کی تائید نہ کر دیں، یعنی اللہ اور سنت رسول ﷺ۔“

"اذا سکنت الدنیا القلب لرحلت منہ الاخرۃ "جب دنیا کسی شخص کے دل میں سکونت اختیار کر لیتی ہے تو آخرت کا خیال اسی وقت دل سے نکل جاتا ہے۔“ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۵-۲۶)

ابوسلیمان داؤد بن نصیر الطائی رحمہ اللہ:۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ صاحبین امام محمد اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ دونوں اختلافی مسائل میں ان کو اپنا حکم تسلیم کرتے اور ان کی رائے اور فتویٰ کو صائب جانتے تھے۔ یہ امام محمد رحمہ اللہ کی بے حد عزت کرتے تھے۔ لیکن قاضی ابو یوسف سے اس بنا پر خفا تھے کہ انہوں نے اپنے استاد کی روش کے علی الرغم عہدہ قضا کیوں قبول کر لیا۔

اس خفگی کے پیش نظر ان کا معمول یہ تھا کہ اگر یہ دیکھتے کہ امام محمد رحمہ اللہ کا مسلک صحیح ہے تو کہتے، محمد کا مسلک صحیح ہے اور اگر قاضی ابو یوسف رحمہ اللہ کی رائے جچی تلی محسوس ہوتی ہے، تو نام لیے بغیر کہتے اس نوجوان کی رائے زیادہ قرین صواب ہے۔

یہ کس طرح زہد و ورع کی جانب ملتفت ہوئے، اس کے بارے میں مختلف حکایتیں کتب تصوف میں مذکور ہیں۔ ہمارے نزدیک اس کا ایک

ہی سبب تھا اور وہ یہ کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے زہد و تقویٰ نے انہیں متاثر کیا اور ان کے داعیات شوق کو اُکسایا۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۶-۲۷)

تعلق مع اللہ کی نوعیت:۔ صوفیاء میں ان کا درجہ بہت بلند ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ان کے ربط و تعلق کی کیا نوعیت تھی، اس کا اندازہ ان کے اس قول سے لگایئے۔ جب یہ رات کی تاریکی میں روح کے اجالے کا سامان بہم پہنچاتے اور تہجد کیلئے کھڑے ہوتے تو کہتے:

> "الهی همك عطل علی الهموم الدنیویة "پروردگار! تیرے ایک غم نے میرے تمام دنیوی غموں کو بھلا دیا اور معطل کر دیا ہے۔

ہر وقت عبادت میں مشغول رہتے۔ حتیٰ کہ خادمہ کھانے کیلئے بلاتی تو فرماتے: "بین مضغ الخبز و شرب الفتیت قراۃ خمسین ایۃ" روٹی کھانے اور فتیت (ایک مشروب) پینے میں وقت صرف ہوتا ہے، اتنے میں پچاس آیات کی تلاوت ہو سکتی ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۷)

دقائق اخلاص کا خیال:۔ اخلاص کے دقائق و لطائف کا بہت خیال رکھتے۔ ایک مرتبہ ان کے ہاں ایک صاحب آئے، انہوں نے دیکھا کہ پانی کی صراحی دھوپ میں رکھی ہے۔ ان سے نہ رہا گیا کہنے لگے بھائی اس کو تو سایہ میں رکھ دیا ہوتا۔ جواب ملاحظہ ہو:

> "حین و ضعتها لم یکن شمس وانا استحیی ان یرانی الله امشی لمافیه حظ نفسی"
>
> ''آپ بجا ارشاد فرماتے ہیں، میں نے دراصل اسے سایہ ہی میں رکھا تھا، اب دھوپ آ گئی ہے، اس کو اٹھا کر دوبارہ سایہ میں رکھنے میں یہ شرم مانع ہے کہ کہیں صراحی تک چل کر جانے کو میرے حظ نفس پر نہ محمول کیا جائے۔'' (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۷)

ابوالقاسم جنید بن محمد رحمہ اللہ:۔ (المتوفی۔ ۲۹۸ھ) سرخیل صوفیاں اور چمنستان تصوف کے گل سرسبد، عراق ان کا مولد و منشا ہے۔ ان کے والد شیشہ کا کاروبار کرتے تھے۔ اس مناسبت سے انہیں قواریری بھی کہا جاتا ہے۔ انہوں نے تصوف میں ایک خاص مدرسہ فکر کی بنیاد ڈالی ہے۔ افسوس ہے کہ بعد کے آنے والے حضرات نے اس انداز کو آگے بڑھانے کی کوشش نہیں کی۔ ان کا شمار ان چند لوگوں میں ہوتا ہے، جنہوں نے تصوف کو خاص نظریات سے روشناس کرایا اور اسے ایک متعین پیرایہ بیان بخشا۔ محاسبی رحمہ اللہ سے انہیں تلمذ حاصل ہے۔ توحید کیا ہے، اور غیر زمانی وجود کی کیا حقیقت ہے، اس کے بارہ میں ان کے اقوال کس درجہ فلسفیانہ حقیقت کے حامل ہیں۔ دیکھیے توحید کے معنی یہ ہیں، کہ ازلی و ابدی خدا کو زمانیات سے الگ کر کے دیکھا جائے۔

> اللہ تعالیٰ نے حضرت انسان سے سوال کیا تھا۔ الست بربکم ''کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔''

حضرت جنید رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ یہ گفتگو اس مرحلے کی ہے جب انسان نے ابھی وجود کا مادی پیرہن زیب تن نہیں کیا تھا اور زمانیات سے یکسر آزاد تھا۔ یعنی اس کا وجود محض روحانی انداز و نہج کا تھا۔ جو زمان و مکان کی گرفت میں نہیں آیا تھا۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۷-۲۸)

تصوف کی نعمت کیسے حاصل ہوئی:۔ تصوف کی نعمت انہیں کیوں کر حاصل ہوئی۔ ان کا اپنا قول ملاحظہ ہو۔

> "ماالحذنا التصوف عن القیل و القال ولکن عن الجوع و ترك الدنیا و قطع المالوفات والمستحسنات"
>
> ہم نے تصوف قیل و قال اور فقیہانہ بحث و مناظرہ سے حاصل نہیں کیا، بلکہ اس کیلئے گرسنگی کی اذیتیں جھیلی ہیں۔ مالوفات اور پسندیدہ چیزوں کو ترک کیا ہے۔
>
> ان کا پختہ عقیدہ تھا کہ تصوف کی بنیاد کتاب و سنت کی تصریحات پر ہے۔ لہٰذا جو شخص ان نعمتوں سے محروم ہے اس نے تصوف کی بو بھی نہیں سونگھی۔ ان کا کہنا تھا: "الطرق کلها مسدودة علی الخلق الامن اقتفی اثر الرسول علیه الصلوٰة والسلام " خلق اللہ پر معرفت کے تمام دروازے بند ہیں الا یہ کہ آنحضرت ﷺ کے نقش قدم کی پیروی اختیار کی جائے۔
>
> "من لم یحفظ القرآن ولم یکتب الحدیث لا یقتدی به فی هذالامرلان علمنا مقید بالکتاب والسنة"
>
> جس نے قرآن حفظ نہیں کیا اور حدیث قلمبند نہیں کی وہ معرفت کے باب میں اقتداء کے لائق نہیں۔ کیوں کہ ہمارے

ہاں یہ علم مقید بہ کتاب وسنت ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۸-۲۹)

صوفیاء میں اتباع سنت کا جذبہ: کرامات کو وجہ فضیلت نہیں سمجھتے۔ ایک شخص ان کے زہد وورع کا چرچا سن کر ان کے ہاں آیا اور کچھ عرصہ تک ان کی حرکات وسکنات کو بغور دیکھتا رہا۔ آخر ایک دن اجازت لے کر جانا چاہا۔ حضرت جنید رحمہ اللہ نے پوچھا اتنی جلدی کیوں جاتے ہو۔ اس نے کہا کہ میں تو اس خیال سے آیا تھا کہ آپ بہت بڑے ولی ہوں گے اور آپ کے ہاں بڑی بڑی کرامتیں دیکھنے میں آئیں گی لیکن افسوس میں نے تو کوئی کرامت ایسی نہیں دیکھی جس سے آپ کی ولایت کا اندازہ ہو سکے۔ جنید رحمہ اللہ مسکرائے انہوں نے کہا، اس عرصہ میں کیا تو نے دیکھا کہ میں نے ترک فرائض کا ارتکاب کیا ہو۔ اس نے کہا جی نہیں۔ آپ رحمہ اللہ نے کہا کیا ترک سنن کی نوبت آئی۔ اس نے کہا جی نہیں۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا، پھر کیا نوافل ومستحبات میں تساہل برتا گیا۔ اس نے کہا حضور یہ بھی نہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ یہی میری کرامت ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۹)

مسٹر شکالیم کی طرفہ طرازی: اہم اور مقتدر مشائخ کی فہرست کافی طویل ہے۔ جس کو ہم اختصار کی خاطر نظر انداز کرنے پر مجبور ہیں۔ اس میں ہم نے ان پاکباز اور پاک نہاد خواتین کا ذکر نہیں کیا۔ جنہوں نے عرفان کے بادہ صافی سے سکر ومستی کی کیفیتیں پیدا کیں اور زہد وتقویٰ اور عفاف و پرہیز گاری سے ظاہر وباطن کی سج دھج کا اہتمام کیا۔ صرف رابعہ بصریہ رحمہا اللہ کا نام لے لینا اس سلسلہ میں کافی ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۹)

اختصار کی وجہ: اختصار کے پیش نظر ہم مشائخ کی اس فہرست میں ان لوگوں کو بھی شامل نہیں کر رہے ہیں جنہوں نے عملی مجاہدات کے ساتھ ساتھ قلمی مجاہدیات میں بھی نمایاں حصہ لیا ہے یعنی جنہوں نے تصوف کو نکھارا اور نئے نئے تصورات اور مصطلحات سے مالا مال کیا ہے۔ یا جن کی جنبش ہائے قلم سے تصوف نے ایک علم، ایک فن اور قابل فہم تصور کی حیثیت اختیار کی ہے۔ یوں بھی تصوف سے متعلق مستند تحریرات اور کتابوں کا دائرہ بدرجہ غایت سمٹا ہوا ہے۔ جس کے مندرجہ ذیل اسباب ہیں:

۱- یہ چوں کہ اپنے مزاج اور خصوصیات کے اعتبار سے علم سے زیادہ عمل ہے اس لیے اس کو ضبط تحریر میں لانے کی کوششیں بڑی حد تک محدود رہیں۔

۲- صوفیا چوں کہ نفی ذات (Negation) کے شدت سے قائل ہیں اس لیے نہیں چاہتے تھے کہ تحریر ونگارش کے چکر میں پڑیں۔ کیوں کہ ان کے نزدیک اظہار کا یہ اسلوب بھی نفس میں کبر وپندار پیدا کرنے کا باعث ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں یہ خطرہ بھی ہے کہ کہیں عوام کی عقیدت کا رُخ ادھر نہ مڑ جائے۔ حالاں کہ انہیں سے یہ بھاگتے اور دور رہنے کا عزم کر چکے تھے۔

۳- جب علوم عقلیہ کا فروغ ہوا، بالخصوص نو افلاطونیت کے تصورات جب اسلامی معاشرہ میں پھیلے، تو صوفیاء کے عقائد بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ یہی نہیں ان خیالات نے اس درجہ اس کے ذہن وقلب واستیلاء حاصل کیا کہ ان کے پرجوش مبلغ بن گئے۔ ظاہر ہے فکر ورائے کے اس نہج سے فقہاء ومحدثین متفق نہیں ہو سکتے تھے اور یہی وہ گروہ تھے، جن کا عامۃ الناس میں زیادہ عمل دخل تھا۔ اس لیے صوفیاء مجبور ہوئے کہ اپنے ان عقائد کو عام نہ کریں اور ازراہ احتیاط صرف انہیں حضرات تک ان کو محدود رکھیں جن میں صبر وبرداشت کی صلاحیتیں بدرجۂ اتم پائی جائیں۔

۴- یوں بھی تصوف چوں کہ اصلاح وتزکیہ کی ایسی سطح سے متعلق ہے جس کے مخاطب خال خال حضرات ہی ہو سکتے ہیں، عوام نہیں، اس لیے مناسب یہی معلوم ہوا، کہ اس کی نشر واشاعت کے دائروں کو وسیع نہ کیا جائے۔

لیکن اخفاء واحتیاط کی ان تدبیروں میں چونکہ کھلی ہوئی مضرت یہ تھی کہیں علم ومعارف کا یہ گنجینہ ضائع ہی نہ ہو جائے۔ اس لیے کچھ حضرات نے بہر حال اپنی تحریری کوششوں کو جاری رکھا۔ خصوصاً حلاج کے قتل نے تو انہیں چونکا سا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک اچھے خام گروہ

نے جرأت سے اپنے خیالات وافکار کو منظر عام پر لانے کا تہیہ کرلیا۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۳۰-۳۱)

تصوف پر تحریری علمی کاوشیں: یہ تحریری کوششیں کئی اقسام کی ہیں۔ کچھ لوگوں نے ان احادیث وآثار کو قلمبند کیا جن کا تعلق زہد ورقاق سے تھا، جیسے عبداللہ بن المبارک اور احمد بن حنبل رحمہما اللہ وغیرہم۔ کچھ حضرات نے سلسلہ تصوف کے مقتدر مشائخ واکابر کے اقوال وافعال کا دلآویز مرقع تیار کیا۔ جیسے "حلیۃ اولیاء صفتہ الصفوۃ اور تذکرۃ الاولیاء" کے مصنفین، کسی نے نفس فن کے بارہ میں بحث کی اور اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات اور پیچیدگیوں کو حل کرنے اور سلجھانے کی کوشش کی جیسے قشیری، ہجویری اور کلاباذی رحمہم اللہ وغیرہ، ایک مختصر سا گروہ ان میں ایسا بھی ہے، جنہوں نے نہ صرف تصوف کی زلف معقد کو سنوارا اور سجایا، بلکہ جس نے اس کو گہرے تصورات اونچے معارف اور حکیمانہ طرز فکر سے بھی بہرہ مند کیا۔ جیسے نفاری، ابوالنصر سراج اور ابن عربی رحمہم اللہ وغیرہ۔

اس مختصر سی وضاحت کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قدرے ان اصطلاحوں کی تشریح کردی جائے۔ جو صوفیاء کے لٹریچر میں دائر وسائر ہیں۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۳۱)

صوفیائے کرام کی مشہور اصطلاحات

جس طرح منطق وفلسفہ کی اصطلاحیں ہیں۔ فقہ واصول کیلئے مخصوص الفاظ اور استعمالات ہیں۔ ٹھیک اسی طرح صوفیاء کی بھی اصطلاحیں ہیں جو ان میں رواج پذیر ہیں۔ اصطلاحات کی غرض وغایت تعیین اور سہولت ہے۔ یعنی جو بات آپ پھیلا کر اور مختلف پیرایہ ہائے بیان میں بیان کرنا چاہیں گے۔ وہی بات اصطلاحات کے رنگ میں نہایت اختصار کے ساتھ کہہ دیں گے اور سامع یا قاری ان کے معنی ومفہوم وادراک میں کسی غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہوگا۔ صوفیا کے ہاں اصطلاحات کی اہمیت علاوہ تعیین وسہولت کے یہ بھی ہے کہ اس طرح وہ عوام کی گرفت اور برہمی سے محفوظ رہتے ہیں اور کج فہم فقہاء اور کم سواد علماء کو ان پر زبان طعن دراز کرنے کا موقع نہیں ملتا۔ کیوں کہ اعتراض وہی کرے گا، جو ان کی بولی سمجھتا ہو اور ان کی منطق سے واقف ہو۔ ہر اس شخص کو جو تہمت علم سے متہم ہو یہ اختیار نہیں ہوگا کہ ان کو ہدف عتاب ٹھہرائے اور بغیر جانے بوجھے اور ان کے علوم ومعارف سے شناسائی حاصل کیے ان پر فتویٰ کفر لگائے اور عوام میں ان کے خلاف نفرت وحقارت کے جذبات پیدا کرے۔ گویا اصطلاحات کے پردہ میں حقائق ومعارف کو چھپانے میں جو جذبہ کارفرما ہے وہ یہ ہے کہ صوفیا نااہلوں کے حملوں سے محفوظ رہیں۔

اسی حقیقت کو کلاباذی رحمہ اللہ نے ان الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے هذا اسلم من ردحق و انکاره

"اس طرح ہم حقائق کے ردوانکار کے عاجلانہ فعل سے محفوظ رہتے ہیں۔"

اس تمہید کے بعد آیئے ان کی اصطلاحات پر ایک نظر ڈالتے چلیں: (تعلیماتِ غزالی، ص: ۳۲)

پہلی اصطلاح "وقت": صوفیاء میں وقت کا استعمال کئی معنی میں ہوتا ہے۔ ایک استعمال یہ ہے کہ اس سے مراد حادث متوہم ہے۔ جن کا حصول کسی حادث متحقق پر موقوف ہو۔ اس صورت میں حادث متحقق حادث متوہم کیلئے بمنزلہ وقت کے ہوگا۔ اس کو اس مثال سے سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ فرض کیجیے۔ آپ نے کہا، میں فلاں تاریخ کو تمہارے ہاں پہنچوں گا۔ یہ پہنچنا یا آنا ایسا حادث ہے۔ جو وہم وخیال کی گرفت میں آتا ہے اور متعین تاریخ ایسا حادثہ ہے جو وقوع پذیر ہونے والی شے ہے جو متحقق ہے۔ لہٰذا یہ متحقق یا وقوع پذیر ہونے والی شے متوہم کیلئے بمنزلہ وقت کے ہے۔ بات بالکل آسان ہے۔ جو اصطلاح کے گورکھ دھندے میں کسی قدر پیچیدہ ہوگئی ہے۔ صوفیاء دراصل کہنا یہ چاہتے ہیں کہ وقت کا مفہوم وتصور سراسر واقعات وحوادث (Events) کا رہین منت ہے۔ اگر یہ پائے جاتے ہیں تو یہ بھی اُبھرتا ہے اور یہ نہیں پائے جاتے تو یہ بھی نہیں پایا جاتا۔ یہاں یہ نکتہ بہر حال ملحوظ رہنا چاہیے کہ صوفیا ء زمانہ کے منکر نہیں۔ جو بغیر کسی تعین کے ایک جوئے آب کی طرح رواں دواں ہے۔ جس میں ماضی وحال اور مستقبل کا کوئی وجود نہیں۔ جو صرف ایک بہاؤ ہے۔ ایک حرکت ہے یا پیہم ومسلسل ایک طرح کے فیضان سے تعبیر ہے۔

وہ جس کو واقعات وحالات کا نتیجہ قرار دیتے ہیں، وہ وقت ہے، اور وہ متعین ہے، جو کسی حادث سے ابھرتا ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ جو حوادث و واقعات کو سمجھنے کا ایک ناگزیر پیمانہ ہے۔ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ نے وقت کے ایک اور معنی بھی بیان کیے ہیں۔ وہ غلبہ حال ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص حزن وغم سے دوچار ہے تو کہا جائے گا کہ یہ وقت اس کے حزن وغم کا ہے۔ اگر کشاکش دنیا میں گرفتار ہے۔ تو کہا جائے گا اس وقت اس کو دنیا کا سامنا ہے اور دنیا اس پر سوار ہے۔ اسی طرح اگر عقبیٰ وآخرت کا خیال اس پر غالب ہے۔ تو اسی مناسبت سے اس کے وقت کو عقبیٰ وآخرت کا وقت قرار دیا جائے گا۔

کبھی کبھی وقت رعایت احوال کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً ”ابن الوقت“ صوفیاء کی خاص اصطلاح ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سالک وقت کے اہم ترین تقاضوں کا ساتھ دے رہا ہے اور اس کی حالت وکیفیت جس طرح کی عبادات وفرائض کی مقتضی ہے، وہ اس میں باحسن وجہ مشغول ہے اور کسی طرح کی کوتاہی نہیں کر رہا ہے۔ یہی مطلب ہے ان کے اس قول کا: ”الفقیر لایهمه ماضی وقته و اتیه بل یهمه وقته الذی فیه “فقیر ماضی و مستقبل سے رابطہ نہیں رکھتا۔ اس کی توجہ کا مرکز تو وہ وقت (یعنی حالت) ہے کہ جس میں سے وہ اس وقت گزر رہا ہے۔“

یعنی ایک فقیر یہ نہیں دیکھتا کہ ماضی میں اس کے قلب وذہن کی کیا کیفیتیں تھیں۔ یا مستقبل میں اسے کس نوع کے افکار واعمال سے دوچار ہونا ہے۔ وہ تو بس یہ دیکھتا ہے کہ اس وقت جلاء قلب اور ارتقاء روح کیلئے اسے کیا کرنا چاہیے۔ ماضی کی فکر یا مستقبل کا اندیشہ ان کے نقطہ نظر سے وقت کے تقاضوں سے محرومی کے مترادف ہے۔ یا انہیں کے الفاظ میں یوں کہنا چاہیے: ”الاشغال بفوات وقت ماضی تضیع وقت ثان“ ”ماضی کے گزرے ہوئے ان لمحات سے تعرض کرنا جن میں کوئی لغزش سرزد ہوئی ہے گویا دوبارہ وقت ضائع کرنا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ اگر حال درست ہے تو کیا کہنے یہی آئندہ چل کر اچھے مستقبل اور بہترین ماضی کی تعبیر کا ضامن ہوگا۔

وقت کا ایک معنی تصرفات حق تعالیٰ پر راضی وقانع رہنا ہے۔ یعنی جب یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں حکم وقت کی منزل میں ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ اللہ کی طرف سے جن جن آزمائشوں سے دوچار ہے، ان میں ثابت قدم ہے اور اپنے کو اس معاملہ میں بالکل مختار اور صاحب ارادہ وتدبیر نہیں کرتا۔ بلکہ یہ سمجھتا ہے کہ کائنات میں تمام تر تصرفات اللہ تعالیٰ کی مرضی ومشیت کے تابع ہیں، اس لیے ان تصرفات کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا ہی اولیٰ اور بہتر ہے۔ اور اس مرحلہ پر یہ نکتہ جان پرور ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہیے۔ کہ صوفیاء امور تکوینی میں تو جبر کے قائل ہیں۔ امور شرعی میں نہیں اور یہ کہ ان کا جبر اس ملحد وزندیق کا جبر نہیں۔ جو تکلفات شرعیہ کی پابندی سے یکسر آزادی حاصل کر لیتا ہے اور اس کو فسق وفجور کا محض ایک بہانہ سمجھتا ہے۔ بلکہ اس عارف کا جبر ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی مشیت تکوینی کے خلاف نہ صرف لب کشائی نہیں کرتا بلکہ بکمال رضا و رغبت ان تمام شدائد اور سختیوں کو برداشت کرتا ہے۔

الوقت سیف صوفیا کا مشہور مقولہ ہے۔ اس کے دو معنی ہیں:

۱- یہ کہ جس طرح تلوار کی کاٹ غالب اور فیصلہ کن ہوتی ہے اسی طرح حق تعالیٰ اس کے ذریعہ جن جن واقعات وحوادث کو رونما کرتا ہے۔ ان کا وقوع پذیر ہونا ناگزیر ہے اور فیصلہ کی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا اس کے خلاف احتجاج کرنا درست نہیں۔ یہ استعمال قریب قریب انہیں معانی کا حامل ہے، جس کی وضاحت پہلے ہو چکی ہے۔

۲- تلوار چھونے میں نرم اور کاٹ میں تیز ہے۔ اس لیے جس نے اس کو نرمی سے چھوا تو وہ اس کی زد اور حملہ سے محفوظ رہا اور جس نے اس کے معاملہ میں سختی برتی، اس کا محفوظ رہنا اور زخمی نہ ہونا دشوار ہے۔ ٹھیک یہی حال وقت وزمانے کا ہے۔ جس شخص نے اس کی فطرت کو سمجھا اور عمل وزہد کی وہی صورت اختیار کی جو اس کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ وہ تو نفس کی آفات اور مصیبتوں سے محفوظ رہا اور جس نے وقت کا معصیت ونافرمانی سے مقابلہ کیا، وہ مارا گیا۔

”وکالسیف ان لاینته لان مسه“ اور وقت تلوار کی مانند ہے۔ اگر تم نے اس کو نرمی سے تھاما۔ تو وہ نرم ثابت ہوگا۔

”واحده ان خاشنة خشنان“ اور اگر اس کو سختی سے چھوا تو پھر اس کی دھاریں سخت ثابت ہوگی۔ (تعلیماتِ غزالی ص: ۳۳-۳۵)

دوسری اصطلاح ”کیس“: اس سے ملتا جلتا لفظ کیس ہے۔ جس کے لفظی معنی عقلمند اور زیرک انسان کے ہیں مگر تصوف میں اس سے مراد یہ ہے کہ اگر سالک ہوش و حواس میں ہے اور اس پر عالم صحو طاری ہے۔ تو اس کیلئے شریعت کی پیروی ضروری ہے اور اگر صحو کے بجائے محو (سکر) کا غلبہ ہے تو اس صورت میں حقیقت کے احکام کا تتبع کرنا ہوگا۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۴۷)

تیسری اصطلاح ”مقامات“: سالک چوں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہمیشہ بڑھتا رہتا ہے۔ اس لیے اس کے اس سفر و سلوک کی کچھ منزلیں ہیں اور ان منزلوں کے متعین آداب ہیں۔ اس لیے سالک جس منزل یا مقام میں ہو اسی کے مطابق متعلقہ آداب و احکام کی اسے رعایت رکھنا چاہیے۔ یہی نہیں بلکہ جس مقام میں ہے۔ اس کے تمام آداب کو جب تک پورا نہ کرلے آگے نہ بڑھے۔ کیوں کہ آگے بڑھنے کیلئے بے صبری کا اظہار قناعت کے منافی ہے اور قناعت سے محروی توکل کے خلاف ہے اور اگر توکل کی نعمت سے کوئی شخص محروم ہے۔ تو اس کا یہ مطلب ہے کہ اس میں تسلیم و رضا کی بھی صلاحیت نہیں۔ جو تصوف کی جان ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۴۷)

چوتھی اصطلاح ”حال“: یہ ایسی کیفیات قلب سے تعبیر ہے جن سے ایک سالک ایک لحہ بھر کیلئے دوچار ہوتا ہے اور پھر آگے بڑھ جاتا ہے۔ جیسے طرب و حزن، قبض و انبساط یا شوق و تحیر اور ہیبت و احتیاج وغیرہ۔ مقامات اور احوال میں یہ فرق ہے کہ مقامات تو جد و جہد سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور یہ کیفیات سالک کے ذہن و فکر پر بغیر قصد و ارادہ کے ظاہر ہوتی ہیں۔ ایک فرض ان دونوں میں یہ بھی ہے، کہ جہاں مقام ٹھہراؤ اقامت گزیں ہونے کا متقاضی ہے۔ وہاں احوال کا یہ تقاضا آگے بڑھنا اور ترقی کی طرف تیزی سے گام فرسا ہوتا ہے گویا احوال میں تو ایک وقت خاص تک ٹھہرنا اور رُکنا خوبی ہے اور احوال میں یہی خوبی عیب شمار ہوتی ہے۔ ذی النون مصری رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا صاحب فلاں عارف کہاں ہیں۔ انہوں نے کہا: ”کان ھھنا فذھب“ ابھی تو تھے اب کہیں نکل گئے ہیں۔

مطلب یہ کہ وہ احوال میں گرفتار نہیں بلکہ ان کے جذبہ عرفان نے انہیں اگلی منزلوں کی طرف بڑھا دیا۔

ایک صاحب کا قول ہے: ”الاحوال کالبروق فان بقی فحدیث“

احوال برق کی مانند ہیں، اگر باقی رہ جائیں تو یہ احوال نہیں حدیث نفس ہیں۔

احوال کے بارے میں صوفیاء کا ایک اور نقطۂ نظر بھی ہے اور وہ بقا احوال سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ جس کا یہ مطلب ہے کہ احوال بھی مقامات کی طرح قیام و بقا چاہتے ہیں۔ کیوں کہ جب تک کوئی عارف چندے ٹھہر کر اور رک کر ان سے استفادہ نہیں کر پائے گا۔ آگے نہیں بڑھ پائے گا۔ یہ لوگ احوال اور لوائح میں ایک قسم کا بین فرق محسوس کرتے ہیں۔ احوال تو ان کی اصطلاح میں وہ کیفیات ہیں جو ثبات و قرار کی متقضی ہیں اور جو چیز برق کی طرح سطح قلب پر چمکی اور غائب ہوگئی اس کو یہ احوال کی بجائے لوائح کہتے ہیں۔ جس کے لفظی معنی ہیں چمکنے والی شے کے ہیں۔ ابوعثمان حری رحمہ اللہ نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے: ”منذا ربعین سنة ماقامنی اللہ فی حال فکرھنہ“

”چالیس برس سے اللہ تعالیٰ نے مجھے جس حال سے دوچار کیا میں نے کبھی اس کو برا نہیں سمجھا۔ یعنی میں بہر حال قانع اور راضی بہ رضا رہا۔“

مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ بقا احوال مطلقاً سکون اور ٹھہراؤ ہی چاہتا ہے اور سالک مجبور ہے کہ ان سے بہرہ مندی کی صورت میں ترقی نہ کرے ان کے نزدیک ان احوال میں بھی بے انتہا درجات و مراتب ہیں۔ جن کی طرف ایک سالک برابر حرکت کناں رہتا ہے یعنی ہر ہر مرتبہ اور درجہ جس سے ایک سالک دوچار ہوتا ہے۔ اپنے آغوش میں کچھ حسنات اور نیکیاں لیے ہوئے ہے اور ایک عارف جب اس مقام کی تمام سعادتوں کو اپنے دامن طلب میں سمیٹ لیتا ہے۔ تو پھر قانع ہو کر یہیں بیٹھا نہیں رہتا بلکہ انہیں احوال کے آئندہ درجات کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ یہی وہ مسلسل ترقی ہے جو مقربین کا طرۂ امتیاز ہے اور یہی مطلب ہے اس مقولہ کا:

”حسنات الابرار سیات المقربین“ ابرار کی نیکیاں مقربین الٰہی کی برائیاں ہیں۔

غرض یہ ہے کہ ابرار حسنات میں اس طور پر ترقی کناں رہتے ہیں کہ انہیں نیکی کا ہر وہ درجہ جس کو وہ چھوڑ آتے ہیں بہ نسبت آگے کے درجات کے سیئات محسوس ہوتی ہیں۔

پانچویں اصطلاح ''قبض وبسط'':۔ کبھی کبھی سالک پر ایسے لمحے بھی آتے ہیں جب وہ کسی ایسے محذور یا ضرر سے متاثر ہوتا ہے جو زمانہ قریب میں لاحق ہونے والا ہے۔ اس تاثر کو ان کی اصطلاح میں قبض سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ تاثر خوف اور خشیت کی بنا پر ابھرا ہے اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عارف کو محبوب کا وصل قریب ترین نظر آتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس میں توقع ورجا کے داعیے اُبھرنا شروع ہوتے ہیں اور وہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ عنقریب اس کو قرب وحضور کی وادیوں میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی۔ اس کیفیت یا تاثر کو بسط کہا جاتا ہے۔ بسط کا اطلاق بصورت تنزل اس کیفیت پر بھی ہوتا ہے۔ جو زوال ضرر یا محذور کی صورت میں پیدا ہو۔ یعنی عارف کے دل میں یہ توقع چٹکیاں لینے لگے کہ کسی روحانی ضرر سے عنقریب مخلصی حاصل ہوگی۔

بسط وقبض کی ان کیفیات کے بھی کئی درجے ہیں۔ کبھی قبض کا یہ تاثر ایسا حاوی اور چھا جانے والا ہوتا ہے کہ دوسری کیفیات کیلئے سرے سے کوئی جگہ ہی نہیں رہتی اور کبھی اس درجہ حاوی نہیں ہوتا۔ اس طرح بسط میں بھی اختلاف ہے۔ کبھی مبسوط یہ محسوس کرتا ہے کہ یہ تاثر اس پر اس طرح چھا گیا ہے کہ مخلوق اور گرد وپیش کے مکروہات کیلئے قلب میں کہیں فراغ وگنجائش باقی نہیں رہی اور کبھی کبھی اس تاثر کے باوجود خلق اللہ کیلئے قلب وذہن کے کچھ گوشے وا رہتے ہیں۔

غرض یہ ہے کہ عارف ان کیفیات میں حکم وقت کا تابع رہے اور ان مقامات کا جو اقتضاء ہے اس سے غافل نہ ہو۔

(تعلیماتِ غزالی، ص:۳۷-۴۰)

چھٹی اصطلاح ''اخلاص'':۔ اعمال وحسنات میں یہ خوبی تصوف کی جان ہے۔ صوفیا کا اطلاق کن کن لطیف معانی پر کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل انہیں کے اقوال کی روشنی میں دیکھئے۔ ابوعلی دقاق رحمہ اللہ کا قول ہے: ''الا خلاص التوقی عن ملاحظة الخلق ''۔ اخلاص کے معنی ہیں کہ اعمال میں عارف مخلوق کی رائے سے بے نیاز ہو جائے۔

یعنی اللہ کی رضا اور خوشنودی مدنظر ہو۔ یہی نہیں، اخلاص کی اعلیٰ ترین سطح یہ ہے کہ اعمال اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر اس طرح آپ سے آپ صادر ہونے لگیں کہ خود جذبہ اخلاص پر غور وخوض کرنے کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔ ابو یعقوب السوسی رحمہ اللہ کا کہنا ہے: ''متی شهدوا فی اخلاصهم الاخلاص احتاج اخلاصهم الی اخلاص''۔ جب لوگوں کو اپنے اخلاص میں اخلاص کا احساس ہونے لگے تو انہیں تجدید اخلاص کرنا چاہیے۔

اخلاص کی تین علامات: اخلاص کی علامات کیا ہیں؟ ذی النون مصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''ثلاث من علامات الاخلاص استواء المدح والذم من العامة و نسيان روية الاعمال و نسيان اقتضاء الثواب فی الا خرة ''۔

اخلاص کی تین نشانیاں ہیں عوام کی مدح وقدح سے بے پرواہ ہو جانا، اس حقیقت کو بھلا دینا کہ ہم نے کچھ اعمال اخلاص کی بنا پر کیے ہیں، اور ثواب آخرت کے جذبہ کو فراموش کر دینا۔ کیا عوام وخواص کے درجہ اخلاص میں فرق ہے؟ ابوعثمان مغربی رحمہ اللہ کا کہنا ہے: ''الا خلاص مالایکون للنفس فیه حظ بحال و هذا اخلاص العوام''۔ عوام کا اخلاص یہ ہے کہ ان کے محرکات اعمال میں نفس کا کوئی حصہ نہ ہو۔ ''واما اخلاص الخواص فهو یجری علیهم لابهم فتصدر منهم الطاعات وهم عنه بمعزل ولا یقع علیهم روية ولا بها اعتزاز''۔ اور خاص الخاص حضرات کا تقاضائے اخلاص یہ ہے کہ ان کے اعمال کا سرچشمہ اور محرک خود ذات باری ہو۔ بندگی واطاعات کا ان سے اس طرح آپ سے آپ صدور ہو۔ کہ گویا انہیں اس سے کچھ غرض نہیں۔ نہ یہ اپنے اعمال میں اخلاص کو دیکھیں اور ٹٹولیں، اور نہ اس کے لئے انہیں کوئی تیاری کرنا پڑے۔

دیکھا آپ نے نقطہ نظر کی بلندی اور پاکیزگی! فقہاء تو نیکی کا صرف اوپری تصور ہی رکھتے ہیں۔ یعنی یہ کہ کسی نیکی کو کیوں کر انجام دینا

چاہیے اور اس سے زیادہ کے فن کے اعتبار سے وہ مکلف بھی نہیں۔ متکلمین نیکی کے تعین میں کھو گئے۔ اشاعرہ نے کہا نیکی معقول المعنیٰ نہیں اور شریعت کے تابع ہے۔ معتزلہ نے ایک قدم بڑھ کر تصریح کی کہ نیکی کو باور کرنے کے لئے عقلی وجود نہیں۔ حکما کا بھی مذہب ہے اور اس میں ان کی پرواز اس سے آگے نہیں بڑھتی کہ نیکی کو نفس سمجھ کر اختیار کیا جائے۔ کانٹ نے اخلاقیات کا یہی اونچا معیار پیش کیا اور کہا کہ نیکی بجائے خود نیکی ہے اور انسانی عقل اس پر شاہد ہے۔ لہذا قطعی اس لائق ہے کہ اسے سیرت و کردار کا جز بنایا جائے۔

صوفیاء نے ان دونوں سے الگ ایک راہ اختیار کی۔ انہوں نے کہا یہ دونوں نقطہ ہائے نظر اعمال میں وزن پیدا کرنے والے نہیں۔ اصل شے جس سے نیکیوں میں وزن ابھرتا اور روح پیدا ہوتی ہے اخلاص ہے۔ اعمال میں دیکھنے کی چیز یہ نہیں، کہ ان کے اچھا یا برا ہونے سے عقل کو دخل ہے یا شرع کو۔ دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ ان کا محرک کون ہے؟ کیا اعمال حسنہ اور عبادات میں شہرت، ریا اور جلب منفعت مقصود ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا۔ پھر اس اخلاص کے بارے میں بھی ان کا زاویہ نظر یہ ہے کہ اعمال حسنہ کو اس طرح اس سانچے میں ڈھل جانا چاہیے۔ کہ آپ سے آپ بغیر کسی قصد و تعمد کے صادر ہونے لگیں۔ کیوں کہ قصد و تعمد کا مطلب ہے کہ ہنوز نیکیاں قلب و ضمیر میں رچی نہیں اور نفس کی اصلاح اس درجے کی نہیں ہو پائی۔ کہ اس سے صرف حسن و خوبی ہی کی توقع کی جائے۔

توجہ باطن:۔ توجہ باطن اور تزکیہ قلب کو صحابہ رضی اللہ عنہم میں جو اہمیت حاصل تھی اس کا یہ اثر تھا کہ بعض ایسے امور میں بھی یہ تساہل کو اولیٰ سمجھتے تھے جن کو ظاہری پاکیزگی کے متممات میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ اس اندیشے سے مبادا ان چیزوں میں انہماک التفات الی اللہ کے آڑے نہ آئے۔ چنانچہ کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی رائے تھی کہ جوتے سمیت نماز پڑھنا افضل ہے۔ امام نخعی رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ:

"وددت لو ان محتاجا جاء اليها فاخذها"

''میں تو یہ چاہتا کہ کاش کوئی حاجت مند ان لوگوں کے جوتوں کو اٹھا لے جائے جو جوتا اتار کر نماز پڑھتے ہیں۔''

غرض یہ تھی کہ جن لوگوں کو اس انداز کی ادنیٰ فکریں گھیرے رہتی ہیں وہ عبادت سے کیا لطف اندوز ہو سکیں گے۔ (تعلیمات غزالی، ص. ۱۰۰)

صوفیاء کرام کی کتابوں میں شرعی اوامر کی اہمیت

احیاء العلوم میں نماز کی حقیقت: نماز کی حقیقت کیا ہے اس کی پردہ کشائی بھی حضور ﷺ نے فرمائی ہے:

"انما الصلوة تمسكن و تواضع و تضرع و تاوه و تنادم و تضع يديك فتقول اللهم اللهم فمن لم يفعل فهي خداج" (ترمذی ونسائی)۔

''نماز اس کا نام ہے کہ تم مسکنت کا اظہار کرو متواضع رہو تضرع میں مشغول ہو آہ و زاری کرو اور اپنے کاموں پر ندامت کا اظہار کرو۔ پھر ہاتھ باندھ کر یا اللہ یا اللہ کہہ کر دعا مانگو۔ سو جو ان کیفیتوں سے دوچار نہیں ہوا اس کی نماز ناقص ہے۔''

پہلے صحائف میں بھی نماز کی اس روح کو بیان کیا گیا ہے۔ کسی کتاب میں:

"ليس كل مصل تقبل صلاته انما اقبل صلاة من تواضع لعظمتي ولم يتكبر على عبادي و اطعم الفقير الجائع لوجهي۔"

''ہر ہر عبادت گزار کی عبادت قبول نہیں کرتا۔ میرے ہاں تو اس کی عبادت مقبول ہے جس نے تواضع اختیار کی۔ اور میرے بندوں پر جبر نہ کیا۔ نیز بھوکے اور حاجت مند کو محض میری خوشنودی کیلئے کھانا کھلایا۔'' (تعلیمات غزالی، ص: ۱۱۰)

نماز کا محرک اصل:۔ عبادت میں اصلی محرک اللہ تعالیٰ کا ذکر اور اس کے ساتھ وابستگی ہے۔ اگر یہ نعمت حاصل نہیں تو پھر تمام عبادات لاحاصل ہیں۔ حدیث میں ہے:

"انما فرض الصلوة و امر بالحج والطواف و اشعرت المناسك لاقامة ذكر الله فاذالم يكن في قلبك

للمذکور الذی هو المقصود و المبتغی عظمة و هیبة فما قیمة ذکرك "۔ (ترمذی نے اس کی تحسین کی)

"نماز کی فرضیت حج کا حکم اور مناسک کی وضاحت سب اس بنا پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر سے دل آباد ہوں اور اگر اللہ کے ذکر سے دل خالی ہیں اور انہیں اس کی عظمت وہیبت کا کوئی نقش نہیں جو مقصود اصلی ہے تو پھر زبان چلانے سے کیا فائدہ، ایسے ذکر کی کوئی قیمت نہیں۔"

ایک دوسری حدیث میں ہے۔

"واذا صلیت فصل صلوة مودع" (حاکم وبیہقی نے اس کا ذکر کیا)

"جب نماز پڑھو تو یوں پڑھو کہ گویا زندگی کو الوداع کہہ رہے ہو۔" (تعلیماتِ غزالی، ص: ۱۱۱)

آنحضرت ﷺ کی کیفیت آشنائی اور دنیا سے بیگانگی:۔ آنحضرت ﷺ نماز کے وقت کس طرح ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی طرف عنان توجہ کو پھیر لیتے تھے اور کس طرح اپنی توجہات کو سمیٹ لیتے تھے اس کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یوں بیان فرماتی ہیں:

"کان رسول الله یحدثنا و نحدثه فاذا حضرت الصلوة فکانه لم یعرفنا ولم نعرفه"۔

"آنحضرت ﷺ ہم سے بات چیت میں مشغول ہوتے اور ہم ان سے محو گفتگو رہتے کہ اتنے میں نماز کا وقت آجاتا۔ اس وقت آپ ﷺ اس طرح اُٹھ کھڑے ہوتے کہ گویا ہم میں اور ان میں کسی قسم کی جان پہچان ہی نہیں۔ کیوں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اسی یکسوئی کی متقاضی ہے۔ خود آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

"لاینظر الله الی الصلوة لا یحضر الرجل فیها مع بدنه"

"اللہ تعالیٰ ایسی نماز کو نظر قبولیت سے نہیں دیکھتا کہ جس میں حرکات جسم کے ساتھ دل کی جنبشوں کو شامل نہ کیا گیا ہو۔" (تعلیماتِ غزالی، ص: ۱۱۲)

خشوع وخضوع کی علامت: خشوع قلب کی علامت یہ ہے کہ نمازی کے اعضاء وجوارح سے بھی اس کا اظہار ہو آنحضرت ﷺ نے ایک صاحب کو دیکھا کہ نماز میں داڑھی سے کھیل رہے ہیں۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: "لوخشع قلب هذا لخشعت جوارحه" (مصنف ابن ابی شیبہ)

"اگر اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوتا تو اس کا اثر اس کے اعضاء پر بھی پڑتا۔"

رونا بھی خشوع کی ایک علامت ہے۔ سعید التنوخی رحمہ اللہ کے متعلق مروی ہے کہ وہ نماز میں اتنا روتے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ (تعلیمات غزالی، ص: ۱۱۲)

ہمارے اسلاف کی نمازیں: ہمارے اسلاف نماز میں کیوں کر ان نزاکتوں کا خیال رکھتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے خاشع وخاضع رہتے تھے۔ ان کا اندازہ ان واقعات سے لگائیے۔ مسلم بن یسار رحمہ اللہ کا قصہ ہے۔ ایک مرتبہ یہ بصرہ کی جامع مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک اس کا کوئی حصہ گر پڑا۔ ایک ہجوم اس حادثہ کو معلوم کرنے کیلئے دوڑا۔ مگر یہ برابر سکون ودلجمعی کے ساتھ اپنی نماز میں مشغول رہے اور اس وقت ان کو واقعہ کی خبر ہوئی جب یہ نماز سے فارغ ہو چکے اور لوگوں نے آکر بتایا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب نماز پڑھنے لگتے تو خوف وخشیت سے چہرہ کا رنگ بدل جاتا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کی یہ حالت کیوں ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تم نہیں جانتے یہ وقت کس درجہ اہم ہے۔ یہ وہ بارِ امانت ہے جس کو آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا گیا۔ تو انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا۔ لیکن انسان نے اٹھالینا منظور کرلیا۔

حضرت کے پوتے علی رحمہ اللہ کے بارے میں بھی مشہور ہے کہ وضو کرتے وقت ان کا رنگ فق ہو جاتا تھا۔ لوگوں نے اس کا سبب دریافت کیا تو کہا کہ لوگو! تمہیں نہیں معلوم مجھے احکم الحاکمین کے دربار میں پیش ہونا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول اس سلسلہ میں فیصلہ کی حیثیت رکھتا ہے: "رکعتان مقتصدتان فی تفکر خیر من قیام لیلة والقلب ساه"

’’درمیانے درجے کی دو رکعتیں جو تفکر و تدبر پر مشتمل ہوں اس قیام لیل پر بھاری ہیں۔ جس میں قلب غیر حاضر ہو۔‘‘ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۱۴)

صوفیاءِ کرام کے نماز میں حضوری و استغراق کے دلائل

توجہ الی اللہ اور قلب کی حضوری پر یوں تو بہت سے دلائل پیش کیے جاسکتے ہیں مگر سردست اس اختصار پر قناعت فرمایئے۔ قرآن مجید میں ہے: واقم الصلوة لذكرى (طه:۱۴) ’’اور میری یاد کیلئے نماز پڑھا کرو۔‘‘ ولاتكن من الغافلين (انفال:۲۰۵) ’’اور دیکھنا غافل نہ ہونا۔‘‘

یہاں جو غفلت سے روکا ہے تو ظاہر ہے، اس کے معنی یہ ہیں کہ نماز کے باب میں بمنزلۂ حرام کے ہے۔ چناں چہ حدیث میں ہے: ’’من لم تنهه صلوته عن الفحشاء و المنكر لم يزدد من الله الا بعدا‘‘

’’جس شخص کی نماز اس کو فواحش اور برائیوں سے نہیں روکتی وہ نماز پڑھنے کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ سے دور ہی رہتا ہے۔‘‘

اور یہ حقیقت ہے کہ غافل کی نماز میں یہ صلاحیت ہی کہاں ہے کہ برائیوں سے روک دے۔ ایسا شخص اس حدیث کا مصداق ہے: ’’كم من قائم حظه من صلاته التعب والنصب‘‘

’’کتنے ہی نماز پڑھنے والے ایسے ہیں کہ ان کا حصہ نماز میں بس اتنا ہی ہے کہ اس سے تھکن اور کوفت حاصل کرتے ہیں۔‘‘ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۱۵)

بے جان اور بے کیف نماز لاش کی طرح ہے:۔ پھر جس طرح جسمانی زندگی کا تصور ہمارے نزدیک یہ نہیں ہے۔ کہ ایک شخص زندہ تو ہو مگر چل پھر نہ سکے اور ایک لاش کی طرح خود اپنے ہی لیے ایک قسم کا بار ہو۔ اسی طرح عبادات میں ایسی بے کیف اور بے جان نمازیں کس مصرف کی ہیں جن میں روح اور زندگی کی نشاط انگیزیاں یکسر مفقود ہوں۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۱۹)

تکمیل نماز کیلئے باطنی کیفیتیں:۔ قرآن و حدیث پر غور کیجئے تو ان معانی اور کیفیات پر کثرت سے آیات و احادیث ملیں گی جو نماز کو چمکاتی اور سنوارتی ہیں۔ مگر ان سب کا استیعاب ان چھ باتوں میں ہوجاتا ہے۔

(۱) حضورِ قلب (۲) تفہیم (۳) تعظیم (۴) ہیبت (۵) حیاء (۶) ثواب و اجر کی توقع

خشوع و خضوع پیدا کرنے کی تدبیر:۔ نماز میں خشوع و اخلاص پیدا کرنے کی ایک تدبیر یہ ہے کہ پہلے تو نماز پڑھتے وقت کسی ایسے آدمی کا تصور کرے جو اس کی اصلاح دین کا خواہاں ہے اور یہ محسوس کرے کہ وہ اس کی ایک ایک حرکت کا جائزہ لے رہا ہے۔ پھر جب اس کی حرکات میں اس تصور سے توازن، سکون اور اطمینان پیدا ہو جائے اور یہ دیکھے کہ تمام اعضاء و جوارح اطاعت و فرمانبرداری اور عاجزی اور مسکنت کے سانچوں میں ڈھل گئے ہیں تو پھر اپنے نفس کو ملامت کرے کہ تو تو معرفت الٰہی اور محبت الٰہی کا مدعی تھا۔ یہ کیا بے حیائی ہے کہ اس کے بندوں سے تو ڈرتا ہے لیکن خود اس سے نہیں ڈرتا۔ حالاں کہ مردِ مومن کو صرف اسی سے ڈرنا چاہیے اور اسی کی شایانِ شان توقیر کرنا چاہیے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۳۲-۱۳۳)

امام غزالی رحمہ اللہ اور توحید کی اہمیت:۔ اللہ تعالیٰ کا قلعہ یا حصن حصین کلمہ توحید ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں آیا ہے:

’’لااله الا الله حصن فمن دخل الحصن امن من عذابى‘‘

’’لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جو اس میں داخل ہوگیا وہ میری گرفت سے محفوظ ہوگیا۔‘‘

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ متحصن یا قلعہ میں پناہ حاصل کرنیوالا کون ہے۔ کیا وہ جو اس کی نافرمانی کرتا ہے یا وہ جو اس کی اطاعت میں شب و روز لگا رہتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اول الذکر کو اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں آنیوالا نہیں کہیں گے۔ کیوں کہ وہ تو اب تک شیطان کی صفوں میں شریک ہے۔ دوسرا گروہ ہو سکتا ہے جس نے کہ اپنے کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کردیا اور اس کی اطاعت و فرمانبرداری کا عہد نبھانے کی حتی المقدور کوشش کی۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۳۶)

نماز کی ذمہ داریوں کا شدید احساس:۔ یحیٰ بن وثاب رحمہ اللہ نماز پڑھتے تو تھوڑی دیر کیلئے رکتے اس وقت ان کے چہرے سے حزن و ملال کا اظہار ہوتا۔ نماز سے فارغ ہوتے تو فکر و تردد سے ایسے نڈھال ہو جاتے جیسے بیمار ہوں۔ اور یہ انہیں کے ساتھ خاص نہیں۔ یہ لوگ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور نماز کی روح کو سمجھتے اور اس پر مداومت اختیار کرتے ہیں۔ ان کی نمازوں کا یہی عالم ہوتا ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۴۴)

منبع انوار اور مکاشفات کا ذریعہ:۔ مزید برآں ایسی نماز کا فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے انسان مکاشفات کی نعمت سے بہرہ مند ہو جاتا ہے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کے اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ بالخصوص سجدہ تو منبع الانوار ہے۔ کیوں کہ یہی وہ مقام ہے جہاں انسان اللہ تعالیٰ کے بہت قریب ہو جاتا ہے۔ قرآن حکیم کی اس آیت میں اس نکتہ کی طرف اشارہ ہے:

"واسجد واقترب" (علق:۱۹) "اور سجدہ و قرب کی منزلیں طے کرتے رہو۔" (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۴۵)

کشف کے مدارج:۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اسرار و رموز کائنات کی پردہ کشائی ہر ہر نمازی پر ایک ہی انداز سے نہیں ہوتی۔ بلکہ اس میں درجات و مراتب کا اچھا خاصہ تفاوت ہے۔ یہاں کئی چیزیں دیکھی جاتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ دل کی قوت و ہمت کا کیا حال ہے۔ صفا و جلا کی کیفیتیں کیسی ہیں اور دنیا کے گرد و غبار کی کتنی تہیں اس پر جمی ہوئی ہیں۔ پھر مکاشفہ کی نوعیت بھی مختلف افراد کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے۔ کسی پر اس کی صفات اور جلال کے پردے فاش ہوتے ہیں۔ کوئی اس کے سنن و عادات کی گہرائیوں میں غوطہ زن ہوتا ہے اور کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ ان پر علم المعاملہ کے دقائق و اسرار واضح کیے جاتے ہیں۔ یہ مکاشفہ اس بات کی دلیل ہے کہ جہاں تک اللہ تعالیٰ کے فیوض و کرم کا تعلق ہے اس میں کبھی بخل نہیں ہوتا۔ رکاوٹ جب ہوگی بندوں ہی کی طرف سے ہوگی۔ ان کے دل کا زنگ اگر دور ہو جائے اور یہ پوری قوت و ہمت سے آفتاب حقیقت کا سامنا کرنے پر تیار ہو جائیں۔ تو انوار حق کا منعکس ہونا ضروری ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۴۵)

مکاشفہ کی حقیقت:۔ یہ سچ ہے کہ عام لوگ آسانی سے مکاشفہ کی اس نعمت کو تسلیم کرنے والے نہیں۔ کیوں کہ اس میں انسان کی اس فطری کمزوری کو دخل ہے۔ کہ یہ ہر اس چیز کا انکار کرتا ہے جو محسوس نہیں اور مشاہدہ میں نہیں آتی اور جس کو فی الحال اس کا علم و ادراک گرفت میں نہیں لا سکتا۔ چناں چہ اگر جنین میں شعور پیدا ہو جائے، اور اس کو یہ بتایا جائے کہ بطن مادر کے باہر بھی انسان بستے ہیں، تو کھٹ سے انکار کر دے گا، اس لیے کہ اس کو ایسی کسی دنیا کا تجربہ نہیں۔ اس طرح اگر ایک ننھے منے بچے کو بتایا جائے کہ زمین اور آسمان میں قدرت کے فلاں فلاں قاعدے اور قوانین کارفرما ہیں اور کائنات کے اس ڈھانچہ میں یہ اسرار و رموز مضمر ہیں۔ تو وہ ہرگز ماننے پر آمادہ نہیں ہوگا۔ بالکل یہی حال پختہ فکر اور جاننے بوجھنے والے انسان کا ہے وہ جن حالات و اطوار سے دوچار ہے ان کی صحت پر تو یقین رکھتا ہے۔ مگر جو کیفیات و احوال ابھی اس کی چشم و ادراک کے سامنے نہیں آئے ان کی حقانیت اس کے نزدیک سراسر مشتبہ ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۴۵-۱۴۶)

مقام ولایت اور تصفیۂ قلب:۔ مثلاً ولایت اللہ تعالیٰ کے قرب و حضوری کا ایک مقام ہے اور ارتقاء انسانی کا ایک بلند ترین زینہ ہے۔ اب جو شخص اس لذت و نعمت خداداد سے محروم ہے اور اس کو انسانی روح کی اس پرواز کا کوئی تجربہ نہیں وہ یہ نہیں جان سکتا کہ اس سے بھی آگے ایک مقام نبوت کا ہے۔ حالاں کہ اس پورے عالم مادی و روحانی کو جن جن اطوار و کیفیات سے گزرنا ہے اور ارتقاء و تقدم کی جن جن منزلوں کو طے کرنا ہے وہ گوناگوں اور بہت ہیں۔ لہٰذا یہ جائز نہیں کہ کوئی شخص صرف انہی چیزوں سے تعرض کرے اور انہیں کیفیات و حالات کو تسلیم کرے جو فی الوقت درپیش ہیں اور ان حقائق کو نہ مانے جن کی گرہیں مستقبل قریب یا بعید میں کھلنے والی ہیں۔ اس نوع کا انکار زیادہ تر ان لوگوں کی طرف سے ہوتا ہے۔ جو علم کی تمام اقسام کو بحث و مناظرہ اور جھگڑے اور بحث میں منحصر جانتے ہیں اور تصفیۂ قلوب کے ذریعہ شکار مغیبات کے قائل نہیں۔ یہ لوگ اگر دلوں کو ماسوا اللہ سے پاک کر لیں اور ہمہ تن اس کی جستجو اور طلب میں لگ جائیں تو ان پر واضح ہو کہ اس راہ میں علم و ادراک کے کتنے گلشن جان نواز ہیں اور معرفت و بصیرت کے کتنے گوشے ہیں۔ جو نظر و بصر کا ہدف بنتے ہیں۔

ایسے حضرات کہ جن کو مکاشفہ کا براہ راست تجربہ نہیں ہے۔ اس کی حقیقت کا ایک گونہ ادراک ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ یہ اللہ تعالیٰ پر محکم

ایمان رکھیں۔ غیب کے قائل ہوں اور نماز کو شعور و فہم کے ساتھ ادا کریں۔ حدیث میں آتا ہے:

> "ان العبد اذا قام فی الصلوٰۃ رفع اللہ سبحانہ الحجاب بینہ و بین عبدہ ووجھہ بوجھہ وقامت الملائکۃ من لدن منکبیہ الی الھواء یصلون بصلوٰتہ و یومنون علی دعائہ و ان المصلی ینثر علیہ البر من عنان السماء الی مفرق راسہ و ینادی مناد لو علم ھذا المناجی من یناجی ما التفت و ان ابواب السماء لتفتح للمصلین و ان اللہ یباھی ملائکتہ بعبدہ المصلی "۔
>
> ''اللہ تعالیٰ کا کوئی بندہ جب نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو ان تمام پردوں کو ہٹا دیا جاتا ہے جو اس میں اور اس کی ذات گرامی کے درمیان حائل ہیں اور یہ بندہ براہ راست مواجہہ الٰہی کے شرف سے مفتخر ہوتا ہے۔ فرشتے اس کے دائیں بائیں پھیلتے جاتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ نماز کا فریضہ ادا کرتے ہیں اور اس کی ہر ہر دعا پر آمین کہتے ہیں۔ یہی نہیں نمازی پر نیکیوں کی آسمان سے بارش ہوتی ہے۔ اور پکارنے والا پکارتا ہے اگر اس کو معلوم ہو جائے کہ یہ کس سے مخاطب ہے تو قطعی دوسری طرف ملتفت نہ ہونے پائے۔ آسمان کے دروازے اس پر کھول دیئے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کی عبادت و بندگی کا اظہار فرشتوں کے سامنے فخریہ کرتا ہے۔''

یہاں مواجہہ سے مراد کشف ہے۔ (تعلیماتِ غزالی ص: ۱۴۶-۱۴۷)

صوفیاء کا ذوق خشوع:۔ خشوع یا ڈر کا تعلق دراصل دل سے ہے۔ یہ یقین و اذعان سے ابھرتا ہے اور اس وقت پیدا ہوتا ہے جب جلال الٰہی کا کچھ کچھ اندازہ ہو۔ جسے یہ نعمت ملی وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاشع ہے۔ پھر یہ کیفیت و تاثر نماز ہی کے ساتھ خاص نہیں۔ خشوع نماز میں بھی ہے اور خلوت میں بھی۔ دنیا کے ادنیٰ کاموں میں بھی قائم رہتا ہے اور عبادت و عقبیٰ کے امور میں بھی۔ کیونکہ اس کا موجب تو یہ خیال ہے کہ وہ ذات گرامی ہر ہر آن اپنے بندوں کے احوال پر مطلع ہے اور یہ کہ اس کا جلال ابدی ہے اور یہ کہ جتنی بھی عبادت اس کی کی جائے گی اتنا ہی کم ہے۔ اس لیے کہ کوئی شخص بھی اس کے انعامات کے مقابلہ میں پوری طرح اس کی اطاعت و عبادت کے تقاضوں میں عہدہ برآ نہیں ہو سکتا۔ یہ تاثر اور اللہ تعالیٰ سے ڈرنے کا رنگ جب ایک مرتبہ طبیعت میں رچ جاتا ہے۔ تو پھر ساری زندگی اسی رنگ میں بسر ہوتی ہے اور کوئی لمحہ بھی ایسا نہیں گزر پاتا کہ دل اس نعمت سے لطف اندوز نہ ہو۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۱۴۸)

ربیع بن خثیم رحمہ اللہ کا غض بصر:۔ ایک صاحب کا قصہ ہے کہ چالیس برس تک انہوں نے از راہ حیا سر اٹھا کر آسمان کی طرف نہیں دیکھا ہے کہ مبادا ان کی کوتاہیوں پر اللہ تبارک و تعالیٰ ناراض و ناخوش ہو۔ ربیع بن خثیم رحمہ اللہ کے متعلق مشہور ہے کہ اس شدت سے غض بصر کے اصول پر عمل پیرا تھے کہ لوگ انہیں اندھا سمجھتے یہ جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آتے اور اطلاع کراتے تو ان کی لونڈی ان سے یہ کہہ کر تعارف کراتی کہ آپ کے نابینا دوست ملنے آئے ہیں۔ اس پر یہ ہنستے اور دروازہ کھول دیتے۔ کیا ان کا یہ فعل عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نگاہ میں لائق تعریف تھا اس کا اندازہ اس سے کیجئے۔ کہ جب ان کی نظریں ان پر پڑتیں تو یہ پکار اٹھتے کہ قرآن نے جو "مخبتین" کو خوش خبری سنائی ہے اس کے مصداق تم ہی ہو سکتے ہو۔ بخدا اگر آنحضرت ﷺ تمہیں دیکھ لیتے تو خوش ہوتے۔ ایک دن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ چلنے کا اتفاق ہوا۔ جونہی ان کا گزر ایک لوہار کی دکان پر ہوا انہوں نے آگ سے دہکتی ہوئی بھٹیاں دیکھیں بے ہوش ہو گئے۔ جہنم کی آگ کا نقشہ اس طرح دل و دماغ پر چھایا رہا۔ کہ گھنٹوں اس کیفیت میں ساتھ رہے۔ ان کا کہنا تھا کہ یہ خوف و خشیت الٰہی کا نتیجہ ہے۔ ربیع کا قول ہے کہ میں جب نماز میں کھڑا ہوتا ہوں۔ تو میری توجہ صرف دو باتوں پر مرکوز رہتی ہیں۔ اول یہ کہ میں کیا کہہ رہا ہوں، دوم یہ کہ جواب میں مجھ سے کیا کہا جا رہا ہے۔ (تعلیماتِ غزالی ص: ۱۴۹-۱۴۸)

عامر بن عبداللہ رحمہ اللہ کی نماز میں یکسوئی:۔ عامر بن عبداللہ رحمہ اللہ کی نماز میں یکسوئی کا یہ عالم تھا کہ گھر کا شور و غل قطعی اس میں خلل

نہ پیدا کرتا۔ حتیٰ کہ ان کی دف بجاتی اور گاتی، عورتیں چیخ چیخ کر باتیں کرتیں اور یہ اس پر بھی سکون واطمینان کے ساتھ نماز میں بغیر ادنیٰ تکدر کے مصروف رہتے۔ ان سے پوچھا گیا کہ نماز میں آپ کو حدیث نفس سے کبھی پالا پڑا ہے۔ کہا کہ نہیں۔ مجھ پر صرف یہ تاثر غالب رہتا ہے کہ اپنے مالک وآقا کے حضور کھڑا ہوں اور مجھے اس کے ہاں حاضری دینا ہے۔ ان سے یہ بھی دریافت کیا گیا کہ نماز میں دنیا کے مختلف کاموں کا خیال ذہن میں آتا ہے۔ ان کا یہ جواب تھا کہ میں اس کو پسند کروں گا کہ مجھ پر تیر وسنان کی بارش ہو اور میرا کام تمام ہو جائے، بہ نسبت اس کے کہ ایسے ایسے خیالات سے دل ودماغ کو پریشان کروں جو تمہیں ہر وقت گھیرے رہتے اور الجھنوں کا باعث ہوتے ہیں۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۴۹)

نماز میں عمل جراحی کا احساس نہ ہونا (کرامت):۔ مسلم بن یسار رحمہ اللہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے کہ اس کا ایک ستون گر پڑا مگر یہ بدستور نماز پڑھتے رہے۔ ایک صاحب کے حصہ جسم پر کہیں زخم ہو گیا اور وہ اتنا بگڑ گیا کہ اس کو کاٹ دینے کی ضرورت محسوس ہوئی طبیب سے کہا کہ اگر اس کا کاٹ دینا اتنا ہی ضروری ہے، تو اس وقت کاٹیے جب یہ نماز میں مشغول ہوں۔ کیوں کہ اس حال میں ان پر کامل استغراق طاری ہوتا ہے۔ چناں چہ نماز ہی کی حالت میں جراحی کا یہ عمل انجام پذیر ہوا۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۵۰)

نماز کا تعلق آخرت سے ہے:۔ نماز میں کیوں امور دنیا سے تعرض نہیں کرنا چاہیے۔ اس پر ایک عارف کا قول سنئے۔

“الصلوٰۃ من الاخرۃ فاذا دخلت فیھا خرجت من الدنیا” نماز سراسر آخرت سے تعلق رکھنے والی ہے اس لیے جہاں تم اس میں داخل ہوئے دنیا کی سرحد سے نکل گئے۔” (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۵۰)

نماز اور حدیث نفس:۔ ایک صاحب سے پوچھا گیا آپ نماز میں حدیث نفس کے عیب سے ملوث ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ نماز کا کیا سوال ہے۔ میں تو عام حالات میں بھی نفس کی آواز پر کان نہیں دھرتا۔ ایک بزرگ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا آپ رحمہ اللہ کو نماز میں نفس کی آرزوؤں کی طرف مائل ہونے کا موقع ملتا ہے۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا۔ نماز سے زیادہ کوئی محبوب مشغلہ ہی نہیں۔ کہ عنان توجہ ادھر مڑ سکے۔ جناب حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ عقلمندی یہ ہے کہ انسان نماز سے پہلے جس چیز کی چاہے آرزو کرے اور جس چیز کی چاہے طلب میں مشغول رہے۔ لیکن جب نماز پڑھنے لگے۔ تو اس کا دل تمام آرزوؤں اور تمناؤں سے خالی ہونا چاہیے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۵۰)

زکوٰۃ کے اسرار ودقائق صوفیاء کی نظر میں

زکوٰۃ کیوں رُکن دین ہے؟ عشق ومحبت الٰہی کی عملی کسوٹی:۔ جو لوگ زکوٰۃ اس لیے ادا کرتے ہیں کہ انہیں طریق آخرت پر گامزن ہونا ہے اور اپنے مولا وآقا کی رضا چاہنا ہے ان کیلئے ضروری ہے کہ چند نکات کو خصوصیت سے ذہن میں رکھیں۔ ان میں پہلا اور اہم نکتہ یہ ہے کہ زکوٰۃ سے مقصود کیا ہے۔ اسے کیوں وجۂ امتحان ٹھہرایا گیا ہے اور کیوں یہ اہمیت دی گئی ہے کہ یہ اسلام کا ایک رکن ہو۔ حالانکہ اس کا تعلق عبادت بدنیہ سے بالکل نہیں۔

اس لیے کہ جب کوئی شخص کلمۂ توحید کا اقرار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود مان لیتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہی ذات گرامی اس کا محبوب بھی ہے اس پر یہ جان چھڑکتا ہے اور اس کی دل سے پوجا کرتا ہے۔ مگر کیا یہ تنہا اقرار باللسان اس اظہار محبت کیلئے کافی ہے؟ نہیں اسے عمل سے ثابت کرنا ہوگا اور بتانا ہوگا کہ اس محبوب کی راہ میں یہ اپنی عزیز ترین چیزوں سے دشت کش ہو سکتا ہے اور ان سب اشیاء کو چھوڑ سکتا ہے جو اس کے اخلاص میں رخنہ ڈالنے والی ہوں یہ عزیز ترین چیز مال کے سوا اور کون ہو سکتی ہے۔ یہی وہ شے ہے جس کو تمام دنیا دیوانہ وار چاہتی ہے۔ کیوں کہ دنیا کا سارا کارخانہ عیش اسی کے ساتھ وابستہ ہے۔ یہی نہیں لوگ اس کے ساتھ اس درجہ مانوس ہیں کہ موت کے تصور سے بھی خائف ہیں۔ حالاں کہ اگر یہ اللہ تعالیٰ کو واقعی اپنا محبوب سمجھتے ہیں تو انہیں موت پر خوش ہونا چاہیے کہ اس کے ذریعے فرقت کی گھڑیاں ختم ہو جاتی ہیں اور لقاء کے مواقع میسر آتے ہیں۔ مال کو چوں کہ عوام الناس میں یہ حیثیت حاصل ہے اس بنا پر اللہ تعالیٰ نے اس سے اندازہ کرنا چاہا۔ کہ ان کے دلوں میں اس کے مقابلہ میں ہمارے لیے کتنی محبت ہے۔ یہ اس معشوق کا ساتھ دیتے ہیں۔ یا ہمارا ساتھ دیتے ہیں۔ قرآن حکیم کی اس آیت میں اس امتحان وآزمائش کا ذکر ہے۔

"ان اللہ اشتری من المومنین انفسھم و اموالھم بان لھم الجنۃ "(توبہ:۱۱۱)

''خدا نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں اور اس کے عوض میں ان کیلئے بہشت تیار کی ہے۔''

مالی ایثار کے مقامات

مقام صدیقی یا توحید:۔ اس مالی ایثار کے بھی کئی درجے ہیں۔ کچھ وہ اصحاب توحید ہیں۔ جو مال و دولت کی تمام فراوانیوں سے دستبردار ہو گئے اور اس قابل ہی نہ رہے کہ محصل آئے اور ان سے زکوۃ کا تقاضہ کرے۔ چناں چہ ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا۔ دوسو درہم میں کیا زکوۃ دینا چاہیے۔ انہوں نے فرمایا عوام کا مسئلہ بتاؤں یا خواص کا عوام کو پانچ درہم اس میں الگ کر دینا چاہیے۔ رہے خواص تو ان کا مسئلہ یہ ہونا چاہیے کہ کچھ بھی اپنے پاس نہ رکھیں۔

مالی ایثار کے اس تفاوت کا پتہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے طرز عمل سے چلتا ہے کہ اول الذکر نے تو اپنا سارا اثاثہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں دے دیا اور ثانی الذکر نے اپنا آدھا مال لا کر حضور ﷺ کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضور نے فاروق رضی اللہ عنہ سے جب پوچھا کہ گھر کی ضروریات کیلئے بھی کچھ چھوڑ آئے ہو تو انہوں نے کہا۔ جی ہاں جتنا لایا ہوں اس کے لگ بھگ۔ صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جواب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی محبت کے سوا گھر میں اور چیز نہیں رہنے دی۔ اس پر آپ نے فرمایا: "بینکما مابین کلمتکما" (الحدیث)

''تمہارے اجر و صلہ کی مقداروں میں اتنا ہی فرق ہے کہ جتنا تمہارے ان کلمات میں ہے۔''

یعنی یہاں صدیق رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری رہا کہ انہوں نے اپنے محبوب ﷺ پر وہ سب کچھ نچھاور کیا کہ جس کے وہ مالک تھے۔

(تعلیماتِ غزالی، ص:۱۶۵-۱۶۶)

صوفیاء کے اخفاء اعمال کے دلائل:۔ ۱-اس سے آخذ اور حاجت مند کا بھرم قائم رہتا ہے اور مروت وعزت نفس کو ٹھیس نہیں لگتی۔ کیوں کہ بصورت دیگر یہ خطرہ ہے کہ اس تعفف ووقار سے وہ محروم ہو جائے گا۔ جس کی وجہ سے معاشرہ میں اس کی ایک حیثیت ہے۔

۲-اس سے عوام الناس کے حسد ورشک سے محفوظ رہتے ہیں اور ان کی زبانیں سوءظن اور غیبت کا ارتکاب نہیں کر پاتیں۔ ایسی بات ہے کہ اتقیاء نے ہمیشہ اس کا پاس اور لحاظ رکھا ہے۔

ابوسختیانی ایوب رحمہ اللہ کا قول:۔ ابوایوب سختیانی رحمہ اللہ کا کہنا ہے"میں بسا اوقات اس لیے لباس فاخرہ نہیں پہنتا کہ مبادا میرے پڑوسیوں میں اس سے رشک وحسد کی آگ نہ بھڑک اُٹھے۔ ایک زاہد کہتے ہیں میں بعض اشیاء اس بنیاد پر استعمال نہیں کرتا۔ کہ اس سے میرے بعض بھائیوں کو نفسانی تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ابراہیم تیمی رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ نیا کرتہ پہن لیا اس پر بعض جاننے والوں نے پوچھا کہ یہ کہاں سے حاصل ہوا۔ انہوں نے کہا کہ خیثمہ نے دیا ہے اور اگر مجھے یہ پہلے معلوم ہوتا۔ کہ تم اسے پہچانتے ہو تو میں ہرگز نہ پہنتا۔

۳-ایک فائدہ اس میں یہ ہے کہ اس سے چوری چھپے نیک کام انجام دینے کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے اور یہ ایک اچھا جذبہ ہے۔ اسرار کے بارے میں یہ معلوم رہنا چاہیے۔ کہ یہ مرحلہ اسی وقت تک اسرار ہے۔ جب تک دو شخصوں تک محدود رہے۔ یعنی معطی اور حاجت مند تک۔ ان سے آگے بڑھا تو پھر اظہار کی حدود میں داخل ہو گیا۔ جو ناپسندیدہ ہے۔ ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ اس کا اندازہ ان واقعات سے لگائیے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص:۱۹۵)

اسرار واظہار میں عملی فرق:۔ ایک صاحب نے ایک عالم کو بھرے مجمع میں کچھ دینا چاہا۔ تو انہوں نے معذرت کی اور قبول نہ کیا۔ ایک دوسرے نے خلوت میں پیش کیا۔ تو انہوں نے لے کر رکھ لیا۔ پوچھا گیا کہ حضرت! اس میں کیا مصلحت ہے؟ انہوں نے فرمایا پہلی حرکت سوءادب کے مترادف تھی۔ اس لیے میں نے اس کے خلاف احتجاج کیا اور دوسرے طریق میں چوں کہ حسن ادب ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اس لیے اس کی قدر کرنا ضروری تھا۔ ایک صوفی کی ایک صاحب نے برسرعام خدمت کرنا چاہی۔ انہوں نے قبول کرنے سے انکار کیا۔ اور جو کچھ وہ دینا

چاہتے تھے۔ اس کو انہیں پر لوٹا دیا وجہ دریافت کی گئی۔ تو فرمایا تم نے اللہ کے ساتھ دوسروں کو شریک کیوں ٹھہرانا ضروری خیال کیا۔ میں نے صرف اس شرک کو تمہارے منہ پر دے مارا ہے۔

سفیان رحمہ اللہ کہا کرتے تھے۔ کہ اگر مجھے کسی شخص کے متعلق یہ یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ وہ اپنے صدقات کا چرچا نہیں کرتا تو مجھے قبول کر لینے پر کوئی عذر نہیں ہوتا۔

۴-علانیہ صدقات قبول کرنے سے مومن کی تذلیل ہوتی ہے۔ کیوں کہ مومن کیلئے ضروری ہے کہ اس عزت وآبرو کے جوہر نفیس کی ہر قیمت پر حفاظت کرے۔

۵-اخفاء میں ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے آخذ یا لینے والا دوسروں کو شریک ٹھہرانے کے خدشہ سے محفوظ رہتا ہے۔ یہ خدشہ اس حدیث کی بناپر ابھرتا ہے۔

"من اهدى له هدية و عنده قوم فهم شركاءه فيها "۔(۷)"جس شخص کو کوئی ہدیہ بھیجا جائے دراں حالیکہ اس کے پاس کچھ لوگ بھی بیٹھے ہیں۔ تو اس ہدیہ میں اُس کا بھی ساجھا ہے۔"(تعلیماتِ غزالی،ص:۱۹۵-۱۹۶)

صوفیاء کے اظہارِ اعمال کے دلائل:۔ جن حضرات کے نزدیک اظہار افضل ہے اور جو یہ سمجھتے ہیں کہ صدقات کے بارے میں بات چیت اور گفتگو کرنے میں نہ صرف یہ کوئی مضائقہ نہیں بلکہ خوبیاں ہیں۔ ان کے نزدیک ان میں چار معانی ایسے پائے جاتے ہیں۔ جو اخفاء میں پائے نہیں جاتے۔

۱- کھلے بندوں صدقات وصول کرنے میں انسان اخلاص کا زیادہ لحاظ رکھتا ہے۔ یعنی اپنی حالت کو چھپاتا نہیں۔ بلکہ کوشش کرتا ہے کہ ریاکاری کے دواعی سے بچا رہے۔

۲-اس سے جاہ ومنزلت کا پندار جاتا رہتا ہے۔ عبودیت کا اظہار ہوتا ہے اور حاجت مند گویا ہر نوع کے کبر و دعویٰ استغناء سے دست بردار ہو جاتا ہے۔ اسی مناسبت سے ایک عارف نے اپنے ایک مرید سے کہا کہ اگر تمہیں صدقہ یا خیرات کی کوئی چیز قبول کرنی ہی پڑے۔ تو اس میں اظہار سے کام لے۔ کیوں کہ تیری حالت دو حال سے خالی نہیں۔ یا تو اس سے دینے والوں کی نظروں سے گر جائے گا۔ ایک اعتبار سے یہ اخفا ہی ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ تو اہل دولت وثروت سے کوئی توقع ہی نہ رکھ سکے گا۔ دوسرے اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اہل ثروت تمہارے صدق کی بنا پر تجھ سے محبت کرنے لگیں گے۔ اس میں بھی خیر کا یہ پہلو پنہاں ہے کہ اس سے ان کو فائدہ پہنچے گا۔

۳-عارف کی نظریں اللہ تعالیٰ کی توحید پر جمی رہتی ہیں اور وہ سر و اظہار میں کوئی فرق نہیں پاتا۔ اس کے نزدیک اگر کوئی مخلوق میں سے حاضر ہے۔ تو کچھ حرج نہیں۔ غائب ہے تو کچھ پروا نہیں۔ بلکہ احوال کے اس اختلاف ہی کو یہ شرک ٹھہراتا ہے۔ اصل مقصود تو اللہ کی ذات ہے اور وہ چوں کہ حاضر وشاہد ہے اس لیے اظہار میں کیا مضائقہ ہے؟(تعلیماتِ غزالی،ص:۱۹۶-۱۹۷)

توحید کی اصلی روح:۔ یہی وہ نکتہ ہے جو اس حکایت میں مضمر ہے۔ ایک بزرگ سے متعلق مشہور ہے۔ کہ وہ اپنے مریدوں میں سے ایک کو خصوصیت سے چاہتے تھے اور ان کی طرف ان کا میلان زیادہ رہتا تھا۔ اس پر ان کے دوسرے مریدوں کو قدرتاً رنج تھا۔ کہ شیخ کی خدمت وتوقیر میں تو ہم سب برابر ہیں۔ لیکن ان کا گوشۂ چشم کچھ ادھر زیادہ ملتفت رہتا ہے۔ شیخ نے ان کی اس کمزوری کو بھانپ لیا اور اپنے اس مرید کی خوبیوں کو ظاہر کرنے کی خاطر ان سب کو ایک ایک مرغا دیا اور کہا کہ اس کو ایسی جگہ لے جا کر ذبح کرو۔ جہاں خلوت ہو اور کوئی تمہیں دیکھ نہ رہا ہو۔ سب نے مرغا لے لیا۔ مگر اس مرید نے معذرت کی اور کہا کہ صاحب میں ایسا نہیں کر سکتا۔ شیخ نے وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ جناب ایسی کونسی جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ شاہد وناظر نہیں۔ شیخ مسکرائے اور کہا کہ تمہاری اسی توحید کی وجہ سے میں تم سے محبت رکھتا ہوں۔

۴-اس میں ایک بین فائدہ یہ ہے کہ اس طرح سنت شکر اور تقاضائے امتنان کی پیروی ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد

ہے۔ ''اما بنعمة ربك فحدث ''(ضحیٰ:۱۱) اپنے پروردگار کی نعمتوں کا ذکر کرتے رہنا۔

کتمان نعمت گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کو بخل کے ساتھ تعبیر کیا ہے۔

''الذين يبخلون و يامرون الناس بالبخل و يكتمون ما اتاهم الله من فضله''(نساء:۳۷)

''جو لوگ بخل اختیار کرتے ہیں اور لوگوں کو بخل پر اُبھارتے ہیں اور اللہ نے جو کچھ دے رکھا ہے اس کو چھپاتے ہیں۔''

ایک حدیث میں اس مضمون کو یوں بیان کیا گیا ہے۔ ''اذا انعم الله على عبد احب ان ترىٰ نعمته عليه''۔ (۸)

''اللہ جب اپنے کسی بندے پر احسان کرتا ہے تو چاہتا ہے کہ اس کے اثرات کو اس پر دیکھے۔

ایک بزرگ رحمہ اللہ سے متعلق روایت ہے کسی نے ان کو چوری چھپے کچھ دینا چاہا انہوں نے اس کا اظہار واصرار کیا اور کہا کہ چوں کہ یہ امور دنیا میں سے ہے۔ اس لیے اس میں اعلان واظہار ہی اولیٰ ہے اور سر وخفاء ان امور میں افضل ہے جو آخرت سے متعلق ہوں۔

(تعلیماتِ غزالی، ص:۱۹۷-۱۹۸)

صوفیاء کرام اور روزہ کی اہمیت

رمضان کا روزہ ربع ایمان میں داخل ہے کیوں کہ اس کے بارے میں آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

''الصوم نصف الصبر، الصبر نصف الايمان''۔ (ترمذی، الحلیہ لابی نعیم) ''روزہ آدھے صبر کے مترادف ہے۔ صبر نصف ایمان کے برابر ہے۔''

پھر اس میں مزید خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی طرف منسوب کیا ہے اور اس لحاظ سے اس کو تمام عبادات سے ممیز قرار دیا ہے۔ حدیث میں ہے ''يضاعف كل حسنة بعشر امثالها الى سبع مائة ضعف الا الصيام فانه لي وانا اجزي به''۔ (بخاری ومسلم)

''ہر نیکی کا اجر دس گنا سے زائد تک ہے لیکن روزہ اس سے مستثنیٰ ہے۔ یہ میرے لیے مخصوص ہے۔ اس لیے اس کے اَجر کی تعیین میرے ذمہ ہے۔''

قرآن کریم کی ایک آیت میں بھی اس چیز کی طرف اشارہ ہے: ''انما يوفي الصابرون بغير حساب''

جو صبر کرنے والے ہیں ان کو بے شمار ثواب ملے گا۔

اور چوں کہ روزہ نصف صبر کے ہم پلہ قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ عبادت کی ایسی نوعیت ہے۔ کہ جس میں ناپ تول، اور حساب وریاضی کی حد بندیوں کو دخل نہیں۔

اس سے بڑھ کر اس کی فضیلت کا اندازہ اس حدیث سے لگایئے۔

''والذي نفسي بيده لخلوف فم الصائم اطيب عندالله من ريح المسك الخ''۔ (بخاری ومسلم)

''اس ذات گرامی کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔ صائم کی منہ کی بو اللہ کے ہاں مشک کی شمیم فرحت آفریں سے کہیں زیادہ پاکیزہ ہے۔''

روزہ رکھنے والے کیلئے جنت کا ایک مخصوص دروازہ ہوگا۔ جس میں صرف وہی داخل ہو سکے گا۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

''للجنة باب يقال له الريان لا يدخله الا الصائمون و هو موعود بلقاء الله تعالىٰ في جزاء صومه''۔ (مسلم و بخاری)

''جنت میں ایک دروازہ ''ریان'' نامی ہے جس میں روزہ داروں کے سوا اور کوئی داخل نہیں ہو پائے گا۔ روزہ داروں سے اللہ تعالیٰ کے لقاء کا بھی وعدہ ہے۔''(تعلیماتِ غزالی، ص:۲۰۳-۲۰۴)

روزہ کو امتیاز کیوں حاصل ہے؟:۔ سوال یہ ہے روزہ کی فضیلت اس درجہ کیوں ہے؟ اور اس کو دیگر عبادات پر یہ امتیاز کیوں حاصل ہے۔ اس کی دو وجہیں سمجھ آتی ہیں۔ ایک یہ کہ دوسری تمام عبادات ایسی نہیں۔ کیوں کہ ان عبادات کو ہر کوئی دیکھ سکتا ہے۔ لیکن روزہ کا تعلق یکسر انسان کے باطن سے ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جان سکتا اور کوئی نہیں معلوم کر سکتا کہ فلاں شخص روزہ سے ہے یا نہیں ہے۔

دوسرے اس سے جتنا شیطان قابو میں آتا ہے اور جس قدر اس کی راہیں بند ہوتی ہیں اور کوئی عبادت اس معاملہ میں اس کی ہم سر نہیں ہو سکتی۔ کیوں کہ شیطان اور اس کی کارفرمائیاں اس سے زیادہ کیا ہیں کہ شہوات وخواہشات کا سب سے بڑا وسیلہ ہیں۔ کہ جس کو آلہ کار بنا کر یہ انسان کو گمراہ کرتا ہے اور روزہ سے چوں کہ یہ سارا کارخانہ ہی طبیعت واقتضاء کے دائرہ سے نکل کر اطاعت وفرمانبرداری کے دائرہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس کی گرفت ڈھیلی پڑ جاتی ہے اور اس کا زور ٹوٹ جاتا ہے۔ علاوہ ازیں شیطان کی قوتوں کو فتح کرنے اور قلع قمع کرنے سے یہ مطلب بھی ہے۔ کہ آپ نے اللہ کی طرف نصرت کا ایک قدم بڑھایا اور جب آپ نے اس کی طرف قدم بڑھایا تو اس کے صلہ میں اس کی رحمتیں بھی جوش میں آجاتی ہیں۔

"ان تنصروا الله ينصركم و يثبت اقدامكم "۔ (محمد: ۷) اگر تم خدا کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدموں کو ثبات بخشے گا۔" (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۰۴-۲۰۵)

صوفیاء کے نزدیک روزہ کے اَسرار ومعنوی شرطیں

روزہ کے تین مدارج: روزہ کیا ہے؟ اس کی حقیقت جاننے کیلئے ضروری ہے کہ اس سے متعلقہ مدارج کی تفصیل معلوم کی جائے۔ اس کے تین معروف درجے ہیں۔ **صوم عموم** عوام کا روزہ۔ **صوم خصوص** خواص کا روزہ۔ **صوم خصوص الخصوص** یا ان لوگوں کا روزہ جو اللہ کے خاص الخاص بندے ہیں۔

صوم عموم:۔ سے مراد یہ ہے کہ صائم کم از کم اپنی ذمہ داریوں کو قبول کرے۔ یعنی کھانے پینے یا جنسی تقاضوں کی حد تک اللہ تعالیٰ کے حکم کی پیروی کرے۔

صوم خصوص:۔ اس سے کچھ زیادہ کا طالب ہے۔ اس کا یہ مطلب ہے۔ کہ ہاتھ، پاؤں، ناک، کان اور لسان تمام اعضاء وجوارح اپنے کو کسی معصیت سے آلودہ نہیں ہونے دیں گے اور صائم اس بات کا پابند ہوگا۔ کہ ان کو ہر طرح کی آلودگی اور فجور سے بچائے رکھے گا۔

صوم خصوص الخصوص:۔ کا تقاضا اس سے بھی آگے کی منزل کا ہے۔ اس سے یہ مقصود ہے۔ کہ دل افکار ماسوی اللہ سے بالکل آزاد ہو جائے گا اور فکر وتدبر کی تمام صلاحیتوں کا بجز خدا کی ذات اور امور آخرت اور کوئی مدار ومحور نہیں رہے گا۔ اسی کی محبت، اسی کی دھن اور اسی کا نام اور اسی کا ذکر اس کا وظیفۂ حیات ٹھہرے گا۔

اس منزل میں اخلاص ورسوخ کس درجہ کا ہونا چاہیے۔ اس پر یوں غور کیجئے کہ جہاں عوام کا روزہ کھانے پینے کی اشیاء سے ٹوٹ جاتا ہے۔ وہاں ان کے ہاں اس کی نزاکت کا یہ حال ہے۔ کہ اگر کسی نے دنیا کے بارے میں ذرا سوچ لیا تو بھی روزہ کی برکات سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۰۶-۲۰۵)

دنیا کی تعریف اربابِ قلوب کے نقطۂ نظر سے:۔ دنیا کے لفظ سے دھوکا میں نہیں پڑنا چاہیے یہ دنیا جو اربابِ قلوب کیلئے بمنزلہ افطار کے ہے۔ وہ ہے جو کسی طرح بھی زادِ آخرت نہ بن سکے اور عقبیٰ میں کام نہ آ سکے۔ اس میں دین کا کوئی پہلو مدنظر نہ ہو اور وہ دنیا جو بہرحال آخرت کا توشہ ہے اور عقبیٰ کی بھلائیوں کا پیش خیمہ ہے اس کو دین ہی کا ایک ضروری حصہ سمجھنا چاہیے۔ اس نظام خصوص الخصوص میں قدم دھرنے سے یہ لازم آتا ہے۔ کہ صائم اس عالم ذلیل اور کارخانہ فنا کے ہر فکر اور ہر تشویش سے مخلصی حاصل کر لے۔ یہاں تک کہ اگر دن کے

وقت اس نے اپنی افطاری سے متعلق غور کرلیا، تو محض اتنا کرنے سے اس کا نام گنہگاروں کی فہرست میں لکھ لیا گیا۔ یہ رتبۂ بلند آسانی سے حاصل ہونے والا نہیں۔ اس پر انبیا علیہم السلام فائز ہوتے ہیں، صدیق فائز ہوتے ہیں اور ان حضرات کو ان سے بہرہ مندی کے مواقع میسر ہوتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے مقربین خاص ہیں۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۰۷)

صوم خصوص کا نقشہ اور شرائط:۔ اس مقام و درجہ کی دیگر تفصیلات کیا ہیں؟ اس پر مزید حاشیہ آرائی ممکن نہیں۔ کیوں کہ یہ قصہ زبانی جمع خرچ اور قیل وقال سے متعلق نہیں۔ بلکہ کچھ حکایت عمل سے تعلق رکھنے والی کیفیت ہے۔ جس کی حقیقت عمل اور صرف عمل ہی سے واضح ہوسکتی ہے۔ دو لفظوں میں اس کیفیت کا حاصل یہ ہے کہ کوئی شخص کلیۃً اللہ کی طرف متوجہ ہو جائے اور ارادہ و ہمت کی پوری پوری قوتوں کے ساتھ غیر اللہ سے اپنا رُخ پھیر لے۔

صوم خصوص کی تفصیل:۔ جس کو ہم صوم صالحین سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ یہ ہے کہ روزہ دار اپنے اعضا و جوارح کو ہر طرح کی آلودگی و آلائش معصیت سے بچائے رکھے اس کی تفصیل چھ امور کی تکمیل چاہتی ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۰۷)

امر اوّل:۔ نظر و بصر کو مخصوص رکھا جائے اور کوشش کی جائے کہ اس کا ہدف نہ تو کوئی ناجائز و مکروہ بات ہو اور نہ کوئی ایسا منظر ہو جو اپنی طرف اُلجھا لے اور یادِ الٰہی کو بھلا دے۔ آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے:

> ”النظرة سهم مسموم من سهام ابليس لعنه الله فمن تركها خوفاً من الله اتاه الله عزوجل ايماناً يجد حلاوته في قلبه“۔ (مستدرک)
>
> ”غیر محرم عورت کی طرف للچائی ہوئی نظروں سے دیکھنا ابلیس مردود کے تیروں میں سے ایک زہریلا تیر ہے۔ سو جو کوئی اللہ کے خوف سے اس سے باز رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ایمان کی اس نعمت سے مالا مال کرے گا۔ جس کی شیرینی یہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔“

ایک اور حدیث میں ہے: ”خمس يفطرن الصائم الكذب والغيبة والنميمة واليمين الكاذبة والنظرة بالشهوة“ (ان پانچ چیزوں سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے، جھوٹ، چغلی، نمامی، جھوٹی قسم، اور شہوت بھری نظریں۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۰۹)

امر ثانی: زبان کو اس سے متعلقہ عیوب سے باز رکھا جائے۔ جیسے ہذیان جھوٹ، غیبت، چغلی، فحش گوئی، سخت کلامی، جھگڑا اور ریا کارانہ کلمات، ایجابی صفات اس میں یہ پیدا ہونی چاہئیں کہ لایعنی امور میں سکوت کو ترجیح دے۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہے اور تلاوت قرآن مجید میں مصروف و منہمک۔

غیبت کے بارے میں حضرت سفیان رحمہ اللہ کا قول ہے: ”الغيبة تفسد الصوم“ (غیبت روزہ میں خلل پیدا کرتی ہے)

> مجاہد رحمہ اللہ سے مروی ہے۔ ”خصلتان يفسدان الصيام الغيبة والكذب“
>
> ”دو خصلتیں ایسی ہیں جو روزہ کو بگاڑ دیتی ہیں۔ ایک غیبت، دوسرا جھوٹ۔“

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: ”انما الصوم جنة فاذا كان احدكم صائما فلا يرفث ولا يجهل و ان امرء قاتله او شاتمه فليقل اني صائم، اني صائم“ (خرائطی نے مکارم الاخلاق میں ذکر کیا ہے) روزہ صائم کیلئے بمنزلہ سپر کے ہے۔ سو جو کوئی تم میں سے روزہ رکھے وہ تو فحش گوئی نہ کرے نہ لڑے جھگڑے اور اگر اسے کوئی للکارے یا گالی گلوچ پر اُکسائے تو یہ کہہ کر ٹال جائے کہ بھائی میں تو روزہ سے ہوں میں تو روزہ سے ہوں۔“ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۰۹)

امر ثالث: کان کے پردوں پر کوئی ایسی آواز دستک نہ دے۔ جو معصیت کی طرف بلانے والی ہو۔ ممنوع اور حرام چیزوں کی طرف ملتفت ہونا کتنا برا ہے۔ اس کا اندازہ اس آیت سے کیجئے کہ قرآن نے اس میں ہر طرح جھوٹی باتوں کو سننے اور سود کھانے والے کو ایک ہی صف میں رکھا ہے۔

"سمعون للكذب اكلون للسحت" (مائدہ: ۴۲) "یہ جھوٹی باتیں بنانے کیلئے جاسوسی کرنے والے اور سود کھانے والے ہیں۔"

دوسری جگہ اس مضمون کو یوں بیان کیا ہے: "لو لا ینھٰھم الربانیون و الاحبار عن قولھم الاثم و اکلھم السحت" (مائدہ: ۶۳)

"بھلا ان کے مشائخ اور علماء ان کو گناہ کی باتوں اور حرام کھانے سے منع کیوں نہیں کرتے۔"

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح کسی کی برائی بیان کرنا گناہ ہے اسی طرح اس پر خاموش رہنا اور سننا بھی معصیت ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۰۹)

امر رابع: یہی بقیہ اعضا کا حکم ہے۔ ہاتھ پاؤں اور جسم کے دوسرے کل پرزے ہر طرح کی معصیت سے مجتنب رہیں۔ کیوں کہ اگر کسی شخص نے دن بھر پیٹ میں مثلاً حرام چیز نہ جانے دی۔ مگر افطاری کے قریب معدہ کو حرام سے پر کر لیا تو یہ پرلے درجے کی بے وقوفی ہوگی اور اس پر عربی کی یہ مثل صادق آئے گی۔

"بنی قصرا وھدم بلدۃ" "ایک محل تعمیر کیا، لیکن پورا شہر ملیا میٹ کر کے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۱۰)

باہمی فرق کا ازالہ:۔ معانی باطنہ اور فقہاء ظاہر و باطن میں فرق: یہ ہیں وہ معانی باطنہ جن کو روزوں میں ملحوظ رکھنا لازم ہے اور جن کے بغیر ان میں کیفیت و لطف پیدا نہیں ہو پاتا اس پر اگر کوئی کہہ دے کہ فقہاء تو اس قدر سختیاں اور شرائط عائد نہیں کرتے۔ بلکہ وہ تو کہتے ہیں کہ اگر ایک شخص کھانے پینے میں شرعی احتیاط کا خیال رکھتا ہے اور جنسی تقاضوں سے بھی بچا رہتا ہے تو اس کا روزہ بغیر کسی شبہ اور کھٹک کے صحیح ہے۔ سوال یہ ہے کہ فقہاء کی اس یقین دہانی کے بعد ان دقائق کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے؟

اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ فقہاء ظاہر اور علماء باطن کا دائرہ بحث و فکر الگ الگ ہے۔ فقہا صرف اس پر اکتفا کرتے ہیں کہ ظاہر کی حد تک دلائل و شرائط کی تفصیل بیان کر دیں۔ ان پر یہ فرض قطعاً عائد نہیں ہوتا۔ کہ معانی باطنہ کی کھوج لگائیں اور بتائیں کہ جھوٹ یا غیبت کا مثلاً روزہ کی روحانیت پر کیا اثر پڑتا ہے۔ برخلاف علماء باطن کے کہ یہ اس بات کے مکلف ہیں۔ کہ عبادات کی روح بھی متعین کریں اور اس کے لوازم و شرائط کی چھان بین بھی کریں۔ رہی یہ بات کہ اس امور باطنہ کی اہمیت کیا ہے؟ تو اس کا اندازہ فریقین کے دلائل سے کیجئے۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا۔ کہ فقہا کے دلائل نسبتاً زیادہ کمزور ہیں اور علماء باطن جن حقائق پر زور دیتے ہیں۔ ان کا موقف زیادہ مضبوط اور مستحکم ہے۔
(تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۱۴)

فقہاء اور علماء ظاہر کے مخاطبین الگ الگ ہیں:۔ پھر ایک فرق یہ بھی ہے کہ دونوں کے مخاطبین الگ الگ ہیں اور دونوں کے مقاصد جدا جدا ہیں۔ یعنی فقہاء کی اگر یہ کوشش ہے کہ اس گروہ کو دین کی موٹی موٹی حقیقتیں سمجھائیں جو دنیائے دین پر مٹا ہوا ہے اور دین کی جانب سے بالکل غافل ہے تو علمائے باطن کا مخاطب وہ طائفہ ہے جو فرائض کی حد تک گو پوری طرح لیس ہے مگر اس پر قانع نہیں۔ بلکہ مزید ترقیات کا خواہاں ہے اور مزید درجات کا طالب ہے ایک فرق دونوں میں یہ ہے کہ فقہاء کی پرواز زیادہ سے زیادہ صحیح اعمال تک ہے۔ آگے نہیں لیکن ارباب قلوب، قبولیت کے جویاں ہیں۔ ببیں تفاوت رہ از کجاست تابہ کجا (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۱۴)

روزہ کا اولین اور بنیادی مقصد:۔ روزہ کا اولین اور بنیادی مقصد تخلق باخلاق اللہ ہے اور اللہ کے اخلاق کے ساتھ ہم رنگ رہنے کے معنی مقام صمدیت تک پہنچنا ہے اور ملائکہ کی صف میں کھڑا ہونا ہے۔ یہ ملائکہ کیا ہیں؟ ایک ایسی مخلوق جو گناہ اور معصیت کے پھیر میں گرفتار نہیں۔ بلکہ جس کا وظیفۂ حیات ہی اطاعت و بندگی ہے۔ لہٰذا انسان جس قدر خواہشات سے اونچا اُٹھے گا۔ اسی نسبت سے ملکوتیت سے متصف ہوگا اور جس نسبت سے ہوس و آز کے پھندوں میں پھنسے گا۔ اسی نسبت سے ملائکہ سے دور ہوتا چلا جائے گا۔ اب جب روزہ کے معنی ارباب قلوب کے نزدیک یہ ٹھہرے کہ اس کے ذریعہ مقام صمدیت سے تعلق پیدا کرتا ہے۔ تو روزہ کے اس تصور پر یہ حضرات کیوں کر مطمئن ہو سکتے ہیں۔ کہ ایک وقت خاص تک تو روٹی کا ایک بھورا اور پانی کا ایک قطرہ بھی حلق کے اندر نہ جانے پائے۔ لیکن جب وہ وقت گزر جائے تو پھر

پیٹ کا کوئی گوشہ ایسا نہ رہے۔ جو بھر نہ جائے اور یہ کہ دستر خوان کھانوں کی تمام اقسام سے آراستہ ہو۔ کیوں کہ اگر روزہ کا مفہوم اسی قدر رہوتا۔ تو آنحضرت ﷺ کیوں ارشاد فرماتے: ”کم من صائم لیس له من صومه الا الجوع والعطش“
کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں۔ کہ جن کو روزہ سے بجز بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل ہونے والا نہیں۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۱۴-۲۱۵)

امام غزالی رحمہ اللہ کے نزدیک فضائل مدینہ

دیارِ حبیب ﷺ کی برکتیں:۔ مکہ مکرمہ کے بعد مدینہ سے بڑھ کر خیر و برکت کی اور کوئی جگہ نہیں۔ اس میں اعمال و حسنات کا درجہ کہیں زیادہ ہے آنحضرت ﷺ نے نماز کے بارے میں فرمایا ہے: ”صلوة فی مسجدی هذا خیر من الف صلاة فیما سواه الا المسجد الحرام“ (بخاری و مسلم) ”میری اس مسجد میں ایک نماز پڑھ لینا دوسری مسجدوں میں ہزار نماز پڑھنے سے بھی بہتر ہے۔ ہاں مسجد حرام کا درجہ اس سے بھی زیادہ ہے۔“
اور یہ خصوصیت صرف نمازوں کو ہی حاصل نہیں اس میں ہر ہر عمل اور ہر ہر نیکی المضاعف اجر چاہتی ہے۔ مزید براں یہیں رہ جانے اور زندگی گزارنے میں جو لطف ہے آنحضرت ﷺ نے اس کی طرف خصوصیت سے ارشاد فرمایا ہے۔

> ”من استطاع ان یموت بالمدینة فلیمت فانه ان یموت بها احد الا کنت له شفیعا یوم القیامة“ (متفق علیہ)
>
> ”جو مدینہ میں تمام عمر رہ سکتا ہے اسے رہنا چاہیے کیونکہ جو کوئی بھی اس سرزمین میں مرے گا میں قیامت کے روز اس کی سفارش کروں گا۔“ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۲۵)

مسجد نبوی ﷺ اور مزار پر حاضری کی کیفیات:۔ جب مسجد نبوی ﷺ کا منظر دلنواز سامنے آئے اور اس میں قدم دھرنے کی سعادت حاصل ہو۔ تو کچھ اس طرح کا نقشہ نظر و بصر کے سامنے پھر جانا چاہیے کہ یہ وہ مقام ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی سجدہ گاہ قرار دیا۔ جس میں مسلمانوں کے پہلے اور بہترین گروہ نے عبادت فرائض انجام دیئے اور یہی وہ مقام ہے کہ زندہ حضرات میں سے بہترین اور چیدہ افراد جہاں صبح و شام اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے ہیں اور جو مرنے والوں میں سے بہتر اور اعلیٰ ترین ہستیوں کو اپنے آغوش میں لیے ہوئے ہے۔ لہٰذا یہاں آنے کا جب اتفاق ہو۔ تو خشوع و عظمت کے جذبات کا ان پر پورا پورا غلبہ و استیلا ہونا چاہیے اور کیوں نہ ہو یہ تو جگہ ہی ایسی ہے، کہ ہر ہر دل جس سے متاثر ہو اور ہر ہر مومن جہاں ذوق کیفیات سے مست ہو۔ اویس قرنی رحمہ اللہ کے بارے میں ابو سلیمان رحمہ اللہ کی روایت ہے۔ کہ جب یہ مدینہ آئے اور ان سے کہا گیا۔ یہ ہے آنحضرت ﷺ کا مزار ہے۔ تو ان پر غش طاری ہو گیا۔ جب ہوش میں آئے تو کہنے لگے۔ یا اللہ مجھے کسی طرح یہاں سے نکالیے۔ میں ایسی جگہ ہرگز نہیں رہنے کا جہاں محمد رسول اللہ ﷺ مدفون ہوں۔

مزار اقدس پر حاضری کے آداب:۔ مومن نہ تو روضہ کی دیوار کے بالکل قریب کھڑا ہو اور نہ اس کو چھوئے بلکہ ذرا فاصلہ پر ادب و احترام سے کھڑا ہو کر دیدہ و نگاہ کیلئے سامان لذت فراہم کرے اور یہ سمجھے کہ گویا آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں ان کے سامنے حاضر ہو رہا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے۔ ”ان الله تعالی وکل بقبره ملکا یبلغه سلام من سلم علیه من امته“

> اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی قبر پر ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے۔ جس کے فرائض میں یہ داخل ہے کہ درود و سلام بھیجنے والے کا سلام و درود ان تک پہنچا دے۔“

اس سلسلہ میں یاد رہے کہ درود و سلام تو اس شخص کا بھی آنحضرت ﷺ تک لے جایا جاتا ہے، جو مدینہ سے باہر ہے۔ اس لیے جس نے وطن اور ملک کو محض اس شوق کی بنا پر چھوڑا اور شدائد سفر برداشت کیے۔ کہ آنحضرت ﷺ سے شرف ملاقات حاصل کرے گا۔ وہ اگر یہاں آ کر روضۂ اقدس کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے اور درود و سلام کے تحائف بھیجتا ہے تو اس کے پہنچ جانے اور خلعت قبول پانے میں کیا شبہ باقی رہ جاتا ہے اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کو زائرین کے آنے اور زیارت کرنے کی باقاعدہ اطلاعات دی جاتی ہیں۔

منبر رسول ﷺ کو دیکھ کر کس انداز کا نقشہ فکر ونظر کے سامنے آنا چاہیے:۔ اس کے بعد مسجد نبوی ﷺ میں منبر رسول ﷺ کی زیارت کرنا چاہیے اور چشم تصور کے سامنے یہ منظر لانا چاہیے۔ کہ گویا آنحضرت ﷺ اس پر تشریف فرما ہیں اور مہاجرین و انصار کے مختلف گروہوں نے آپ ﷺ کو گھیر رکھا ہے۔ آپ ﷺ وعظ فرما رہے ہیں اور ان میں اللہ کی اطاعت اور فرمانبرداری کی روح پھونک رہے ہیں۔

یہ ہیں وہ اسرار و اعتبارات کہ مناسک حج میں جن کی رعایت ضروری ہے۔ جب ان سے انسان فارغ ہو چکے تو اس کو اپنے قلب وجگر کا جائزہ لینا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ کیا اس کا دل انہیں کیفیات سے معمور ہے۔ کیا دنیا سے بیزار ہوا ہے اور دار البقاء سے اس کی محبت بڑھی ہے اور آیا اس کے اعمال شرع کی ترازو میں پورے اترتے ہیں۔ اگر یہ کیفیات دل میں موجود ہیں۔ تو اس کا حج قبول ہوا اور اس کا نام زمرۂ محبوبین میں لکھا گیا۔ اگر معاملہ اس کے برعکس ہے تو پھر اندیشہ ہے کہ کہیں اس کو سوا غضب و پشیمانی کے اور کچھ حاصل نہ ہوا ہو۔ اللہ تعالیٰ اس محرومی سے ہر ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۵۳-۲۵۴)

ایام حج میں کثرت ذکر کے دلائل: تلاوت قرآن کے بعد ذکر سے بڑھ کر اور کوئی عبادت نہیں۔ اس کے متعلق قرآن میں جابجا تصریحات آئی ہیں۔

"فاذکرونی اذکرکم"۔ (سورۂ بقرہ۔۱۵۲) سوتم مجھے یاد کیا کرو۔ میں تمہیں یاد کیا کروں گا۔ ☆اذکروا اللہ ذکراً کثیراً (احزاب:۴۲) "اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرو۔" ☆"فاذا افضتم من عرفات فاذکرو اللہ عند المشعر الحرام، واذکروا کما ھدا کم"۔ (بقرہ:۱۹۰) اور جب عرفات سے واپس ہونے لگو تو مشعر حرام (مزدلفہ) میں خدا کا ذکر کرو۔ اور اس طرح ذکر جس طرح اس نے تمہیں سکھایا ہے۔ ☆"فاذا قضیتم مناسککم فاذکروا اللہ کذکرکم اباء کم او اشد ذکرا" (بقرہ:۱۹۹) پھر جب حج کے تمام ارکان پورے کر چکو تو منیٰ میں خدا کو یاد کرو جس طرح اپنے باپ دادا کو یاد کرتے تھے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ ☆"الذین یذکرون اللہ قیاما و قعوداً و علی جنوبھم" (آل عمران: ۱۹۰) "جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں۔ ☆"واذکر ربك فی نفسك تضرعا و خفیۃ ودون الجھر من القول بالغدو والاصال" (اعراف: ۲۰۵) اور اپنے پروردگار کو دل ہی دل میں عاجزی اور خوف سے اور پست آواز سے صبح وشام یاد کرو۔ ☆ولذکر اللہ اکبر (عنکبوت: ۴۵) "اور خدا کا ذکر کرنا بڑا اچھا کام ہے۔

منافقین کو ذکر سے البتہ کوئی لگاؤ نہیں ہوتا، چنانچہ ان کی اس محرومی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے خصوصیت سے فرمایا:

"ولایذکرون اللہ الا قلیلاً (نساء: ۱۴۲) اور خدا کی یاد ہی نہیں کرتے مگر بہت کم۔

احادیث و آثار کا اچھا خاصہ ذخیرہ بھی ذکر کے فضائل میں منقول ہے۔ ایک حدیث قدسی ملاحظہ ہو۔

"یقول اللہ عزوجل انا مع عبدی ماذکرنی و تحرکت شفتاہ بی" (مستدرك)

"اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اپنے بندہ کے ساتھ اس وقت تک رہتا ہوں جب تک وہ میرے ذکر میں مشغول رہتا ہے اور جب تک اس کے ہونٹ میری یاد سے متحرک رہتے ہیں۔"

ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا: "من احب ان یرتع فی ریاض الجنۃ فلیکثر ذکر اللہ عزوجل"

جو ریاض جنت کی شمیم انگیزیوں سے بہرہ مند ہونا چاہتا ہے اور اس کے آثار اور میووں سے کام ودہن کی تواضع کرنا چاہتا ہے۔ اسے چاہیے کہ اللہ کا ذکر کثرت سے کرے۔

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ بہترین عمل کونسا ہے۔ آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا۔

ان تموت ولسانك رطب بذکر اللہ عزوجل "تیری موت اس عالم میں ہو۔ کہ تو اللہ کے ذکر سے رطب اللسان ہو۔"

ایک اور حدیث قدسی دیکھیے۔ اصحاب ذکر کیلئے کس درجہ ایمان افروز اور امید افزا ہے:

"یقول الله تبارك و تعالیٰ اذا ذکرنی عبدی فی نفسه ذکرته فی نفسی واذا ذکرنی فی ملاء ذکرته فی ملاء خیر من ملائه ۔ واذا تقرب منی شبرا تقربت منه ذراعاً واذا تقرب منی ذراعاً تقربت منه باعاً و اذا مشی الی هرولت الیه "۔

''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب کوئی میرا بندہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں بھی اس کو دل میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ برسرِ مجلس میرا تذکرہ کرتا ہے تو میں بھی اس سے کہیں بہتر جماعت میں تذکرہ کرتا ہوں اور اگر میرا بندہ میری طرف ایک بالشت بڑھے۔ تو میں بقدر دو بالشت کے اس کی جانب ملتفت ہوتا ہوں اور اگر وہ دو بالشت بڑھے تو میں بقدر ایک ہاتھ کے اس کی طرف بڑھتا ہوں۔ پھر اگر وہ ایک ہاتھ کے انداز سے بڑھے۔ تو میں اس کی جانب لپک کے آتا ہوں۔

یعنی نہ پوچھو۔ کہ میری توجہات والتفات کی سرعتوں کا کیا عالم ہوتا ہے؟ ذکر کا ایک فائدہ یہ ہے۔ کہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگنے کی حاجت نہیں رہتی۔ "قال الله عزوجل من شغله ذکری عن مسئلتی اعطیته افضل ما اعطی سائلین"

''اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ جو میرے ذکر میں اس درجہ مشغول رہا کہ مجھ سے کچھ طلب نہیں کر سکا۔ میں اس کو اتنا ہی دوں گا جتنا کسی بہترین سائل کو میں دے سکتا ہوں۔''

یہی نہیں بلکہ ایک عارف کے قول کے مطابق۔ اللہ تعالیٰ ذاکر کی جملہ ضروریات انفرادی و اجتماعی کا متکفل ہو جاتا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ "لیس یتحسر اهل الجنة علی شیء الا علی ساعة مرت بهم، لم یذکر الله سبحانه فیها"

''اہل جنت کو بجز اس کے اور کسی چیز پر افسوس نہیں ہو گا کہ کچھ لمحے یونہی غفلت میں بسر ہو گئے اور ان میں وہ اللہ کے ذکر سے محروم رہے۔'' (تعلیمات غزالی، ص: ۲۵۷-۲۵۹)

صوفیاء کے اجتماعی ذکر کے فضائل و دلائل: جب ذکر کے یہ فضائل ہوئے تو ان مجالس کے کیا کہنے کہ جن کو ترتیب ہی اس لیے دیا گیا ہے کہ ان میں اللہ کے ذکر سے دلوں کو صیقل کیا جائے۔

ایک حدیث میں ہے: "ماجلس قوم مجلسا یذکرون الله تعالیٰ لا یریدون بذلك وجهه الا ناداهم مناد من السماء قوموا مغفورا قد بدلت لکم سیاتکم حسنات" "جب بھی کوئی گروہ کسی ایسے اجتماع کا اہتمام کرتا ہے جس میں اللہ کا صرف اس کی خوشنودی کے پیش نظر ذکر کرنا مقصود ہو۔ تو ایک پکارنے والا پکار کر انہیں خوشخبری سناتا ہے۔ کہ جاؤ تمہارے گناہ بخش دیئے گئے اور تمہاری لغزشیں نیکیوں سے بدل دی گئیں۔

ایک عارفانہ نکتہ:۔ (ذکر اور میراث رسول ﷺ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا ایک عارفانہ اور لطیف مذاق) صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل میں ذکر کی کیا اہمیت تھی؟ اس کے بارے میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔ ایک دن اتفاق سے بازار میں جو یہ جا نکلے تو کیا دیکھتے ہیں کہ خرید و فروخت کرنے والوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ لگے ہیں۔ کہنے لگے۔ لوگو! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ تم یہاں کاروبار میں مشغول ہو اور اسی مسجد نبوی میں آنحضرت ﷺ کی میراث بٹ رہی ہے۔ جاؤ اور اپنا حصہ لگاؤ۔ یہ ساری بھیڑ پلٹ کر مسجد میں آئی۔ تو یہ دیکھ کر سخت مایوسی ہوئی۔ کہ یہاں کوئی بھی دولت و ثروت کی تقسیم میں مصروف نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا حضرت! یہ کیا مذاق سوجھا۔ آپ ﷺ کی مسجد میں تو اس قسم کی کوئی چیز نہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے مسجد میں جا کر کیا دیکھا۔ کہنے لگے یہی بس ایک حلقہ ذاکرین کا۔ ذکر اور تلاوت قرآن میں منہمک ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا۔ یہی میراث رسول ﷺ ہے۔ اللہ کی یاد اور ذکر یک طرفہ نہیں ہوتا۔ بلکہ کچھ اس ذات گرامی کو بھی اپنے یاد کرنے والوں سے دلچسپی ہے۔ ایک حدیث میں ہے:

"ان لله ملائکة سیاحین فی الارض فضلا عن کتاب الناس فاذا وجدوا قوماً یذکرون الله عزوجل تنادوا، هلموا الی بغیتکم فیجیون فیحفون بهم الی السماء فیقول الله تبارك و تعالیٰ الی شی ترکتم عبادی یصنعونه فیقولون ترکنا هم یحمدونك و یسبحونك فیقول الله تبارك و تعالیٰ هل راونی فیقولون لا فیقول جل جلاله کیف لو راونی فیقولون لو رواوك لکانوا اشد تسبیحاً و تحمیداً و تمجیداً فیقول له من ای شی یتعوذون فیقولون من النار، فیقول تعالیٰ هل راوها

فیقولون لا۔ فیقول الله عزوجل۔ فکیف لو راوھا فیقولون لو راوھا لکانوا اشد ھربا منھا واشد نفورا۔ فیقول جل جلاله و ای شی یطلبون فیقولون الجنة فیقول تعالیٰ و ھل راوھا فیقولون لا فیقول تعالیٰ فکیف لو راوھا فیقولون لو روھا لکانوا اشد علیھا حرصاً فیقول جل جلاله انی اشھدکم انی قد غفرت لھم، فیقولون کان فیھم فلان لم یردھم انما جاء لحاجة فیقول الله عزوجل ھم قوم لا یشقٰی جلیسھم "۔ (ترمذی)

''اللہ تعالیٰ نے نامہ اعمال لکھنے والوں کے علاوہ دنیا میں کچھ ایسے فرشتوں کا تقرر بھی فرما رکھا ہے۔ جو گھوم پھر کر ذاکرین کا پتہ چلاتے ہیں۔ پھر جب انہیں کسی ایسے مجمع کا علم ہوتا ہے۔ تو دوسروں سے کہتے ہیں۔ یہاں آؤ یہیں یہ وہ لوگ جن کی تم تلاش میں ہو۔ پھر یہ فرشتے اسی مجمع کے گرد آسمان تک گھیرا ڈال لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھتے ہیں۔ کہو تم نے ہمارے بندوں کو کس حال میں پایا یہ کہتے ہیں ان کو ہم نے تیری حمد وثناء اور تسبیح بیان کرتے ہوئے پایا۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے۔ مگر کیا انہوں نے مجھے کبھی دیکھا بھی ہے۔ یہ کہیں گے جی نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اور اگر یہ میری جھلک دیکھ پائیں تو ان کے شوق ذکر کا کیا عالم ہو؟ فرشتے کہیں گے جب تو مولا اسی کام میں لگے رہیں اور تیری تسبیح، تجمید اور تمہید اس سے کہیں زیادہ زوروں سے بیان کریں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اور کس چیز سے پناہ طلب کرتے ہیں۔ یہ کہیں گے جہنم کی آگ سے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ کیا انہوں نے جہنم کی خوفناکیوں کا بھی مشاہدہ کیا ہے؟ یہ کہیں گے جی نہیں اللہ تعالیٰ کہے گا اور اگر یہ جہنم دیکھ پائیں تو یہ کہیں گے کہ پھر تو ان کا جہنم سے فرار اور بڑھ جائے یہ اور متنفر ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اور یہ چاہتے کیا ہیں۔ یہ فرشتے کہیں گے تیری رضا۔ جنت! اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اگر کہیں انہوں نے میری خوشنودی کے اس مرقع کو دیکھ لیا ہوتا تو ان کے شوق وطلب کا کیا حال ہوتا۔ یہ کہیں گے۔ جب تو اس میں اور اضافہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے۔ تم گواہ رہو۔ کہ میں نے ان سب کو بخش دیا۔ فرشتے کہیں گے۔ ان میں ایسا شخص بھی تھا۔ جو ذکر کی اس مجلس میں اپنے کسی کام کی وجہ سے آ بیٹھا تھا۔ اس کا مقصد ذکر وفکر نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یہ وہ قوم ہے کہ جن کا جلیس بھی محروم نہیں رہتا۔'' (تعلیمات غزالی، ص: ۲۶۰-۲۶۲)

صوفیائے کرام کی تعلیمات میں نکاح کی اہمیت

اس کے بارے میں آیات قرآنی پر نظر ڈالیے۔ ''وانکحوا الایامی منکم " (نور: ۳۲)

''اور اپنی قوم کی بیوہ عورتوں کے نکاح کر دیا کرو۔'' اس میں یہ نکتہ ملحوظ رہے۔ کہ نکاح کو بصیغہ امر ادا کیا ہے۔

"فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن " (بقرہ. ۲۳۲) دوسرے شوہروں کے ساتھ جب وہ جائز طور پر راضی ہو جائیں نکاح کرنے سے مت روکو۔''

انبیاء ورسول ﷺ کی تعریف ان الفاظ میں فرمائی ہے: ولقد ارسلنا رسلا من قبلك و جعلنا لھم ازواجا و ذریة (رعد: ۳۸) ''اور ہم نے تم میں سے پہلے بھی پیغمبر بھیجے تھے اور ان کو بیبیاں اور اولاد بھی دی تھی۔

اللہ کے وہ بندے جو ازدواجی زندگی کے رشتوں میں منسلک ہیں۔ ان کی دعاؤں کا انداز کیا ہوتا ہے؟ اس کو یوں بیان فرمایا ہے۔

"والذین یقولون ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریاتنا قرة اعین " (فرقان: ۷۴) ''اور وہ خدا سے دعا مانگتے ہیں کہ اے پروردگار ہم کو ہماری بیبیوں کی طرف سے دل کا چین اور اولاد کی طرف سے آنکھ کی ٹھنڈک عطا فرما۔''

اس سلسلہ میں یہ بات بھی ملحوظ رکھنے کی ہے۔ کہ جتنے بھی پیغمبر علیھم السلام اس دنیا میں مبعوث ہوئے ہیں۔ وہ سب کے سب متاہل تھے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے بھی شادی کی تھی۔ اگرچہ وظیفہ جنسی ادا نہیں کیا تھا اور حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے میں احادیث میں آتا ہے۔ کہ جب وہ دوبارہ آئیں گے تو اس پابندی کو قبول فرمائیں گے اور یہ پابندی ان کیلئے باعث برکت بھی ثابت ہوگی۔ یعنی صاحب اولاد ہوں گے۔

احادیث یہ ہیں: ''النکاح سنتی فمن رغب عن سنتی فقد رغب عنی، النکاح سنتی فمن احب فطرتی

فلیستن بسنتی" ''نکاح میری سنت ہے اس لیے یاد رہے جس نے اس سے روگردانی اختیار کی۔ نکاح میری سنت ہے۔ سو جس کو میری یہ فطرت پسند ہے اس کو میری اس سنت پر عمل کرنا چاہیے۔''

"من ترك التزويج مخافة العيلة فليس منا" جو نکاح افلاس کے اندیشے کے پیش نظر نہیں کرتا۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے: "لا يمنع من النكاح الا عجز او فجور" نکاح سے دو ہی آدمی باز رہ سکتے ہیں۔ ایک جس کو اس پر قدرت نہ ہو اور ایک جو بد معاش ہو۔

حبر امت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے۔ "لايتم نسك الناسك حتى يتزوج"

''عابد اور زاہد کا زہد اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا۔ جب تک کہ وہ شادی نہ کرے۔''

ان کا مقصد غالبًا یہ ہے۔ کہ جب تک کسی شخص کی شادی نہ ہو۔ اس کا دل خیالات و شہوات کی اذیتوں سے بچ نہیں سکتا۔ یہی وجہ ہے۔ اپنے غلاموں کے بارے میں بھی ان کا یہی معمول رہا۔ کہ جہاں وہ بالغ ہوئے۔ ان کو رشتۂ ازدواج میں منسلک کر دیا۔ چناں چہ عکرمہ و کریب رحمہم اللہ کا نکاح ان کے مجبور کرنے سے طے پایا۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نکاح کو صرف ایک ضرورت ہی تصور نہیں کرتے تھے۔ بلکہ ان کا یہ خیال تھا کہ یہ ایک دینی خدمت بھی ہے۔ اس کی تائید میں ان کا یہ قول ملاحظہ ہو۔ "لو لم يبق من عمري الا عشرة ايام لا حببت ان اتزوج لكيلا القى الله عزبا" ''(اگر میری زندگی کے دس ہی دن باقی ہوں۔ تب بھی میں شادی کرنا پسند کروں گا تا کہ اللہ سے اس حال میں ملاقات نہ ہو کہ میری کوئی بیوی نہ ہو۔'')

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی دو بیویاں تھیں۔ اتفاق سے طاعون کا مرض پھیلا۔ اور ان دونوں کا انتقال ہو گیا۔ وہ خود بھی بیماری کی وجہ سے صاحب فراش ہوئے اور قریب تھا کہ داعی اجل کو لبیک کہیں۔ عین ان لمحوں میں ان کی یہ آرزو تھی۔

"زوجوني اني اكره ان القى الله عزبا" "میرے نکاح کا اہتمام کرو کیوں کہ میں اللہ تعالیٰ سے مجرد یا رنڈوے کی حیثیت سے ملنا نہیں چاہتا۔" اس تمنا میں بھی یہی مذہبی روح کارفرما تھی۔ کہ ہر حالت میں ازدواجی زندگی سے دوچار رہنا ضروری ہے۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کہا کرتے تھے کہ: كثرة النساء ليست من الدنيا لان عليا رضي الله كان ازهد اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ و كان له اربع نسوة و سبع عشرة سرية۔

عورتوں کی کثرت دنیا کے مفہوم میں شامل نہیں ہے کیوں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جو صحابہ رسول ﷺ میں زہد و اتقاء کے درجہ قصوی پر فائز تھے چار تو بیویاں تھیں اور سترہ لونڈیاں تھیں۔

''ان کے علاوہ اولیاء و صلحاء کی ایک اچھی خاصی جماعت کا یہ خیال تھا۔ کہ تجرد سے تاہل کی زندگی افضل ہے۔ چنانچہ جب کسی نے ایک مرتبہ ابراہیم ادہم رحمہ اللہ کو ان کے تجرد پر مبارک باد دی اور کہا کہ آپ کو تو خوب خوب تجرد و انزوا کی لذتوں سے بہرہ مندی کے مواقع حاصل ہیں۔ تو انہوں نے جواب میں کہا۔''

"لروعة منك بسبب العيال افضل من جميع ما انا فيه۔" ''اہل و عیال کی وجہ سے اضطراب و خون کی ایک خلش جن سے تم دوچار ہو۔ ان تمام کیفیات پر بھاری ہے کہ جن سے میں گزر رہا ہوں۔'' (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۱۳-۲۱۶)

نکاح معاشرہ کی اساس و بنیاد ہے :۔ (خالص حیاتیاتی نقطہ نظر سے اس دعویٰ کی وضاحت) فوائد پانچ ہیں۔ (۱) اولاد، (۲) شہوت (۳) تدبیر منزل، (۴) کثرت عشرۃ، (۵) اور حقوق و فرائض کی نگہداشت کے سلسلہ میں مجاہدۂ نفس۔ جہاں تک اولاد کا تعلق ہے۔ یہ کہنا چاہیے کہ نکاح کے باب میں اسی کو اصل و اساس کی حیثیت حاصل ہے اور اس کیلئے نکاح کا انتظام شرائع نے پیش کیا ہے۔ کیوں کہ اس سے بقاء نوع انسانی کے اصول کی تائید ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے اس دنیا کی رونق اور چہل پہل قائم ہے اگر نسل انسانی باقی ہے تو اس سے

ربع مسکون کی تمدنی و روحانی اقدار کا وجود بھی ممکن ہے اور اگر خدانخواستہ نوع انسانی ہی ختم ہو جاتی ہے تو مذہب اور اس کی اعلیٰ قدروں کے تحفظ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس میں شبہ نہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہتا، تو بغیر رشتۂ ازدواج کے توسل کے انسانوں کو پیدا کر سکتا تھا۔ مگر اس کی حکمت و قدرت نے یہ چاہا نہیں اور یہ پسند نہیں فرمایا کہ اسباب حیات کو بے کار کر دیا جائے۔ اس لیے اس نے انسانی تخلیق کیلئے مرد و عورت میں ایک خاص قسم کا عضوی ڈھانچہ تیار کیا اور اسی ڈھانچہ کا تقاضا ہے کہ ان میں شہوت اور محبت جنسی ایسے میلانات پیدا کیے۔ اس میں یہ راز پنہاں ہے کہ یہی جذبات یہی محبت اور جنسی کشش دونوں کو مجبور کرتی ہے کہ نوع انسانی بقاء و تحفظ کیلئے سرگرم سعی ہو اور اس غرض کی تکمیل کیلئے اپنی بہترین صلاحیتوں کو صرف کرے ورنہ کون ایسا تھا کہ بغیر کسی لطف اندوزی کے اور مادی و محسوس بہرہ مندی کے اتنی بڑی کھکھیڑ مول لیتا۔

نکاح کا دوسرا فائدہ:۔ شیطان سے بچاؤ ہے۔ خواہشات نفس کے بے راہ روی سے اجتناب ہے اور شہوت کے زور کو توڑتا ہے۔ اس سے حفظ بصر کی نعمت حاصل ہوتی ہے اور عفاف و پاکیزگی کی دولت سے انسان مالا مال ہوتا ہے۔ اس حقیقت کی طرف آنحضرت ﷺ نے اشارہ کیا ہے۔ ”من نکح فقد حصن نصف دینه فلیتق الله فی الشطر الاخر“۔ جس نے ازدواجی زندگی اختیار کی۔ اس نے اپنا آدھا دین بچالیا۔ اب اسے چاہیے کہ باقی آدھے کے بارے میں اللہ سے ڈرے۔“

نکاح کا تیسرا فائدہ:۔ انسان اس کی وجہ سے تدبیر منزل کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہو جاتا ہے اور چھوٹے چھوٹے کاموں کی جانب اپنے کو فارغ و یکسو محسوس کرتا ہے اور اس لائق ہو جاتا ہے۔ کہ مہمات امور کیلئے وقت نکال سکے ورنہ اسے خود گھر کی صفائی کا انتظام کرنا پڑے۔ خود برتن مانجے، گھر کا کوڑا کرکٹ صاف کرے اور ضروریات کا اہتمام کرے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ پڑھنے لکھنے اور عمل کیلئے اس کے پاس نہ تو کافی وقت بچے گا اور نہ اتنی مقدرت اور توانائی ہی رہے گی۔ کہ سب کاموں کو انجام دے سکے۔ حضرت سلیمان الدارانی رحمہ اللہ نے جو یہ فرمایا کہ صالح اور نیک بخت بیوی دنیا کے قبیل سے نہیں ہے۔ تو اس کا یہی مطلب تھا۔ کہ اس کی وجہ سے اتنا وقت اور قوت و مقدرت بچ رہتی ہے۔ کہ انسان دین کے بڑے بڑے تقاضوں کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکتا ہے۔ اس مفہوم کا آنحضرت ﷺ نے ایک حدیث میں یوں بیان فرمایا ہے۔

”لیتخذ احدکم قلباً شاکراً ولساناً ذاکراً و زوجة مومنة صالحة تعینه علیٰ اخرته“

> ”تم میں سے ہر ایک کو چاہیے کہ قلب ایسا پائے جو شکر گزار ہو، اور زبان ایسی کہ اس کی یاد میں لذت محسوس کرے اور بیوی وہ نیک اور صالح جو آخرت کے سلسلہ میں معین و مددگار ہو۔“

نکاح کا چوتھا فائدہ:۔ نکاح سے مختلف عشائرہ و قبائل سے تعلقات استوار ہوتے ہیں اور انسان کی قوت و حشمت میں اضافہ ہوتا ہے۔

نکاح کا پانچواں فائدہ:۔ زیادہ اہم ہے اور وہ یہ ہے کہ جب انسان تاہل اور بال بچوں کی زندگی بسر کرے گا۔ تو لامحالہ اس کو ان سے شکایتیں بھی پیدا ہوں گی۔ ان سے اذیتیں بھی پہنچیں گی اور ان کیلئے جو اکل حلال کا سامان کیا جائے گا۔ اس کے حصول کیلئے دشواریاں بھی پیش آئیں گی۔ اب فرض کیجئے یہ شخص شکایتوں اور اذیتوں کے مقابلہ میں تحمل و برداشت سے کام لیتا ہے اور ان کی تادیب و اصلاح کی فکر میں برابر نگاہ رکھتا ہے، ان کی ترتیب اخلاقی کے فریضہ کو باحسن وجہ پورا کرتا ہے اور گھبراتا نہیں۔ مزید براں ان سب کا حلال سے پیٹ بھرتا ہے اور حرام کی طرف پلٹ کر بھی نہیں دیکھتا۔ تو ان اعمال جلیلہ کی فضیلت سے کون انکار کر سکتا ہے؟ یہی وہ بات ہے۔ جس کی طرف آنحضرت ﷺ نے اشارہ فرمایا ہے۔ ”یوم من وال عادل افضل من عبادة سبعین سنة ثم قال الا کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیته“۔

> ”والی عادل کا ایک دن عابد و زاہد کے ستر سال پر بھاری ہے۔ پھر فرمایا تم میں کا ہر ایک ایک طرح کا والی ہے اور تم میں کے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔“

وجہ فضیلت ظاہر ہے۔ یہ متاہل و عیال دار ایسا شخص ہے۔ جس نے اپنی اصلاح بھی کی اور غیر کی اصلاح و تزکیہ کے درپے بھی ہوا۔ پھر اس نے ہر اصلاح کی راہ میں مشکلات کا سامنا بھی کیا۔ یعنی اس کو اگرچہ تکلیفیں پہنچیں۔ مگر اس نے ان سب کو بخندہ پیشانی گوارا کیا۔ بخلاف ایسے

شخص کے کہ جوان جھمیلوں سے یکسر آزاد رہا۔ جس نے دنیا داری کے خارزار میں قدم نہیں دھرا اور لطف اذیت سے آشنا نہیں ہوا۔ یہ دونوں کسی طور سے بھی اجر و ثواب کے لحاظ سے برابر نہیں ہو سکتے۔ اسی نکتہ دلنواز کو بشر حافی نے محسوس کیا اور کہا: "فضل علی احمد بثلاث احدھا انہ یطلب الحلال لنفسہ و لغیرہ"۔ "امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کو مجھ پر تین وجوہ سے فضیلت حاصل ہے۔ جن میں ایک یہ ہے کہ وہ اپنے لیے ہی نہیں اپنے بال بچوں کیلئے بھی حلال کی روزی تلاش کرتا ہے۔"

اور اس حقیقت کو عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ کی چشم معرفت نے دیکھا۔ یہ ایک غزوہ میں شریک تھے۔ اپنے ساتھیوں سے فرمایا۔ جانتے ہو۔ جہاد سے بھی بہتر کونسا عمل ہے۔ کہنے لگے جی نہیں! فرمایا۔ "رجل متعفف ذوعائلۃ قام من اللیل منتظر الی صبیانہ فیاما متکشفین فسترھم و غطاھم بثوبہ فعمل افضل ممانحن فیہ"

"ایک ایسا پاک باز جو عیال دار ہو۔ رات کو بیدار ہو۔ اور دیکھے کہ اس کے ننھے ننھے بچوں سر سے چادر یا لحاف سرک گیا ہے۔ یہ آگے بڑھے اور اپنی چادر سے ان کو ڈھانپ دے۔ تو اس کا یہ فعل ہمارے اس مشغلہ سے بہتر ہے۔" (تعلیماتِ غزالی، ص: ۲۱۸ تا ۲۲۳)

صوفیائے کرام کی تعلیمات میں عورتوں سے حسن سلوک کی اہمیت

شادی کے بعد خاوند کیلئے کن کن آداب کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے اور حسن معاشرت کے سلسلہ میں کن کن ہدایات پر عمل پیرا ہونا لازم ہے۔ یہ بحث ازدواجی زندگی کو اسلامی نقطہ نظر سے بسر کرنے اور سنوارنے کے لحاظ سے بہت اہم ہے۔ تفصیل کیلئے ہم اس کو مندرجہ ذیل بارہ عنوانوں کے تحت ذکر کریں گے۔

(۱) ولیمہ، (۲) حسن خلق، (۳) ملاعبت و ملاطفت، (۴) اعتدال، (۵) غیرت میں توازن، (۶) نفقہ، (۸) عدل (۹) مساعی احسن، (۱۰) وظیفۂ جنسی کے آداب، (۱۱) اولاد، (۱۲) طلاق۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۳۳۱)

حسن معاشرت آنحضرت ﷺ کی آخری وصیت:۔ قرآن میں ہے۔ "و عاشروھن بالمعروف" (نساء: ۱۹) "اور ان سے اچھی طرح رہو سہو۔"

دوسری جگہ ان کے حقوق کی وضاحت ان الفاظ میں فرمائی: "واخذن منکم میثاقا غلیظا"۔ (نساء: ۲۱) "اور تم سے وہ عہد واثق بھی لے چکی ہیں۔ قرآن میں ایک جگہ پڑوسی کے بارے میں آیا ہے۔

"والصاحب بالجنب" (نساء: ۳۶) "اور پہلو کے رفیق۔ (یعنی ان سے بھی احسان اور مروت کا برتاؤ ہونا چاہیے۔"

بعض لوگوں نے اس سے مراد منکوحہ عورت لیا ہے۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ آخری کلمات جو آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے نکلے یہ تھے۔

> "الصلوۃ الصلوۃ و ما ملکت ایمانکم لا تکلفو ھم مالا یطیقونہ اللہ اللہ فی النساء فانھن عوان فی ایدیکم "اور غلاموں کا خیال رکھو، نماز کا التزام کرو، ایسا نہ ہو، کہ تم ان کو ان کے مقدور سے زیادہ زحمت دو اور عورتوں کے بارے میں خصوصیت سے اللہ سے ڈرو۔ کیوں کہ وہ بے چاریاں، سراسر تمہارے قبضہ میں ہیں اور تمہارے رحم و کرم کی اسیر ہیں۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۳۳۲-۳۳۳)

حدودِ اعتدال کی تعیین:۔ ازدواجی رشتوں کو استوار تر کرنے اور حسن معاشرت کے معیاروں کو قائم رکھنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ عورتوں کی پرواہ کیے بغیر ہنسی مذاق جاری رہے اور ملاعبت و ملاطفت میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی جائے۔ چناں چہ آنحضرت ﷺ ہمیشہ اس کا خیال رکھتے اور اپنے مرتبہ و مقام کی بلندیوں کی پروا کیے بغیر ایسی ایسی تفریحات میں بیویوں کے ساتھ حصہ لیتے، جو ان کی عقلی سطح کے عین مطابق ہوتیں۔ چناں

چہ احادیث میں آتا ہے کہ آنحضرت ﷺ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑ لگاتے۔ جس میں ایسا بھی ہوتا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ سے آگے نکل جاتیں۔ ایک مرتبہ آپ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حبشیوں کا تماشہ بھی دکھایا۔ یہ اس لیے کہ اہل وعیال کو خوش رکھنا بھی آپ کے نزدیک ایک بہت بڑی دینی خدمت انجام دینا ہے۔ اس حقیقت کا اظہار آپ ﷺ نے ایک حدیث کے ذریعہ یوں فرمایا ہے۔

''اکمل المومنین ایمانا احسنھم خلقا و الطفھم باھلہ''۔ کامل الایمان آدمی وہ ہے، جس کے اخلاق اچھے ہوں اور جو اپنے بال بچوں کیلئے بدرجہ غایت شفیق ہو۔

ایک دوسری حدیث میں ہے: ''خیرکم خیرکم نسائہ و انا خیرکم نسائی''۔ ''تم میں سے بہتر وہ ہے جو عورتوں کے حق میں بہتر ہو اور میں تم سب میں عورتوں کے حق میں بہتر ہوں۔''

ہنسی مذاق اور لطف وملاعبت کی افادیت کا جہاں تک تعلق ہے۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔ کہ اس سے ازدواجی تعلقات کی استواری میں بڑی مد ملتی ہے۔ لیکن اس کی بھی کچھ حدود ہیں۔ اور ان حدود میں اعتدال وتوازن کا خیال رکھنا نہایت ضروری ہے۔ مثلاً خاوند کو اللہ تعالیٰ نے سیادت عطا کی ہے۔ اور ایک قسم کا وقار بخشا ہے۔ جو تدبیر منزل کی مصلحتوں کو نبھانے اور آپس میں جھگڑوں کو نمٹانے کیلئے بہت اہم ہے۔ اب اگر اس کا طرز عمل ایسا ہے جس سے عورت گستاخ ہو جاتی ہے اور اس سے خاوند کا وقار اُٹھ جاتا ہے۔ اور وہ ہیبت باقی نہیں رہتی جس کا باقی رہنا خود اس کے حق میں مفید ہے تو یہ طرز عمل اعتدال اور توازن کے خلاف ہوگا۔

اسی طرح خاوند کو اس چیز کا بھی خیال رکھنا ہوگا کہ بیوی منکرات اور خلاف شرح باتوں پر جسور نہ ہو جائے اور اس کے تساہل ومحبت سے اس کو حدود اللہ کو توڑنے کا موقع نہ ملے۔ یہ درست ہے۔ ان سے حسن سلوک روا رکھنا چاہیے اور عمدہ برتاؤ کا ثبوت دینا چاہیے۔

(تعلیماتِ غزالی، ص: ۳۳۴-۳۳۵)

عدل وتوازن ہی معاشرت کی اساس ہے:۔ الغرض عدل وتوازن ہی زندگی ومعاشرت کا بہترین پیمانہ ہے۔ اس پر زمین آسمان کی استواریاں قائم ہیں۔ یہ اگر موجود ہے۔ تو معاشرت میں ایک طرح کا انضباط اور ہمواری رہے گی اور اگر یہ عدل ہی پایا نہیں جاتا ہے۔ تو طرح طرح کی قباحتوں کا پیدا ہونا لازمی ہے۔ (تعلیماتِ غزالی، ص: ۳۳۷)

بیوی کے راز افشاء نہ کرنے میں بزرگ کی احتیاط:۔ کسی صورت میں بھی اپنی بیوی کا راز افشا نہ کرے اور کوئی لفظ اپنی زبان سے ایسا نہ نکالے جس سے اس کی حرمت وعزت نفس پر حرف آتا ہو۔ نہ اس وقت جب وہ اس کے حبالہ عقد میں ہو اور نہ اس وقت جب وہ اس کی بیوی نہ رہے۔ حدیث میں آنحضرت ﷺ نے اسے بدترین خیانت سے تعبیر فرمایا ہے۔ ایک بزرگ کا قصہ ہے کہ ان کی اپنی بیوی سے کچھ شکایتیں پیدا ہوئیں اور چاہا کہ طلاق دے دیں۔ کسی دوست کو معلوم ہوا تو انہوں نے از راہ بے تکلفی پوچھ لیا۔ آپ کیوں طلاق دے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب تک میری بیوی ہے میں راز افشاء کرنے والا نہیں۔ کیوں کہ اس کی عزت اور ناموس کی حفاظت میرا فرض ہے۔ پھر جب انہوں نے طلاق دے دی۔ تو انہوں نے بر بنائے دوستی سوال کیا۔ آپ نے کیوں اس غریب کو چھوڑ دیا۔ کہنے لگے کہ اب چوں کہ میرے لیے وہ بمنزلہ ایک غیر اور اجنبی عورت کے ہے۔ اس بنا پر اس کو ذلیل کرنے کا مجھے کیا حق حاصل ہے۔؟

پانچ آدمی صحبت کے لائق نہیں:۔ حضرت جعفر الصادق رضی اللہ عنہ کا قول ہے:

"لاتصحب خمسة الكذاب فانك منه على غرور و هو مثل السراب يقرب منك البعيد و يبعد منك القريب والاحمق فانك لست منه على شيء يريد ان ينفعك فيضرك والبخيل فانه يقطع بك احوج ماتكون اليه والجبان فانه يسلمك و يفر عند الشدة، والفاسق، فانه يبيعك باكلة اواقل منها"

''پانچ آدمیوں کی صحبت سے قطعی مجتنب رہو۔ ایک تو جھوٹے کی صحبت سے۔ کیوں کہ اس کی طرف سے تم ہمیشہ

> دھوکے میں رہو گے۔ وہ اور اس کے وعدے ہمیشہ سراب ہیں۔ مزید براں وہ ان لوگوں کو تمہارے قریب کر دے گا جنہیں دور رہنا چاہیے اور ان لوگوں کو دور کر دے گا۔ جنہیں قریب تر رہنا چاہیے۔ دوسرے احمق کی صحبت سے اس سے تمہارا کوئی ناطہ نہیں۔ یہ تمہیں نفع پہنچانا چاہے گا مگر اس طرح کہ تمہیں نقصان پہنچے۔ تیسرے بخیل کی صحبت سے کہ یہ ان چیزوں کو روک دے گا، جن کی تمہیں شدید ترین ضرورت ہو سکتی ہے، چوتھے بزدل کی رفاقت سے کہ یہ تمہیں دشمن کے سپرد کر دے گا اور مقابلہ پر بھاگ کھڑا ہو گا۔ پانچویں فاسق کی دوستی سے کہ یہ تمہیں ایک لقمہ یا اس سے بھی کم کے عوض بیچ ڈالنے میں دریغ نہیں کرے گا۔" (تعلیماتِ غزالی، ص: ۳۹۸-۳۹۹)

نیک مجالس کی ضرورت واہمیت:۔ فاسق مگر شائستہ شخص اس قاری قرآن سے زیادہ اچھا ہے جو بد اخلاق ہو حضرت جنید رحمہ اللہ کا قول: حضرت جنید رحمہ اللہ نے دوستی کے معیار پر ایک دوسرے ہی پہلو سے غور کیا ہے۔ ان کا قول ہے۔ "لان یصحبنی فاسق حسن الخلق احب الی من ان یصحبنی قاریٔ سیّءِ الخلق" "ایک فاسق، مگر شائستہ اخلاق انسان کی دوستی، میرے نزدیک اس قاری کی دوستی سے کہیں بہتر ہے، جو بد اخلاق ہو۔

بشر نے اخوت کو تین قسموں میں بانٹا ہے۔

> "الاخوان ثلاثۃ! اخ لآخرتک و اخ لدنیاک و اخ تتانس بہ" "بھائی تین طرح کے ہیں، ایک جو آخرت کے سلسلہ میں معین ہو۔ دوسرا جس سے مشکلات دنیا میں مدد ملے اور تیسرا جس سے مل کر راحت حاصل ہو۔"

ماموں کی تقسیم بھی تجربہ پر مبنی ہے۔

> "الاخوان الثلاثۃ احدھم مثلہ، مثل الغراء لا یستغنی عنہ والاخر مثلہ مثل الدواء یحتاج الیہ فی وقت دون وقت، والثالث مثلہ مثل الداء لا یحتاج الیہ"۔
>
> "بھائیوں کی تین قسمیں ہیں۔ ایک ایسا ضروری ہے جیسے روزمرہ کی غذا۔ اس سے بے نیازی ممکن نہیں۔ دوسرا دواء کی مانند ہے جس کی کبھی کبھی ضرورت پڑتی ہے اور تیسرا بجائے خود بیماری ہے۔ اس کی کبھی بھی ضرورت محسوس نہیں ہوتی۔" (تعلیماتِ غزالی، ص: ۳۹۹-۴۰۰)

صوفیائے کرام کی تعلیمات میں کسب معاش کی اہمیت

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور کارسازیوں نے دین و دنیا کے قانون کی کچھ اس طرح تقسیم فرمائی ہے۔ کہ آخرت کو تو ثواب واجر کی جگہ مقرر کیا ہے اور دنیا کو تگ ودو اور سعی اضطراب کی جولانگاہ بنایا ہے اور پھر تگ ودو اور جدوجہد صرف معاد ہی کیلئے مخصوص نہیں رکھی۔ بلکہ اس کو حصول دنیا کیلئے بھی ضروری ٹھہرایا ہے۔ کیوں کہ آخرت اور معاد کی برکات سے دامن بھرنے کا بہت بڑا ذریعہ یہ دنیا ہی ہے۔ یہ آخرت کی کھیتی ہے اور آخرت کیلئے بہترین وسیلہ ہے۔

قرآن حکیم میں ہے۔ "وجعلنا النھار معاشا" (نباء:۱۱)۔ "اور دن کو معاش کا وقت قرار دیا۔"

یہاں یہ نکتہ نظر وفکر کے سامنے رہنا چاہیے، کہ معاش کا ذکر معرض امتنان ہوا ہے۔

"وجعلنا لکم فیھا معایش قلیلاً ما تشکرون"۔ (الاعراف:۱۰) "اور اس میں تمہارے لیے سامان معیشت پیدا کیے"

اس آیت میں جہاں حصول دنیا کو نعمت کی حیثیت سے بیان فرمایا ہے۔ وہاں شکر ومنونیت کا بھی مطالبہ کیا ہے۔

"فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ"۔ (جمعہ:۱۰) "نماز جمعہ کے بعد اپنی اپنی راہ لو اور خدا کا فضل تلاش کرو۔"

احادیث میں بھی حصول معاش کی کوششوں کو کچھ کم سراہا نہیں گیا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ "من الذنوب ذنوب لا یکفر ھا

الا الھم فی طلب المعیشۃ" "کچھ گناہ ایسے ہیں جن کا کفارہ طلب معاش کی فکر ہی سے ہو سکتا ہے۔"

سچے تاجر کے رتبہ کی بلندیاں:۔ اسے انبیاء علیہ السلام کی معیت حاصل ہوگی: ایک حدیث میں ہے:

"التاجر الصدوق یبعث یوم القیامۃ مع الصدیقین والشھداء"

"ایمان دار اور سچا تاجر قیامت کے دن صدیقین اور شہداء کا رفیق ہوگا۔"

محنت و مزدوری سے کمانے والے کے چہرہ پر کس درجہ انوار کا ہجوم ہوگا۔ اس کو اس حدیث میں ملاحظہ فرمایئے:

"من طلب الدنیا حلالاً و تعففا عن المسئلۃ و سعیا علی عیالہ و تعلقا علی جارہ نضر اللہ وجھہ کالقمر اللیلۃ البدر" "جس نے دنیا کو جائز ذرائع سے حاصل کیا کہ سوال کی ذلتوں سے محفوظ رہے اپنے بال بچوں کی ضروریات کو پورا کرے اور پڑوسی کے ساتھ ہمدردی و شفقت کا اظہار کرے۔ ایسا شخص اللہ سے اس حالت میں ملے گا کہ اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہا ہوگا۔" (تعلیمات غزالی، ص: ۴۱۵-۴۱۶)

نام کتاب:۔ ہفت روزہ خدام الدین لاہور، امام اولیاء حضرت لاہوری نمبر..... امام الاولیاء شیخ التفسیر حضرت مولانا
احمد علی لاہوری قدس سرہ....... شخصیت، حالات و کمالات اور مذہبی و سماجی خدمات پر ایک تاریخی دستاویز
ناشر:۔ انجمن خدام الدین، دروازہ شیرانوالہ (لاہور)

چند تاثرات، چند مشاہدات

جناب محمد اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ، ادارہ ثقافت اسلامیہ۔ لاہور

تصوف میں عدیم النظیر شخصیت کا تعارف:۔ میانہ قد، متوسط جسم، نورانی چہرہ، لمبی داڑھی، روشن آنکھیں، ذہانت کی آئینہ دار، چلیں تو عالمانہ وقار کے حامل، بولیں تو موتی برسائیں، صاف ستھرے مگر سادہ لباس میں ملبوس، ہونٹوں پر ہر آن مسکراہٹ چھائی ہوئی، یبوست سے دور، عبوست سے نفور، تعصب سے متنفر، گفتگو میں نرم، عمل میں گرم، کردار میں پاکیزہ، عمدہ خصائل، خوش مزاج اخلاق میں قرآن کے قالب میں ڈھلے ہوئے، مہمان نواز، معاصرین کے احترام میں بے مثال، اہل علم کی تکریم میں بے مثال، چھوٹوں کے مشفق، متبع سنت، قاطع بدعت، مبلغ توحید، تحریک آزادی برصغیر کے بطل جلیل، تفسیر قرآن میں یکتا، عمل بالحدیث میں اپنی مثال آپ، فقہ میں ماہر کامل، تصوف میں عدیم النظیر، طریقت میں منفرد، وعظ و تبلیغ دین میں پوری ایک جماعت کے قائم مقام، ایثار پیشہ، نصح و خیر خواہی کے پیکر، اعتدال و توازن کا مرقع، ذکر و فکر کا دل نواز مجموعہ، ہر پہلو سے عامل شریعت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم..... یہ تھے حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ . . !!

ابتدائی کتب کا درس حاصل کرنا:۔ سب سے پہلے حضرت مرحوم کا اسم گرامی میں نے ۱۹۳۵ء، ۱۹۳۶ء میں سنا۔ وہ میرے بچپن کا زمانہ تھا اور میں تھوڑی بہت اردو پڑھ لیتا تھا۔ ان دنوں حضرت الاستاذ مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ میرے وطن مشرقی پنجاب کی ریاست فرید کوٹ کے قصبہ کوٹکپورہ میں قیام پذیر تھے اور وہاں کی مسند خطابت و تدریس ان کے سپرد تھی میں ان سے بالکل ابتدائی درسی کتابیں پڑھتا تھا۔ وہ کسی کام لاہور تشریف لائے اور واپسی پر ۱۶/۲۰×۳۰ سائز کی ایک موٹی سی کتاب عنایت کی۔ کھول کر دیکھی تو چند چھوٹے چھوٹے دینی اور مذہبی رسائل پر مشتمل تھی جو حضرت مولانا احمد علی مرحوم کے تصنیف کردہ تھے اور ایک ہی جلد میں مجلد تھے۔ ان کے نام اصلی حنفیت، میلاد مروجہ کی شرعی حیثیت وغیرہ تھے۔ انجمن خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور کی طرف سے شائع کیے گئے تھے۔ زبان سادہ اور عام فہم تھی۔ ان کے مضامین کی تاثیر انگیزی کا یہ عالم تھا کہ ہر بات دل کی تہوں میں اترتی جاتی تھی۔ میں نے وہ رسالے بڑے شوق اور توجہ سے پڑھے۔ بہت سے لوگوں کو پڑھنے کیلئے دیئے۔ متعدد افراد نے یہ رسالے انجمن خدام الدین سے منگوائے اور ان کا مطالعہ کیا۔ ان رسالوں کا تعارف کراتے ہوئے مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف رحمہ اللہ ان کے مصنف

شہیر مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ کی بڑی تعریف کرتے اور ان کی علمی اور تبلیغی سرگرمیوں کی وضاحت فرماتے۔

حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی زیارت کی شدید آرزو:۔ اس کے بعد وقت گزرتا گیا اور حضرت مرحوم کی بھرپور اور پُرخلوص علمی، عملی اور سیاسی مساعی کے چرچے سننے اور پڑھنے میں آتے رہے۔ ۱۹۴۱ء کی سردیوں میں میں حضرت مولانا محمد اسماعیل مرحوم (گوجرانوالہ) کے سلسلہ درس اور حلقۂ تلمذ میں شریک تھا کہ ایک دن مولانا عبدالمجید (سوہدروی مرحوم) سترہ اٹھارہ کے ایک جوان رعنا کو جو سفید کھدر کا کرتہ شلوار پہنے ہوئے اور کھدر ہی کی سفید چادر اوڑھے ہوئے تھے مولانا محمد اسماعیل مرحوم کی خدمت میں لے کر آئے اور ان کے مدرسے میں داخل کرایا۔ (میری عمر بھی کم و بیش یہی تھی) معلوم ہوا کہ یہ حضرت مولانا احمد علی صاحب کے صاحبزادۂ گرامی قدر ہیں اور ان کا نام عبید اللہ انور ہے اس زمانے میں اگرچہ وہ مولانا عبید اللہ انور نہ تھے۔ تاہم "صاحبزادہ" تھے اور ملک کے بہت بڑے عالمِ دین کے بیٹے تھے۔ اس لحاظ سے سب طلباء ان کی تکریم کرتے تھے۔

بڑے آدمی عام طور پر بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں اور اس میں وہ حق بجانب بھی ہوتے ہیں۔ آخر کس کس کی کون کون سی بات یاد رکھیں۔ یہ بندۂ عاجز غالباً سب سے زیادہ ان کو محترم گردانتا تھا۔ کیونکہ عمر کے بالکل ابتدائی دور میں ان کے والدِ گرامی کے مختلف مذہبی رسائل سے استفادہ کر چکا تھا۔

مولانا عبید اللہ انور خاموش طبع اور کم آمیز تھے۔ پھر عالی مرتبت باپ کی طرح کسی قدر تصوف وطریقت کے جوہر اس عمر میں بھی ان میں نمایاں تھے۔ وہ زیادہ عرصہ وہاں نہیں رہے، زیادہ سے زیادہ ایک مہینہ رہے ہوں گے، میں جب ان کو دیکھتا دل میں خیال آتا، کاش کبھی ان کے والد گرامی کی زیارت کا موقع ملے۔

مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کا صدر مجلس بننا:۔ مارچ ۱۹۴۲ء میں جمعیۃ علماء ہند کا سالانہ اجلاس زیر صدارت حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ لاہور میں ہونا قرار پایا۔ اخبارات واشتہارات میں مولانا احمد علی رحمہ اللہ کا نام مجلس استقبالیہ کے صدر کی حیثیت سے شائع ہوتا رہا۔ لیکن بعد کو حالات نے کچھ ایسی کروٹ لی کہ مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم کے انکار کی وجہ سے مولانا مرحوم صدر استقبالیہ نہ بن سکے اور ان کی جگہ مولانا سیّد محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کو صدر مجلس استقبالیہ بنایا گیا۔ اس سے پہلے مولانا غزنوی رحمہ اللہ سیکرٹری مجلس استقبالیہ منتخب ہوئے تھے اور اخبارات میں ان ہی دونوں بزرگوں کے اسمائے گرامی صدر مجلس استقبالیہ منتخب ہوئے تھے اور اخبارات میں ان ہی دونوں بزرگوں کے اسمائے گرامی صدر مجلس استقبالیہ اور سیکرٹری مجلس استقبالیہ کے طور پر شائع ہوتے رہے تھے۔

یہ سب باتیں ملک کی سیاسی تاریخ کا ایک حصہ ہیں اور ان کی بعض تفصیلات کا مجھے علم ہے، لیکن یہ تفصیلات میں جانے کا محل نہیں۔ اس لیے کہ اصل موضوع سے باہر نکل جانے کا خطرہ ہے۔ یہاں ان کی طرف صرف اشارہ کر دینا ہی کافی ہے۔ عرض کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ اب تک حضرت مولانا احمد علی مرحوم کے فقط اسم گرامی ہی سے آشنائی تھی، ان کی زیارت کا موقع میسر نہ آیا تھا۔

حضرت رحمہ اللہ کی زیارت کا پہلا موقع:۔ اس بندۂ عاجز کو حضرت مرحوم کی زیارت کا شرف پہلی مرتبہ ۱۹۴۸ء کے آخر میں حاصل ہوا جب کہ مرکزی جمعیۃ اہلحدیث مغربی پاکستان کے ناظمِ دفتر کی حیثیت سے لاہور آیا۔ نماز جمعہ پڑھنے کیلئے مولانا مرحوم کی مسجد میں گیا وہ تقریر کر رہے تھے، ان کی تقریر کے بعض جملے اب تک کانوں میں گونج رہے ہیں۔ انہوں نے فرمایا تھا:

> "پاکستان اسلام کیلئے بنایا گیا ہے۔ حکمرانو! اسے اسلام کے حوالے کر دو۔ اس ملک سے غیر اسلامی طور طریق مٹا دو۔
> اس میں فقط اسلام ہی کی ترویج کرو۔ اگر اسلام نہیں لاؤ گے تو میں اللہ کے حضور تمہارے خلاف گواہ بنوں گا اور اس کے
> دربار میں عرض کروں گا کہ انہوں نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا۔ جو لوگ لٹ پٹ کر یہاں آئے ہیں وہ قیامت کے روز
> تمہارا دامن پکڑیں گے، اور میدانِ حشر میں تمہیں کھینچیں گے، وہ بڑا نازک وقت ہوگا تم اللہ کو کیا جواب دو گے؟"

مولانا رحمہ اللہ ایک خاص جذبے اور روانی سے یہ باتیں کہہ رہے تھے۔ ساتھ ہی لوگوں کی تائید بھی حاصل کر رہے تھے۔ انہوں نے سر

سے عمامہ اتار رکھا تھا اور عجیب وغریب اسلوب سے جو بڑا ہی مؤثر اسلوب تھا تقریر ارشاد فرما رہے تھے۔ نماز جمعہ کے بعد ہجوم میں گھس کر میں نے حضرت رحمہ اللہ کو سلام کیا۔ اور واپس آ گیا۔ یہ ان کی زیارت کا پہلا موقع تھا اور تقریر بھی پہلی دفعہ سننے کا اتفاق ہوا۔

کچھ عرصہ بعد ہفت روزہ ''الاعتصام'' جاری ہوا اور اس کی ادارت میرے سپرد ہوئی تو مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے متعدد مواقع میسر آئے، مولانا سیّد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی معیت میں بھی ان کے ہاں گیا اور تنہا بھی کئی مرتبہ حاضر ہوا۔ میں جب جاتا دعا کی درخواست کرتا۔ وہ نہایت خوشگوار طریقے سے خیر خیریت پوچھتے اور دعا دیتے۔ اس ضمن میں چند واقعات جنہیں میرے ذاتی مشاہدات و تاثرات سے تعبیر کرنا چاہیے ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔

شربت بطور تبرک نوش فرمانا:۔ ۱۹۵۳ء میں جب تحریک ختم نبوت کا ہنگامہ زوروں پر تھا میں ایک دن مولانا غزنوی رحمہ اللہ کا خط لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مسجد میں گیا تو پتہ چلا کہ گھر تشریف لے گئے ہیں۔ مسجد سے ایک آدمی مجھے گھر لے گیا۔ حضرت رحمہ اللہ تشریف فرما تھے۔ باہر آئے اور حسبِ معمول تپاک سے ملے۔ کمرے میں بٹھایا اور حاضری کی وجہ دریافت فرمائی۔ میں نے مولانا غزنوی رحمہ اللہ کا خط پیش کیا۔ خط پڑھا اور زبانی اس کا جواب دیا۔ فرمایا میں تم پر اعتماد کرتا ہوں کہ میرے ہی الفاظ مولانا غزنوی رحمہ اللہ سے بیان کرو گے۔ بعد ازاں اصرار کر کے شربت کا گلاس عنایت فرمایا اور میں نے تبرک سمجھ کر پیا۔ رخصت کرنے کیلئے مسجد تک میرے ساتھ تشریف لائے۔ میں احتراماً ذرا پیچھے ہٹتا تھا تو خود میرے برابر ہو جاتے۔

میں نے واپس آ کر سارا واقعہ مولانا غزنوی رحمہ اللہ سے عرض کیا تو اس درجہ خوش ہوئے کہ فرطِ مسرت اور جوشِ محبت سے آنکھوں میں آنسو چھلک آئے اور حضرت رحمہ اللہ کی درازیٔ عمر کیلئے دعا فرمائی۔

میرا ماتھا چوم لیا اور دعا فرمائی:۔ ۱۹۵۵ء میں ایک نہایت عجیب واقعہ پیش آیا جو میرے لیے بہت ہی خوشی کا باعث تھا۔ اس واقع سے پہلے اس کا پس منظر بیان کرنا ضروری ہے۔ جو مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ مئی ۱۹۵۵ء میں حجیت حدیث کے موضوع پر تقریر کرتے ہوئے مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم نے صحیح بخاری کی تمام احادیث کی صحت وعدم صحت کے بارے میں چند ایسے الفاظ کہہ دیے جو مسلک اہلسنت سے مطابقت نہ رکھتے تھے۔ میں نے ''الاعتصام'' میں ایک اداریہ لکھا جس میں صحیح صورت حال کی وضاحت کی گئی تھی اور محدثین کے مؤقف کی روشنی میں صحیح بخاری کی تمام احادیث کو صحیح ثابت کیا گیا تھا۔ اس پر جماعت اسلامی کے رسائل وجرائد نے ایک بحث شروع کر دی۔ اس بحث نے اتنا طول کھینچا کہ دو اڑھائی سال تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ یہ ''اخباری جنگ'' اپنی نظرت کے مطابق چونکہ مختلف محاذوں میں پھیل گئی تھی اس لیے چند روزنامے بھی اس موضوع کے متعلق ''الاعتصام'' کے بعض اداریے اور شذرات شائع کرنے لگے جن میں مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش کا روزنامہ ''نوائے پاکستان'' پیش پیش تھا۔ پھر ''نوائے وقت'' اور ''امروز'' بھی جماعت کے سیاسی کوائف سے متعلق ''الاعتصام'' کا ادارتی مواد چھاپتے اور اپنے انداز میں اس پر تبصرہ کرتے تھے۔

بحث کا سلسلہ بہت آگے بڑھ گیا تو مشہور اہلحدیث عالم مولانا محمد علی قصوری (ایم۔ اے۔ کینٹب) مرحوم درمیان میں پڑے اور مصالحت کی غرض سے متعلقہ فریقوں کے بعض حضرات کو اپنے مکان (واقع ۲۱ ٹیمپل روڈ لاہور) میں مدعو کیا۔ جماعت اسلامی کی طرف سے مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم، میاں طفیل محمد اور ملک نصر اللہ خاں عزیز مرحوم تشریف لائے۔ مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ کی طرف سے خود حضرت مولانا مرحوم، مولانا مرتضیٰ احمد خاں میکش مرحوم (ایڈیٹر نوائے پاکستان) شریک ہوئے۔ ان کے ساتھ تیسرے بزرگ اور تھے جن کا نام میرے ذہن میں محفوظ نہیں رہا۔ لیکن حلیہ یہ تھا۔ سرخ وسفید رنگ، قدرے لمبا قد، متوازن جسم، سفید داڑھی، غالباً عمامہ باندھے ہوئے تھے۔ شبہ پڑتا ہے کہ عبدالرحیم یا عبدالرحمٰن کہہ کر میکش مرحوم نے ان کا تعارف کرایا تھا۔

جماعت اہلحدیث کی طرف سے مولانا سیّد داؤد غزنوی رحمہ اللہ، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ اور یہ بندۂ عاجز ''الاعتصام'' کے ایڈیٹر کی حیثیت سے شائع اجلاس ہوئے۔ مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ کو بھی دعوت دی گئی تھی لیکن بروقت اطلاع نہ پہنچنے کی وجہ سے وہ تشریف نہ لا سکے جس کا انہیں افسوس ہوا۔

میزبان خود مولانا محمد علی قصوری مرحوم تھے اور ان کے بڑے بھائی مولانا محی الدین احمد قصوری گفتگوئے مصالحت میں ان کے معاون تھے۔

دیر تک گفتگو ہوتی رہی اور زیر بحث معاملات کی تمام شقیں سامنے آئیں۔ سب نے بحث میں حصہ لیا لیکن مولانا احمد علی مرحوم، مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ اور یہ بندۂ عاجز بالکل خاموش بیٹھے رہے۔ میں چونکہ سب سے کم سن تھا لہٰذا معزز مہمانوں کو پانی پلانے اور چائے پیش کرنے کے فرائض انجام دیتا رہا۔ اس قسم کے مباحث صحافتی زندگی کا لازی حصہ ہیں یہ کوئی انوکھی یا نئی بات نہ تھی۔

بہر حال اس موقع پر نہایت اختصار کے ساتھ یہ واقعہ اس لیے زبان قلم پر آ گیا ہے کہ میں مجلس سے اُٹھ کر کسی کام سے باہر برآمدے میں آیا تو حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ بھی تشریف لے آئے آتے ہی مجھ سے بغلگیر ہوئے اور میرا ماتھا چوم لیا۔ فرمایا:

> ''میں تمہارے مضامین و مقالات باقاعدہ عبید اللہ انور سے سنتا ہوں، بہت خوش ہوتا ہوں اور تمہیں دعا دیتا ہوں۔ اللہ تمہیں خوش رکھے، تم دین کی بہت خدمت کر رہے ہو۔''

انکے یہ الفاظ اور مشفقانہ انداز میرے لیے بہت بڑا اعزاز تھا۔ میں نے سر جھکا کر اظہار تشکر کیا اور دعائے خیر میں یاد رکھنے کی درخواست کی۔

پیکرِ خیر اور مرقع علم و عمل:۔ ایوب خاں کی حکومت کا دور تھا۔ ایک روز میں نماز ظہر سے قبل اپنے دفتر میں بیٹھا ''الاعتصام'' کیلئے اداریہ لکھ رہا تھا ایک صاحب آئے اور مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ میں نے کہا تھوڑی دیر تشریف رکھیے، ظہر کی اذان ہونے والی ہے مولانا نماز کیلئے تشریف لائیں گے تو مل لیجیے گا۔ مولانا آئے، نماز پڑھی اور اپنے نیچے کے کمرے میں جسے وہ بطور دفتر استعمال کرتے تھے چلے آئے۔ میں نووارد کو ان کے پاس لے گیا۔

معلوم ہوا کہ وہ علاقہ نواب صاحب کے گاؤں میں رضا آباد سے آئے ہیں۔ مولانا عبدالستار خاں نیازی نے انہیں بھیجا ہے۔ سُنّی المسلک ہیں ان سے شیعہ حضرات کا کچھ جھگڑا ہو گیا ہے اور معاملہ مذہبی اعتبار سے سنگین نوعیت اختیار کر گیا ہے۔ مولانا غزنوی رحمہ اللہ نے ساری بات سن کر لاہور کے علماء کرام کی میٹنگ طلب کی جن میں حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ کا اسم گرامی سرِفہرست تھا۔ حضرت رحمہ اللہ کو ٹیلی فون کیا تو معلوم ہوا کہ وہ سخت مصروف ہیں اور فوری طور سے تشریف نہ لا سکنے کی سہولت کے پیش نظر مسجد شیرانوالہ ہی میں میٹنگ کا انتظام کیا گیا۔ حضرت مولانا مرحوم سب شرکائے میٹنگ سے ملے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور کارروائی میں پورا حصہ لیا۔ کارروائی میں نے لکھی، میٹنگ ختم ہوئی اور حاضرین واپس چلے گئے۔ کارروائی کو آخری شکل دے کر دستخط کرانے کی غرض سے میں دوبارہ حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں مسجد شیرانوالہ میں حاضر ہوا۔ بیحد شفقت سے پیش آئے۔ کارروائی پڑھی اور دستخط فرمائے۔ میں اجازت لے کر چلنے لگا تو کھڑے ہو گئے۔ میں نے ہرچند عرض کیا کہ تشریف رکھیے میں اس ذرہ نوازی پر بہت شکر گزار ہوں۔ مگر نہیں مانے، مسجد کے دروازے تک میرے ساتھ آئے اور فرمایا:

> ''تم کئی وجہ سے میرے لیے باعثِ تکریم ہو، ایک تو مہمان ہو، دوسرے کارِ خیر سے آئے ہو، تیسرے مولانا غزنوی رحمہ اللہ کے سفیر کی حیثیت سے آئے ہو، جن کا احترام واجب ہے اور سفیر کا احترام بھی ضروری ہے، چوتھے تمہارے اداریے پڑھتا ہوں، اور خوش ہوتا ہوں۔''

مجھے رخصت کرتے وقت فرمایا: ''مولانا غزنوی رحمہ اللہ سے بہت بہت سلام کہنا''۔

یہ ان کے انکسار اور تواضع کی انتہا تھی، ورنہ کہاں یہ گناہگار اور سراپا معصیت اور کہاں وہ پیکرِ خیر اور مرقع علم و فضل!

مولانا غزنوی اور حضرت لاہوری رحمہا اللہ کی مسائل تصوف میں موافقت:۔ مولانا احمد علی مرحوم اور مولانا سیّد داؤد غزنوی کے باہمی تعلقات بہت زیادہ تھے اور دونوں بزرگ ایک دوسرے کی انتہائی تکریم کرتے تھے۔ مجھے اس کا پورا علم اور کامل احساس تھا۔ مولانا

غزنوی رحمہ اللہ بالکل برداشت نہ کرتے تھے کہ حضرت رحمہ اللہ کے خلاف کوئی لفظ بھی کہا جائے۔ اس سلسلے میں ایک واقعہ لائق تذکرہ ہے۔

حضرت مولانا احمد علی مرحوم نے ایک مرتبہ مجلسِ ذکر میں کشفِ قبور کے متعلق اپنے کچھ تجربات و مشاہدات بیان فرمائے اور کوئی ایسی بات کہی جس سے یہ مستفاد ہوتا تھا کہ قبر میں میت جن حالات سے دوچار ہو اس کا انہیں مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ میں نے "الاعتصام" میں اس پر ایک شذرہ لکھا اور نہایت ادب سے چند سطور میں حضرت مولانا رحمہ اللہ کے نقطۂ نظر سے اظہارِ اختلاف کی جرأت کی۔

اس کے تیسرے یا چوتھے روز بعد مولانا غزنوی رحمہ اللہ نے مجھ سے فرمایا:

> "ایڈیٹر صاحب! میں نے مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ کے کشفِ قبور کے بارے میں آپ کا ادارتی نوٹ پڑھا۔ آپ یہ فرمایئے کہ اگر مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ اتنے نیک ہو جائیں کہ انہیں کشفِ قبور ہونے لگے تو آپ کو کیا اعتراض ہے؟"

اس ایک ہی جملے سے میرا مسئلہ حل ہو چکا تھا اور میرے پاس سوائے اس کے کوئی جواب نہ تھا کہ بلا تامل عرض کر دوں۔ "کوئی اعتراض نہیں۔"

اس سے ان دونوں بزرگوں کی ذہنی ہم آہنگی فکری مطابقت، مسائلِ تصوف میں موافقت اور تعلقات کی انتہائی نزاکت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

چند لائقِ تذکرہ اوّلیات و خصوصیات:۔ لاہور کی علمی اور تبلیغی تاریخ میں حضرت مولانا احمد علی مرحوم کی خاص نوعیت کی کچھ اوّلیات اور خصوصیات ہیں جن کی حیثیت صدقہ جاریہ کی ہے۔ اس لیے اس عروس البلاد کی روحانی اور علمی فضاؤں میں اس کے اثرات ہمیشہ قائم رہیں گے اور حضرت مرحوم اس کے اجر و ثواب سے متمتع ہوتے رہیں گے۔ ان شاء اللہ!

۱- مولانا مرحوم سے پہلے بھی اگرچہ لاہور کی چینیانوالی مسجد میں حضرت مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کا سلسلہ درس جاری تھا۔ تاہم مولانا احمد علی رحمہ اللہ پہلے عالمِ دین ہیں جنہوں نے اپنے درس میں تسلسل پیدا کیا اور اس کو باقاعدگی کے سانچے میں ڈھالا۔ وہ بغیر کسی شدید مجبوری کے اس میں ہرگز ناغہ نہ کرتے۔

۲- ان کا نہجِ تفہیم اور طریقِ کلام کچھ اس قسم کا تھا کہ ان کے درسِ قرآن مجید سے عوام اور خواص یکساں اثر پذیر ہوتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ ان سے استفادہ کرنے والوں کا حلقہ بڑا وسیع ہے اور ان کے اصحاب عقیدت مختلف طبقات کو محیط رہیں۔

۳- وہ فقط لاہور ہی کے نہیں بلکہ برصغیر کے پہلے صاحب علمِ دین ہیں۔ جنہوں نے سال میں سہ ماہی (شعبان، رمضان، شوال) سلسلۂ درسِ قرآن کا آغاز کیا جس میں پاک و ہند کے مشاہیر علمائے کرام ان سے مستفید ہوئے۔ علماء کی اس عالی مقام جماعت میں بعض بین الاقوامی شہرت کے حضرات بھی شامل ہیں۔ مثلاً مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ اسی بلند بخت گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ ہندوستان کے عظیم و مشہور علمی خاندان کے چشم و چراغ ہیں۔ ندوۃ العلماء لکھنؤ کے فارغ التحصیل ہیں جہاں تفسیر قرآن باقاعدہ پڑھائی جاتی ہے۔ مگر وہ قرآن کے خاص تفسیری نکات سمجھنے کیلئے لکھنؤ سے چلے اور لاہور آ کر مولانا احمد علی صاحب مرحوم سے مستفید ہوئے۔ پھر مشرقی پنجاب کے لکھوی خاندان کے جلیل القدر رکن اور جمعیۃ اہلِ حدیث کے موجودہ امیر مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ (اوکاڑہ) نے بھی ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ حالانکہ خود ان کے آباؤ اجداد کا بہت بڑا مدرسہ تھا اور ان کے پر دادا مولانا حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ پنجاب کے پہلے عالم ہیں جنہوں نے "تفسیر محمدی" کے نام سے سات جلدوں میں پنجابی نظم اور فارسی نثر کے حواشی میں قرآن مجید کی تفسیر لکھی۔ یہ تفسیر کئی دفعہ زیورِ طبع سے آراستہ ہو چکی ہے۔ لیکن اس کے باوجود مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ بھی مفسرِ قرآن حضرت مولانا احمد علی رحمہ اللہ کے بابِ علم پر دستک دینے کیلئے مجبور ہوئے۔

۴- حضرت مولانا احمد علی مرحوم طائفہ علماء میں اوّلین بزرگ ہیں۔ جن سے بی، اے اور ایم، اے کرنے کے بعد متعدد حضرات نے باقاعدہ دینی علوم کی تحصیل کی اور اسلام کے مبلغین کی حیثیت سے شہرت پائی۔ پھر پاک و ہند کے اونچے تعلیمی اداروں میں بلند مناصب پر فائز ہوئے۔ مثلاً علامہ علاؤ الدین صدیقی مرحوم پنجاب یونیورسٹی کے وائس چانسلر مقرر ہوئے اور خواجہ عبدالحیٔ فاروقی مرحوم نے جامعہ ملّیہ دہلی میں استاذِ تفسیر کا منصب سنبھالا۔

۵-حضرت مولانا مرحوم پاکیزہ فکر اور صاف ذہن کے مالک تھے وہ مسلکی تعصب سے پاک تھے۔ اس کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ خود اپنا بہت بڑا حلقۂ ارادت وعقیدت رکھنے کے باوجود عمر بھر پہلے حضرت مولانا عبدالواحد غزنوی مرحوم اور ان کے بعد مولانا سیّد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی اقتداء میں لاہور کے منٹو پارک کے میدان میں (جو اب اقبال پارک کے نام سے موسوم ہے) عیدین کی نماز ادا فرماتے رہے۔ ہمیشہ صف اوّل میں امام کے پیچھے جا کر بیٹھ جاتے اور پورا خطبہ سننے کے بعد وہاں سے اُٹھتے۔

پھر ان کی یہ بلندیٔ کردار اور وسعتِ قلب ونظر ملاحظہ ہو کہ اپنی ایک صاحبزادی مولانا عبدالمجید سوہدروی مرحوم کے عقد میں دے دی جو مشہور اہلحدیث عالم ومبلغ معروف مصنف ومناظر اور ہفت روزہ ''مسلمان'' اور ''جریدہ''اہلحدیث'' کے نامور ایڈیٹر تھے۔ رحمہما اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

۶-ان کے انہی اوصاف کی وجہ سے ان کے ارادت مندوں میں احناف کے علاوہ اہلحدیث بھی کثیر تعداد میں شامل ہوئے ان کا یہ وصف قابل ذکر ہے کہ وہ معاصرانہ رقابت سے بالکل مبرّا تھے۔ لاہور میں کسی ہم فکر عالمِ دین کے درسِ قرآن کا سلسلہ شروع ہوتا تو بدرجہ غایت خوش ہوتے۔ ۱۹۳۲ء یا ۱۹۳۳ء میں مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ نے مسجد مبارک (اسلامیہ کالج لاہور) میں درسِ قرآن کا آغاز کیا تو حضرت مرحوم مسجد مبارک میں گئے، مولانا ندوی رحمہ اللہ کو مبارکباد دی اور دعا فرمائی۔

۷-مرحوم انتہائی جرأت مند عالمِ دین تھے۔ وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اس شہر میں نہایت دلیری کے ساتھ برملا تحریری اور تقریری صورت میں توحید کی تبلیغ کی اور زبردست مخالفت کے باوجود موحدین کی ایک عظیم جماعت پیدا کی۔ جن میں جدید تعلیم یافتہ اصحاب بھی شامل تھے اور قدیم اہل علم حضرات بھی!

۸-انہوں نے اپنے تلامذہ اور اربابِ عقیدت کو علمی درس بھی دیا اور عملی بھی! یعنی علم اور عمل دونوں طریقوں سے ان کی تربیت کا اہتمام کیا۔

۹-ان کی یہ خاصیت تھی کہ ہر اس سیاسی میدان میں بھی آگے آگے نظر آتے تھے جس میں ملک وملت کی بہتری مضمر ہو اور ہر علمی معرکے میں بھی سب سے پیش پیش رہتے تھے۔ وہ صحیح معنوں میں عالم باعمل تھے۔ ان کی بھرپور علمی اور عملی زندگی کے کسی گوشے میں بار بار نظر دوڑانے کے باوجود کوئی خلا دکھائی نہیں دیتا۔ کتنے بھی دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھئے کوئی خامی نظر نہیں آئے گی۔ ''فارجع البصر هل ترى من فطور ۝ ثم ارجع البصر كرتين ينقلب اليك البصرُ خاسئا و هو حسير ۝''

۱۰-ان کی امورِ دنیا سے بے نیازی اور شغفِ خدمت دین کا یہ عالم تھا کہ عمر بھر بلا معاوضہ تبلیغِ اسلام کرتے رہے۔ اگر کوئی بیرونِ لاہور سے بلاتا تو ان کا معمول تھا کہ وعدہ کرنے سے پہلے آمد ورفت کے اخراجات کا جائزہ لیتے اگر اخراجات ہیں تو چلے جاتے ورنہ معذرت کر دیتے۔ بلاشبہ تبلیغ دین ان کا پیشہ تھا لیکن اس سلسلے میں کسی سے کچھ لینا ہرگز ان کا شیوہ نہ تھا۔ کیا اس مادی دور میں کوئی اور عالم دین اس اونچے کردار کا حامل کہیں نظر آتا ہے؟

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ افسوس تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

اگر اللہ نے توفیق دی، حالات سازگار رہے اور قلم وقرطاس سے رابطہ قائم رہا تو یہ عاجز سلسلۂ ''فقہائے ہند'' کے چودھویں صدی ہجری کے علمائے کرام اور فقہائے عظام کے حالات میں حضرت مرحوم کی علمی اور فقہی زندگی کے مفصل واقعات ضبطِ تحریر میں لائے گا۔ انشاء الله العزيز و عليه التكلان''۔

اس وقت تک گیارہویں صدی ہجری کے ''فقہائے ہند'' کے حالات چھپ چکے ہیں اور اب گیارہویں صدی ہجری کے فقہائے عالی مقام کے سوانح زیر ترتیب ہیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ وقت خیریت سے آئے جب کہ برصغیر پاک وہند کے ان بزرگانِ دین کے علمی کوائف معرضِ کتابت میں لاؤں جن کی زیارت وصحبت کا کچھ نہ کچھ خود بھی لطف اٹھا چکا ہوں اور ان سے استفادہ واستفاضہ کی محفلیں گرم رہی ہیں۔ (امام اولیاء حضرت لاہوری نمبر ص: ۲۶۲ تا ۲۷۱) وما توفيقي الا بالله العلي العظيم، اللهم و فقنا لما تحب و ترضى''

﴿713A﴾

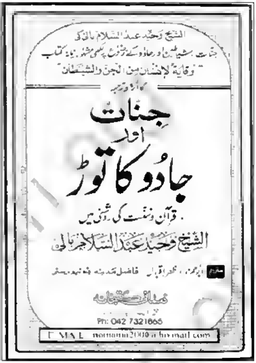

الشیخ وحید عبد السلام بالی کی
جنات، شیاطین اور جادو کے موضوع پر لکھی مشہور زمانہ کتاب
"وقایۃ الانسان من الجن والشیطان"
کا اردو ترجمہ

جنات
اور
جادو کا توڑ

قرآن وسنت کی روشنی میں

الشیخ وحید عبد السلام بالی

مترجم ابوحمزہ ظفر اقبال فاضل مدینہ یونیورسٹی

نعمانی کتب خانہ

Ph: 042 7321665

E MAIL nomanm2000@hotmail.com

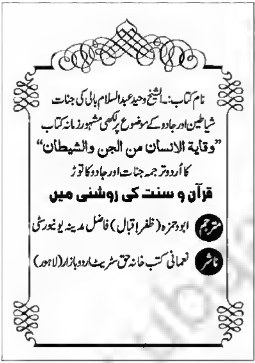

نام کتاب:۔ الشیخ وحید عبد السلام بالی کی جنات
شیاطین اور جادو کے موضوع پر لکھی مشہور زمانہ کتاب
"وقایۃ الانسان من الجن والشیطان"
کا اُردو ترجمہ جنات اور جادو کا توڑ
قرآن و سنت کی روشنی میں

مترجم ابوحمزہ (ظفر اقبال) فاضل مدینہ یونیورسٹی

ناشر نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار (لاہور)

تاریخی نام
غذاء الارواح
المعروف بہ
شرعی وظائف

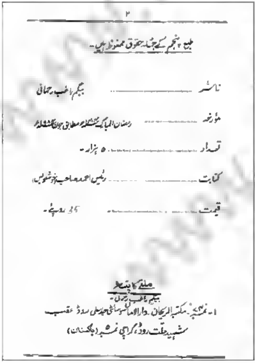

۲

طبع وترجمہ کے جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

ناشر ...... بیگم راغب رحمانی
مؤرخہ ...... رمضان المبارک [illegible] مطابق [illegible]
تعداد ...... ۵ ہزار۔
کتابت ...... رئیس احمد صاحب (خوشنویس)
قیمت ...... 35 روپے۔

ملنے کا پتہ
بیگم راغب رحمانی۔
۱۔ [illegible] مکتبۃ الریحان، دار الاما سوسائٹی حیدری روڈ عقب
شہید ملت روڈ، کراچی نمبر (پاکستان)

نام کتاب:۔ الشیخ وحید عبدالسلام بالی کی جنات، شیاطین اور جادو کے موضوع پر لکھی مشہورِ زمانہ کتاب
"وقایۃ الانسان من الجن والشیطان"...... کا اُردو ترجمہ جنات اور جادو کا توڑ
قرآن و سنت کی روشنی میں ...... مترجم:۔ ابوحمزہ (ظفر اِقبال)
فاضل مدینہ یونیورسٹی...... ناشر:۔ نعمانی کتب خانہ.... حق سٹریٹ اردو بازار (لاہور)

کیا جنات لوگوں کے گھروں میں رہتے ہیں:۔ کثرت سے ایسی باتیں سننے میں آئی ہیں کہ فلاں جگہ یا فلاں مکان میں جنات بسیرا کرتے ہیں کیا یہ صحیح ہے؟۔ درحقیقت اس طرح کی باتیں سچ بھی ہوتی ہیں اور جھوٹ بھی۔ سچ ہونا تو اس لیے ہم نے کہا کہ شریعت اسلامیہ کی کچھ نصوص اس بات کی تصدیق کرتی ہیں۔ اور عقلاً یہ جائز اور ممکن ہے۔

سیّدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں اپنے گھر کی مرمت کر رہا تھا مجھے بیوی کا پیغام ملا کہ جلدی گھر آؤ۔ میں نے فوراً اپنا کام چھوڑا اور گھر کو سدھارا میں نے استفہامیہ انداز سے اس کی طرف دیکھا تو اس نے ایک سانپ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ میں گاؤں میں کچھ عرصہ پہلے اس سانپ کو دیکھا کرتی تھی۔ کافی عرصے بعد آج پھر مجھے نظر آیا اور میں اسے اچھی طرح پہچانتی ہوں یہ سو فیصد وہی ہے۔ یہ سن کر سیّدنا سعد رضی اللہ عنہ نے خطبہ مسنونہ پڑھا اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی پھر اس سانپ کو مخاطب کر کے کہنے لگے تو نے مجھے تکلیف پہنچائی ہے میں تجھے اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ اگر میں نے تجھے آج کے بعد دیکھا تو میں ضرور تجھے قتل کر دوں گا۔ اسی وقت سانپ گھر کے دروازے سے نکل گیا۔ (آکام المرجان، ص ۷۵) (جنات اور جادو کا توڑ، ص:۵۲-۵۳)

گھر سے جنات کو کیسے نکالا جائے:۔ تاہم جب یقین ہو جائے کہ گھر میں جنات کا بسیرا ہے۔ تو انہیں نکالنے کا طریقہ درج ذیل ہے:

۱- دو آدمی ہمراہ لے کر اس گھر میں جاؤ اور اعلانیہ کہو: میں تمہیں وہ وعدہ یاد دلاتا ہوں جو سلیمان علیہ السلام نے تم سے لیا تھا لہٰذا تم ہمارے گھر سے چلے جاؤ۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم یہاں سے چلے جاؤ اور کسی کو تکلیف مت دو۔ تین دن تک یہ عمل دھراؤ۔

۲- اس کے بعد بھی آپ گھر میں کچھ محسوس کریں تو پانی لے کر اپنی انگلی اس میں ڈبوئیں اور اپنے منہ کے قریب کر کے یہ آیات پڑھیں۔

"اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ والصافات صفاً فالزاجرات زجرا فالتالیات ذکرا ان الھکم لواحد رب السموات والارض وما بینھما و رب المشارق انا زینا السماء الدنیا بزینۃ ن الکواکب و حفظا من کل شیطان مارد لا یسمعون الی الملاء الاعلیٰ و یقذفون من کل جانب دحورا ولھم عذاب واصب الا من خطف الخطفۃ فاتبعہ شھاب ثاقب"۔ (الصافات:۱ تا ۱۰) (جنات اور جادو کا توڑ، ص:۵۳-۵۴)

پھر اس پانی کو گھر کے چاروں کونوں میں چھڑک دو۔ اللہ کے حکم سے تمام جنات نکل جائیں گے۔ جنات کے نکالنے کا علاج آپ کے سامنے ہے آپ پر صرف اتنا فرض عائد ہوتا ہے کہ علاج کے وقت اپنی نیت خالص کر لیں اور ہر لمحے زمین و آسمان کے رب سے مدد حاصل کریں۔ (الوابل الصیب، ابن القیم، ص:۵۰ بحوالہ جنات اور جادو کا توڑ، ص:۵۴)

کیا جنات لوگوں کو ایذا پہنچاتے ہیں؟:۔ شیخ ابوبکر جزائری فرماتے ہیں: جنات کی طرف سے انسانوں کو ایذاء پہنچانا عقلی و نقلی نصوص سے ثابت ہے اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اور ہم اس کا احساس و ادراک بھی رکھتے ہیں۔ اور اگر انسان کی حفاظت کیلئے اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ فرشتے نہ ہوتے تو کوئی انسان بھی جن و شیطان کی ایذاء سے نہ بچ سکتا کیونکہ وہ انہیں نظر ہی نہیں آتے پھر ان سے بچنے اور اپنے دفاع کی انسانوں میں صلاحیت ہی نہ ہوتی۔

بعض اوقات انسان اپنی نادانی کی وجہ سے گرم پانی جنات کے اوپر ڈال کر ان کو تکلیف پہنچاتا ہے تو انتقام کے طور پر وہ بھی انسان کو مختلف طرح سے ستاتے ہیں۔ یا پھر کوئی انسان کسی سوراخ میں پیشاب کر بیٹھتا ہے۔ یا بعض مقامات پر گھروں میں وہ پڑاؤ کرتا ہے جہاں پہلے سے جنات کا بسیرا ہوتا ہے۔ یا پھر ابتداء جنات کی طرف سے ہوتی ہے محض ظلم کرنے کیلئے جنات انسان کو ستاتے ہیں۔ جیسے عموماً انسان ایک دوسرے پر کرتے رہتے ہیں اور جہالت، منتقم المزاجی، ایذاء اور استہزاء وغیرہ جنات کی فطرت میں داخل ہے۔

اس باب کے آخر میں مصنف نے شیخ ابوبکر الجزائری رحمہ اللہ کی کتاب سے ان کا اپنا ایک ذاتی واقعہ نقل کیا ہے کہ سعدیہ میری بہن تھی۔ ہم صحن سے کھجور کی ٹہنیاں اٹھا کر چھت پر لے جا رہے تھے کہ ایک بھاری ٹہنی کی وجہ سے میری بہن دھڑام سے نیچے صحن میں گر پڑی۔ اور اس جن کے اوپر گری جو وہاں پہلے سے موجود تھا۔ اسے بہت زیادہ تکلیف ہوئی اور اس نے انتقام کی ٹھان لی حالانکہ میری بہن بالکل بے گناہ اور لاعلم تھی۔ وہ جن ہر ہفتے دو یا تین بار نیند میں آ کر اس کا گلا دباتا۔ وہ بکری کی طرح ٹانگیں چلاتی رہتی۔ وہ ظالم اس وقت تک اسے نہ چھوڑتا جب تک وہ بالکل مرنے کے قریب نہ ہوتی۔ اور ایک بار اس جن نے میری بہن کی زبانی اس بات کی وضاحت کر دی کہ وہ اسے اس وجہ سے تکلیف دیتا ہے۔ تقریباً دس سال اسی طرح گزر گئے۔ ایک دن وہ اس کا گلا دباتا رہا اور وہ پھڑکتی رہی یہاں تک کہ وہ مر گئی۔ اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے یہ حادثہ میرے گھر میں پیش ہوا اور میں نے دس سال تک اپنی آنکھوں سے اس کا مشاہدہ کیا۔ (عقیدۃ المومن ص: ۲۳۰) (جنات اور جادو کا توڑ ص: ۵۵-۵۶)

ارواح خبیثہ کے اثرات:۔ بعض اوقات جنات کی وجہ سے بھی مرگی نما حالت انسان پر طاری ہو جاتی ہے اور اس جناتی مرگی کا سبب واحد ارواح خبیثہ ہوتی ہیں اور ان کا مقصد مذکورہ انسان کو سزا دینا ہوتا ہے۔

پہلی قسم کی مرگی کا اعتراف اطباء جسمانی بھی کرتے ہیں اور اس کے علاج کے طریقے بھی بتلاتے ہیں لیکن اکثر اطباء جناتی مرگی کو حقیقت ماننے پر تیار نہیں ہوتے اور اگر کچھ اس حقیقت کو مان بھی لیں پھر بھی اس کے علاج سے بے خبر ہی رہتے ہیں۔

بلکہ وہ ان ارواح خبیثہ کا علاج ارواح علویہ کے ساتھ تصادم کے ذریعے کرنے پر مجبور ہوتے ہیں تا آنکہ ارواح خبیثہ کے آثار ختم ہو جائیں۔ (فتح الباری، ج ۱۰، ص: ۱۱۴ بحوالہ جنات اور جادو کا توڑ ص: ۵۸-۵۹)

جناتی مرگی کے اثبات کیلئے منصوص وعقلی دلائل

نقل وعقل کے ذریعہ جناتی مرگی کا وجود ایک حقیقت ثابت ہو چکا ہے۔ اس کا انکار صرف ہٹ دھرم اور جاہل لوگ ہی کرتے ہیں۔ (جنات اور جادو کا توڑ ص: ۵۹)

ابو یسر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ یوں دعا کیا کرتے تھے۔ "اے اللہ بڑھاپے، بلند جگہ سے گرنے سے، اپنے اوپر (کوئی بھاری چیز) گرنے سے، غم سے، غرق سے اور جلنے سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور میں پناہ چاہتا ہوں تیری، کہ موت کے وقت شیطان مجھے مخبوط الحواس کر دے اور اس سے کہ تیرے راستے میں پیٹھ دکھا کر میں قتل ہو جاؤں اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں کہ میں کسی چیز کے ڈسنے سے مروں"۔ (ابو داؤد، ج: ۲، ص ۹۲، نسائی۔ ج: ۶، ص: ۲۹۳)

سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''شیطان ابن آدم کی خون کی نالیوں میں چلتا ہے''۔ (بخاری کتاب الاعتکاف۔ حدیث ۲۰۳۸-۳۹ کتاب بدء الخلق باب صفۃ ابلیس وجنودہ: ۳۲۸۱۔ مسلم مع نووی ۴/ ۱۵۵)

اس حدیث سے بعض علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ شیطان انسان کے اندر داخل ہونے کی طاقت رکھتا ہے۔ اور یہیں سے جناتی مرگی پر بھی رہنمائی ملتی ہے۔ (پھر تعجب کس بات کا ہے؟) مترجم۔ (جنات اور جادو کا توڑ ص: ۶۳)

جنات کا انسانی بدن میں داخل ہونے کا طریقہ:۔ جنات ہوا کی شکل میں ہوتے ہیں اور انسان کے سارے جسم میں مسام ہوتے ہیں لہٰذا جنات انسانی جسم میں کسی بھی جگہ سے داخل ہو سکتے ہیں۔

اور جنات کے ہوا ہونے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''وخلق الجان من مارج من نار'' (الرحمٰن: ۱۵)

"اور **جنات** کے باپ کو لپکتی ہوئی آگ سے پیدا کیا"۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لپکتی ہوئی آگ سے مراد آگ سے نکلنے والی گرم ہوا ہے جونہی **جنات** بدن انسانی میں داخل ہوتے ہیں وہ فوراً دماغ کا رخ کرتے ہیں کیونکہ دماغ پر کنٹرول کرنے کے بعد انسان کے دماغ میں کسی بھی عضو کے مرکز پر کنٹرول حاصل کرنا کوئی مشکل نہیں ہوتا۔

طب جدید کے ذریعے لیبارٹری میں دماغی ٹیسٹوں کے ذریعے پتہ چل چکا ہے کہ مرگی کے مریضوں کے دماغ میں عجیب وغریب بے ترتیب لہریں پائی جاتی ہیں۔ نیز مجھے (بقول مصنف) بیشتر **جنات** نے یہ بات بتائی کہ وہ انسان کے دماغ میں ٹھہرتے ہیں۔

ایک دفعہ مجھے ایک جن نے بتایا کہ وہ دماغ پر قبضہ کر کے انسان کے کسی بھی عضو پر قبضہ کر سکتا ہے۔ میں نے بھی آزمانے کی نیت سے ایک جن کو کہا کہ یہ بازو پکڑ لو۔ مریض نے اپنا بازو بڑھایا مجلس میں موجود تین طاقتور نوجوانوں نے پورا زور لگایا لیکن بازو کو نہ موڑ سکے۔ میں نے جن کو کہا اب بازو چھوڑ دے جب اس نے چھوڑا۔ وہ پہلی حالت پر لوٹ آیا۔ (**جنات** اور جادو کا توڑ ص:۷۸-۷۹)

انسانی جسم میں جن کے داخلے کی علامات:۔ انسانی جسم میں جن کا داخلہ بھی دیگر امراض کی طرح ایک مرض ہے اس کی خاص علامات ہوتی ہیں تاہم میں اس موقع پر معالجین کو خصوصی تنبیہ کرنا چاہتا ہوں کہ عضوی تشنج اور جناتی داخلے میں مشابہت پائی جاتی ہے۔

میرے پاس ایک عورت آئی اور مجھے بتایا کہ اس کی ٹانگ میں درد ہوتا ہے پہلے لمحے میں نے یہی گمان کیا کہ شاید یہ درد ریح ہو۔ تاہم مزید تاکید کیلئے میں نے جونہی قرآن پڑھا تو فوراً جن بول پڑا اور اس نے مجھے بتایا کہ میں اس کی ٹانگیں جکڑ لیتا ہوں میں نے اسے حکم دیا کہ تو اسے چھوڑ دے۔ پس وہ چلا گیا۔ اور عورت نے پھر کبھی ٹانگ میں درد کی شکایت نہ کی۔ سارا فضل اللہ وحدہ کا ہے۔

عامل کامل حضرات کیلئے خصوصی ہدایات:۔ معالج کیلئے علامات کو پہچاننا بہت ضروری ہوتا ہے۔ ان علامات کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) نیند کی علامات۔ (۲) بیداری کی علامات۔ (**جنات** اور جادو کا توڑ ص:۷۹)

(۱) نیند کی علامات:۔

(۱) **بے خوابی:** کافی مدت تک انسان بالکل نہ سو سکے۔ جب اس کے سارے اعضاء ڈھیلے پڑ جائیں اور سارے وجود پر سستی چھا جائے تو وہ پھر سو سکے۔

(۲) **قلق وملال:** رات کو کثرت سے بیداری کی وجہ سے طبیعت میں اکتاہٹ، گھبراہٹ وغیرہ چھائی رہتی ہے۔

(۳) **گھٹن:** خواب میں ایسا منظر نظر آئے گویا کوئی اس کا گلا دبا رہا ہے وہ مدد کیلئے بلانا چاہتا ہے لیکن بلا نہیں سکتا۔

(۴) **ڈراؤنے خواب:** خواب میں دیکھے کہ کوئی اسے قتل کر رہا ہے یا کوئی اسے مار رہا ہے یا کنوئیں میں گر گیا ہے یا کمرے کی چھت اس پر گر گئی ہے وغیرہ وغیرہ۔

(۵) **خواب میں مختلف جانور دیکھنا:** جیسے بلی، کتا، اونٹ، اژدھا، شیر، لومڑی اور چوہا وغیرہ۔ (۶) خواب میں اپنی انگلیوں کو کاٹنا۔

(۷) خواب میں ہنسنا، رونا یا چیخنا۔ (۸) خواب میں آہ آہ اور ہائے ہائے کرنا۔ (۹) خواب میں کھڑے ہو جانا اور بلا ارادی طور پر چلنا۔

(۱۰) خواب میں اپنے آپ کو بلندی سے گرتے ہوئے محسوس کرنا۔ (۱۱) خواب میں اپنے آپ کو قبرستان، کوڑا کرکٹ یا ڈراؤنے رستے پر دیکھنا۔ (۱۲) عجیب وغریب لوگ خواب میں دیکھنا مثلاً زیادہ لمبے یا زیادہ چھوٹے یا کالے آدمی دیکھنا۔

(۱۳) خواب میں ہیولے اور سائے دیکھنا۔ (**جنات** اور جادو کا توڑ ص:۸۰)

(۲) بیداری کی علامات: (۱) دائمی دردسر: بشرطیکہ آنکھ، کان، ناک، دانت، گلا، یا معدہ کا کوئی مرض اس کا سبب نہ ہو۔ (۲) رکاوٹ: اللہ کے ذکر، نماز اور اطاعت الہٰی کے کاموں سے رک جانا۔ (۳) سوچ بچار: ذہنی پریشانی۔ (۴) سستی و کاہلی۔ (۵) عضوی مرگی۔

(٦) کسی عضو میں ایسا درد ہو کہ طب انسانی اس کے علاج سے عاجز آ چکی ہو۔ (جنات اور جادو کا توڑ، ص:٨١)

جن، کے داخلے کی اقسام: (١) کلی داخلہ: جن، سارے جسم پر قبضہ کر لے اور پورے جسم میں اکڑن شروع ہو جائے۔ **(٢) جزوی داخلہ:** جن، انسان کے کسی ایک یا چند اعضاء پر کنٹرول حاصل کر لے۔ **(٣) دائمی داخلہ:** لمبی مدت تک جن، انسان کے اندر رہے۔

(٤) لمحاتی داخلہ: چند منٹ تک انسانی جسم کے اندر جن رہتا ہے اور پھر چلا جاتا ہے۔ (جنات اور جادو کا توڑ، ص:٨١)

شیخ عبدالسلام بالی کا مرگی میں مجرب علاج:۔ آپ اپنا دایاں ہاتھ مریض کے سر پر رکھیں اور اس کے کان میں ترتیل کے ساتھ درج ذیل آیات پڑھیں۔

١-''اعوذ بالله من الشيطن الرجيم O بسم الله الرحمن الرحيم ''''الحمد لله رب العالمين، الرحمن الرحيم، مالك يوم الدين '' ''اياك نعبد و اياك نستعين ''''اهدنا الصراط المستقيم ''صراط الذين انعمت عليهم غيرالمغضوب عليهم و لاالضالين (الفاتحہ:١تا٧)

٢-''بسم الله الرحمن الرحيم، الم ذلك الكتاب لاريب فيه هدى للمتقين الذين يومنون بالغيب و يقيمون الصلاة و مما رزقنهم ينفقون والذين يومنون بما انزل اليك و ما انزل من قبلك و بالآخرة هم يوقنون اولئك على هدى من ربهم و اولئك هم المفلحون ''(سورۃ البقرۃ آیات ١تا٥)

٣-''اعوذ بالله من الشيطن الرجيم ''والهكم اله واحد لا اله الا هو الرحمن الرحيم، ان في خلق السموات والارض و اختلاف الليل والنهار والفلك التي تجرى في البحر بما ينفع الناس و ما انزل الله من السماء من ماء فاحيا به الارض بعد موتها و بث فيها من كل دابة و تصريف الرياح والسحاب المسخرين السماء والارض لايات لقوم يعقلون ''(سورۃ بقرۃ آیات١٦٣تا١٦٤)

٤-اعوذ بالله من الشيطن الرجيم۔ ''الله لااله الا هو الحي القيوم لاتاخذه' سنة ولا نوم له ما في السموات وما في الارض من ذا الذى يشفع عنده الا باذنه يعلم مابين ايديهم و ما خلفهم ولا يحيطون بشي ء من علمه الا بما شاء وسع كرسيه السموات والارض ولا يئوده' حفظهما و هو العلي العظيم، لا اكراه في الدين قدتبين الرشد من الغى فمن يكفر بالطاغوت و يومن بالله فقد استمسك بالعروة الوثقى لاانفصام لها والله سميع عليم الله ولي الذين امنوا يخرجهم من الظلمات الى النور والذين كفروا اولياء هم الطاغوت يخرجونهم من النور الى الظلمات اولئك اصحاب النار هم فيها خالدون ''(سورۃ البقرۃ:٢٥٥تا٢٥٧)

٥- اعوذ بالله من الشيطن الرجيم ''امن الرسول بما انزل اليه من ربه و المومنون كل امن بالله و ملائكته و كتبه و رسوله لا نفرق بين احد من رسله و قالواسمعنا و اطعنا غفرانك ربنا و اليك المصير لا يكلف الله نفسا الا و سعها لها ما كسبت و عليها ما اكتسبت ربنا لا تواخذنا ان نسينا او اخطانا ربنا و لا تحمل علينا اصرا كما حملته' على الذين من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقة لنا به واعف عنا واغفرلنا و ارحمنا انت مولانا فانصرنا على القوم الكفرين ''۔(البقرۃ:٢٨٥تا٢٨٦)

٦-''شهدالله انه لا اله الا هو والملائكة و اولوا العلم قائما بالقسط لااله الا هو العزيز الحكيم ٥ ان الدين عندالله الاسلام و ما اختلف الذين اوتوا الكتاب الا من بعد ما جاء هم العلم بغيا بينهم و من يكفر بايات الله فان الله سريع الحساب ''(آل عمران:١٨-١٩)

٧- اعوذ بالله من الشيطن الرجيم ''ان ربكم الله الذى خلق السموات والارض في ستة ايام ثم استوى على العرش يغشى اليل النهار يطلبه حثيثا والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامره الا له الخلق والامر تبارك الله رب العالمين٥ ادعوا ربكم تضرعا و خفية انه لا يحب المعتدين٥ولا تفسدوا في الارض بعد اصلاحها وادعوه خوفا و طمعا ان رحمة الله قريب من المحسنين ''(الاعراف:٥٤تا٥٦)

۸-اعوذ بالله من الشيطن الرجيم O افحسبتم انما خلقنا كم عبثا وانكم الينا لا ترجعون O فتعالى الله الملك الحق لااله الا هو رب العرش الكريم O و من يدع مع الله الها اخر لا برهان له' به فانما حسابه عند ربه انه لا يفلح الكافرون O و قل رب اغفر وارحم و انت خير الرحمين O (المومنون:۱۱۵-۱۱۸)

۹-اعوذ بالله من الشيطن الرجيم O بسم الله الرحمن الرحيم O والصفات صفا O فالزّاجرات زجرا O فالتاليات ذكرا O ان الهكم لواحد O رب السموات والارض و ما بينهما و رب المشارق O انا زينا السماء الدنيا بزينة ن الكواكب O و حفظا من كل شيطن مارد O لا يسمعون الى الملاء الاعلى و يقذفون من كل جانب O دحورا ولهم عذاب واصب O الا من خطف الخطفة فاتبعه شهاب ثاقب O (الصافات:۱-۱۰)

۱۰-اعوذ بالله من الشيطن الرجيم O واذ صرفنا اليك نفرا من الجن يستمعون القرآن فلما حضرو ه قالوا انصتوا فلما قضى ولوا الى قومهم منذرين O قالوا ياقومنا انا سمعنا كتابا انزل من بعد موسىٰ مصدقا لما بين يديه يهدى الى الحق والى طريق مستقيم O ياقومنا اجيبوا داعي الله و امنوا به يغفر لكم من ذنوبكم و يجركم من عذاب اليم O و من لايجب داعي الله فليس بمعجز في الارض و ليس له من دونه اولياء اولئك في ضلال مبين O (الاحقاف:۲۹-۳۲)

۱۱-اعوذ بالله من الشيطن الرجيم O يامعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السموات والارض فانفذوا لا تنفذون الا بسلطان O فباى الاء ربكما تكذبان O يرسل عليكما شواظ من نارِو نحاس فلا تنتصران O فباى الا ء ربكما تكذبان O (الرحمن:۳۳-۳۶)

۱۲-اعوذ بالله من الشيطن الرجيم O لو انزلنا هذا القران على جبل لرأيته خاشعا متصدعا من خشية الله و تلك الامثال نضربها للناس لعلهم يتفكرون O هو الله الذى لا اله الا هو عالم الغيب والشهادة هو الرحمن الرحيم O هو الله الذى لا اله الا هو الملك القدوس السلام المومن المهيمن العزيز الجبار المتكبر سبحان الله عما يشركون O هو الله الخالق البارى المصور له' الاسماء الحسنى يسبح له' ما في السموات والارض و عو العزيز الحكيم O (الحشر:۲۱-۲۴)

۱۳- اعوذ بالله من الشيطن الرجيم O قل اوحى الى انه استمع نفر من الجن فقالوا انا سمعنا قرانا عجبا O يهدى الى الرشد فامنا به ولن نشرك بربنا احدا O وانه تعالىٰ جدربنا ما اتخذ صاحبة ولا ولدا O وانه' كان يقول سفيهنا على الله شططا O و انا ظننا ان لن تقول الانس والجن على الله كذبا O و انه' كان رجال من الانس يعوذون برجال من الجن فزادو هم رهقا O وانهم ظنوا كما ظننتم ان لن يبعث الله احدا O وانا لمسنا السماء فوجدناها ملئت حرسا شديدا و شهبا O وانا كنا نقعد منها مقاعد للسمع فمن يستمع الان يجدله' شهابا رصدا O (الجن:۱-۹)

۱۴- اعوذ باللهمن الشيطن الرجيم O قل هو الله احد O الله الصمد O لم يلد و لم يولد ولم يكن له كفوا احد O (اخلاص:۱-۴)

۱۵- اعوذ بالله من الشيطن الرجيم O قل اعوذ برب الفلق O من شر ما خلق O و من شر غاسق اذا وقب O و من شر النفاثات في العقد O و من شر حاسد اذا حسد O (الفلق:۱-۵)

۱۶-اعوذ بالله من الشيطن الرجيم O قل اعوذ برب الناس O ملك الناس O اله الناس O من شر الوسواس الخناس O الذى يوسوس فى صدور الناس O من الجنة والناس O (الناس:۱-۶) (جنات اور جادو کا توڑ، ص:۸۷تا۹۴)

جنات کی حاضری کی علامات: جن کے حاضر ہونے کا آپ کو پتہ کیسے چلے گا؟ چند علامات سے آپ بآسانی پہچان سکتے ہیں کہ جن آپ سے ہم کلام ہونے کا متمنی ہے۔

۱-مریض دونوں آنکھیں سختی سے بھینچ لے، یا دونوں آنکھیں ایک ہی جگہ لگا دے، یا شدت کے ساتھ جھپکنے لگے۔ یا اپنے دونوں ہاتھ اپنی دونوں آنکھوں پر رکھ لے۔ ۲-پورے جسم میں شدید کپکپاہٹ یا جسم کے کناروں میں خفیف کپکپی طاری ہو جائے۔ ۳-جسم پسینے میں شرابور ہو جائے۔ ۴-چیخنا، چلانا۔ ۵-صراحت کے ساتھ اپنا نام بتلائے۔

اس کے بعد عامل درج ذیل ترتیب کے ساتھ جن سے سوالات کرے۔

۱-تیرا کیا نام ہے؟ ۲-تیرا مذہب کیا ہے؟ ۳-تو اس جسم میں کیوں داخل ہوا؟ ۴-کیا اس جسم میں تیرے ساتھ کوئی اور جن بھی ہے؟ ۵-کیا تو کسی جادوگر کے ساتھ کام کرتا ہے؟ ۶-اس جسم میں تو کہاں رہتا ہے؟

عامل مسلمان جن کے ساتھ معاملات کیسے طے کرے گا:۔ اگر جن مسلمان ہو تو اس کو نیکی کی طرف رغبت دلائیں، خوف الٰہی دلائیں، آخرت کے عذاب سے اسے ڈرائیں اور اسے احادیث کی روشنی میں بتائیں کہ دوسروں پر ظلم کرنے والوں کا انجام بہت برا ہوگا۔

اور وہ جس وجہ سے جسم میں داخل ہوا ہو اس کے مطابق عمل کریں۔

اگر وہ اس وجہ سے داخل ہوا تھا کہ مریض نے اس کے بقول اس پر ظلم کیا ہو۔ تو آپ اسے بتائیں کہ انسان جنات کو نہیں دیکھ سکتے لہٰذا وہ بے گناہ ہے اسے معاف کر دو۔ کیونکہ جو عمداً غلطی نہ کرے وہ سزا کا مستوجب نہیں۔

اور اگر جن یہ کہے کہ اسے اس مریض یا مریضہ سے عشق ہے۔ تو آپ اسے بتائیں کہ کسی سے عشق کرنا حرام ہے۔ نیز آپ اسے قیامت کے عذاب سے ڈرائیں اور اسے بتائیں کہ قیامت کے دن اس کا کیا انجام ہوگا۔؟

اور اگر وہ ظلم کی نیت سے کسی انسان کو ستا رہا ہو۔ تو آپ اسے ظالموں کے خطرناک اور حسرت ناک انجام سے ڈرائیں۔

اگر تمہاری گفتگوئے ناصحانہ سے متاثر ہو کر جن نکلنے اور چلے جانے پر آمادگی کا اظہار کرے تو آپ اللہ کا شکر ادا کریں اور جن کے نکلنے سے پہلے اس سے عہد لے لیں۔ (عہد کے الفاظ مختلف بھی ہو سکتے ہیں لیکن ان میں کوئی شرکیہ لفظ نہیں ہونا چاہیے) وہ آپ کے ساتھ ساتھ یہ عہد دہرائے گا۔

"عاهدت الله تعالیٰ ان اخرج من هذا الجسد ولا اعود اليه مرة اخرى ولا الى احد من المسلمين و ان نكثت في عهدی فعلي لعنة الله والملائكة والناس اجمعين ' اللهم ان كنت صادقا فسهل علي خروجي و ان كنت كاذبا فمكن المومنين مني والله علي ما اقول شهيد"۔

پھر آپ اس سے پوچھیں: وہ کہاں سے نکلنا چاہتا ہے؟ اگر وہ کہے کہ میں مریض کی آنکھ یا حلق یا اس کے پیٹ سے نکلوں گا۔ تو آپ اس کو منع کریں کہ وہ وہاں سے نہ نکلے اور آپ اسے مشورہ دیں کہ وہ مریض کے منہ یا ناک یا کان، یا ہاتھوں یا پاؤں کی انگلیوں سے نکلے۔

اور آپ اسے کہیں کہ جب تو نکلنے کا ارادہ کرے تو نکلنے سے پہلے سب کو السلام علیکم کہے۔

جن کے نکلنے کے بعد مزید تاکید کیلئے دم دوبارہ پڑھیں کیونکہ جنات میں جھوٹ بولنے کا بہت زیادہ رواج پایا جاتا ہے۔ سوائے ان کے جن کو اللہ محفوظ رکھے۔ اگر دم پڑھنے کے نتیجے میں جسم کانپنے لگے تو یقین کر لیں کہ جن ابھی تک جسم میں موجود ہے اور اگر دوبارہ دم پڑھنے سے مریض پر کوئی اثر نہ ہو تو پھر یقین کر لیں کہ جن نکل چکا ہے۔ (جنات اور جادو کا توڑ، ص:۹۵-۹۷)

آپ غیر مسلم جن کے ساتھ معاملات کیسے طے کریں گے؟:۔ ۱-سب سے پہلے آپ اسے اسلام کی دعوت دیں۔ لیکن اسے اسلام لانے پر مجبور نہ کریں بلکہ اسے اسلام لانے کا مشورہ دیں۔ اسے مزید تبلیغ کرتے ہوئے کہیں کہ تو بہ مکمل ہونے کی علامات یہ ہیں کہ تو اس ظلم سے باز آ جا اور تو اس جسم سے نکل جا۔

۲-اگر وہ جسم میں موجود رہنے پر اصرار کرے تو آپ اس کے اسرار کو برداشت کریں۔ اور اسے ناصحانہ الفاظ میں اسلام لانے کا مشورہ دیں۔ اگر وہ پہلے ہی مرحلے میں مسلمان ہو جائے تو آپ الحمد للہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ اور اگر وہ دعوت پر غور نہ کرے تو

آپ اسے ڈرائیں دھمکائیں یا مار پیٹ سے کام نکالیں آپ کیلئے جائز ہے۔

تاہم مار پیٹ صرف اس دم کرنے والے کیلئے جائز ہے۔ جو اپنے عمل میں ماہر ہو اور جنات کی چالوں کو سمجھتا ہو۔ اور اسے پتا ہو کہ مار جن کو پڑ رہی ہے کیونکہ بعض جنات اتنے مکار ہوتے ہیں کہ مار کا نام سن کر ہی ایک کونے میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور مار انسان کو پڑنے لگ جاتی ہے۔ اور عامل کو چاہیے کہ وہ کندھوں، پشت اور جسم کے کناروں پر مارے۔

۳-جن سورتوں یا آیات کی تلاوت سے جن کو تکلیف ہوتی ہے وہ یہ ہیں اور ان سے ضرور استفادہ کرنا چاہیے۔ آیۃ الکرسی، سورۃ یٰسین، سورۃ الصافات، سورۃ الدخان، سورۃ حشر کا آخری رکوع، سورۃ ہمزۃ اور سورۃ الاعلیٰ۔

۴-عام طور پر ہر وہ آیت جس میں شیطان اور جہنم اور اس کی مختلف سزاؤں کا ذکر ہو۔ جنات کو ان جیسی سورتوں اور آیات کی تلاوت سے بہت زیادہ ایذا پہنچتی ہے اور انہیں بہت زیادہ درد کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ (جنات اور جادو کا توڑ ص:۹۸)

روحانی معالج کیلئے ضروری ہدایات: بعض اوقات دم پڑھنے کے بعد مریض متلی، گھبراہٹ، تھکن یا کپکپاہٹ محسوس کرتا ہے لیکن جن حاضر نہیں ہوتا ایسی صورت میں معالج کو تین بار دم دہرانا چاہیے۔ پھر بھی جن حاضر نہ ہو تو آپ مریض کو درج ذیل نصائح اختیار کرنے کو دیں۔

۱-با جماعت نماز کی پابندی۔ ۲-ریڈیو، ٹیپ ریکارڈر اور ٹیلی ویژن کی ممانعت۔ ۳-نیند سے پہلے وضو کرے اور آیت الکرسی کی تلاوت کرے۔ ۴-اپنے رہائشی گھر میں کسی جاندار چیز کی تصویر مت لٹکائے۔ ۵-ہر نیک قول و عمل سے پہلے بسم اللہ ضرور پڑھے۔ ۶-لا الہ الا اللہ کا بکثرت ورد کریں۔ ۷-نیند سے پہلے سورۃ الصافات، الدخان اور سورۃ الجن کی تلاوت کریں۔ ۸-صبح کی نماز کے بعد سورۃ یٰسین، معارج اور سورۃ الرحمٰن ضرور پڑھے۔ ۹-صبح و شام کے مسنون اذکار بھی پڑھے۔ ۱۰-عورت کو شرعی پردے کا حکم دیں۔ ۱۱-درج ذیل سورتیں: قرآنی ترتیب سے کیسٹ میں بھر دیں تا کہ وہ کیسٹ ہر روز چار سے چھ گھنٹوں تک سنے۔

”الفاتحہ البقرۃ، آل عمران، الانعام، ھود، الکھف الحجر، السجدہ الاحزاب یٰسین، الصافات، فصلت، الدخان الفتح، الحجرات، ق، الذاریات، الرحمن، الحشر، الصف، الجمعہ المنافقون، الملک، المعارج، الجن، التکویر، الانفطار، البروج، الطارق، الاعلیٰ، الغاشیہ الفجر، البلد، الزلزال، القارعۃ، الھمزۃ الکافرون، المسد، الاخلاص، الفلق، الناس“۔

ایک مہینے کے بعد معالج اس پر دم پڑھے گا۔ پھر پتہ چلے گا کہ جن چلا گیا ہے یا ابھی تک اسی جسم میں موجود ہے۔ اس بات کی تحقیق گزشتہ صفحات میں مذکورہ علامات کے ذریعے کریں جو مریض کے جسم پر ظاہر ہوں گی۔

پہلی صورت میں اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے آپ کو بچا لیا ہے۔ آپ صرف الحمد للہ کہہ دیں۔ اس بات کی تاکید آپ کو چند سادہ علامات کے ذریعے ہو گی۔ ۱-مثلاً دورے کے دوران متاثرہ عضو ٹھیک ہو جائے گا۔ ۲-خوفناک خواب آنا بند ہو جائیں گے۔ ۳-دم کرنے کے بعد مریض میں کوئی تبدیلی نہ آئے گی۔

۱-دوسری صورت میں جن اگرچہ موجود ہے لیکن کافی کمزور ہو چکا ہے۔ آپ جونہی مریض پر دم پڑھیں وہ جن ذلیل و خوار ہو کر آپ کے پاس آ جائے گا۔

۲-بعض اوقات جن حاضر تو ہو جاتا ہے لیکن نکلنے سے انکاری ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں آپ ایسی سورتیں پڑھیں جس سے جن کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اس کے باوجود اگر وہ نکلنے پر آمادہ نہ ہو۔ تو آپ مار پیٹ سے کام لے سکتے ہیں۔ اگر وہ پھر بھی نکلنے پر آمادہ نہ ہو تو آپ مریض کو سابقہ تعلیمات مزید ایک مہینے کیلئے دے دیں۔

۳-بعض اوقات آپ دم پڑھتے ہیں تو مریض بقائمی ہوش و حواس شدید انداز میں روتا ہے۔ اگر آپ اس سے رونے کا سبب پوچھیں تو وہ جواب دے گا۔ میں اپنی ذلت کی وجہ سے روتا ہوں۔ اور میں اپنے آپ پر ضبط نہیں کر سکتا۔ بظاہر ایسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ جادو کی علامات ہے۔

واللہ اعلم، اگر آپ اس رائے کی تاکید چاہیں تو مریض کے کان میں درج ذیل دم پڑھیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”قال موسی ماجئتم به السحر ان الله سيبطله ان الله لايصلح عمل المفسدين O و يحق الله الحق بكلماته ولوكره المجرمون۔“ (یونس: ۸۱-۸۲)

”و اوحينا الى موسىٰ ان الق عصاك فاذا هي تلقف ما يافكون O فوقع الحق و بطل ما كانوا يعملون O فغلبوا هنالك و انقلبو صاغرين O و القى السحرة ساجدين O قالوا امنا برب العالمين O رب موسىٰ و هارون“۔ (الاعراف: ۱۱۷ تا ۱۲۲)

”انما صنعوا كيد ساحر ولا يفلح الساحر حيث اتى“ (طٰہٰ: ۶۹)

یہ سب آیات سات سات بار مریض کے کان میں پڑھیں۔ اگر مریض رونے میں اضافہ کردے۔ تو آپ کو یقین ہونا چاہیے کہ یہ جادو ہے۔ (جنات اور جادو کا توڑ، ص: ۱۰۰-۱۰۲)

جنات کے ساتھ بیتی سچی کہانیاں

ہمارا یقین کامل ہے کہ تھیوری کے ساتھ ساتھ اگر پریکٹس کا ذکر کردیا جائے تو سونے پر سہاگہ ثابت ہوتا ہے۔ یہاں میں اپنے ساتھ پیش آنے والے کچھ عملی واقعات تحریر کرتا ہوں۔ (بالی)

جن شیخ محمد سے ملاقات: ☆ میں نے ایک بیمار عورت پر دم پڑھا تو وہ کانپنے لگی۔ میں نے پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟

جن بولا میں شیخ محمد ہوں۔ میں نے اس سے پوچھا شیخ محمد آپ اس عورت میں کیوں داخل ہوئے؟

کہنے لگا یہ غسل خانے میں مجھ پر چڑھ گئی۔ ☆ میں نے اسے مشورہ دیا۔ اللہ کی اطاعت کیلئے اس کو چھوڑ دے۔ کہنے لگا: میں اسے ہرگز نہیں چھوڑوں گا۔ ☆ میں نے اسے بتایا کہ میں تجھ پر دم پڑھتا ہوں اور میں نے سورۃ صافات کی ابتدائی آیات پڑھیں تو اسے شدید تکلیف ہوئی وہ رونے لگا اور کہنے لگا میں ابھی نکلتا ہوں۔ ☆ میں نے کہا: فوراً نکل جاؤ، تو اس نے توقف کیا۔ ☆ میں نے سورت جن کی ابتدائی آیات پڑھیں۔

وہ کہنے لگا مجھے چھوڑ دو۔ میں جاتا ہوں پھر سلام کیا اور چلا گیا۔

تمام تعریفات اور شکر و احسان اللہ تعالیٰ کا ہی ہے۔ (جنات اور جادو کا توڑ، ص: ۱۰۶)

صبحی اور محمد جن سے ملاقات: میرے پاس ایک عورت آئی میں نے سورہ فاتحہ پڑھی تو جن حاضر ہوگیا میں نے پوچھا تیرا نام کیا ہے؟

کہنے لگا میرا نام محمد ہے۔ میں نے کہا کہ اس کا یہ مطلب ہے کہ تو مسلمان ہے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ کیا تمہارے ساتھ اس جسم میں کوئی اور جن بھی ہے۔

اس نے بتایا: کہ ہاں میرے ساتھ ایک نصرانی جن ہے جس کا نام صبحی ہے۔

☆ میں نے اسے کہا کہ تو اسے بلا اس نے بلایا تو وہ آگیا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ وہ بولا مجھے صبحی کہتے ہیں۔

☆ میں نے پوچھا: کیا تو مسلمان ہے؟۔ کہنے لگا: کہ نہیں میں نصرانی ہوں۔

☆ میں نے پوچھا تیری عمر کتنی ہے؟ اس نے بتایا کہ اٹھارہ سال ہے۔ میں نے پوچھا کیا تو کسی جادوگر کے ساتھ کام کرتا ہے۔

کہنے لگا کہ ہاں ضلع دسوق (مصر) میں ایک جادوگر ہے میں اس کے ساتھ کام کرتا ہوں۔

میں نے اس کے سامنے اسلام پیش کیا تو وہ اسلام لے آیا۔ میں نے مزید تاکید کیلئے پوچھا! کہ کیا تو زبانی مسلمان ہوا ہے یا دل سے؟ کہنے لگا میں دل سے مسلمان ہوا ہوں۔ اور پھر روتے ہوئے کہنے لگا کہ میں نے بے شمار لوگوں کو تکلیف دی ہے۔ میں نے اسے خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے گناہ معاف کر دیئے ہیں تو اب اپنی توبہ خالص کر۔ کہنے لگا: کہ میں تو نماز کا طریقہ جانتا ہوں نہ وضو کا۔

☆ میں نے اس سے پوچھا: کیا تو کسی مسلمان عامل کو جانتا ہے؟۔ کہنے لگا میں تو صرف کنیسے اور پادری جانتا ہوں۔

میں نے اسے ترغیب دلاتے ہوئے کہا: کیا تیرے لیے ممکن ہے کہ تو ہماری فلاں مسجد میں آجائے۔ وہاں آپ نماز پڑھیں۔ اور اپنے

مومن جنات بھائیوں سے ملاقات کریں۔ اور ان سے دینی معلومات حاصل کریں۔ اس نے اس سوچ کو خوش آمدید کہا۔

میں نے اسے کچھ مہلت دی اور پھر پوچھا: کیا اس کے بعد بھی تو جادوگر کے ساتھ کام کریگا؟

کہنے لگا: نہیں کیونکہ اسلام نے جادو کو حرام قرار دیا ہے۔

پھر اللہ کے نام پر اس نے عہد کیا اور چلا گیا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اسلام پر ثابت قدم رکھے۔

پھر پہلا جن محمد آیا تو میں نے اس سے پوچھا جو کچھ پیش آیا کیا تجھے معلوم ہے؟۔ کہنے لگا مجھے معلوم ہے اور میں بہت خوش ہوں کیونکہ وہ اسلام لے آیا۔ پھر اس نے بھی عہد کیا اور چلا گیا۔ "والفضل لله وحده" "یہ ساری گفتگو کیسٹ میں موجود ہے۔ (جنات اور جادو کا توڑ ص:۱۰۶-۱۰۸)

زینت جننی سے ملاقات :۔ ایک دوشیزہ نے اپنے جسم میں درد کی شکایت کی جب میں نے دم پڑھا تو اس نے بازو میں جمود کا اشارہ کیا میں نے اگلے دو ہفتوں کیلئے اسے اذکار دیئے۔ وہ مدت مقررہ کے بعد آئی میں نے اس پر دم کیا۔ تو زینت نامی جن عورت حاضر ہوئی میں نے پوچھا تیرا دین کیا ہے؟۔ کہنے لگی میں مسلمان ہوں۔

☆ میں نے اس سے پوچھا: کیا مسلمان جن پر قرآن اثر کرتا ہے۔ کہنے لگی کہ ہاں میں نے وہ سورتیں پوچھیں جو جنات پر اثر کرتی ہیں۔ کہنے لگی وہی سورتیں جن کو پڑھنے کیلئے آپ ہر مریض کو کہتے ہیں۔

☆ میں نے پوچھا: کیا سورت بقرہ بھی جنات پر اثر کرتی ہے۔ کہنے لگی: نہ صرف اثر کرتی ہے بلکہ ان کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔

☆ میں نے اس سے پوچھا: جب تو فلاں عورت کے ساتھ اس کے گھر گئی تو نے اس کے ساتھ کیا کیا؟

اس نے بتایا کہ جو تعلیمات آپ نے اس عورت کو دی تھیں اس کے ان پر عمل کرنے سے میں بہت کمزور ہوگئی۔ کیونکہ جب وہ قرآن پڑھتی تھی تو مجھے ایذاء پہنچاتی تھی۔ جب کھانا کھانے لگتی تو اللہ کو یاد کرلیتی۔ لہٰذا میں اس کے ساتھ کھانا نہ کھا سکتی۔ اور اگر کھانے کی ابتداء میں بسم اللہ کہنا بھول جاتی تو جب یاد آتا وہ فوراً کہتی: بسم الله اوله و آخره تو جو میں کھا چکی ہوتی فوراً قے کر دیتی۔

میں نے اس سے پوچھا جن اور شیطان میں کیا فرق ہے؟ اس نے بتایا اگرچہ شیطان بھی جنات میں سے ہے لیکن کافر و سرکش جن شیطان کہلاتا ہے۔ پھر وہ کہنے لگی۔ کہ آپ مجھے جانے دیں میں نے اس سے پوچھا کہ تو کہاں سے نکلنے کا ارادہ کرتی ہے۔ اس نے بتایا وہ منہ سے نکلے گی۔ پھر اس نے سلام کہا اور چلی گئی۔ والفضل لله وحدهٗ۔ (جنات اور جادو کا توڑ ص:۱۰۸-۱۰۹)

یہ مکالمہ کیسٹ پر ریکارڈ ہے جو میرے احباب کے پاس بہت مشہور و متداول ہے۔

نجوئی اور اس کی والدہ فاطمہ جننی سے ملاقات :۔ میں ایک دوشیزہ کے علاج کیلئے گیا کئی بار جن اس کی زبان پر بول چکا تھا۔ لہٰذا میں نے جاتے ہی اس پر دم پڑھا تو جن آ گیا۔ میں نے لڑکی کے والد کو کہا کہ گھر سے اللہ کی نافرمانی کی تمام اشیاء فوراً نکال دو۔ اور اپنی بیٹی کو کہو کہ وہ فوراً شرعی پردہ کرلے۔ تاکہ گھر کی اندرونی فضاء درست ہو جائے۔ اس کے بعد میں نے سورت دخان کی کچھ آیات پڑھیں تو جننی نے بتایا کہ اس کا نام نجوئی ہے۔

☆ جب میں نے اس کا مذہب پوچھا اس نے بتایا کہ وہ مسلمان ہے۔ میں نے پوچھا کیا اس جسم میں تیرے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟

اس نے بتایا کہ اس کی ماں فاطمہ بھی ہے۔

☆ میں نے نجوئی کو حکم دیا کہ اپنی ماں کو بھی لے آ تاکہ میں اس سے کچھ اہم باتیں کر سکوں۔ وہ جب آ گئی تو میں نے اس سے دیگر باتوں کے علاوہ وعظ و نصیحت کی اور عذاب الٰہی سے اسے ڈرایا۔ کہنے لگی میں عنقریب نکل جاؤں گی۔

میں نے جب اس سے اس کی عمر پوچھی تو اس نے بتایا کہ اس کی عمر چالیس سال ہے۔

میں نے اس سے پوچھا کیا اس مریضہ کے علاوہ بھی کسی کو تکلیف پہنچائی ہے؟

کہنے لگی: چار اشخاص کو تکلیف پہنچا چکی ہوں میں نے اس کے سامنے واضح کیا کہ یہ تو بالکل ظلم ہے۔ اور اس کیلئے قطعاً جائز نہیں۔ میں نے اسے توبہ کا مشورہ دیا۔ پھر اس سے عہد لیا اور وہ چلی گئی۔

پھر نجویٰ آئی تو میں نے اس سے پوچھا کیا تو نے شادی کر لی؟ اس نے نفی میں جواب دیا میں نے اس سے عمر پوچھی تو اس نے بیس سال بتلائی۔

☆ میں نے جب اس سے پوچھا کہ کیا تو شادی کرنا چاہتی ہے؟۔ تو کہنے لگی: میں نے اپنے آپ کو اللہ کیلئے وقف کر دیا۔

میں نے اسے بتایا: کہ اسلام میں رہبانیت کی اجازت نہیں۔ تو جا اور کسی نیک جن سے شادی کرا لے۔ وہ مطمئن ہو گئی پھر اس سے عہد لیا اور چلی گئی۔ (جنات اور جادو کا توڑ ص: ۱۰۹-۱۱۰)

عیسائی شفیقہ جننی سے ملاقات:۔ آپ کو اس کی تفصیل وہ شخص سنائے گا جو شروع سے لے کر آخر تک موجود رہا اور اس نے اپنے کانوں سے سنا۔ اور جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا من وعن یہاں تحریر کرتا ہے۔ یکم مئی ۱۹۳۶ء نماز عشاء کے بعد ہم نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ایک درس سنا یہ درس ہمارے سامنے شیخ وحید عبدالسلام بالی رحمہ اللہ نے بعنوان ''الطب الروحانی'' دیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

درس کے بعد ہم تقریباً نو ساتھی شیخ وحید کے ہمراہ ایک جانب چل دیئے۔ جب منزل مقصود کے قریب ہوئے تو مجھے پتہ چلا کہ یہ گھر تو ہمارے ایک رشتہ دار کا ہے وہ شیخ وحید کے عقیدت مندوں میں سے تھا اور استقبال کیلئے باہر کھڑا ہوا تھا۔ اس نے جونہی ہمیں دیکھا۔ اول نول کہنے لگا۔ اس کے گلے کی رگیں تن گئیں تاہم ہمارے ساتھیوں نے آگے بڑھ کر اسے پکڑ لیا تو اچانک وہ زمین پر گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا۔ شیخ وحید آگے بڑھے اور سورت صافات کی ابتدائی آیات ترتیل کے ساتھ پڑھیں اور جب "ویقذفون من کل جانب دحورا" پر پہنچے اور دو منٹ بھی نہیں گزرے کہ ہم نے بے ہوش آدمی کے جسم میں زبردست کپکپی ملاحظہ کی۔ شیخ وحید یہ آیت بار بار پڑھ رہے تھے کہ اچانک ہمیں مریض کے منہ سے ایک اجنبی آواز سنائی دی۔ کہ تو کیا چاہتا ہے؟ اس سوال کے جواب میں درج ذیل مکالمہ شروع ہوا۔

☆ شیخ وحید نے اللہ کا نام لے کر پوچھا: ہمارے ساتھ کون ہے؟۔ آواز آئی: کہ میں شفیقہ ہوں۔

استاد:۔ تیرا کیا مذہب ہے؟ ج:۔ میں مسیحی ہوں۔

س:۔ تیری عمر کیا ہے؟۔ ج:۔ میری عمر تقریباً بائیس سال ہے۔ حقیقت میرا باپ جانتا ہے۔

س:۔ کیا اس جسم میں تیرے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟۔ ج:۔ جسم میں تو میرے ساتھ کوئی نہیں لیکن میرا باپ باہر سے میری مدد اور حفاظت کرتا ہے۔

درج بالا سوالات وجوابات گھر سے باہر برآمدہ میں ہوئے۔ پھر شیخ وحید نے مریض کو اندر لے جاتے ہوئے کہا: کہ اگر تو چلی گئی تو میں تجھے حاضر کر لوں گا۔ لہٰذا کہیں مت بھاگ۔

س:۔ اس جسم میں تم کب داخل ہوئے؟۔ ج:۔ صرف دس دن سے یہاں موجود ہیں۔

س:۔ جسم میں تو کہاں رہتی ہے؟۔ ج:۔ دماغ میں بائیں بازو کو کنٹرول کرنے والے حصے میں رہتی ہوں۔

س:۔ تم اس جسم میں کس طرح داخل ہوئی اور کیوں؟۔ ج:۔ میں اس کے کان سے داخل ہوئی، کیونکہ یہ اپنی ماں کے ساتھ غصے کی حالت میں بول رہا تھا ماں نے اسے چہرے پر پلیٹ دے ماری۔ جب محمد ابراہیم نامی جن اس سے نکل گیا تو میں اپنے باپ کے ہمراہ اس کے پیچھے لگ گئی تاکہ کوئی موقع پا کر ہم اس میں داخل ہو جائیں۔

استاد: اب محمد ابراہیم کہاں ہے؟۔ شفیقہ:۔ وہ عباس بلاک کی مرکزی جامع مسجد میں رہتا ہے۔

استاد:۔ محمد ابراہیم کے نکلنے کے بعد فوراً داخل ہونے سے تمہیں کس چیز نے روکا تھا؟۔ شفیقہ:۔ کیونکہ وہ شخص پانچ نمازوں کی پابندی کرتا تھا نیز قرآن کریم کی تلاوت بھی باقاعدگی سے کرتا تھا۔ اور دیگر اذکار مسنونہ میں بھی غفلت نہیں برتتا تھا۔ اسی لیے میں اس سے نفرت کرتی تھی۔

استاد:۔ کیا تم ذکر الٰہی، نماز اور تلاوت قرآن سے نفرت کرتے ہیں؟۔ شفیقہ:۔ ہاں بہت سخت نفرت کرتے ہیں۔

استاد نے اس سے پوچھا کیا تم اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے نفرت کرتے ہو؟ "لوانزلنا ھذا القران علی جبل "(الحشر/۲۱) کہ" اگر ہم یہ قرآن پہاڑ پر نازل کرتے تو ریزہ ریزہ ہو جاتا۔" شفیقہ نامی جنی نے زوردار چیخ ماری۔

استاد نے کہا کیا تم اس آیت کو ناپسند کرتے ہو۔" ان شجرۃ الزقوم طعام الاثیم "(الدخان/۴۳-۴۴) کہ" (جہنم میں) تھوہر کا درخت گناہگاروں کا کھانا ہوگا۔" شفیقہ کی چیخوں میں شدت آ گئی۔

استاد:- کیا تو شادی شدہ ہے؟ شفیقہ:- میرا والد مجھے شادی سے منع کرتا ہے لہذا میں شادی نہیں کروانا چاہتی۔

استاد:- اب تم کہاں رہتے ہو؟ شفیقہ:- ہم سیدی سالم کے کنیسہ میں رہتے ہیں۔ اگر چہ وہ ان دنوں گرایا جا چکا ہے۔

استاد:- کیا تم مسیحیوں سے محبت کرتے ہو؟ شفیقہ:- ہاں ہم ان سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔

استاد:- جب تمہارے سامنے پادری گزرتا ہے تو تم کیا کرتے ہو؟ شفیقہ:- ہم وہیں کھڑے ہو جاتے ہیں بالکل حرکت نہیں کرتے۔

استاد:- اگر یہ لڑکا عیسائی ہو جائے اور ہم اس کے گلے میں صلیب لٹکا دیں تو کیا تم اس سے محبت کرو گے؟ شفیقہ:- ہاں میں اس سے محبت ہی نہیں کروں گی بلکہ اپنے باپ کی مرضی کے خلاف اس سے شادی بھی کروں گی۔

استاد:- میں تجھے اسلام کی دعوت دیتا ہوں تو اس بات کی گواہی دے کہ معبود برحق صرف اللہ کی ذات ہے اور محمد ﷺ اللہ کے آخری رسول ﷺ ہیں۔ شفیقہ:- نہیں جب تک تو اس لڑکے کو سزا نہ دے دے کیونکہ اس نے تیری نصیحت پر عمل نہیں کیا جب تو نے اسے کہا کہ غصہ مت کیا کر۔

استاد:- کیا تو جنت چاہتی ہے یا دوزخ؟ شفیقہ:- میں جنت میں داخل ہونا چاہتی ہوں۔

استاد وحید: کیا تو مسلمان جنات سے تعلقات قائم کرنا چاہتی ہے؟ شفیقہ:- میں ان سے نہیں ملنا چاہتی۔

وحید:- کیا تم ہمارے درس میں کبھی شامل ہوئے ہو؟ شفیقہ:- ہم مسجد دارالسلام میں حاضر ہوئے تھے لیکن باہر ہی کھڑے رہے۔

وحید:- کیا تم ایسا گھر پسند کرتے ہو جس میں ٹیلی ویژن اور موسیقی اور تصاویر ہوں؟ شفیقہ:- ہم ایسے گھر کو بہت زیادہ پسند کرتے ہیں۔

وحید:- کیا تم ایسے گھروں میں داخل ہوتے ہو جن میں قرآن پڑھا جاتا ہو؟ شفیقہ:- ہم داخل نہیں ہوتے اور اگر پہلے سے موجود ہوں تو قرآن کی تلاوت سن کر وہاں سے بھاگ جاتے ہیں۔

وحید:- اب میں تجھ پر اسلام پیش کرتا ہوں لیکن تجھ سے زبردستی نہیں کرتا۔ شفیقہ:- نہیں جب تک تو اس لڑکے کو سزا نہ دے دے کیونکہ اس نے تیری نصیحت پر عمل نہیں کیا۔

وحید:- اب اس کی ماں کا کیا حال ہے؟ شفیقہ:- اب وہ بہت راحت محسوس کرتی ہے لیکن جب سے یوسف نامی مسیحی جن اس سے نکلا ہے مجھے بہت افسوس ہے۔

وحید:- کیا تجھے اسلام لانے سے کوئی منع کرتا ہے۔ شفیقہ:- میرا باپ مجھے اسلام لانے سے منع کرتا ہے۔ اگر وہ موافقت کرے تو میں اسلام لاؤں گی۔

وحید:- تو اپنے باپ کو ہمارے پاس بھیج۔ آواز:- تو کیا چاہتا ہے؟

ہم نے واضح طور پر محسوس کیا کہ آواز نہایت گونج دار ہو گئی ہے۔

وحید:- بسم اللہ، تیرا نام کیا ہے؟ آواز:- میرا نام جرجس ہے۔

وحید:- تیرا مذہب کیا ہے۔ جرجس:- مسیحی ہوں۔

وحید:- تیری عمر کتنی ہے؟ جرجس:- میری عمر پینتالیس سال ہے۔

وحید:- تو اس لڑکے میں کیوں رہتا ہے؟ جرجس:- میں تو نہیں رہتا لیکن میری بیٹی ضرور رہتی ہے۔

وحید:—تم اس سے کیا چاہتے ہو؟۔ جرجس:—ہم چاہتے ہیں کہ وہ نماز سے دور رہے۔ کیونکہ اس سے ہمیں نہایت تکلیف ہوتی ہے۔

وحید:—میں نے تیری بیٹی کو اسلام کی دعوت دی تو اس نے کہا کہ اگر میرا باپ اسلام لے آئے تو میں بھی اسلام لے آؤں گی تو کیا تو اسلام قبول کرے گا؟۔ جرجس:—تھوڑی دیر خاموش رہا، پھر کہنے لگا۔ میں موافق ہوں۔

وحید:—دل سے مسلمان ہونا چاہتا ہے یا صرف زبان سے؟۔ جرجس:—میں دل سے مسلمان ہو رہا ہوں۔

وحید:—میرے ساتھ کہہ: "اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله شهادة حق و صدق عليها نحي و عليها نلقى الله عزوجل خارجة من قلبي اللهم ان كنت صادقا فاخلص توبتي و اعني على ايماني و ان كنت كاذبا فمكن المومنين مني۔" "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود (برحق) نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔ میں سچی اور حقیقی گواہی دے رہا ہوں اس پر ہی ہم زندہ ہیں اور اس پر ہم اللہ عزوجل سے ملیں گے۔ یہ میرے دل کی گواہی ہے۔ اے اللہ اگر میں سچا ہوں تو میری توبہ کو خالص کر دے اور میرے ایمان پر میری مدد فرما اور اگر میں جھوٹا ہوں تو تمام مومنوں کو میرے اوپر غالب کر۔"

وحید:—اب تو شفیقہ کو ہمارے پاس بھیج دے تا کہ ہم اس سے اہم بات کر لیں جب شفیقہ آ گئی تو وحید نے اس سے پوچھا اسلام کے متعلق تیرا کیا ارادہ ہے؟۔ شفیقہ:—اللہ کیلئے میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں۔

وحید:—میرے ساتھ ساتھ گواہی کے الفاظ دہراتی جاؤ۔ پھر وحید نے اسے کہا تو اب سب مسلمانوں کیلئے دعا کر۔ شفیقہ نے پہلے زبان سے گواہی دی پھر مسلمانوں کیلئے دعا کی۔

وحید: کیا میں تجھے قرآن سناؤں؟۔ شفیقہ:—ہاں سناؤ۔

وحید: میں نے اس کے سامنے سورت کہف کا آخری رکوع پڑھا اور سورت اخلاص پڑھی۔

اللہ اکبر: وہ کتنی محبت اور عقیدت سے قرآن سن رہی تھی۔

وحید: ہم چاہتے ہیں کہ تیرا نام تبدیل کر دیں اور فاطمہ رکھ دیں۔ شفیقہ:—جی ہاں مجھے فاطمہ نام بڑا پسند ہے۔

وحید: ہم تجھے نماز با جماعت کی نصیحت کرتے ہیں اور یہ مشورہ دیتے ہیں کہ مسجد میں وعظ و نصیحت کی محفلوں میں حاضر ہوا کر۔

فاطمہ: اب مجھے مسلمان اچھے لگتے ہیں اور میں اسلام سے محبت کرتی ہوں۔

وحید: میری رائے میں تجھے پردہ بڑا اچھا لگے گا۔ فاطمہ:—میں حجاب تو اوڑھ لوں گی لیکن فی الحال نقاب نہیں لوں گی۔ تا کہ لوگ مجھ سے ڈر نہ جائیں۔ تاہم حجاب اوڑھنے سے سب لوگ مجھے اچھا سمجھیں گے۔ لیکن تھوڑی سی بحث اور افہام و تفہیم کے بعد فاطمہ نقاب لٹکانے پر راضی ہو گئی۔

وحید: ہم چاہتے ہیں کہ تو اپنے باپ کو ہمارے پاس بھیج تا کہ ہم اس سے گفتگو کر سکیں۔

اس کا باپ آیا اس کا نام جرجس تھا ہم نے اس کا اسلامی نام محمد رکھنا چاہا لیکن پہلے اس سے پوچھا۔ جرجس:—ہاں، مجھے یہ نام پسند ہے۔

وحید نے اسے قرآن سنایا۔ جو اس نے پورے شوق اور عقیدت سے سنا۔

وحید نے محمد سے پوچھا: کیا تم انسانی شکل اختیار کر لیتے ہو؟۔ محمد: ہم بحیثیت جن انسانی شکل تو اختیار نہیں کر سکتے لیکن مختلف حیوانات کی شکل و صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ جیسے کتا، بلی وغیرہ۔

وحید: تم کونسا رنگ پسند کرتے ہو؟۔ محمد: ہم سیاہ رنگ کو ترجیح دیتے ہیں۔

وحید: کیا تم مختلف آوازیں نکال سکتے ہو؟۔ محمد: ہم جس جسم میں ہوں اسی کی زبان سے بولتے ہیں خود کوئی آواز نکالنے سے قاصر ہیں۔

وحید: تم کتنی دیر میں شہر کے مشرق میں جا کر واپس آ سکتے ہو؟ محمد: صرف ایک منٹ یا اس سے بھی کم وقت میں ہم اتنا فاصلہ طے کر سکتے ہیں۔

وحید: تم باپ اور بیٹی مجھ سے عہد لے لو اور پھر اس جسم سے چلے جاؤ لیکن جانے سے پہلے ایک نصیحت سن لو کہ احکام دینی سیکھ لو تا کہ تمہیں

دنیا و آخرت میں فلاح مل سکے۔ اس کیلئے دینی محفلوں میں شرکت لازمی ہے۔

محمد اور فاطمہ: بیک وقت کہنے لگے ہمیں یہ منظور ہے پھر دونوں نے عہد کی عبارت پڑھی اور السلام علیکم کہہ کر چلے گئے۔

لیکن ان کے جانے سے پہلے استاد وحید نے سابق جن محمد ابراہیم کو ان کے ذریعے بلوایا۔

وحید: اے ابراہیم اگر ہم تیری شادی فاطمہ سے کر دیں تو کیا تم راضی ہو جاؤ گے؟۔ ابراہیم:- مجھے منظور ہے تاہم پہلے فاطمہ کے باپ سے آپ پوچھ لیں۔

وحید: ابراہیم کو ہی پیغام دیا کہ محمد کو ہمارے پاس بلواؤ۔ محمد آیا اور اپنی بیٹی کی رضامندی سے اس کی شادی ابراہیم سے کر دی۔

پھر تینوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ وہ جامع مسجد کے قریب رہیں گے۔ اس سے پہلے کہ یہ مکالمہ ختم ہو وحید نے محمد کو کہا کہ وہ اپنے مسلم انسانی بھائیوں کیلئے چند نصیحتیں کرے۔

محمد: میں آپ سب کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ ہر کام سے پہلے بسم اللہ ضرور کہا کریں۔ کثرت سے قرآن پڑھا کریں۔ نماز با جماعت کی پابندی کریں۔ موسیقی سے پرہیز کریں۔ ان نصائح کے ساتھ ہی یہ عجیب و غریب لیکن عملی تجربہ اختتام پذیر ہوا۔

یہ تمام مکالمات کیسٹ میں ریکارڈ ہیں اور یہ کیسٹیں سامعین کے پاس موجود ہیں ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ ہمیں تمام فتنوں سے محفوظ رکھے اور ہمیں مسلمانوں کی خیر خواہی کے کام کرنے کی توفیق دے۔ (جنات اور جادو کا توڑ ص: ۱۱۰ تا ۱۱۶)

"غوطہ زن جن" سے ملاقات:۔ میرے پاس ایک آدمی آیا اور اس نے بتایا کہ میرے باپ کو جن تنگ کرتے ہیں آپ تشریف لائیں اور علاج کریں۔ میں نے اس سے ابتدائی سوالات پوچھ کر اندازہ کیا کہ واقعی اس آدمی کے پاس جا کر دیکھنا چاہیے۔

میں اپنے تین دوستوں کے ہمراہ اس آدمی کے ہاں گیا تو دیکھا کہ وہ آدمی اپنے پورے ہوش و حواس میں بیٹھا ہوا ہے اس کی عمر پینتالیس سال کے لگ بھگ تھی۔

☆ میں نے اس سے اس کا نام پوچھا تو اس نے اپنا نام محمود بتایا۔ میں نے اس سے پوچھا تمہاری تکلیف کی کیفیت کیا ہے؟ وہ بولا مجھے ایسے محسوس ہوتا ہے کہ مجھے کوئی جن عورت چمٹ گئی ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ وہ تجھ کو چھوڑ دے؟

وہ بولا:- ہاں! میں یہی چاہتا ہوں کیونکہ اس نے مجھے بہت زیادہ پریشان کیا ہے اور بعض اوقات تو میرا جی چاہتا ہے کہ میں بیوی کو جدا کر دوں۔

میں نے اسے کہا کہ وہ وضو کرے جبکہ ہم سب نے بھی وضو کر لیا میں نے اپنے ساتھی کو کہا کہ اس پر دم پڑھے۔ جب اس نے دم پڑھا تو مکمل پڑھنے سے پہلے ہی جسم تھر تھرا اٹھا میں سمجھ گیا کہ جن حاضر ہو گیا۔

میں نے کہا بسم اللہ۔ میں اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں تو کون ہے؟ تو بدلی ہوئی آواز آئی کہ میں جننی ہوں۔

میں نے پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟۔ بولی میرا نام سٹی وارس ہے۔ میں نے پوچھا تیرا دین کیا ہے؟ تو خاموش ہو گئی۔

میں نے پوچھا کیا تو مسلمان ہے؟ کہنے لگی۔ نہیں۔ میں نے پوچھا کیا تو کافرہ ہے؟ کہنے لگی نہیں۔

میں نے پوچھا کیا تو مسیحیہ ہے؟ کہنے لگی نہیں۔ بلکہ میں کوئی دین وغیرہ نہیں جانتی۔ میں لا دین ہوں۔

میں نے پوچھا:- تو کہاں رہتی ہے؟ کہنے لگی میں غوطہ خور جنات میں سے ہوں جو پانی میں رہتے ہیں۔ میں بحر احمر میں رہتی ہوں۔

میں نے پوچھا تو محمود میں کیوں داخل ہوئی؟۔ کہنے لگی تا کہ اس سے انتقام لے سکوں۔

میں نے پوچھا:- اس نے کیا کیا؟ جننی نے بتایا: کہ میرا رشتہ دار جن ایک آدمی میں داخل ہو گیا۔ محمود نے جن پکڑ لیا اور اسے بہت زیادہ مارا حالانکہ محمود بذات خود ایک جاہل آدمی ہے یہ ہم سے اپنا دفاع بھی نہیں کر سکتا۔

جب وہ تنہا اندھیری رات میں ویران مقام سے گزر رہا تھا۔ میں اس میں داخل ہو گئی۔

میں نے پوچھا:۔تو کب سے اس کے اندر ہے؟۔ وہ بولی:۔تقریباً بیس سال سے اس کے اندر ہوں۔

میں نے اسے اسلام کی پیشکش کی۔

تو کہنے لگی آپ مجھے تین دن کی مہلت دیں میں سوچ کر اپنے فیصلے سے تجھے آگاہ کروں گی۔

میں نے اتنی مہلت دینے سے انکار کر دیا اور اسے خبردار کیا کہ زیادہ سے زیادہ دس منٹ میں سوچ کر بتایئے۔

کہنے لگی ٹھیک ہے میں مسلمان ہو جاتی ہوں لیکن میری ایک شرط ہے۔ کہ میں محمود کے ساتھ رہوں گی اس سے باہر نہیں نکلوں گی۔

میں نے اسے تسلی دی کہ یہ ایک علیحدہ معاملہ ہے۔ تیرے اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

کہنے لگی تو پھر ٹھیک ہے میں نے اس سے شہادتین کا اقرار کروایا۔ اس نے اپنی توجہ کا اعلان کیا اور اپنا نام ام ابراہیم چن لیا۔

میں نے اسے بتایا کہ تیری توبہ قبول ہونے کی یہ علامت ہے کہ تو ظلم سے باز آجا۔ کہنے لگی میں نے کونسا ظلم کیا ہے؟

میں نے اسے بتایا کہ اس مظلوم انسان کے اندر رہنا تیرا بہت بڑا ظلم ہے۔ تو اس سے فوراً نکل جا۔

کہنے لگی میں دو وجہ سے ہرگز نہیں نکلوں گی۔

ا-وہ خواب میں مجھے خوبصورت عورت کے روپ میں دیکھتا ہے۔ جب صبح ہوتی ہے تو اسے احتلام ہو چکا ہوتا ہے جبکہ میں لذت جماع سے پوری طرح ہمکنار ہوتی ہوں۔ اور مجھے تمام فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

۲-دوسری وجہ یہ ہے میں بحر احمر میں جنات کے بادشاہ کی ملکہ تھی جب وہ فوت ہوا تو میں اکیلی رہ گئی۔ اور میری اولاد بادشاہت کی مالک بن گئی۔ چونکہ وہ سب کافر ہیں جب انہیں میرے اسلام کا پتہ چلے گا تو وہ مجھے قتل کر دیں گے۔

میں نے اسے دلائل سے تفصیلاً بتایا کہ پہلا سبب تو شروع سے آخر تک باطل و مردود ہے۔ کیونکہ محمود تجھ سے محبت نہیں کرتا بلکہ سخت نفرت کرتا ہے۔ نیز وہ شادی شدہ ہے تجھ سے وہ شادی نہیں کرنا چاہتا۔

دوسری وجہ کا جواب یوں دیا جا سکتا ہے کہ تو حفاظت کے پیش نظر اسلام لا کر بیت اللہ میں چلی جائے وہاں دیگر مسلمان جنات کے ساتھ تو بھی شامل ہو جا کوئی کافر وہاں تجھے گزند نہیں پہنچائے گا۔

کہنے لگی مجھے تین منٹ کی مہلت دو میں نکل جاؤں گی۔ کچھ دیر بعد محمود کو افاقہ ہو گیا اور وہ اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ پھر کہنے لگا۔ آپ کا شکریہ اور اللہ کا بھی شکر ہے کہ جن چلا گیا۔

میں نے کہا: کہ نہیں مجھے ایسے لگتا ہے کہ وہ مریض کی آنکھوں میں بیٹھی ہے۔

پھر میں نے اپنا ہاتھ اس کے دونوں کندھوں اور دونوں گھٹنوں پر رکھا تو مجھے یقین ہو گیا کہ وہ ابھی تک موجود ہے اور صرف حیلہ سازی کر رہی تھی۔

میں نے اپنے ساتھی کو دم پڑھنے کیلئے کہا ابھی اس نے دم مکمل نہیں کیا کہ وہ حاضر ہو گئی۔

میں نے غضب ناک لہجے میں کہا: ام ابراہیم کیا اس طرح تو ہمیں دھوکہ دینا چاہتی ہے؟

کہنے لگی۔ آپ یقین کریں میں اس سے محبت کرتی ہوں تقریباً بیس سال سے اس کے ساتھ رہتی ہوں۔ میں نہیں چاہتی کہ اسے چھوڑ جاؤں۔

میں نے اسے بتایا کہ اس طرح ہمارے درمیان پیار و نرمی اور اخوت و احترام باہمی کا جو تعلق تھا وہ ختم ہو گیا اب لاٹھی چارج اور جلنا مرنا ہو گا۔ میں قرآن پڑھوں گا اور تو جل جائے گی۔ کہنے لگی نہیں: ایسے نہیں کرنا۔ میں عنقریب چلی جاؤں گی۔

تقریباً دو یا تین منٹ تک ہائے محمود ہائے محمود کہتی رہی پھر چلی گئی۔ بہر حال تمام تعریفات اللہ وحدہ کیلئے ہیں۔ (یہ کیسٹ بھی موجود ہے) (جنات اور جادو کا توڑ، ص:۱۱۷-۱۲۰)

جرجس جن کے خاندان سے ملاقات:۔ ایک عورت بیمار ہو گئی اس کے خاوند نے ہر قسم کا علاج کرایا لیکن اسے شفا نہ ملی آخر کار

ایک نوجوان آدمی نے جا کر اسے دم کیا تو جن حاضر ہو گیا اس کا نام جرجس تھا معالج نے اسلام کی دعوت دی تو جن مسلمان ہو گیا۔ اور عورت سے نکل گیا لیکن دو ماہ کے بعد، عورت کو پھر دورہ پڑ گیا۔ اس کا خاوند میرے پاس آیا میں اس کے ساتھ چلا گیا۔ میں نے جونہی دم پڑھا۔ جن گونج دار آواز میں بولا۔ تو ہم سے کیا چاہتا ہے؟

میں نے پوچھا:۔ بسم اللہ (اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرتا ہوں) تیرا نام کیا ہے؟ اس نے بتایا:۔ یوحنا

میں نے کہا:۔ کہ کیا تو مسیحی ہے؟ کہنے لگا ہاں!۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو کیوں اس عورت میں داخل ہوا ہے؟

کہنے لگا: تم نے میرا بیٹا جرجس مسلمان کر لیا ہے میں اسی کا انتقام لینا چاہتا ہوں۔ میں نے اسے بتایا کہ میں تیرے سامنے بھی اسلام کی دعوت رکھتا ہوں اگر تو نے اسے قبول کیا تو الحمد للہ اور اگر اپنی مرضی سے تو اس کو قبول نہ کرے تو میں تجھے مجبور نہیں کروں گا۔

کہنے لگا:۔ بہتر یہ ہے تو آرام سے بیٹھ جا اور خاموش رہ۔

میں نے کہا: میں ایسا کیوں کروں؟

کہنے لگا:۔ اس لیے کہ میں جنات کا پادری ہوں۔

میں کیسے اسلام قبول کر سکتا ہوں؟ میں نے اسے پیشکش کی کہ پہلے وہ مجھے دلائل کے ذریعے نصرانیت کی دعوت دے اگر میں مطمئن ہو گیا تو تو مجھے اپنے دین میں شامل کر لے اور اگر میں مطمئن نہ ہوا تو تیرے سامنے اسلام پیش کروں گا اگر تو مطمئن ہو گیا تو ہٹ دھرمی اور تعصب کے بغیر اللہ کی رضا کیلئے اسے قبول کرنا پڑے گا۔

کہنے لگا ٹھیک ہے پہلے تو اسلام پیش کر۔

میں نے دین نصاریٰ کے متعلق شکوک وشبہات سے بات شروع کی۔ اور اسے اس بات کا قائل کیا کہ اصلی دین مسیح، ناپید ہے مسیح کے شاگرد ہونے کے دعویداروں نے اپنے ہاتھ سے انجیلیں لکھیں جن میں بے شمار تضادات پائے جاتے ہیں اور ان میں انبیاء علیہم السلام جیسی مقدس ہستیوں کے متعلق بے شمار نازیبا الفاظ ہی نہیں جملے اور پیراگراف تک ملتے ہیں۔ تو کیا یہ دین سچا ہو سکتا ہے؟ جب تک میں اسے ایک نکتے پر مطمئن نہ کرتا دوسرے نکتے کو شروع نہ کرتا وہ اگرچہ دین نصاریٰ کی تحریفات اور قرآنی حقانیت سے پوری طرح واقف نہیں تھا تاہم ابتدائی معلومات وہ ضرور رکھتا تھا اور اچھے اور علمی انداز میں پیش کرنے کی صلاحیت بھی اس میں تھی۔ لہٰذا وہ ہر ہر نکتے پر خوب ٹھونک بجا کر اور دل کھول کر مناظرہ اور مباحثہ کرتا اور میں نے بھی اللہ کے فضل سے صبر کا دامن نہ چھوڑا اور اس کے دلائل کے تار پود بکھیر کر اسلام کی حقانیت اس سے منوالی۔

آخر کار میں نے اسے اسلام کی دعوت دے ہی ڈالی۔ اور اسے اسلام کے محاسن ومیزان خصوصاً عدل وانصاف اور مساوات وہمدردی، اخوت، احترام کے پہلوؤں سے خوب آگاہ کیا۔ جب وہ پوری طرح مطمئن ہو گیا تو کہنے لگا۔ مجھے قرآن سناؤ۔

میں نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس کے سامنے تلاوت کیا:

”لتجدن اشدالناس عداوة للذین امنو الیهود و الذین اشرکوا ولتجدن اقربهم مودة للذی امنوا الذین قالوا انا نصاری ذلك بان منهم قسیسین و رهباناً و انهم لا یستکبرون○ و اذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینهم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق یقولون ربنا امنا فاکتبنا مع الشاهدین○ وما لنا لا نومن بالله و ما جاء نا من الحق و نطمع ان یدخلنا ربنا مع القوم الصالحین○ فاثابهم الله بما قالوا جنات تجری من تحتها الانهار خالدین فیها و ذالك جزاء المحسنین“۔ (المائدہ:۸۲تا۸۵)

جب میں نے تلاوت ختم کی اور دیکھا تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور وہ بالتکرار کہہ رہا تھا۔ میں ایمان لایا میں ایمان لایا۔ میں ایمان لایا۔

میں نے پوچھا کیا تو دل سے ایمان لایا ہے یا صرف زبان سے؟

کہنے لگا میں دل سے ایمان لایا ہوں پھر اس نے اپنی توبہ کا اعلان کیا۔ میرے ساتھ گواہی کا اقرار کیا، مجھ سے عہد لیا اور چلا گیا۔

مریضہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ اسے اپنے ساتھ جاری رہنے والے حادثے کا احساس تک نہیں تھا۔ تعجب کی بات یہ ہے۔ کہ یہ عورت جنات کے انسانی جسم میں واخلے کی منکر تھی۔ لیکن ایک ماہ کے بعد وہ عورت پھر بیمار ہو گئی میں اس کے خاوند کے ہمراہ گیا اور اس پر دم پڑھا تو جننی حاضر ہو گئی۔

☆ میں نے پوچھا:- بسم اللہ (اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں) تو کون بولی: میں مریم ہوں۔

☆ میں نے پوچھا:- تو اس عورت میں کیوں داخل ہوئی ہے؟۔ وہ کہنے لگی:- تا کہ میں اپنے خاوند اور بیٹے کا انتقام لے سکوں جن دونوں کو تم نے مسلمان کر لیا ہے۔

☆ میں نے کہا: یعنی تو بھی مسیحیہ ہے۔ اس نے اثبات میں جواب دیا۔

☆ میں نے اسے کہا: میری ایک بات سن لے۔ اس نے انکار کرتے ہوئے کہا میں تیری آدھی بات بھی سننے کیلئے تیار نہیں۔ کیونکہ تو جادو کے زور پر جنات کو مسلمان کر لیتا ہے۔ مجھے اس عورت کے پاس بھیجتے ہوئے میرے رشتہ دار جنوں نے سختی کے ساتھ منع کیا تھا کہ نہ تو توحید کی بات سنو گی اور نہ ہی اس سے قرآن سنو گی۔

میں نے اسے پیشکش کی۔ کہ وہ مجھ پر عیسائیت پیش کرے اگر اس نے مجھے مطمئن کر لیا تو پھر ٹھیک ہے وگرنہ میں تیرے سامنے اسلام پیش کروں گا۔ اگر تو مطمئن ہو گئی تو اسلام قبول کر لینا وگرنہ تیری مرضی

اس نے مجھ سے پہلا سوال یہ کیا کہ جب تمہیں احتلام ہوتا ہے۔ تو غسل کیوں کرتے ہو؟ حالانکہ منی صرف ایک عضو سے نکلی ہے۔

میں نے جواب دیا:- ہم اس لیے غسل کرتے ہیں کہ منی سارے جسم سے نچڑ کر آتی ہے خصوصاً ریڑھ کی ہڈی کے تمام مہرے متاثر ہوتے ہیں جو جسم کے اعصابی نظام کو کنٹرول کرتے ہیں اور اخراج منی کے بعد تمام جسم ڈھیلا پڑ جاتا ہے۔ لہذا غسل ضروری ہے تاکہ پورا بدن دوبارہ چست ہو جائے۔ وہ خاموش ہو گئی۔

☆ میں نے اس سے سوال کیا: عیسیٰ بن مریم علیہا السلام کے متعلق تمہارا کیا عقیدہ ہے؟۔ کہنے لگی: عیسیٰ بھی اللہ ہے۔ (نعوذ باللہ)

☆ میں نے پھر پوچھا: تم اپنے گلے میں صلیب کیوں لٹکاتے ہو؟۔ اس نے جواب دیا: کیونکہ یہود ملعون نے عیسیٰ علیہ السلام کو پھانسی پر لٹکایا تھا۔

☆ میں نے اعتراض کیا: کیا معبود اپنا دفاع کرنے سے عاجز و بے بس ہو گیا؟

وہ لاجواب ہو گئی: میں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ عیسیٰ الہ نہیں ہے۔ وہ فوراً کہنے لگی: وہ اللہ کا بیٹا ہے۔

☆ میں نے اعتراض کیا: کہ معبود اپنے بیٹے کا دفاع بھی نہ کر سکا۔ وہ پھر لاجواب ہو گئی۔

☆ میں نے پھر کہا: کہ اس کا یہ معنی ہوا کہ عیسیٰ اللہ کا بیٹا نہیں۔ اس نے مجھ سے پوچھا تم عیسیٰ کے متعلق کیا کہتے ہو؟

☆ میں نے اسے بتلایا: ہم عیسیٰ علیہ السلام کو ولد الزنا بھی نہیں کہتے جس طرح یہودیوں نے کہا اور نہ ہم تمہاری طرح اسے اللہ کا بیٹا کہتے ہیں بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ اللہ کے بندے، اس کے رسول اور اس کی روح ہیں اور اس کے حکم سے وہ پیدا ہوئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے حکم ''کن'' کے ذریعے پیدا کیا۔ وہ بولی: آپ کا کلام دل کو لگتا ہے اور ذہن اسے قبول کرتا ہے۔ آپ مجھے کچھ قرآن سنائیں۔

☆ میں نے اسے سورۃ طٰہٰ کی پہلی چھ آیات سنائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''طٰہٰ ۔ ما انزلنا علیک القران لتشقی ٥ الا تذکرۃ لمن یخشی ٥ تنزیلا ممن خلق الارض والسموات العلیٰ ٥ الرحمن علی العرش استوی ٥ لہ ما فی السموات و ما فی الارض و ما بینہما و ما تحت الثری '' (طٰہٰ: ١تا٦)

فوراً پکار اٹھی:- میں اسلام لاتی ہوں۔ مجھے اسلام قبول ہے۔ میرے ساتھ اس نے شہادتین کا اقرار کیا پھر عہد لیا اور چلی گئی۔

دو ماہ کے بعد وہی عورت بیمار ہو گئی۔ اس کا خاوند میرے پاس آیا تو میں نے اسے کہا کہ جب تک تمہاری بیوی ہماری دی ہوئی

ہدایات پر عمل نہیں کرے گی اسے علاج سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔

وہ بولا یہ حقیقت ہے کہ وہ آپ کی ہدایات پر عمل نہیں کرتی کیونکہ ذہنی طور پر مطمئن ہی نہیں کہ جنات انسانی جسم میں داخل ہو سکتے ہیں۔ اسی لیے وہ تلاوت نہیں کرتی۔ تاہم میں نے جب آیات پڑھیں تو جن بول اٹھا میں نے اللہ کے نام سے شروع کرتے ہوئے اس سے پوچھا: تیرا نام کیا ہے؟

کہنے لگا میرا نام پرسوم ہے۔

☆ میں نے اس کا مذہب پوچھا تو کہنے لگا۔ کہ وہ مسیحی ہے۔ میں نے پوچھا تو اس عورت میں کیوں داخل ہوا ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ اپنے چچا اور اس کی بیوی اور اس کے بیٹے کا انتقام لینا چاہتا ہے کیونکہ تم نے انہیں مسلمان کرلیا ہے۔ میں نے اسے کہا کہ کیا میں تجھے اسلام کی دعوت دوں؟۔ وہ کہنے لگا کہ نہیں بلکہ میں تیرے سامنے عیسائیت پیش کرتا ہوں۔ میں تیرے سامنے اسی لیے آیا ہوں تا کہ تجھ سے مباحثہ کر سکوں کیونکہ میں کنیسہ میں مدرس رہا ہوں۔

☆ میں نے اسے کہا تو جو چاہتا ہے پوچھ لے۔ اس نے پہلا سوال کیا کہ تم کہتے ہو کہ عیسیٰ اللہ کا بیٹا نہیں تو پھر بتاؤ کہ اس کا باپ کون ہے؟

☆ میں نے اس کیلئے وضاحت کی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں چار طریقوں سے اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائیں تا کہ ہمیں یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

۱- ماں باپ کے بغیر آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ ۲- ماں کے بغیر حواء علیہا السلام کو پیدا کیا۔
۳- باپ کے بغیر عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا۔ ۴- دیگر سب انسانوں کو ماں اور باپ سے پیدا کیا۔

اگر ہم یہ کہیں کہ عیسیٰ اس لیے اللہ کے بیٹے ہیں کیونکہ ان کا باپ نہیں تو پھر ہمیں یہ بھی کہنا پڑے گا حواء اللہ کی بیٹی ہیں نعوذ باللہ کیونکہ ان کی ماں نہیں اس بات کے بطلان کا علم ہر سلیم الفطرت انسان کو ہے۔ یہ اہم نقطہ سن کر وہ مطمئن ہو گیا۔

یہ مباحثہ گیارہ بجے دوپہر سے لے کر چار بجے عصر تک رہا۔ صرف نمازوں کا وقفہ کیا گیا۔

آخر کار اس نے اسلام قبول کرلیا۔ اور اپنا نام علی رکھا پھر کہنے لگا کہ میرا یہ فرض بنتا ہے کہ میں اپنی قوم کے لوگوں کو اسلام کی دعوت دوں۔ میں نے اسے نصیحت کی کہ ابتداء میں وہ دین کا علم سیکھے اور قرآن یاد کرے پھر دین کی تبلیغ کرے۔

پھر وہ اپنے چچا، چچی، اور ان کے بیٹے سے وہیں ملا اور پھر چلا گیا ایک ہفتہ ہی گزرا تھا کہ وہ عورت پھر بیمار ہوگئی۔ میں گیا دم کیا جن حاضر ہوا اور مجھے بتایا کہ علی کو عیسائی جنوں نے قید کرلیا ہے۔ میں نے اسی جن کو حکم دیا کہ وہ اپنے ساتھ صحت مند اور طاقتور نوجوان میرے پاس لائے گا۔ پھر میں نے ان پر ایک کو امیر بنایا اور انہیں مشورہ دیا کہ وہ لڑائی کے دوران اللہ کا ذکر کرتے رہیں۔ اور آیت الکرسی پڑھیں۔ تقریباً پندرہ منٹ کے بعد وہ علی کو دشمن کی قید سے چھڑا لائے لیکن علی زخموں سے چور تھا اور ہائے ہائے کر رہا تھا۔ میں نے اسے تسلی دلائی اور کہا کہ وہ اس تکلیف کو اللہ کے ہاں اجر سمجھے۔ پھر انہیں کہا کہ آئندہ وہ اس جسم میں ہرگز لوٹ کر نہ آئیں۔ وہ سب چلے گئے والحمد للہ۔ یہ سب مفصل مکالمے تین کیسٹوں پر ریکارڈ ہیں اگرچہ حالات و واقعات بہت زیادہ ہیں لیکن ہم انہیں پر اکتفاء کرتے ہیں۔ اور انسانوں اور جنوں کے رب کا شکر ادا کرتے ہیں کہ وہی ہدایت دیتا ہے اور وہی شفا بھی دیتا ہے۔ اور وہی ہمیں لوگوں کے صحیح علاج کی توفیق بھی دیتا ہے۔

جنات کی مرگی سے بچنے کیلئے چند تدابیر:۔ ہم یہاں ان نصیحتوں کا ذکر کرتے ہیں جن پر عمل کرنے سے انسان جناتی مرگی سے محفوظ رہ سکتا ہے اور کتاب کے آخر میں مفصل تدابیر ذکر کی جائی گی۔ ان شاء اللہ۔

۱۔ اذکار مسنونہ کی پابندی کریں۔ ۲۔ بلند مقام سے کودتے وقت بسم اللہ کہیں۔ ۳۔ زمین پر گرم پانی گراتے وقت بسم اللہ پڑھیں۔

۴۔ اندھیرے کمرے میں داخل ہوتے وقت بسم اللہ کہیں۔ ۵۔ کتے یا بلی کو مت ستائیں۔ ۶۔ وضو کرکے سوئیں۔ ۷۔ سوراخ یا دراڑ میں قضائے حاجت مت کریں۔ ۸۔ گھر میں نکلنے والے سانپ کو تین دن کی مہلت دے کر ماردیں۔ گھر سے باہر ہر سانپ کو قتل کر دیں۔ اسے

مہلت دینے کی ضرورت نہیں۔ ۹۔ رات کو تنہا صحراء میں مت داخل ہوں۔ ۱۰۔ جب بھاری چیز زمین پر گرانے کا ارادہ کریں تو بسم اللہ پڑھیں۔ (جنات اور جادو کا توڑ ص: ۱۲۰ تا ۱۲۷)

جادو کی اقسام

جدائی ڈالنے والا جادو:۔ ۱-ماں اور بیٹے میں تفرقہ ڈالنا۔ ۲-باپ اور بیٹے میں تفرقہ ڈالنا۔ ۳-دو بھائیوں کے درمیان تفرقہ ڈالنا۔ ۴-دوستوں کے درمیان تفرقہ ڈالنا۔ ۵-کاروبار حصہ داروں میں تفرقہ ڈالنا۔ ۶-خاوند اور بیوی میں تفرقہ ڈالنا۔

جدائی والے جادو کی علامات:۔ ۱-حالات کا اچانک محبت سے عداوت میں تبدیل ہو جانا۔ ۲-فریقین کے درمیان شکوک و شبہات ڈالنا۔ ۳-اختلافی مسائل میں رائی کا پہاڑ بنانا۔ ۴-باہمی عدم اعتماد پیدا کرنا۔ ۵-بیوی کی صورت کا مرد کی نگاہوں میں قبیح ہو جانا اسی طرح بیوی کے ساتھ ہونا۔

جادو کا علاج:۔ جیسا کہ پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے جس طرح جنات والے مریض کا علاج ہوگا اسی طرح جادو والے مریض کا علاج ہوگا۔ (جنات اور جادو کا توڑ ص: ۱۳۰-۱۳۱)

جادو کی ایک اور خطرناک قسم

شادی میں رکاوٹ ڈالنے والا جادو:۔ جب کوئی شخص کسی جادوگر کے پاس جا کر اس سے یہ مطالبہ کرے کہ فلاں عورت اور فلاں مرد میں نفرت ڈال دو۔ تو ایسی صورت میں وہ کسی جن کو عورت یا مرد میں داخل ہونے کیلئے بھیجتا ہے جب وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتا ہے تو وہ دو میں سے کسی ایک طریقے پر عمل کرتا ہے۔

۱-عورت کے دل میں ہر اس شخص کی نفرت ڈال دیتا ہے جس سے وہ شادی کرنا چاہے۔

۲-اگر عورت میں داخل نہ ہو سکے تو جو مرد اس سے شادی کرنا چاہے اس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالے کہ عورت بدصورت اور بدسیرت ہے لہٰذا مرد مذکورہ عورت سے نفرت کرنے لگتا ہے۔

رکاوٹ والے جادو کی علامات:۔ ۱-مختلف اوقات میں سر درد ہو اور دوا سے بالکل افاقہ نہ ہو۔

۲-انتہائی تنگ دلی محسوس کرے بالخصوص عصر سے لے کر آدھی رات تک۔ ۳-منگیتر کا انتہائی برے منظر میں نظر آنا۔ ۴-نیند میں بے چین رہنا۔ ۵-معدے میں مسلسل تکلیف محسوس کرنا۔ ۶-ریڑھ کی ہڈی کے نچلے مہروں میں درد محسوس کرنا۔

علاج:۔ اس جادو کا علاج بھی عام قرآنی آیات اور نبوی صلی اللہ علیہ وسلم دعاؤں کے ذریعے کیا جائے نیز اپنے گھر کا ماحول شرعی بنایا جائے۔ تمام منکرات کو گھر سے نکال دیا جائے۔

عورت کا مباشرت پر آمادہ نہ ہونا:۔ مرد کی طرح عورت کو بھی مباشرت میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور وہ گہری سازش کا شکار ہوتی ہے۔ عورت کے ربط (رکاوٹ) کی پانچ صورتیں ہیں۔

۱۔ ربط منع: وہ یہ ہے کہ عورت عین جماع کے وقت اپنی دونوں رانیں سختی سے بھینچ لیتی ہے۔ پھر خاوند جماع نہیں کر سکتا۔

۲۔ ربط دماغ: عورت کے دماغ میں مرکز شعور پر شیطان کنٹرول کر لیتا ہے۔ لہٰذا جب خاوند بیوی کے پاس جماع کیلئے جاتا ہے تو شیطان بیوی کے احساس اور شعور کو جام کر دیتا ہے۔

۳۔ سیلان رحم کا ربط: مباشرت کے وقت رحم سے خون جاری ہو جاتا ہے اور مرد کیلئے ممکن نہیں رہتا کہ وہ اپنا کام جاری رکھ سکے۔

۴۔ جادوئی رکاوٹ: مرد جب بھی بیوی سے جماع کرنا چاہتا ہو اس کے رحم میں دیوار کی صورت بن جاتی ہے اور مردنا کام ہو جاتا ہے۔

۵۔ عار نما رکاوٹ: مرد کنواری دوشیزہ سے شادی کرتا ہے لیکن جماع کے وقت اسے احساس ہوتا ہے کہ عورت کنواری نہیں بلکہ وہ پہلے سے مباشرت کر چکی ہے۔ لیکن جونہی مرد اپنے بستر پر واپس جاتا ہے دلہن کا کنوارپن اپنی جگہ پر واپس آ جاتا ہے۔

جادوئی رکاوٹوں کا علاج:۔ کتاب کے آخر میں جادوگر اور شیطان کے شر سے بچنے کیلئے مفصل طریقے ذکر کیے جائیں گے۔ ان شاء اللہ۔ تاہم یہاں اجمالی طور پر چند طریقے لکھے جاتے ہیں۔

۱۔ ہر وقت باوضو رہیں کیونکہ باوضو انسان پر جادو اثر نہیں کرتا۔ ۲۔ نہار منہ مدینہ منورہ یا کسی بھی علاقے کی سات عجوہ کھجوریں کھانے سے شام تک جادو اثر نہیں کرتا۔ ۳۔ باجماعت نماز کی پابندی۔ ۴۔ نماز تہجد کی پابندی۔ ۵۔ بیت الخلاء میں جاتے وقت مسنون دعا ضرور پڑھیں۔ ۶۔ دیگر ماثور دعائیں مختلف مقامات واوقات کے لحاظ سے اپنا ورد بنا لیں۔ ۷۔ اپنی ازدواجی زندگی کا آغاز نماز سے کریں۔ ۸۔ نماز میں شیطان سے ضرور پناہ مانگی جائے یعنی "اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم" پڑھیں۔ ۹۔ نکاح کے بعد عورت کی شیطان سے حفاظت کریں۔ جماع سے پہلے عورت کی پیشانی پکڑ کر یوں دعا کریں۔ "اللھم انی اسالك خیر ھا و خیرما جبلتھا علیہ و اعوذبك من شرھا و شرما جبلتھا علیہ"۔ ۱۰۔ جماع کے وقت شیطان کے شر سے پناہ طلب کریں۔ "بسم اللہ اللھم جنبنا الشیطان و جنب الشیطان ما رزقتنا"

۱۱۔ سونے سے پہلے وضو کیا کریں۔

۱۲۔ مغرب کی نماز کے بعد آپ ہر روز یہ وظیفہ پڑھیں۔ (i) سورۃ بقرہ کی شروع میں سے پانچ آیات کی تلاوت۔ (ii) آیت الکرسی اور اس کے بعد والی دو آیات پڑھیں۔ (iii) سورت بقرہ کی آخری تین آیات ضرور پڑھیں۔

۱۳۔ فجر کی نماز کے بعد آپ درج ذیل وظیفہ پڑھیں۔ "لا الہ الا اللہ وحدہ لاشریك لہ' لہ الملك و لہ الحمد و ھو علی کل شیء قدیر"۔ ۱۴۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت اور مسجد سے نکلتے وقت مسنون دعائیں ضرور پڑھیں۔ ۱۵۔ صبح و شام مندرجہ ذیل دعا تین بار پڑھیں۔ "بسم اللہ الذی لایضر مع اسمہ شیء فی الارض و لا فی السماء و ھو السمیع العلیم"۔

"میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جس کے نام کے ساتھ کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی خواہ آسمانوں میں ہو یا زمین میں۔ وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔" ۱۶۔ گھر سے نکلنے کی دعا پڑھیں۔ ۱۷۔ صبح و شام کے اذکار مسنونہ ضرور کریں۔ (جنات اور جادو کا توڑ ص: ۱۳۴-۱۳۷)

مرکز روحانیت ونور یعنی دل کی اہمیت:۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا: تمام اعضاء کے مقابلے میں دل کی مثال ایسی ہے گویا فوج کا کمانڈر ان چیف، کہ جس کے حکم سے سب اعضاء کام کرتے ہیں اور دل جیسے چاہتا ہے ان کو استعمال کرتا ہے۔ لہٰذا تمام اعضاء دل کی تابعداری میں لگے رہتے ہیں۔ اور اگر دل سیدھا ہے تو اعضاء بھی سیدھے رہتے ہیں اور اگر دل میں کجی آ جائے تو اعضاء بھی معصیت کا ارتکاب کر لیتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خبردار جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے۔ اگر وہ صحیح ہو جائے تو سارا جسم صحیح ہوتا ہے۔ اور وہ دل ہے۔ (صحیح بخاری حدیث نمبر ۵۲)

دل ہی پورے جسم کا بادشاہ ہے اور باقی اعضاء دل کے احکام کو نافذ کرتے ہیں۔ دل ہی تمام جسم کا مسئول ہوتا ہے کیونکہ بادشاہ اپنی رعایا کا ذمہ دار ہوتا ہے۔ (اغاثۃ اللھفان، ج: ۱ص: ۵- ابن قیم)

اسی لیے دل، جائے امتحان و آزمائش ٹھہرا۔ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قریب قیامت کے وقت دلوں پر فتنے چٹائی کے تنکوں کی طرح پیش ہوں گے پس جو دل ان کو قبول کرے گا۔ اس پر سیاہ دھبہ لگ جائے گا۔ اور جونسا دل ان فتنوں کا انکار کرے گا۔ اس پر سفید دھبہ لگ جائے گا۔ تو تمام انسانیت دو دلوں کی طرح ہو جائے گی۔ سفید دل والے لوگ جن کے دل صاف شفاف چٹان کی طرح ہوں گے جب تک زمین و آسمان قائم رہیں گے کوئی فتنہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

اور دوسری قسم کے دل سیاہ جلی ہوئی ٹھیکری کی طرح ہو جائیں گے جو کسی نیکی کے کام کو نہ پہنچانیں گے اور نہ ہی کسی برائی سے انکار کریں

گے۔ سوائے ان باتوں کے جوان کی خواہشات میں رچ بس گئی ہوں۔ (صحیح مسلم،۲/۱۷۱مع نووی)

جو فتنے دلوں پر پیش کیے جائیں گے وہ اس کے امراض کے اسباب ہوں گے۔ وہ شہوات اور شبہات کے فتنے ہوں گے۔ گمراہی و سرکشی، بدعتوں اور کبیرہ گناہوں، ظلم و جہالت پر مبنی فتنے ہوں گے۔ شہوت رانی کے فتنے قصد اور ارادہ کو فاسد کریں گے اور شبہات والے فتنے علم اور اعتقاد کو خراب کرنے کا باعث ہوں گے۔ (اغاثۃ اللہفان،۱-۱۲)

لہٰذا ہر مسلمان پر یہ فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنے دل کی پوری طرح نگرانی کرے کہیں ایسا نہ ہو کہ دل راہ مستقیم چھوڑ بیٹھے۔ اور کبھی کبھار دل کو نصیحتیں وغیرہ بھی کر لینی چاہئیں اور اس بات کا ہر مسلمان کو بخوبی علم ہونا چاہیے کہ دل کی اصلاح کے ذریعے ہمیشہ سعادت دارین حاصل کریں۔ وگرنہ آپ دل کو فساد زدہ بنا کر بدبختی، آزمائش اور مختلف بیماریوں کا ستور بنالیں گے۔

یہ بھی علم ہونا چاہیے کہ جوں جوں دلی ایمان بڑھتا جائیگا۔ اس کا یقین پختہ ہوتا جائے گا۔ اور اس کے نور میں اضافہ ہوتا جائے گا جس کے ذریعے حق و باطل کی تمیز کر سکے گا۔ نیز ہدایت اور گمراہی کے درمیان فرق کو بھی وہ دل سمجھ جائیگا۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دلوں کی چار اقسام ہیں۔

(۱) **مومن کا دل:** خلوص سے بھرا ہوتا ہے اس میں حق و باطل کے درمیان پہچان کرنے کیلئے نور بھرا ہوتا ہے۔

(۲) **کافر کا دل:** جس پر غلاف چڑھا ہوتا ہے۔ اس میں حق داخل نہیں ہوسکتا۔

(۳) **منافق کا دل:** الٹا ہوتا ہے کہ اس نے حق کو پہچان کر کفر اختیار کر لیا۔

(۴) **گناہگار کا دل:** اس میں ایمان پودے کی طرح ہوتا ہے۔ کہ پاک اور شیریں پانی سے اس کی نشو و نما ہوتی رہتی ہے۔ اور نفاق کی مثال ایسی ہے کہ زخم پیپ سے بھر جائے جوں جوں خون اور پیپ میں اضافہ ہوتا جائے زخم خراب ہوتا رہے گا۔

لہٰذا دو مادوں میں سے جونسا مادہ غالب آجاتا ہے اسی کے مطابق انسان عمل کرتا ہے۔ (مسند احمد، معجم الصغیر)

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا۔ جب اللہ کے دشمن شیطان کو اس بات کا علم ہوا کہ اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور دل نیت کی جگہ کو کہتے ہیں تو اس نے کثرت سے دھوسے ڈالنے شروع کر دیے۔ اور دل کی طرف ہر قسم کی شہوات لانے لگا۔ اور وہ احوال و اعمال بندے کے سامنے مزین کر کے پیش کرنے شروع کر دیئے جو اس کو راہ مستقیم سے ہٹا دیں اور سرکشی و گمراہی کے اسباب مہیا کر دیئے تاکہ بندہ اُن میں کھو کر توفیق الٰہی سے دور ہو جائے اور بندہ کو پھانسنے کیلئے شیطان نے مکر و فریب کے مختلف جال اور ہتھکنڈے آزمانے شروع کر دیئے تاکہ بندہ اُس کے مکر میں بے دام آجائے۔ اگر بندہ مکمل طور پر ان پھندوں میں نہ بھی پھنسا تو اس پر ان کا اثر ضرور ہوگا انجام کار بندہ شیطان کے مکر و فریب سے پر تدبیروں اور جھوٹے دعووں سے بچ نہیں سکتا۔ البتہ اگر بندہ ہمیشہ ہمیشہ کیلئے صرف اپنے اللہ سے مانگتا رہے تو پھر شیطان کی چالوں سے بچ جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا: "ان عبادی لیس لك علیهم سلطان" (الاسراء:۶۵) "کہ میرے بندوں پر تیرا کوئی داؤ نہیں چلے گا"۔

تو یہی وہ اضافت ہی بندے اور شیطان کے درمیان رکاوٹ بنتی ہے لہٰذا جو بندہ رب العالمین کی توحید و عبادت کو شرک و ظلم سے پاک کر دیتا ہے۔ اور اس کے دل میں اپنے محبوب معبود کی محبت جگمگا اٹھتی ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں میں سے ہو جاتا ہے۔ اور اللہ کی بیان کردہ استثناء کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ "الا عبادك منهم المخلصين" (الحجر-۴۰) کہ بقول شیطان! "تیرے مخلص بندوں کو میں نقصان نہیں پہنچا سکوں گا۔" (جنات اور جادو کا توڑ، ص:۱۶۰-۱۶۲)

☆☆☆☆☆

الحمدللہ کہ اوراد، اعمال، وظائف اور دعاؤں کی یہ مستند کتاب جو چند دنوں کی والہانہ کوشش ومحنت شاقہ سے تیار
کی گئی، اب زیورِ طبع سے آراستہ ہوگئی ہے اور جس کا...... ’’تاریخی نام‘‘...... غذاء الارواح اَلْمَعْرُوْف
بِہٖ شرعی وظائف ہے اور جس میں قرآن وحدیث سے مستند اوراد وادعیہ جمع کیے گئے ہیں
مصنف:۔ جناب مولوی حافظ محمد داؤد خاں صاحب رحمانی مرحوم (مولوی فاضل) سابق شیخ الحدیث مدرسہ
جامعہ اسلامیہ رائیدرگ...... حسب فرمائش:۔ محبّ علوم قرآن وحدیث فخر دُنیائے نسواں
محترمہ جناب صاحبزادی صاحبہ مولوی عبیداللہ صاحب مرحوم محدث دہلوی زوجہ مؤلف کتاب ہذا

جائے وظائف کی تقاضے:۔ وظیفہ پڑھتے وقت بدبودار چیزوں کے استعمال سے بچنا مستحب ہے جیسے کچی پیاز، لہسن، بیڑی، سگریٹ وغیرہ۔ مسواک نہ کرنے سے منہ میں بدبو پیدا ہوجاتی ہے۔ ان تمام چیزوں سے بچنا مستحب ہے کیونکہ بدبو سے فرشتوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے مساجد وغیرہ میں خوشبو مہکانا سنت ہے۔ مشائخ اُس مقام پر بھی خوشبو سلگایا کرتے تھے جہاں وہ وظیفہ پڑھا کرتے تھے۔ (غذاءالارواح، ص:۴۲)

وظائف کی اجازت:۔ بعض لوگوں نے اوراد ووظائف کیلئے اجازت کی شرط لگائی ہے۔ لیکن یہ شرط ان وظائف کیلئے ہے جن کا ثبوت مشائخ سے ہے، مگر وہ ادعیہ واوراد جن کا ثبوت قرآن وحدیث سے ہے۔ ان میں اجازت کی شرط نہیں کیونکہ قرآن وحدیث سراسر اجازت ہے اور عمل ہی کیلئے ہے۔ (غذاءالارواح، ص:۴۳)

دم کے وقت تھتکارنا مستحب ہے: جب کسی زہردار کیڑے کے کاٹے پر یا ورم پر یا پھوڑے پھنسی پر یا پانی وغیرہ پر دم کیا جائے تو اس پر تھتکارنا مستحب ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم میں لکھا ہے اور صحیحین میں حضور اکرم ﷺ کا عمل موجود ہے۔ (غذاءالارواح، ص:۴۴)

مولانا داؤد اور بسم اللہ کی فضیلت:۔

خدا کا نام بھی نام خدا کیا راحتِ جاں ہے
عصائے پیر ہے تیغ جواں ہے حرزِ طفلاں ہے

بسم اللہ، اللہ پاک کا نام ہے اس میں اور اللہ پاک کے اسم اعظم میں اتنی نزدیکی ہے جیسے کہ سیاہی سفیدی سے نزدیک ہوتی ہے۔ (ابوحاتم)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جب یہ آیت (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) اتری تو آسمان پر بادل چھٹ گئے۔ ہوائیں ٹھہر گئیں۔ سمندر خاموش ہوگیا۔ جانوروں نے کان لگا کر اس کو سنا۔ شیطانوں پر شعلے برسنے لگے اور پروردگار عالم نے اپنی عزت وجلال کی قسم کھا کر فرمایا: ’’جس چیز پر میرا نام لیا جائے گا میں اس میں ضرور برکت عطا فرماؤں گا‘‘۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ’’جہنم کے انیس داروغہ ہیں اور اس مبارک دعا کے بھی ۱۹ حروف ہیں۔ اس دعا کو پڑھنے والا بھی ان سے محفوظ رہے گا۔ اس دعا کے پڑھنے سے شیطان مکھی کی طرح ذلیل وخوار ہوجاتا ہے۔ (مسند احمد)

جس کام کو اس دعا سے شروع نہ کیا جائے وہ بے برکت ہوتا ہے۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

جس دعا کے اوّل میں بسم اللہ ہوتی ہے وہ دعا رد نہیں کی جاتی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کسی سے فرمایا تھا: بسم اللہ خوب خوشخط اور صاف لکھو کیونکہ کسی نے اسے صاف اور خوشخط لکھا تھا اللہ پاک نے اس کو بخش دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قیصر روم کو ایک ٹوپی میں بسم اللہ لکھ کر بھیجی تھی۔ جب وہ اسے سر پر رکھتا تھا اس کا درد سر جاتا رہتا تھا۔ اور اس کے اتارنے پر بدستور جاری ہوجاتا تھا۔ بادشاہ روم اسی بناء پر پکا سچا مسلمان ہوگیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ اس آیت سے غافل ہیں۔ حالانکہ علاوہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے کسی اور نبی علیہم السلام پر یہ آیت نہیں اتری۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ یہی دعا

پڑھ کر زہر ہلاہل پی گئے اور اس کی برکت سے کچھ اثر اس زہر کا نہ ہوا۔ بشر حافی رحمہ اللہ نے ایک کاغذ جس پر یہ دعا لکھی ہوئی تھی اٹھالیا اور اس پرچہ کو خوشبو میں بسایا۔ رات کو خواب میں دیکھا کہ اللہ پاک فرمارہے ہیں۔ بشر! تم نے میرے نام کو خوشبو میں بسایا۔ میں تمہارے نام کو دنیا و آخرت میں خوشبودار بناؤں گا۔ جو آدمی اس کو ۶۲۵ بار لکھ کر اپنے پاس رکھے گا اس کے چہرے سے اتنا رعب ظاہر ہوگا کہ کوئی اسے ستا نہ سکے گا۔ یہ شرجی رحمہ اللہ کا مجرب عمل ہے۔ شعبی رحمہ اللہ نے فرمایا، بسم اللہ اسم اعظم ہے صحیح بخاری میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ پاک کا اسم اعظم صرف اللہ ہے تم دیکھتے نہیں۔ تمام قرآن میں علاوہ تمام ناموں کے اسی نام سے ابتداء ہوتی ہے۔ درمنثور میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تم کسی پریشانی میں گھر جاؤ تو بسم اللہ الرحمن الرحیم ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم پڑھو اللہ پاک اس کی برکت سے ہر طرح کی بلائیں انشاء اللہ ٹال دے گا۔ (غذاء الارواح، ص: ۵۵-۵۶)

مولانا داؤد خان کے مجرب وظائف

سورۂ فاتحہ کے وظائف:۔ (۱) یہ وظیفہ عموماً تمام دردوں اور خصوصاً آنکھ کے درد کو فوراً فائدہ پہنچاتا ہے۔ شرجی رحمہ اللہ کا کئی دفعہ کا مجرب ہے۔ صبح کی سنتوں اور فرض کے درمیان ۴۱ مرتبہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرو انشاء اللہ درد جاتا رہے گا (۲) مسافر اپنے سفر میں اس سورت کو اگر ۴۱ بار پڑھے گا انشاء اللہ صحیح وسالم گھر واپس آئے گا۔ (۳) اگر قیدی اس سورت کو ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھے گا اور ہر دس مرتبہ پڑھنے کے بعد بیڑیوں پر دم کرے گا انشاء اللہ بیڑیاں کھل جائیں گی۔ (۴) اگر کسی آدمی کو پیاس کا اندیشہ ہو تو اسے چاہئے کہ سورۂ فاتحہ پڑھ کر اپنے منہ اور پیٹ پر ہاتھ پھیر لے اس دن بفضلہ اس کو پیاس نہ لگے گی۔ جو آدمی فجر کی سنتوں اور فرض کے درمیان اس سورت کو ۴۱ بار ہمیشہ پڑھتے رہے گا اللہ پاک اسے غیب سے روزی پہنچائے گا۔ (۵) طاعون کی گلٹی پر سورۂ فاتحہ کو ۴۱ مرتبہ پڑھ کر دم کرو انشاء اللہ شفاء ہوگی۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "ہر بیماری کی ایک دوا ہے۔ اگر تم سورۂ فاتحہ سے بحسنِ عقیدہ علاج کروگے تو اس میں عجیب شفاء دیکھو گے۔ ایک مرتبہ ایک مدت تک میں مکہ معظمہ میں ٹھہرا رہا۔ وہاں مجھے بہت سی بیماریوں نے آن گھیرا جن کا وہاں پر کوئی طبیب اور معالج علاج نہ کر سکا۔ ایک روز میں نے سوچا! کیوں نہ میں اپنا علاج سورۂ فاتحہ سے کرلوں۔ چنانچہ میں نے اپنا علاج شروع کر دیا تو میں نے اس کا عجیب اثر دیکھا "گویا کہ بہت سی بیماریاں تو اس سے بہت جلد دور ہو جاتی ہیں۔"

نواب صدیق الحسن خاں رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "مجھے تجربہ ہے کہ امراض روحانی یا جسمانی میں سے کوئی بھی ایسا مرض نہیں جس میں سورۂ فاتحہ نے اپنا اثر نہ دکھایا ہو"۔

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "جس آدمی کو کوئی ضرورت ہو، اسے سورۂ فاتحہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا چاہیے"۔ انشاء اللہ وہ ضرورت پوری ہو جائے گی۔"

شعبی رحمہ اللہ کے پاس ایک آدمی نے آکر درد گردہ کی شکایت کی۔ انہوں نے جواب دیا: "سورۂ فاتحہ پڑھ کر درد کی جگہ دم کرلو" تفسیر فتح العزیز میں فرمایا: "سورۂ فاتحہ اسم اعظم ہے۔ دل سے ہر ایک طالب (یعنی جائز نہ کہ حرام) کیلئے پڑھ سکتے ہیں"۔ اس کے پڑھنے کے دو طریقے ہیں۔ اول طریقہ یہ کہ فجر کی سنتوں اور فرض کے درمیان ۴۱ مرتبہ چالیس یوم تک پڑھیں تو انشاء اللہ ہر غرض پوری ہوگی۔ اگر بیمار، یا جادو کیے ہوئے کی شفاء منظور ہو تو پانی پر دم کر کے پلاؤ۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اتوار کے دن شروع ماہ میں فجر کی سنت وفرض کے بعد ستر مرتبہ پڑھو اور پھر روزانہ اسی وقت پر دس دس کم کرتے جاؤ۔ اس طرح یہ عمل ہفتہ کے دن ختم ہو جائے گا۔ اگر پہلے مہینے میں غرض حاصل ہوگئی تو فبہا ورنہ دوسرے اور تیسرے مہینوں میں بھی یہی عمل جاری رکھو۔ اس سورت کو چینی کے برتن میں عرق گلاب ومشک اور زعفران سے لکھ کر پرانے بیمار کو چالیس روز تک پلائیں۔ بہت مجرب عمل ہے۔ علاوہ ازیں دانتوں کے، سر کے اور شکم کے درد میں اور دیگر تمام قسم کے دردوں میں سورۂ فاتحہ کو سات بار پڑھ کر دم کریں نہایت مجرب ہے۔ (غذاء الارواح، ص: ۵۷-۵۹)

سورۂ یٰسین کا عمل: شرجی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسے جس مطلب کیلئے بھی ۴۱ بار پڑھو گے وہی مقصود انشاء اللہ حاصل ہو جائے گا۔ جس شخص نے

دن نکلتے ہی سورۂ یٰسین پڑھی، اس کی حاجت بفضلہٖ تعالیٰ پوری ہوگی۔ اس لیے مشائخ نے فجر کی سنت وفرض کے درمیان پڑھنے کی تلقین فرمائی ہے۔ (غذاءالارواح، ص:۶۳)

سورۂ واقعہ کا ۴۱ مرتبہ کا عمل:۔ جو آدمی اس سورت کو کسی ایک ہی نشست میں ۴۱ بار پڑھے گا اس کی تمام مرادیں پوری ہونگی۔ خصوصاً فراخی رزق کی بابت تو دعا ضرور ہی قبول ہو جاتی ہے اسی طرح جو شخص اس سورت کو عصر کے بعد ہمیشہ پڑھے گا اس کے واسطے مسرتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ (غذاءالارواح، ص:۶۴)

سورۂ حشر کا آزمودہ عمل:۔ نواب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کی ہمیشگی دشمن سے حفاظت کرتی ہے۔ کسی کے کان میں ایک چیچڑی گھس گئی۔ اسے انتہائی تکلیف ہوئی۔ بعض علماء نے آب زمزم پر اوّل سورۂ آل عمران اور آخر سورۂ حشر کی دس آیات پڑھ کر پانی پر دم کر کے اسے پلا دیا۔ چیچڑی فوراً کان سے باہر نکل گئی۔ (غذاءالارواح، ص:۶۴)

سورۂ ملک کا عمل: حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے بارے میں کسی عالم کا بیان ہے کہ وہ مغرب کے وقت کسی جنازے کے ساتھ قبرستان گئے۔ جب میت کو دفنانے کے بعد وہ لوٹے تو ابھی خاصی رات ہوگئی تھی۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کتا قبر میں گھس گیا اور فوراً تھر تھر کانپتا ہوا بیقرار ہو کر قبر سے نکلا۔ اس کی دائیں آنکھ پھوٹی ہوئی تھی۔ انہوں نے اس سے واقعہ دریافت کیا۔ اس نے عرض کیا کہ میں نے صاحبِ قبر کو ستانا چاہا تھا مجھے سورۂ یٰسین نے روک دیا اور میری آنکھ پھوڑ دی۔ کسی نے مجھ سے کہا اگر یہ سورۂ ملک بھی پڑھتے تو تیری دوسری آنکھ بھی پھوڑ دی جاتی!

ایک خاص عمل: جو آدمی ہلال (چاند) دیکھ کر یہ سورت پڑھے گا، تمام مہینے برائیوں سے بچا رہے گا اور بھلائیاں ہی بھلائیاں پائے گا۔ بعض لوگ اس سورت کو عشاء کی نماز کے بعد دو رکعتوں میں پڑھا کرتے تھے۔ (غذاءالارواح، ص:۶۵)

حصول مقصد کا عمل:۔ بعض علماء فرماتے ہیں گر کسی کو اللہ سے کوئی حاجت ہو تو ۴۱ بار یہ سورۃ پڑھ کر ۴۱ بار، مندرجہ ذیل دعا مانگے۔ پھر اللہ پاک سے اپنے مقصود خاص کی درخواست کرے۔ انشاءاللہ مدعا حاصل ہو جائے گا۔

"اللھم یامن یکتفی من خلقه جمیعاً ولایکتفی منه احد من خلقه احد یامن لا آخرله' انقطع الرجاء الامنك و خابت الاعمال الافیك و انسدت الطرق الا الیك یاغیاث المستغیثین اغثنی "۔

اے اللہ (تو) وہ ہے جو سب کیلئے کافی ہے اور تیرے سوا تمام مخلوق کیلئے کوئی اور کافی نہیں۔ اے واحد جس کا اخیر نہیں ہر ایک امید تجھ ہی سے بندھی ہوئی ہے اور ہر ایک عمل تیرے ہی لیے قابل قدر ہے اور راستہ تیرا ہی کھلا ہوا اور سیدھا ہے اے دکھیارے انسانوں کی فریاد سننے والے میری فریاد (بھی) سن لے۔ (غذاءالارواح، ص:۶۶)

فتح یابی کیلئے سورۂ الم نشرح کا عمل:۔ بعض علماء فرماتے ہیں آسانی سے دشمن پر فتح حاصل کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ الم نشرح ۳ بار اور سورۂ فاتحہ گیارہ بار پڑھ کر فتح کی دعا مانگو۔ باذن اللہ فتح ہوگی۔ (غذاءالارواح، ص:۶۶)

ہر شر سے حفاظت کیلئے سورۂ کافرون کا عمل:۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں یہ سورۃ قرآن کا چوتھائی حصہ ہے (حاکم، ترمذی) دونوں حدیثیں ضعیف ہیں۔ وہ دو سورتیں کیسی اچھی ہیں جو فجر سے پہلے یعنی سنتوں میں دو رکعتوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ سورۂ اخلاص و کافرون (ابن حبان) یعنی کافرون پہلی رکعت میں اور اخلاص دوسری رکعت میں فجر کی سنتوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ شرجی رحمہ اللہ جو آدمی آفتاب کے طلوع ہوتے ہی اس سورت کو پڑھے گا وہ اس دن ساری دنیا کے شر سے محفوظ رہے گا۔ (غذاءالارواح، ص:۶۷)

سورۂ اخلاص کے مجرب عملیات: بعض علماء فرماتے ہیں کہ جس آدمی نے اس سورت کو ہمیشہ اپنی زندگی میں پڑھا اسے دنیا و آخرت کی بھلائیاں ملیں گی اور وہ ہر قسم کی بُرائی سے محفوظ رہے گا۔ بھوکا پڑھے گا خوب سیر ہوگا۔ پیاسا پڑھے گا خوب سیراب ہوگا۔ اسماء حسنیٰ میں سے ایک اسم "الصمد" بھی ہے جو اس سورت میں ہے۔ اس کا عامل بھوکا پیاسا نہیں رہتا۔ یاصمد یاصمد لاتعداد پڑھتے جاؤ اور ہمیشگی کرو۔ بعض لوگوں

نے اس کی تعداد ۱۳۴ بتائی ہے۔ ہرن کی جھلی پر لکھ کر موم جامہ کر کے اپنے پاس رکھو تو موذی جانوروں اور انسانوں سے امن میں رہو گے۔ گھر میں داخل ہوتے وقت پڑھو تو رزق کی فراخی ہوگی اور افلاس دور ہوگا۔

قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو آدمی مرض الموت میں سورۂ اخلاص پڑھے گا انشاءاللہ قبر کے فتنے سے محفوظ رہے گا۔ قبر اسے نہ دبوچے گی اور فرشتے اسے اُٹھا کر پل صراط پار کرا دیں گے۔ نواب صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ محترمہ کو مرض الموت میں یہ سورت پڑھنے کو بتائی تھی اور وہ کثرت سے اسے پڑھا کرتی تھیں۔ (غذاءالارواح ص: ٦٨)

حضرت ابراہیم بن ادھم بلخی رحمہ اللہ کا اسم اعظم:۔ (۱) "یامن له وجه لا یبلی و نور لا یطفٰی و اسم لا ینسی و باب لایغلق و ستر لا یهتك و ملك لا یفنٰی اسئلك ان تقضی حاجتی و تعطینی" اے وہ جس کا چہرہ نہ پرانا ہونے والا، جس کا نور نہ بجھنے والا، جس کا نام نہ بھولے جانے والا، جس کا دروازہ نہ بند ہونیوالا، جس کا پردہ نہ پھاڑا جانے والا اور جس کا ملک نہ فنا ہونیوالا، میں تجھ سے اپنی حاجت برآری اور بخشش مانگتا ہوں۔ (۲) "اللهم انی اسئلك بانك انت الله لا الٰه الا انت الاحد الصمد الذی لم یلد و لم یولد و لم یکن له کفوا احد"٥

خداوندا: میں تجھ سے اس بات کے اقرار کی توفیق مانگتا ہوں کہ میں تیری گواہی دوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو ہی ایک ہے بے نیاز ہے، جو نہ پیدا ہوا (کسی سے) اور نہ کوئی اس سے پیدا ہوا (ان دونوں صورتوں سے پاک ہے) جس کا کوئی جوڑ نہ ہمسر ہے۔

(۳) " اللهم انی اسئالك بان لك الحمد لااله الا انت الحنان المنان بدیع السموت والارض یا ذالجلال والاکرام یاحی یا قیوم اسئالك (ابن ماجه)"

خداوندا: مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیری طرح طرح کی تعریفیں کروں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو بڑی محبت والا، بڑے احسان والا اور آسمان وزمین کو بے مثال پیدا کرنے والا ہے۔ اے جلال وبزرگی والے اے زندہ (معبود) اے دنیا کو سنبھالنے والے میں تجھ سے مانگتا ہوں۔ (۴) "والهكم اله واحد لااله الا هو الرحمن الرحیم"

تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی نہیں، وہ بڑی محبت کرنیوالا اور بڑا مہربان ہے۔ (۵) " الم الله لا اله الا هو الحی القیوم لآاله الا انت سبحنك انی كنت من الظلمین "۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زندہ اور دنیا کو سنبھالنے والا ہے (مالک) تیرے سوا کوئی معبود نہیں میں تیری پاکی بیان کرتا ہوں بلاشبہ میں ظالم ہوں۔

اسماء حسنٰی کے مجرب عملیات

اسماء حسنٰی بخاری، مسلم اور ترمذی وغیرہ سے ۹۹ ثابت ہیں جو شخص ان کا ورد رکھے گا وہ جنت کا حقدار ہوگا۔ (بخاری) جس نے انہیں یاد کیا وہ جنت میں داخل ہوا۔ ابونعیم میں ہے جس نے انہیں پڑھ کر دعا کی اس کی دعا قبول ہوئی۔

اہل اللہ کے آزمائے مجرب عملیات:۔

اَللّٰهُ	حقدار عبادت سچا معبود	یہ اسم ذات ہے اس کو روزانہ ایک ہزار بار پڑھنے سے یقین اور عرفان بڑھتا ہے، نماز کے بعد سو بار پڑھنا موجب انشراح صدر وکشف ہے۔
اَلرَّحْمٰنُ، اَلرَّحِيْمُ	بڑا مہربان، نہایت رحم کرنیوالا	فرائض کے بعد پڑھنے سے غفلت، بھول اور دل کی سختی دور ہوتی ہے۔ الرحیم سو بار روزانہ پڑھنے سے تمام مخلوق مہربان ہوتی ہے۔

اَلْمَلِكُ اَلْقُدُّوْسُ	بادشاہ شہنشاہ حقیقی تمام برائیوں اور عیبوں سے پاک	اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ کی ہمیشگی سے بادشاہ کا ملک قائم رہتا ہے اور عوام کا نفس فرمانبردار ہوتا ہے، عزت وآبرو کے واسطے بھی اس اسم کا پڑھنا مجرب ہے، ۹۰ بار کے وِرد سے روشن ضمیر مالدار اور بادشاہ کی نگاہ میں معزز ہو۔ زوال کے وقت پڑھنے سے دل کی صفائی ہوتی ہے اس اسم کو القدوس کے ساتھ ملا کر جمعہ کے بعد روٹی پر دم کر کے کھلانے سے فرشتوں جیسی خوبیاں پیدا ہوتی ہیں۔ بھاگنے کے وقت پناہ کے واسطے مفید ہے۔ راستے میں مداومت کرنے سے مسافر کی تھکن دور ہوتی ہے۔ ۳۱۹ بار پڑھ کر مٹھائی پر دم کر کے دشمن کو کھلانے سے دشمنی دور ہو جاتی ہے۔
اَلسَّلَامُ	سلامتی والا عیبوں سے پاک	بیمار پر ۱۱۱ مرتبہ پڑھ کر دم کرنے سے بیماری دور ہو جاتی ہے اور اس کی ہمیشگی خوف سے بے نیاز بناتی ہے۔
اَلْمُؤْمِنُ	امن دینے والا	اسے کثرت سے پڑھو یا اپنے پاس رکھو، شیطان کے شر سے محفوظ رہو گے، ظاہر و باطن ایک رہے گا۔ کثرتِ ورد سے دنیا میں مخلوق فرمانبردار ہو گی۔
اَلْمُهَيْمِنُ	بہت نگہبانی کرنے والا	غسل کر کے اس اسم کو ۱۱۵ دفعہ پڑھو کشف باطنی ہو گا اور ہمیشگی اختیار کرنے سے تمام آفات سے نجات ملے گی۔
اَلْعَزِيْزُ	بڑی عزت والا	فجر کی نماز کے بعد ۴۱ بار پڑھنے سے رزق میں فراخی ہو گی محتاجی دور ہو گی اور ذِلت کے بعد عزت نصیب ہو گی۔
اَلْجَبَّارُ	بگڑے کاموں کا بنانے والا	دس مسبعات کے بعد ۲۱ مرتبہ یا جبار پڑھو۔ ظالموں کے شر سے امن ملے گا اور ہمیشگی اختیار کرنے سے دنیا کی غیبت و بدگوئی سے بچے رہو گے، انگوٹھی پر نقش کر کے پہننے سے دنیا پر رعب وادب قائم رہے گا۔
اَلْمُتَكَبِّرُ	بڑی بزرگی والا	ہم بستری سے پہلے دس بار پڑھو، انشاء اللہ فرزند نیک صالح پیدا ہو گا، کسی کام کے شروع میں پڑھنے سے مطلب برآری ہو گی۔
اَلْخَالِقُ	پیدا کرنے والا	رات کو اس اسم کی مداومت سے دل میں نور اور چہرے پر نور ظاہر ہوتا ہے اور دین کے سب کاموں میں چستی پیدا ہوتی ہے۔
اَلْبَارِئُ	بنانے والا	اس اسم کو سو بار پڑھنے سے قبر باغیچۂ جنت بن جائے گی اگر طبیب مداومت کرے تو علاج موافق ہو اور ہاتھ میں شفاء ہو۔
اَلْمُصَوِّرُ	صورت بنانے والا تصویر کھینچنے والا	اگر بانجھ عورت سات روزے رکھے اور روزانہ افطار کے وقت ۲۱ بار یا مصور پڑھے اور پانی پر دم کر کے اس پانی سے روزہ کھولے تو باذن اللہ اس کا بانجھ پن دور ہو اور بچے پیدا ہوں اس کی مداومت سے مشکل کام آسان ہو جاتے ہیں۔
اَلْغَفَّارُ	بڑی بخشش والا	جمعہ کی نماز کے بعد سو بار پڑھے ''یاغفار اغفرلي ذنوبي'' اس کو خداوند قدوس بخش دے گا۔
اَلْقَهَّارُ	بڑے قہر و غلبہ والا سب پر غالب	اسکے پڑھنے سے دنیا کی محبت دور ہوتی ہے، خاتمہ بالخیر ہوتا ہے اور اللہ کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ ہر مشکل کام کے وقت سو بار یا قہار پڑھو کام آسان ہو جائیگا، دشمن کو ذلیل کرنے کیلئے سنت اور فرض کے درمیان پڑھو۔

اَلْوَهَّابُ	بلاعوض دینے والا بڑا فیاض	اس کی مداومت محتاجی اور افلاس سے نجات دیتی ہے، چاشت کی نماز کے بعد سجدے کی آیت پڑھ کر سجدے میں جاؤ اور سات بار یہ اسم پڑھو، دنیا سے بے پروائی ہوگی، ضرورت ہو تو آدھی رات کو گھر یا مسجد کے صحن میں تین بار سجدہ کرو پھر ہاتھ اُٹھا کر سو بار پڑھو، حاجت پوری ہوگی۔
اَلرَّزَّاقُ	روزی دینے والا	فراخی رزق کے واسطے چاشت کے وقت چار رکعتیں پڑھو، پھر سجدے میں ۱۰۴ مرتبہ یہ اسم پڑھو، اگر فرصت نہ ہو تو کم از کم ۵۰ بار پڑھو، رزق میں فراخی حاصل ہوگی، علاوہ ازیں صبح صادق کے بعد نماز فجر سے پہلے گھر کے چاروں کونوں میں دس دس بار قبلہ رو ہو کر دائیں سے شروع کر کے اسم مبارک "یا رزاق" پڑھو۔ گھر سے انشاء اللہ رنج وغم اور مفلسی دور ہو جائے گی۔
اَلْفَتَّاحُ	رزق و رحمت کا در کھولنے والا	فجر کی نماز کے بعد سینے پر دونوں ہاتھ رکھ کر ۷۰ بار یا فتاح پڑھو دل کا زنگ دھل جائے گا اور دل آئینہ کی مانند صاف و شفاف ہو جائے گا۔
اَلْعَلِيْمُ	خوب جاننے والا	کثرتِ مداومت سے معرفت خداوندی کا حصول ہوگا، فرائض کے بعد سو بار مسجد میں پڑھ کر سو جاؤ، پوشیدہ بات خواب میں کھل جائے گی۔
اَلْقَابِضُ	دل یا روزی تنگ کرنیوالا	چالیس روز تک چار نوالوں پر اس اسم کو لکھ کر کھالو بھوک اور عذاب قبر سے بفضلہ امن میں رہوگے۔
اَلْبَاسِطُ	روزی یا دل کا فراخ کرنے والا	فجر کے وقت ہاتھ اٹھا کر اس اسم کو دس بار پڑھ کر ہاتھ منہ پر پھیر لو کبھی کسی انسان کے پاس کوئی حاجت لے کر نہیں جاؤ گے۔
اَلْخَافِضُ	کافروں کو ذلیل کرنیوالا یا ترازو کا پلہ جھکانیوالا	تین روزے رکھ کر چوتھے روز ایک ہی نشست میں یا خَافِضُ ستر بار پڑھو، انشاء اللہ دشمن پر فتح پاؤ گے۔
اَلرَّافِعُ	بلند کرنیوالا اٹھانے والا	آدھی رات میں یا دوپہر کو سو بار اس اسم مبارک کو پڑھو مالدار، بے پرواہ اور دنیا کے محبوب بن جاؤ گے۔
اَلْمُعِزُّ	عزت دینے والا	شب دوشنبہ یا جمعہ کو ۱۴۰ بار پڑھو گے تو بے خوف ہو جاؤ گے اور دنیا کے دل میں تمہاری ہیبت بیٹھ جائے گی۔
اَلْمُذِلُّ	ذلیل کرنے والا	اگر کوئی کسی ظالم یا حسد کرنے والے سے ڈرتا ہے تو ۷۵ بار اس اسم کو پڑھ کر سجدہ کرے اور کہے کہ اے اللہ فلاں کے شر سے امن دے۔
اَلسَّمِيْعُ	بہت سننے والا	جمعرات کو چاشت کی نماز کے بعد ۵۰۰ بار پڑھو، پڑھتے وقت بات نہ کرو اور پھر دعا کرو، انشاء اللہ قبول ہو گی۔
اَلْبَصِيْرُ	خوب دیکھنے والا	فجر کی سنت و فرض کے درمیان ۱۰۱ بار پڑھو اللہ کی محبت پیدا ہوگی۔
اَلْحَكَمُ	حکم کرنے والا	شب جمعہ کو آدھی رات کے بعد اس اسم مبارک کو کثرت سے پڑھتے رہو، عجائب و غرائب دیکھو گے۔
اَلْعَدْلُ	انصاف کرنیوالا	شب جمعہ کو بیس نوالوں پر لکھ کر کھالو، دنیا مسخر ہو جائے گی۔

اَللَّطِيفُ	باریک بین	وضو کر کے دو رکعت نماز حاجت پڑھ کر اسم مبارک جس نیت سے بھی سو بار پڑھو گے وہی نیت انشاء اللہ پوری ہوگی، روزگار نہ ہو، افلاس اور غربت ہو، کوئی کسی کا ہمدرد نہ ہو، بیماری ہو اور کوئی پرسانِ حال نہ ہو یا بچی جوان ہو اور اس کا پیام نہ آتا ہو، ان تمام باتوں کو پورا کرتا ہے (وغیرہ) اور دنیا کے ہر کام کیلئے خالی جگہ میں ۱۶۳۴ بار پڑھو انشاء اللہ مراد حاصل ہوگی۔
اَلْخَبِيْرُ	دل کی باتوں کو خوب جاننے والا	اس اسم کو کثرت سے پڑھنے سے نفس کی شرارت اور سرکشی سے نجات ملتی ہے۔
اَلْحَلِيْمُ	بڑا بردبار جلدی انتقام نہ لینے والا	باغ وزراعت کی ترقی کیلئے اور آفات سے بچانے کیلئے کاغذ پر لکھ کر پانی میں گھول کر باغ وغیرہ میں ڈالدو۔
اَلْعَظِيْمُ	بڑی عظمت و بڑائی والا	اس اسم کو کثرت سے پڑھو تو دنیا کے محبوب بن جاؤ گے۔
اَلْغَفُوْرُ	بڑی بخشش والا	اگر کسی کو بخار، دردسر، یا رنج وغم کا غلبہ ہو تو اس کو کاغذ پر، زعفران وگلاب سے لکھ کر اور پانی میں گھول کر پیو۔
اَلشَّكُوْرُ	قدردان تھوڑی بات پر بہت ثواب دینے والا	اگر کسی کی بینائی نہ ہو یا تنگ دستی ستاتی ہو یا دل اندھا ہو تو ۴۱۱ بار یہ اسم پڑھ کر پیو اور آنکھوں پر اس پانی کو ملو، نہایت مفید ہے۔
اَلْعَلِيُّ	بڑے اونچے مرتبے والا	اس کی مداومت کرنے سے ذلیل عزیز، فقیر امیر اور پردیسی دیس والا ہو جائے۔
اَلْكَبِيْرُ	سب سے بڑا سب سے اونچا بالا و برتر	اس کو پڑھنے سے بزرگ و بلند مرتبے والے ہو، اگر حکام اس پر مداومت کریں تو اور بھی ترقی کریں۔
اَلْحَفِيْظُ	دنیا کو بربادی سے بچانے والا نگراں	اسے لکھ کر سیدھے بازو پر باندھو، جلنے سے، ڈوبنے سے، اثر دیو و پری سے اور نظرِ بد سے محفوظ رہو گے۔
اَلْمُقِيْتُ	روزی دینے والا	اگر کوئی غریب یا بدخو ہے یا بچہ بہت روتا ہے تو اس اسم کو سات بار پڑھ کر ایک آبخورے پر دم کرو اور اس میں پانی ڈال کر پلاؤ، اگر روزہ دار پھولوں پر پڑھ کر سونگھے گا تو قوت و توانائی پائے گا۔
اَلْحَسِيْبُ	حساب لینے والا کفایت کرنیوالا	اگر کسی چور یا حاسد یا دشمن یا بد ہمسایہ یا نظر سے اندیشہ ہو تو اسے صبح و شام جمعرات سے ۷۰ بار ایک ہفتہ تک حسبی اللہ الحسیب پڑھنا چاہیے۔
اَلْجَلِيْلُ	بڑی قدرت و جلالت والا	مشک و زعفران سے لکھ کر گھول کر پینے سے یا سیدھے بازو پر باندھنے سے تعظیم و تکریم ہوگی۔

اَلْکَرِیْمُ	بڑا فیاض بڑا سخی بہت دینے والا	بستر پر پڑھتے پڑھتے سو جاؤ فرشتے تمہاری عزت کی دعا کریں گے۔
اَلرَّقِیْبُ	ہر چیز کی نگہبانی کرنیوالا	اپنے اہل وعیال ومال پر سات بار پڑھ کر دم کرو، انشاء اللہ تمام آفتوں سے محفوظ رہیں گے۔
اَلْمُجِیْبُ	بے قراروں کی دعا قبول کرنیوالا	اس کی کثرت سے دعا جلدی قبول ہوتی ہے، لکھ کر پاس رکھنے سے امن نصیب ہوتا ہے۔
اَلْوَاسِعُ	بڑے وسیع علم والا	اس کی مواظبت سے قناعت وبرکت حاصل ہوگی۔
اَلْحَکِیْمُ	بڑی دانائی والا	اس کی مواظبت سے مشکل کام آسان ہوں گے، انشاء اللہ۔
اَلْوَدُوْدُ	بڑی محبت والا	اگر میاں بیوی میں عداوت ہو تو اس اسم کو ۱۰۰۱ مرتبہ کھانے پر پڑھو اور دونوں کو وہ کھانا کھلا دو، صلح وآشتی ہو جائیگی۔
اَلْمَجِیْدُ	شریف وبزرگی والا	اگر تم کو آبلہ پا، یا آتشک یا کوڑھ یا سفید داغ ہو تو چاند کی ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ کو روزے رکھو اور افطار کے وقت کثرت سے پڑھ کر پانی پر دم کرکے اس پانی سے روزہ کھولو تو انشاء اللہ شفاء ہوگی، روزانہ صبح کو ۹۹ بار پڑھنے سے آبرو بڑھتی ہے۔
اَلْبَاعِثُ	قبر سے اُٹھانے والا	سوتے وقت سینے پر ہاتھ رکھ کر ۱۰۱ مرتبہ پڑھنے سے مردہ دل زندہ ہو جاتا ہے۔
اَلشَّهِیْدُ	ظاہر وباطن پر خبرداں ہر وقت موجود	ناخلف اولاد کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر اور آسمان کو دیکھ کر ۲۴ مرتبہ یا شہید پڑھو، باذن اللہ اولاد صالح اور نیک ہو جائیگی۔
اَلْحَقُّ	خدائی کا حقدار	اگر کسی کی کوئی چیز کھو گئی ہو تو ایک کاغذ کے چاروں کونوں پر حق لکھو اور بیچ میں اس چیز کا نام لکھو اور آدھی رات کو اس کاغذ کو ہاتھ پر رکھ کر یَا حَقُّ کثرت سے پڑھو انشاء اللہ وہ چیز مل جائے گی۔ اگر قیدی آدھی رات کو ننگے سر ۱۰۸ مرتبہ پڑھے تو قید سے اللہ کے حکم سے چھوٹ جاوے۔
اَلْوَکِیْلُ	بڑے کام بنانے والا	اگر بجلی، ہوا یا پانی سے اندیشہ ہو تو اسم مبارک کو ورد بناؤ امن سے رہو گے، خوف کے مقام پر پڑھنے سے ڈر جاتا رہتا ہے۔
اَلْقَوِیُّ	بڑے زور والا بڑا زبردست	دشمن کی مغلوبیت کے واسطے تھوڑا آٹا گوندھ کر اس کی گولیاں بناؤ اور ہر گولی پر یَا قَوِیُّ پڑھ کر دم کرو اور دشمن کو مغلوب کرنے کی نیت سے روزانہ دو گولیاں مرغ کو کھلاؤ، مدعیٰ بفضلہٖ حاصل ہوگا۔
اَلْمَتِیْنُ	تمام کاموں میں پکا	اگر دودھ کی کمی ہو یا بچے کا دودھ چھڑا دیا ہو اور وہ مانتا نہ ہو تو یہ اسم لکھ کر بچے کی ماں کو پلائیں، بچہ بھی رک جائے گا اور دودھ میں زیادتی ہوگی۔

اَلْوَلِيُّ	مددگار محبوب	اگر کسی کی بیوی یا لونڈی بدخو ہو تو وہ اس اسم کو پڑھ کر اس کے سامنے جایا کرے' انشاء اللہ درست ہو جائے گی اس کی مواظبت سے کشفِ اسرار ہوتا ہے۔
اَلْحَمِيْدُ	بڑی تعریف کیا گیا	اگر کوئی فحش گو ہے تو اس اسم کو ۹۰ بار پڑھ کر پیالے پر دم کرو اور ہمیشہ اس پیالے میں پانی پیا کرو' انشاء اللہ یہ مرض جاتا رہے گا' اس کی کثرت سے نیک کاموں کی طرف رجحان ہو جاتا ہے۔
اَلْمُحْصِيُ	اس کا علم ہر چیز کو گھیرنیوالا ہے	اگر شبِ جمعہ ۱۰۰۰ بار اس اسم کو پڑھو گے تو عذاب قبر اور عذاب حشر سے امن میں رہو گے۔
اَلْمُبْدِئُ	پہلی بار پیدا کرنے والا	اسقاط سے حفاظت کا طریقہ یہ ہے کہ عورت کا شوہر بیوی کا پیٹ کھولکر ۹۰ بار اس اسم کو پڑھتا جائے اور شہادت کی انگلی پیٹ کے اردگرد پھیرتا جائے اس کی مداومت سے زبان سچی رہتی ہے۔
اَلْمُعِيْدُ	دوبارہ زندہ کرنے والا	بھاگے ہوئے یا غائب کے واسطے جب گھر کے آدمی سو جائیں تو اس اسم کو گھر کے چاروں کونوں میں ستر ستر بار پڑھو اور پھر کہو یَا مُعِيْدُ فلاں کو واپس لے آ' انشاء اللہ سات روز نہ گزریں گے واپس آ جائے گا اگر کچھ کھو جائے تو اس اسم کی کثرت رکھو مراد پاؤ گے۔
اَلْمُحْيِي	زندہ کرنیوالا	اگر کسی کے کہیں درد ہو یا اسے کسی عضو کے ضائع ہونیکا اندیشہ ہو تو اس اسم کو سات بار پڑھو' عرق النساء کے درد کیلئے سات روز تک سات مرتبہ پڑھ کر دم کرو اس کی مداومت سے بدن میں قوت اور دل میں نور پیدا ہوتا ہے۔
اَلْمُمِيْتُ	مارنے والا	نفس پر قابو پانے کیلئے سوتے وقت سینے پر ہاتھ رکھ کر پڑھتے پڑھتے سو جاؤ۔
اَلْحَيُّ	ازلی وابدی زندہ	بیماری میں کثرت سے یہ اسم پڑھو صحت ہوگی اگر روزانہ ستر بار پڑھو گے تو عمر دراز ہوگی اور روحانی قوت بڑھے گی۔
اَلْقَيُّوْمُ	دنیا کو سنبھالنے والا	سحری کے وقت اس اسم کا کثرت سے ذکر اہل دنیا کو محبوب بناتا ہے' اور اس کی ہر وقت مداومت سے تمام حاجتیں پوری ہوتی ہیں۔
اَلْوَاجِدُ	مالدار بے پروا	خلوت میں اس کو کثرت سے پڑھنے سے فراخی اور تونگری حاصل ہوتی ہے۔
اَلْمَاجِدُ	شریف شرافت والا	ہر نوالے کے ساتھ یا ماجد پڑھنے سے بڑا نور پیدا ہوتا ہے۔
اَلْوَاحِدُ	ایک یکتا	کسی کو تنہائی میں وحشت ہو تو ۱۰۰۱ بار اس اسم اعظم کو پڑھے' وحشت دور ہو گی' خدا کا قرب حاصل ہو گا' اس کو لکھ کر پاس رکھنے سے اللہ پاک فرزند عطا کرے گا۔
اَلْاَحَدُ	بالکل ایک	مذکورہ بالا طریقہ پر عمل کریں۔
اَلصَّمَدُ	بے نیاز و بے پروا	جو آدمی سحری کو یا آدھی رات کو سجدے میں ۱۱۵ بار اس کو پڑھے گا وہ بات کا سچا ہو گا اور کبھی ظالم کے چنگل میں نہ پھنسے گا' اگر اس کی کثرت رکھو گے' بھوکے نہ رہو گے' اگر حالت وضو میں پڑھو گے' بے پروا رہو گے۔
اَلْقَادِرُ	قدرت والا	اگر کوئی مشکل کام درپیش آئے تو اس اسم کو ۴۱ بار پڑھے اور دعا مانگے انشاء اللہ کام آسان ہو جائے گا۔

اَلْمُقْتَدِرُ	قدرت ظاہر کرنے والا	اس پر مداومت کرنے سے غفلت کے پردے اُٹھ جاتے ہیں' اگر بیدار ہوتے ہی یہ اسم بیس بار پڑھا جائے تو تمام کام اچھے ظاہر ہوں۔
اَلْمُقَدِّمُ	آگے بڑھانے والا	اگر جنگ میں اس کو پڑھا جائے یا پاس رکھا جائے تو ذرا تکلیف نہ ہوگی' اگر کثرت کی جائے تو اچھے کاموں میں لذت آئے۔
اَلْمُؤَخِّرُ	پیچھے ہٹانے والا	اگر اس اسم کو سو بار پڑھا جائے تو دل حق میں لذت پائے' روزانہ سو بار پڑھنے سے سب کام درست ہو جاتے ہیں اور ۱۴۱ مرتبہ پڑھنے سے سرکشی دور ہو جاتی ہے۔
اَلْاَوَّلُ	سب سے پہلے	اگر کسی کے بیٹا نہ ہوتا ہو تو اس کو ۴۰ مرتبہ ۴۰ دن تک پڑھیں انشاء اللہ مراد حاصل ہوگی۔ اگر بیٹے کی خواہش یا فراخی یا کوئی اور ضرورت ہو تو ۴۰ جمعہ کی راتوں میں ہر رات ہزار بار پڑھا جائے تو انشاء اللہ آرزو پوری ہوگی۔
اَلْاٰخِرُ	سب سے پیچھے	بوڑھے آدمی کو اس کا ورد رکھنا چاہیے انشاء اللہ خاتمہ بالخیر ہوگا۔
اَلظَّاهِرُ	(ظاہر مخلوقات کے اعتبار سے)	اگر اشراق کی نماز کے بعد اسے ۵۰۰ مرتبہ پڑھا جائے تو آنکھوں میں نور پیدا ہوگا اور اگر مینہ وغیرہ کا اندیشہ ہو تو کثرت سے پڑھو انشاء اللہ محفوظ رہو گے اور اگر گھر کی دیوار پر لکھا جائے تو وہ دیوار نہ گرے گی۔
اَلْبَاطِنُ	پوشیدہ (ذات کے اعتبار سے)	مداومت کرے تو جو آدمی اسے دیکھے اس سے محبت کرے۔
اَلْوَالِیْ	مالک کام بنانے والا	اگر گھر کو تمام آفتوں سے محفوظ رکھنا چاہو تو اس اسم کو کورے آبخورے (کوزہ) پر لکھوا ور اس میں پانی بھر کر در و دیوار پر چھڑک دو تسخیر کے واسطے گیارہ بار پڑھو' سلامتی گھر کے واسطے ۳۰۰ بار پڑھو۔
اَلْمُتَعَالِیْ	بہت بلند	اس کے پڑھنے سے ہر مشکل کام آسان ہو جاتا ہے' اگر عورت حالت حیض میں اسے پڑھے تو حیض کے امراض سے محفوظ رہے گی۔
اَلْبَرُّ	محسن اعظم بڑا احسان کرنیوالا	اس کے پڑھنے سے تمام آفتوں سے نجات ملتی ہے' اس کو سات مرتبہ پڑھ کر اولاد پر دم کر دو اور اسے اللہ کے سپرد کر دو' بالغ ہونے تک تمام آفات سے محفوظ رہے گی' شراب نوشی اور زنا میں مبتلا ہونے والوں کو روزانہ سات بار پڑھنا چاہیے' دل پھر جائے گا (انشاء اللہ)
اَلتَّوَّابُ	توبہ قبول کرنیوالا	اگر چاشت کی نماز کے بعد اسے ۳۶۰ مرتبہ پڑھا جائے' خدا کے حکم سے خالص توبہ نصیب ہوگی اور بکثرت ورد سے بگڑے کام سدھریں گے۔
اَلْمُنْتَقِمُ	بدلہ لینے والا	اگر تین جمعوں تک اس کی مداومت کی جائے تو دشمن دوست ہو جائے' آدھی رات کو اس کو جس نیت سے پڑھو گے وہی کام ہو جائے گا۔
اَلْمُنْعِمُ	انعام کرنیوالا	اس پر مداومت کرنے والا کبھی کسی کا محتاج نہ ہوگا۔
اَلْعَفُوُّ	بہت معاف کرنیوالا	اس کو کثرت سے پڑھو انشاء اللہ تمام گناہ معاف ہو جائیں گے۔

اَلرَّؤُفُ	بڑی نرمی کرنیوالا	اگر کسی کی سفارش منظور ہو تو اس اسم کو دس بار پڑھ کر سفارش کرو وہ شخص تمہاری بات مان لے گا اس پر مداومت کرنیوالا رحم دل اور سب کا محبوب ہو جاتا ہے۔
مَالِكُ الْمُلْكِ	سارے جہان کا مالک	اس کی مداومت کرنیوالا مالدار ہو اور اس کی دین و دنیا کی آرزوئیں پوری ہو جاتی ہیں۔
ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ	بزرگ و بخشش والا	مذکورہ بالا۔
اَلْمُقْسِطُ	عدل و انصاف کرنیوالا	اگر اس اسم کو سو بار پڑھا جائے تو شیطان کے شر اور وسوسہ سے نجات ملے گی اور سات سو بار پڑھنے سے ہر حاجت پوری ہوگی۔
اَلْجَامِعُ	قیامت کے دن لوگوں کو جمع کرنیوالا	اگر چاشت کے وقت غسل کر کے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر اس اسم کو دس مرتبہ پڑھیں اور ایک ایک انگلی ہر بار بند کر لیں اور پھر منہ پر ہاتھ پھیریں تو دور پڑے ہوئے احباب و اقارب سب جمع ہو جائیں گے۔
اَلْمُغْنِیُّ	جسے چاہے بے پروا کرنیوالا مالدار بنانیوالا	اگر اس اسم کو دس جمعوں تک پڑھا جائے اور ہر جمعہ کو ہزار بار پڑھیں تو دنیا سے بے پروائی حاصل ہوگی۔
اَلْمَانِعُ	ہلاکت سے روکنے والا	اگر شوہر اپنی بیوی پر ناراض ہو تو بستر پر لیٹتے وقت بیوی ۲۰ مرتبہ اس اسم کو پڑھے شوہر کی ناراضگی انشاءاللہ کافور ہو جائے گی۔
اَلضَّارُّ	نقصان پہنچانے والا	اس اسم کو جمعہ کی راتوں میں سو مرتبہ پڑھنے سے ثابت قدمی اور اہل قرب کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔
اَلنَّافِعُ	نفع پہنچانے والا	اگر جہاز میں اس کی مداومت کی جائے تو جہاز صحیح سلامت کنارے جا لگے گا اور ہر کام کے شروع میں ۴۱ بار پڑھنے سے وہ کام حسب منشا پورا ہو جاتا ہے۔
اَلنُّوْرُ	آسمان وغیرہ کو روشن کرنیوالا	اگر کوئی جمعہ کی رات کو سورۂ نور ۷۰ بار اور ۱۰۰۱ بار یہ اسم پڑھے گا تو دل میں نور پیدا ہوگا۔
اَلْهَادِیُّ	راہ دکھانے والا مدعا تک پہنچانے والا	اگر کوئی ہاتھ اُٹھا کر آسمان کی طرف دیکھ کر کثرت سے اسکو پڑھے اور ہاتھ منہ پر پھیرے تو اسے اہلِ معرفت کا درجہ ملے۔
اَلْبَدِیْعُ	دنیا کو بغیر نمونہ کے پیدا کرنیوالا	اگر کوئی ستر ہزار بار یا ہزار بار اس کو پڑھے تو ہر مشکل کام آسان ہو جاتا ہے اور اگر باوضو اور قبلہ رو لیٹ کر پڑھتے پڑھتے سو جائے تو جس چیز کا حال چاہے خواب میں دیکھ لے۔
اَلْبَاقِیُّ	ہمیشہ رہنے والا	اگر اسے جمعہ کی شب میں سو بار پڑھیں تو تمام عمل قبول ہوں اور نہ کوئی ستانے پائے۔

اَلْوَارِثُ	دنیا کی فنا کے بعد باقی رہنے والا	اگر طلوع آفتاب کے وقت اس اسم کو ۱۰۰ بار پڑھیں تو کسی طرح کا رنج نہ ہو اور کثرت سے تمام کام بن جائیں۔
اَلرَّشِيْدُ	راہ دکھانے والا	اگر اسے عشاء کے بعد اور سونے سے پہلے ہزار بار پڑھیں تو صحیح غلط کا پتہ چل جائے گا اور مداومت سے تمام کام بلا کوشش انجام پذیر ہوں۔
اَلصَّبُوْرُ	بڑا صبر کرنے والا	اگر تم کو رنج، مشقت، درد یا کوئی مصیبت پیش آجائے تو اسے ۳۳ بار روزانہ پڑھنے سے دل مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر آدھی رات یا دوپہر کو مداومت کرو گے تو تمام دلوں کے محبوب بن جاؤ۔

(غذاء الارواح، ص: ۷۰ تا ۸۴)

ذکر نفی اثبات احادیث کی روشنی میں

بخاری و مسلم: ''جس بندے نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ کلمہ بڑی فضیلت والا ہے۔ یہی وہ کلمہ ہے کہ جس سے ایک کافر مسلمان ہو جاتا ہے۔ (غذاء الارواح، ص: ۸۶)

بخاری: فرمایا قیامت کے دن حقدار شفاعت وہی انسان ہو گا جس نے سچے دل سے لا الہ الا اللہ پڑھا ہو گا۔

ترمذی: سب ذکروں سے بہترین ذکر ''لا الہ الا اللہ'' ہے۔

ابن ماجہ: قیامت کے روز ۹۹ دفتر میزان کے ایک پلڑے میں اور لا الہ الا اللہ کا پرچہ دوسرے پلڑے میں ہو گا اور یہی پلڑا بھاری ہو گا (اور جھک جائے گا)

ابن حبان: اگر آسمان اور زمین سب ایک پلڑے میں ہوں اور لا الہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں تو اس ہی (لا الہ) کا پلڑا بھاری ہو گا۔

مسند احمد: لوگو! اپنے ایمان تازہ کیا کرو، پوچھا گیا کس طرح؟ فرمایا کہ کثرت سے لا الہ الا اللہ پڑھا کرو۔ (غذاء الارواح، ص: ۸۷)

استخارہ کی نماز: بخاری شریف میں سرکار رسالت ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب تم میں سے کوئی آدمی کسی کام کا ارادہ کرے تو اس کو دو رکعت نفل پڑھنی چاہیے۔ پھر استخارہ کی دعا پڑھنی چاہیے۔ عینی نے بخاری کی شرح میں اور حضرت امام غزالی رحمہ اللہ نے ''احیاء العلوم'' میں فرمایا ہے۔ استخارے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھی جائے۔ پہلی رکعت میں قل یایھا الکافرون اور دوسری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھی جائے۔

دفن کے بعد کی دعا: بیہقی، مرنے والے کی قبر کے سرہانے سورہ بقرہ کی شروع کی آیتیں اور پائینتی پر آخیر کی آیتیں پڑھنی چاہئیں۔ یعنی: الم ذالک الکتاب سے عظیم تک امن الرسول سے آخر سورۃ تک ابوداؤد: میں ہے کہ اپنے بھائی کیلئے بخشش کی دعا مانگو اور اس کیلئے ثابت قدمی کی دعا کرو، کیونکہ اب اس سے سوال کیا جارہا ہے۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۰۰)

مشک و زعفران سے لکھنے کا خاص عمل

ہر بیماری سے خلاصی:۔ (۱) ''ویشف صدور قوم مومنین (۲) یایھا الناس قد جاء تکم موعظة من ربکم و شفاء لما فی الصدور و ھدی و رحمة للمومنین'' (پ ۱۱، س ۱۰، ع ۵۷)، (۳) یخرج من بطونھا شراب مختلف الوانه فیه شفاء للناس (پ ۱۴، س ۱۲، ع ۹،۶۹)، (۴) وننزل من القرآن ما ھو شفاء و رحمة للمومنین (پ ۱۵، س ۹)، (۵) الذی خلقنی فھو یھدین ○ والذی ھو یطعمنی و یسقین ○ واذا مرضت فھو یشفین (پ ۱۹، س ۲۶، ع ۷: ۷۸ تا ۸۰)، (۶) قل ھو للذین امنوا ھدی و شفاء (پ، س، ع)
ان آیات کو چینی کی طشتریوں پر مشک و زعفران سے لکھو اور عرق گلاب سے حل کر کے شہد ملا کر چالیس روز تک پلاؤ۔

(غذاء الارواح، ص: ۲۱۰-۲۱۱)

ٹوپی میں رکھی بسم اللہ کی برکات:۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے روم کے بادشاہ کو ایک ٹوپی بھیجی تھی۔ جب وہ ٹوپی پہن لیتا تو دردسر جاتا رہتا اور جب اتار دیتا تو دردسر شروع ہو جاتا۔ اس کو بڑا تعجب ہوا۔ معلوم کرنے پر پتہ لگا کہ بسم اللہ لکھی ہوئی ہے وہ کہنے لگا کہ یہ کتنا بہترین دین ہے کہ اس کی ایک آیت سے اللہ نے مجھے شفاء دی پھر وہ مسلمان ہو گیا۔ (غذاء الارواح ص:۲۱۲)

رمضان شریف کا خاص تعویذ:۔ رمضان شریف کے الوداعی جمعہ کو یہ دعا لکھ کر رکھ لو اور تعویذ بنا کر گلے میں ڈال لو۔ (شرجی)

" بسم الله الرحمن الرحيم الم تر الى ربك كيف مد الظل ولو شاء لجعله ساكنا ثم جعلنا الشمس عليه دليلاًO ثم قبضناه الينا قبضاً يسيراً " (پ۱۹ فرقان ع:۱۰)

لکھ کر سر پر باندھنا: اس دعا کو لکھ کر سر پر باندھو۔

"بسم الله الرحمن الرحيم O كهيعص O ذكر رحمت ربك عبده زكرياO .... حمعسق Oكذلك يوحى اليك والى الذين من قبلك الله العزيز الحكيم O بسم الله الرحمن الرحيم كم من نعمة لله على كل عبد شاكر و غير شاكر و كم من نعمة لله على كل قلب خاشع و غير خاشع و كم من نعمة لله على كل قلب خاشع و غير خاشع و كم من نعمة لله على كل عرق ساكن وغير ساكن اسكن ايها الوجع بعزة من له سكن الليل والنهار و هوالسميع العليم "۔ (شرجی ۲۶)

حضرت خضر علیہ السلام سے ملا خاص عمل:۔ مجھے حضرت خضر علیہ السلام نے درد کی ایک دعا سکھائی فرمایا: درد کے مقام پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھ لیا کرو میں برابر اس دعا کو پڑھتا رہا۔ درد فوراً چلا گیا (شعرانی در طبقات کبریٰ) "و بالحق انزلناه و بالحق نزل" (پ۱۵ بنی اسرائیل ع۱۲) (غذاء الارواح ص:۲۱۳-۲۱۴)

چاندی کے ڈبہ سے ملا خاص عمل:۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے کسی بنی اُمیہ کے گھر میں ایک چاندی کا ڈبہ تالا لگا ہوا پایا جس پر لکھا ہوا تھا "ہر بیماری کی شفا"۔ امام صاحب رحمہ اللہ نے اسے کھولا اس میں مندرجہ ذیل دعائیں لکھی ہوئی تھیں۔ امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پھر مجھے کسی طبیب کی ضرورت نہ ہوئی۔

"بسم الله الرحمن الرحيم و بالله ولاحول ولاقوة الا بالله العلى العظيم ايها الوجع سكنتك بالذى يمسك السماء ان تقع على الارض الا باذنه ان الله بالناس لروف رحيم بسم الله الرحمن الرحيم و بالله ولاحول ولاقوة الا بالله العلى العظيم ايها الوجع سكنتك بالذى يمسك السموت والارض ان تزولا ولئن زالتا ان امسكهما من احد من بعده انهٗ كان حليما غفورا۔ (غذاء الارواح ص:۲۱۴)

مرگی سے نجات کا عمل: مرگی والے کے داہنے کان میں اذان دو اور بائیں کان میں اقامت پڑھو بعض لوگوں کا ذاتی تجربہ ہے۔ (غذاء الارواح ص:۲۱۵)

حافظہ کی دعا:۔ پاک پانی پر مندرجہ ذیل آیات پڑھ کر دم کرو اور اس پانی میں تین دن تک پکا کر کھلاؤ اور وہی پانی پلاؤ۔

"الر كتاب انزلناه اليك لتخرج الناس من الظلمات الى النور باذن ربهم الى صراط العزيز الحميدO الله الذى له ما فى السموات و ما فى الارض و ويل للكافرين من عذاب شديدO الذين يستحبون الحياة الدنيا على الاخرة ويصدون عن سبيل الله و يبغونها عوجاً اولئك فى ضلال بعيدO و ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه ليبين لهم فيضل الله من يشاء و يهدى من يشاء و هو العزيز الحكيم " (غذاء الارواح ص:۲۱۶)

بے خوابی کی دعا: اعوذ بكلمات الله التامات من غضبه عقابه و شر عباده و من همزات الشياطين و ان يحضرون۔ (غذاء الارواح ص:۲۱۶)

لکھ کر پاس رکھنے کا عمل:۔ بسم اللہ پوری درود شریف (۱) ثم انزل علیکم من بعد الغم سے صدور تک (آل عمران) اور محمد رسول الله تک لکھ کر اپنے پاس رکھو۔ (۲) ان الله و ملائکته یصلون علی النبی یایها الذین امنوا صلوا علیه و سلموا تسلیما (کتاب الصلوۃ) (غذاء الارواح ،ص:۲۱۷)

جھلی پر لکھ کر گلے میں ڈالنے کی دعا:۔ مندرجہ ذیل آیات پڑھ کر دم کریں' یا کسی پاک کپڑے یا جھلی پر لکھ کر گلے میں باندھ دو' خیالات فاسد بحکم اللہ دور ہو جائیں گے۔

(۱) اقرات القران سے رجیم تک سورۃ (۲) فان تولوا سے العظیم تک (سورۃ توبہ) اور (۳) فسیکفیکهم الله وهو السمیع العلیم (سورۃ بقرہ)۔ (غذاء الارواح ،ص:۲۱۸)

درد دل کیلئے زعفران سے لکھنے کی دعا:۔ آیت مندرجہ ذیل کو مٹی کے کورے برتن میں زعفران و گلاب سے لکھ کر پلاؤ' انشاء اللہ آرام ہوگا۔ چالیس دن تک عمل کرو۔

”و نزعنا ما فی صدورهم من غل تجری من تحتهم الانهار و قالوا الحمد لله الذی هدانا لهذا و ما کنا لنهتدی لو لا ان هدانا الله لقد جاءت رسل ربنا بالحق و نو دوا ان تلکم الجنة اورثتموها بما کنتم تعملون“ (پ:۸' اعراف' ع۵) (غذاء الارواح ،ص:۲۱۸)

دل کی دھڑکن' خفقان:۔ سورۃ الم نشرح پوری پاک برتن میں زعفران و گلاب سے لکھ کر آب باراں سے حل کر کے چالیس روز تک پلاؤ' انشاء اللہ مرض دور ہو جائے گا۔ (غذاء الارواح ،ص:۲۱۹)

دانتوں اور داڑھ کا درد:۔ جو آدمی ہر چھینک کے وقت مندرجہ ذیل دعا پڑھے گا اسے کبھی دانتوں یا داڑھ اور کان کا درد نہ ہوگا۔

ابن ابی شیبہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی موقوف روایت ہے (۱) ”الحمد لله علی کل حال“ میں ہر حال میں اللہ پاک کی تعریفیں بیان کرتا ہوں جو تمام جہانوں کا رب ہے۔ آیت مندرجہ ذیل کو ایک کاغذ پر لکھ کر ماؤف مقام پر دبا لو انشاء اللہ آرام ہو جائے گا۔ (۲) لکل نباء مستقر و سوف تعلمون (شرجی)۔ (۳) کهیعص حمعسق لا اله الا هو رب العرش العظیم له ما سکن فی اللیل والنهار و هو السمیع العلیم (خواص القرآن الغزالی)۔ (۴) انیس مرتبہ بسم اللہ پڑھ کر دم کرو' انشاء اللہ آرام ہوگا۔ (۵) ایک پاک تختہ لے کر اس پر پاک ریت بچھا لو اور ایک کیل سے اس ریت پر ابجد ہوز حطی لکھو۔ پھر الف پر کیل رکھو اور سورۂ فاتحہ پڑھو۔ دردمند اپنی انگلی درد کے مقام پر رکھ لے۔ فاتحہ پڑھ کر اس سے پوچھو درد گیا یا نہیں۔ اگر گیا تو فبہا ورنہ ب پر کیل دباؤ اور فاتحہ پڑھ کر اسی طرح پوچھو انشاء اللہ کاف تک جانے سے پہلے ہی آرام ہو جائے گا۔ (قول جمیل) علاوہ درد دندان کے یہ عمل درد سر اور ریاح کیلئے بھی کیا جاتا ہے' حرف ابجد کو الگ الگ لکھو۔

(غذاء الارواح ،ص:۲۲۰)

دعائے نکسیر اور ناک سے خون بہنا:۔ نکسیر والے کے سر پر ہاتھ رکھ کر تین یا پانچ یا سات مرتبہ مندرجہ آیات پڑھے پڑھنے سے پہلے مریض کو زمین پر لٹا دو اور سر نیچا کر دو۔

”ان الله یمسك السموات والارض ان تزولا و لئن زالتا ان امسکهما من احد من بعده انه کان حلیما غفورا یا ارض ابلعی ماءك و یاسماء اقلعی و غیض الماء کف ایها الرعاف بحق الواحد القهار العزیز الجبار“ (پ۲۲' فاطر' ع۵ الداء) (غذاء الارواح ،ص:۲۲۱)

آشوب چشم' آنکھ دکھنا' سرخی چشم:۔ ”اذهبوا بقمیصی هذا فالقوه علی وجه ابی یات بصیرا (سورت یوسف) فکشفنا (سورۃ ق) سے حدید تک قل هو للذین امنو هدی و شفاء (۳) اللهم متعنی ببصری واجعله الوارث منی و

ارنی فی العدو ثاری و انصرنی علی من ظلمنی (حاکم) (۵) یاقریب یا مجیب' یا سمیع الدعاء یا لطیفاً لماشاء ردعلی بصری "۔ (غذاء الارواح، ص:۲۲۱)

نگاہ کی کمزوری اور آنکھوں کا درد:۔ فرائض کے بعد یہ آیت سات بار پڑھ کر دم کر دیا کرو اور ہر بار حضور پر درود بھیجو اور ہمیشگی کرو۔

" فکشفنا عنك غطاء ك فبصرك الیوم حدید" (غذاء الارواح، ص:۲۲۱)

ریاح: گیس اور ریاحی تکلیف کیلئے دیکھیے وہی دعا جو مذکورہ بالا نمبر ۵ پر تحریر ہے (غذاء الارواح، ص:۲۲۱)

پیاس: سورۃ "لایلاف قریش" کی مداومت سے اللہ کے حکم سے یہ مرض جاتا رہتا ہے۔ تین بار مندرجہ ذیل دعا پڑھیے۔

"یالطیفاً بخلقه یا علیماً بخلقه یا خبیر ۱۰ اً بخلقه الطف بی یا لطیف یا علیم یاخبیر" ۔ (غذاء الارواح، ص:۲۲۲)

دردِ گردہ: سورۃ فاتحہ ۷ بار پڑھ کر مقامِ درد پر دم کرو انشاء اللہ درد جاتا رہے گا (امام شعبی) درد دانت دردِ شکم اور دوسرے تمام دردوں کیلئے مفید ہے۔ (غذاء الارواح، ص:۲۲۲)

پتھری ریگ گردہ و مثانہ: ربنا الله الذی فی السماء تقدس اسمك امرك فی السماء والارض كما رحمتك فی السماء فاجعل رحمتك فی الارض واغفرلنا حوبنا و خطایانا انت رب الطیبین فانزل شفاء من شفاءك و رحمتك علی هذا الوجع (ابوداؤد)، (غذاء الارواح، ص:۲۲۲)

احتباس بول' پیشاب کا بند ہو جانا:۔ مذکورہ بالا دعا پڑھو انشاء اللہ بند پیشاب جاری ہو جائے گا اور مندرجہ ذیل دعا بھی مفید ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (۱) "بست الجبال بسا فکانت هباء منبثا"

مندرجہ ذیل آیت پانی میں گھول کر پیو پتھری کیلئے مفید ہے: (۲) وحملت الارض والجبال فدکتادکة واحدة (۳) و اذ استسقی موسیٰ لقومه فقلنا اضرب بعصاك الحجر سے مفسدین (سورۃ بقرہ) تک لکھ کر گھول کر پلاؤ' پتھری کو بھی نافع ہے۔ (غذاء الارواح، ص:۲۲۳)

سلسل بول' بار بار پیشاب آنا ذیابیطس:۔ مندرجہ ذیل آیت لکھ کر مریض کے سیدھے بازو پر باندھو انشاء اللہ مرض جاتا رہے گا۔

"قیل یا ارض ابلعی ماءك و یاسماء اقلعی و غیض الماء و قضی الامر واستوت علی الجودی و قیل بعدا للقوم الظالمین .....قل ارءیتم ان اصبح ماؤكم غورا فمن یاتیكم بماء معین" (غذاء الارواح، ص:۲۲۳-۲۲۴)

بواسیر: مندرجہ ذیل دعا جمعہ کو لکھ کر کمر میں باندھ لو بواسیر کو نافع ہے۔

"بسم الله الرحمن الرحیم یا رحیم كل صریخ و مكروب یا رحیم و صلی الله علی خیر خلقه محمد و اله و اصحابه اجمعین" (غذاء الارواح، ص:۲۲۴)

کثرت احتلام: مندرجہ ذیل دعا پڑھ کر سو جاؤ' انشاء اللہ کثرت احتلام کی شکایت جاتی رہے گی۔

"والسماء و الطارق ۝ و ما ادراك ما الطارق ۝ النجم الثاقب ۝ ان كل نفس لما علیها حافظ ۝ فلینظر الانسان مم خلق ۝ خلق من ماء دافق ۝ یخرج من بین الصلب والترائب ۝ انه علی رجعه لقادر ۝ یوم تبلی السرائر ۝ فما له من قوة ولا ناصر" (۵' پ۳۰) (غذاء الارواح، ص:۲۲۴)

عورت پر قابو نہ پانا:۔ دو بھنے ہوئے (ابلے ہوئے) انڈے لو اور ان کو چھیل لو ایک انڈے پر زعفران سے لکھو والسماء بنینٰها باید و انا لموسعون اور مرد کو کھلا دو' دوسرے انڈے پر والارض فرشنٰها فنعم الماهدون لکھو اور عورت کو کھلا دو (حسن بصری رحمہ اللہ)

امساک' رکاوٹ:۔ انگور کے پتوں پر مندرجہ ذیل آیت لکھ کر ان کا شیرہ نکال کر پی جاؤ۔

"یا ارض ابلعی ماءك و یاسماء اقلعی و غیض الماء و قضی الامر.... كلما اوقدو نارا للحرب اطفاءها الله امسك ایها الماء النازل من صلب فلان بن فلانة بلاحول ولاقوة الا بالله العلی العظیم" (غذاء الارواح، ص:۲۲۵)

استرخاء عضو جسم کا عین موقعہ پر ڈھیلا پڑ جانا:۔ تین روزے رکھو پھر آدھی رات کو اٹھ کر کسی پاک قلم سے گلاب وزعفران سے مندرجہ ذیل آیت لکھ کر چاٹ لو، تین روز ایسا ہی کرو۔

”انما یستجیب الذین یسمعون والموتی یبعثهم الله ثم الیه یرجعون“۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۲۵-۲۲۶)

عقم بانجھ پن، بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت نہ ہونا: (۱) اس غرض کیلئے مندرجہ ذیل آیت چینی کے برتن میں مشک وزعفران وگلاب سے باوضو لکھ کر پانی میں گھول کر خواہ مرد ہو یا عورت جس کو چاہو پلا دو نیز ایک پرچہ پر لکھ کر سیدھے بازو پر باندھ لو، جماع کے وقت الگ کر لو مفید ہے۔

”هنا لك دعا زكريا ربه قال رب هب لی من لدنك ذرية طيبة انك سميع الدعاء“

(۲) جمعہ کی شب کو آدھی رات کے بعد اٹھو اور مندرجہ ذیل آیت کو حلوے پر اس طرح لکھو کہ کوئی دیکھنے نہ پائے پھر اس کو کھا کر ہم بستری کرو، تین روز تک ایسا ہی کرو۔ (مجرب المجرب ہے)

”یایها الناس اتقوا ربكم الذی خلقكم من نفس واحدة و خلق منها زوجها و بث منهما رجالا كثیرا و نساء واتقو الله الذی تسآء لون به والارحام ان الله كان علیكم رقیباً“ (سورة نساء)

(۳) ہرن کی جھلی پر گلاب وزعفران سے مندرجہ ذیل آیت لکھ کر گلے میں باندھ لو۔

”ولو ان قرانا سیرت به الجبال او قطعت به الارض او كلم به الموتی بل لله الامر جمیعا“ (پ ۱۳، رعد)

(۴) چالیس لونگوں پر سات سات بار آیت مندرجہ ذیل پڑھیے اور غسل حیض سے فراغت پاتے ہی ایک لونگ روزانہ رات کو کھا کر سو جاؤ، اس کے بعد پانی نہ پیو اور شوہر سے ملتی رہو۔

”او كظلمات فی بحر لجی یغشه موج من فوقه موج من فوقه سحاب ظلمات بعضها فوق بعض اذا اخرج یده لم یكد یرا ها و من لم یجعل الله له نورا فماله من نور“ (غذاء الارواح، ص: ۲۲۶-۲۲۷)

حفاظت حمل کیلئے ہرن کی جھلی پر لکھنے کا عمل: آیت مندرجہ ذیل کو ہرن کی جھلی پر مشک وزعفران وگلاب سے لکھ کر سیدھے بازو پر باندھ لیجئے:

(۱) ”اذ قالت امرأة عمران رب انی نذرت لك ما فی بطنی محرراً فتقبل منی انك انت السمیع العلیم“ (سورة ال عمران)

(۲) اجوائن، پانی اور کالی مرچ لے کر پیر کے دن دوپہر کو چالیس بار سورۂ والشمس پڑھا کرو، ہر بار درود شریف پڑھ لو، شروع حمل سے دودھ چھڑانے تک روزانہ کھلاؤ (حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ)

(۳) پاک کاغذ کے پرچہ پر (۱۶۰) بار ”بسم اللہ“ لکھو اور عورت کے گلے میں یا سیدھے بازو پر بندھوا دو۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۲۷-۲۲۸)

اسقاط سے بچنے کیلئے: مندرجہ ذیل آیت کو لکھ کر گلے میں یا سیدھے بازو پر باندھ لیجئے ان شاء اللہ حمل ساقط نہ ہوگا۔ مجرب ہے۔

”ولبثوا فی كهفهم ثلث مائة سنین وازدادوا تسعاً“ (غذاء الارواح، ص: ۲۲۸)

حمل میں حفاظت کیلئے: جس عورت کے حمل نہ ٹھہرتا ہو اس کیلئے یہ عمل مجرب ہے۔ ایک پاک برتن میں سورۂ فاتحہ اور درود شریف لکھو اور دوسرے برتن میں مندرجہ ذیل آیتیں لکھو پھر دونوں کو پانی میں گھول کر ہم بستری سے پہلے پی جائے (ماقبل میں ذکر کردہ آیات) (شرجی) (غذاء الارواح، ص: ۲۲۸)

دردزہ، پیدائش کے درد کا علاج:۔ ذیل کی آیات کو کسی پاک برتن میں لکھ کر پانی سے گھول کر زچہ کے شکم وناف پر چھڑک کر قدرے پانی زچہ کو بھی، روغن بادام اور دودھ میں ڈال کر پلا دو، ان شاء اللہ درد میں کمی واقع ہو کر باآسانی بچہ کی پیدائش ہوگی۔

”كانهم یوم یرون ما یوعدون لم یلبثوا الا ساعة من نهار بلاغ فهل یهلك الا القوم الفاسقون (۲) كانهم یوم یرونها لم یلبثوا الا عشیة او ضحها (۳) لقد كان فی قصصهم عبرة لاولی الالباب“

(۲) کسی چینی کے برتن پر نیچے کی آیتوں کو لکھ کر زچہ کو پلاؤ ان شاء اللہ بہت جلدی بچہ کی پیدائش ہوگی۔ آیت الکرسی، سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص

اورذیل کی آیت شریف۔(غذاءالارواح ص:۲۲۹)

(۴)"لو انزلنا هذا القران على جبل لرايته خاشعا متصدعا من خشية الله و تلك الامثال نضر بها للناس لعلهم يتفكرون لا اله الا الله محمد رسول الله اللهم صل و سلم على سيدنا محمد و علىٰ آل سيدنا محمد فى كل لمحة و نفس بعد دكل معلوم لك "۔

(۵)ایک پرچہ پر یہ آیت لکھواورموم جامہ کرکےزچہ کی ناف پر باندھدوانشاءاللہ فوراًبچہ پیداہوگا۔

والقت مافيها و تخلت○ و اذنت لربها و حقت(غذاءالارواح ص:۲۲۸–۲۳۰)

فرزندِ نرینہ کیلئے:۔ (۱)سورۂ یوسف مکمل اورصاف صاف لکھ کرحاملہ کےسیدھے بازوپر باندھ دیں۔ بحکم خداخوبصورت' نیک بخت اورصالح فرزند پیداہوگا۔واضح رہے کہ تین ماہ کےحمل کے بعد عمل مفید نہیں ہوتا۔استقرارحمل کے فوراًبعد یہ عمل مؤثر ہوتا ہے۔(۲)ہرن کی جھلی پرگلاب اورزعفران سےمندرجہ ذیل آیتیں لکھیں اورسیدھے ہاتھ میں باندھ دیں۔

"الله يعلم ماتحمل كل انثى و ماتغيض الارحام و ما تزداد ○ وكل شى عندهٗ بمقدار ○عالم الغيب والشهادة الكبير المتعال○ ...يـــا زكـــريـــا انـــا نبشـــرك بـغـلام اسـمـــه يـحـيـــىٰ لـم نـجـعـل لــه مـن قـبـل سـمـيـــا"(غذاءالارواح ص:۲۳۰)

دردِ جسم: دردکی جگہ انگلی رکھ کرتین مرتبہ بسم الله اورسات مرتبہ ذیل کی دعاپڑھیے۔(مسلم وغیرہ)

اعوذ بالله و قدرته من شرما اجد احاذر:(غذاءالارواح ص:۲۳۰)

سرخ بادہ ورم کیلئے چھری کاعمل:۔ مندرجہ ذیل دعاکوسات مرتبہ پڑھواورچھری سےاشارہ کرتے جاؤ گویا کاٹ رہےہو۔

بسم الله الرحمن الرحيم۔ اللهم صل على محمد وعلى ال محمد وبارك وسلم۔بسم الله العظيم الكريم الرحمن الرحيم رب العرش العظيم بعزة الله وقدرته وسلطانه ايتها الجمرة جاءتك جنودمن السماء وقال سليمان ايتها الريح اجيبى داعى الله ومن لم يجب داعى الله فماله من ملجاء وماله من ظهير بسم الله وبالشفاء الطيب على الله يكفيك الله يشفيك من كل داء يؤذيك ومن كل أفة تعتريك لاحول ولا قوة الا بالله العلى العظيم وصلى الله على خير خلقه محمد واله واصحابه اجمعين وسلم تسليما كثيرا كثيرا برحمتك يا ارحم الراحمين۔(غذاءالارواح ص:۲۳۱)

پیپل کے پتوں پرلکھنے کاخاص عمل: "بسم الله الرحمن الرحيم يا ناركونى بردا وسلاما على ابراهيم وارادوا به كيدا فجعلنهم الاخسرين و بالحق انزلناه وبالحق نزل وصلى الله على خيرخلقه محمد واله واصحابه اجمعين "۔(غذاءالارواح ص:۲۳۲)

موذی جانوروں سےحفاظت کاعمل:۔ (۱)سورہ فاتحہ پڑھ کردم کردو (۲)پانی میں نمک ملاؤاوراس پرسورۃ کافرون،سورۃ ناس پڑھ کرمقام ماؤف پرخوب مل دو۔

(۳) بسم الله شجة قرنية ملحة بحر قفطا۔میں اللہ کےنام سےدم کرتا ہوں(طبرانی)۔(۴)تھوڑاساروغن لےکرمقام ماؤف پرملتے ہوئے مندرجہ ذیل آیتیں پڑھواوردم کردو یہ عمل آدھانہ ہوگا کہ اس سے پہلے پہلے سانپ کے سیاہ،سرخ اورسفید دانت برآمد ہوجائیں گے۔(۱)آیت الکرسی ۳بار۔اوكالذى الخ۳بار۔ ولو ان قرانا سيرت الخ۳بار۔ ويسئلونك عن الجبال الخ۳بار۔ وجعلنا من بين ايدهم سدا ومن خلفهم سدا ۳بار۔انه من سليمان وانه بسم الله الرحمن الرحيم ۳بار۔قل هو الله،فلق اور ناس ۳،۳بار۔والضحى اور الم نشرح۳بار۔(غذاءالارواح ص:۲۳۳)

سگ دیوانہ کاعلاج: مندرجہ ذیل آیت کوروزانہ چالیس دن تک روٹی پرلکھ کرکھلاؤانشاءاللہ آرام ہوگا۔انهم يـكـيـدون كـيـدا واكيد كيدا فمهل الكافرين امهلهم رويدا۔بیشک وہ بڑامکرکرتے ہیں اورمیں بڑی زبردست تدبیرکرتا ہوں پھرآپ کافروں کوچھوڑ

دیں اوران کوڈھیل دے دیں۔(غذاءالارواح ،ص:۲۳۳)

جن، بھوت، پری، چھلاوہ سے حفاظت کیلئے:۔ پانی پر مندرجہ ذیل آیتیں پڑھ کر دم کرو اور آسیب زدہ کے منہ پر چھینٹے مارو اور گھر کے اندر چھڑک دو۔ آسیب کا اثر جاتا رہے گا اور بیمار خود ہوش میں آجائے گا۔ سورہ فاتحہ، آیت الکرسی اور (قل اوحی سورۃ جن ۲۹ پارہ) کی پہلی پانچ آیتیں۔

(۲) آسیب زدہ پر یہ دعا پڑھ کر دم کرو۔ انشاءاللہ مریض ہوش میں آجائے گا اور پھر کبھی اثر نہ ہوگا۔ (خواص القرآن)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، طہٰ ،کٓھیٰعٓصٓ ، یٰسین والقران الحکیم ،حٰمٓعٓسٓقٓ ، ق ، ن والقلم وما یسطرون۔

(۲) یہ آیت پڑھ کر دم کرو: قل اللہ اذن لکم ام علی اللہ تفترون ۔آپ ﷺ فرما دیجئے: کیا اللہ پاک نے تمہیں اجازت دی ہے یا اس پر تم افتراء کر رہے ہوں؟۔ (۳) دائیں کان میں اذان دو اور بائیں کان میں اقامت کہو۔ انشاءاللہ آرام ہوگا۔ (۴) سیدھے کان میں سات بار اذان پڑھو، سورہ فاتحہ، سورہ فلق ،سورہ ناس ،آیت الکرسی ،والسماء والطارق ،آخر سورہ حشر اور والصافات مکمل پڑھیے ۔جن آگ میں جل جائے گا۔(۵) ولقد فتنا سلیمان والقینا علی کرسیہ جسد ثم اناب۔ بلاشبہ ہم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو آزمایا اور ہم نے ان کے تخت پر ایک جسم ڈال دیا پھر انہوں نے توبہ کی۔

(۶) کان میں سورہ مومنون کی آیات پڑھیے افحسبتم انما خلقنکم سے آخر سورۃ تک۔(۷) اگر رات کو گھر میں پتھر آئیں تو مندرجہ ذیل آیات پچیس پچیس بار پڑھ کر لوہے کی کیل پر دم کرو پھر اسی طرح مزید تین کیلوں پر علیحدہ علیحدہ پڑھ کر دم کرو اور ان چاروں کیلوں کو مکان کے چاروں کونوں میں گاڑ دو۔انھم یکیدون کیدا واکید کیدا فمھل الکافرین امھلھم رویدا ۔(۸) اس آیت کو لکھ کر سیدھے بازو پر باندھ دو انشاءاللہ جن بھاگ جائے گا۔لوانزلنا ھذا القران سے آخر تک(قل اوحی الی انہ استمع سے شططا) تک۔(سورۃ جن کی آیات)

سحر، جادو کا قرآنی علاج:۔ حضور اکرم ﷺ پر ایک یہودی "لبید بن اعصم" نے جادو کیا تھا۔ بات یہ تھی کہ ایک دھاگے پر گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھیں۔ اسی وجہ سے فلق اور ناس دو سورتیں حضور اکرم ﷺ پر نازل کی گئیں۔ ان دونوں سورتوں میں بھی گیارہ آیتیں ہیں ہر آیت پر ایک گرہ کھل گئی۔(بخاری)۔ (۲) چینی کے پاک برتن میں مندرجہ ذیل آیت لکھ کر روغن زرد (گھی) سے حل کر کے اسے چٹاؤ جس پر جادو کیا گیا ہے۔ سات روز یہ عمل جاری رکھو۔ چاٹنے والا پاکی کی حالت میں ہو ناپاک نہ ہو۔ انشاءاللہ ایک ہفتہ کے اندر جادو کا اثر مٹ جائے گا۔ ومن یخرج من بیتہ مھاجرا الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ۔ جو آدمی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر اپنے گھر سے ہجرت کر کے نکلے اور راستے میں اسے موت آجائے اس کا ثواب اللہ پر قائم رہا۔

(۳) مندرجہ ذیل دعا ہر طرح کے جادو اور نہ جانے والے ہر مرض کیلئے اکسیر ہے۔ چینی کے سفید برتن پر گلاب و زعفران سے لکھ کر زمزم کے پانی سے حل کر کے چالیس دن تک پلاؤ۔ اگر آب زمزم میسر نہ ہو تو معمولی پانی ہی کافی ہے۔ یاحی حین لاحی فی دیمومۃ ملکہ و بقائہ یاحی بسم الرحمن الرحیم الحمد للہ (سورۃ فاتحہ پوری لکھیں)۔ اے زندہ معبود جس کی دوامی بادشاہت میں کوئی زندہ نہیں اے زندہ مالک میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔(۴) ان آیات کو پڑھ کر دم کرو: الم ذلك الكتب سے مفلحون تک

آیتہ الکرسی۔ لا اکراہ سے خالدون تک للہ مافی السموت سے آخر سورۃ تک ان ربکم اللہ الذی خلق السموت سے محسنین تک قل ادعواللہ سے فلا تنتصران تک۔ لو انزلنا ھذا القران سے آخر سورہ تک قل اوحی الی انہ سے شططا تک۔

بخار سے خلاصی عمل: بخار والا کثرت سے بسم اللہ الکبیر پڑھتا رہے(ابن ابی شیبہ، حاکم) یہ بھی پڑھتا رہے۔(۲) نعوذ باللہ العظیم من شر کل عرق نعار وشر حر النار۔ میں ہر پھڑکنے والی رگ سے اور آگ کی گرمی کی برائی سے عظمت والے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔ (۳) بعض دفعہ بخاروں میں نہانا مفید ہوتا ہے کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ بخار آگ کی بھاپ ہے جو پانی سے سرد ہو جاتی ہے۔(۴) بخار والے مریض کے سیدھے بازو پر مندرجہ ذیل دعا لکھ کر باندھ دیں انشاءاللہ بہت جلد صحت ہو جائے گی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم براۃ من

الله العزيز الحكيم الي ام ملدم التى تاكل اللحم و تشرب الدم وتهشم العظيم ام ملدم ان كنت مومنة بالله واليوم الاخرفبعزة الله وقدرته وان كنت يهودية فبرحمة الله و كرمه وان كنت نصر انية فبفضل الله واحسانه ان لا اكلت الفلان بن فلا نة لحما ولا شربت له دما ولا هشمت له عظما و تحولي عنه الي من اتخذ مع الله الها اخر لا الا الله العزيز الحكيم والا فانت برينة من الله والله برى منك وحسبناالله ونعم الوكيل ولاحول ولا قوة الا بالله العظيم۔ (شرجی۔قول جمیل)

(۵) بعد نماز عصر بخار والے مریض پر تین بار سورہ مجادلہ پڑھیں۔ ذلك تخفيف من ربكم ورحمة .. يريد الله ان يخفف عنكم وخلق الانسان ضعيفا.. قلنا يانار كوني بردا وسلاما علي ابراهيم .. ربنا اكشف عنا العذاب انا مومنون.. وان يمسسك الله سے غفور رحيم تک۔ یہ تخفیف اور رحمت ہے تمہارے آقا کی طرف سے اب اللہ تم سے تخفیف کردیگا اور انسان کمزور بنایا گیا ہے۔ ہم نے کہا اے آگ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا اے ہمارے آقا ہم سے عذاب ہٹا دے۔ شروع میں بسم اللہ اور درود شریف پڑھیں اور آخر میں بھی درود شریف پڑھیں۔ (غذاء الارواح، ص:۲۳۷)

جاڑ بخار، تپ ولرزہ کا علاج:۔ مندرجہ ذیل دعا کو پیپل کے تین پتوں پر لکھ کر باری سے پہلے پہلے تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد مریض کو تینوں پتے چٹا دو، انشاء اللہ باری رک جائے گی۔ بسم الله الرحمن الرحيم يا نار كوني برداوسلاما علي ابراهيم وارادوابه كيدا فجعلنهم الاخسرين.. وبالحق انزلناه وبالحق نزل ..وصلى الله على خير خلقه محمد واله و اصحٰبه اجمعين ۔ (غذاء الارواح، ص:۲۳۹)

نوبتی بخار، ملیریا کا روحانی علاج:۔ اس کیلئے بھی مذکورہ بالا گزشتہ صفحہ دعا بہت مفید ہے۔ (۱) تین روز تک باری سے پہلے مندرجہ ذیل عمل کرو۔ سیدھے ہاتھ کی خنصر سے لکھنا شروع کرو اور الٹے ہاتھ کی خنصر پر ختم کردو۔ ہر انگلی پر ایک حرف لکھو۔ ک، ہ، ی، ع، ص، ح، م، ع، س ق۔

عرق النساء کا درد: درد کے مقام پر ہاتھ رکھ کر سورہ فاتحہ پڑھو اور سات بار یہ دعا پڑھ کر دم کردو۔ "اللهم اذهب عني سوء ما اجد" اے اللہ میرا مرض کھو دے۔

چیچک، موتی جھارا، معیادی بخار کیلئے دم:۔ صبح و شام سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کرو۔ انشاء اللہ آرام ہو جائے گا۔

سینگیاں، جونک وغیرہ: آیت الکرسی پڑھ کر دم کرو۔ انشاء اللہ فائدہ ہوگا (ابن سنی نزل)

عوارض نفسانی (خواب میں ڈرنا):۔ اگر کوئی آدمی خواب میں ڈر جائے اور ڈر سے اس کی آنکھ کھل جائے تو اسے اپنے بائیں جانب تھتکار کر کروٹ بدل لینی چاہئے اور تین مرتبہ اعوذ بالله من الشيطان الرجيم پڑھنی چاہئے۔ مندرجہ ذیل دعاؤں سے جو دعا چاہو پڑھ لو۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ) ابوداؤد ترمذی۔ اگر تم میں سے کوئی خواب میں ڈر جائے تو اسے یہ دعا پڑھ لینی چاہئے۔ شیطان اسے نقصان نہ پہنچائے گا۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما اس دعا کو اپنے بالغ بچوں کو سکھا دیا کرتے تھے اور نابالغ بچوں کے گلوں میں لکھ کر لٹکا دیا کرتے تھے۔ اعوذ بكلمات الله التامات من غضبه وعقابه وشرعباده ومن همزات الشياطين وان يحضرون۔ مسند احمد ابو یعلی نزل: جس رات شیطانوں نے مجھ کو آگ کے شعلوں سے جلانا چاہا تھا اسی رات حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھے یہ دعا سکھائی تھی۔ چنانچہ یہ دعا پڑھتے ہی ان کے آگ کے شعلے بجھ گئے۔ اعوذ بكلمات الله التامات التي لا يجاوزهن برولا فاجر من شرما ينزل من السما وما يعرج فيها و من شرفتن الليل والنهار ومن شرطوارق الليل والنهار الا طارقا يطرق بخير يارحمن۔ (غذاء الارواح، ص:۲۴۰)

حضور اکرم ﷺ کو خواب میں دیکھنے کیلئے:۔ (وظیفہ نمبر۱)۔ جمعہ کی شب کو ایک ہزار مرتبہ عشاء کے بعد سورہ کوثر پڑھ کر سو جائیں اول آخر مندرجہ ذیل درود شریف پڑھیں۔ اللهم صل علي سيد نا محمد وعلي ال سيدنا محمد بعدد معلوم لك ۔ اے اللہ ہمارے سردار محمد ﷺ پر اور ان کی اولاد پر اپنے علم کے برابر درود بھیج۔ (خزینۃ الاسرار)

(وظیفہ نمبر۲)۔ جمعہ کی نصف شب میں سورہ قریش ہزار بار باوضو پڑھ کر سو جایئے انشاء اللہ آپ ﷺ کے دیدار مبارک سے مشرف ہوں

گے ۔ (وظیفہ نمبر۳)۔ کسی پرچہ پر محمد رسول اللہ ﷺ بعد نماز جمعہ ۳۵ بار لکھیں اور روزانہ طلوع آفتاب کے وقت درود شریف پڑھتے ہوئے اس پرچہ کو دیکھتے رہیں کثرت سے دیدار نصیب ہوگا۔ (وظیفہ نمبر۴)۔ دو رکعت نماز پڑھیں ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سو بار سورہ قل پڑھیں پھر تین بار حسب ذیل دعا پڑھیں۔ یا محسن یا مجمل یا منعم یا متفضل ارنی وجه نبيك صلى الله عليه وسلم اے محسن اے انعام و اکرام کرنے والے مجھے اپنی نبی ﷺ کا رخ انور خواب میں دکھا۔ (غذاء الارواح ص: ۲۷۷)

اسلحہ کا کند ہو جانا، ہتھیاروں کا اثر نہ کرنا: (۱) سورہ ہود صاف اور خوشخط لکھ کر اپنے پاس رکھو ہتھیار اثر نہ کریں گے اور دشمن پر رعب طاری ہوگا۔ (۲) حم لاينصرون اے مددگار اللہ دشمن کی مدد نہ کی جائے۔ (۳) لا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم قوت بلند و برتر اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ (ابن ابی الدنیا) (۴) سيهزم الجمع ويولون الدبر لشکر شکست کھا جانے والے اور پیٹھ دکھانے والے ہیں۔ ایک مٹھی بھر مٹی لے کر آیات مذکورہ بالا پڑھ کر اس پر دم کر کے دشمن کی طرف پھینکو انشاء اللہ دشمن بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔ (غذاء الارواح ص: ۲۷۷)

چشم زخم، نظر بد، نظر لگنا، نظر ہونا:۔ (۱) سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ کو نظر لگ گئی تھی۔ حضور اکرم ﷺ نے ان سے فرمایا جن کی نظر لگی تھی وہ اپنا منہ، ہاتھ پاؤں اور شرمگاہ دھولیں، پھر وہ پانی اس پر ڈالا گیا جس کو نظر لگ گئی تھی وہ فوراً اچھا ہوگیا۔ (مؤطا) (۲) لخلق السموات والارض اكبر من خلق الناس ولكن اكثر الناس لا يعلمون فارجع البصر سے حسیر تک۔ (۳) اللهم اذهب حرها وبردها ومرضها اعيذك بكلمات الله التامات من شر كل شيطان وهامة ومن كل عين لامة (بخاری نسائی) (ابن ماجہ)

جانوروں کو نظر لگنا:۔ جانور کی ناک کے داہنے نتھنے میں مندرجہ ذیل دعا ۴ بار اور بائیں نتھنے میں تین بار پڑھ کر دم کرو۔ "اذهب الباس رب الناس واشف انت الشافي لايكشف الضر الا انت"۔ (غذاء الارواح ص: ۲۷۹)

کھوئی ہوئی چیز کو تلاش کرنا:۔ (۱) اس مقصد کے واسطے یا حفیظ ۱۹ بار پڑھ کر ۱۹ بار ہی مندرجہ ذیل آیت پڑھیں انشاء اللہ کھوئی ہوئی چیز مل جائے گی اور محفوظ رہے گی۔ یہ شرجی رحمہ اللہ کا مجرب عمل ہے "یا بنی انها سے خبیر" تک (سورہ لقمان پ۲۱)۔ (۲) سورہ والضحیٰ ۳ بار پڑھ کر پھر ۳ بار مندرجہ ذیل دعا پڑھیں۔ اللهم يا جامع الناس ليوم لاريب فيه اجمع علي ضالتي انك لا تخلف الميعاد ۔ اے اللہ! اے قیامت کے روز لوگوں کو اکٹھا کرنے والے میری کھوئی ہوئی چیز مجھے ملا دے بیشک تو وعدہ خلافی نہیں کرتا۔

نامعلوم آدمی، بھاگا ہوا غلام یا جانور:۔ (۱) فجر کی سنتوں اور فرض کے درمیان سورہ فاتحہ ۴۱ بار پڑھیں۔ (۲) مندرجہ ذیل آیتیں کسی کاغذ پر لکھ کر کسی چیز میں لپیٹ کر اندھیری کوٹھری میں دو پتھروں کے درمیان رکھ دو۔ سورہ فاتحہ، آیت الکرسی اور یہ دعا: اللهم اني اسئلك بان لك السموات والارض ومن فيهن واجعل اللهم السماء والارض وما فيهما علي عبدك فلان بن فلانة (یہاں نام لو) ضيق من خلقه حتي يرجع الي مولاه برحمتك يا ارحم الراحمين ۔

او كظلمات سے من نور تک (نور پ۱۸) ومن ورائهم سے يبعثون تک (مومنون پ۱۸ ع۱) وضرب سے خلقه تک (یس پ۲۳ ع) والله سے آخر سورۃ تک (بروج پ۳۰) لکھ کر یہ دعا لکھو۔ اللهم اني اسئلك بحق هذا الايات ان تصلي علي نبيك سيدنا محمد صلي الله عليه وسلم وان ترد العبد الي مولاه برحمتك يا ارحم الراحمين ۔ اے اللہ! میں تجھے ان آیتوں کا واسطہ دے کر تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو اپنے نبی ﷺ اور ہمارے سردار حضرت محمد ﷺ پر درود بھیج اور غلام کو اس کے مالک کی طرف واپس کرا دے اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے مجھ پر رحم کر۔

(۳) ۔ مندرجہ ذیل درود شریف لکھ کر کسی درخت وغیرہ پر لٹکا دو۔ بسم الله الرحمن الرحيم اللهم صل علي محمد وعلي ال محمد وبارك وسلم الف الف مرة والف الف ذرة۔ میں اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بڑا مہربان شفیق ہے۔ مولا محمد ﷺ پر اور ان کی اولاد پر ہزار در ہزار بار اور لاکھ در لاکھ بار درود بھیج اور انہیں برکت عطا فرما۔ (۴) هل اتي سے بصيرا تک مشک و زعفران و گلاب سے لکھ کر اپنے پاس رکھو۔ بھاگا ہوا آدمی یا جس کے واسطے عمل کیا گیا ہے وہ انشاء اللہ فوراً حاضر ہوگا۔ (دہر آیت ۲،۱) (غذاء الارواح ص: ۲۸۰)

عیش وآرام: اس غرض کے واسطے سورہ قدر، کافرون اور اخلاص کو گیارہ گیارہ بار پڑھ کر پانی پر دم کر کے نئے کپڑے پر چھڑک لو جب تک کپڑے کا ایک تار بھی باقی رہے گا انشاء اللہ عیش و آرام میں رہے گا اور اگر خالی سورہ قدر کو ۳۶ مرتبہ پڑھ کر پانی پر دم کر کے چھڑکو گے تو جب تک وہ کپڑا باقی رہے گا اللہ پاک ایسی جگہ سے روزی دیگا جہاں سے گمان بھی نہ ہوگا۔ (غذاء الارواح، ص:۲۸۱)

سرکش اور شریر جانور کی شرارت سے بچاؤ:۔ جانور کے کان میں مندرجہ ذیل آیت پڑھ دو۔ اس کی شرارت انشاء اللہ دور ہو جائے گی۔ افغیر دین اللہ سے یرجعون تک (آل عمران پ۳)

کنویں میں پانی کی کمی اور باغ وزراعت کی سرسبزی:۔ (۱) جس کنویں یا نہر سے باغ وزراعت کو پانی دیا جاتا ہو اس میں جمعہ کی شب کو یا دن میں "و ھو الذی انزل من السماء سے یومنون تک لکھ کر ڈالدو باذن اللہ پانی کی کثرت ہوگی۔ (سورہ انعام ع پ ۷)۔ (۲) الم ترکیف ضرب اللہ سے یتذکرون تک بارش کے پانی پر ۲۱ بار پڑھ کر دم کرو اور تمام درختوں کی جڑوں میں چھڑک دو خوب برکت ہوگی۔ اور تمام آفات سے درخت محفوظ رہیں گے۔ (سورہ ابراہیم پ۱۳)۔ (۳) و کالذی مر علی قریۃ سے قدیر تک ہرن کی جھلی پر لکھ کر کسی پاک کپڑے میں لپیٹ لو اور گھر کے یا دوکان، یا زمین یا باغ کے در پر دفن کر دو نیز کسی پاک برتن میں لکھ کر بارش کے پانی سے دھو کر بار آور درختوں کی جڑوں میں ڈال دو۔ انشاء اللہ خوب برکت ہوگی۔ (سورہ بقرہ ع پ۳)۔ (۴) سورہ فاتحہ لکھو مگر مالک یوم الدین کو سات بار لکھو اور پانی پر دم کر کے درختوں کی جڑوں میں ڈال دو۔ انشاء اللہ خوب بار آور اور سرسبز و شاداب ہوں گے۔ (سورہ توبہ ع۱۶ پ۱۱ کنز الابرار)

عمر درازی کی دعا: اس غرض کے واسطے آیت لقد جاء کم سے آخر سورۃ تک روزانہ ایک بار پڑھ لیا کرو۔ صبح و شام تین تین بار حسب ذیل دعا پڑھا کریں۔ (۲) سبحان اللہ ملاء المیزان و مبلغ العلم و منتھی الرضوان وزنۃ العرش ۔ میں اللہ کی اس کے علم کے مطابق ترازو بھر کر انتہائی رضامندی کے موافق اور عرش کے وزن کے برابر پاکی بیان کرتا ہوں ۔ (غذاء الارواح، ص:۲۸۲)

غلبہ عشق ومحبت سے بچنے کیلئے:۔ اس غلبہ سے بچنے کے واسطے اسماء حسنیٰ میں سے ہر وہ نام جس میں (ی) ہو کسی پاک برتن میں لکھ کر سات دن تک گھول کر پلانا مفید ہے۔

بری چیز کی یا برے غم کی دعا:۔ الحمدللہ علی کل حال ۔ ہر حال میں اللہ ہی تعریفیں ہیں۔

بری بات کو مٹاتے ہوئے کیا پڑھا جائے:۔ جاء الحق سے زھو قا تک (بنی اسرائیل پ۱۵) جاء الحق و ما یبدی الباطل و ما یعید"

صلح وآشتی کیلئے حلوے پر لکھ کر کھانے کا عمل:۔ (۱) آیت "ونزعنا ما فی صدور ھم الخ" (حجر ع۳ پ۱۴) خالی قلم سے حلوے پر لکھو اور فریقین کو کھلا دو ۔ (۲) مذکورہ بالا ترکیب سے سورہ فاتحہ لکھ کر فریقین کو کھلا دو انشاء اللہ صلح ہو جائے گی ۔ (۳) مندرجہ آیات کو لکھ کر اپنے پاس رکھیں ۔ ون خفتم سے خبیرا تک (سورہ نسا، پ۵) یصلح لکم سے عظیما تک (سورہ احزاب پ۲۲) وان امراۃ سے والصلح خیر تک (نساء پ۵ ع۱۹) عسی اللہ ان یجعل سے مودۃ تک (ممتحنہ پ۲۸)۔

زمین کی پیائش میں کمی کی آرزو کروانا:۔ (۱) اگر تم کو کسی ظالم کے ظلم کا اندیشہ ہو اور یہ چاہتے ہوئے کہ زمین پیائش کے وقت کم ہو جائے تو کاغذ کے چار پرچوں پر مندرجہ ذیل چار آیتیں الگ الگ لکھو اور موم جامہ کر کے کھیت کے چاروں کونوں میں گاڑ دو: (۱) اولم یروا سے من اطر فھا تک (رعد ع۵ پ۱۳)۔ (۲) یوم نطوی السماء سے کتب تک (انبیاء ع۷ پ۱۷)۔ (۳) الم تر سے ساکنا تک (فرقان ع۴ پ۱۹)۔ (۴) وما قدروا اللہ الخ (سورہ انعام ع۱۱ پ۷)۔ (۶) پانچ پتھر لو اور ہر پتھر پر سورہ فاتحہ ۷ بار سورہ اخلاص ۳ بار۔ سورہ فلق ۱ بار۔ سورہ ناس ۱ بار۔ سورہ یسین ۱ بار۔ سورہ ملک ۱ بار۔ آیۃ الکرسی ۱ بار اور درود شریف ۱۰ بار پڑھ کر دم کرو اور چاروں کونوں میں اور ایک بیچ میں گاڑ دو زمین انشاء اللہ ہر آفت سے محفوظ رہے گی۔ (غذاء الارواح، ص:۲۸۹)

کھیت کی حفاظت کیلئے آبخورے کا عمل:۔ مندرجہ ذیل دعا کو کاغذ پر لکھ کر کورے آبخورے میں بند کر کے کھیت کے بیچ میں یا باغ

کے درمیان گاڑ دو۔ بفضلہٖ ہر طرح کی حفاظت رہے گی اور جانور وغیرہ بھی گھسنے نہ پائیں گے۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم یا رزاق العباد ویا خالق الخلاق ویا فاطر السموات ویا منبت الزرع والنبات فی الارض ویا مجیب الدعوات ارفع من ھذا الزرع شر الھوام والوحوش و شر الفارۃ والخنازیر المفسدۃ وارزقنا رزقاً حسناً وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ (الدعاء) ایک کاغذ پر ایک سوا ایک بار بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھوا کر موم جامہ کر کے کھیت کے درمیان دفن کر دو۔ (غذاء الا رواح ص: ۲۹۰)

دشمن سے حفاظت کیلئے انگوٹھی کا عمل:۔ (۱) سورہ یٰسین پڑھتے ہوئے گھر سے باہر نکلو انشاء اللہ دشمن کچھ نہ بگاڑ سکے گا۔ (۲) آیت مندرجہ ذیل لکھ کر انگوٹھی کے نگینے کے نیچے رکھوالو اور وضو کر کے پہن کر نکلو دشمن بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔ الذین قال لھم الناس سے الوکیل تک (پ ۴)

انشراح صدر، حق کے لئے سینہ کھلنا:۔ کسی مشرک نے ایک مسلمان سے تمنا کی تھی کہ کوئی ایسا عمل بتاؤ جس سے میں مسلمان ہو جاؤں اور میرے دل کے روگ دھل جائیں۔ مسلمان نے یہ عمل بتایا کہ سورۃ الم نشرح لکھ کر گھول کر پیا کرو۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔

لڑکیوں کے رشتے کیلئے عمل:۔ اس غرض کے واسطے قل ان الفضل ...... الخ لکھ کر موم جامہ کر کے سیدھے بازو پر باندھ لو جس لڑکی کا پیام نہ آتا ہو گا۔ آنے لگے گا۔ (سورہ آل عمران) (غذاء الا رواح ص: ۲۹۱)

پانی کی زیادتی:۔ کسی کورے آبخورے پر آیت ثم قست قلوبکم ...... الخ لکھو اور کسی کنوئیں میں یا نہر میں ڈال دو اگر دودھ کی کمی ہو تو چینی کی طشتری پر لکھ کر پھر پانی سے حل کر کے پلا دو اللہ کے حکم سے دودھ زیادہ ہو جائے گا۔ (بقرہ) (غذاء الا رواح ص: ۲۹۱)

ڈائن، جادوگر عورت سے حفاظت:۔ چھری سے دائرہ بناؤ اور مندرجہ ذیل آیات پڑھو پھر چھری کو یہ کہتے ہوئے گاڑ دو رکزتھا فی قلب عائنۃ (میں نے یہ چھری ڈائن کے دل میں گاڑ دی) پھر اسے کسی برتن سے ڈھک دو: وقل جاء الحق سے زھوقا تک (بنی اسرائیل پ ۱۵) لیحق اللہ سے مجرمون تک (اعراف پ ۸) ویرید اللہ ان یحق سے کفرین تک (انفال) ویحق اللہ سے مجرمون تک (یونس ۸۲) ویمح اللہ الباطل سے صدور تک پڑھ کر یہ دعا پڑھو (شوریٰ ۲۴)۔ اعوذ بکلمات اللہ التامۃ من شر کل شیطان وھامۃ وعین لامۃ یا حفیظ یا رقیب یا وکیل فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم۔ (غذاء الا رواح ص: ۲۹۱)

سو بار اللہ پاک کی زیارت:۔ حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے جب سویں بار حق تعالیٰ شانہ کو خواب میں دیکھا تو فرمانے لگے مولا قیامت کے روز کس عمل سے نجات ملے گی۔ ارشاد ہوا صبح و شام یہ دعا پڑھتا رہے۔ سبحان ابدی الابد سبحان الواحد الاحد سبحان الفرد الصمد سبحان من رفع السماء بغیر عمد سبحان من بسط الارض علی ماء جمد سبحان لم یتخذ صاحبۃ ولا ولد سبحان لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفواً احد۔

دل کی زندگی:۔ حضرت امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا جو آدمی صبح کی سنت اور فرض کے درمیان یہ دعا ۴۰ بار پڑھے گا جس دن دل مردہ ہونگے اس دن اس کا دل اللہ پاک کے حکم سے زندہ رہے گا۔ یاحی یا قیوم یا بدیع السموات و الارض یاذا الجلال والا کرام یا لاالہ الا انت الھی اسئلک ان تحی قلبی بنور معرفتک یا ارحم الرحمین۔ (غذاء الا رواح ص: ۲۹۱)

ایمان کی سلامتی:۔ اس کام کے واسطے مغرب کی سنتوں کے بعد بات کرنے سے پہلے پہلے دو رکعت نماز پڑھو۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص ۶ بار، سورہ فلق ایک بار اور سورہ ناس ایک بار پڑھیں اور سلام پھیر دیں انشاء اللہ قیامت کے دن ایمان کے ساتھ اٹھو گے (ابن عمر رضی اللہ عنہما) بعض روایتوں میں سورہ قدر ایک بار اور سلام پھیر کر سبحان اللہ ۲۵ بار پھر اس دعا کا پڑھنا مذکور ہے۔ اللھم انت اعلم ما اردت بھاتین الرکعتین اللھم اجعلھما ذخر لیوم لقائک اللھم احفظ بھما دینی فی حیاتی و عند مماتی وبعد وفاتی۔

تجارت سوداگری میں برکت:۔ (۱) جس کا کاروبار ٹھپ پڑا ہو وہ اپنی دوکان میں سورہ شعراء لکھ کر لٹکا دے انشاء اللہ خوب بکری ہو گی۔ (۲) عشاء کی نماز کے بعد قرآن شریف کی ۳۳ آیتیں پڑھو اگر فرصت نہ ہو تو آیت الکرسی ۱۰ بار اور یاحفیظ ۲۰۰۰ بار پڑھو۔

آبرو کی سلامتی:۔ یا عزیز ۴۱ بار پڑھ کر گھر سے باہر نکلو۔(غذاءالارواح،ص:۲۹۴)

گناہوں سے بیزاری:۔ صبح وشام لاحول و لا قوۃ الا باللہ لا الہ الا اللہ اور معوذتین پڑھے۔(غذاءالارواح،ص:۲۹۴)

گناہوں کی معافی: نماز کے بعد استغفار،کلمہ طیب،اورآیت الکرسی کثرت سے پڑھو۔

خادم کو دعا دینا: اللھم فقھہ فی الدین .... اے اللہ اسے دین کی سمجھ عطا فرما۔

مرغ کی بانگ سن کر: اللھم انی اسئلك من فضلك اے اللہ میں تجھ سے تیرا فضل مانگتا ہوں(ترمذی)۔

گدھے اور کتے وغیرہ کی آواز سن کر: اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم میں شیطان راندے ہوئے سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں۔(بخاری۔مسلم)

پھسل جانے کی دعا مسنون:۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ لیں۔

سواری پر جم نہ سکنا:۔ اللھم ثبتہ واجعلہ ھادیا مھدیا اے اللہ! اسے ثابت قدم رکھ اور اسے راہ دکھانے والا اور راہ پایا ہوا بنا۔(بخاری مسلم)

جانور وغیرہ خریدتے وقت: اللھم انی اسئلك خیرہ و خیر ماجبل علیہ واعوذ بك شرہ وشر ماجبل علیہ اے اللہ میں تجھ سے اس کی بھلائی اور اس کے کاموں کی بھلائی مانگتا ہوں اور اس کی برائی سے اور اس کے کاموں کی برائی سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔(ابوداؤد)

ہر پریشانی میں آزمائے مجرب وظائف

الجھنوں کے خاتمہ کیلئے:۔ وظیفہ نمبر ۱۔یہ وظیفہ قرآن وحدیث دونوں سے ثابت ہے۔اگر آپ کو پریشانیوں اور الجھنوں نے گھیر رکھا ہے تو اس مبارک دعا کو نہ بھولئے اس کے پڑھنے والے کو کبھی کوئی برائی نہ پہنچے گی۔سرعت تاثیر میں کبریت احمر اور تریاق مجرب ہے پورے بھروسہ کے ساتھ روزانہ سکون کے وقت خصوصاً رات کے پچھلے حصہ میں یہ وظیفہ جس قدر پڑھا جائے پڑھئے کوئی تعداد مقرر نہیں ایک چلہ پورا کر لیجئے۔اول وآخر تین یا پانچ یا سات بار درود شریف ضرور پڑھئے۔وظیفہ متبرکہ یہ ہے۔حسبنا اللہ ونعم الوکیل (بخاری)

وظیفہ نمبر ۲۔مندرجہ ذیل وظیفہ بھی یہی کام کرتا ہے۔لا الہ الااللہ الحلیم الکریم رب السمٰوت السبع ورب العرش العظیم الحمد اللہ رب العلمین اللھم انی اعوذبك من شرعبادك حسبنا اللہ ونعم الوکیل (بخاری)

وظیفہ نمبر ۳۔حسب ذیل دعا بھی اسی غرض سے پڑھی جاتی ہے۔لاالہ الا اللہ العظیم الحلیم لا الہ الا اللہ رب العرش العظیم لا الہ الا اللہ رب السموت ورب الارض ورب العرش الکریم (بخاری ومسلم)

ہر پریشانی سے نجات کیلئے:۔ وظیفہ نمبر ۴۔حاکم کی صحیح سند والی حدیث میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جب کبھی کسی وجہ سے مجھے پریشانی ہوئی فوراً ہی جبرئیل علیہ السلام نے انسانی شکل میں آکر مجھے یہ دعا بتائی گویا روح الامین نے الامیـــــــن کو پریشانیوں کی یہ دعا سکھائی۔توکلت علی الحی الذی لایموت الحمد اللہ الذی لم یتخذ ولداو لم یکن لہ شریك فی الملك ولم یکن لہ ولی من الذل وکبرہ تکبیرا اللھم رحمتك ارجو فلا تکلنی الی نفسی طرفۃ عین واصلح لی شانی کلہ لا الہ الا انت۔(ابن حبان)

وظیفہ نمبر ۵:حضور اکرم ﷺ نے یہ مبارک دعا حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہما کو اور اپنے گھر والوں کو سکھائی تھی۔طبرانی میں تین بار پڑھنا آیا ہے۔مداومت کیجئے تمام پریشانیوں کیلئے مجرب نسخہ تریاق ہے۔اللہ اللہ ربی لا اشرك بہ شیئًا(ترمذی نسائی)

اسم اعظم کے متلاشیوں کیلئے:۔ وظیفہ نمبر ۶۔جنگ بدر میں حضور اکرم ﷺ میدان جنگ میں عریشے کے اندر سجدے میں رو رو کر یہ دعا پڑھ رہے تھے۔آخر کار فتح ہوئی۔اگر آپ کو بھی اسم اعظم کی تلاش ہو تو یہ مبارک دعا یاد رکھیں اثر میں بڑی سریع التاثیر ہے۔یاحی یا قیوم برحمتك استغیث (ترمذی نسائی)(غذاءالارواح،ص:۲۹۸)

تریاق مجرب: وظیفہ نمبر ۷:مندرجہ ذیل دعا کا عمل بھی تمام پریشانیوں کا تریاق مجرب ہے۔کثرت سے پڑھتے رہیے۔اللھم انی عبدك وابن

امتك ناصيتي بيدك ماض فيّ حكمك عدل في قضائك اسألك بكل اسم هولك سميت به نفسك او انزلته في كتابك او علمته احدا من خلقك او استأثرت به في مكنون الغيب عندك ان تجعل القران ربيع قلبي ونور صدري وجلاء حزني وذهاب غمّي و همّي (احمد حاکم)

(وظیفہ نمبر ۸) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ دعا ۹۹ بیماریوں کی شفا ہے جن میں سے کم درجہ کی تکلیف و پریشانی ہے۔ لاحول و لا قوۃ الا باللہ (طبرانی) گناہوں سے رکنے کی طاقت اور اچھے عمل کی قوت اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۹۸)

گھبراہٹ دور کرنے کیلئے:۔ (وظیفہ نمبر ۹) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: مجھے کیسے چین آئے جبکہ صور والے (حضرت اسرافیل) صور منہ میں لیے کھڑے ہیں اور کان لگائے ہوئے ہیں کہ کب حکم ہو اور کب پھونکوں یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہ گھبرا گئے تو آپ ﷺ نے ان کی گھبراہٹ دور کرنے کیلئے یہ دعا فرمائی۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل علی اللہ توکلنا (ترمذی) ہمیں اللہ ہی کافی ہے اور وہ بہترین کام بنانے والا ہے ہم نے اللہ ہی پر بھروسہ کیا۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۹۹)

رنج دور کرنے کیلئے: (وظیفہ نمبر ۱۰) کان میں اذان دینے سے رنج و غم دور ہو جاتے ہیں بشرطیکہ اذان دینے والا عالم ہو جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا (الداء والدواء)۔ (وظیفہ نمبر ۱۱) یہ وظیفہ نماز حاجت میں گزر چکا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

آخرت کا غم دور کرنے کیلئے:۔ (وظیفہ نمبر ۱۲) روزانہ مغرب اور صبح کی نماز کے بعد سات مرتبہ مندرجہ ذیل دعا پڑھیں دنیا اور آخرت کے ہر غم کو دور کرتی ہے۔ حدیث سے ثابت ہے (الداء والدواء) حسبی اللہ لا الہ هو علیه توکلت وهو رب العرش العظیم مجھے اللہ ہی کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی پر میرا بھروسہ ہے اور وہ عظمت والے عرش کا مالک ہے۔ (غذاء الارواح، ص: ۲۹۹)

ظاہری و باطنی حفاظت کیلئے (تعویذ):۔ (وظیفہ نمبر ۱۳) مندرجہ ذیل دعا کے پاس رکھنے سے برکت ہوتی ہے۔ رنج و غم دور ہوتے ہیں۔ دشمن پر غلبہ حاصل ہوتا ہے اور تمام ظاہر اور باطنی بیماریوں کو دور کرتی ہے بیماریوں کو مشک و زعفران سے لکھ کر شہد میں حل کر کے یا آب زم زم سے دھو کر پلاؤ اور کاموں کے لئے اس کا تعویذ بنا کر سیدھے بازو پر باندھ لو۔ سنوسی کا مجرب ہے پوری بسم اللہ پورا درود شریف، ثم انزل سے الصدور تک (آل عمران پ۴ ع۱۶۴) محمد رسول اللہ ﷺ سے آخر سورۃ تک (فتح پ۲۶ ع۴)۔

سو فیصد کارآمد عمل:۔ (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۱۴) آدھی رات کو اٹھ کر وضو کرو اور دو رکعت نماز پڑھ کر قبلہ رخ ہو کر بیٹھ جاؤ پھر اس دعا کو ہزار مرتبہ ۴۰ دن روزانہ پڑھو اور قدرت خدا کا تماشہ دیکھو اس دولت کی قدر کرو کامیابی یقینی ہے "اللهم صلّ وسلّم علی سیدنا و مولنا محمد صلاۃ تحلّ بها عقدتي وتفرج بها کربتي و تنقذني بها من وجلتي وتقیل بها عثرتي وتقضي بها حاجتي"۔

تمن پریشانیوں کا خاتمہ:۔ (بزرگوں کا مجرب) (پانی میں ڈالنے کا عمل) (وظیفہ نمبر ۱۵) یہ وظیفہ علاوہ پریشانیاں دور کرنے کے رزق میں فراخی پیدا کرتا ہے اور ہر مصیبت کو دور کرتا ہے۔ روزانہ مندرجہ ذیل لکھ کر جاری پانی میں ڈالدو تعداد کوئی مقرر نہیں جتنی بھی لکھی جا سکیں لکھو۔ (الداء والدواء) بسم اللہ الرحمن الرحیم من العبد الذلیل الی المولی الجلیل رب اني مسّني الضر وانت ارحم الراحمین اللّٰهم اکشف ضرّي وهمّي و فرّج عنّي غمّي۔

ہر تنگی میں راحت کیلئے مسنون عمل:۔ (وظیفہ نمبر ۱۶) نوح علیہ السلام۔ لوگو اپنے رب سے بخشش کی دعائیں مانگتے رہو یاد رکھو وہ بڑا بخشنے والا ہے وہ تم پر آسمان سے موسلا دھار پانی برسائے گا مال و اولاد سے تمہاری مدد فرمائے گا تمہارے لیے باغ بنائے گا۔ تمہارے لیے نہریں نکالے گا "معلوم ہوا استغفار کی برکت سے مال و اولاد کی فراخی ہوتی ہے قرآن حکیم فرماتا ہے۔" اے نبی جہاں آپ ہوتے ہیں وہاں کے لوگوں پر اللہ پاک عذاب نہیں بھیجتا اور نہ ان لوگوں پر اللہ عذاب بھیجتا ہے جو اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہتے ہیں۔" معلوم ہوا کہ استغفار مصائب اور پریشانیوں کو دور کرتا ہے حضور اکرم ﷺ روزانہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرتے تھے آپ بھی کثرت سے استغفار کرتے رہیے "استغفر اللہ ربی من کل ذنب واتوب الیه"۔ (غذاء الارواح، ص: ۳۰۱)

جلب رزق، فراخی روزی: (بزرگوں کا مجرب) وظیفہ نمبر ۱۷: فراخی رزق کے واسطے وظیفہ نمبر ۱۱۶ استعمال کرو یہ وظیفہ مذکور گنتی کے ان

وظائف میں سے ہے جن کا ثبوت قرآن وحدیث سے ملتا ہے۔ تریاق مجرب ہے ہمیشگی کرو۔

ہر بلا سے حفاظت کیلئے:۔ (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۱۸): یہ دعا علاوہ روز گار مہیا کرنے کے ہر بلا سے حفاظت کرتی ہے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نیک روزی ملتی ہے اور ہر بلا سے محفوظ رہتے ہیں" کم از کم تین تین بار ہر فرض نماز کے بعد ہمیشہ پڑھو اور دیکھو کیا اثر ظاہر ہوتا ہے لقد جاء کم سے آخر سورۃ تک (پ ۱۱، س ۹، ع ۱۶)۔

بہترین رشتے کیلئے:۔ (بزرگوں کا مجرب تعویذ) (وظیفہ نمبر ۱۹): علاوہ روز گار مہیا کرنے کے جس لڑکی کا پیام نہ آتا ہو یا جس کو کسی عہدے کی خواہش ہو اس کو بھی مفید ہے مشک وزعفران سے لکھ کر سید ھے بازو پر باندھ لیں (الداء) قل ان الفضل سے العظیم تک (پ ۳، ع ۱۴ سورۃ)۔

سورہ مزمل کا مجرب عمل:۔ (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۲۰): مولوی قطب الدین مرحوم کا تجربہ کیا ہوا عمل ہے روزانہ ۱۰۰۰ بار یا مغنی اور ۴۰ بار سورہ مزمل پڑھو اگر سورہ مزمل ۴۰ بار نہ پڑھی جا سکے تو کم از کم گیارہ بار پڑھ لو اس ترکیب سے کہ دو دو بار فرائض پنجگانہ کے بعد ایک بار فجر کی سنتوں کے بعد بعض مشائخ سے سورہ مزمل کا ۴۱ بار پڑھنا آیا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ وظیفہ دونوں قسم کی مالداریوں کو پیدا کرتا ہے۔ (قول جمیل)

عجائبات آنکھوں سے دیکھیں:۔ (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۲۱): اس دعا کو جمعہ کے روز اول اذان کے بعد ۷۰ بار پڑھو عبدالرحمٰن ثعالبی رحمہ اللہ ہر جمعہ کو نماز کے بعد قبلہ رو ہو کر جب تک ۷۰ بار یہ پڑھ نہ لیتے کسی سے بات نہ کرتے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس کی برکتیں حاصل ہو گئیں سنوسی نے کہا اس عمل کی ہمیشگی کرو آپ کو تھوڑے سے تجربہ کے بعد اس کے عجائب معلوم ہو جائیں گے ہمیں اللہ پاک اس عمل کی بدولت حلال روزی دیتا ہے جو بغیر زیادہ مشقت کے حاصل ہوتی ہے وہ مبارک دعا یہ ہے "اللهم اغني يا كريم اغنني بحلا لك عن حرامك وبفضلك عمن سواك "۔

دست غیب کا خاص عمل:۔ (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۲۲): لوگ دست غیب کے وظیفوں کے جویاں رہتے ہیں حالانکہ یہ وظیفے خطرات سے خالی نہیں اور پھر بالفرض کامیابی روزی حرام کی ہے تو ایسے وظائف سے ایمان میں بھی خلل آنے کا اندیشہ ہے۔ ہم آپ کو ایک ایسا وظیفہ بتاتے ہیں جس سے آپ کی معاشی تنگدستیاں دور ہو جائیں اور آپ کا جائز روز گار بھی لگ جائے۔ روزانہ ۴۰ روز تک اول وآخر تین مرتبہ درود شریف کے ساتھ ۳۷ بار یہ دعا پڑھا کریں "حمعسق حميت كهيعص كفيت ح م ع س ق سے میری مدد کی گئی اور ک ہ ی ع ص مجھے کافی ہے۔

محتاجی دور کرنے کیلئے:۔ (وظیفہ نمبر ۲۳): سورہ واقعہ روزانہ پڑھئے اس کی خاصیت یہ ہے کہ یہ محتاجی دور کرتی ہے اور حلال روزی اس کی برکت سے مہیا ہوتی ہے۔ حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک عجیب واقعہ لکھا ہے ہم اسے ناظرین کے استفادہ کے لئے ذیل میں نقل کرتے ہیں۔ "حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کو تشریف لاتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی آخری سانسیں ہیں عثمان رضی اللہ عنہ: آپ کو کیا شکایت ہے؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ: اپنے گناہوں کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ: کیا چاہتے ہو؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ: رب کی رحمت۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ: کسی حکیم کو بھیج دوں؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ: حکیم ہی نے تو بیمار کیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ: کچھ پیسے بھیج دوں؟ ابن مسعود رضی اللہ عنہ: مجھے پیسوں کی ضرورت نہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ: آپ کے بعد آپ کے بچوں کے کام آئیں گے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ: کیا آپ کو میری بچیوں کی بابت محتاجی کا اندیشہ ہے؟ سنیئے! میں نے اپنی سب بچیوں سے کہہ دیا ہے کہ وہ ہر رات کو سورہ واقعہ پڑھ لیا کریں میں نے حضور اکرم ﷺ سے سنا ہے جو آدمی روزانہ رات کو سورہ واقعہ پڑھے گا اسے کبھی فاقہ نہ پہنچے گا۔ اس واقعہ کے راوی حضرت ابوظیبہ رضی اللہ عنہ بھی اس سورۃ کو روزانہ ہر شب بلا ناغہ پڑھا کرتے تھے۔ امام عبدالبر رحمہ اللہ نے کتاب التمہید میں حضور اکرم ﷺ سے مرفوع روایت کی ہے من قرأ الواقعة كل يوم لم تصبه فاقة ابدا جو آدمی (مرد یا عورت) سورہ واقعہ روزانہ پڑھے گا اسے کبھی فاقہ نہ پہنچے گا۔ جو آدمی اسے ایک مجلس میں ۴۱ بار پڑھے گا اس کی ہر ضرورت بفضل تعالیٰ پوری ہوگی بالخصوص طلب رزق کی دعا تو ضرور ہی قبول ہوگی اور جو آدمی اس سورۃ کو عصر کے بعد پڑھے گا اسے مسرت وانبساط حاصل ہوگی۔ (غذاء الارواح ص: ۳۰۴)

ننانوے بیماریوں کی دوا:۔ (وظیفہ نمبر۲۴): بیہقی کی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ والی حدیث میں سرکار رسالت مآب ﷺ نے فرمایا کہ لاحول ولا قوۃ ۹۹ بیماریوں کی دوا ہے جن میں سب سے آسان تفکرات ہیں۔ یہ دعا فراخی رزق کو بھی مفید ہے (حزب البحرین)۔ (وظیفہ نمبر ۲۵): مندرجہ ذیل وظیفہ تھکن دور کرتا ہے اور روزی میں فراخی پیدا کرتا ہے حضور اکرم ﷺ نے یہ عمل اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بتایا تھا کہ جبکہ چکی پیستے پیستے ان کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ اور انہوں نے آپ ﷺ سے ایک غلام کی درخواست کی تھی رات کو سوتے وقت ۳۳ بار سبحان اللہ، ۳۳ بار الحمد للہ اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھ کر سو جاؤ اور ہمیشگی کرو۔

بارش کی طرح حصول رزق کا عمل:۔ (وظیفہ نمبر ۲۶): سورہ فلق کی ہمیشگی کرو، رزق انشاء اللہ الرحمٰن بارشوں کی طرح برسے گا (الداء)۔

(وظیفہ نمبر ۲۷): مندرجہ ذیل عمل ہر طرح کی بھلائی ہر چیز میں برکت اور کثرت رزق کا باعث ہے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم الملك الحق المبین ھو نعم المولی ونعم النصیر ''۔

(وظیفہ نمبر ۲۸): روزانہ سورہ واقعہ اور سورہ یٰسین پڑھیں رزق بارش کی طرح برسے گا۔

قرض باآسانی ادا کرنے کیلئے:۔ (وظیفہ نمبر ۲۹): حضور اکرم ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جبکہ ان پر قرض ہو گیا یہ عمل بتایا تھا کہ اگر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہو گا تو اللہ پاک کے حکم سے سب اتر جائے گا۔ نماز میں تشہد اور درود کے بعد ہمیشگی کرو: '' اللھم مالك الملك سے حساب تک (آل عمران پ۳) پھر مندرجہ ذیل دعا پڑھو یا رحمن الدنیا والاخرۃ ورحیمھما تعطی من تشاء منھما وتمنع من تشاء ارحمنی رحمۃ تغنینی بھا عن رحمۃ من سواك۔ مندرجہ ذیل عمل علاوہ قرض اتارنے کے رنج وغم بھی مٹاتا ہے: اللھم انی اعوذبك من الھم والحزن واعوذبك من العجز والکسل واعوذ بك من غلبۃ الدین وقھر الرجال (طبرانی)

پہاڑ کے برابر ادائے قرض کیلئے:۔ (وظیفہ نمبر ۳۰): یہ عمل حضرت علی کرم اللہ وجھہ نے ایک غلام کو جوان سے مدد مانگنے آیا تھا بتایا تھا اگر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہو گا اللہ پاک کے حکم سے اتر جائے گا (ترمذی ابن ماجہ) ''اللھم اکفنی بحلا لك عن حرامك واغننی بفضلك عمن سواك'' اے اللہ! مجھے حلال روزی دے کر حرام سے بچا اور اپنا فضل دے کر اپنی مخلوق سے بے پرواہ کر دے۔

(وظیفہ نمبر ۳۱): اگر پہاڑ کے برابر بھی قرض ہو گا تو انشاء اللہ اتر جائے گا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو یہ وظیفہ بتایا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھ پر کچھ قرض باقی رہ گیا تھا جب میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ عمل سن کر پڑھا تو اللہ پاک نے میرا قرض اتار دیا۔ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ مجھ پر ایک اشرفی اور تین چونیا اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کی باقی رہ گئی تھیں جب وہ میرے پاس آتیں تو مجھے ان کی طرف منہ کرتے ہوئے شرم سی محسوس ہوتی تھی کیونکہ میرے پاس قرض ادا کرنے کو کچھ نہ تھا۔ ہاں یہ دعا میں ضرور پڑھا کرتی تھی تھوڑے ہی عرصہ میں اللہ پاک نے مجھے ایسا مال دیا جو نہ صدقہ تھا نہ کسی سے ورثہ میں ملا تھا اللہ پاک نے وہ قرض بھی اتروا دیا اور باقی مال میں نے اپنے گھر والوں پر تقسیم کر دیا اور اپنے بھائی عبد الرحمٰن رضی اللہ عنہ کی بچی کو تقریباً تین تولہ چاندی کا زیور بھی بنوا دیا پھر بھی مال بچ گیا۔ (ابن حبا) ''اللھم فارج الھم کاشف الغم مجیب دعوۃ المضطرین رحمن الدنیا والاخرۃ ورحیمھما انت ترحمنی فارحمنی برحمۃ تغنینی عن رحمۃ من سواك''۔ (غذاءالارواح ص:۳۰۶)

قضاء حوائج کیلئے:۔ (بزرگوں کا مجرب) وظیفہ نمبر۳۲: یہ عمل ہر طرح کی ضرورت پوری کرتا ہے۔ ہر طرح کی پریشانیاں رفع کرتا ہے تریاق اعظم ہے۔ یہی وہ دعا ہے جس کو حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں پڑھا تھا۔ اسی لئے اسے دعائے ذوالنون بھی کہتے ہیں۔ قرآن حکیم میں فرمایا: ''فلولا انہ کان من المسبحین للبث فی بطنہ الیٰ یوم یبعثون '' اگر وہ یہ دعا نہ پڑھتے تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ہی رہتے۔ اسی عمل کی وجہ سے مچھلی والے نبی اندھیروں سے ساحل پر پھینکے گئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''وکذلك ننجی المو منین '' اسی طرح ہم ایمانداروں کو نجات دیتے ہیں۔ اس وظیفہ کے پڑھنے کی ترکیب یہ ہے کہ کسی خالی جگہ میں وضو کرے چار رکعت نماز پڑھیں پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سو بار دعا

ذوالنون پڑھیں۔ دوسری رکعت میں فاتحہ کے بعد ۱۰۰ بار "رب انی مسنی الضرو انت ارحم الرحمین" پڑھئیے۔ پھر تیسری رکعت میں فاتحہ کے بعد ۱۰۰ بار "وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد" پڑھیں اور چوتھی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد ۱۰۰ بار "حسبنا اللہ ونعم الوکیل" پڑھیں اور پھر سلام پھیر کر ۱۰۰ بار "رب انی مغلوب فانتصر" پڑھیں یہ چاروں آیات اسم اعظم ہیں مجھے اس آدمی پر بڑا تعجب ہے جو ان آیات کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے کچھ مانگے اور اس کی دعا قبول نہ ہو۔ "لا الہ سے تنجی المومنین" تک (سورہ انبیاء پ ۱۷ ع ۲)۔

طلب مراد کیلئے مجرب چلہ:۔ (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۳۳): دو رکعت نماز پڑھیں۔ ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد آل عمران کا آخری رکوع، آیت الکرسی، سورہ اخلاص اور سورہ قدر پڑھیں پھر سلام پھیر کر دس بار مندرجہ ذیل دعا پڑھیں اور چالیس روز تک یہی وظیفہ کرتے رہیں اور ختم ہونے پر اللہ تعالیٰ سے اپنی مراد طلب کریں۔ "یا قدیم یا دائم یاحی یا قیوم یا احد یا صمد یا اللہ" (الداء) اے ازلی وابدی معبود اے دنیا کو سنبھالنے والے اے تنہا اے ایک اور اے بے نیاز معبود۔

ہر حاجت کیلئے سرعت تاثیر عمل:۔ (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۳۴): مندرجہ ذیل عمل ہر طرح کی حاجت روائی کرتا ہے **قرآن حکیم** سات دن میں حسب ذیل طریقے سے ختم کرو جمعہ کو سورہ فاتحہ سے مائدہ تک، ہفتہ کو سورہ انعام سے سورہ توبہ تک، اتوار کو سورہ یونس سے مریم تک، پیر کو سورہ طٰہٰ سے سورہ قصص تک، منگل کو سورہ عنکبوت سے ص تک، بدھ کو سورہ زمر سے سورہ رحمٰن تک، جمعرات کو سورہ واقعہ سے والناس تک ختم قرآن کے بعد سجدہ کرو اور خوب رو رو کر اللہ پاک سے دعا مانگو۔ سرعت تاثیر میں کبریت احمر اور تریاق مجرب ہے۔

کھوئی ہوئی چیز واپس پانے کیلئے:۔ (وظیفہ نمبر ۳۵): یہ عمل علاوہ حاجت روائی کے بیمار کو شفاء دینے والا اور کھوئی ہوئی چیز واپس پھیرنے والا بھی ہے۔ فجر کی سنتوں اور فرض کے درمیان ۴۱ بار سورہ فاتحہ پڑھیں پھر سجدے میں دعا مانگیں اگر حسب طریقہ سابق پانی پر دم کر کے بیمار کے منہ پر چھڑکا جائے تو بخار اتر جاتا ہے۔ (غذاء الارواح، ص: ۳۰۸)

یا بدیع سے ہر حاجت پوری:۔ (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۳۶): ہر حاجت کیلئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے۔ ۱۲ دن تک روزانہ ۱۰۰ بار پڑھیں "یا بدیع العجائب بالخیر یا بدیع" اے عجیب وغریب چیزوں کو بھلائی کے ساتھ بے مثال پیدا کرنے والے۔

کشف اسرار اور امید سے زیادہ پانے کیلئے:۔ (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۳۷): یہ عمل علاوہ حاجت براری کے خوف بھی دور کرتا ہے کسی ایک مجلس میں باوضو ۴۴۴۴ بار پڑھیں سرعت تاثیر میں آگ کے ہے۔ غم و پریشانی بھی دور کرتا ہے۔ رزق میں فراخی کرتا ہے اور بھلائی کے دروازے بھی کھولتا ہے شیخ تونسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جو آدمی اسے روزانہ پڑھے گا گویا اس پر آسمان پر سے رزق اتر رہا ہے اور زمین سے اگ رہا ہے کشف اسرار کیلئے ۳۱۳ بار پڑھا جاتا ہے اگر روزانہ سو بار پڑھا جائے گا تو امید سے زیادہ ملے گا۔ "اللھم صل صلوۃ کاملۃ و سلم سلاما تاما علی سیدنا محمد تنحل بہ العقد وتنفرج بہ الکرب وتقضی بہ الحوائج و تنال بہ الرغائب وحسن الخواتم ویستسقی الغمام بوجھہ الکریم وعلی آلہ و صحبہ فی کل لمحۃ و نفس بعدد کل معلوم لک۔

بدھ، جمعرات اور جمعہ کا خاص عمل: (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۳۸): بدھ، جمعرات اور جمعہ کا روزہ رکھو۔ پھر جمعہ کے روز جامع مسجد میں یہ دعا پڑھو۔ یہ دعا اسم اعظم پر شامل ہے۔ "اللھم انی اسئلک باسمک بسم اللہ الرحمن الرحیم لا الہ الا ھو عالم الغیب والشھادۃ ھو الرحمن الرحیم واسئلک باسمک بسم اللہ الرحمن الرحیم الذی لا الہ الا ھو الحی القیوم لاتاخذہ سنۃ ولا نوم الذی ملا ئت عظمتہ السموات والارض واسئلک باسمک بسم اللہ الرحمن الرحیم الذی لا الہ الا ھو عنت الوجوہ وخشعت لہ الابصار ووجلت القلوب من خشیتہ ان تصلی علی محمد وعلی ال محمد وان تعطینی مسئالتی وتقضی بھا حاجتی یا ارحم الراحمین" (الداء)۔

6641 بار یا لطیف پڑھنے کا عمل:۔ (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۳۹): یہ عمل رنج و غم بھی دور کرتا ہے اسرار مکتومہ میں سے ہے عشاء کی نماز کے بعد باوضو اور قبلہ رو ہو کر ایک مجلس میں "یا لطیف" ۶۶۴۱ بار پڑھو اور ۲۹ بار پڑھنے کے بعد آیت "لاتدرکہ سے خبیر"

تک پڑھیں (س ۱۶، ع ۲، پ ۲۷) اس کی تسبیح ۱۲۹ دانوں کی ہونی چاہیے دیکھو کمی بیشی نہ ہونے پائے ورنہ اسرار باطل ہونے کا اندیشہ ہے۔
(غذاءالارواح، ص: ۳۰۹)

یالطیف سے پرلطف زندگی:۔ (بزرگوں کا مجرب)(وظیفہ نمبر ۴۰): یہ عمل رفع حاجت کے علاوہ روزی میں فراخی، مال میں برکت اور ہرطرح کی بھلائی لاتا ہے ہرنماز کے بعد ۱۰۰ بار "یا لطیف" پڑھ کر آیت الله لطيف سے العزیز تک پڑھئے (پ ۷، س ۶، ع ۳)۔

ہرظلم سے نجات کیلئے:۔ (بزرگوں کا مجرب)(وظیفہ نمبر ۴۱): یہ عمل حاجت برآری کے علاوہ ظالموں کے ظلم کو بھی مفید ہے ہرنماز کے بعد آیت لاتدركه سے الخبير تک (پ ۷، س ۶، ع ۱۳، ۱۰۳ء) ۱۰۰ بار پڑھ کر یہ دعا مانگو "اللّٰهم وسّع عليّ رزقي اللّٰهم اعطف عليّ خلقك اللّٰهم كماصنعت وجهي عن السجّود لغيرك فصنه عن ذلّ السّؤال لغيرك يا ارحم الرّاحمين"

ہردعاقبول کروانے کیلئے:۔ (بزرگوں کا مجرب)(وظیفہ نمبر ۴۲): سجدے میں شہادت کی انگلی اٹھا کر ۴۰ بار دعاء ذوالنون پڑھیں اور جو دعا مانگو گے انشاءاللہ قبول ہوگی۔

ختم بخاری کا مجرب عمل:۔ (بزرگوں کا مجرب)(وظیفہ نمبر ۴۳): یہ عمل علاوہ حاجت برآری کے ہرطرح کی تکلیف اور بیماری کو دور کرتا ہے پریشانی اور رنج وغم مٹاتا ہے۔ ہرمہم کیلئے ہے۔ جس مقصد کیلئے پڑھا جائے وہی حاصل ہوجائے میں نے ہرمہم کے واسطے تقریباً ۱۲۰ مرتبہ بخاری شریف پڑھی ہے اور ہربار کامیابی ہوئی (سید اسمٰعیل الدین رحمہ اللہ) امام بخاری رحمہ اللہ مستجاب الدعوات لوگوں میں سے تھے آپ رحمہ اللہ نے بخاری شریف پڑھنے والوں کو دعا دی ہے اس کے پڑھنے کے بعد جو کچھ بھی مانگا جائے گا انشاءاللہ وہی ملے گا۔ ختم بخاری کا کوئی خاص طریقہ مروی نہیں مگر چونکہ ختم قرآن تین دن سے کم میں جائز نہیں اس بناء پر ختم بخاری بھی کم از کم تین دن میں کیا جائے بہتر یہ ہے کہ باوضو ہو کر پڑھو خواہ ایک آدمی پڑھے یا چند آدمی پڑھیں اجتماع کی شرط نہیں ہے۔ (غذاءالارواح، ص: ۳۱۳)

شیخ ابن عربی رحمہ اللہ کا آزمودہ عمل:۔ (بزرگوں کا مجرب)(وظیفہ نمبر ۴۴): شیخ اکبر رحمہ اللہ نے اس کو عرش کے خزانوں میں سے شمار کیا ہے۔ سرعت تاثیر میں بجلی کی طرح اکسیر ہے آدھی رات کو اٹھ کر باوضو ہو کر اور قبلہ رو ہو کر ایک ہزار بار پڑھیں پھر سجدے میں رو رو کر رب سے مانگو روزانہ سو بار چالیس دن تک پڑھیں جو آدمی شب جمعہ میں ایک ہزار بار پڑھے اس کی ساری مرادیں پوری ہوں گی اور سرکار دو عالم ﷺ خواب میں نظر آئیں گے۔
"اللّٰهم صل علي سيّدنا محمّد صلوة تنجينا من جميع الاحوال والأفات وتقضي لنا بها من جميع الحاجات و تطهّرنا بها من جميع السّيّات و ترفعنا بهااعلي الدّرجات و تبلّغنا بها اقصي الغايات من جميع الخيرات في الحيات و بعد المماة انك علي كل شيء قدير"۔

جو مانگو ملے گا:۔ (بزرگوں کا مجرب) یہ مناجات آدھی رات کے بعد دو رکعت ادا کر کے عاجزی سے قبلہ رو ہو کر جس غرض سے پڑھو گے وہی غرض انشاءاللہ حاصل ہوگی۔ اگر بیمار پڑھے گا تو حق تعالیٰ اسے شفا عطا فرمائے گا۔ (وظیفہ نمبر ۴۵): يا من يري مافي الضمير ويسمع ،انت المعدّ لكلّ مايتوقع، يامن يرجيّ للشّدائد كلّها، يامن اليه المشتكي والمفزغ، يامن خزائن رزقه في قول كن، امنن فان الخير عندك اجمع، مالي سوي فقري اليك وسيلة، فبالا فتقاري اليك فقري ادفع، مالي سوئ قرعي لبابك حيلة، فلئن رددت فاي باب اقرغ، ومن الّذي ادعوواهتف باسمه، ان كان فضلك عن فقيرك يمنع، حاشا لجودك ان تقنط عاصياً، الفضل اجزل والمواهب اوسع، ثم الصلاة علي النبي وآله، خيرالانام ومن به يتشفع ۔(غذاءالارواح، ص: ۳۱۴)

ہرقسم کا خوف دور کرنے کیلئے:۔ (وظیفہ نمبر ۴۶): یہ عمل بادشاہ، حاکم اور ظالم کے خوف سے پناہ دیتا ہے جب جاؤ تو پڑھتے ہوئے جاؤ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بتایا ہوا عمل ہے (طبرانی) الله اكبر الله اكبر من خلقه جميعا الله اعز مما اخاف واحذر اعوذ بالله الذي لا اله الا هوالممسك السماء ان تقع علي الارض الا باذنه من شرعباده وجنوده واتباعه واشياعه من الجن والانس كن لي جارا من شرهم جل ثنائك و عزجارك ولا اله غيرك۔

(وظیفہ نمبر ۴۷): یہ عمل بھی مذکورہ بالا کام کرتا ہے رب ادخلنی سے نصیرا تک پڑھتے ہوئے جاؤ (پ۱۵، س۱۷، ع۱۸)

دشمن سے حفاظت کیلئے:۔ (بزرگوں کا مجرب)(وظیفہ نمبر ۴۸): گھر سے نکلتے وقت سورہ یاسین پڑھ لیں انشاءاللہ دشمن قابو نہ پا سکے گا۔

انگوٹھی کے نیچے رکھنے کا عمل:۔ (بزرگوں کا مجرب)(وظیفہ نمبر ۴۹): ایک چھوٹے سے پاک کپڑے پر آیت "الذین سے الوکیل تک لکھ کر انگوٹھی کے نگ کے نیچے رکھ لو (پ۴، ع۱۸، س۳)

ضعیف روایت قوی ایمان کا ذریعہ:۔ (وظیفہ نمبر ۵۰): اس عمل کو طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے مگر اس میں جناوہ راوی ضعیف ہے۔ اللھم رب السموات السبع ورب العرش العظیم کن لی جارا من شر (یہاں نام لو) و شر الجن والانس واتباعھم ان یفرط علی احد منھم عزجارك وجل ثناؤك ولا اله غیرك۔

امام شعبی رحمہ اللہ کا عمل:۔ (بزرگوں کا مجرب)(وظیفہ نمبر ۵۱): امام شعبی رحمہ اللہ نے اپنے خاص آدمیوں کو یہ عمل بتایا تھا کہا جاتا ہے کہ ایک آدمی بادشاہ کے پاس گیا اور اس نے یہ دعا پڑھی تو بادشاہ نے اس کو چھوڑ دیا اللھم اله جبرئیل ومیکئیل و اسرافیل واله ابراھیم واسمٰعیل واسحٰق عافنی ولا تسلطن احدا من خلقك علی بشی لا طاقة لی به۔ (ابن ابی شیبہ)

(وظیفہ نمبر ۵۲): بعض مشائخ اس دعا کو مجرب بتاتے ہیں "رضیت بالله ربا وبالاسلام دینا وبمحمد نبیا وبالقرآن حکما واماما"۔

شیطان سے حفاظت کی مسنون دعا:۔ (وظیفہ نمبر ۵۳): یہ عمل بھی شیطان کے خوف سے امن کو لاتا ہے شیطان شب معراج حضور ﷺ کے پاس آگ کا شعلہ لے کر آیا تھا اس وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو یہ دعا بتائی تھی "اعوذ بوجه الله الکریم وبکلمات الله التامات التی لایجاوزھن بر ولا فاجر من شرّ ما خلق وذرأ وبرأ ومن شرّ ما ینزل من السّماء وما یعرج فیھا ومن شرّ فتن اللّیل والنّھار ومن شرّ کل طارق الّا طارقا یطرق بخیر یا رحمن" (مسند احمد)(غذاء الارواح ص:۳۱۵)

ظالم شخص سے حفاظت کیلئے حروف تہجی کا عمل:۔ (بزرگوں کا مجرب)(وظیفہ نمبر ۵۴): جاتے ہوئے "ک، ہ، ی، ع، ص" اس طرح پڑھو جب کاف پڑھو تو دائیں ہاتھ کی ایک انگلی بند کر لو اسی طرح ہر حرف پر ایک ایک انگلی بند کرتے جاؤ اب تمہارا پورا ہاتھ بند ہو گیا اسی طرح "ح، م، ع، س، ق" پڑھ کر بایاں ہاتھ بند کر لو اور حاکم یا ظالم بادشاہ کے پاس جا کر کھول دو (قول جمیل)۔

(وظیفہ نمبر ۵۵): حضور اکرم ﷺ نے جنگ احزاب میں یہ دعا پڑھی تھی حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی خلیفہ ہارون رشید کے پاس جاتے ہوئے یہ دعا پڑھی تھی۔ "شھد الله سے عند الله الاسلام" تک (پ۳، س۳) پھر یہ دعا پڑھیں "وانا اشھد بما شھد الله به استودع الله ھذه الشھادة وھی ودیعة عنده الی یوم القیامة اللھم انی اعوذ بنور قدسك وعظیم رکنك و عظمة طھارتك من کل افة و عاھة ومن کل طوارق اللیل والنھار الا طارقا یطرق بخیر یا الله اللھم انت غیاثی بك استغیث وانت ملاذی بك الوذوانت عیاذی بك اعوذ یامن ذل له رقاب الجبابرة وخضعت له اعناق الفراعنة اعوذ بك من کشف سرك ونسیان ذکرك والانصراف من شکرك وانا فی حرزك لیلی ونھاری ونومی وقراری و ظعنی و اسفاری و حیاتی ومماتی ذکرك شعاری و ثناؤك دثاری لا اله الا انت سبحانك وبحمدك تشریفا لعظمتك وتکریما لنفحات رحمتك اجرنی من خزیك واضرب سرادقات حفظك وادخلنی فی حفظ عنایتك وجد علی بخیر یا ارحم الراحمین"۔ (غذاء الارواح ص:۳۱۶)

ظالم شخص سے حفاظت کا تعویذ: (وظیفہ نمبر ۵۶): آیت یومئذ سے ھضما تک لکھ کر سیدھے بازو پر باندھ لو۔ (پ۱۷، آخری)

(وظیفہ نمبر ۵۷): آیت ان الله یامرکم سے بصیرا تک لکھ کر سیدھے بازو پر باندھ لو یا گلاب وزعفران سے لکھ کر بارش کے پانی سے یا آب زم زم سے دھو کر جہاں حاکم یا بادشاہ یا ظالم شخص بیٹھا ہو وہاں چھڑک دو۔ (سورہ نساء پ۵ سورۃ ۸)

(وظیفہ نمبر ۵۸): اس عمل میں وضو کی شرط نہیں کسی وقت کی قید نہیں اور کوئی تعداد بھی مقرر نہیں وقت کے وقت تک کثرت سے پڑھو اور

دیکھو پڑھتے وقت دشمن کا تصور کر کے اس کے سینہ پر پتھر مارو اور سورہ فیل اور تبت یدا خوب پڑھو نیز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی اس مقصد کے واسطے بکثرت پڑھی جاتی ہے۔

ڈر سے حفاظت کا حصار: (بزرگوں کا مجرب)(وظیفہ نمبر ۵۹): اگر آپ کو کسی جگہ ڈر لگتا ہو تو آپ مع اپنے تمام ساتھیوں کے آگے پیچھے بیٹھ جائیے تشہد کے وقت جیسے بیٹھا جاتا ہے پھر آپ ان کے چاروں طرف ایک دائرہ سات بار آیت الکرسی پڑھتے ہوئے کھینچ دیجئے پھر مندرجہ ذیل دعا تین بار پڑھئے اور پورے اطمینان سے سو جائیے"ولا یوده حفظهما و هو العلی العظیم، وحفظا من كل شیطان مارد، و حفظا ذلك تقدیر العزیز العلیم، وحفظنٰها من كل شیطان رجیم، انانحن نزلنا الذكر وانا له لحافظون، له معقبات من بین یدیه ومن خلفه یخفظونه من امر الله، الله حفیظ علیهم وما انت علیهم بوكیل، ان كل نفس لمّا علیها حافظ، بل هو قرأن مجید فی لوح محفوظ، فان تولو افقل حبی الله لا اله الا هو علیه توكلت وهو رب العرش العظیم، یا حفیظ (تین بار) یا حافظ احفظنا اللهم احرسنا بعینك التی لا تنام واكنفنا بكنفك الذی لا یرام یا الله (۳ بار) یا رب العالمین"۔ (۳ بار)

دشمن کا منہ پھیرنے کا عمل:۔ (بزرگوں کا مجرب)(وظیفہ نمبر ۶۰): یہ عمل دشمن کا منہ اور ہاتھ پھیر دیتا ہے نماز فجر کی سنتوں کی پہلی رکعت میں الم نشرح اور دوسری میں سورہ فیل کی ہمیشگی کرو۔

غلہ کی حفاظت کا عمل:۔ (بزرگوں کا مجرب تعویذ)(وظیفہ نمبر ۶۱): یہ قرآن شریف کی پانچ آیات ہیں اگر آپ انہیں کاغذ پر لکھ کر سیدھے بازو پر باندھ لیں اور صبح و شام پڑھتے رہیں تو امن سے رہیں گے اور اگر آپ ان کو لکھ کر غلہ وغیرہ میں رکھیں گے تو اس غلہ کو گھن نہ لگے گا مال میں کہیں بھی رکھیں گے تو مال محفوظ رہے گا (۱) الم الله سے القیوم تک (پ۳، س۳، ع۱) (۲) شهد الله سے الحكیم تک (مومن ۲۶) (۳) ولوان قرآنا سے میعاد تک (رعد پ۱۳ ع۴) (۴) انما امر سے ترجعون تک (پ۲۲ ق۱۵) (۶) وهو معكم سے بصیر تک (حدید پ۲۸) (۷) ان الله قوی عزیز و من یتوكل سے قدرا تک (پ۲۸ س۵۶) (۸) واحاط بما لدیهم واحصٰی كل شی عددا، ربّ المشرق والمغرب سے آخر آیت تک (مزمل ۹) (۹) لایتكلمون سے صوابا تک (پ۳۰) من ای شی سے انشر تک (۳۰) ذی قوة سے امین تک (پ۳۰) ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظیم وصلی الله علی سیدنا محمد وعلی آله وصحبه وسلم۔

(غذاء الارواح ص: ۳۲۰)

موذی جانور سے حفاظت کیلئے:۔ (بزرگوں کا مجرب تعویذ)(وظیفہ نمبر ۶۲): یہ عمل تمام موذی جانوروں کو دفع کرتا ہے مندرجہ ذیل آیات کو لکھ کر زمین میں دفن کر دیں یا درخت پر لٹکا دیں انه من سلیمان سے مسلمین تک (پ۱۹ نمل) یا ایها النمل سے لا یشعرون تک (پ۱۹ نمل) فلنا تینهم سے صاغرون تک (پ۱۹ نمل) یرسل سے تنتصرن تک (پ۲۷ رحمٰن) فسیكفیكهم الله سے علیم تک (پ۱ آخری) ومثل كلمة۔ الایہ (پ۱۳ س۱۴) واذا تولی سعٰی الایہ (پ۲ س۲) فلمّا قضینا علیه الموت الایہ (سبا پ۲۲) پھر یہ لکھیں حنة ولدت مریم امة الله و مریم ولدت عیسی عبد الله یا معشر الهوامّ من كان منكم من البر فلیخرج الی البحر من كان منكم من البحر فلیخرج الی البحر اعزم علیكما ایها الارواح الطائرة باذن الله تعالی بعز عظمته وباسمائه الحسنی كلّها الاما سمعتم واطعتم وانتقلتم من هذا المكان ومن لم ینتقل منكم فقدباء بغضب من الله ورسوله۔ حنہ سے حضرت مریم علیہا السلام پیدا ہوئیں جو اللہ کی بندی ہیں اور حضرت مریم علیہا السلام سے حضرت عیسی علیہ السلام پیدا ہوئے جو اللہ کے بندے ہیں اے جانورو تم میں سے جو کوئی خشکی کا ہو اسے خشکی کی طرف نکل جانا چاہیے اور جو سمندر کا ہے اسے سمندر میں چلا جانا چاہیے اللہ کے حکم سے اڑنے والی روحو جو اس کے تمام اسماء حسنٰی کی جلالت شان کی عزت کے ساتھ اڑتی ہیں کیا تم نے سنا نہیں اور بات نہیں مانی اور اس جگہ سے ہٹے نہیں جو تم میں سے یہاں سے نہ ہٹے گا اس پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا عتاب ہوگا پھر قالوا یا موسی ادع لنا بما عهد عندك الایہ لکھو (پ۹ اعراف) پھر سورۃ فاتحہ لکھو۔

گمشدگی سے حفاظت:۔ (بزرگوں کا مجرب تعویذ) (وظیفہ نمبر ۶۳): اگر کسی کی بابت کھوئے جانے کا اندیشہ ہو تو سورہ قصص لکھ کر اس کے سیدھے بازو پر باندھ دیں وہ انشاء اللہ محفوظ رہے گا۔

شب جمعہ کیلئے خاص عمل:۔ (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۶۴): اپنے گھر میں باوضو اور قبلہ رو ہو کر شب جمعہ کو عشاء کے بعد ۱۰۰۰ بار یہ درود پڑھیں اور ہر سو بار پر یہ دعا پڑھیں یا الله استجیر بك من فلان بن فلا نة فخذ لی حقا منه اے اللہ میں فلاں سے جو فلاں عورت کا بیٹا ہے تیری پناہ مانگتا ہوں تو اس سے میرا حق لے لے (درود شریف یہ ہے) اللھم صل علی سیدنا محمد النبی الامی وعلی اله وصحبه وسلم اے اللہ ہمارے سرکار حضرت محمد ﷺ پر درود و سلام بھیج جو ان پڑھ نبی ہیں اور ان کی بیوی بچوں پر اور ساتھیوں پر بھی۔

(وظیفہ نمبر ۶۵): یہ عمل حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے یعنی مندرجہ ذیل آیات پڑھیے اور امن وامان سے رہئے آیت الکرسی ان ربکم سے محسنین تک (پ٦ اعراف ع۴) والصافات سے لازب تک (پ۲۳، صافات ع۱) سنفرغ لکم سے فلا تنتصران تک (پ۲۷ رحمٰن ع۴)۔ (وظیفہ نمبر ۶۶): اگر آپ کو اپنے کسی سامان پر چوری کا اندیشہ ہے تو یہ دعا لکھ کر اس میں رکھ دیجئے اللہ کے حکم سے وہ سامان محفوظ رہے گا بسم الله الرحمن الرحیم یا حفیظ یامن لا ینسی ویا من نعمه لا تحصی ویا له العروة الوثقی ویا من له العزة والثناء ویا من له الا سماء الحسنی احفظ و کذا بما حفظت به الارض والسماء الجات ظهری فی حفظ ذلك الی الحی القیوم فانك قلت وقولك الحق و کتابك المنزّل انا نحن نزلنا الذکر و انا له لحافظون وصلّی الله علی سیدنا محمد وعلی آله و صحبه وسلم

خاتمہ بالخیر اور روزی میں فراخی کا عمل:۔ (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۶۷): صبح و شام تین تین بار یہ دعا پڑھا کریں عمر میں زیادتی ہوگی خاتمہ بالخیر ہوگا روزی میں فراخی ہوگی اور دشمن سے امن ملے گا سبحان الله ملاء المیزان ومبلغ العلم و منتهی الرضوان وزنة العرش ترازو بھر کر جہاں تک مجھے علم ہے وہاں تک انتہائے رضا کے مطابق اور عرش کے وزن کے برابر میں اللہ پاک کی پاکی بیان کرتا ہوں۔ (غذاء الارواح، ص: ۳۲۲)

41 بار معوذتین کا عمل:۔ (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۶۸): دن رات میں ۴۱ بار معوذتین پڑھئے آیتوں کی تکرار کریں معنی و مطالب پر غور کریں انشاء اللہ امن وعافیت میں رہو گے۔

ہر نماز کے بعد 5 مرتبہ اذان کا عمل:۔ (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۶۹): ہر نماز کے بعد ۵ مرتبہ اذان پڑھیں فجر کی سنتوں کے بعد ۱۰۱ بار دعاء ذوالنون پڑھیں اور اگر ہو سکے تو وتر سے پہلے یا سجدے میں دعاء ذوالنون ۳۶۰ مرتبہ پڑھیں۔

7 جمعوں تک کرنے کا عمل:۔ (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۷۰): جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد نماز ادا کرنے کی نیت سے کسی آباد مسجد میں بیٹھ جاؤ اور ایک بار یا تین بار درود شریف کے بعد بکثرت یہ دعا پڑھیں اور سات جمعوں تک مسلسل یہی عمل جاری رکھیں وہ دعا یہ ہے یاحی یا قیوم برحمتك استغیث اے زندہ اور دنیا کو سنبھالنے والے میں تجھ سے تیری رحمت طلب کرتا ہوں۔

مصائب سے بچاؤ کیلئے حرز اعظم:۔ وظیفہ نمبر ۷۱: اگر آپ انتہائی مصائب میں گھرے ہوئے ہیں تو کثرت سے دعائے ذوالنون پڑھا کریں نیز یہ دعا بھی کثرت سے پڑھا کریں حسبی الله ونعم الوکیل مجھے اللہ ہی کافی ہے اور بہترین کام بنانے والا ہے۔

(وظیفہ نمبر ۷۲): یہ عمل ہر مصیبت میں پڑھا جاتا ہے خواہ کسی عزیز کی موت ہو یا کچھ اور مصیبت پیش آجائے اس کے پڑھنے سے نعم البدل مل جاتا ہے خود ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے اس کا تجربہ کیا ہے ان کے شوہر ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فوت ہو گئے انہوں نے یہ دعا پڑھی اللہ تعالیٰ نے ان کو بہترین شوہر عطا فرمایا یعنی اللہ کے نبی ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا انا لله وانا الیه رجعون اللھم عندك احتسب مصیبتی فاجرنی فیها وابدلنی منها خیرا اللھم اجرنی فی مصیبتی واخلف لی خیرا منها (مسلم) ہم اللہ ہی کیلئے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں میں تجھ سے اے مالک اپنی اس مصیبت پر ثواب کا امیدوار ہوں اس میں مجھے اجر دے اور اس سے بہتر دے مالک مجھے میری

مصیبت میں بدلہ دے اور اس کا نعم البدل عنایت فرما۔ (غذاء الارواح ص:۳۲۳)

(وظیفہ نمبر ۷۳): اس عمل کی کثرت بھی ہر مصیبت کے وقت کام آتی ہے (ابن حبان) اللهم لاسهل الا ما جعلته سهلا وانت تجعل الحزن اذا شئت سهلا اے اللہ وہی چیز آسان ہے جسے تو آسان کر دے اور تو تو ہر مشکل کام کو بھی آسان کر دیتا ہے۔

(وظیفہ نمبر ۷۴): مندرجہ ذیل دعا کی ہمیشگی بھی مذکورہ بالا کام کرتی ہے یا رب مازال لطف منك يشملني وقد تجد دبي ما انت تعلم فاصرفه عني كم عوّدته كرما فمن سواك لهذا العبد يرحمه۔ اے رب مجھ پر ہمیشہ تیرا لطف وکرم رہتا ہے آج مجھ پر ایک مصیبت آئی ہے جسے تو جانتا ہے اسے مجھ سے ہٹا دے جیسا کہ تو پہلے اپنے کرم سے بار بار ہٹاتا رہا تیرے سوا کون ہے جو اس غلام پر اپنا رحم کرے۔

3 بار اشعار پڑھنے کا عمل:۔ (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۷۵): ان اشعار کو کریا سہ (۳ بار) پڑھیں انشاء اللہ مصائب دور ہونگے وکم لله من لطف خفي يدق خفاء عن فهم الذكي وكم يسراتي من بعد عسر وفرج كربة القلب الشجي وكم امر تساء به صباحا وتاتيك المسرة العشي اذا ضاقت بك الاهوال يوما فثق بالواحد الفرد العلي تشفع بالنبي فكل عبد يغاث اذا تشفع بالنبي۔

(وظیفہ نمبر ۷۶): آدھی رات کو باوضو یہ اسماء حسنیٰ پڑھیں علاوہ مصائب دور کرنے کے باعث ہیبت وعظمت بھی ہیں الملك العلي العظيم المغني المتعال ذوالجلال المهيمن الكبير بادشاہ، بلند و برتر، عظمت والا، بے پرواہ، بہت اونچا جلال وجبروت والا، حفاظت کرنیوالا اور سب سے بڑا۔

اسماء حسنیٰ سے مصائب دور کریں:۔ (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۷۷): ہر فرض نماز کے بعد اس دعا کو ہمیشہ پڑھیں انشاء اللہ دنیا وآخرت کی ہولناکیوں سے امن وامان میں رہو گے اعددت لكل هول القاه في الدنيا والاخرة لا اله الاالله ولكل هم وغم ماشاء الله ولكل نعمة الحمد لله ولكل اعجوبة سبحان الله ولكل ذنب استغفر الله ولكل ضيق حسبي الله ولكل مصيبة انالله ولكل قضاء وقدر توكلت على الله ولكل طاعة لاحول ولا قوة الا بالله میں نے دنیا وآخرت کی ہر ہولناکی کیلئے لا اله الا الله ہر غم وفکر کیلئے ماشاء الله ہر نعمت کے لئے الحمد لله ہر تنگی اور فراخی کیلئے الشكر لله ہر تعجب کیلئے سبحان الله ہر گناہ کیلئے استغفر الله ہر تنگی کے لئے حسبي الله ہر مصیبت کے لئے انا لله ہر قضاء وقدر کیلئے توكلت على الله اور ہر تابعداری کیلئے لاحول و لا قوة الا بالله کو مقرر کیا ہے۔

غروب آفتاب کے وقت 7 بار دعا کا عمل:۔ (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۷۸): اس عمل کو آفتاب غروب ہونے سے پہلے اور غروب ہونے کے بعد پڑھنا چاہئے ہر دعا سات بار پڑھو سورہ فاتحہ، ناس، فلق، اخلاص، کافرون، آیت الکرسی کلمہ تمجید اور مندرجہ ذیل درود شریف پڑھو اللهم صل على محمد عبدك و حبيبك ونبيك ورسولك النبي الامّي وعلى أل محمد وبارك و سلم اللّهم اغفرلجميع المومنين والمومنات والمسلمين والمسلمات الاحياء منهم والاموات انك مجيب الدعوات ورافع الدرجات يا قاضي الحاجات برحمتك يا ارحم الرحمين اللهم رب افعل بي وبهم عاجلا و آجلا في الدّين والدنيا والاخرة افعل بنا ماانت له اهل ولا تفعل بنا ما نحن له اهل انك غفور جوّاد كريم ملك برؤف رّحيم۔

اگر فرصت نہ ہو تو مندرجہ ذیل دعا کو روزانہ سات بار پڑھ لیا کیجئے (جلال الدین بخاری) "اللهم انت ربي لا اله الا انت رب العرش الكريم عليك توكلت وانت رب العرش العظيم ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم ما شاء الله كان وما لم يشاء لم يكن اشهد ان لا اله الا الله اعلم ان الله على كل شي قدير وان الله قد احاط بكل شي علما واحصى كل شي عددا اللهم اني اعوذبك من شرنفسي ومن شركل دابة انت اخذبنا صيتها ان ربي على صراط مستقيم"

1 ہزار بار درود شریف کا عمل:۔ (بزرگوں کا مجرب) (وظیفہ نمبر ۷۹): آدھی رات کے بعد اٹھ کر قبلہ رو ہو کر ایک ہزار مرتبہ مندرجہ ذیل درود شریف پڑھیں اللّٰهمّ صلّ وسلّم على سيّدنا ومولنا محمّد صلوة تحل بها عقدتي وتفرج بها كربتي وتنقذني بها من وجلتي وتقيل بها عثرتي وتقضي بها حاجتي اے اللہ! ہمارے سردار ہمارے محبوب حضرت محمد ﷺ پر درود سلام بھیج جس سے تو میری پیچیدگیاں دور کر دے میرے تفکرات مٹا دے مجھے خوف سے نجات دے دے میری لغزش زائل کر دے اور میری مرادیں پوری کر دے (سنوسی)۔

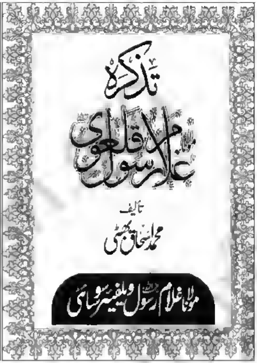

تذکرہ

مولانا غلام رسول قلعوی

تالیف

محمد اسحاق بھٹی

مولانا غلام رسول ویلفیئر سوسائٹی

جملہ حقوق محفوظ ہیں

طبع اول

ربیع الاول ۱۴۳۳ھ فروری ۲۰۱۲ء

اہتمام ——— حافظ حمید اللہ

ناشر

مولانا غلام رسول ویلفیئر سوسائٹی

قلعہ میاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ، موبائل نمبر: 0344-8084317

ملنے کے پتے

گوجرانوالہ	[illegible] 055-4441613، [illegible] 055-4235072 [illegible] 0333-4264487
لاہور	[illegible] 042 37237184، [illegible] 042-37320318 [illegible] 042-37114650، [illegible] 042-37244973 [illegible] 042 37361505 [illegible] 042-37357585، [illegible] 042-37351124
فیصل آباد	[illegible] 041-2629292 [illegible] 041-2631204، [illegible] 041-8546964
کراچی	[illegible] 021-32629724، 021-32212991 [illegible] 021-32628938، [illegible] 021-34393936
اسلام آباد	[illegible] 051-2261356، [illegible] 2500237، 051-2281516
راولپنڈی	[illegible] 051-5551014، [illegible] 051-5771798
سعودی عرب	[illegible] 01-4356646، [illegible] 02-6336640

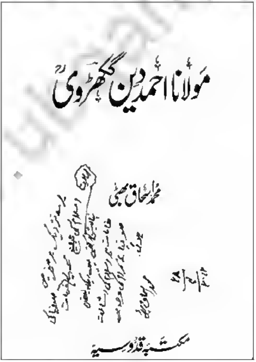

مولانا احمد دین گکھڑوی رحمہ اللہ

محمد اسحاق بھٹی

[illegible]

مکتبہ قدوسیہ

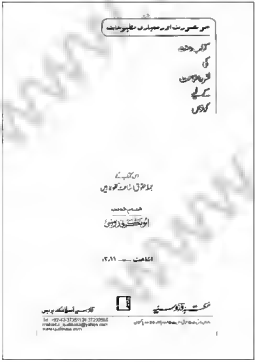

حسن صورت اور معیاری مطبوعات

کتاب وسنت
کی
نشر و اشاعت
کے لیے
کوشاں

اس کتاب کے
جملہ حقوق اشاعت محفوظ ہیں

اہتمام

ابوبکر قدوسی

اشاعت ۔۔۔ ۲۰۱۱ء

مکتبہ قدوسیہ

قدوسی اسلامک پریس

Tel: +92-42-37351124 37230585

(وظیفہ نمبر۸۰): مجھے اس پر تعجب ہے جو غم میں مبتلاء ہو وہ دعاء ذوالنون نہ پڑھے کسی چیز سے ڈرتا ہو اور حسبی اللہ ونعم الوکیل نہ پڑھے لوگوں کی شرارتوں سے خوفزدہ ہو اور وہ افوض امری الی اللہ ان اللہ بصیر بالعباد نہ پڑھے جنت کی رغبت رکھتا ہو اور ماشاء اللہ لا قوۃ الا باللہ نہ پڑھے ان چاروں آیتوں میں اللہ پاک نے قبولیت کی خوشخبری دی ہے۔ (غذاء الا رواح ص:۳۲۸)

استخارے: وظیفہ نمبر۸۱: نماز استخارہ گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

خواب میں غیبی رہنمائی کا استخارہ:۔ (بزرگوں کا مجرب)(وظیفہ نمبر۸۲): بدھ، جمعرات اور جمعہ کی رات کو عشاء کے بعد استخارہ کریں اور اس کے بعد کسی سے بات کیے بغیر سیدھی کروٹ پر سو جائیں بسم اللہ اور الم نشرح سات مرتبہ پڑھ کر سینے پر دم کرلیں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ خواب یا بیداری کی حالت میں واقعہ کھول دے پھر سو بار یہ درود شریف پڑھیں ''اللھم صل علی محمد بعدد معلوم لک '' اے اللہ اپنی تمام معلومات کی برابر حضرت محمد ﷺ پر درود بھیج۔

سورہ فاتحہ سے استخارے کا عمل:۔ (بزرگوں کا مجرب)(وظیفہ نمبر۸۳): یہ بڑا مجرب استخارہ ہے عشاء کے بعد وضو کر کے پاک بستر پر بیٹھو درود شریف ۳بار، سورہ فاتحہ ۱۰بار، سورہ اخلاص ۱۱بار اور پھر ۳بار درود شریف پڑھ کر سیدھی کروٹ پر قبلہ رخ ہو کر لیٹ جائیں ان شاء اللہ خواب دکھائی دے گا مگر اس کی تعبیر کسی اچھے معبر سے دریافت کریں (خزینۃ الاسراء) ہماری کتاب ''شرعی تعبیر'' اپنے پاس رکھیں اور اس سے تعبیر دیکھ لیا کریں۔

سورہ شمس سے استخارے کا عمل:۔ (بزرگوں کا مجرب)(وظیفہ نمبر۸۴): غسل کر کے پاک کپڑے پہنئے اور وضو کر کے قبلہ رخ ہو کر سیدھی کروٹ سے لیٹ کر یا بیٹھ کر سات سات بار صورہ والشمس سورہ واللیل اور سورہ اخلاص یا معوذتین بار پڑھیں پھر مندرجہ ذیل دعا پڑھیں انشاء اللہ سات دن سے آگے تجاوز نہ کرے گا کہ خواب میں کچھ نہ کچھ ضرور نظر آئے گا ''اللھم ارنی فی منامی کذاو کذاوا جعل لی من امری فرجا و مخرجا وارنی فی منامی ما استدل بہ علی اجابۃ دعوتی'' (قول جمیل) اے اللہ! میری نیند میں فلاں فلاں کام دکھا دے میرے کام کو میرے لیے کھول دے اور ظاہر کر دے اور مجھے ایسے خواب دکھا جو میری دعا کے قبول ہونے پر دلالت کرتا ہو۔

گھبراہٹ و وحشت وغیرہ:۔ (وظیفہ نمبر۸۵): حضور اکرم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو گھبراہٹ کے واسطے یہ دعا بتائی تھی (ابوداؤد، ترمذی، حاکم) اعوذ بکلمات اللہ التامات من غضبہ وعقابہ و شر عبادہ ومن ھمزات الشیطین وان یحضرون میں اللہ کے مکمل کلموں کی اس کے غصہ سے اس کے عذاب سے اس کے بندوں کی شرارت سے شیطان کے وسوسوں سے اور ان کی موجودگی سے پناہ مانگتا ہوں۔

(وظیفہ نمبر۸۶): کسی آدمی نے حضور اکرم ﷺ سے وحشت کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے یہ دعا بتائی (طبرانی) سبحان الملک القدوس رب الملائکۃ والروح جللت السموات والارض بالعزۃ والجبروت۔ میں پاک شہنشاہ کی پاکی بیان کرتا ہوں جو کہ فرشتوں اور روح کا مالک ہے اے اللہ تو نے آسمان وزمین کو عزت وجبروت سے بھر دیا۔ (غذاء الا رواح ص:۳۲۹)

نام کتاب:۔تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ...... مصنف:۔محمد اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ
ناشر:۔مولانا غلام رسول رحمہ اللہ ویلفیئر سوسائٹی

خیر الامور اوسطہا کی تلقین:۔ سورۂ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی زبان سے یہ کہلواتے ہیں کہ اے اللہ! ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت نصیب فرما۔ ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے اپنی عنایات ونوازشات کی انتہا کردی۔ سورۂ نساء میں ان لوگوں کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ: یہ لوگ انبیاء، صدیقین، شہداء، اور صالحین کی معیت سے سرفراز ہوتے ہیں۔ (النساء:۶۹)

ان انعام یافتگان میں سے ایک طبقہ صالحین کا بھی ہے۔ یہی وہ اہل ذکر وفکر لوگ ہیں جن کی صحبت میں بیٹھنے اور ان سے نگاہیں نہ پھیرنے کا حکم اللہ نے اپنے رسول مکرم ﷺ کو دیا۔ فرمایا: ''واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغدوۃ والعشی یریدون وجھہ ولا تعد عینٰک عنھم'' (سورۃ الکھف) (ترجمہ: ان لوگوں کے ساتھ بیٹھا کرو جو محض اس (اللہ) کی رضا کے حصول کی خاطر اپنے رب کو صبح وشام پکارتے

(اور اس سے دعائیں مانگتے) ہیں۔ قرآنی تعلیمات تک نارسائی اور اسلاف کے احترام اور ان کے معمولات یومیہ کے ذکر سے گریز ممکن ہے نیاز مندوں کے غلو عقیدت کا ردّ عمل ہو لیکن یہ دونوں راہیں افراط و تفریط کا نتیجہ ہیں۔ ان کے "وسط" میں ہی اصل راہ ہے۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ٦)

نقشِ اسلاف پر چلنے کی دعا: ۔ یہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کی داستانِ حیات ہے جو علم و عمل میں ہمہ وقت مستعد اور عزیمت کا کوہ گراں تھا۔ جس نے اپنی پوری زندگی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کیلئے وقف کر دی تھی۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اپنے اسلاف کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ٦)

احترام اولیاء ایمان کا حصہ ہے: ۔ اللہ کی زمین پر انبیاء و رسل علیہ السلام کے بعد سب سے زیادہ مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا ہے اُن کے بعد محدثین کرام اور ائمہ دین کا ہے اور ان کے بعد اولیاء عظام کا مرتبہ و مقام ہے اور اولیاء کرام کی عزت و احترام کرنا ایمان کا جزو ہے۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ٢٠)

اہل اللہ اور اولیاء کی تعریف: ۔ اولیاء کن کو کہتے ہیں، سیّد ابو بکر غزنوی رحمہ اللہ ولی کامل کی پہچان اور مقام کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ولایت کی دلیل فقط ایک ہے اور وہ محمد ﷺ کی کامل اتباع ہے۔ "قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله" (آل عمران ٣/٢) جو جتنا آپ ﷺ کی ذات اور آپ ﷺ کی سنت میں فنا ہوا وہ اتنا ہی مقرب الٰہی ہوا۔ حضرت محمد بن فضیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بدبختی کی تین علامات ہیں:

(۱) صالحین کی صحبت نصیب ہو اور وہ ان کی عزت و حرمت سے محروم رہے، (۲) عالم ہو اور بے عمل ہو، (۳) عمل ہو اور اخلاص سے نہ ہو۔ سیّد ابو بکر غزنوی مزید فرماتے ہیں کہ میری بات کو پلے باندھ لو کہ ولایت اور قرب الٰہی کے تمام درجات اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہی سے حاصل ہوتے ہیں: "ومن يطع الله والرسول فاولئك مع الذين انعم الله" (النساء: ٦٩/٣)

جن پر اللہ تعالیٰ کی نوازشیں ہوتی ہیں۔ یہی لوگ ہیں جنہیں انبیاء علیہ السلام کی معیت نصیب ہوتی ہے جنہیں صدیقیت و شہادت کے بلند مقاموں سے نوازا جاتا ہے۔ نیز یہی وہ ہستیاں ہیں جنہیں صلحاء کی رفاقت جو کہ سب سے اچھی رفاقت ہے نصیب ہوتی ہے۔ صلحاء، اتقیاء، اولیاء کے سب درجات و مراتب کا انحصار اللہ اس کے رسول مقبول کی اطاعت اور اتباع پر ہے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ٢٠-٢١)

گستاخ اولیاء سے اللہ کا اعلان جنگ: ۔ اولیاء واجب الادب اور واجب التعظیم ہوتے ہیں۔ اولیاء کا نام ادب سے نہ لینا ان کی عزت نہ کرنا اور ان سے دشمنی رکھنا۔ بخاری شریف کی حدیث قدسی پڑھیے: "ان الله قال من عادلي ولياً فقد آذنتهُ بالحرب" (بخاری کتاب الرقاق ٦٥٠٢) کے مطابق اللہ تعالیٰ کا ان سے اعلان جنگ ہے۔

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی حیات مبارکہ کا تذکرہ اور اس کو محفوظ کرنا آئندہ نسلوں کیلئے فوز و فلاح کی راہیں کھولنا ہے۔ اللہ والوں کا تذکرہ انتہائی خوبصورت انداز میں کیا ہے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ٢١-٢٢)

تصوف یعنی تزکیہ و احسان کا مقام: ہمارے ممدوح مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے مجاہدات اور ریاضتیں قرآن و سنت کی تعلیمات کے عین مطابق تھیں وہ اسلامی علوم کے متبحر عالم، فقیہ اور متکلم تھے۔ تزکیہ و احسان اسلام کی روح اور ایمان کا جوہر ہے۔ قد افلح من تزكى (الاعلیٰ)

قرآن و حدیث کی غرض و غایت ذات باری تعالیٰ کے ساتھ فرد کے شخصی تعلق کو قائم رکھتا ہے۔

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی داستان حیات کا مطالعہ یقیناً تپتے ہوئے ریگزاروں میں بادِ نسیم کے ایک جاں فزا جھونکے کی مانند ہے مولانا کی زندگی تعلیم و تدریس اور تبلیغ میں صرف ہوئی جانے کتنے اللہ کے بندے ان کی وجہ سے مسلمان ہوئے۔ اور راہ راست پر آئے۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ٢٢)

آج تک برکات موجود رہنا: اور ایسی صاحب کمال ہستیاں کبھی فنا نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں مٹنے والوں کو بقائے دوام بخش دیتا ہے۔

نیک ناموں کے نشان باقی رہیں گے حشر تک

"الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیهم ولا هم یحزنون" (یونس: ۱۰/۶۲)

میں اس کتاب کے بارے میں کچھ بھی عرض کرنے کے قابل نہیں ہاں اس قدر معلوم ہے کہ جب سے بحیثیت مدرس مولوی صاحب کی مسجد میں آیا ہوں۔ عرصہ دراز سے یہیں کا ہو کر رہ گیا ہوں۔ آج بھی اس مسجد میں اُن کی برکات موجود ہیں۔

تذکرہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ طالبین حق کیلئے گرانقدر روحانی دولت ہے آپ کی پوری زندگی شریعت محمدی ﷺ کا نمونہ تھی، آپ کے فرمودات و معمولات رعب و وقار، تواضع و انکسار، متانت و شرافت، خشوع و خضوع، غنائے قلب حلم و تحمل، اعتدال پسندی، مہمان نوازی، خادم پروری، خوش مزاجی، نفاست پسندی، اتباع سنت پر مبنی تھی۔ صبر و رضا، نیکی و تقویٰ، خدمت خلق خدا میں بلند مقام احسان پر فائز تھے اور اُس کے اثرات آج بھی ان کے خاندان میں نظر آتے ہیں۔

قاری طاہر محمود، ایم اے وفاق فاضل جامعہ اسلامیہ چاہ شاہاں گوجرانوالہ۔ مدرس شعبہ حفظ جامع مسجد رحمانیہ، مولانا غلام رسول رحمہ اللہ والی) قلعہ اسلام۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۲-۲۳)

اولیاء کی شان میں مستند روایت:۔ اہل ایمان کی صفات میں سے ایک صفت یہ ہے کہ وہ اللہ کے ساتھ شدید محبت کرتے ہیں۔ "والذین آمنوا اشد حبا للہ" (البقرہ: ۱۶۵) اس کے جواب میں اللہ ان سے محبت کرنے لگتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ اپنے بندے سے محبت کرتا ہے تو جبرائیل کو بلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں فلاں شخص سے محبت کرتا ہوں، تم بھی اس سے محبت کرو تو جبرائیل بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر جبرائیل آسمان پر اعلان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں شخص سے محبت کرتا ہے، تم بھی اس سے محبت کرو۔ سو اہل آسمان بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں۔ پھر اس کی محبت زمین پر اتار دی جاتی ہے۔ (یعنی اہل زمین بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں)۔ صحیح مسلم (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۴)

صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کے جانشین:۔ ایک دن صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ (ماموں کانجن ضلع فیصل آباد) کے جانشین حضرت مولانا صوفی عائش محمد صاحب حفظہ اللہ عصر کی نماز کے بعد تشریف لے آئے۔ وہ قلعہ میں تھوڑی دیر ہی ٹھہرے، پھر واپس تشریف لے گئے۔ اگرچہ یہاں ان کے قیام کا وقفہ بہت مختصر تھا، لیکن انکی سادگی، درویشی، اخلاقی بلندی اور پُر خلوص محبت آج بھی یاد آتی ہے تو آنکھیں بھیگ جاتی ہیں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۶)

سوانحی خدمت کیلئے عملی کوشش:۔ ہر آنے والے صالح فطرت مہمان کی طرف سے ایک ہی تقاضا ہوتا کہ مولانا رحمہ اللہ کی زندگی کے بارے میں کوئی کتاب یا ان کی سوانح عمری ہو تو ہمیں عنایت کریں، لیکن میرے پاس کچھ بھی نہ ہوتا۔ آنے والوں کا اشتیاق اور اصرار دیکھ کر ندامت کا شدید احساس ہوتا۔

حاجی محمد سعید طاہر میرے نہایت مخلص اور مہربان دوست ہیں۔ اولیائے کرام کی تاریخ اور شخصیات کے بارے میں معلومات کا مجسم انسائیکلوپیڈیا ہیں۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اور ان کے خاندان کے ساتھ والہانہ عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ جب بھی ان سے اس موضوع پر بات ہوئی انہوں نے یہی مشورہ دیا کہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے حالات زندگی از سر نو مرتب کیے جائیں جس سے موجودہ نسل یقیناً فائدہ اٹھائے گی اور اپنے اسلاف سے آگاہی حاصل کرے گی۔ محترم حاجی صاحب اور ان کے دوست چودھری صدیق احمد ایڈووکیٹ اس پر پیہم اصرار بھی کرتے رہے۔ ان کے مسلسل اصرار نے مجھ ناچیز میں ایک عملی تحریک پیدا کر دی اور میں نے جتنا مواد دستیاب ہو سکتا تھا اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔

حاجی محمد سعید طاہر نے اپنے ایک مخلص دوست کتب کثیرہ کے مترجم اور بہترین مصنف مولانا محمد نذیر رانجھا سے مولانا مرحوم و مغفور کے

فارسی مکتوبات کا اردو ترجمہ کروایا۔ محترم رانجھا صاحب نے اپنی ملازمت اور تصنیفی مصروفیات کے باوجود نہ صرف اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا بلکہ مفید مشورہ سے بھی نوازا۔ ان میں سے ایک مشورہ یہ بھی تھا کہ اس عظیم کتاب کی تیاری اور ترتیب کیلئے ایسی شخصیت کا انتخاب کیا جائے جو فن تاریخ کا ماہر اور تذکرہ نگاری میں ممتاز اور باکمال ہو۔ سچی بات یہ ہے کہ اس عظیم تصنیفی کام کیلئے نہایت اہم شخصیت کا چناؤ بھی حاجی صاحب کی نگاہِ بصیرت کا کمال ہے۔ ان کی نگاہ انتخاب مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ پر جا کر ٹھہر گئی۔ ہم تینوں دوست مولانا بھٹی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مولانا سے اپنا تعارف کرایا اور مدعا بیان کیا۔ مولانا نے ہماری آمد پر نہایت خوشی کا اظہار کیا۔ ہماری والہانہ طریقے سے آؤ بھگت کی اور کام کی بصد رضا و خوشی ذمہ داری قبول کر لی۔

مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ ایک عبقری شخصیت، جید عالم دین، صاحبِ طرز ادیب اور کتب کثیرہ کے مصنف ہیں۔ ان کا غیر معمولی حافظہ ان پر اللہ رب العزت کا اضافی کرم ہے۔ زیر مطالعہ تصنیف کیلئے اگر مولانا بھٹی کا انتخاب نہ ہوتا تو یہ علمی اور تاریخی ورثہ اتنے خوب صورت اور عمدہ طریقے سے قارئین کرام تک نہ پہنچ پاتا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۲۶-۲۷)

صاحب کرامات بزرگ:۔ اس زمانے میں گوجرانوالہ کے متعدد لوگوں سے سنا کہ قلعہ میہاں سنگھ (قلعہ اسلام) میں ایک بہت بڑے عالم سکونت پذیر تھے، جن کا نام مولوی غلام رسول تھا وہ صاحب کرامات بزرگ تھے اور اللہ ان کی دعائیں قبول فرماتا تھا۔ استاذِ مکرم مولانا محمد اسماعیل سلفی بھی بعض اوقات ان کے تقوے اور خدماتِ دینی کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۳۱)

بزرگ والد کی کرامات پر بیٹے کی شہادت:۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ مستجاب الدعوات اور صاحب کرامات بزرگ تھے۔ ان کی قبولیت دعا اور کرامتوں کے بے شمار واقعات مشہور ہیں جو پہلی مرتبہ ان کے بڑے بیٹے مولانا عبدالقادر نے اپنی کتاب ”سوانح حیات مولانا غلام رسول“ میں بیان کیے۔ یہ کتاب آج سے کم و بیش اسی برس قبل شائع ہوئی تھی۔ اس کے بعد بھی چھپی۔ یہ کتاب بہت مقبول ہوئی اور بہت پڑھی گئی۔ مولانا غلام رسول کے بارے میں اولیں ماخذ یہی کتاب ہے۔ میں نے اپنی کتاب فقہائے ہند (مطبوعہ ۱۹۸۹ء) میں ان کی بعض کرامتیں اسی کتاب کے حوالے سے لکھی ہیں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۳۸)

کرامات پر اعتراض کرنے والے:۔ یاد رہے دنیا اللہ کے صالح بندوں سے کبھی خالی نہیں رہی۔ بعض لوگوں کو بزرگان دین کی کرامات اور قبولیت دعا کے واقعات پر اعتراض کرنے کی عادت ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ سب لوگ ہماری طرح کے بے عمل ہیں، جس طرح ہماری دعا قبول نہیں ہوتی، اسی طرح کسی کی بھی نہیں ہوتی۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۳۹)

حسول فیض اولیاء اور بزرگوں کی تلاش:۔ مولانا ممدوح ہمیشہ صالحین کی تلاش میں رہے اور انہوں نے پوری زندگی اصحاب تقویٰ کی صحبت میں بسر کی۔ وہ صالحین کون تھے؟ وہ تھے ان کے استاذ مکرم میاں سیّد نذیر حسین دہلوی، سیّد محمد امیر (کوٹھا والے) حضرت سیّد عبداللہ غزنوی، سیّد امام عبدالجبار غزنوی، مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، مولانا رحیم بخش لاہوری رحمہم اللہ اور ان کی طرح کے دیگر حضرات گرامی۔

انہیں اصحابِ تقویٰ سے ملنے اور ان سے فیض حاصل کرنے کا انتہائی شوق تھا، جہاں کسی نے کسی نیک آدمی کے بارے میں بتایا وہ اس کے پاس پہنچے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۴۰)

ابدال اور مجذوبوں سے ملاقاتیں:۔ مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کی ملاقات ابدال سے بھی رہی اور مجذوبوں سے بھی۔ یہ بھی صالحین و اتقیاء کی جماعتیں ہیں۔ اس سلسلے کی تفصیل کا مجھے علم نہیں، اور بھی بہت لوگ اس سے آگاہ نہیں ہوں گے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس چیز کی حقیقت کا ہم علم نہیں رکھتے، اور اس کا کوئی وجود ہی نہیں ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ابدال بھی موجود ہیں اور مجذوب بھی۔ ان کا ذکر صلحاء و اتقیا کے تذکروں میں آتا ہے۔ ان کی عادات و اطوار اور حرکات و سکنات کے بھی کچھ حصے مشہور ہیں جو عام لوگوں سے متعلق نوعیت کے ہیں۔ مولانا

غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کا ان سے تھوڑا یا زیادہ تعلق رہا ہے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۴۱)

تلاش مرشد کیلئے سرگرداں:۔ ان کے پنجابی اشعار کا تعلق اس دور سے ہے، جب وہ مروجہ تعلیم سے فارغ ہو کر ایک خاص جذبے کے تحت اصحابِ تقویٰ کی تلاش میں مشغول تھے اور لوگوں کی نشاندہی پر دیوانہ وار مختلف مقامات کے چکر لگا رہے تھے۔ صوفیاء کی بولی میں کہنا چاہیے کہ وہ ایک عاشقِ زار کی طرح نہایت بے تابی کے عالم میں محبوب کو ڈھونڈ رہے تھے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۴۱)

استاد کا شاگردوں کا احترام فرمانا:۔ حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ، مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے استاذ ہیں، لیکن وہ اپنے اس شاگرد کو بے حد احترام سے خطاب فرماتے ہیں اور معذرت کرتے ہیں کہ وہ سستی اور عدمِ فرصت کی وجہ سے انہیں خط نہیں لکھ سکے۔
(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۴۶)

تصنیف حضرت والا کی کرامت کا نتیجہ: مولانا ممدوح صاحب کرامات بزرگ تھے اور اسے بھی ان کی کرامت ہی سے تعبیر کرنا چاہیے کہ اس فقیر نے ان کے حالات میں کچھ لکھنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے حالات ساز گار بنا دیئے اور غیر متوقع طور پر کویت اور دہلی کے دور دراز ملکوں میں رہنے والے اہل علم نے بھی اس سلسلے میں میری مدد فرمائی۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۴۷)

علم تصوف اور علم طریقت:۔ اب مولانا ابو الکلام احمد صاحب دہلوی کا خط پڑھیے جو انہوں نے دہلی سے مولانا عارف جاوید محمدی کو لکھا اور پھر وہ خط انہوں نے کویت سے مجھے بھیجا۔

مولانا ابو الکلام احمد نے خط میں اہلحدیث کے علم تصوف اور علم طریقت کا جس انداز میں ذکر فرمایا ہے، وہ بالکل صحیح ہے۔ اس بات میں مولانا کے جذبات قابل قدر ہیں۔ انہیں اس موضوع پر کھل کر لکھنا چاہیے اور اہلحدیث علمائے دین کی کرامات اور ان کی قبولیت دعا کے واقعات کی تفصیل بیان کرنی چاہیے۔ اس سلسلے میں بہت عرصہ ہوا مولانا عبدالمجید سوہدروی مرحوم و مغفور نے کچھ کام کیا تھا اور بڑی عمدگی سے بعض اہل حدیث علمائے کرام کی کرامتوں کا تذکرہ فرمایا تھا۔

اصحاب کرامات علمائے اہلحدیث کی اس فہرست میں انہوں نے حضرت سیّد عبداللہ غزنوی، مولانا غلام رسول قلعوی اور حضرت قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحہم اللہ کے اسمائے گرامی درج فرمائے ہیں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۴۸-۴۹)

علم تصوف سے ناآشنا حقیقت کیا جانیں!!!: بہر حال ذیل میں مولانا ابو الکلام احمد دہلوی کا مکتوب گرامی پڑھیے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

المرکز الاسلامی ـــــــ ابو الفضل انکلیو، جامعہ نگر ـــــــ نیو دہلی ۔۱۱۰۰۲۵ (ہند)

ٹیلی فون 1191112695300 ـــ التاریخ: 1431-1-14 (2010-1-1)

ذوالمجد والکرم الشیخ عارف جاوید محمدی صاحب حفظہ اللہ وتولاہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مولانا عبداللہ معروف بہ غلام رسول (قلعہ میاں سنگھ والا) رحمہ اللہ کے خطوط اور نظموں کا ترجمہ مع تصحیح مکمل ہے۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ علیہ کا ایک شعر جو اصل میں غلط چھپا ہوا ہے، اس کی تصحیح و ترجمہ بعد میں ان شاء اللہ ارسال خدمت کروں گا۔

متن چوں کہ خط شکستہ کے انداز کا ہے، نیز اس میں کافی غلطیاں تھیں، اس لیے پورے مجموعے کو خود اپنے خط میں لکھ کر منقح کر دیا ہے۔ بعض حرص محمود ہے اور بعض مذموم، اور علم کی حرص پر رشک کرنا بجا ہے، حدیث میں تو ''حسد'' کا لفظ آیا ہے، لیکن اس کے معنی رشک کے ہیں۔ آپ کی حرصِ علمی کو دیکھتے ہوئے اپنے خط کو اصل آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں، عکسی کاپی اپنے پاس رکھ لی ہے۔ سلفیوں کی بابت دشمنوں کی اڑائی ہوئی ہوائی ہے کہ انہیں علم باطنی میسر نہیں، وہ اہل ظاہر ہیں، طریقت نہیں جانتے، صرف شریعت سے واقف ہیں۔ واشگافانہ کہیں تو ان

کے نزدیک یہ لوگ تصوف سے نابلد ہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ ان خطوط کو شائع کر دوں اور اس پر ایک مبسوط مقدمہ لکھوں تا کہ دنیا باخبر ہو جائے کہ اہل حدیث کے یہاں علم طریقت و تصوف ہے، مگر وہ جو مبنی بر کتاب و سنت ہے۔ اور اہل حدیث کو مطعون کرنے والوں کو بتایا جائے کہ

لذتِ بادہ ناصح کیا جانے
ہائے کم بخت تو نے پی ہی نہیں

ہمارے علم طریقت کی چاشنی، کتاب و سنت کے مخلوط سے وجود میں آئی ہے، اوروں کے یہاں انحراف ہے اور زیغ و ضلالت، ھداھم اللہ للصراط المستقیم۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۵۰)

شیخ الکل کا مثالی ادب:۔ یہاں حضرت میاں صاحب کا اپنے قلم سے لکھا ہوا خط بھی دیا جا رہا ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی ! کچھ پتا نہیں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے کتنے خطوط ہوں گے جو انہوں نے مختلف لوگوں کے نام لکھے اور ضائع ہو گئے۔ ذیل میں حضرت میاں صاحب کا خط ملاحظہ ہو۔ اس کے بعض الفاظ کا پڑھنا مشکل ہے، تاہم بطور تبرک یہاں درج کیا جا رہا ہے۔

اب اس مکتوب گرامی کا ترجمہ پڑھیے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کی حمد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام کے بعد۔

عاجز محمد نذیر حسین کی جانب سے حسنات و کمالات کے جامع مولوی عبداللہ عرف مولوی غلام رسول کی خدمت میں۔ اللہ ان کے فضائل اور اعمال فاضلہ کے ساتھ انہیں سلامت رکھے۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کے بعد۔ آپ کے خاطر مجموعۂ فیض پر واضح ہو کہ میرا حال یہ خط لکھنے تک بخیر ہے۔ آں محترم کی خبر و خیریت کیلئے دعا گو ہوں۔ عنایت نامہ جو عافیت کی بشارت دے رہا ہے، موصول ہوا، جو میرے بجھے ہوئے دل کو روشن کرنے والا اور رقیق آنکھوں کیلئے سرمہ ثابت ہوا۔ مجھ سے آپ کا جو شکوہ اور گلہ بیانی ہے، اس سے جدائی کی آگ میں جلتا ہوا دل دریائے ندامت میں ڈوب گیا۔ خیال ہوا کہ اپنے کوائف کی اطلاع اور آنحضرت کے مبارک مزاج کی صحت، دل پارہ پارہ کیلئے ضروری ہے بعض بدنی عوارض اور قلتِ فرصت کی وجہ سے کوتاہ دست ہو جاتا ہوں۔ معاف فرمائیں کہ عذر شرفاء کے یہاں مقبول ہوتا ہے۔ بے حد سستی جو مجھ میں پائی جاتی ہے، اس سے اپنے دوست و احباب سے بڑی شرمندگی ہوتی ہے۔

امید کہ دعائے خیر میں نہ بھولیں گے اور طلبہ کو حدیث کا درس ہمیشہ دیتے رہیں گے۔ اللہ آپ کو اخلاص عطا فرمائے اور آپ پر بھرپور انعام کرے اور اللہ آپ کا ناصر ہو۔ حالات سے وقتاً فوقتاً خاص کر اپنے احوال و اشغال سے مسرور و سرفراز فرماتے رہیں۔ اور ہاں مجالس الابرار اور شرح موطا کو (اپنے لیے) کافی بہتر پائیں گے۔

والسلام مع الاکرام مع خیر ختام۔۔ مہر۔۔۔ سیّد محمد نذیر حسین (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۵۱-۵۲)

ہر مسلک کا احترام:۔ میں ہر مسلک کے علمائے کرام کا احترام کرتا ہوں، میں نے مختلف مسالک کے ہزاروں علمائے کرام کے حالات لکھے ہیں۔ اس فقیر پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص احسان ہے کہ برصغیر کے جتنے علمائے کرام کا تذکرہ اردو زبان میں میں نے کیا ہے اور کسی نے نہیں کیا۔ میں حضراتِ علماء کی نفسیات کو بھی خوب جانتا ہوں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۵۸)

فروعی مسائل میں میانہ روی:۔ حافظ محمد سعید طاہر کی خدمت میں یہ گزارش کرنے کو بھی جی چاہتا ہے کہ علمائے کرام کسی فقہی مسئلے میں جھگڑیں یا نہ جھگڑیں، یہ ان کی صواب دید یا تحقیق پر موقوف ہے۔ لیکن ہم دونوں فیصلہ کر لیں کہ ہم آپس میں ہرگز نہیں جھگڑیں گے۔ کوئی بیس تراویح پڑھے، چالیس پڑھے، ساری رات پڑھتا رہے، آٹھ پڑھے۔ ہمارے نزدیک سب ٹھیک ہے۔ کوئی شخص تراویح نہ پڑھنا چاہے تو نہ

پڑھے ۔فرض اور سنتیں اور وتر پڑھ لے ۔(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی ،ص:۵۸-۵۹)

باپ کی ولایت کے بیٹوں میں اثرات: ۔مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تو اپنے دور کے ولی اللہ اور صاحب کرامات بزرگ تھے ہی ، واقعہ یہ ہے کہ ان کی آل اولاد میں بھی صالحیت کے آثار موجود ہیں اور انہیں اللہ تعالیٰ نے بہت سی خوبیوں سے نوازا ہے۔ سخاوت ،مروت ،رحم دلی ،ایثار ،اللہ کا خوف ،عبادت کا ذوق ،بڑے کا احترام ،چھوٹے پر شفقت ،نرم خوئی ایسے بہت سے اوصاف اس خانوادے کے افراد میں اب بھی پائے جاتے ہیں ۔(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی ،ص:۵۹)

خدمت کا جذبہ: مولانا محمد اشرف کے چھوٹے بھائی مولوی عبدالرحمٰن مسجد میں نماز پڑھنے آتے تو غسل خانوں میں اکثر غلاظت ہوتی تو پانی کی بالٹیاں بھر کر اسے صاف کرتے ،پھر وضو کر کے نماز پڑھتے ۔(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی ،ص:٦٢)

چوہوں کا احترام ولی میں کھیت خالی کر جانا: ۔اب ایک واقعہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے صاحب زادے مولانا عبدالعزیز کے متعلق سنیے جو پروفیسر محمد صدیق مان اپنے والد مکرم چودھری عبداللہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں ۔ چودھری صاحب ممدوح فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ ہمارے کماد کے کھیت میں بے شمار چوہے آگئے اور کماد کی فصل برباد ہونے لگی ۔ میں نے مولوی عبدالعزیز کی خدمت میں عرض کیا تو فرمایا تم جاؤ اور چوہوں کے بلوں کی مٹی لے کر کھیت کے تین کونوں میں بکھیر دو ۔ چوتھا کونا خالی رہنے دینا ۔ میں تھوڑی دیر تک آتا ہوں ۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد مولانا عبدالعزیز وہاں پہنچ گئے اور کھیت کے خالی کونے میں کھڑے ہو گئے ۔ چودھری عبداللہ کہتے ہیں کہ مولانا نے مجھے بھی اپنے ساتھ کھڑا کر لیا۔ آواز دی: چوہو! یہ کماد انسانوں کی خوراک ہے، تمہاری نہیں ۔لہٰذا تمام چوہے جلد از جلد کھیت سے باہر نکل جائیں ۔ دوبارہ یہاں نہ آئیں ۔

چودھری عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا آواز سنتے ہی چوہوں کی قطاریں ہمارے پاؤں کے پاس سے گزر رہی تھیں ۔ ان کے بچے ان کے مونہوں میں تھے ۔ میری آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے اور خوشی سے ہنسی بھی آ رہی تھی ۔

اس طرح کے بہت سے واقعات و کرامات مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اور ان کے بعض اخلاف کے بارے میں مشہور ہیں جو اس کتاب میں خوانندگانِ محترم کے مطالعے میں آئیں گے ۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی ،ص:٦٢-٦٣)

مولانا اسحٰق حفظہ اللہ کی بزرگوں سے عقیدت: ۔بزرگانِ دین کے متعلق واقعات سے میں ابتدائے عمر ہی سے دلچسپی رکھتا ہوں ۔ بے حد شوق سے ان کے واقعات سنتا بھی ہوں ،پڑھتا بھی ہوں اور لکھتا بھی ہوں ۔ جن حضرات سے ان کے مراسم رہے اور وہ ان کی ادائے صالحیت سے متاثر ہوئے ،ان سے بھی مجھے قلبی لگاؤ ہے ۔ اس سے قبل میں نے صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کے حالات بھی بڑی دلچسپی سے لکھے ہیں ،جو ”تذکرہ صوفی محمد عبداللہ“ کے نام سے مکتبہ سلفیہ لاہور نے شائع کیے ۔ میرے نزدیک حضرت علامہ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ کے واقعاتِ حیات بھی نہایت سبق آموز ہیں جو اس فقیر نے تحریر کیے اور مکتبہ سلفیہ کی طرف سے شائع ہوئے ۔ اب ”تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ“ بھی نہایت محنت اور انتہائی شوق سے لکھا ہے ۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی ،ص:٦٣-٦٤)

خاندانی پس منظر

مولانا غلام رسول قلعوی کا نسب نامہ جو ان کے صاحب زادۂ گرامی مولانا عبدالقادر نے تحریر فرمایا ہے ،یہ ہے: غلام رسول بن مولوی رحیم بخش بن حافظ نظام الدین خادم بن حافظ بہاؤ الدین بن حافظ محمد اکرم بن حافظ عصمت اللہ بن حافظ عبداللہ بن شیخ سکندر بن نور محمد بن پیر محمد ۔

اس نسب نامے میں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے لے کر حافظ عبداللہ رحمہ اللہ تک سات بزرگوں کے ناموں کے آغاز میں بڑے بڑے القاب لکھے گئے ہیں ،مثلاً فاضل ،العالم ،الکامل ،ولی اللہ ،اہل اللہ ،المتقی وغیرہ ۔ان بزرگانِ عالی قدر کے حالات تو نہیں ملتے لیکن قرائن سے پتا چلتا ہے کہ فی الواقع یہ القاب ان پر صادق آتے ہیں ۔رحمہم اللہ ۔

مولانا عبدالقادر تحریر فرماتے ہیں: یہ نسب نامہ میں نے اپنے بزرگوں کی قلمی کتب سے نقل کیا ہے۔ سلسلۂ نسب قطب شاہ تک پہنچتا ہے۔ ہمارے جدِ اعلیٰ جن کا نام سکندر تھا موضع سکندر پور ضلع گجرات (پنجاب) میں رہتے تھے۔ موضع سکندر پور کے واحد مالک تھے۔ انہی کے نام سے گاؤں کا نام مشہور ہو گیا تھا۔ پیشے کے اعتبار سے زمیندار تھے اور ذات کے اعوان تھے۔ (سوانح حیات مولانا غلام رسول ص:۱۶-۱۷ بحوالہ تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۶۶-۶۷)

حافظ نظام الدین رحمہ اللہ کا روحانی تعلق: مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے دادا کا اسم گرامی حافظ نظام الدین تھا رحمہ اللہ۔ وہ فارسی کے شاعر تھے اور خادم تخلص کرتے تھے۔ محمد زبیر اعوان نے اپنے ایک مضمون میں ان کی تاریخ ولادت ۱۱۷۶ھ (۱۷۶۲ء) تحریر کی ہے اور مقام ولادت ضلع گوجرانوالہ کا گاؤں "بھومہ باٹھ" لکھا ہے۔ نیز بتایا ہے کہ وہ اپنے علاقے کے مشہور عالم دین، ادیب وانشاء پرداز، قادر الکلام شاعر اور علم الرؤیا کے ماہر تھے۔ ان کا روحانی تعلق ایک بزرگ کاکا شاہ رحمہ اللہ سے تھا جو ضلع سیالکوٹ کے موضع "گدگور" کے رہنے والے تھے۔

حافظ نظام الدین خادم رحمہ اللہ کو اسہال کا عارضہ لاحق ہو گیا تھا۔ وہ کچھ دن اس مرض میں مبتلا رہے۔ پھر اسی مرض سے ۱۲۳۹ھ (۱۸۲۴ء) کو نماز پڑھتے ہوئے حالتِ رکوع میں وفات پا گئے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۶۸-۷۰)

اشعار لکھ کر دستار میں محفوظ رکھنا:۔ وفات کے بعد ان کی دستار سے حسب ذیل فارسی اشعار نکلے جو انہوں نے زندگی کے آخری دور میں لکھے اور دستار میں رکھ لیے۔ ان اشعار سے صاف پتا چلتا ہے کہ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ یہ ان کی زندگی کے آخری دن ہیں اور وہ اسی بیماری کی حالت میں سفرِ آخرت پر روانہ ہو جائیں گے۔

یاراں وداع ماست سلامی و خیرباد   پادر رکاب ہم چو صبا ایستادہ فارسی
پرواز می کنیم چو بلبل ازیں چمن   اینک بکوچ بالِ عزیمت کشادہ ایم
یاد آورید حلقہ چو سازید انجمن   از ما کہ ہم چو حلقہ بروں اوفتادہ ایم
نوبت زما گزشت کنوں نوبت شماست   ما الفراق خواندہ بہ رفتن آمادہ ایم
برداشتیم خاطر ایں کارواں سرا   سوئے وطن گہی کہ ازاں بوم زادہ ایم
دارید ہوش دم بتغافل میادرید   ما عمر خویش بیہودہ برباد دادہ ایم
عمر عزیز برسر سود و زیاں گزشت   فارغ کنوں زفکر کم دہم زیادہ ایم
بگذاشتیم ایں غزل آخریں نشاں   ماخود قدم بوادئ اقدس نہادہ ایم
شاہد شوید جملہ بہ اقرارو صدق من   من بعد تن زینم مطیع ارادہ ایم

ان اشعار میں شاعر نے دردناک انداز میں دنیا سے اپنے رخصت ہونے کا اعلان کیا ہے اور اپنے دوستوں اور عزیزوں کو آخری سلام کیا اور خیر باد کہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم اسی طرح یہاں سے پرواز کر رہے ہیں جیسے باغ سے بلبل پرواز کر جاتا ہے۔ دنیائے فانی سے ہمارا معاملہ ختم ہوا، اب یہاں رہنے کی تمہاری باری ہے۔ یہ دنیا کاروانِ سرا ہے، جسے چھوڑ کر ہم وطن کو جا رہے ہیں۔ لوگو! تم یہاں ہوش سے رہو، ہم نے تو اپنی عمر بے ہودہ کاموں میں گزاری۔ ہماری آخری نشانی یہ چند اشعار ہیں جو ہم نے یہاں چھوڑے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۷۰-۷۱)

ولادت سے قبل بزرگوں کی بشارات:۔ کوٹ بھوانی داس سے تین کوس (موجودہ حساب سے پانچ کلومیٹر) کی مسافت پر ایک گاؤں "پیرو کوٹ" تھا۔ وہاں ایک شخص میاں محمد یوسف رحمہ اللہ فرو کش تھے جو اس علاقے کے نیک اطوار بزرگ تھے۔ نجاری ان کا پیشہ تھا۔ وہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے والد مولوی رحیم بخش کے دوست تھے اور دونوں حقیقی بھائیوں کی طرح رہتے تھے۔ ایک دن چھوڑ کر اگلے دن وہ

مولوی رحیم بخش رحمہ اللہ کے پاس کوٹ بھوانی داس آیا کرتے تھے۔ دونوں کی گفتگو ہمیشہ علم و عمل اور خیر و صالحیت کے دائرے میں رہتی تھی۔

ایک روز میاں محمد یوسف رحمہ اللہ نے مولوی رحیم بخش رحمہ اللہ کی پشت پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ ایک بیٹا عطا فرمائے گا جو نہایت صالح اور پرہیز گار ہوگا۔ اس کی تبلیغ دین اور صالحیت سے متاثر ہو کر کثیر تعداد میں لوگ اسلام کی صراط مستقیم پر گامزن ہوں گے۔ اس کا نام غلام رسول رکھنا۔ وہ صحیح معنوں میں غلامِ رسول یعنی اطاعتِ رسول (ﷺ) کا دم بھرنے والا اور متبع کتاب و سنت ہوگا۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۷۶)

والدہ کو خواب میں بشارت: اسی اثنا میں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی والدہ نے خواب دیکھا کہ ان کی گود میں چودھویں رات کا چاند آ گرا ہے اور اس کی روشنی مشرق سے مغرب تک چلی گئی ہے۔ یہ چاند ان کی گود میں مسلسل بڑھتا جا رہا ہے اور اس کی روشنی چار سو پھیل رہی ہے۔ بعض لوگوں سے اس کی تعبیر پوچھی گئی تو بتایا گیا کہ اس خاتون کے بطن سے ایسا عالی بخت بیٹا پیدا ہوگا جو بڑا ہو کر کتاب و سنت کی تبلیغ کرے گا اور اس کی تبلیغ سے لوگ مستفیض ہوں گے اور شریعت مطہرہ کا نور پھیلے گا پھر لوگوں نے دیکھا کہ ایسا ہی ہوا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۷۶-۷۷)

عالم طفولیت کی کرامات:۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے بارے میں ان کے تذکرہ نگار بیٹے مولانا عبدالقادر لکھتے ہیں کہ انہوں نے بچپن میں والدہ ماجدہ کی گود میں کبھی پیشاب نہیں کیا۔ والدہ نماز کے اوقات میں بھی بچے کو چارپائی پر لٹا دیتیں اور خود نماز پڑھنے لگتیں، وہ آرام سے لیٹے رہتے، والدہ کے دورانِ نماز میں کبھی نہیں روئے۔ تہجد کی نماز بھی آرام سے پڑھتیں اور بچہ چپ چاپ لیٹا رہتا۔ ان کے والد مولوی رحیم بخش رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ میرا بچہ اتنا خاموش طبع ہے کہ رونا جانتا ہی نہیں۔ رمضان المبارک میں صبح سے شام تک نہ دودھ پیتے نہ پانی، ان کی اس خصوصیت کی بنا پر لوگوں میں مشہور تھا کہ میاں رحیم بخش رحمہ اللہ کا شیر خوار بچہ روزے رکھتا ہے۔ اس روزے دار بچے کو لوگ ان کے گھر دیکھنے کیلئے آیا کرتے تھے۔ (سوانح حیات مولانا غلام رسول، ص:۲۷)، (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۷۷-۷۸)

متقی بچہ کی لوگوں میں عقیدت:۔ غلام رسول کے ساتھ کھیلنے والے بچوں میں سے کوئی بچہ شرارت کرتا یا کسی کو پریشان کرتا اور برا بھلا کہتا تو وہ اسے روکتے اور سمجھاتے کہ اس طرح کی حرکتیں کرنا بری بات ہے، اسلام میں اس سے منع کیا گیا ہے۔

ظاہر ہے اس وقت انہوں نے نہ کوئی تعلیم حاصل کی تھی اور نہ تعلیم حاصل کرنے کی عمر تھی۔ نہ اہل علم کی مجلسوں میں بیٹھتے تھے، نہ اس طرح کا شعور تھا۔ کسی قسم کے وعظ و نصیحت سے بھی انہیں کوئی تعلق نہ تھا، لیکن ان کے اندر ایک فطری جذبہ تھا اور ضمیر کی ایک خوش گوار صدا اور معصوم سی تمنا تھی جو غیر شعوری طور پر ان کے دل کی گہرائیوں سے اُٹھتی اور اپنے ساتھی بچوں کے کانوں تک پہنچتی اور انہیں متاثر کرتی تھی۔ اس تاثر کی وجہ سے لوگ انہیں "متقی بچہ" کہنے لگے۔ ان کے گاؤں کے ہندوؤں میں مشہور تھا کہ مولوی رحیم بخش کا یہ بچہ ولی اللہ ہے۔ گاؤں کے عام لوگوں کو ان سے اتنی عقیدت ہو گئی تھی کہ کوئی بیمار ہو جاتا تو وہ ان سے پانی دم کرا کے مریض پر چھڑکتے یا اسے پلاتے تو اللہ اسے صحت عطا فرما دیتا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۷۸)

گمشدہ گدھے کی صحیح اطلاع دینا:۔ (کرامت): ان کے بچپن کا ایک واقعہ سنیے جو نہایت عجیب و غریب ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک دن ایک کمہار نے ان سے کہا: متقی صاحب! میرا گدھا گم ہو گیا ہے، میں نے بہت تلاش کیا، لیکن ملا نہیں، میں سخت پریشان ہوں۔

کہا: گدھا آپ کے گھر میں ہے۔ اس نے کہا: میرے گھر میں نہیں ہے، گم ہو گیا ہے۔

انہوں نے جب زور دے کر کہا کہ گھر میں ہے تو وہ یہ دکھانے کیلئے کہ گھر میں نہیں ہے، انہیں پکڑ کر اپنے گھر لے گیا۔ دیکھا تو گدھا گھر میں کھڑا تھا۔ مطلب یہ کہ بچپن ہی میں ان پر آثار بزرگی ظاہر ہونے لگے تھے اور ان کے اندر علاماتِ کرامات کروٹ لینے لگی تھیں۔

بہر حال یہ خاندان متقی خاندان تھا، اس خاندان کے بچے بھی صالحیت کے اوصاف سے متصف تھے۔ اب بھی اس خاندان کے افراد میں حلم، رواداری، سخاوت، خدا ترسی اور نرم دلی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۷۹)

کند ذہنی کا خواب میں غیبی علاج:۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ پانچ سال کے ہوئے تو انہیں قرآن مجید پڑھنے کیلئے مسجد میں ایک

استاد کی خدمت میں لایا گیا۔ لیکن پڑھنے میں نہایت کمزور تھے۔ نہ یادداشت نہ حافظہ۔ بڑی مشکل سے قرآن مجید پڑھا۔ والد اور گھر کے تمام افراد پریشان و فکرمند، جو کچھ سوچا تھا وہ ظہور میں نہیں آ رہا تھا۔ چند سال اسی طرح گزر گئے۔ پڑھنے لکھنے کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔ اتنا نیک اور شریف طبع بچہ، بالکل غبی، والدین کیلئے ذہنی اعتبار سے یہ نہایت تکلیف رساں معاملہ تھا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۸۰)

پنجاب میں اس وقت سکھوں کا راج تھا اور راجا رنجیت سنگھ تخت حکومت پر متمکن تھا، جس کی حکمرانی کا دور انیسویں صدی کے آغاز سے لے کر ۱۸۳۹ء تک چلتا ہے۔ اس غبی اور کمزور ذہن بچے نے خواب میں دیکھا کہ وہ راجا رنجیت سنگھ کے طویلے میں اذان دے رہا ہے اور اس کی اذان سن کر بہت بڑی تعداد میں دور دور سے لوگ اس کی طرف آ رہے ہیں۔ یہ خواب اس بچے نے اپنے جد امجد حافظ نظام الدین خادم رحمہ اللہ کو سنایا تو انہوں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ تم آگے چل کر اسلام کے اتنے بڑے مبلغ بنو گے کہ بہت سے لوگ تمہاری تبلیغ سے اثر پذیر ہو کر تمہارے ہاتھ پر دائرۂ اسلام میں داخل ہوں گے۔

یہ ایک خواب تھا جو عالم طفولیت میں مولانا غلام رسول نے دیکھا اور یہ اس کی تعبیر تھی جو ان کے دادا حافظ نظام الدین خادم رحمہ اللہ نے اپنے ہونہار پوتے کو بتائی۔ آگے چل کر یہ تعبیر بالکل صحیح ثابت ہوئی اور ایک دنیا نے ان سے حصول فیض کیا، جس کی تفصیل کتاب کے آئندہ اوراق میں ہمارے علم میں آئے گی۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۸۰-۸۱)

دادا کی خدمت اور ان کی دعا: اس واقعہ سے چند روز بعد حافظ نظام الدین رحمہ اللہ کو اسہال کا مرض لاحق ہو گیا، جس نے طوالت اختیار کر لی۔ اب غلام رسول رحمہ اللہ ان کی خدمت میں رہنے لگے۔ بیماری کی وجہ سے حافظ صاحب نہ رات کو سو سکتے تھے، نہ دن کو، غلام رسول رحمہ اللہ بھی ان کے ساتھ جاگتے اور ان کی غلاظت صاف کرتے۔ ایک دن سحری کے وقت انہوں نے دیکھا کہ بچہ جاگ رہا ہے اور ہاتھوں سے ان کی غلاظت صاف کر رہا ہے۔ انہوں نے تعجب سے فرمایا: غلام رسول تم جاگ رہے ہو اور غلاظت صاف کرتے ہو، ایک وقت آئے گا کہ اسی طرح لوگ تمہاری خدمت کریں گے، تمہیں لوگوں میں مقبولیت حاصل ہو گی اور تمہاری تبلیغ اسلام سے لوگوں کے دلوں کی غلاظت اور گندگی ختم ہو گی۔

مولانا غلام رسول کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ وہ ہمیشہ اپنے عقیدت مندوں کو یہ واقعہ سناتے اور فرماتے کہ مجھے اپنے دادا صاحب ہی سے فیض حاصل ہوا ہے اور میں جو کچھ ہوں، یہ ان کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۸۱-۸۲)

توجہ ولی اور کند ذہنی کا علاج: جس دن حافظ نظام الدین رحمہ اللہ نے اپنے پوتے غلام رسول سے فرمایا کہ جس طرح تم میری خدمت کرتے ہو، اسی طرح لوگ تمہاری خدمت کریں گے، اس سے دوسرے دن حافظ صاحب کے ایک دوست کاکا شاہ کوٹ بھوانی داس تشریف لائے، ان صاحب سے ملے اور ان سے گفتگو کی۔

کاکا شاہ صاحب ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں موضع گنڈ گوڑ کے رہنے والے تھے۔ نہایت پرہیزگار بزرگ تھے۔ حافظ صاحب نے ان سے فرمایا کہ میرا اب آخری وقت ہے۔ غلام رسول میں صالحیت کے آثار پائے جاتے ہیں۔ میں نے اس کیلئے حصول فیض کی دعائیں کی ہیں۔ اس کی پرورش اور حفاظت کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہے لیکن آپ اس کا خیال رکھیں۔ یہ لڑکا ضائع نہ ہو جائے۔

دوسرے روز شاہ صاحب فی امان اللہ کہہ کر اپنے گاؤں گنڈ گوڑ چلے گئے اور اس سے اگلے دن حافظ نظام الدین کا انتقال ہو گیا۔

کچھ روز بعد شاہ صاحب دوبارہ کوٹ بھوانی داس آئے اور غلام رسول رحمہ اللہ کو پڑھنے کیلئے چند الفاظ بتائے۔ دوسرے دن انہوں نے ان سے وہ الفاظ پوچھے تو جواب دیا کہ جو الفاظ آپ نے بتائے تھے، میں وہ الفاظ بھول گیا ہوں۔ شاہ صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا: اتنی جلد بھول گئے۔ حافظ ندارد ... کہا تم میرے دوست کے پوتے ہو۔ تمہارے متعلق انہوں نے مجھے خاص طور پر وصیت کی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے غلام رسول کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: برخوردار! کہو: "اللهم بارك لي في علمي و عملي رب زدني علما"

"اے اللہ! میرے علم اور عمل میں برکت فرما اور میرے علم میں اضافہ فرما"۔ مولانا غلام رسول کی عمر اس وقت تقریباً بارہ برس کی تھی۔ یہ

الفاظ پڑھنے کے بعد ان کا ذہن کھل گیا۔ وہ جو کچھ پڑھتے فوراً حافظے کی لوح پر نقش اور زبان پر جاری ہو جاتا۔ ان کے سوانح نگار لکھتے ہیں:

> ”مولانا غلام رسول فرمایا کرتے تھے کہ جس دن شاہ صاحب نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر مجھے یہ دعا پڑھائی تھی، اس دن سے اگر میں نے سو صفحے کی کتاب کا مطالعہ کیا تو وہ پوری کتاب مجھے یاد نہیں رہی تو اس کا مطلب میرے ذہن میں محفوظ ہو گیا۔“ (سوانح حیات مولانا غلام رسول، ص:۳۲)

شاہ صاحب نے رخصت ہوتے وقت ان سے کہا کہ جب میں تمہیں بلاؤں، مجھے ضرور ملنا۔ جس طرح ہو سکے درسی کتابیں پڑھ لو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری حفاظت فرمائے گا۔ وہی سب کا حافظ و ناصر ہے۔ یادِ خدا میں مشغول رہو۔ یہ کہہ کر دعا کی اور چلے گئے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۸۲-۸۳)

روزانہ تہجد میں 36 مرتبہ یٰسین پڑھنے کا حکم: اپنے دادا حافظ نظام الدین خادم رحمہ اللہ کی وفات کے چند روز بعد مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تحصیل علم کیلئے لاہور آئے۔ یہاں کی لال مسجد (اندرون بھاٹی گیٹ) میں اس عہد کے ایک عالم مولانا غلام محی الدین بگوی کا سلسلۂ درس جاری تھا، اس میں شامل ہو گئے۔ دو ماہ کے بعد استاذِ محترم سے اجازت لے کر شاہ صاحب کی خدمت میں گڈ گوڑ گئے۔ وہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور نصیحت فرمائی کہ چھتیس مرتبہ روزانہ نمازِ تہجد میں سورہ یٰس پڑھا کرو۔ اس کے علاوہ بہ کثرت درود شریف اور چند وظائف پڑھنے کی تاکید فرمائی۔ نیز ارشاد فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اسی طرح کرو جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کرتے تھے۔

اصل صوفی اور شیخ وہ ہے، جس کے افعال و اعمال فرامینِ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مطابق ہوں۔ ایسے ہی لوگ کامل اور لائق بیعت ہوتے ہیں۔ جو لوگ ان اوصاف سے محروم ہیں، ان سے کنارہ کش رہو۔ شاہ صاحب نے انہیں اس قسم کی اور بھی نصیحتیں کیں۔

شاہ صاحب کی ان نصائح سے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نہایت متاثر ہوئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ باتیں سن کر ان کے سامنے حقیقت واضح ہو گئی اور انہیں پتا چل گیا کہ نیکی کیا ہے اور برائی کیا ہے۔ پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب ان سے کوئی خلاف سنت کام ہونے لگتا تو انہیں ایسے محسوس ہوتا کہ اس کے ارتکاب سے انہیں خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منع فرما رہے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے انہیں اس درجہ محبت پیدا ہو گئی اور دل میں ایسا انقلاب آیا کہ بے شک انہیں مار دیا جائے، ان کے ٹکڑے کر دیے جائیں اور انہیں آگ میں پھینک دیا جائے، وہ ہر حال میں اتباعِ سنت پر کاربند رہیں گے اور ہر صورت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنا رشتہ محبت قائم رکھیں گے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۸۳تا۸۵)

دورانِ درس یادِ بزرگ سے بے تابی: مولانا واپس لاہور آئے تو مولانا غلام محی الدین بگوی رحمہ اللہ لاہور کی سکونت ترک کر کے اپنے اصل مسکن بگہ چلے گئے تھے اور ان کی جگہ ایک اور استاذ ان کی مسند درس پر فائز ہو گئے تھے۔ وہ مدرس اور عالم تو بے شک اچھے تھے لیکن ان کی عملی حالت کمزور تھی۔ مولانا غلام رسول کچھ عرصہ ان کے حلقۂ درس میں رہے اور اس اثناء میں ان سے علم نحو کی دو کتابیں پڑھیں۔ ایک ہدایت النحو، دوسری کافیہ۔

کچھ مدت کے بعد مولانا نے اپنے استاذ سے شاہ صاحب ممدوح کی خدمت میں حاضر ہونے کیلئے اجازت طلب کی، لیکن انہوں نے اجازت نہیں دی۔ چند روز کے بعد پھر اجازت مانگی، اب بھی انہیں اجازت نہیں ملی۔ تیسری دفعہ پھر درخواست کی، لیکن منظور نہیں کی گئی۔ اب انہوں نے فیصلہ کیا کہ یہاں سے چلے جانا چاہیے چنانچہ کتابیں اٹھائیں اور شاہ صاحب کی خدمت میں حاضری کیلئے چل پڑے۔ ان کے گاؤں پہنچے تو معلوم ہوا کہ شاہ صاحب وفات پا گئے ہیں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۸۵-۸۶)

والد محترم کی حالت سجدہ میں رحلت: مولانا غلام رسول گاؤں پہنچے تو ان کے والد محترم مولوی رحیم بخش رحمہ اللہ بیٹے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ فرمایا اچھا ہوا تم آ گئے اور مجھ سے ملاقات ہو گئی۔ وہ بیٹے کی دین داری اور شوقِ حصول علم سے بڑے مطمئن تھے۔ مولانا کی آمد کے دوسرے دن وہ جماعت کے ساتھ نماز عصر پڑھ رہے تھے کہ چوتھی رکعت کے سجدے میں رحلت فرما گئے۔

ظاہر ہے یہ اچانک موت تھی اور بہت بڑا حادثہ تھا۔ لیکن اللہ کو یہی منظور تھا، صبر شکر کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ ان کی وفات چوں کہ حالت سجدہ

میں ہوئی تھی، اس لیے اللہ تعالیٰ نے یقیناً ان کی مغفرت فرمادی ہوگی۔ والد کے کفن دفن کے بعد وہ بگہ تشریف لے گئے اور وہاں مولانا غلام محی الدین بگوی کے برادرِ صغیر مولانا احمد الدین بگوی کے حلقۂ درس میں شامل ہوگئے۔ پھر باقی ماندہ تمام مروجہ درسی کتابیں انہیں سے پڑھیں۔

مولانا غلام محی الدین بگوی اور مولانا احمد الدین بگوی رحمہما اللہ دونوں بھائی اپنے عہد کے مشہور مدرس اور عالم تھے۔ ان سے بے شمار شائقین علوم دینیہ نے استفادہ کیا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۸۶-۸۷)

اساتذہ کرام

مولانا حافظ غلام محی الدین بگوی رحمہ اللہ پنجاب کے جس خاندان سے تعلق رکھتے تھے، وہ کئی پشتوں سے مرجع خلائق تھا اور اس کے اکثر افراد علم وعمل اور زہد وتقویٰ کی دولت سے بہرہ ور تھے۔ مولانا ممدوح کے والد کا نام حافظ نور حیات، دادا کا حافظ محمد شفا اور پردادا کا اسم گرامی نور محمد تھا۔ ان کا سلسلۂ نسب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

حافظ غلام محی الدین رحمہ اللہ کے اسلاف میں ایک بزرگ عبدالرحمٰن بن صالح تھے جو آٹھویں صدی ہجری میں وارد پنجاب ہوئے۔

حافظ نور محمد کے جانشین حافظ محمد شفا ہوئے۔ انہوں نے ۱۲۲۰ھ (۱۸۰۵-۶ء) میں وفات پائی۔ حافظ غلام محی الدین انہی حافظ محمد شفا کے پوتے تھے۔ والد کا نام حافظ نور حیات تھا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۸۸-۸۹)

ایک غیبی بزرگ کی پیشگوئی:۔ حافظ غلام محی الدین بگوی رحمہ اللہ اپنے علاقے اور عہد کے ممتاز عالم تھے۔ تفسیر وحدیث، فقہ وکلام، اصول ومعانی اور دیگر علوم متداولہ میں درک رکھتے تھے۔ زہد واتقا کی دولت سے بھی بارگاہِ الٰہی سے انہیں خاص حصہ ملا تھا۔

حافظ غلام محی الدین محرم ۱۲۱۰ھ (اگست ۱۷۹۵ء) کو اپنے آبائی گاؤں بگہ میں پیدا ہوئے۔ ان کے بارے میں ایک عجیب واقعہ منقول ہے جو ان کے بالکل ابتدائی ایام سے تعلق رکھتا ہے اور اس کے راوی ان کے والد ماجد حافظ نور حیات ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات وہ نمازِ تہجد کیلئے اٹھے تو از راہِ محبت اپنے بچے غلام محی الدین کو گود میں اٹھا کر ساتھ لے گئے اور دریائے جہلم کے کنارے پہنچے۔ کپڑا بچھا کر بچے کو لٹا دیا اور خود وضو کر کے نوافل پڑھنے لگے۔ اندھیری رات تھی اور بچہ قدرے فاصلے پر تھا۔ کچھ دیر بعد انہیں خیال گزرا کہ ایسا نہ ہو کوئی درندہ آجائے اور بچے کو اذیت پہنچائے، بچے کو اپنے پاس ہی لٹانا چاہیے۔ اس خیال سے جب وہ بچے کو اٹھانے گئے تو دیکھا کہ ایک مبارک صورت سفید ریش بزرگ بچے کو گود میں لیے بیٹھے ہیں۔ باپ نے بزرگ سے درخواست کی کہ اس بچے کیلئے دعا فرمائیں کہ یہ باعمل عالم ہو۔ بزرگ نے کہا یہ باعمل عالم ہی ہوگا اور لوگوں کو اس سے فیض پہنچے گا۔ یہ الفاظ کہہ کر وہ بزرگ ان کی آنکھوں سے غائب ہوگئے۔

غلام محی الدین چار برس چار ماہ کے ہوئے تو انہیں مسجد میں لے جا کر حافظ حسن کے سپرد کر دیا گیا جو بچوں کو قرآن مجید پڑھاتے تھے۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۸۹-۹۰)

ایک مہینے میں قرآن حفظ کرلینا:۔ انہوں نے تھوڑے عرصے میں ناظرہ قرآن مجید پڑھ لیا تھا۔ آواز اچھی تھی، مگر قرآن مجید حفظ نہیں کیا تھا۔ ان کے قرآن پڑھنے کے بعد پہلا ماہِ رمضان آیا تو لوگوں نے ان کے والد حافظ نور حیات سے کہا کہ تراویح میں غلام محی الدین سے قرآن سننا چاہیے۔ والد نے بیٹے سے پوچھا کہ تم قرآن مجید سنا سکو گے؟ عرض کیا آپ اگر روزانہ میرے ساتھ ایک پارے کا دور کرلیا کریں تو سنا سکوں گا۔ چنانچہ یہ سلسلہ شروع کر دیا گیا اور انہوں نے اسی ماہِ رمضان میں پورا قرآن مجید حفظ کرلیا اور نمازِ تراویح میں سنا بھی دیا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۹۰-۹۱)

حضرت شاہ غلام علی مجددی نقشبندی کی بیعت: حافظ غلام محی الدین رحمہ اللہ نے حدیث کی کتابیں ختم کرلیں تو ان کے استاذِ محترم حضرت شاہ محمد اسحاق رحمہ اللہ اپنے اس لائق شاگرد کو حضرت شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی خدمت میں لے گئے اور سندِ حدیث عطا فرمانے کی درخواست کی۔ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ نے ان سے حدیث اور علم حدیث کے متعلق چند سوالات پوچھے جن کے انہوں نے صحیح صحیح جواب دیے۔ شاہ صاحب جواب سن کر خوش ہوئے اور سندِ حدیث عطا فرما کر دعا کی اور فرمایا ان شاء اللہ آپ سے ادگوں کو فیض پہنچے گا۔ ساتھ

ہی نصیحت کی کہ "وطن جا کر ایسی کوئی بات نہ کرنا جس سے لوگوں میں تفرقہ پیدا ہو۔"

قیام دہلی کے زمانے میں انہوں نے شاہ غلام علی رحمہ اللہ مجددی کی بیعت کی اور ان سے استفاضہ کیا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی ص: ۹۱-۹۲)

تحصیل علم کے بعد تلاش مرشد کا سفر: قمری حساب سے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی ولادت ۱۲۲۸ھ میں ہوئی جو عیسوی حساب سے 1813ء بنتا ہے۔ نیکی کے آثار تو ان میں ابتدائی عمر ہی میں نمایاں ہونے لگے تھے جو بہ فضل الٰہی اس زمانے اور علاقے کے بزرگ کاکا شاہ صاحب رحمہ اللہ کی دعا اور تلقین و نصیحت سے مزید ابھر آئے تھے۔ تعلیم حاصل کرنے کا شوق بھی ذہن میں تیزی سے کروٹ لینے لگا تھا۔ تقریباً بارہ سال کی عمر میں انہوں نے باقاعدہ طلب علم کی راہ پر قدم رکھا۔ قمری حساب سے یہ کم و بیش ۱۲۴۰ھ کا زمانہ ہے اور عیسوی حساب سے ۲۵-۱۸۲۴ء کا۔ یہ وہ وقت تھا جب کہ کہیں آنے جانے کے موجودہ ذرائع کا کوئی تصور نہ تھا۔ بالعموم پیدل سفر کیا جاتا تھا۔ اور دور حال کے نقطۂ نظر سے کہنا چاہیے کہ ایک گھنٹے کی مسافت پہروں میں طے ہوتی تھی۔ لاہور اور بگہ کے اساتذہ (مولانا حافظ غلام محی الدین اور حافظ احمد الدین بگوی) سے انہوں نے آٹھ سال کے لگ بھگ تعلیم حاصل کی اور بیس برس کی عمر میں اس دور کے مروجہ علوم کی تکمیل کی۔ اس وقت ان کا خاندان کوٹ بھوانی داس میں مقیم تھا۔

میہاں سنگھ (قلعہ اسلام) اس زمانے کے سکھوں میں شریف آدمی تھا اور مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے والد حافظ رحیم بخش رحمہ اللہ کا شاگرد تھا۔ اس نے اپنے استاذ مکرم حافظ رحیم بخش سے اپنے آباد کردہ گاؤں قلعہ میہاں سنگھ (قلعہ اسلام) تشریف لانے اور وہاں مستقل طور سے سکونت اختیار کرنے کی درخواست کی۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی ص: ۹۸-۹۹)

خواب کی تعبیر پوری ہو جانا: میہاں سنگھ (قلعہ اسلام) نے ان لوگوں سے نہایت عزت کا برتاؤ کیا۔ وہاں انہوں نے مسجد تعمیر کی، جس میں دن رات میں پانچ وقت اذان گونجنے لگی اور باقاعدہ جمعہ و جماعت کی ادائیگی کا اہتمام کیا گیا۔ دینی مدرسہ قائم کیا، جس میں درس و تدریس کے سلسلے کا آغاز ہوا اور تھوڑی مدت میں قلعہ میہاں سنگھ (قلعہ اسلام) دینی علوم کا ایک بڑا مرکز قرار پا گیا۔ اس طرح مولانا غلام رسول کے بچپن کے اس خواب کی تعبیر سامنے آ گئی جس میں انہوں نے دیکھا تھا کہ وہ راجا رنجیت سنگھ کے طویلے میں اذان دے رہے ہیں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی ص: ۹۹-۱۰۰)

کامل مرشد کی تلاش کا بے پناہ جذبہ: مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے قلبِ صافی میں محبتِ الٰہی کا انتہا درجے کا جوش اور تعلق باللہ کا بے پناہ جذبہ پیدا ہو گیا تھا جو انہیں کسی مرشد کامل کے دروازے پر حاضری کیلئے مجبور کرتا تھا۔ کسی نے بتایا کہ علاقہ بونیر میں ایک بزرگ اخوند صاحب رہتے ہیں جو متقی اور ولی اللہ شخص ہیں۔ بہت سے لوگ ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور ان سے صالحیت کا درس لیتے ہیں۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ بھی وہاں پہنچے اور ان سے ملاقات کی۔

مولانا دو دن ان کے پاس ٹھہرے، پھر واپس لوٹ آئے۔ راستے میں علاقہ ہزارہ کے ایک گاؤں تربیلا پہنچے تو وہاں کے نمبردار کے گھر قیام کیا۔ نمبردار نے مقصدِ سفر دریافت کیا تو انہوں نے پوری روداد بیان فرما دی۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی ص: ۱۰۰-۱۰۱)

مرشد و مرید کی خوشی: گاؤں کا یہ نمبردار (یا چودھری، ارباب) اخوند سیّد محمد امیر (ساکن کوٹھا، تحصیل صوابی ضلع مردان) کا مرید تھا۔ اس نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کو سیّد محمد امیر صاحب رحمہ اللہ کے متعلق بتایا اور ان کے زہد و تقویٰ اور علم و عمل کے واقعات سنائے تو وہ نہایت متاثر ہوئے اور ان کی خدمت میں حاضر ہونے کا عزم کیا۔ رات بہ مشکل وہاں بسر کی اور فجر کی نماز پڑھتے ہی موضع کوٹھا کی طرف روانہ ہو گئے۔ پہاڑی راستہ اور مولانا اس نواح کے اجنبی مسافر۔ بڑی مشکل سے وہاں پہنچے۔ سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ کو دیکھتے ہی دل میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ اسی آن ان سے سلسلہ بیعت سے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا: میں مولانا اسماعیل شہید دہلوی رحمہ اللہ کے مرشد سیّد احمد شہید بریلوی رحمہ اللہ سے بیعت ہوں اور انہی سے میں نے فیض پایا ہے۔

یہ الفاظ سنتے ہی مولانا غلام رسول رحمہ اللہ خوش ہو گئے اور طویل و مشکل سفر کی تکان دور ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوا کہ نئی زندگی مل گئی ہے۔ کاکا

شاہ صاحب رحمہ اللہ نے نصیحت کرتے ہوئے جس قسم کے اولیاء اللہ کا ذکر فرمایا تھا اور جن اوصاف حسنہ کے لوگوں کی نشان دہی فرمائی تھی، وہ تمام اوصاب سیّد امیر صاحب ممدوح کی ذات گرامی میں پائے جاتے تھے۔

سیّد صاحب رحمہ اللہ نے بھی انہیں دیکھ کر بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور اٹھ کر سینے سے لگایا۔ فرمایا تیری خوشی کا بھی کوئی حساب نہیں اور میری خوشی کا بھی کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ مجھے آج تک تیرے جیسا مشتاقِ سنت شخص نہیں ملا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۱۰۱-۱۰۲)

سیّد صاحب کا طریق تعلیم واصلاح:۔ سیّد صاحب اپنے ملنے والوں اور ان کے حلقۂ بیعت میں شامل ہونے والوں کو وہی وظائف پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی اور کتب حدیث میں منقول ہیں۔ نیز انہیں احکامِ شریعت کی پابندی کرنے اور نماز روزے کی ادائگی کی سختی سے تلقین فرماتے۔

چند روز مولانا ان کی خدمت میں رہے۔ پھر اپنے وطن قلعہ اسلام واپس آ گئے۔ اب انہوں نے سلسلۂ درس بند کر دیا تھا اور ہر وقت ذکرِ الٰہی اور تلاوتِ قرآن میں مشغول رہنے لگے تھے۔ لوگوں کو نیک کام کرنے کی تاکید اور منہیات سے روکنا ان کا شب و روز کا معمول قرار پا گیا تھا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۱۰۲)

خواجہ سلیمان تونسوی سے ملاقات کا شوق:۔ کوٹھا (علاقہ مردان) سے واپس آئے تھوڑے دن ہوئے تھے کہ کسی نے بتایا تونسہ (ضلع ڈیرہ غازی خاں) میں ایک بزرگ خواجہ سلیمان رحمہ اللہ رہتے ہیں، جن کی نیکی اور صالحیت کا بڑا شہرہ ہے۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ ان سے ملاقات کیلئے تونسہ کو روانہ ہو گئے۔ یہ بھی ایک طویل اور تکلیف دِہ سفر تھا، لیکن انہیں بزرگوں اور دین دار لوگوں سے ملنے کا اتنا شوق تھا کہ سفر کی طوالت اور اذیت رسانی کا انہیں کوئی احساس نہ ہوتا تھا۔ یہ ایک ایسا پُرخلوص جذبہ تھا جو اس راہ کی تمام مشکلات پر غالب آ جاتا تھا۔ چلتے چلتے وہ رات کے وقت ایک گاؤں میں پہنچے۔

خلاصہ کلام یہ کہ جب مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تونسہ گئے تو خواجہ سلیمان وہاں نہیں تھے، کہیں لمبے دورے پر گئے تھے۔ مولانا واپس اسی گاؤں میں آئے اور امام صاحب کو سرگزشت سنائی تو انہیں بڑی مسرت ہوئی۔ (سوانح حیات مولانا غلام رسول، ص:۴۴-۴۵)

تونسہ کو دوبارہ روانگی اور خواجہ صاحب سے ملاقات:۔ مولانا کا یہ بھرپور جوانی کا زمانہ تھا اور صحت بہت اچھی تھی۔ بزرگوں سے ملاقات اور حصول فیض کا شوق انہیں ہر اس جگہ لے جاتا، جہاں کسی بزرگ کی موجودگی کا پتا چلتا۔ اسی شوق کی وجہ سے (جیسا کہ ابھی بتایا گیا) وہ تونسے گئے، لیکن وہاں کے پیر خواجہ سلیمان رحمہ اللہ سے ان کی ملاقات نہ ہوئی۔ اب کچھ عرصے کے بعد انہوں نے دوبارہ تونسہ جانے کا فیصلہ فرمایا اور وہاں پہنچ گئے۔ خواجہ صاحب سے ملاقات ہوئی اور ان کی خدمت میں منظوم (فارسی) خط پیش کیا، جو چوالیس (۴۴) اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کا آغاز اس طرح ہوتا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دریغا زندگانی رفت بر باد　　ز جور نفسک ام اره فریاد
منادی می زند کوس روارو　　که زیں دار د سپنجی راهگرا شو
نبا شد دائما ایں سنبل و گل　　نه شورِ قمری ونے سوزِ بلبل
خزاں افتد دریں باغ و بهاری　　کند ابر فنا نمش آب داری
نماند نرگس ونے لاله زاراں　　نه ایں حسن و جمالِ گلعذاراں
کنوں وقت است شو از خواب بیدار　　دل اندر یار بسند و دست در کار
بسے دور است سامانِ سفر کن　　زپیا بندئ ایں دنیا گزر کن

کہ چوں برہم زند ایں کار و بارت   بزیرِ خاکِ گور افتد گزارت

مولانا فرماتے ہیں: ”ان شعروں سے خواجہ سلیمان رحمہ اللہ بہت خوش ہوئے۔ چند روز خواجہ سلیمان رحمہ اللہ نے مجھے اپنے ہاں ٹھہرایا۔ مجھ پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ اب تم کو مرید ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم خود لوگوں کو اپنا مرید بنایا کرو۔ بعد رخصت میں گھر آیا۔ (سوانح حیات مولانا غلام رسول، ص: ۴۸-۴۸ بحوالہ تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۰۲-۱۰۵)

ایک اور مجذوب بزرگ کی خدمت میں حاضری کا سفر:۔ کچھ دن مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اپنے گھر (قلعہ اسلام) قیام فرما رہے۔ پھر اپنے سسرال فتح گڑھ چوڑیاں (ضلع گورداس پور چلے گئے جو قیامِ پاکستان کے بعد ہندوستانی پنجاب میں شامل کیا گیا) اس علاقے کے لوگوں سے معلوم ہوا کہ علاقہ تخت ہزارہ کے موضع ”بچے“ میں ایک باکمال ولی رہتے ہیں جنہیں حافظ صاحب کہا جاتا ہے۔ یہ سن کر وہ فتح گڑھ چوڑیاں سے تخت ہزارہ کو چل پڑے۔ دوسرے سفروں کی طرح یہ سفر بھی پیدل طے کیا، کیوں کہ اس زمانے میں نہ ریل تھی، نہ موٹریں تھیں، حافظ صاحب کے پاس پہنچے تو انہوں نے فرمایا کہ آپ کا معاملہ میری رسائی علم سے بہت بلند ہے۔ آپ فلاں بزرگ سے ملیے۔ وہ موضع گڑھی اعواناں میں ملک رحمت خاں کے گھر رہتے ہیں۔ ان بزرگ کے نام حافظ صاحب نے خط بھی دیا۔ وہ اس گاؤں میں ملک رحمت خاں کے گھر پہنچے تو انہوں نے بتایا کہ وہ باہر کھیتوں میں لوگوں کے گدھے چرانے گئے ہیں۔

بات یہ ہے کہ وہاں کے لوگ گدھوں سے بہت کام لیتے تھے اور جب گدھے زیادہ کمزور یا بیمار ہو جاتے تو وہ انہیں چھوڑ دیتے، ان بزرگ کی عادت تھی کہ وہ بیمار اور کمزور گدھوں کا فی سبیل اللہ علاج کرتے اور جب وہ تندرست ہو جاتے تو مالک انہیں محنت مزدوری کیلئے لے جاتے اور بیمار گدھوں کو چھوڑ دیتے، جن کا یہ بزرگ علاج کرتے۔ اس طرح گدھوں کے علاج معالجے کا سلسلہ ہمیشہ جاری رہتا۔

مولانا ان بزرگ کے پاس کھیتوں میں گئے۔ اس وقت ایک طالب علم مولانا کے ساتھ تھا جو اثنائے سفر میں ان سے علم بیان و معانی کی کتاب مطول پڑھتا تھا۔ اس بزرگ نے دور سے مولانا کو دیکھ کر آواز دی کہ اپنے ساتھی کو یہیں چھوڑ دیں، اکیلے میرے پاس آئیں۔ مولانا ان کے پاس گئے تو وہ نہایت تپاک سے ملے اور بیٹھنے کیلئے زمین پر چادر بچھائی۔ بڑے احترام سے چند باتیں کیں۔ کہا ایک وقت گوشت روٹی اور پلاؤ کھاؤ، دوسرے وقت دال روٹی خود بھی کھاؤ، لوگوں کو بھی کھلاؤ۔

مولانا فرماتے ہیں: اس وقت سے میرا شوق ذکر الٰہی بھی بڑھ گیا، میری شہرت بھی مختلف علاقوں میں پھیل گئی اور لوگ بہ کثرت میرے پاس آنے لگے۔ (سوانح حیات مولانا غلام رسول، ص: ۴۸-۴۹)

یہ بزرگ دراصل ایک مجذوب تھے جنہوں نے مجذوبانہ انداز میں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے چند باتیں کیں۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۰۵-۱۰۷)

مرشد ساکن کوٹھا کو داستانِ غم سنانا:۔ اب صورت حال یہ ہو گئی تھی کہ انہیں کسی پل چین نہ آتا تھا۔ صلحاء کی خدمت میں حاضری اور ان سے گفتگو ان کا مقصدِ حیات قرار پا گیا تھا۔ اس بزرگ کے پاس سے آئے تو سیّد محمد امیر رحمہ اللہ (ساکن کوٹھا) کے ہاں جانے کیلئے بے تاب ہو گئے۔ ان کے رشتہ دار اور بھائی کہنے لگے تھے کہ اس شخص پر جنون کا غلبہ ہو گیا ہے اور اس کے پاؤں میں چکر آ گیا ہے۔ کوئی کہتا یہ آسیب زدہ ہے۔ کسی کا خیال تھا یہ آبِ حیات کی تلاش میں ہے، لیکن انہیں کسی شخص کی کسی بات کی کوئی پرواہ نہ تھی۔ ان کی طعنہ زنی اور اس قسم کی باتوں سے ان کے شوقِ ملاقاتِ صالحین میں مزید اضافہ ہوتا تھا۔ بہر حال وہ کوٹھا تشریف لے گئے۔ یہ وہاں ان کی دوسری حاضری تھی۔

انہوں نے سسی پنوں کے رنگ میں ایک پنجابی نظم میں اپنی اس وقت کی حالت بیان کی ہے۔ اس میں اپنے جدِ امجد حافظ غلام الدین خادم رحمہ اللہ کا ذکر بھی کیا ہے جن کا شمار اس دور میں فارسی کے بڑے شعرا میں ہوتا تھا۔ انہوں نے نظامی گنجوی کے تتبع میں مثنوی لکھی۔ اس بنا پر انہیں ”نظامی گنجوی ثانی“ قرار دیا جاتا تھا۔

ان اشعار میں انہوں نے اپنے والد ماجد حافظ رحیم بخش رحمہ اللہ کا تذکرہ بھی کیا ہے اور والد نے بیٹے کے حصولِ علم کیلئے جو کوشش کی، اس کی طرف بھی وہ اشارہ فرماتے ہیں۔

پھر اپنے اساتذہ مولانا غلام محی الدین بگوی اور ان کے برادرِ صغیر مولانا احمد الدین بگوی رحمہما اللہ کے علم وفضل اور عمل وکردار کا ذکر بھی فرماتے ہیں اور ان کے لطف وکرم اور شفقت وہدایت کی نشان دہی کرتے ہیں۔

صوفیائے کرام سے ملاقات کے شوق کی بھی اپنے انداز میں ان اشعار میں وضاحت فرمائی ہے۔ سیّد محمد امیر (کوٹھا) رحمہ اللہ کے بابِ صالحیت پر حاضری کا تذکرہ بھی کیا ہے۔ سیّد صاحب ممدوح سے وہ بہت متاثر ہیں اور ان سے جو فیض پایا، اسے حاصل زندگی قرار دیتے ہیں۔

اب ذیل میں ان کے وہ پنجابی اشعار ملاحظہ فرمایئے جو ان کے صاحب زادہ گرامی مولانا عبدالقادر نے اپنی کتاب ”سوانح حیات مولانا غلام رسول“ میں درج فرمائے ہیں۔ ان اشعار میں اردو اور فارسی کے الفاظ بھی استعمال کیے گئے ہیں۔

نظام الدین دم جدّ مغفور فضیات میں ہوا ہر طرف مشہور
تے سخاوت میں یگانہ بکسرِ نفس بے مثل زمانہ!
خزانہ فیض دی کنجی زباں سی نظامی گنجوی ثانی بیاں سی
کیا مجھ پر کرم سے اک نظارہ ہویا غفلت دا پردہ پارہ پارہ
کیتی میں پر کرم سیتی عنایت ہوئی تحصیل کرنے دی ہدایت
اوہناں دے بعد حضرت قبلہ گاہی رحیم بخش میرے تکیہ گاہی
عجیبہ حسن صورت کیا معٹے تعالیٰ اللہ چہ دور اندیش دانا
کیتی اشفاق تے وافر عنایات بھیجا لاہور میں دے خرچ حاجات
بخدمت مولوی صاحب یگانہ! جو سن ممتاز فضلائے زمانہ
جو ساکن موقع بگہ شریف است غلام محی الدین اسم لطیف است
دوجے حضرت میرے ہن احمد الدین دونوں بھائی مبارک فیض آئین
کیتو نے علم دینی دی ہدایت میرے پّر لطف و شفقت بے نہایت
جو کس منہ نال انہاں نوں صلاحیں مگر بیٹھا کراں ہر دم دعائیں
ہویا پھر صوفیاں دا شوق غالب پھراں اس درد دا ہر طرف طالب
غلام ایہ پُر گناہ بے چارہ گم نام طالب دے درد نے چھوڑا نہ آرام
ہوا آخر نوں آوارہ وطن سے نہ خویشاں سے خبر نہ خویشتن سے
چلا جذبہ الٰہی میں گرفتار حضرت صاحبِ کوٹھا کے دیدار
اونھاں روزاں میں آیا شوق غالب پھراں اس درد دا ہر طرف طالب
حکایت عاشقانہ بہت بھاوے کہانی عشق دی دلنوں سکھاوے
خصوصاً بات سسی دی زیادہ کرے سوزاں دا دروازہ کشادہ
اسے کارن وچھوڑے دی حکایت تھلاں دے وچ رلیندی روایت
کہی اول میں درداں دی کہانی ہوئی باقی موں سسی بار ثانی

لکھیا میں درد اپنے دا فسانہ   سسی پنوں دا قصہ کر بہانہ

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۰۷-۱۱۱)

حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے بیعت برکت:۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کو سیّد محمد امیر رحمہ اللہ کی خدمت میں کوٹھا گئے ابھی دو دن ہوئے تھے کہ حضرت سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ بھی وہاں تشریف لے گئے۔ سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ ممدوح نے ان کو دیکھا تو نہایت خوشی کا اظہار کیا۔ حضرت عبداللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ بھی ان سے مل کر بے حد مسرور ہوئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت بھی کی۔ سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ صاحب سے بدرجہ غایت عزت کا برتاؤ فرمایا اور ان کی روحانیت وصالحیت سے بہت متاثر ہوئے۔

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سیّد عبداللہ صاحب نے محض ان کے سلسلۂ سلوک میں داخل ہونے کیلئے اخوند سیّد امیر صاحب کی بیعت کی تھی ورنہ انہیں بیعت کی ضرورت نہ تھی۔ (سوانح مولانا غلام رسول، ص: ۵۱)

اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ حسنات وصالحیت کے بہت اونچے مرتبے پر فائز تھے۔ یہی وجہ ہے کہ مولانا غلام رسول نے حضرت عبداللہ صاحب رحمہ اللہ سے رشتۂ اخوت قائم کیا۔ ایک روز یہ دونوں حضرات سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھے کہ انہوں نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: تمہارے اور عبداللہ کے درمیان اخوت کا نور عجیب طرح سے آتا جاتا ہے۔ تم دونوں کو دیکھ کر مجھے بڑا حظ حاصل ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تم دونوں کی محبت میں اضافہ فرمائے۔ (سوانح مولانا غلام رسول، ص: ۵۱ بحوالہ تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۱۱-۱۱۲)

مجذوب کی خوشبو سونگھ کر خدمت میں حاضری:۔ چند روز یہ دونوں کوٹھا میں سیّد صاحب کی خدمت میں رہے۔ پھر قلعہ اسلام کو روانہ ہو گئے۔ دورانِ سفر میں دونوں نے کتب حدیث پڑھنے کا فیصلہ کیا۔ چلتے چلتے گجرات کے قریب پہنچے تو حضرت عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا مجھے یہاں ایک مجذوب بزرگ کی خوشبو آ رہی ہے۔ وہ اس لائق ہے کہ اس سے ملاقات کی جائے۔ اب وہ اس بزرگ کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کا یہ خیال بھی تھا کہ اس بزرگ سے پوچھیں گے کہ حدیث کہاں اور کس سے پڑھی جائے۔

اس بزرگ کے پاس اس وقت چند لوگ بیٹھے تھے۔ اس نے ان سے کہا ایسے اوصاف کے دو آدمی آ رہے ہیں جو اپنے عمل وکردار کی بناپر صحابہ کرام کا نمونہ ہیں۔ ان کے بیٹھنے کیلئے صاف ستھرا کپڑا بچھاؤ اور مجھے بھی پہننے کیلئے اچھا لباس دو۔

یہ دونوں اس بزرگ مجذوب کے قریب پہنچے تو اس نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا اور اپنے قریب صاف ستھرے کپڑے پر بٹھایا۔ دہلی کی طرف اشارہ کر کے کہا: جنت اس طرف ہے۔

جب یہ دونوں اس بزرگ سے اجازت لے کر رخصت ہونے لگے تو کہا: اس شخص کا لباس دیکھ کر کسی قسم کی غلط فہمی میں مبتلا نہ ہو جانا۔ وہ مسکین صورت شخص ہے۔ اس کا نام سیّد نذیر حسین ہے۔ اس سے ضرور حدیث پڑھنا۔

بزرگ کے یہ الفاظ ان کیلئے اطمینان کا باعث ہوئے اور پھر یہ دونوں قلعہ اسلام پہنچے۔ سیّد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہوا ہے کہ چند مہینے ٹھہر کر پڑھنے کیلئے جانا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۱۲-۱۱۳)

حافظ محمود صاحب کی بیعت اصلاح:۔ کوٹھا سے چلتے وقت اخوند سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے فرمایا تھا کہ آپ لاہور کو اپنی قیام گاہ بنائیں اور وہاں وعظ وتبلیغ کا سلسلہ شروع کریں۔ اب یہ دونوں حضرات قلعہ اسلام سے لاہور چلے گئے۔ چند روز وہاں ٹھہرے، پھر امرتسر کا قصد کیا۔ وہاں باغ والی مسجد میں حافظ محمود کے پاس مقیم ہوئے۔ وہاں حافظ صاحب نے حضرت سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۱۳)

مرشد مولانا غلام رسول رحمہما اللہ کے مختصر حالات

گزشتہ صفحات میں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے مرشد حضرت اخوند سیّد محمد امیر رحمہ اللہ علیہ کا ذکر متعدد مرتبہ آیا ہے۔ ذیل میں ان کے

مختصر حالات بیان کیے جاتے ہیں۔

ان کا سلسلۂ نسب یہ ہے: محمد امیر بن محمد سعید بن یار محمد بن عبدالغفور بن مہر بیگ رحمہم اللہ، سلسلۂ نسب کے یہ تمام بزرگ علم وصلاح کی بنا پر اپنے علاقے اور عہد میں خاص شہرت کے مالک تھے اور ہر حلقے میں عزت واحترام کے مستحق سمجھے جاتے تھے۔

ولادت: سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ جو حضرت جی کے عرف سے معروف ہیں۔ ۱۲۱۰ھ (۱۷۹۷ء) کو موضع کوٹھا (تحصیل صوابی مردان) میں پیدا ہوئے، پیدائش ساتویں مہینے میں ہوئی۔ پیدائش کے وقت والدہ وفات پا گئی تھیں۔ ان سے بڑی سات بہنیں تھیں، جنہوں نے اپنے اس چھوٹے بھائی کی پرورش کی۔

اساتذہ: سیّد امیر کے والد محمد سعید اور چچا محمد قابل دونوں عالم اور فقیہہ تھے۔ ابتدائی تعلیم انہی سے حاصل کی اور انہی سے علوم عربیہ اور فقہ واصول کی بعض کتابیں پڑھیں۔ بعض ازاں مندرجہ ذیل حضرات سے استفادہ کیا۔

مولانا محمد عظیم رحمہ اللہ: یہ ”میاں صاحب گنج والے“ کے عرف سے معروف تھے۔

اپنے علاقے کے مشہور اور بڑے عالم ہونے کی وجہ سے انہیں ”بحر العلوم“ کہا جاتا تھا۔ اچھے مدرس اور نامور خطیب تھے۔

مولانا حافظ محمد احسن رحمہ اللہ: انہیں ”حافظ دراز پشاوری“ کہا جاتا تھا۔

سیّد محمد امیر رحمہ اللہ (کوٹھا) نے ان سے حدیث پڑھی اور سند لی۔

مولانا منصور علی: اپنے عہد کے عالم وفاضل اور ممتاز مدرس تھے۔ سیّد اخوند امیر نے ان سے بھی بعض درسی کتابیں پڑھیں۔

(سوانح حیات حضرت سیّد محمد امیر، ص: ۱۳۷تا۱۴۰)

سیّد احمد بریلوی رحمہ اللہ کے حلقۂ بیعت میں: سیّد احمد بریلوی رحمہ اللہ نے بغرض جہاد مورخہ ۷- جمادی الاخری ۱۲۴۱ھ (۱۷- جنوری ۱۸۲۶ء) کو تقریباً چھ سو مجاہدین کے ساتھ ہندوستان سے صوبہ سرحد کے آزاد علاقے کی طرف ہجرت کی تھی اور اس سلسلے کے تمام معاملات مولانا اسماعیل دہلوی رحمہ اللہ کے سپرد تھے۔ یہ لوگ سیّد احمد شہید رحمہ اللہ کے آبائی مسکن رائے بریلی سے روانہ ہو کر بندھیل کھنڈ، گوالیار، ٹونک، اجمیر، صحرائے مارواڑ، عمرکوٹ، حیدرآباد (سندھ)، شکارپور، کوئٹہ، قندھار، غزنی اور کابل سے ہوتے ہوئے نومبر ۱۸۲۶ء کے اواخر میں پشاور پہنچے۔ یہ کم وبیش تین ہزار میل کا طویل سفر تھا، جس میں تپتے ہوئے صحرا بھی تھے، جہاں میلوں تک پانی کا ایک قطرہ نہ ملتا تھا۔ بڑے بڑے دریا بھی تھے، دشوار گزار پہاڑ اور برفستان بھی تھے۔ اللہ کے ان برگزیدہ بندوں نے دس مہینوں میں یہ تکلیف دہ مسافت طے کی۔

اس علاقے کے لوگ بھی مجاہدین میں شامل ہو گئے تھے اور ان کی شمولیت کی وجہ سے مجاہدین کی تعداد ڈیڑھ ہزار تک پہنچ گئی تھی۔ اس وقت رنجیت سنگھ کی سکھ فوج کا جرنیل بدھ سنگھ اس نواح میں موجود تھا۔ اس کی فوج سے مجاہدین کی پہلی جنگ اکوڑہ خٹک کے مقام پر ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۲۴۲ھ (۲۰ دسمبر ۱۸۲۶ء) کو بدھ اور جمعرات کی درمیانی شب کو ہوئی، جبکہ مجاہدین میں سے نو سو آدمیوں نے دشمن پر شب خون مارا، اس کے بعد جنگوں کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہو گیا۔

سیّد احمد شہید اس علاقے میں پہنچے تو یہاں کے جن حضرات نے ان کے حلقۂ بیعت میں شامل ہونے کی سعادت حاصل کی، ان میں اخوند سیّد محمد امیر رحمہ اللہ (کوٹھا والے) کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔ یہ بیعتِ اقامتِ شریعت تھی۔ بیعت کے بعد انہیں ان کے قریہ کوٹھا کا قاضی مقرر کر دیا گیا تھا۔ ۱۵ شعبان ۱۲۴۴ھ (۲۰ فروری ۱۸۲۹ء) کو ان کے نام باقاعدہ قضا نامہ جاری ہوا۔

قضا کی یہ بہت بڑی ذمہ داری تھی جو اخوند سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ کے سپرد ہوئی۔ اس سلسلے میں وہ اردگرد کے دیہات وقصبات میں جاتے اور جہاں کوئی امر خلافِ شریعت پاتے اس کا انسداد کرتے۔ اس منصب کے تمام تقاضوں کو انہوں نے احسن طریقے سے پورا کیا۔ تھوڑی مدت میں تمام علاقے کی حالت بدل گئی اور لوگ احکامِ شریعت پر عمل کرنے لگے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۱۴تا۱۱۷)

مریدین کو تلقین:۔ سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ کی پسندیدہ دعائیں جن کی وہ اپنے عقیدت مندوں اور امیروں کو تلقین کرتے تھے مندرجہ ذیل ہیں۔ نہایت مختصر اور بے حد آسان فرماتے سفر یا حضر میں کوئی تکلیف یا سختی پیش آئے تو یہ آیہ مبارکہ پڑھنی چاہیے۔ ''انا للہ وانا الیہ راجعون''۔

''تیز یہ دعا بھی پڑھنی چاہیے۔ ''اللھم اجرنی فی مصیبتی و اخلفنی خیرا منھا''۔

یہ دعا پڑھو گے تو اللہ تعالیٰ مصیبت کو راحت میں بدل دے گا۔

فرمایا: یہ دعا بھی اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو نصیب فرمائی ہے۔

''ربنا ھب لنا من ازواجنا و ذریتنا قرۃ اعین و اجعلنا للمتقین اماما۔ (سوانح سیّد میر صاحب:۴۳۱)

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۲۰)

مرشد کی زندگی میں اتباع سنت کا جذبہ:۔ اخوند سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ بلند اخلاق اور عالی کردار بزرگ تھے۔ بلا ضرورت کوئی بات نہ کرتے۔ دنیوی قسم کی باتیں کرنے سے احتراز فرماتے۔ اشارتاً یا کنایتاً کسی کی غیبت نہ کرتے۔ کسی پر طعنہ زن نہ ہوتے، کسی کو بد دعا نہ دیتے۔ عام مجلس میں گفتگو اللہ کے نام سے شروع کرتے اور اللہ کے نام پر ہی ختم کرتے۔

اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تلقین فرماتے، مجلس میں اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے احکام بیان فرماتے۔ عام گفتگو میں مناسب مواقع پر قرآن کی آیات اور احادیث پڑھتے اور بزرگوں کے اقوال لوگوں کو سناتے۔ پیدل چلتے تو تیز چلتے۔

مسجد میں داخل ہوتے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد ادا فرماتے۔ عام طور پر باوضو رہتے۔ مسجد میں دنیوی باتیں نہ کرتے۔ ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ مسجد میں جا کر تلاوت قرآن کرتے یا وعظ فرماتے۔

مہمان کی خدمت کرتے اور اس سے حسب حال بات کرتے۔ اسے خندہ پیشانی سے ملتے۔ مہمان رخصت ہونے لگتا تو کھڑے ہو کر اسے رخصت کرتے اور چند قدم اس کے ساتھ چلتے۔

غریب کی مدد کرتے، چھوٹے پر شفقت فرماتے، بڑوں کا احترام کرتے، بچوں کی دلداری کرتے، انہیں دعا دیتے، محبت سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے، ان کے ساتھ نرمی سے پیش آتے اور انہیں نصیحت کرتے۔ لوگ ملنے کیلئے آتے تو ان سے مصافحہ اور معانقہ کرتے، مجلس میں ان کو جگہ دیتے اور انہیں پورے احترام سے بٹھاتے مریضوں کی بیمار پرسی کرتے، ان کی صحت کیلئے دعا کرتے، جنازے میں شرکت کرتے اور قبروں کی زیارت کو جاتے۔ راستے میں کسی کے ساتھ چلتے وقت اس کے آگے چلنا پسند نہ کرتے، مجلس میں بلا عذر ٹیک لگا کر نہ بیٹھتے۔ باہر سے تشریف لاتے تو لوگوں کو اپنے لیے کھڑے ہونے سے روکتے۔ غرض وہ اخلاقِ حسنہ کا چلتا پھرتا پیکر تھے۔ نہایت متواضع اور منکسر۔ ہر چھوٹے بڑے کے خیر خواہ اور ہر شخص سے نرمی کا برتاؤ کرنے والے۔ (ان کے اخلاق و کردار اور لوگوں سے میل جول کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو سوانح حیات حضرت امیر صاحب از صفحہ ۱۵۹ تا ۱۷۲)، (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۲۰-۱۲۲)

متبع شریعت مرید کے حالات:۔ اخوند سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ کے سوانح نگار لکھتے ہیں کہ حضرت ممدوح کے ایک مرید اور خادمِ خاص عماد الدین تھے جو سفر و حضر میں ان کے ساتھ رہتے تھے وہ ان کے مشیر بھی تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ۱۲۹۴ھ کے ماہ شوال تک حضرت سیّد صاحب بالکل تندرست تھے۔ مہمانوں اور مریدوں سے ملتے، ان سے گفتگو کرتے اور انہیں اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کا درس دیتے، پند و نصیحت فرماتے۔ خصائل کریمانہ پر کاربند رہنے اور شریعت محمدی کے مطابق زندگی بسر کرنے کی تلقین کرتے۔ بہت اچھی طرح اور بے حد خوش خلقی سے آنے جانے والوں سے ملتے تھے۔ لیکن ماہ شوال میں جسمانی کمزوری کے آثار ظاہر ہونے لگے تاہم اٹھنے بیٹھنے اور کہیں آمد و رفت میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ عبادت کے معمولات بھی پہلے کی طرح جاری رہے اور وعظ و تلقین کا سلسلہ بھی پہلے کا سا رہا۔ کوئی

تکلیف لوگوں پر ظاہر نہ ہونے دیتے۔ ہر کام اسی طرح انجام دیتے جس طرح ہمیشہ سے انجام دے رہے تھے۔

بالآخر تکلیف بڑھنے لگی اور نقاہت میں اضافہ ہونے لگا۔ چلنے پھرنے کی طاقت کم ہوگئی، وضو کی بجائے مجبوراً تیمم کرنے لگے۔ کھڑے ہوکر نماز پڑھنا بھی مشکل ہوگیا۔ پھر ایک دن آیا کہ اپنے فرزند گرامی محمد اسرائیل کو بلایا اور ان سے چند باتیں کیں۔ بعد ازاں سب کو یاد فرمایا اور ان کیلئے دعا فرمائی۔ تین مرتبہ کلمہ طیبہ پڑھا۔ پھر محمد رسول اللہ کہہ کر خاموش ہوگئے۔ آگے کچھ نہ کہہ سکے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ کسی چیز کی ضرورت ہوتی تو ہاتھ کے اشارے سے طلب فرماتے۔ یہ جمعرات کا دن تھا۔ جمعۃ المبارک کی صبح کو بھی یہی کیفیت رہی، نماز جمعہ پڑھ لی گئی۔ اب نزع کی حالت طاری تھی۔ لوگوں کا ہجوم لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہا تھا۔ ان کے فرزند گرامی حافظ احمد نے سورۂ یٰسین پڑھی۔ کھلابٹ کے حاجی سیّد ابوذر نے بھی سورۂ یٰسین کی تلاوت کی۔ ایک اور حافظ قرآن نے سورۂ یٰسین کی تلاوت شروع کی۔ آدھی سورت پڑھی ہوگی کہ نماز جمعہ کے بعد حضرت کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کرگئی۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون) یہ ۱۲۹۴ھ کے ماہِ ذی الحجہ کی آخری تاریخ تھی۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۲۴-۱۲۵)

حضرت سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کا ذوقِ تصوف

بحیثیت مرید: مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے ایک مخلص ترین اور مجسمۂ صالحیت بزرگ ساتھی حضرت مولانا سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ تھے، جن سے ان کی اولیں ملاقات (جیسا کہ گزشتہ سطور میں عرض کیا گیا) کوٹھا میں محترم المقام اخوند سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ کے آستانۂ عالیہ میں ہوئی تھی۔ دونوں بزرگ سیّد امیر رحمہ اللہ کے حلقہ بیعت میں شامل تھے۔ دونوں کی روحانی منزلت سے سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ بے حد خوش تھے اور دونوں کے درمیان ایسی پُرخلوص رفاقت قائم ہوئی کہ زندگی بھر قائم رہی۔ حضرت سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کو عبداللہ نام بہت پسند تھا، اس لیے کہ اس میں اللہ کی الوہیت کا اقرار اور بندے کی عبودیت کا اظہار پایا جاتا ہے۔ ان کا اپنا اسم گرامی محمد اعظم تھا، انہوں نے اسی بنا پر اپنا نام بدل کر عبداللہ رکھ لیا تھا۔ خود اپنے ایک بیٹے کا نام بھی عبداللہ رکھا اور وہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کو بھی عبداللہ کے تسمیہ سے پکارا کرتے تھے۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ صاحب سے حصول فیض کیا تھا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۲۷)

تکمیل سلوک کیلئے مرشد کی خدمت میں حاضری:۔ اس دور کے افغانی علماء میں ملا حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ کی بڑی شہرت تھی۔ علم کے ساتھ ساتھ عملی اعتبار سے بھی ان کا مقام بڑا بلند تھا۔ تصوف و سلوک میں بھی وہ مرجع عوام و خواص تھے۔ قندھار میں ملا حبیب اللہ رحمہ اللہ کا سلسلۂ درس جاری تھا۔ سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کو ان کے مرتبۂ علمی کا پتا چلا تو وہ غزنی سے روانہ ہوئے اور راستے کے نشیب و فراز کی مشکلات طے کرتے ہوئے قندھار پہنچے اور ملا صاحب موصوف کی خدمت میں حاضری دی۔ ان سے اخذِ علم اور کسب فیض کیا۔ کچھ عرصہ ان کے قصرِ فضیلت میں گزارا، پھر واپس اپنے گھر چلے گئے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۲۸)

دوبارہ مرشد کی خدمت میں حاضری:۔ کچھ مدت بعد پھر قندھار کا عزم فرمایا اور ملا حبیب اللہ رحمہ اللہ کے بابِ عالی پر آبیٹھے۔ اس طرح انہوں نے اپنے اس مرشد اور استاذ سے خوب استفادہ کیا۔ ملا صاحب ممدوح اپنے اس شاگرد اور مرید کی ذہنی صلاحیت اور روحانی رفعت کے بے حد مداح تھے۔ وہ ان کی قوت فہم کی اپنے حلقے کے سب اصحاب علم کے سامنے تعریف کرتے اور فرماتے۔

مسائل دینیہ را چناں کہ ایں شخص می فہمد من خود نمی فہمم (دینی مسائل کو جس طرح یہ شخص سمجھتا ہے، میں نہیں سمجھتا)
(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۲۸)

باصلاحیت مرید کے حق میں مرشد کی پیشگوئی:۔ تھوڑے عرصے بعد ملا صاحب رحمہ اللہ نے سیّد عبداللہ صاحب کو غزنی سے قندھار کا مشکل سفر کرنے سے روک دیا اور فرمایا اگر آپ کو کسی مسئلے کی سمجھ میں کبھی کوئی مشکل پیش آئی تو اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے گا اور تمام عقدے حل ہوجائیں گے، چنانچہ سیّد صاحب فرماتے ہیں: رب جل شانہ موافق گفتۂ شیخ بامن معاملہ کردہ است "میرے پروردگار نے

میرے ساتھ وہی معاملہ کیا جو شیخ نے فرمایا" (سوانح عمری حضرت مولانا سیّد عبداللہ غزنوی" از مولانا عبدالجبار غزنوی" ص: ۹)

ملا صاحب ممدوح کے ایک مرید اور شاگرد نے "ملفوظاتِ ملا حبیب اللہ قندھاری" کے نام سے ان کے ملفوظات جمع کر دیے ہیں۔ ان میں ملا صاحب رحمہ اللہ ممدوح نے مولانا سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کا ذکر کیا ہے اور ان کے زہد و اتقا اور ورع و عبادت کی تعریف فرمائی ہے۔ (ملا حبیب اللہ قندھاری ۱۲۱۳ھ کو پیدا اور ماہ رمضان ۱۲۶۵ھ کو فوت ہوئے۔ تیرہویں صدی ہجری "انیسویں صدی عیسوی" کے افغانستان کے مشاہیر علماء میں شمار کیے جاتے تھے)، (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۲۸-۱۲۹)

مریدین کا حق پرست مرشد کی حمایت کرنا:۔ ابتدائی عمر سے حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے قلبِ بابرکت میں احیائے سنت اور اتباعِ شریعتِ مطہرہ کا جذبۂ صادقہ پایا جاتا تھا۔ سنتِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف وہ کوئی عمل برداشت نہ کرتے تھے۔ اس وقت افغانستان کی جو دینی حالت تھی، وہ ان کے نزدیک نہایت تکلیف دہ تھی۔ عوام اور خواص بدعات کے خوگر اور غیر شرعی رسوم کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے۔ علماء و مشائخ کی حالت بھی یکسر بدلی ہوئی تھی۔ بدعات کو دین اور غلط رسوم کو اسلام قرار دیا جاتا تھا۔ حضرت سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کیلئے اس موقعے پر خاموش رہنا مشکل تھا۔ حالات موافق نہ تھے، لیکن وہ اللہ کا نام لے کر میدانِ عمل میں اترے۔ اشاعت سنت اور تبلیغ قرآن و حدیث پر کمرِ ہمت باندھی اور بدعات کی تردید اور مشرکانہ رسوم و معاملات کی مخالفت کرنے لگے۔ بعض علمائے کرام اس مردِ مجاہد کی سرگرمیوں سے بہت متاثر ہوئے اور بعض شدید مخالفت پر اتر آئے۔

مخالفت کرنے والے زیادہ تر علماء کا تعلق اس دور کی افغان حکومت سے تھا۔ انہوں نے ان کے خلاف حکمرانوں کے کان بھرنا شروع کر دیے اور بات بہت آگے نکل گئی۔ مخالفین نے ان کے خلاف باقاعدہ جنگ و جدل اور لڑائی کا منصوبہ بنایا۔ لیکن حضرت سیّد صاحب کے عقیدت مندوں کی تعداد بھی کچھ کم نہ تھی۔ وہ ایسے نازک موقعے پر اپنے استاذ و مرشد کو تنہا نہیں چھوڑ سکتے تھے، انہوں نے لڑائی کرنے والوں کے ساتھ لڑائی کا فیصلہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بات آگے نہ بڑھی اور مخالفین نے لڑائی جھگڑے کا معاملہ ختم کر دیا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۳۰-۱۳۱)

استقامت علی الشریعت:۔ مولانا سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے افغانستان کے چار بادشاہوں کا زمانہ پایا، جنہوں نے ان کو شدید اذیتوں میں مبتلا کیا۔ ان کے نام یہ ہیں۔

(۱) امیر دوست محمد خاں (۲) امیر شیر علی خاں (۳) امیر محمد افضل خاں (۴) امیر محمد اعظم خاں

امیر دوست محمد خاں افغانستان کا پہلا حکمران تھا، جس نے کلمۂ حق کہنے کی پاداش میں مولانا سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کو ہدفِ ستم بنایا۔ پھر ایک وقت آیا کہ خود اس کا شاہی خاندان بٹنی، جسمانی اور مالی اذیتوں کا شکار ہوا اور اس (شاہی) خاندان کے بہت سے لوگ پشاور، پنجاب اور ہندوستان کے علاقوں میں انگریزی حکومت کی قید میں آئے اور انگریز کے تختۂ مشق بنے۔

آخر ایک وقت آیا کہ جیل سے نکال کر (عبداللہ غزنوی) ان کو اور اس خاندان کے تمام افراد کو پشاور کی طرف دھکیل دیا گیا۔ سخت گرمی اور تکلیف کی حالت میں انہوں نے یہ سفر طے کیا۔ پشاور میں کچھ دن گزارنے کے بعد مظلومین کا یہ قافلہ لاہور پہنچا۔ پھر امرتسر کے قریب بستی خیر الدین میں کچھ عرصہ گزارا۔ بعد ازاں امرتسر کو اپنا مسکن بنایا۔ امرتسر کے جس محلے میں انہوں نے قیام کیا وہ محلہ غزنویہ کہلایا، جس مسجد میں نماز پڑھنے لگے، وہ مسجد غزنویہ کے نام سے موسوم ہوئی۔ شائقین علوم دینیہ کیلئے جس مدرسے کی بنیاد رکھی، اس نے مدرسہ غزنویہ نام سے شہرت پائی۔

حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ اپنے عہد کے عظیم المرتبت عالم اور رفیع المنزلت بزرگ تھے۔ مستجاب الدعوات، انتہائی رقیق القلب، خاشع اور خاضع، مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے وہ نہایت مخلصانہ مراسم رکھتے تھے۔ ان کے ساتھ دہلی میں حضرت سیّد میاں نذیر حسین رحمہ اللہ سے حدیث کا درس لیا۔

امرتسر آ کر اس خاندان کے اصحاب علم نے تصنیفی، تدریسی، تبلیغی، سیاسی ہر قسم کی خدمات سرانجام دیں اور اپنی خدمات گوناگوں کی

وجہ سے برصغیر میں بے حد شہرت پائی۔

حضرت مولانا عبداللہ صاحب غزنوی کا انتقال ۱۵ ربیع الاول ۱۲۹۸ھ (۱۵ فروری ۱۸۸۱ء) کو امرتسر میں منگل کے روز آدھی رات کے وقت ہوا۔ بدھ کے روز زوالِ آفتاب کے بعد نمازِ ظہر سے قبل دفن کیے گئے۔ بے شمار لوگوں نے نمازِ جنازہ میں شرکت کی۔

اللھم اغفرلہ و نور قبرہ و ادخلہ جنت الفردوس (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۳۲-۱۳۴)

رخصتی کے وقت مرشد کی نصیحت:۔ حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ اور مولانا غلام رسول رحمہما اللہ کوٹھا سے رخصت ہونے لگے تو اخوند سیّد امیر صاحب نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کو حکم دیا کہ آپ لاہور جا کر وعظ و تذکیر کا سلسلہ شروع کریں۔ چنانچہ یہ دونوں بزرگ وہاں سے چلے، پہلے قلعہ اسلام پہنچے۔ وہاں سے لاہور آئے۔ پھر امرتسر گئے۔ بعد ازاں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے حضرت اخوند محمد امیر صاحب رحمہ اللہ کے حکم کے مطابق لاہور آنے اور وہاں مجالس وعظ و ارشاد منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس کیلئے انہوں نے کشمیری بازار کے قریب تکیہ سادھواں کی ایک مسجد میں امامت شروع کی۔ اس طرح یہ مسجد ان کا مرکزِ قیام قرار پائی۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۳۵)

مرشد کی طرف سے لاہور میں وعظ کا حکم:۔ لاہور جس طرح اب علوم و فنون کا مرکز ہے، اس وقت بھی اسے یہی حیثیت حاصل تھی۔ بے شک موجودہ دور کے لاہور کی نسبت سے ڈیڑھ سو برس قبل کا لاہور حجم میں بہت کم تھا، لیکن مختلف علوم و فنون کا گہوارہ یہ اس وقت بھی تھا اور پنجاب کا دارالحکومت تھا۔ اس دور کا حکمران طبقہ یہیں رہتا تھا، تمام محکموں کے دفاتر یہیں تھے اور ہر قسم کے دفتری احکام یہیں سے جاری کیے جاتے تھے، اس لیے اسے "تختِ لاہور" کہا جاتا تھا۔ ہندو، سکھ، مسلمان، اچھوت، عیسائی، پارسی وغیرہ تمام مذہبوں کے لوگ یہاں آباد تھے۔ پھر حکومت کے چھوٹے بڑے افسر بھی اس شہر میں مقیم تھے جو اپنے روزمرہ کے فرائض منصبی سرانجام دیتے تھے۔ اس لیے اس شہر میں ایسے واعظ و خطیب کی ضرورت تھی جو پُرتاثیر الفاظ اور شیریں زبان میں لوگوں کی نفسیات کے مطابق دلائل کے ساتھ بات کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، اور اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصیت مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کو عطا فرمائی تھی، لہٰذا ان کے دور اندیش مرشد حضرت سیّد امیر صاحب رحمہ اللہ نے ان کو لاہور رہ کر وعظ و ارشاد کا سلسلہ شروع کرنے کا حکم دیا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۳۶)

بزرگ کی دعا فوری قبول ہو جانا: مولانا غلام رسول رحمہ اللہ ایک دن چینیاں والی مسجد میں وعظ کیلئے تشریف لے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک عمر رسیدہ بزرگ ملے۔ انہوں نے آب دیدہ ہو کر مولانا سے کہا: "اے ہمارے نوجوان ہادی! تو راہِ حق دکھانے کیلئے کوشاں ہے، لیکن افسوس یہ لوگ سنگ دل ہیں، وہ تیری بات نہیں سنتے۔ اگر سنتے ہیں تو اس پر عمل نہیں کرتے۔" مولانا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: "ہر کام بتدریج ہوتا ہے۔ صدیوں کی خرابیاں دور کرنے میں کچھ وقت لگتا ہے۔" بزرگ نے کہا: "نوجوان! تو کامیاب ہوگا۔"

پھر اس نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر مولانا کو دعا دی۔ "اے نوجوان! خداوند کریم تیری عمر میں برکت دے اور تجھے تیرے نیک ارادوں میں کامیاب کرے۔" ایک راہگیر نے یہ الفاظ سن کر بلند آواز سے کہا: "آمین"۔

یہ دعا قبول ہوئی اور صرف دو گھنٹے کے بعد اس کا اثر ظاہر ہو گیا۔ مولانا پُر جوش لہجے میں اللہ کی توحید بیان فرما رہے تھے اور قرآن و حدیث کی روشنی میں اللہ کی وحدانیت ثابت کر رہے تھے کہ دورانِ وعظ میں سامعین میں سے تقریباً دو سو آدمیوں نے بلند آواز سے کلمۂ شہادت پڑھا، شرک و بدعت سے تائب ہوئے اور عہد کیا کہ آئندہ اللہ کے سوا کسی کو حاجت روا اور مشکل کشا نہیں قرار دیں گے۔ تائب ہونے والے اس گروہ میں مختلف مذاہب کے لوگ تھے۔ کچھ ہندو، کچھ انگریز، لیکن سکھ زیادہ تعداد میں تھے۔ (سوانح مولانا غلام رسول، ص: ۵۹ بحوالہ تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۳۹-۱۴۰)

حکم مرشد کی پاسداری: پچھلے باب کے شروع میں بتایا جا چکا ہے کہ حضرت مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کو ان کے مرشد جناب محترم اخوند محمد امیر صاحب رحمہ اللہ نے ہدایت کی تھی کہ وہ لاہور جا کر لوگوں کو وعظ و تبلیغ کریں۔ چنانچہ وہ لاہور تشریف لائے اور سلسلۂ وعظ شروع کیا۔
(سوانح حیات حضرت مولانا غلام رسول، ص: ۵۳)

انہوں نے لاہور شہر اور اس کے قرب و جوار کے مختلف مقامات میں وعظ کیے اور اپنے اندازِ خاص سے کتاب و سنت کے احکام سے لوگوں کو آگاہ کیا۔ بے شمار مسلمانوں نے ان کے مواعظ سے متاثر ہو کر بدعات و محدثات سے توبہ کی اور خالص کتاب و سنت کو مشعلِ راہ بنایا، اور لاتعداد غیر مسلم ان کے وعظ سن کر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔

مولانا مرحوم نے تین حکومتوں کا زمانہ پایا۔

(۱) مسلمانوں (یعنی مغلوں) کی حکومت کا آخری زمانہ (۲) پنجاب میں سکھوں کی حکومت کا زمانہ (۳) انگریزی حکومت کا زمانہ۔

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے لاہور کے بہت سے مقامات پر وعظ کیے اور بہت سی مسجدوں میں جا کر اللہ کی وحدانیت بیان کی، لیکن لاہور کی تین مسجدیں بالخصوص ان کی جائے قیام اور مراکزِ وعظ رہیں۔ وہ تھیں مسجد تکیہ سادھواں، مسجد چینیاں والی اور مسجد نیلا گنبد۔
(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۴۲-۱۴۳)

برکت اولیاء کے اثرات اک حقیقت:۔ یہاں ایک ذاتی واقعہ عرض کرنے کو بھی جی چاہتا ہے۔ میں ۱۹۵۸ء اور اس سے کچھ عرصہ بعد تک چینیاں والی مسجد کے قریب کرائے کے مکان میں رہا۔ اس وقت میں ہفت روزہ ’’الاعتصام‘‘ میں فرائض ادارت انجام دیتا تھا۔ نماز عشاء کے قریب گھر پہنچتا۔ عشاء اور فجر کی دو نمازیں مسجد چینیاں والی میں پڑھتا تھا۔ میں بہت گناہگار ہوں، لیکن اس مسجد میں جاتا تو اس طرح اس کی گرفت میں آ جاتا کہ جی وہاں سے نکلنے پر آمادہ نہ ہوتا۔ بغیر کسی مطلب کے دیر تک وہیں بیٹھا مسجد کی چھت، اس کے صحن اور اس کی دیواروں کو دیکھتا رہتا۔ وہاں بیٹھنے سے دل کو سکون حاصل ہوتا تھا۔

اس کا ذکر ایک دن حضرت الاستاذ مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ اور پھر مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ سے کیا تو دونوں بزرگوں نے تقریباً ایک سا جواب دیا۔ وہ جواب یہ تھا کہ جہاں کبھی صالح لوگ رہے ہوں، تصوف کے نقطۂ نظر کے مطابق وہ وہاں اپنے اثرات (یا آثار) چھوڑ جاتے ہیں، جو قدرتی طور پر وہاں آنے والے ان لوگوں پر اثر انداز ہوتے ہیں جو تصوف سے تھوڑا بہت تعلق رکھتے ہوں۔ ان حضرات کی یہ بات میرے ذہن میں بیٹھ گئی۔ میں تصوف سے تعلق رکھنے کا دعوے دار تو ہرگز نہیں ہوں، لیکن صوفیائے کرام سے محبت اور ان کی تعظیم بہر حال کرتا ہوں۔ بے شک اس مسجد میں بہت سے صالح اور کتاب و سنت کے عامل حضرات رہے ہیں، جنہوں نے اللہ کے دین کی بے حد خدمت کی، وہاں جا کر وہ یاد بھی آتے ہیں۔

لاہور میں مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کا تیسرا مرکز تبلیغ اور مقام وعظ مسجد نیلا گنبد قرار پائی جو انار کلی بازار سے متصل لاہور کی مشہور اور قدیم مسجد ہے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۵۱)

مولانا غلام رسول کا مسلک اہلحدیث سے تعلق:۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تو اہلحدیث (وہابی) تھے ہی جو اس مسجد میں وعظ کیا کرتے تھے، نور احمد چشتی کے الفاظ سے پتا چلتا ہے کہ منشی نجم الدین ٹھیکے دار ڈبل روٹی بھی وہابی (اہلحدیث) تھے، جنہوں نے یہ مسجد واگزار اور مرمت کرائی۔ مولانا غلام رسول اور منشی نجم الدین کی وجہ سے یہ وہابیوں کی مسجد مشہور ہوئی۔

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے تین مراکزِ وعظ تبلیغ کا ذکر تو مختلف کتابوں میں موجود ہے، جن کا ہمیں علم ہو سکا ہے۔ وہ ہیں مسجد تکیہ سادھواں، مسجد چینیاں والی اور مسجد نیلا گنبد۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۵۲-۱۵۳)

مرشد غزنوی کے باکمال مرید: پھر ایک وقت آیا کہ انہوں نے لاہور کی سکونت ترک کر کے دہلی جانے اور وہاں حضرت میاں سید نذیر حسین رحمہ اللہ سے علم حدیث پڑھنے کا فیصلہ کیا۔ لاہور سے امرتسر پہنچے اور حافظ محمود کے پاس باغ والی مسجد میں قیام پذیر ہوئے۔ حافظ صاحب ممدوح حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے بیعت تھے اور نہایت صاحب تقویٰ بزرگ تھے۔ ان کا مقام صالحیت اتنا بلند تھا کہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ اپنے اس مرید کو مختلف اوقات میں اوراد و وظائف کی تلقین فرمانے کیلئے خود ان کے پاس امرتسر تشریف لائے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۵۴-۱۵۵)

خواب میں مصیبتوں کا اشارہ:۔ مولانا سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے ایک دن مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے کہا کہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپ پر کوئی مصیبت نازل ہو رہی ہے، لہٰذا یہاں رہنے کی بجائے، بہتر یہ ہے کہ آپ اپنے گھر چلے جائیں۔ اس خواب کی وجہ سے میں آپ کے متعلق بہت فکرمند ہوں، آپ کو یہاں سے چلے جانا چاہیے۔

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ بار بار مجھے دہلی چھوڑنے اور گھر جانے کیلئے کہتے اور اس پر اصرار کرتے تھے۔ میں انہیں جواب دیتا کہ اگر آپ واقعی یہ دیکھتے ہیں کہ میں کسی مصیبت میں مبتلا ہونے والا ہوں تو مجھ سے ایسی باتیں کریں، جو میرے لیے اطمینان کا باعث ہوں، ایسی باتیں نہ کریں، جن سے مجھے گھبراہٹ پیدا ہو، لیکن وہ برابر اسی قسم کی باتیں کرتے رہتے بالآخر وہ مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے اصرار پر دہلی سے اپنے گھر کو روانہ ہو گئے۔ (سوانح حیات مولانا غلام رسول، ص:٦٥)، (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:١٥٩)

انگریز عورت کے ساتھ ہمدردی:۔ مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ ان کو رخصت کرنے کیلئے میاں صاحب کے مدرسے سے لاہوری دروازے کے باہر شاہدرہ تک ان کے ساتھ گئے۔ وہاں یہ دونوں ساتھی کھڑے آپس میں الوداعی باتیں کر رہے تھے کہ سامنے ایک انگریز عورت پر نظر پڑی جو سخت زخمی حالت میں پیاس کی شدت سے بلک رہی تھی۔ لیکن کوئی اسے پانی نہ پلاتا تھا۔ انسانی ہمدردی کے پیش نظر یہ دونوں اس عورت کے پاس آئے اور کہیں سے پانی لا کر اسے پلایا۔

١٨٥٧ء کا زمانہ انتہائی ہنگامہ خیز تھا۔ ابتدا میں ہندوستانی انگریزوں پر غالب آ گئے تھے۔ اس وقت وہ اس قدر جوش میں تھے اور فضا ایسی پیدا ہو گئی تھی کہ انگریز بوڑھا ہو، بیمار ہو، عورت ہو، بچہ ہو اس کی امداد کرنا نہایت مشکل تھا، حالاں کہ اسلام کی رو سے زمانہ جنگ میں یا کسی بھی صورت میں بچوں، بیماروں، بوڑھوں اور عورتوں کو تکلیف پہنچانا جائز نہیں، بلکہ جہاں تک ہو سکے ان کو تکلیف سے بچانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اور مولانا عبداللہ رحمہ اللہ نے اپنے آپ کو خطرے میں ڈال کر اس عورت کی مدد کی۔

اس عورت کو کسی صورت میں مردانہ لباس پہنایا اور نہایت مشکل سے مسجد کے حجرے میں لے کر آئے اور اس کے علاج کا سلسلہ شروع کیا۔ رات کو کچھ لوگوں کو شبہ ہوا تو وہ مسجد میں تلاشی کیلئے آ گئے۔ ان لوگوں سے کہا گیا کہ ایک مریض ہے جو حجرے میں لیٹا ہوا ہے۔ یہ سن کر وہ لوگ واپس چلے گئے۔

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے اب وطن جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ چند روز کے علاج سے وہ عورت صحت یاب ہو گئی تو پتا چلا کہ وہ ایک انگریز کرنل کی بیوی ہے۔ اسے کسی طرح اس کے گھر پہنچایا گیا۔

اس عورت نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا بے حد شکریہ ادا کیا اور اپنی طرف سے خط لکھ کر انہیں دینا چاہا کہ کسی وقت ضرورت پڑے تو اس سے فائدہ اٹھایا جا سکے، لیکن مولانا نے خط لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا ہم نے اس کی مدد اور خدمت محض رضائے الٰہی اور انسانی ہمدردی کیلئے کی ہے، اس کا صلہ ہمیں اللہ ہی دے گا۔ اس عورت نے یہ بھی کہا کہ ممکن ہے ہندوستانیوں کی پکڑ دھکڑ تک نوبت پہنچ جائے، اس صورت میں یہ خط آپ کے کام آئے گا۔ اگر انگریزی حکومت سے کسی نے آپ کی شکایت کی تو متعلقہ لوگوں کو یہ خط دکھایا جا سکتا ہے، لیکن مولانا نہیں مانے، فرمایا ہم درویش لوگ ہیں۔ کوئی ہماری شکایت کیوں کرے گا اور ہمیں تکلیف پہنچا کر اسے کیا ملے گا۔

اس انگریز عورت کی صحت یابی کے بعد مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے اسے گھر پہنچایا اور پھر اس واقعہ کے کئی دن بعد دہلی سے وطن کو روانہ ہوئے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:١٥٩تا١٦١)

صحبت ولی کی برکات:۔ حضرت میاں صاحب فرماتے ہیں: ”ہم اس وعظ اور نماز میں شریک تھے۔ سارا میدان آدمیوں سے بھرا ہوا تھا۔ پہلی ملاقات سیّد صاحب اور مولانا شہید سے یہیں پٹنہ میں ہوئی تھی۔“ (الحیات بعد الممات، ص:٢٦)

حضرت شہیدین کے ساتھیوں کا یہ قافلہ چند روز وہاں رہا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ سیّد صاحب اور مولانا شہید رحمہما اللہ کی اس صحبت اور وعظ کی

برکت سے میاں صاحب کے دل میں دہلی جانے اور وہاں تعلیم حاصل کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۲۹-۱۷۰)

مولانا شاہ عبدالغنی نقشبندی مجددی رحمہ اللہ:۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ ۱۲۸۸ھ (۱۸۷۲ء) کو حج بیت اللہ کیلئے گئے تو مدینہ منورہ میں مولانا شاہ عبدالغنی مجددی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کیا اور ان سے سندِ حدیث لی۔ مولانا عبدالغنی مجددی رحمہ اللہ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے اخلاف میں سے تھے۔ اس خانوادۂ عالی مرتبت کا تقریباً ہر فرد زیورِ علم سے آراستہ تھا۔ آج اس برصغیر کے مختلف گوشوں میں فروغِ علم کی جو مسندیں بچھی ہوئی ہیں، ان میں کسی نہ کسی شکل میں اس خاندان کے اصحابِ کمال کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ان میں سے کسی بزرگ نے تصوف وطریقت کی محفلیں جمائیں، کسی نے وعظ ونصیحت کا راستہ اختیار کیا، کوئی بزرگ تصنیف وتالیف کی راہوں پر گامزن ہوئے اور کوئی درس وتدریس کے میدان میں اترے۔ غرض ہر ایک نے اپنی بساط واستطاعت اور حالات کے مطابق وہ خدمات انجام دیں جن کی ہمہ گیر اثر پذیری سے بنجر دلوں کی کھیتیاں سرسبز ہوئیں اور قلب ونظر کے بھٹکے ہوئے قافلوں نے تسکین وراحت کی منزل پائی۔ ان حضرات کے نوع بنوع کارنامے آج تذکرہ ورجال کی کتابوں کے زریں باب بن گئے ہیں اور لوگ ان سے مستفید ہو رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ مولانا عبدالغنی مجددی رحمہ اللہ اسی بحرِ ناپیدا کنار کی ایک موجِ خوش خرام تھے، جس سے ہزاروں تشنہ لبوں نے سیراب ہونے کی سعادت حاصل کی۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۷۹-۱۸۰)

شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ کے خاندان کا ذوق تصوف:۔ مولانا شاہ عبدالغنی مجددی رحمہ اللہ ۲۲ شعبان ۱۲۳۵ھ (۲۵ مئی ۱۸۲۰) کو دہلی میں پیدا ہوئے۔ سلسلہ نسب ساتویں پشت میں حضرت شیخ احمد مجدد الف ثانی سے ملتا ہے اور وہ یہ ہے: عبدالغنی بن شاہ ابوسعید زکی القدر بن صفی القدر بن عزیز القدر بن محمد عیسیٰ بن سیف الدین بن خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ علیہم اجمعین۔ ۔ ۔ ! نسلاً فاروقی تھے اور ان تمام اوصاف سے متصف تھے جو ان کے آباؤ اجداد میں پائے جاتے تھے۔ اور ان کے والد گرامی مولانا شاہ ابوسعید مجددی دہلوی دیارِ ہند کے بلند مرتبت علماء وفقہاء اور اصحاب طریقت وتصوف میں سے تھے۔ برادرِ کبیر مولانا شاہ احمد سعید مجددی رحمہ اللہ کا شمار بھی خطۂ ہند کے جلیل القدر اربابِ فقہ اور نامور صوفیا واتقیا میں ہوتا ہے۔ ان کا گھرانا علم وعمل اور فضل وکمال کا گھرانا تھا اور بڑے بڑے فضلاء ان کے حلقے میں شامل ہوئے جو ان کی صحبت اختیار کرنے کو اپنے لیے موجب شرف قرار دیتے تھے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۸۰)

شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ کا اخذ طریقت اور بیعت:۔ شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ نے کچھ ہوش سنبھالا تو قرآن مجید حفظ کیا، پھر مولانا حبیب اللہ دہلوی رحمہ اللہ سے صرف ونحو اور علوم عربی کی کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد حصول حدیث وفقہ کی طرف عنانِ توجہ مبذول فرمائی۔ حدیث کی تحصیل مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی رحمہ اللہ سے کی۔ مؤطا امام محمد اپنے والد گرامی شاہ ابوسعید رحمہ اللہ سے پڑھا، اخذ طریقت بھی انہی سے کیا۔
(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۸۰)

شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ کا منصب:۔ شاہ عبدالغنی علم وفضل میں درجۂ امامت پر فائز تھے۔ رجوع الی اللہ میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ ہر وقت دل پر خوفِ خدا طاری رہتا۔ حدیث رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت اور اتباعِ سنت کا جذبہ ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ حسنِ اخلاق کا پیکر تھے۔ لوگوں کو نفع پہنچانا اور ان سے نیکی کا برتاؤ کرنا ان کا شیوہ تھا۔ دنیا کے مال ومتاع سے کبھی تعلق نہیں رکھا۔ وہ اس جہانِ گزراں میں فرشتہ سیرت عالم تھے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۱۸۱)

صوفی نقشبندی محدث کے باکمال شاگردین:۔ سرزمین برصغیر میں انہوں نے علم حدیث کی تدریس وترویج میں بے پناہ خدمت سرانجام دی۔ وہ گوشہ گیر بزرگ تھے اور مسجد کے ایک کونے میں بیٹھ کر درسِ حدیث دیتے تھے۔ ان سے بے شمار علماء نے کسب علم حدیث کیا اور پھر وہ اس علم کی اشاعت کا بہت بڑا ذریعہ بنے۔ ان کے تلامذۂ حدیث کے وسیع حلقے میں مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ، مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ اور مولانا عبدالحلیم انصاری لکھنوی رحمہ اللہ کے اسمائے گرامی شامل ہیں۔ آج ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش میں علوم حدیث کے جو مراکز دکھائی دیتے ہیں، ان کی نسبت قیام جن بزرگوں

کی طرف جائے گی، ان میں شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ کے اسم گرامی کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۱۸۱-۱۸۲)

صوفی محدث کی تصنیفی خدمات:۔ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی رحمہ اللہ نے تدریس کے علاوہ تحریری طور پر بھی حدیث کی خدمت کی اور ''انجاح الحاجۃ'' کے نام سے حدیث کی مشہور کتاب ''سنن ابن ماجۃ'' پر ذیل سپرد قلم کی جو اپنے انداز کی بہترین ذیل ہے۔

تیرہویں صدی ہجری کے یہ وہ ہندی عالم تھے جو تدریس حدیث کے لحاظ سے عرب و عجم کے علماء و طلباء میں خاص شہرت رکھتے تھے۔ اس عالم کبیر نے منگل کے روز ۶ محرم ۱۲۹۶ھ (۳۱ دسمبر ۱۸۷۸ء) کو مدینہ منورہ میں داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ (تذکرہ علمائے ہند، ص ۱۲۶، نزہۃ الخواطر، ج:۷، ص:۲۸۹-۲۹۰، آثار الصنادید، ص ۲۱۵-۲۱۶، ابجد العلوم، ص:۹۲۹-۹۳۰، واقعات دار الحکومت دہلی، ج:۲، ص:۳۹۵، حدائق الحنفیہ، ص:۴۹۰-۴۹۱، الیانع الجنی)، (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۱۸۳)

سند حدیث میں صوفیت کا اشارہ:۔ مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ نے ۱۲۸۸ھ میں مدینہ منورہ میں ان سے جو سند حاصل کی، وہ مندرجہ ذیل ہے اور مولانا کی سوانح حیات کے صفحہ ۴۰-۴۱ پر درج ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

> "الحمد لله اولا و اخراً و الصلوة والسلام على رسوله دائماً و سرمداً اما بعد فقد ورد علي في المدينة المنورة الفاضل الفحول مولانا غلام رسول والتمس مني اجازة الحديث و التفسير و بغير هما من الكتب المعتمدة اسانيدها في حصر الشارد والبالغ فاجزت له و اسأل الله وله التوفيق باتباع السلف الصالحين من الائمة والمجتهدين والصوفية الصافية المنادين بالشريعة الطاهرة رضوان الله عليهم اجمعين و صلى الله على سيدنا محمدٍ واله واصحابه اجمعين"۔
>
> "قال بفمه و كتبه بقلمه الملتجي بالحرم النبي عبدالغنی بن ابی سعيد المجددی الدهلوی"

نشان مہر حضرت مسند صاحب عبدالغنی عفا اللہ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۱۸۴)

مرشد اور مریدین میں ذوق جہاد:۔ مولانا لیاقت علی رحمہ اللہ ضلع الہ آباد (یو-پی) کے ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ ان کا حلقہ ارادت دور تک پھیلا ہوا تھا۔ یہ اپنے مریدوں میں ہر آن جہاد کی تلقین و ترغیب میں مشغول رہتے تھے۔

مولانا رحمت اللہ رحمہ اللہ کیرانہ ضلع مظفر نگر کے باشندے تھے۔ نیک نفس اور متدین بزرگ تھے۔ انگریز سے ان کو بے حد عداوت تھی۔ عیسائی لٹریچر پر ان کو عبور حاصل تھا۔ بڑے بڑے نامور پادری ان کا سامنا کرنے سے گھبراتے تھے۔ ان کا فیصلہ کن مناظرہ مشہور پادری فنڈر سے مارچ ۱۸۵۶ء (رجب ۱۲۷۲ھ) میں آگرہ میں ہوا، جس میں پادری مذکور نے شکست کھائی اور وہ اس شکست سے اتنا بددل ہوا کہ اس کے بعد اسے ہندوستان میں رہنے کی جرأت نہ ہوئی اور وہ انگلستان چلا گیا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۱۸۸-۱۹۰)

مرشد بھی ہم سبق بھی:۔ حضرت سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں ایک مستقل باب میں بھی کیا گیا ہے اور کتاب کے مختلف مقامات میں بھی ان کا ذکر آیا ہے۔ وہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے مرشد بھی تھے، ہم سبق بھی تھے اور مخلص ترین دوست بھی تھے۔ انہوں نے حضرت سیّد صاحب کی خدمت میں مختلف اوقات میں بہت سے روپے بھیجے جو سیّد صاحب موصوف نے یتامیٰ و مساکین پر خرچ کیے۔ (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو سوانح حیات مولانا غلام رسول از ص ۱۵۰-۱۵۴) (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص ۲۰۶-۲۰۷)

صوفی اور سالک کی ترقی کا راز:۔ ان کے سوانح نگار فرزند مولانا عبدالقادر نے لکھا ہے کہ وہ فرمایا کرتے تھے:

''صاحبِ وضو پر سحر وغیرہ اثر نہیں کرتا۔ نہ جن بھوت اسے ایذا دے سکتے ہیں۔ وضو سے ہر کام میں برکت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ پاکیزہ رہنا اور پاکیزہ رہنے کا حکم دینا اسلامی منشا ہے۔ صوفی اور سالک کو زیادہ مقبولیت ستھرائی اور پاکیزگی کی وجہ سے ہوتی

ہے۔ فیوض و برکات اور درجات کا منبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ خود وضو سے رہتا اور دوسروں کو وضو سے رہنے کی تلقین کرنا سنت ہے۔ اور یہ مقبول عمل ہے، وضو پاکیزگی کا باعث ہے۔

" ان الله يحب التوابين و يحب المتطهرين" مولانا غلام رسول رحمہ اللہ چلتے ہوئے نظر نیچے رکھتے۔ ادھر ادھر، آگے پیچھے اور دائیں بائیں نہ دیکھتے۔ کسی کا شعر ہے۔

شیر سر افگندہ بر اندر راہ   رسم سگانست بہر سو نگاہ

"شیر راستے میں چلتے ہوئے اپنا سر نیچے رکھتا ہے۔ کتوں کی عادت ہر طرف دیکھنا ہے۔" (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۰۸-۲۰۹)

مال حرام سے نفرت اور عورت کی توبہ:۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کو مالِ حرام سے بے حد نفرت تھی۔ اسے ہاتھ لگانا بھی گوارا نہ فرماتے۔ اس سلسلے میں ان کے سوانح نگار مولانا عبدالقادر ایک واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک روز میں ان سے شیخ سعدی کی کتاب "بوستاں" پڑھ رہا تھا۔ ایک عورت بڑا قیمتی زرق برق لباس پہنے دو آدمیوں کے ساتھ مولانا کی خدمت میں آئی۔ اس نے ایک سو روپیہ نقد، ایک باریک ململ کا تھان اور کچھ مٹھائی پیش کی۔ مولانا نے اس عورت سے پوچھا تم کون ہو اور کہاں سے آئی ہو؟ اس نے بتایا کہ وہ گوجرانوالہ کی رہنے والی ایک طوائف ہے۔ مولانا نے فرمایا تیرا یہ حرام مال ہے، میں اسے ہرگز نہیں لے سکتا۔ اس عورت کے پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ حرام مال کیا ہوتا ہے۔ مولانا کی باتوں سے وہ اس درجہ متاثر ہوئی کہ اس کی دنیا بدل گئی اور اس نے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی۔ پھر یہ مال اس نے کسی مقروض کو دے دیا جس سے اس نے اپنا قرض ادا کیا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۱۰)

مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کی (٦٧) کرامات

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ بے شمار خصوصیات کے حامل اور بہت بڑے عالم تھے۔ اس کے ساتھ ہی وہ بلاشبہ اللہ کے مقرب، ولی اللہ اور صاحب کرامات بزرگ تھے ان کی زبان میں بے پناہ اثر تھا اور اللہ ان کی دعا کو شرف قبولیت بخشتا تھا۔ اس سلسلے میں ان سطور کے راقم نے بہت سی باتیں متعدد ثقہ لوگوں سے سنی ہیں اور ان کے سوانح نگار مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ نے بھی (جو ان کے بڑے صاحب زادے تھے) چونسٹھ پینسٹھ واقعات درج کیے ہیں۔ جو نہایت عجیب و غریب ہیں۔ یہ واقعات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی. ص 214)

تنگ دست کمہار کا مالدار ہو جانا:۔ (کرامت، ۱) موضع ستراہ سندھواں ضلع سیالکوٹ کے ایک شخص کا نام "عمرا" تھا جو کمہار برادری سے تعلق رکھتا تھا اور کثیر العیال تھا لیکن اس کی آمدنی بہت کم تھی جس کی وجہ سے وہ زیادہ تر تنگ دستی اور غربت کا شکار تھا اتفاقاً ایک مرتبہ وہاں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ تشریف لے گئے۔ عمرا ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور تنگی معاش کا ذکر کیا آپ نے فرمایا: "یاحی یاقیوم برحمتك استغیث" کثرت سے بلا تعداد پڑھا کرو، وضو ہو یا نہ ہو اس کی کوئی شرط نہیں لیکن اس کے معنوں کو ذہن میں رکھنا ضروری ہے (یعنی اے اللہ! جو ہمیشہ زندہ اور قائم رہنے والا ہے میں تیری رحمت سے تجھ سے فریاد کرتا ہوں) اگر ایسا کرو گے تو اللہ تعالیٰ فضل فرمائے گا۔ اس نے اس پر عمل کیا اور تھوڑے ہی عرصے میں مال دار ہو گیا اور موضع ستراہ میں خاصی زمین بھی خرید لی۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی. ص 215,214)

> **اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کا ذاتی مشاہدہ:۔** اس دعا کے بارے میں راقم الحروف بھی اپنا ایک ذاتی واقعہ اور تجربہ بیان کرنا چاہتا ہے میں ہفت روزہ "الاعتصام" کا ایڈیٹر تھا۔ جنوری 1958ء میں چند دوستوں کے اشتراک سے میں نے اپنا ایک سہ روزہ اخبار "منہاج" جاری کیا۔ اکتوبر 1958ء میں ملک میں ایوب خان نے مارشل لاء نافذ کر دیا اور نیوز پرنٹ کنٹرول میں آ گیا۔ "منہاج" چوں کہ نیا جاری ہوا تھا اس لیے اسے کنٹرول ریٹ میں اخباری کاغذ نہیں مل سکتا تھا۔ اخباری کاغذ پرانے اخباروں کو ملتا تھا۔ میں نے یہ اخبار تنگ آ کر اپریل 1959ء میں بند کر دیا۔ حساب کیا تو میں تین ہزار روپے کا مقروض تھا۔ "الاعتصام" سے مجھے اس زمانے میں دو سو روپے ماہانہ تنخواہ ملتی تھی جو

اس وقت کے مطابق مناسب تنخواہ تھی لیکن اس سے یہ قرض جو اس زمانے میں بڑی رقم تھی ادا کرنا بہت مشکل تھا میں نے مولانا محمد علی لکھوی مرحوم ومغفور سے جو مدینہ منورہ میں مقیم تھے ایک خط میں دعا کے لئے درخواست کی انہوں نے فوراً جواب دیا اور یہی وظیفہ اسی طرح بتایا جیسا کہ اوپر مذکور ہے میں نے اس پر عمل کیا اور چند ماہ میں اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیے کہ میں قرض سے سبک دوش ہو گیا اور تمام مالی تکلیفیں ختم ہو گئیں۔

قرض سے غیبی خلاصی مل جانا:۔ (کرامت،۲) سلیمان ایک بنگالی طالب علم تھا جو تمام عمر مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کی خدمت میں رہا ان کی وفات کے بعد بیت اللہ شریف چلا گیا تھا اس کا بیان ہے کہ مولانا کے بڑے بھائی حکیم غلام محمد ایک شخص شیخ غلام حسین بھیروی کے دو ہزار روپے کے مقروض تھے وہ قرض جلدی ادا نہ کر سکے تو شیخ غلام حسین نے دعویٰ کر کے ڈگری حاصل کر لی اور حکیم غلام محمد کو عدالت نے جیل بھجوا دیا۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اس وقت گاؤں میں موجود نہ تھے، اسی روز عصر کے قریب تشریف لائے اور سنت نبوی ﷺ کے مطابق پہلے مسجد میں آئے۔ حکیم صاحب کے بارے میں پوچھا کہ کہاں ہیں سلیمان بنگالی نے تمام واقعہ بیان کیا۔ مولانا کو اس سے نہایت ذہنی کوفت ہوئی۔ نماز عصر سے فارغ ہوئے تو سلیمان سے کہا "پانی کا ایک لوٹا بھر لو اور میرے ساتھ آؤ"۔ گاؤں سے کچھ دور جا کر اپنے گرد ایک حصار کھینچا اسی میں وضو کیا قبلہ رو ہو کر بیٹھ گئے اور کچھ پڑھنے لگے سلیمان بھی قریب ہی بیٹھا تھا اس نے دیکھا کہ مغرب کی طرف سے سفید لباس میں ملبوس ایک شخص آیا اور اس نے مولانا کو ایک ہزار روپیہ دیا۔ آپ نے فرمایا: مجھے دو ہزار کی ضرورت ہے۔ اس نے کہا: ہزار روپیہ دینے والے نے کہا ہے کہ باقی روپے (قرض خواہ) چھوڑ دے گا۔ مولانا اسی وقت وہاں سے اٹھے اور شیخ غلام حسین کو تلاش کر کے ایک ہزار روپیہ دیا اور فرمایا: باقی روپے میں جلد ہی ادا کر دوں گا شیخ غلام حسین نے ایک ہزار روپیہ وصول کیا اور باقی ہزار چھوڑ دیا۔ مولانا گئے اور حکیم صاحب کو جیل سے رہا کرا کے گھر لے آئے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص215,216)

لاولد کو لڑکی کی بشارت:۔ (کرامت،۳) علاقہ شاہ پور کے موضع سدرہ میں ایک بزرگ حافظ غلام محمد سکونت پذیر تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے گاؤں سدرہ کے قریب ایک گاؤں "کوٹلی" ہے کوٹلی کا ایک زمیندار لاولد تھا وہ اپنی بیوی اور انہی حافظ غلام محمد کے ساتھ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ "اللہ سے دعا کریں وہ مجھے اولاد عطا فرمائے۔ مولانا نے اسی مجلس میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے دعا کے بعد فرمایا: شاید اللہ تعالیٰ تمہیں لڑکی عطا کرے گا۔ چنانچہ دعا قبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے لڑکی عطا فرمائی۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص216)

طبیبوں کا ٹھکرائے شخص کا صحت یاب ہو جانا: (کرامت،۴) مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے سوانح نگار مولانا عبدالقادر لکھتے ہیں کہ قلعہ اسلام میں ایک حافظ قرآن لڑکوں کو قرآن مجید پڑھاتے تھے۔ ان کے چہرے پر چنبل ہو گیا تھا، بہت علاج کرایا لیکن صحت یاب نہ ہوئے۔ ایک دن انہوں نے مولانا سے عرض کیا تو آپ نے دیکھ کر دریافت فرمایا کوئی علاج نہیں کرایا۔؟ کہا: بہت علاج کرائے سال بھر سے علاج کرا رہا ہوں مگر بجائے فائدے کے مرض بڑھ گیا ہے اور روز بروز بڑھ رہا ہے اب خدائی علاج چاہتا ہوں۔ آپ نے اسی وقت دم کیا اور فرمایا: "متواتر تین دم کراؤ" حافظ صاحب نے مولانا رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق تین دن دم کرایا اور بالکل صحت یاب ہو گئے۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص217)

گمشدہ زیورات کی غیبی اطلاع:۔ (کرامت،۵) قلعہ اسلام کے حاجی کرم الٰہی کا بیان ہے کہ ان کی شادی کے موقع پر ان کی والدہ کا زیور گم ہو گیا۔ جہاں رکھا تھا بار بار وہاں دیکھا اور جگہوں میں بھی دیکھا مگر نہ ملا حاجی صاحب ممدوح کی والدہ مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور زیور کی گم شدگی کا ذکر کیا آپ نے فرمایا: جہاں رکھا تھا وہیں پڑا ہے۔ چنانچہ دیکھا تو وہیں پڑا تھا۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص217)

غریب شخص کا مالدار ہو جانا:۔ (کرامت، ۶) ضلع سیالکوٹ کے موضع ستراہ سندھواں کے چوہدری محمود خاں بیان کرتے ہیں کہ ابتداء میں اس کی مالی حالت بہت خراب تھی۔ مولانا رحمہ اللہ ایک مرتبہ وہاں تشریف لے گئے تو اس نے مولانا رحمہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنی مالی کمزوری کا ذکر کیا۔ فرمایا "اللہ الصمد" ہر روز بلاتعداد پڑھا کرو اور نماز تہجد بھی باقاعدہ پڑھا کرو۔ چوہدری محمود خان کا بیان ہے کہ اس نے اس پر عمل کیا اور چند ہی روز میں مال دار ہو گیا یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ اتنی دولت کہاں سے آئی۔ مولانا نے تہجد پڑھنے کا حکم دیا تھا نماز تہجد بھی باالتزام پڑھنے لگا۔ چوہدری محمود خان کا کہنا ہے کہ اگر کسی دن عمداً سو بھی جاؤں تو ایسے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا تہجد کے لئے مجھے جگا رہے ہیں۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص218,217)

ان پڑھ درزی کا حساب کتاب سیکھ جانا:۔ (کرامت، ۷) قلعہ اسلام کا ایک درزی امام الدین کہتا ہے کہ وہ بالکل کند ذہن اور ان پڑھ تھا اس کا بڑا بھائی عبداللہ ایک دن اسے مولانا رحمہ اللہ کے پاس لے گیا اور اس کا حال بیان کیا آپ نے فرمایا: لوٹے میں تھوڑا سا پانی لاؤ پانی لایا گیا تو آپ نے اس پر دم کیا اور فرمایا لو امام الدین اس کو پی جاؤ۔ تم تھوڑا بہت حساب کتاب سیکھ جاؤ گے امام الدین کہتا ہے کہ اللہ کے فضل اور مولانا کی دعا سے اس دن سے مجھ میں اتنی صلاحیت پیدا ہو گئی ہے کہ حساب کتاب بھی کر لیتا ہوں اور معمولی خط و کتابت بھی کر سکتا ہوں۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی. ص218)

تاجر کا مال چوری ہونے سے بچ جانا:۔ (کرامت، ۸) ایک شخص ملا کرم داد ملتان میں دکان کرتا تھا کہتا ہے کہ میرے والد مولانا کی خدمت میں گئے اور عرض کیا کہ ہم مختلف مقامات میں تجارت کے سلسلے میں جاتے ہیں تو راستے میں چوری وغیرہ ہو جاتی ہے کوئی وظیفہ بتا دیجئے تاکہ ہمارا مال محفوظ رہے۔ فرمایا: تم جہاں رات کو ٹھہرو اپنے مال کے ارد گرد ایک سو مرتبہ "یا محیط" پڑھ لیا کرو۔ وہ کہتا ہے کہ ہم یہ عمل کرتے رہے اور ہمیشہ سلامتی کے ساتھ مال لے کر گھر پہنچتے رہے۔ ہمارا کبھی نقصان نہیں ہوا جب کہ ہمارے ساتھیوں کا کئی دفعہ نقصان ہوا۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی. ص218)

لاعلاج مریض کا تندرست ہو جانا:۔ (کرامت، ۹) موضع کوٹلی سنگھ بھرڑاں (ضلع گوجرانوالہ) کے ایک زمیندار "بلندا" کا بیان ہے کہ اس کا بھائی علی گوہر ایک مدت تک بخار میں مبتلا رہا اطباء نے تشخیص کی کہ اسے دق اور سل کی بیماری ہو گئی ہے طبی علاج سے ناامید ہو کر لوگ اسے مولانا کے پاس لے گئے اور عرض کیا کہ طبیعت اسے مدقوق اور مسلول قرار دیتے ہیں۔ فرمایا "طبیبوں نے تشخیص میں غلطی کی ہے اسے معمولی سا بخار ہے اس کے بعد پانی دم کر کے اسے پلایا اور اسی روز بخار اتر گیا اور مریض اچھا بھلا ہو گیا۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص219,218)

ہندو گھرانے کا مسلمان ہو جانا: (کرامت، ۱۰) بعض ہندو یا سکھ اپنے بچوں کو سودا وغیرہ لینے کیلئے اگر کسی ایسی دکان پر بھیجتے جو مولانا رحمہ اللہ کی مسجد کی طرف ہوتی تو انہیں تاکید کرتے ہیں مسجد کے قریب سے "واہگرو واہگرو" یا رام رام کرتے جانا اور جلدی سے نکل جانا ایک دن ایک ہندو لڑکی والدین کی ہدایت کے مطابق بھاگتی ہوئی جا رہی تھی اور رام رام کا لفظ اس کی زبان پر تھا۔ مولانا کے پاس سے گزری تو فرمایا: یا اللہ یا اللہ کہو یہ کیسا پیارا لفظ ہے چنانچہ "یا اللہ یا اللہ" کے الفاظ اس کی زبان سے جاری ہو گئے اور یہی الفاظ ادا کرتی ہوئی گھر پہنچی والدین بے حد پریشان ہوئے اور اسے بار بار کہا کہ رام رام کہو مگر لڑکی مسلسل "یا اللہ یا اللہ" کہتی جا رہی تھی اور ساتھ ہی گھر والوں سے کہتی تھی تم بھی "یا اللہ یا اللہ" کہو یہ بڑا پیارا لفظ ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ گھر کے تمام لوگ مسلمان ہو گئے اور سب کی زبان پر "یا اللہ یا اللہ" کے الفاظ ادا ہونے لگے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص219)

بانجھ عورت کے گھر بیٹے کی پیدائش: (کرامت، ۱۱) گجرات کا ایک موچی لاہور میں اپنا کوئی کام کاج کرتا تھا اتفاقاً مولانا لاہور تشریف لائے اور وعظ فرمایا۔ وعظ میں آپ نے حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں حضرت یحییٰ علیہ اسلام کی پیدائش کا قصہ بیان کیا اس وقت گجرات کا موچی بھی موجود تھا وہ دوران وعظ ہی میں اٹھ کھڑا ہوا اور کہا "حضرت اب بھی ایسا ہو سکتا ہے فرمایا: ہاں اب بھی اللہ تعالیٰ ایسا کرنے

پر قادر ہے۔ موچی نے کہا تو میرا حال بعینہ حضرت زکریا علیہ السلام کا سا ہے۔ میری بیوی بانجھ ہے اور میں بوڑھا ہوں آپ میرے لیے دعا فرمائیں شاید آپ کی دعا کی برکت سے میرے گھر لڑکا پیدا ہو جائے۔ آپ رحمہ اللہ نے دعا فرمائی اور لوگوں نے آمین آمین کہا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس کو لڑکا عطا فرمایا۔ اس نے مولانا رحمہ اللہ کو اطلاع دی تو آپ نے اس کا نام ''اللہ دتا'' رکھا وہ لڑکا حافظ قرآن ہوا۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص220,219)

کلمہ سنتے ہی مسلمان ہو جانا:۔ (کرامت،۱۲) ایک دن مولانا رحمہ اللہ لاہور میں کہیں وعظ فرما رہے تھے۔ دو گورے عیسائی کچھ سکھ اور چند ہندو بھی وعظ میں موجود تھے۔ وعظ میں مولانا رحمہ اللہ نے سورہ مریم کی چند آیات تلاوت کیں اور ہرقل کے دربار میں قریش مکہ کی سفارت کا ذکر کیا تھا۔ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے ہرقل نے جس انداز سے بات کی اور کلمہ شہادت سنا وہ بتایا تھا تو ساتھ ہی اس طرح زوردار اور پرکشش آواز میں کلمہ شہادت پڑھا کر سننے والوں میں ایک تہلکہ بپا ہو گیا اور ہندو مسلمان گورے عیسائی اور سکھ شدت تاثر سے تڑپنے لگے۔ اس وعظ میں جتنے بھی غیر مسلم موجود تھے سب مسلمان ہو گئے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص220)

ولی کامل کی زبان کا اثر:۔ (کرامت،۱۳) لاہور ہی کا واقعہ ہے کہ آپ فجر کی نماز سے فارغ ہو کر وضو کرنے کی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک سکھ عورت ''واہ گرو واہ گرو'' کہتی ہوئی وہاں سے گزری۔ آپ نے فرمایا: ''وحدہٗ وحدہٗ'' کہو اس عورت کی زبان پر ''وحدہٗ وحدہٗ'' جاری ہو گیا۔ گھر والوں نے اسے بہت سمجھایا اور مار پیٹ بھی کی مگر وہ باز نہ آئی اور مسلمان ہو گئی۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص220)

خواجہ اجمیر رحمہ اللہ کی یاد تازہ کر دینا:۔ (کرامت،۱۴) ایک مرتبہ مولانا ممدوح ضلع گجرات میں سفر کر رہے تھے کہ ایک سکھ نے آپ سے پوچھا موضع ڈنگہ کا راستہ کون سا ہے۔ فرمایا: بھائی مجھے ڈنگوں کا راستہ تو یاد نہیں البتہ سیدھوں کا یاد ہے۔ اس نے کہا سیدھوں ہی کا بتا دو۔ فرمایا سیدھوں کا راستہ ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ادھر مولانا کی زبان سے یہ کلمہ نکلا اور ادھر سکھ کی زبان پر یہی کلمہ جاری ہو گیا اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی۔ ص221,220)

ہندو پنڈت کا زیر ہو جانا:۔ (کرامت،۱۵) موضع دلاور چیمہ (ضلع گجرانوالہ) کے ایک بڑے زمیندار اور دولت مند سکھ کا نوجوان بیٹا مولانا رحمہ اللہ کا وعظ سن کر مسلمان ہو گیا اور اس کا نام عبداللہ رکھا گیا۔ اس سکھ نے دلاور چیمہ اور علی پور میں اعلان کرا دیا کہ کوئی پنڈت یا گرنتھی قلعہ میہاں سنگھ والے مولوی صاحب سے بحث کر کے ان کو شکست دے دے اور میرے بیٹے کو دوبارہ سکھ مذہب قبول کرنے پر آمادہ کر لے تو میں اس کو کئی ایکڑ زمین اور پانچ سو روپے نقد انعام دوں گا۔ علی پور کے ایک پنڈت نے یہ اعلان سنا تو لالچ میں آ کر مولانا رحمہ اللہ سے بحث کے لئے تیار ہو گیا۔ سکھ زمیندار نے پانچ سو روپے نقد جمع کرا دیے اور زمین کے لئے دستاویز لکھ دی اور پنڈت کو ساتھ لے کر قلعہ اسلام کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور بھی بہت سے لوگ جن میں غیر مسلم بھی تھے اور مسلمان بھی، بحث سننے اور نتیجہ معلوم کرنے کی غرض سے ان کے ساتھ چل پڑے یہ لوگ قلعہ اسلام پہنچے تو مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اپنے بالا خانے میں تشریف فرما تھے اور ایک طالب کو شیخ سعدی کی کتاب ''بوستان'' کا وہ سبق پڑھا رہے تھے جس میں رسول اللہ ﷺ کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ پنڈت نے آتے ہی مولانا رحمہ اللہ سے ایک سوال کیا۔ آپ نے فرمایا: تشریف رکھیے آپ کی تشریف آوری سے بہت خوشی ہوئی طالب علم کے سبق سے فارغ ہو جاؤں تو آپ سے بات ہو گی جو جی چاہے سوال کریں میں ان شاء اللہ نہایت خوشی سے جواب دوں گا یہ الفاظ کہہ کر اس شعر کی طرف متوجہ ہوئے۔

دریں بحر جز مرد راعی نرفت   گم آں شد کہ دنبال داعی نرفت

کہتے ہیں یہ شعر پڑھتے ہی مولانا رحمہ اللہ کا اسلوب بیان بدل گیا اور مجلس کا انداز کچھ اور ہی رنگ اختیار کر گیا۔ تقریر میں اللہ نے ایسی تاثیر بھر دی کہ سامعین یوں محسوس کر رہے تھے کہ در و دیوار سے کلمہ شہادت کی آوازیں آ رہی ہیں پنڈت اور ان کے ساتھی بے جان تصویر بنے ہوئے مولانا رحمہ اللہ کا منہ تک رہے تھے اور سب کی زبانیں گنگ تھیں۔ ناگہاں پنڈت نے شور مچانا شروع کر دیا۔ مجھے لے چلو، مجھے لے چلو

کچھ لوگوں نے پنڈت کو دونوں بازوؤں سے پکڑ کر کھڑا کیا اور بڑی مشکل سے بالا خانے سے نیچے اتارا پنڈت پر مدہوشی طاری تھی۔ جب وہ کچھ ہوش میں آیا تو اس سکھ زمیندار نے جو اسے لے کر گیا تھا اور اس کے ساتھیوں نے اس سے دریافت کیا تم بڑی شان اور ادا دعوئی سے وہاں گئے تھے لیکن جاتے ہی خاموش ہو گئے اور کوئی بات کیے بغیر لوٹ آئے اس کی کیا وجہ ہے؟ پنڈت نے جواب دیا میں اسلام کے خلاف ایک سو اعتراض سوچ کر گیا تھا جو میرے نزدیک بڑے مضبوط تھے لیکن مولوی صاحب کے سامنے جاتے ہی تمام باتیں ذہن سے نکل گئیں۔ ان کی تقریر میں کچھ ایسا جادو بھرا ہوا تھا کہ خود میرے دل میں ایک کہرام سا بپا ہو گیا ان کے مذہب کی سچائی میرے دل میں پیوست ہونے لگی اور یوں محسوس ہونے لگا کہ میرا مذہب صحیح نہیں ہے مولوی صاحب کی طرف سے ایک روشنی میری طرف بڑھ رہی تھی اور میرے مذہب کے آثار مٹنا شروع ہو گئے تھے اگر چند ثانیے مزید ان کے سامنے بیٹھا رہتا تو میں کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو جاتا۔

اس کے بعد بہت لوگوں نے پنڈت جی کو مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں لے جانے اور ان سے بحث و مناظرہ پر آمادہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ نہیں مانے اور صاف لفظوں میں کہا کہ میں ہرگز مولوی غلام رسول رحمہ اللہ سے بحث و مناظرہ نہیں کروں گا۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 223,221)

دعا کرتے ہی پہلی بیوی کا مسلمان ہو جانا:۔ (کرامت، ۱۶) یہی عبداللہ نو مسلم جس کے سکھ والد کے کہنے پر پنڈت مذکور مولانا سے بحث کرنے گئے تھے بیان کرتے ہیں کہ مولانا رحمہ اللہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرنے کے بعد انہوں نے ایک مسلمان خاندان میں شادی کر لی تھی۔ قبول اسلام سے پہلے بھی وہ شادی شدہ تھے ایک دن وہ مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا کہو! میاں عبداللہ مع اہل و عیال کے خوش ہو؟ عرض کیا۔ حضرت! میری پہلی بیوی بہت سلیقہ شعار اور تابعدار تھی مجھے وہ بہت یاد آتی ہے۔ آپ دعا فرمائیں وہ بھی اسلام قبول کر لے اور میرے پاس آ جائے اگر ایسا ہو جائے تو بہت ہی اچھا ہے ورنہ دن تو گزر رہے ہیں۔

فرمایا. میاں عبداللہ! جس ذات اقدس نے تم کو ہدایت دی ہے وہ اس کو بھی ہدایت دینے پر قادر ہے گھبراؤ نہیں ان شاء اللہ جلد ہی تمہاری مراد پوری ہو گی۔ اب تم گھر جاؤ۔

عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ وہ مولانا رحمہ اللہ کے حسب فرمان گھر چلے آئے۔ ابھی ایک ہی دن گزرا تھا کہ ان کی پہلی بیوی نے ایک شخص کے ہاتھ ان کو خط بھیجا کے فلاں دن اور فلاں وقت آ کر اسے لے جاؤ۔ وہ گئے اور اسے ساتھ لے کر مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں قلعہ اسلام حاضر ہوئے اور وہ مسلمان ہو گئی۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 223)

برہموں کا دیکھتے ہی مسلمان ہو جانا:۔ (کرامت، ۱۷) موضع ستراہ سندھواں (ضلع سیالکوٹ) کے چوہدری محمود خان کہتے ہیں کہ ان کے گاؤں کے برہمن نے ان سے کہا کہ سنا ہے جو غیر مسلم مولوی صاحب کا درشن کرنے آتا ہے وہ مسلمان ہو جاتا ہے انہوں نے جواب دیا بات تو ایسی ہی ہے برہمن نے کہا کسی دن ہم کو بھی ان کے درشن کرانا۔ چند روز بعد مولانا رحمہ اللہ تشریف لے آئے اور چوہدری محمود خان نے سے برہمن کی بات بیان کی۔ فرمایا اگر کوئی وقت آیا تو میں کہوں گا تم اسے بلا لانا۔ جمعہ کا دن تھا مولانا وعظ فرما رہے تھے کہ محمود خاں کو حکم دیا برہمن کو بلا لاؤ کوئی اور غیر مسلم آنا چاہے تو وہ بھی آ جائے۔ حسب ارشاد محمود خاں گئے برہمن سے کہا اور اس کو لانے کی بہت کوشش کی مگر وہ نہیں آیا۔ دو اور غیر مسلم ان کے ساتھ آ گئے جوں ہی وہ مولانا کے سامنے آئے حالانکہ انہوں نے وعظ کا کوئی لفظ نہیں سنا تھا ان کو دور سے دیکھتے ہی کلمہ شہادت پڑھنا شروع کر دیا۔

محمود خان کہتے ہیں کہ ایندھن کاٹنے کے لئے وہ ایک کلہاڑی برہموں سے مانگ کر لائے تھے۔ انہوں نے وہ کلہاڑی واپس کرنے کی بہت کوشش کی لیکن برہموں نے نہیں لی اور کہا کہ اس کلہاڑی سے جو لکڑیاں کاٹ کر کھیت سے لائی گئی ہیں ان سے مولوی صاحب رحمہ اللہ کیلئے کھانا پکایا گیا ہے ممکن ہے اس کو دیکھ کر اور ہاتھ لگا کر ہی ہم مسلمان ہو جائیں۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 224,223)

جواں سالہ لڑکی کا گنجاپن ختم ہو جانا: (کرامت، ۱۸) گوجراں والا کے دو میاں بیوی اپنی چودہ سالہ لڑکی کو لے کر مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ان کی لڑکی کے سر پر کوئی بال نہیں ہے اور یہ بالکل گنجی ہے اس کی شادی ہونے والی ہے آپ دعا فرمائیں کہ اس کے سر پر بال اگ جائیں۔

مولانا رحمہ اللہ نے لڑکی سے فرمایا: بیٹی نماز پڑھا کرو ان شاء اللہ تم جلد ہی اچھی ہو جاؤ گی۔ لڑکی نے نماز پڑھنا شروع کر دی اور تھوڑے ہی عرصے میں سر پر بال اگ آئے اور گنجاپن ختم ہو گیا۔ دو سال بعد وہ لڑکی اپنے چھوٹے سے بچے کے ساتھ مولانا کی خدمت میں نذرانہ لے کر حاضر ہوئی اس کی ماں بھی ساتھ تھی۔ مولانا رحمہ اللہ نے ان سے پوچھا تم کون ہو اور کہاں سے آئی ہو؟ لڑکی کی والدہ نے تمام واقعہ بیان کیا۔ آپ نے پوچھا نماز پڑھتی ہو یا نہیں؟ لڑکی نے جواب دیا پہلے نماز پڑھا کرتی تھی مگر اب چند روز سے چھوٹ گئی ہے۔ یہ سنتے ہی آپ نے نذرانہ واپس کر دیا اور فرمایا: تمہارے جیسے لوگوں سے جو خدا سے وعدہ کر کے توڑ دیتے ہیں مجھے کوئی سروکار نہیں۔ ہر چند اس نے کہا لیکن آپ نے نذرانہ قبول نہ کیا اور دونوں ماں بیٹی واپس گوجراں والا چلی گئیں۔ رات کو وہ لڑکی سوئی، صبح اٹھ کر سر پر ہاتھ پھیرا تو ایک بال بھی نہ تھا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 225,224)

مالیخولیا کے مریض کا صحت یاب ہو جانا: (کرامت، ۱۹) موضع کھیکی (ضلع گجرانوالہ) کے حکیم نبی بخش کا بیان ہے کہ انہیں ایک گاؤں میں ایک ایسے مریض کے علاج کی غرض سے جانا پڑا جو مالیخولیا میں مبتلا تھا اور جسے طبیب لاعلاج قرار دے چکے تھے۔ حکیم صاحب مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کیا مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: علاج کرو اللہ شافی مطلق ہے شفا دے گا حکیم صاحب نے اس کا علاج شروع کیا اور قدرت الٰہی سے ایک ہی دن کے علاج سے آدھی بیماری ختم ہو گئی دوسرے روز مریض بالکل تندرست ہو گیا۔ حکیم صاحب بامذاق آدمی تھے اور مولانا ان کی باتوں سے خوش ہوتے تھے۔ وہ مولانا رحمہ اللہ کے پاس آئے مریض کی صحت یابی کی اطلاع دی اور عرض کیا وہ مریض تو صحت یاب ہو گیا اگر کوئی ایسا ہی مریض اور آ گیا تو پھر کیا ہو گا؟ فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے علاج سے ہمیشہ ایسے مریضوں کو صحت عطا فرمائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس کے بعد سے مالیخولیا کے جتنے بھی مریض ان کے پاس آئے اللہ نے انہیں صحت عطا فرمائی۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 225)

منافع کے غیبی اسباب بن جانا: (کرامت، ۲۰) لاہور کے میاں صاحب کہتے ہیں کہ کسی زمانے میں وہ گھوڑوں کا بیوپار کرتے تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے گھوڑے خرید کر اپنے ملازموں کو سری نگر گھوڑے فروخت کرنے کے لئے بھیجا۔ تین مہینے گزر گئے لیکن گھوڑے فروخت نہ ہوئے۔ میاں محمد صاحب نہایت پریشان تھے کیوں کہ سری نگر میں ملازموں کا خرچ بھی پڑ رہا تھا اور گھوڑوں کا بھی اتفاقاً مولانا غلام رسول رحمہ اللہ لاہور تشریف لائے اور مسجد چینیاں والی میں وعظ کہا۔ سامعین میں میاں محمد بھی موجود تھے وعظ کے بعد وہ مولانا رحمہ اللہ سے ملے اور اپنی پریشانی کا ذکر کیا فرمایا ان شاء اللہ تیسرے روز تمہارے گھوڑے حاکم کشمیر خرید لے گا اور تمہیں تین ہزار روپے منافع ہو گا۔ میاں محمد کہتے ہیں کہ وہ تاریخ انہوں نے لکھ لی جب ملازم واپس آئے تو معلوم ہوا کہ مولانا کے فرمان کے تین روز بعد گھوڑے فروخت ہوئے اور حساب کیا گیا تو ٹھیک تین ہزار روپے منافع ہوا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 226)

ہندو مہنت کا کلمہ سنتے ہی مسلمان ہو جانا: (کرامت، ۲۱) ضلع گورداس پور (مشرقی پنجاب) کے ایک ہندو مہنت کا نام کاہن داس تھا۔ وہ اپنے چند عقیدت مندوں کے ساتھ ایک مرتبہ ''موضع کالووالی'' آیا جو قلعہ اسلام کے قریب ایک گاؤں ہے مہنت نے لوگوں سے پوچھا کہ یہاں سے قلعہ اسلام کتنے فاصلے پر ہے؟ بتایا گیا تین کوس کے فاصلے پر ہے موجودہ حساب کے مطابق پانچ کلومیٹر کہنا چاہیے۔ مہنت کاہن داس نے کہا سنا ہے وہاں مولوی غلام رسول رحمہ اللہ رہتے ہیں جو بہت عالم اور صوفی ہیں۔ میرے دل میں اسلام کے بارے میں کچھ سوالات پیدا ہو رہے ہیں میں ان سے یہ سوالات پوچھنا چاہتا ہوں لوگوں نے بتایا کہ ان کے پاس کئی پنڈت اور غیر مسلم بحث و مباحثہ کے لئے آئے اور مسلمان ہو گئے آپ وہاں نہ جائیں لیکن مہنت صاحب نہیں مانے اور مولانا کے پاس پہنچ گئے جاتے ہی سوال کیا ''اسلام کیا چیز ہے؟ فرمایا:

پہلی چیز ہے کلمہ پڑھنا، پھر کلمہ پڑھ کر سنایا کلمہ سنتے ہی مہنت کاہن داس نے کلمہ پڑھنا شروع کر دیا اور مسلمان ہوگیا اس کے بعد دو سال وہ مولانا کی خدمت میں قلعہ اسلام رہے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 227,226)

قتل کے مقدمہ میں گرفتار شخص کا بری ہو جانا: (کرامت،۲۲) ضلع شاہ پور کے موضع بھرت لوتھ کا نمبردار جس کا نام "جوایا" تھا کسی پیر کا مرید تھا وہ نمبردار قتل کے ایک مقدمے میں گرفتار ہوگیا۔ گواہ بھی بھگت گئے جنہوں نے اس کے قاتل ہونے کی گواہی دی نمبردار نے جو جیل میں بند تھا اپنے بیٹے کو مولانا کی خدمت میں بھیجا مولانا رحمہ اللہ نے اسے ایک حرف پڑھنے کے لئے فرمایا اور کہا کہ تم اسے متواتر تین دن پڑھو انشاء اللہ گرفتار شدہ شخص بری ہو جائے گا، چنانچہ وہ بری ہوگیا اسے جرمانہ بھی نہیں ہوا۔ مولانا کے سوانح نگار نے اس حرف کا ذکر نہیں کیا جو مولانا نے پڑھنے کے لئے فرمایا تھا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 227)

نمبردار کے مرنے کی اطلاع دینا: (کرامت،۲۳) موضع سدرہ ضلع شاہ پور کے حافظ غلام محمد ایک دن مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہیں دیکھتے ہی رونے لگے۔ مولانا رحمہ اللہ نے رونے کی وجہ پوچھی تو بتایا کہ گاؤں کا نمبردار انہیں بہت اذیت پہنچاتا اور پریشان کرتا ہے۔ معاملہ یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ اس نے مجھے گاؤں سے بھی نکال دیا ہے نمبردار سے میرے اختلاف کا باعث فقط شرعی معاملات ہیں حافظ غلام محمد کی بات سن کر مولانا رحمہ اللہ خاموش رہے۔

حافظ صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں تین دن مولانا کی خدمت میں رہا وہ اپنی جوتی صبح کے بعد پانچ مرتبہ زور سے زمین پر مارتے تھے تیسرے روز مجھے فرمایا کہ جاؤ حافظ جلدی پہنچو تا کہ اس نمبردار کا جنازہ تم ہی پڑھاؤ اس طرح دشمن سے بھی تمہیں ثواب مل جائے گا۔

حافظ صاحب کہتے ہیں جب میں گاؤں کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ لوگ اس نمبردار کا جنازہ لیے جا رہے ہیں۔ مولانا رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق جنازہ میں نے ہی پڑھایا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 228,227)

لاعلاج مریض کا فوراً شفا پا جانا: (کرامت،۲۴) موضع بڈھا گورایہ متصل ستراہ سندھواں (ضلع سیالکوٹ) کے نمبردار کا نام "ہیغم" تھا اس کا ایک ہی بیٹا تھا، جو خوب صورت جوان اور خوش آواز تھا۔ اسے فالج ہوگیا۔ بہت سے طبیبوں سے علاج کرایا گیا لیکن افاقہ نہ ہوا، اور اطباء نے اسے لاعلاج قرار دے دیا، اتفاقاً مولانا غلام رسول رحمہ اللہ ایک مرتبہ ستراہ تشریف لے گئے۔ ہیغم نمبردار کو پتا چلا تو وہ اپنے مریض بیٹے کو لے کر مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا مولانا مریض کو دیکھنے کیلئے اس کے قریب ہوئے، تو اس نے کہا السلام علیکم! مولانا نے نام پوچھا تو اس نے جو نام بتایا نمبردار نے کہا یہ میرے بیٹے کا نام نہیں مولانا سمجھ گئے کہ اسے جن کا عارضہ ہے جن حاضر ہی تھا مولانا نے اس سے پکڑنے کی وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا حضرت میں اپنے بادشاہ کا مامور ہوں ایک دن ہمارا گزر ان کے کنوئیں سے ہوا ہم وہاں ٹھہر گئے یہ نوجوان گادھی پر بیلوں کے ذریعے کنوئیں سے پانی نکال رہا تھا سحری کا وقت تھا اس نے نہایت خوش الحانی سے چند اشعار پڑھے اس کی خوب صورت شکل اور دلکش آواز کی وجہ سے ہمارے بادشاہ کی بیٹی اس پر عاشق ہوگئی بادشاہ کو غیرت آئی اس نے مجھے حکم دیا کہ اسے پکڑ لو اور اس کا بدن سکھا سکھا کر اس کی جان نکالو اس روز سے میں اسے پکڑے ہوئے ہوں۔ مولانا نے پوچھا: "تمہارے بادشاہ اس وقت کہاں ہے؟

جن نے جواب دیا: اس وقت وہ کشمیر میں ہے۔ مولانا نے فوراً اسے حاضر کیا اور فرمایا: اسے چھوڑ دو اس پر مولانا اور بادشاہ کے درمیان چند باتیں ہوئیں بالآخر وہ اسے چھوڑنے پر رضامند ہوگیا اور اس نے چھوڑ دیا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 229,228)

ولی کامل کا نام سنتے ہی سرکش جن کا چلا جانا: (کرامت،۲۵) اس باب کے شروع میں سلیمان بنگالی کا ذکر آیا ہے جو مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے شاگرد تھے اور ان کی زندگی تک ان کی خدمت میں رہے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مولانا رحمہ اللہ کی وفات کے بعد وہ دہلی گئے وہاں ایک شخص جنات کی گرفت میں تھا۔ جن نکالنے کیلئے اسکے وارثوں نے بہت سے عاملوں کو بلایا اور عاملوں نے اپنی سی کوشش کی لیکن جن نہیں نکلا۔ سب لوگ مایوس ہو چکے تھے اس اثناء میں ان لوگوں کو پتا چلا کہ قلعہ والے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا شاگرد یہاں آیا ہے وہ انہیں

بلا کر لے گئے۔ جن چوں کہ ہر وقت حاضر رہتا تھا اس لیے سلیمان بنگالی کو اسے حاضر کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ مشہور عالم اور معروف عامل تھے۔ سلیمان بنگالی بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے گھر میں جاتے ہی جن سے کہا کہ مرے استاد مولوی غلام رسول قلعہ اسلام والے تمہیں السلام علیکم کہتے تھے۔ جن نے یہ الفاظ سن کر کہا: وہ مجھے کہتے ہوں گے نکل جا لیکن میرا ارادہ نکلنے کا نہیں تھا، اچھا میں چلا جاتا ہوں اب میں نہیں آؤں گا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص230,229)

عاشق جن کا تعمیل حکم بجالانا: (کرامت،۲۶) ایک مرتبہ ایک عورت کو جس کی نئی نئی شادی ہوئی تھی اس کے وارث غلام رسول رحمہ اللہ کے پاس قلعہ اسلام لائے وہ عورت جن کی گرفت میں تھی اور بے ہوش تھی۔ مولانا رحمہ اللہ کے سامنے آئی تو اٹھ کر بیٹھ گئی مولانا رحمہ اللہ نے جن سے کہا تو اس عورت کو چھوڑ دے اس نے جواب دیا میں اس پر عاشق ہوں اسے نہیں چھوڑوں گا مولانا رحمہ اللہ نے اس کو ڈانٹا اور وہ مان گیا اور کہا کہ نکل جاتا ہوں مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کوئی نشانی دے جاؤ (کہتے ہیں جن جاتے ہوئے کوئی نشانی دے جائے تو پھر نہیں آتا) اس نے کہا: فرمایئے کیا نشانی دوں؟ میں آپ کے ہر ارشاد پر عمل کروں گا۔

فرمایا وہ گھڑا جو سامنے پڑا ہے یہاں لے آؤ چنانچہ وہ گھڑا چلتا چلتا سیڑھیوں پر سے ہوتا ہوا مولانا رحمہ اللہ کی چارپائی کے نزدیک آ کر رک گیا۔ لوگ اس گھڑے کو چلتا ہوا دیکھ رہے تھے اور حیران ہو رہے تھے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص230)

جنات دکھانے کا وعدہ: (کرامت،۲۷) قلعہ اسلام کا رہنے والا ایک شخص عبداللہ کشمیری، مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا عقیدت مند تھا، اس نے ایک دن مولانا رحمہ اللہ سے عرض کیا جن کس طرح کے ہوتے ہیں؟ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: تم جنوں کو دیکھنا چاہتے ہو؟ اس نے جواب دیا ہاں دیکھنا چاہتا ہوں۔ مولانا چپ رہے۔ دوسرے دن عبداللہ کشمیری لاہور جانے کیلئے تیار ہوا اور ملنے کیلئے مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں گیا وہ اپنے بالا خانے میں تشریف فرما تھے جو مسجد کے قریب ہی تھا۔ فرمایا: عبداللہ جو خواہش تم نے کل ظاہر کی تھی آج راستے میں پوری ہو گی۔ یعنی لاہور جاتے ہوئے راستے میں تمہیں جن دکھائی دیں گے۔ عبداللہ نے منت سماجت کرتے ہوئے عرض کیا حضور! مجھے بن دیکھے ہی خوف آ رہا ہے مجھے یقین ہے جن کوئی مخلوق ہے مہربانی فرما کر وہ مخلوق مجھے نہ دکھلائی جائے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص231,230)

حجام کو گمشدہ بیٹے کی اطلاع دینا: (کرامت،۲۸) ایک نہایت عجیب و غریب کرامت ملاحظہ ہو: قلعہ اسلام کا ایک حجام مولانا رحمہ اللہ کی حجامت بنا رہا تھا۔ اس نے کہا: حضرت میرا ایک ہی بیٹا ہے وہ کئی سال سے کہیں باہر چلا گیا ہے، معلوم نہیں کہاں ہے اور کیا کرتا ہے زندہ بھی ہے یا نہیں جوان ہو ہے دعا فرمائیں کہ وہ آ جائے پڑھنے کیلئے کچھ بتا دیں تا کہ اس کا پتا چلے۔ مولانا حجام کی بات سن کر خاموش رہے وہ کہتا ہے مجھے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کچھ پڑھ رہے ہیں۔ حجامت بنانے کے بعد حجام نے پھر وہی عرض کی جو پہلے کر چکا تھا۔ مولانا نے فرمایا: تمہارا بیٹا تو تمہارے گھر میں ہے اور چنوں کے آٹے کی پکی ہوئی نمکین روٹی کھا رہا ہے جا کر دیکھو۔ حجام کہتا ہے۔ میں ان کی یہ بات سن کر سخت حیران ہوا چوں کہ ان کی کرامتوں کے متعلق بہت کچھ سن چکا تھا اس لیے جی میں آیا کہ ممکن ہے میرا بیٹا آ گیا ہو۔ جب میں گھر پہنچا تو بیٹا واقعی گھر میں بیٹھا چنے کے آٹے کی نمکین روٹی کھا رہا تھا، اس نے بتایا کہ میں صوبہ سندھ کے شہر سکھر میں تھا اور اپنی رہائش گاہ میں آٹا گوندھ رہا تھا پانی لینے کیلئے باہر نکلا تو معلوم نہیں کیا ہوا مجھے کسی نے اٹھایا اور پل بھر میں یہاں اپنے گاؤں پہنچ گیا میرا سامان اور استعمال کی تمام چیزیں سکھر میں ہیں۔
(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص232,231)

چھری گاڑنے پر غیبی پرندوں کی آمد: (کرامت،۲۹) ایک شخص بیان کرتا ہے کہ ایک دن میں مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک آدمی آیا اس نے بتایا کہ ایک بزرگ کی میں نے عجیب کرامت دیکھی۔ وہ کرامت یہ ہے کہ اس نے چھری پکڑی اس پر کچھ پڑھ کر پھونک ماری اور اسے زمین میں گاڑ دیا، ایک جانور اڑتا ہوا جا رہا تھا کہ وہ اس چھری پر آ گرا۔

مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ کوئی بڑی بات نہیں انہوں نے ایک چھری منگوائی اور ہمیں ساتھ لے کر جنگل میں چلے گئے پہلے کچھ پڑھ کر

چھری پر پھونک ماری اور اسے زمین میں گاڑھ دیا پھر چھری کے اس حصے پر جو زمین سے باہر تھا کپڑے کی دھجیاں لپیٹ دیں اور پیچھے ہٹ کر بیٹھ گئے وہ شخص قسم کھا کر بیان کرتا ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ جانوروں کے جھنڈ کے جھنڈ آتے اور اپنا گلا چھری کے ساتھ اس طرح رگڑتے کہ گویا ذبح ہونے کیلئے بے قرار ہیں۔ اس دن ایسے ایسے جانور دیکھنے میں آئے جو نہ کبھی اس سے پہلے دیکھے تھے اور نہ سنے تھے حیرانی ہوتی تھی کہ قسم قسم کے یہ جانور اتنی تعداد میں کہاں سے آئے کچھ دیر یہ حالت رہی پھر مولانا رحمہ اللہ نے چھری زمین سے نکال لی چھری نکالتے ہی تمام جانور جدھر سے آئے تھے ادھر ہی چلے گئے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص233,232)

معترضین میں ولایت کا اقرار: (کرامت،۳۰) ایک دن مولانا رحمہ اللہ لاہور میں وعظ فرما رہے تھے جس میں بے شمار لوگ جمع تھے وعظ میں لاہور کے بعض علمائے کرام بھی آئے جو مولانا رحمہ اللہ سے چند سوالات کرنا چاہتے تھے اس وقت مولانا سورہ عنکبوت کی پہلی آیت پڑھ رہے تھے "الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لایفتنون" کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ صرف یہ کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لے آئے چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہ کی جائے گی۔

مولانا رحمہ اللہ نے ایسے خوب صورت اور منطقیانہ وفلسفیانہ انداز سے اس آیت کی تفسیر بیان کی اور اس اسلوب سے اس کے تمام پہلوؤں کی وضاحت فرمائی اور بحث کرنے والے حضرات جو سوالات واعتراضات سوچ کر آئے تھے ان میں سے ہر سوال اور ہر اعتراض کا اس نہج سے جواب دیا کہ وہ بالکل مطمئن ہوگئے اور ان کیلئے مجمع عام میں بات کرنے کی ذرہ بھر گنجائش نہ رہی۔ وہ مولانا رحمہ اللہ سے کوئی بات کیے بغیر واپس چلے گئے جن لوگوں کو ان کی آمد کی وجہ کا علم تھا انہوں نے ان سے ان کی خاموشی کے متعلق پوچھا تو جواب دیا کہ ہمارے اعتراضات کا ایک ایک کر کے وعظ میں جواب دے دیا گیا ہے اور ان کے سامنے ہمارے لیے بات کرنا مشکل ہے یہ شخص صرف عالم ہی نہیں، ولی اللہ بھی ہے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص233)

تمام اعتراضات کا منکشف ہو جانا: (کرامت،۳۱) ایک شخص نے مولانا رحمہ اللہ سے کہا کہ بعض علمائے دین آپ کے وعظ میں صرف بحث کیلئے آتے ہیں۔ بعض لوگ کچھ مسائل سمجھنے کیلئے حاضر ہوتے ہیں، بعض غیر مسلم اسلام کے بعض پہلوؤں پر اعتراض کرنے کی غرض سے وعظ میں شامل ہوتے ہیں لیکن وعظ سننے کے بعد سب لوگ خاموشی سے چلے جاتے ہیں نہ کوئی بحث کرتا ہے نہ کوئی مسئلہ پوچھتا ہے نہ کوئی اعتراض کرتا ہے عالم بھی خاموش سائل بھی خاموش اور غیر مسلم بھی خاموش آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

فرمایا: جب میں وعظ کے لیے کھڑا ہوتا ہوں تو اللہ کے فضل وکرم سے تمام اعتراضات اور سوالات کرنے والوں کے اعتراضات وسوالات کی فہرست ان کے ناموں سمیت مجھے پیش کر دی جاتی ہے اگر چاہوں تو ہر ایک کا نام لے کر اور اس کا اعتراض بتا کر اس کا جواب دوں لیکن میں اپنی شہرت کے ڈر کی وجہ سے اس کا ذکر نہیں کرتا تاہم ان کے اعتراضات کے جواب وعظ میں تفصیل سے دیتا ہوں جس سے سب کی تسلی ہو جاتی ہے اور اسی کیلئے اعتراض یا سوال کی گنجائش نہیں رہتی۔

موضع دلاور چیمہ کے سکھ زمیندار کا بیٹا بھی (جس کا واقعہ پہلے بیان کیا گیا ہے) اسلام پر اعتراض کرنے کے لئے مولانا رحمہ اللہ کے پاس آیا تھا ان کا وعظ سنا تو اس کے تمام اعتراضات کا جواب اس میں آگیا تھا لہٰذا مسلمان ہوگیا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص234,233)

اعتراض کرنے والے کا بیعت میں شامل ہو جانا: (کرامت،۳۲) گیارہویں صدی ہجری کے ایک مشہور عالم ومصنف محمد بن ابراہیم شیرازی رحمہ اللہ تھے۔ ان کا لقب صدر الدین تھا لیکن علمی حلقوں میں انہوں نے "ملا صدرا" کے نام سے شہرت پائی وہ بہت بڑے فلسفی تھے ان کی ایک کتاب شرح "ہدایت الحکمت" ہے جو درس نظامی کے حلقوں میں "صدرا" کے نام سے معروف ہے۔ یہ کتاب کسی زمانے میں درس نظامی کے علماء وطلباء میں متداول تھی۔ اب بھی کہیں کہیں پڑھائی جاتی ہے ہمارے ممدوح مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے یہ کتاب پڑھی تھی اور وہ اسے طلباء کو پڑھاتے بھی تھے، ان کے عہد کے ایک عالم دین مولوی غلام دین محمد تھے۔ ان کا سلسلہ درس قائم تھا اور ان کے طلباء میں ایک

طالب علم "صدرا" پڑھتا تھا جو بڑا ذکی اور ذہین طالب علم تھا مولوی غلام محمد نے اس طالب علم کو صدرا کا ایک مقام سمجھنے کیلئے جو فلکیات سے متعلق تھا مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے پاس بھیجا ان کا خیال تھا کہ مولانا یہ مقام نہ خود سمجھ سکتے ہوں گے اور نہ طالب علم کو سمجھا سکیں گے اس طرح وہ مولانا رحمہ اللہ کا امتحان لینا چاہتے تھے۔

وہ طالب علم جس وقت مولانا رحمہ اللہ کے پاس آیا اس وقت مولانا ایک طالب علم کو قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا رہے تھے اور سورہ یٰسین کی اس آیت کا مطلب سمجھا رہے تھے۔"والقمر قدرناه منازل حتى عاد كالعرجون القديم "(یعنی چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ وہ آخر منزل میں پرانی ٹہنی کی طرح باریک رہ جاتا ہے)نو وارد طالب علم السلام علیکم کہہ کر بیٹھ گیا جو سوال وہ اپنے استاد مولوی غلام محمد سے سمجھ کر آیا تھا مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے دوران درس وہی سوال اپنے شاگرد سے کیا اور پھر اس کا جواب دینا شروع کیا۔ جواب دے کر کتاب "صدرا" کے مصنف کے نقطہ نظر کی وضاحت فرمائی اور اس پر جو حاشیہ لکھا گیا ہے اس کی تشریح کی مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی تمام تقریر فلکیات سے متعلق تھی اور یہی بات وہ طالب علم بصورت امتحان سمجھنے کے لیے آیا تھا لیکن اب اس کیلئے کچھ کہنے کی گنجائش نہ رہی تھی۔

اس کے بعد مولانا رحمہ اللہ نے اس طالب علم سے فرمایا کہ"صدرا" کے اس مقام پر میرے دو سوال ہیں جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کیے یہ سوال سمجھ لو اور پھر اپنے استاد صاحب سے ان کے جواب پوچھ کر مجھے بتانا اس کے بعد طالب علم چلا گیا اور سارا واقعہ اپنے استاد سے بیان کیا اس پر چند روز گزرے تھے کہ مولوی غلام محمد صاحب مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کے حلقہ بیعت میں شامل ہو گئے۔(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی:ص 236,234)

کشف الصدور پر چور کا تہجد گزار بن جانا:۔ (کرامت،۳۳) موضع بھڑت (ضلع شاہ پور) کا ایک شخص مسمی "جوایا" اپنے علاقے کا مشہور چور تھا اور زمین جائیداد کا بھی مالک تھا ایک مرتبہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اس نواح کے ایک گاؤں موضع "سدرہ" تشریف لے گئے تو جوایا ان سے ملنے کے لئے آیا اور پچیس روپے جو اس زمانے میں اچھی خاصی رقم تھی بطور نذرانہ پیش کیے مولانا رحمہ اللہ نے مسکراتے ہوئے روپے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جوایا نے انکار کی وجہ پوچھی تو فرمایا: یہ چوری کا مال ہے۔

جوایا نے کہا: حضرت! یہ روپے چوری کے مال میں سے نہیں ہیں آپ کو کسی نے شبہے میں ڈال دیا ہے۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: تم نے فلاں شخص کی افیم چوری کی اور شاہ پور جا کر ایک سو روپے میں فروخت کی یہ پچیس روپے اس میں سے ہیں۔ باقی پچھتر روپے تم نے فلاں جگہ رکھے ہیں۔ جوایا نے یہ بات سنی (جو بالکل صحیح تھی)تو اسی وقت چوری سے توبہ کر لی نماز روزے کا پابند ہو گیا۔ اور بالالتزام تہجد پڑھنے لگا۔(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی:ص 236)

پیغام ولی پر دریا کا رخ تبدیل ہو جانا:۔ (کرامت،۳۴) ایک مرتبہ صدر الدین اور سرفراز (ساکن سدرہ کمبوہ)ایک بزرگ حافظ غلام محمد کے ساتھ مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ان کی زمین کا بہت سا حصہ دریا کی زد میں آ گیا ہے اگر یہی حال رہا تو خطرہ ہے کہ ساری زمین دریا برد ہو جائے گی آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس مصیبت سے نجات دے۔ یہ تینوں آدمی دو دن مولانا رحمہ اللہ کے پاس ان کے گاؤں قلعہ اسلام رہے تیسرے دن جانے لگے تو مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ دریا کہ کنارے پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہو"یا ملائكة الله السلام عليكم من غلام رسول قلعه والا "نیز فرمایا کہ سورہ یٰسین تین روز پڑھنا۔

ان تینوں حضرات کا بیان ہے کہ جب ہم نے مولانا رحمہ اللہ کے حسب فرمان دریا کے کنارے کھڑے ہو کر ان کا سلام بھیجا تو ہمارے دیکھتے ہی دریا پیچھے کو ہٹنا شروع ہو گیا ہم یہ سلسلہ نہایت حیرانی کے عالم میں دیکھتے رہے دریا کے یک دم پیچھے کو ہٹ جانے کے عمل کا آغاز ہمارے لیے بے حد تعجب خیز معاملہ تھا پھر جب سورہ یٰسین پڑھی تو دریا پیچھے ہٹ کر بالکل اپنی اصل جگہ پر آ گیا۔(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی:ص 237)

دریا کا آپ کا پیغام سن کر جگہ چھوڑ دینا: (کرامت،۳۵) مولانا مرحوم کے سوانح نگار بیٹے (مولانا عبدالقادر) فرماتے ہیں کہ

مولانا رحمہ اللہ کی وفات کے بعد حافظ غلام محمد مذکور ایک مرتبہ تشریف لائے انہوں نے مذکورہ بالا واقعہ بیان کر کے کہا کہ مولانا رحمہ اللہ تو وفات پا چکے ہیں میں آپ کو ان کا جانشین سمجھ کر بیان کرتا ہوں کہ ہمارے گاؤں کے قریب ایک گاؤں کی زمین اسی طرح دریا کی زد میں آنا شروع ہوگئی تھی جس طرح ہمارے گاؤں کی زمین آئی تھی۔ میں نے گاؤں کے لوگوں کو وہی طریقہ بتایا جو مولانا رحمہ اللہ نے ہمیں بتایا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ کی مہربانی سے دریا پیچھے ہٹ گیا اب معاملہ یہ ہے کہ پہلے کی طرح دریا نے ہماری زمینوں کی طرف رخ کر لیا ہے۔

مولانا عبدالقادر فرماتے ہیں کہ حافظ غلام محمد کی بات سن کر میں نے مولانا مرحوم کے الفاظ بیان کر کے وہی پڑھنے کا مشورہ دیا جو مولانا نے اپنی زبان مبارک سے ادا فرمائے تھے۔ چنانچہ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ نے پھر وہی کچھ کر دیا جو پہلے ہوا تھا یعنی دریا پیچھے ہٹ گیا۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 238,237)

مبارک زیارت کثرت کرامات کی وجہ:۔ (کرامت، ۳۶) ایک بزرگ کا نام مولوی قطب الدین تھا وہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے شاگرد اور مرید تھے۔ انہوں نے ایک دن مولانا رحمہ اللہ سے پوچھا کہ کرامتیں تو اللہ کے بہت سے صالح اور متقی بندوں سے صادر ہوتی رہی ہیں لیکن آپ رحمہ اللہ سے تو بے شمار کرامتوں کا صدور ہوتا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟۔

فرمایا: جب سے مجھے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا ہے اس وقت سے کرامتوں کا صدور بڑھ گیا ہے۔ اب مولوی قطب الدین نے ان سے خواب کی کیفیت پوچھنا چاہی لیکن وہ انہیں ٹالتے رہے جب ان کا اصرار بہت بڑھ گیا تو فرمایا کہ ایک مبارک رات کو میں نے رسول ﷺ کی زیارت کی (مولوی قطب الدین کا خیال ہے کہ وہ شاید لیلۃ القدر ہو گی) مولانا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نہ تو میں اسے خواب سے تعبیر کر سکتا ہوں نہ بیداری سے، مجھے رسول اللہ ﷺ نے صابن عنایت فرمایا اور ارشاد ہوا کہ اس سے اپنے کپڑے دھو لو۔ میں نے حسب الحکم کپڑے دھو لیے اور پھر حاضر خدمت ہوا نبی ﷺ نے مجھے منبر پر کھڑا کر کے میرے ایک ہاتھ میں قرآن شریف عنایت فرمایا اور دوسرے ہاتھ میں صحیح بخاری اور فرمایا تم اسے لوگوں کو سناؤ تم میرے وارث ہو۔

مولانا یہ خواب سنا کر مولوی قطب الدین سے فرماتے ہیں کہ اس کے بعد ایسی رات عمر بھر نصیب نہیں ہوئی جو فیوض و برکات اس رات حاصل ہوئے پھر وہ کسی کی صحبت اور کسی کے ذکر سے حاصل نہیں ہوئے۔ کسی نے ٹھیک کہا ہے۔

آنچه اندر خواب دیدیم هیچ بیداری نه دید
آنچه در دیوانگی دیدیم هوشیاری نه دید

”جو کچھ ہم نے خواب میں دیکھا وہ کبھی بیداری میں نہ دیکھا اور جو دیوانگی میں دیکھا وہ ہوشیاری میں نظر نہ آیا۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 239,238)

نسبت بیعت شیطان سے حفاظت کا ذریعہ:۔ (کرامت، ۳۷) مولوی قطب الدین رحمہ اللہ نہایت صالح بزرگ تھے۔ وہ خود اپنے متعلق ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ جب وہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے مروجہ علوم کی تحصیل کر چکے تو ان سے (دوبارہ) قرآن مجید کا ترجمہ پڑھنا شروع کیا۔ ابھی ایک سپارہ پڑھا تھا کہ ان کی زندگی بالکل بدل گئی۔ مولانا رحمہ اللہ کے ہاتھ پر انہوں نے بیعت کی تھی اور نہ کبھی ان سے وظائف یا ذکر اذکار کے متعلق پوچھا تھا۔ لیکن حالت بیعت کرنے والوں اور وظائف پوچھنے والوں سے بھی دگرگوں ہوگئی تھی۔ وہ اس پر بہت خوش تھے اور ان پر ایسی روحانی کیفیت طاری تھی جو بیان نہیں کی جا سکتی۔ اللہ کے خوف سے آنسو آنکھوں سے جاری رہتے تھے۔ مولانا رحمہ اللہ قرآن مجید کا ترجمہ اس انداز سے پڑھاتے تھے کہ ایسا محسوس ہوتا جیسے قرآن نازل ہو رہا ہے اور یوں خیال گزرتا کہ وہ پڑھنے والے ہیں اور پڑھانے والے نبی ﷺ ہیں۔ جب مولانا رحمہ اللہ کوئی بات یا مسئلہ بیان فرماتے تو اللہ کے ڈر سے مولوی قطب الدین رحمہ اللہ کانپ اٹھتے اور ایسے لگتا کہ اب تک کے تمام گناہ ان کے سامنے آگئے ہیں وہ اللہ کے دربار میں کھڑے ہیں اور حساب کتاب ہو رہا ہے اکثر حالت یہ رہتی تھی کہ انہیں دنیا اور اس کے معاملات کا کچھ پتا نہ ہوتا نیند آتی تو فوراً آنکھ کھل جاتی اور اٹھ کر بیٹھ جاتے۔

مولوی قطب الدین کہتے ہیں کہ قلعہ اسلام سے بجانب مغرب ایک میل کے فاصلے پر ایک گاؤں کا نام ”کھیکی“ ہے وہاں کے لوگوں نے مولانا رحمہ اللہ سے درخواست کی کہ کوئی طالب علم جو تھوڑا بہت وعظ نصیحت کر کے مغرب کے وقت ان کے گاؤں آجایا کرے مغرب عشاء اور فجر کی نمازیں انہیں پڑھائے اور صبح کو قلعہ اسلام جا کر اپنے اسباق پڑھے۔ مولانا رحمہ اللہ نے انہی (قطب الدین) کو یہ خدمت انجام دینے کا حکم دیا چنانچہ وہ روزانہ مغرب سے پہلے کھیکی پہنچ جاتے رات وہاں رہتے اور صبح کو قلعہ اسلام آ کر مولانا رحمہ اللہ سے قرآن مجید کا ترجمہ اور دوسری کتابیں پڑھتے۔ ایک دن وہ حسب معمول نماز عصر کے بعد کھیکی کو روانہ ہوئے تو مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آج تمہیں راستے میں ایک بے دین صوفی ملے گا وہ شیطان ہے۔ اس کے پھندے میں نہ آجانا اس سے بچ کر آگے نکل جانا۔

مولوی قطب الدین جب آدھا فاصلہ طے کر چکے تو ایک شخص کو اپنی طرف آتے دیکھا ان کے ذہن میں مولانا رحمہ اللہ کا فرمان آیا اور اس شخص سے بچ کر آگے نکلنے کی کوشش کی لیکن اس نے مولوی قطب الدین کو نام لے کر انہیں آواز دی اور انہیں روک لیا۔ اب آگے سنیے!

وہ ان کے قریب آیا اور آتے ہی انہیں سینے سے لگا لیا، سینے سے لگتے ہی تمام فیض اور تمام ذوق عبادت ختم ہو گیا البتہ دل کا لطیفہ اور احساس عبادت برقرار رہا یعنی یہ کیفیت باقی رہی کہ اللہ کی عبادت کرنی اور اس سے ڈرنا چاہیے یہ احساس بھی بہت معمولی تھا۔ اب وہ کھیکی پہنچے تو نماز پڑھنے کو جی نہیں چاہ رہا تھا لیکن کسی نہ کسی طرح نماز پڑھ لی عشاء کا وقت ہوا تو اس وقت بھی یہی صورت حال تھی نہایت مشکل سے یہ فریضہ ادا کیا رات کو ذہن اس قسم کے خیالات کی آماج گاہ بنا رہا ہے کہ نماز روزے کی کیا ضرورت ہے اور اللہ کا ڈر بالکل غیر ضروری ہے۔ بہر حال اس کش مکش میں رات گزر گئی اور بادل نخواستہ فجر کی نماز پڑھائی واپس مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں بھی آنے پر طبیعت آمادہ نہ تھی لیکن کسی نہ کسی طرح آ گئے، یہ خیال البتہ ذہن میں رہا کہ میں عالم دین ہوں مجھے نماز پڑھنی اور اللہ کی تھوڑی بہت عبادت کرنی چاہیے اگر ایسا نہیں کروں گا تو لوگوں پر برا اثر پڑے گا یہی خیال انہیں دوسرے دن صبح کے وقت مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں قلعہ اسلام حاضر ہونے کا باعث بنا۔

مولانا رحمہ اللہ سے ملے تو فرمایا وہ شیطان راستے میں تمہیں ملا؟ ان پر جو کچھ بیتی تھی وہ سنانا شروع کی تو مولانا رحمہ اللہ نے مسکراتے ہوئے ساری بات سنی۔ اس سے آگے مولوی قطب الدین کہتے ہیں کہ میری بات سن کر خلاف عادت مجھ سے معانقہ کیا۔ آپ رحمہ اللہ کا معانقہ کرنا اور میرے دل کے وسوسوں کا دور ہونا سبحان اللہ، وہی حلاوت، وہی لذت، وہی ذکر اور وہی برکات پھر عود کر آئیں۔

مولوی قطب الدین سے گفتگو کرتے ہوئے مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صوفیہ کے چار سلسلے مشہور ہیں۔ وہ ہیں نقشبندی، سہروردی، قادری اور چشتی۔ ان کے نام علیحدہ علیحدہ ہیں۔ جن حضرات کی طرف یہ سلسلے منسوب ہیں وہ متبع قرآن وحدیث تھے، بہت بڑے متقی اور ہر وقت اللہ کا ذکر کرنے والے۔ لیکن ان کے جاہل عقیدت مندوں نے ان کی تعلیمات کو بگاڑ دیا اور ان کے طریق عمل وعبادت میں ایسی چیزیں ڈال دیں جن سے ان بزرگان دین کا کوئی تعلق نہ تھا۔ بلکہ وہ ان کی شدید مخالفت کرتے تھے۔ وہ تمام عمر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام پر عمل پیرا رہے اور لوگوں کے لیے اسی کی تلقین کو اپنا شیوہ بنائے رکھا وہ اللہ کے پاک باز اور عبادت گزار بندے تھے قرآن کے الفاظ میں یہ وہ لوگ تھے۔

”ان الذین قالوا ربنا الله ثم استقاموا“ (حم سجدہ: 13) جنہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے پھر اس پر ہمیشہ قائم رہے۔ اس کے بعد مولانا نے مولوی قطب الدین کو اپنے حلقہ بیعت میں داخل کر لیا اور فرمایا کہ آج تم نماز عصر کے بعد کھیکی جاؤ گے تو وہ شیطان تمہیں پھر ملے گا۔ لیکن انشاء اللہ تم پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا وہ جا رہے تھے کہ وہ اسی جگہ کھڑا تھا جہاں گزشتہ روز کھڑا تھا اس نے ان کو بلایا اور یہ اس کی آواز سن کر رک گئے وہ ان کے پاس گیا اور کہا کہ تمہارا مرشد بہت زوردار ہے تم جاؤ چنانچہ یہ کھیکی کو روانہ ہو گئے۔

صبح کو جب واپس مولانا رحمہ اللہ کے پاس قلعہ اسلام آئے تو مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے مولانا رحمہ اللہ نے مسکرا کر فرمایا اب اس کا تم پر کوئی اثر نہیں ہوگا۔ مولوی قطب الدین نے مولانا رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ اگر وہ شیطان ہے تو (احکام الٰہی کے مقابلے میں) اس کا اتنی جلدی کیوں اثر ہوتا ہے؟ جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”ان عبادی لیس لك علیهم سلطان“ (بنی اسرائیل 65)

”کہ میرے بندوں پر تم غلبہ نہیں پاسکو گے۔ فرمایا: تمہاری بات ٹھیک ہے لیکن جب انسان اللہ کے بندوں میں داخل ہو جائے تو نہ صرف یہ کہ شیطان کا اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ اس سے ڈر کے بھاگتا ہے جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے بھاگتا تھا۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص243,239)

بدتمیز شخص پر اللہ کا خوف طاری ہونا:۔ (کرامت، ۳۸) قلعہ اسلام کے رہنے والے ایک شخص کا نام بڈھا کشمیری تھا وہ پہلوان تھا اور اس کا کاروبار کھڈیوں پر کپڑا ابننا تھا۔ بدمعاشی اور بدتمیزی میں وہ خاص شہرت رکھتا تھا مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے گھر اور مسجد کے درمیان اس کا مکان تھا اور وہیں پر اس کی کھڈیاں تھیں، ایک دن مولانا رحمہ اللہ مسجد کی طرف جارہے تھے کہ خلاف معمول بڈھا کشمیری کی کھڈیوں کے پاس رک گئے اور بڈھا سے پوچھا کہ کبھی تم روئے بھی ہو یا نہیں؟ اس نے جواب دیا ایک مرتبہ کشتی لڑتے ہوئے میرا بازو ٹوٹ گیا تھا اور شدید درد کی وجہ سے میں بے اختیار رو پڑا تھا۔

مولانا نے فرمایا: میرا مطلب یہ نہیں ہے میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کبھی اللہ کے خوف سے تم روئے ہو یا نہیں؟

اس نے جواب دیا: میں جانتا ہی نہیں کہ اللہ کیا ہے اور اس سے خوف کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: دیکھو اگر دیوار پر کیچڑ مارا جائے تو بے شک وہ گر جائے لیکن اس کا نشان دیوار پر باقی رہتا ہے۔ مولانا رحمہ اللہ کی یہ بات سنتے ہی وہ اللہ اکبر کہتا ہوا کھڈی سے باہر نکلا اور بے ہوش ہو گیا دو روز بے ہوش رہا جب ہوش آیا تو قبرستان کی طرف بھاگ گیا اس کے والدین یا کوئی اور اس کے پاس جاتا تو وہ زور زور سے پکارتا کہ خنزیر آگئے، خنزیر آگئے یہ کہتا ہوا پھر بھاگ جاتا۔ اس کے والدین نہایت پریشانی کی حالت میں مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارا ایک ہی بیٹا ہے جس کی کمائی سے ہمارا گزر اوقات ہوتی ہے اور اس کی یہ حالت ہو گئی ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس کی دین داری کا سلسلہ بھی جاری رہے اور وہ اپنا کام بھی کرے۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: جاؤ اسے میرے پاس لاؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے جانے کا کوئی فائدہ نہیں وہ ہماری بات نہیں سنتا ہمیں دیکھ کر بھاگ جاتا ہے۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: اس سے میرا نام لو کہ وہ تمہیں بلاتے ہیں چنانچہ وہ گئے مولانا رحمہ اللہ کا نام لیا اور وہ ان کا نام سنتے ہی ان کے ساتھ چل پڑا اور مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو گیا۔ مولانا رحمہ اللہ نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا جاؤ والد اور والدہ کی خدمت کرو اسی میں دین اور دنیا کی سعادت ہے اور یہی کامیابی کا ذریعہ ہے۔ بڈھا کشمیری اسی وقت اٹھا اور کھڈیوں پر کپڑا ابنانے کا کام کرنے لگا اب اللہ کا خوف ہر وقت اس پر طاری رہتا تھا اور اس کے ڈر سے اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے تھے، پھر اس کی پوری زندگی اسی طرح گزری اسے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی کرامت سمجھئے یا ان کی زبان کا اثر قرار دیجیے۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص245,243)

اپنی کرامت ظاہر نہ کرنے کا وعدہ:۔ (کرامت، ۳۹) قلعہ اسلام کا ایک شخص بوٹا بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ مولانا رحمہ اللہ نے موضع فیروز والا سے بطور ایندھن جلانے کیلئے ایک بیری کا درخت لیا۔ وہ بیری ایک خانقاہ پر تھی اور بہت بڑی تھی وہاں پر پوجا پاٹ کا سلسلہ جاری تھا اسی لیے وہ اسے لینا چاہتے تھے تاکہ یہ سلسلہ ختم ہو۔ مولانا رحمہ اللہ نے زمین کے مالک سے بات کی تو اس نے کہا یہ بیری خانقاہ کے فقیر کی ہے۔ ہم تو اسے نہ کٹوا سکتے ہیں نہ استعمال کر سکتے ہیں آپ میں ہمت ہے تو کٹوا لیجیے اور لے جائیے۔ مولانا رحمہ اللہ نے بیری کٹوائی اور بوٹا سدد کو پیغام بھجوایا کہ گڈا لے کر فیروز والا پہنچو وہ حسب حکم فیروز والا پہنچ گیا بیری اتنی بڑی تھی کہ اس کا تیسرا حصہ گڈے پر لادا گیا اور وہ قلعہ میہاں سنگھ کو روانہ ہو گئے، یہ صرف دو آدمی تھے خود مولانا رحمہ اللہ اور گڈے والا بوٹا۔ گوجرواں والا سے آگے نکل کر قلعہ میہاں سنگھ کے راستے پر آئے تو گڈا الٹ گیا اور تمام لکڑیاں زمین پر گر گئیں نہایت پریشانی ہوئی کہ اب کیا کیا جائے نہ قریب کوئی گاؤں ہے نہ آدمی ہیں راستے میں کھڑے ہیں۔ مولانا رحمہ اللہ نے بوٹا سے کہا آؤ گڈا سیدھا کرنے کیلئے تم بھی زور لگاؤ میں بھی لگاتا ہوں۔ لیکن بوٹا خاموش کھڑا رہا، مولانا رحمہ اللہ نے پھر کہا کہ آؤ گڈا سیدھا کریں۔ اس نے کہا حضرت فیروز والا سے تو تقریباً سو آدمیوں نے لکڑیاں لدوائیں اور ہمیں روانہ کیا اب ہم دو آدمی

کس طرح لا دلیں گے؟ فرمایا اللہ قادر ہے کیا عجب کہ وہ سو آدمیوں کا کام ہم دو آدمیوں سے لے لے آؤ! بسم اللہ کر کے گڈے کو ہاتھ لگاؤ بوٹا کہتا ہے میں نے گڈے کو فقط ہاتھ ہی لگایا وہ بھی حیرانی کے عالم میں مولانا رحمہ اللہ کے متعلق مجھے معلوم نہیں کہ انہوں نے زور لگایا کہ نہیں لگایا لیکن گڈا سیدھا ہو گیا اور لکڑیاں صحیح طور سے اس پر لد گئیں اور ہم گاؤں کو روانہ ہو گئے۔

مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: گاؤں جا کر کسی سے یہ واقعہ بیان نہ کرنا وہ کہتا ہے کہ ان کی زندگی میں کسی سے یہ واقعہ میں نے بیان نہیں کیا ان کی وفات کے بعد اس کا ذکر کیا ہے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص246,245)

مجذوب کی بڑ اور آپ کی:۔ (کرامت، ۴۰) فیروز والا کے ایک شخص بوٹا بٹر بیان کرتے ہیں کہ جب مولانا غلام رسول رحمہ اللہ بیری کٹوانے کیلئے فیروز والا آئے وہ چیت کا مہینہ تھا۔ جس خانقاہ سے بیری کٹوائی گئی اس کا کنواں اس کے قریب تھا مولانا غلام رسول رحمہ اللہ گھوڑی پر سوار تھے۔ انہوں نے آتے ہی گھوڑی چھوڑ دی اور وہ سیدھی ان کے گندم کے کھیت میں چلی گئی اس کھیت میں نئی آب پاشی ہوئی تھی اور چند روز تک اس کی کٹائی ہونے والی تھی۔ اب گھوڑی گندم کھا رہی تھی اور بوٹا ان کا بیٹا اسے دیکھ رہے تھے۔ مولانا رحمہ اللہ ان کے پاس بیٹھے تھے اور انہیں ایک مجذوب کا واقعہ سنا رہے تھے کہ وہ مجذوب لوگوں کے کمزور اور بھوکے گدھے زمینداروں کے کھیتوں میں چراتا پھرتا تھا جتنے پاؤں ان گدھوں کے کسی زمیندار کے کھیت میں پڑتے اس زمیندار کا اتنے ہی مانی غلہ ہوتا۔ اگر کوئی زمیندار گدھوں کو چرنے سے روکتا تو اس کا غلہ بہت کم ہوتا۔ جب لوگوں کو اس مجذوب کے متعلق پتا چل گیا تو انہوں نے خود مجذوب سے کہنا شروع کر دیا کہ وہ گدھے ان کے کھیتوں میں لائے اور چرائے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے مجذوب کا یہ قصہ سن کر کھیت کے مالک بوٹا بٹر نے اس سے کہا کہ آپ کی گھوڑی سیدھی میرے گندم کے کھیت میں آئی اور اس نے اس کے خوشے کھانا شروع کر دیئے۔ میں بھی گنتا ہوں کہ اس نے کتنے خوشے کھائے اور اس کے کتنے قدم زمین میں پڑے۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا تمہارا جی چاہتا ہے تو گن لو اگر اللہ کو میری عزت رکھنا منظور ہو گی تو رکھ لے گا بوٹا بٹر کہتا ہے کہ میں نے گھوڑی کے قدم گنے، جو میری زمین میں پڑے 84 تھے میری کاشت کل دس گھماؤں تھی جب گندم کاٹی گئی اور غلہ نکالا تو پوری 84 مانی گندم ہوئی یہ مولانا رحمہ اللہ کی کرامت یا ان کی دعا کا نتیجہ تھا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص247,246)

پل بھر میں عورت کا نکاح پر آمادہ ہو جانا:۔ (کرامت، ۴۱) یہیں فیروز والا کا ایک شخص آ گیا اس نے عرض کیا کہ میری چچی بیوہ ہے اور مالدار ہے۔ میں غریب آدمی ہوں، میں نے اسے نکاح کے لئے کہا تو وہ مجھ سے سخت کلامی سے پیش آئی۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا تم اپنی چچی کو میری طرف سے کہو کہ آج شام کو وہ مجھے کھانا کھلائے۔ اس نے اسے مولانا رحمہ اللہ کا یہ پیغام دیا تو وہ بہت خوش ہوئی اور اسی شخص سے کھانے کی چیزیں منگوائیں اور تمام انتظام اسی کے سپرد کر دیا جب کھانا کھا چکے تو اس عورت نے مولانا رحمہ اللہ سے کہا کہ میرا اس شخص سے نکاح کر دیں۔ شاید آپ کے نکاح پڑھانے اور مبارک قدموں کی وجہ سے کوئی بیٹا پیدا ہو جائے چنانچہ مولانا نے نکاح پڑھا دیا اور وہ میاں بیوی بیٹوں والے ہوئے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص248,247)

بے ادب اللہ کی پکڑ میں:۔ (کرامت، ۴۲) ایک اور شخص کا قصہ سنیے۔ اس کا نام بھی بوٹا تھا اور وہ قلعہ اسلام کا رہنے والا تھا کشمیری برادری سے تعلق رکھتا تھا، نہ نماز پڑھتا تھا نہ روزہ رکھتا تھا ایک دفعہ رمضان شریف میں مسجد میں آ کر کنوئیں سے پانی نکالا اور پانی لوٹے میں ڈال کر پینے لگا، مولانا غلام رسول رحمہ اللہ وہیں تھے۔ انہوں نے فرمایا کہ کیا کر رہے ہو؟ کہا: پانی پی رہا ہوں فرمایا یہ تو بڑی بے حیائی کی بات ہے کہ مسجد کا ڈول اور مسجد ہی کا لوٹا پھر رمضان کا مہینہ مسجد میں کھڑے ہو کر تو میرے سامنے اقرار کرتا ہے کہ پانی پی رہا ہوں اس نے مولانا رحمہ اللہ کی یہ بات سن کر پانی سے بھرا ہوا لوٹا زمین پر پھینک دیا اور وہ ٹوٹ گیا۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کم بخت جس طرح تو نے مسجد کا لوٹا توڑا ہے اللہ تعالیٰ اسی طرح تجھے توڑے گا۔

اس کے بعد وہ گھر گیا اور جاتے ہی سخت بیمار ہو گیا۔ اس کا ایک رشتے دار محمد صدیق کشمیری تھا جو بہت نیک آدمی تھا اور مولانا غلام رسول

رحمہ اللہ کا مرید تھا۔ اسے اس کی تکلیف کا علم ہوا تو عیادت کیلئے آیا اور کہا کہ تم تو اچھے بھلے تھے، اچانک کیا معاملہ ہوا؟ اس نے سارا واقعہ بیان کیا اور کہا کہ کسی حکیم کو لاؤ اور اس سے دوا لو۔ محمد صدیق نے کہا: یہ حکیم کا معاملہ نہیں ہے یہ مولانا رحمہ اللہ کی کرامت ہے، وہی دعا فرمائیں گے تو تمہیں آرام آئے گا چنانچہ محمد صدیق سمیت سب رشتے دار اسے مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں لے گئے اس کی جوان بیوی بھی بچے کو اٹھا کر لے گئی لوگوں نے دعا کیلئے عرض کیا اور بیوی نے روتے ہوئے بچہ مولانا رحمہ اللہ کی گود میں رکھ دیا اور کہا۔ حضور میری جوانی کو دیکھئے اور اس بچے کو دیکھئے اس کیلئے دعا فرمایئے کہ یہ تندرست ہو جائے دوسرے لوگوں نے بھی اس قسم کے الفاظ کہے۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: میری ذاتی طور پر نہ اس سے کوئی ناراضی ہے اور نہ اس پر کوئی غصہ ہے یہ نماز پڑھے روزے رکھے، زکوۃ دے جو اللہ نے اس پر فرائض عائد کیے ہیں وہ ادا کرے اللہ تعالیٰ اسے صحت عطا فرمائے گا اگر ایسا نہیں کرے گا تو "ان بطش ربك لشديد" (سورہ بروج: 12) بے شک تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔

چنانچہ اس نے سب کے سامنے اپنے گزشتہ گناہوں سے توبہ کی اور آئندہ نماز روزے کی ادائیگی کا اقرار کیا اور اللہ نے صحت عطا فرما دی۔ ایک سال وہ اس عہد کا پابند رہا اور اسے کوئی تکلیف نہیں ہوئی ایک سال کے بعد اس نے نماز چھوڑ دی تو پھر اسی بیماری میں مبتلا ہو گیا پھر نماز شروع کر دی تو پھر تندرست ہو گیا۔ چوتھی دفعہ نماز چھوڑی دی تو مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ شخص اللہ تعالیٰ کو دھوکا دیتا ہے اب اس کا کوئی علاج نہیں چنانچہ اسی بیماری کی حالت میں اس کی موت واقع ہو گئی۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص249,248)

سمجھ سے بالاتر قصہ:۔ (کرامت، ۴۳) قلعہ اسلام کے قریب ایک گاؤں کا نام "مان" ہے وہاں کا نمبردار فضل دین ایک دفعہ مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے عرض کیا کہ میں فلاں ساہوکار (بنیے) کا مقروض ہوں اصل رقم بہت کم ہے باقی سب سود ہی ہے جو میں نے ادا کرنا ہے ساہوکار مطالبہ کر رہا ہے یا تو دو چار روز میں نقد روپے کی صورت میں قرض ادا کر دو یا اس کے بدلے میں زمین دو۔ ورنہ عدالت میں تم پر دعویٰ دائر کیا جائے گا۔ فضل دین نے مولانا رحمہ اللہ سے کہا: اگر معاملہ عدالت میں گیا تو زمین بھی جائے گی اور نمبرداری بھی ختم ہو جائے گی۔ مولانا رحمہ اللہ نے پوچھا: قرض کتنا ہے؟ جواب دیا: بارہ سو روپے۔

فرمایا: فلاں فلاں آدمی کو ساتھ لے کر اس بنیے کے پاس جاؤ اور جو چھوٹی سی گائے تمہارے پاس ہے وہ اسے دے کر حساب بے باق کر دو تمہارے ذمے کل بارہ روپے ہیں۔

فضل دین نمبردار نے کہا حضرت مجھے اچھی طرح معلوم ہے قرض بارہ سو روپے ہے لیکن ہے سود ہی۔

فرمایا: تم جاؤ قرض خواہ سے ملو اللہ فضل کرے گا۔

حسب ارشاد فضل دین نمبردار چند آدمیوں کو ساتھ لے کر قرض خواہ کے پاس گیا اور کہا میں حساب کرنے کیلئے آیا ہوں قرض خواہ بنیے نے بہی کھولی اس میں لکھا تھا بقایا قابل وصول رقم بارہ روپے۔

اب قرض خواہ بھی حیران اور فضل دین بھی متعجب چھوٹی سی گائے اسے دی اور معاملہ صاف ہو گیا۔ یہ کیا قصہ ہے؟ اس کا علم صرف اللہ کو ہے یہ بات ہماری سمجھ سے باہر ہے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص250,249)

بانجھ بھینس کا گابھن ہو جانا:۔ (کرامت، ۴۴) اسی طرح ایک شخص آیا اس نے عرض کیا کہ میرے پاس صرف ایک بوڑھی بھینس ہے وہ بھی گابھن نہیں ہے فرمایا وہ تو گابھن ہے جاؤ اللہ تعالیٰ اس میں برکت فرمائے گا اس کے بعد کئی دفعہ اس نے کٹے اور کٹیاں دیں اسی کا دودھ اور گھی بیچ کر وہ شخص آسودہ حال ہو گیا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص251,250)

ولی کی بات کے انکار کا وبال:۔ (کرامت، ۴۵) موضع مان (متصل قلعہ اسلام) کا ایک شخص اسماعیل کشمیری بڑا مال دار تھا اور وہیں کا رہنے والا ایک شخص شرف الدین تھا جو نہایت نیک آدمی تھا اور مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا ارادت مند تھا۔ مولانا کے بیٹے مولوی عبدالقادر کی شادی ہونے والی تھی اور اس کے لئے مولانا رحمہ اللہ کو ایک سو روپے کی ضرورت تھی وہ موضع مان گئے اور اپنے مرید شرف الدین کو

بھیج کر اسماعیل کشمیری کو بلایا اور اس سے ایک سو روپیہ قرض مانگا اسماعیل نے کہا: میرے پاس سو روپیہ نہیں ہے۔ مولانا رحمہ اللہ نے پھر کہا کہ مجھے عبدالقادر کی شادی کے سلسلے میں سو روپے کی ضرورت ہے تم دے دو۔ میں یہ قرض جلد ہی تمہیں ادا کر دوں گا اسماعیل نے اب بھی یہی کہا کہ میرے پاس سو روپیہ نہیں ہے شرف الدین نے بھی اسے سو روپیہ دینے کو کہا اس نے اسے بھی یہی الفاظ کہے کہ میرے پاس سو روپیہ نہیں ہے۔ مولانا رحمہ اللہ نے شرف الدین سے کہا: اب اس سے سو روپیہ نہ مانگو اس کے پاس نہیں ہے۔ اسماعیل کے انکار کرنے پر مولانا رحمہ اللہ واپس قلعہ اسلام تشریف لے گئے اور شرف الدین نے کسی سے سو روپیہ ادھار لیکر مولانا رحمہ اللہ کے گھر پہنچا دیا۔ مولانا رحمہ اللہ نے اس کے لئے دعا کی اور تھوڑے عرصے میں وہ اس قدر آسودہ حال ہو گیا کہ زکوۃ دینے لگا۔ لیکن اسماعیل بالکل مفلس ہو گیا اور پھر اسی صدمے سے اس کا ذہنی توازن بگڑ گیا موت تک اس کی زبان پر یہی الفاظ رہے کہ نہ میں نے کسی کی شادی کی، نہ میرا روپیہ چوری ہوا، نہ میں نے کسی کو ادھار دیا میرا پیسہ کدھر گیا۔ افسوس میں نے مولوی صاحب کو سو روپیہ قرض نہ دیا اور میری یہ حالت ہو گئی۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 252,251)

مرید کی خواہش اور عیاش کی توبہ:۔ (کرامت،۴۶) ایک دن ستراہ سندھواں کے حاجی خدایار نے جو مولانا رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ عرض کیا کہ ان کے گاؤں کا ذیل دار اور فیض بخش بڑا عیاش اور غلط رو ہے لیکن اس کے ساتھ ہی بہت با اثر اور فراخ دست بھی ہے۔ اگر وہ سدھر جائے اور اسلامی احکام پر عمل کرنے لگے تو گاؤں کے تمام لوگ صراط مستقیم پر گامزن ہو جائیں اس سے کچھ عرصہ بعد مولانا ممدوح ستراہ سندھواں تشریف لے گئے۔ ذیل دار فیض بخش سے ملاقات ہوئی تو مولانا نے فارسی کا یہ شعر پڑھا۔

بیا تا نیک خواہاں متفق باش   غنیمت دان امور اتفاقی

”آؤ نیکی کے خواہشمندوں کے ہمنوا ہو جاؤ ان اتفاقی معاملات کو غنیمت جانو۔

شعر سنتے ہی ذیل دار کے دل کی حالت بدل گئی اور اس پر عجیب قسم کی واردات طاری ہو گئیں۔ مولانا رحمہ اللہ نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور وہ ان کے حلقہ عقیدت منداں میں شامل ہو گیا۔ اب وہ خود بھی احکام اسلامی کا پابند تھا اور اس کی وجہ سے اور بھی بے شمار لوگوں نے اسلام کی سیدھی راہ اختیار کر لی۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 252)

کشف کی بدولت مشکوک آمدنی کی اطلاع:۔ (کرامت،۴۷) انہی حاجی خدایار نے جو مولانا رحمہ اللہ کے سعادت مند مرید اور مرد صالح تھے۔ اپنی ہدایت یافتگی کا واقعہ بیان کیا کہ وہ ذیل دار فیض بخش کے منشی تھے دیگر آمدنی کے علاوہ انہیں رشوت کی آمدنی سے ذیل دار دس روپے فی صد کے حساب سے دیتا تھا یعنی اگر سو روپے ذیل دار کو ملتے تو ان میں سے دس روپے حاجی خدایار کو دے دیے جاتے۔ ایک دن وہ ایک مقدمے کے سلسلے میں ذیل دار کے ساتھ گجرانوالہ آئے تو انہیں حساب کے مطابق پندرہ روپے رشوت سے حصہ ملا۔ ان کا تعلق اہل علم کے کسی گھرانے سے تھا اور انہوں نے سواری کیلئے گھوڑی رکھی تھی۔ مقدمے سے فارغ ہو کر اور اپنے حصے کے پندرہ روپے رشوت جیب میں ڈال کر انہوں نے ذیلدار سے کہا کہ میں آج مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی زیارت کے لئے قلعہ اسلام جانا چاہتا ہوں، سنا ہے وہ بہت بڑے بزرگ ہیں میرا جی چاہتا ہے کہ اس بزرگ کو سلام کیا جائے۔ ذیلدار نے ان کو وہاں جانے سے روکنے کی کوشش کی اور کہا چھوڑو ان بزرگوں اور مولویوں کو اس قسم کے ہم نے بہت لوگ دیکھے ہیں۔ لیکن حاجی خدایار نے ان کی بات نہیں مانی اور وہ شام کے قریب قلعہ اسلام پہنچ گئے، اس وقت مولانا غلام رسول رحمہ اللہ مسجد سے باہر کھڑے تھے اور ان کے ساتھ درویش محمد ابراہیم تھا۔ اس سے پہلے نہ حاجی خدایار نے مولانا کو دیکھا تھا اور نہ مولانا نے حاجی خدایار کو۔ دونوں کی آپس میں کوئی جان پہچان نہ تھی۔ اب مولانا رحمہ اللہ نے ان کو آتے ہوئے دیکھا تو محمد ابراہیم درویش سے کہا کہ اس گھوڑی والے شخص کا تعلق ستراہ کے علماء سے ہے، اس سے گھوڑی پکڑ کر باندھو اور اسے چارہ کھلاؤ۔ میں کنوئیں پر جا رہا ہوں۔ حاجی صاحب سے مولانا رحمہ اللہ کی تھوڑی سی سلام دعا ہوئی اور وہ اپنے کنوئیں پر چلے گئے۔ ابراہیم درویش نے ان سے گھوڑی پکڑی اور اسے چارہ کھلایا۔

مولانا ممدوح مغرب کے وقت آئے اور نماز پڑھائی پھر عشاء کی نماز پڑھائی۔ لیکن خدایار کی طرف متوجہ نہیں ہوئے وہ سخت پریشان ہوئے

اور مولانا رحمہ اللہ پر غصہ بھی آیا ہوگا جی میں آیا کہ ذیل دار ٹھیک کہتا تھا مجھے یہاں نہیں آنا چاہیے تھا اسی خفگی کے عالم میں سو گئے۔ مولانا سحری کے وقت مسجد میں آئے تو خدا یار کو جگایا فرمایا تم عالم ہو یا چوہڑے؟۔ انہوں نے کہا حضرت مجھ میں چوہڑوں والی کون سی بات ہے؟ فرمایا ذیل دار کا ساتھ چھوڑ دو اور آئندہ کے لئے اپنی کوتاہیوں سے توبہ کرلو۔ خدا یار اس پر سخت حیران کہ انہیں کیسے پتا چلا کہ میرا تعلق ذیلدار سے ہے اور میں اس کی رشوت سے حصہ لیتا ہوں وہ اس پر بھی حیران کہ انہیں کس طرح معلوم ہوا کہ میرا تعلق علماء کے خاندان سے ہے۔ بہر حال مولانا رحمہ اللہ کے کہنے سے انہوں نے ذیل دار کا ساتھ چھوڑ دیا اور ملازمت ترک کر دی۔ ذیل دار نے ان کو اپنے ساتھ رہنے اور ملازمت کا سلسلہ جاری رکھنے پر بہت اصرار کیا یہ بھی کہا کہ رشوت کے پیسوں میں سے پینتیس روپے فی صد لے لیا کرو مگر یہ نہیں مانے مولانا رحمہ اللہ کی یہ بات دل میں بیٹھ گی کہ ذیل دار کا ساتھ چھوڑ دو اور گزشتہ کوتاہیوں سے تائب ہو جاؤ وہ اس پر عامل ہو گئے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 254،252)

صرف اک ملاقات پر حلقہ بیعت میں شامل ہو جانا:۔ (کرامت، ۴۸) قلعہ اسلام سے بارہ کوس کے فاصلے پر ایک گاؤں ''دائیاں والی'' ہے وہاں ایک صوفی صاحب رہتے تھے، جن کا نام پیر کیسر شاہ تھا اور احکام شرع کے پابند نہ تھے۔ ایک دن ان کے ایک مرید مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے ملاقات کی غرض سے پیر کیسر شاہ کے ہاں سے روانہ ہوئے تو پیر صاحب نے کہا کہ مولوی غلام رسول رحمہ اللہ کا امتحان کرتے آنا۔ عصر کی نماز پڑھی جا رہی تھی کہ وہ مرید آ گیا۔ نماز کے بعد وہ مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور گفتگو کرنے لگا آدھ گھنٹے کے بعد اس نے مولانا رحمہ اللہ سے رخصت کی اجازت مانگی۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا بیٹھ جاؤ، ابھی بہت وقت ہے اس نے عرض کیا دائیں والی یہاں سے بارہ کوس (تقریباً اٹھارہ کلومیٹر) کے فاصلے پر ہے اب اجازت دیجیے مولانا رحمہ اللہ اسے رخصت کرنے کے لئے مسجد سے باہر آئے اور فرمایا کہ اپنے پیر کو میری زبانی شعر سنا دینا۔ خلاف پیغمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

جو شخص اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف راستہ اختیار کرتا ہے وہ ہرگز منزل کو نہیں پہنچ سکے گا۔ وہ شخص بیان کرتا ہے کہ مولانا رحمہ اللہ نے اسے رخصت کرتے وقت اس سے مصافحہ اور معانقہ کیا اور وہاں سے چل پڑا ابھی سورج اسی حالت میں تھا کہ وہ دائیاں والی پہنچ گیا۔ کیسر شاہ سے ملا اور انہیں مولانا رحمہ اللہ کا پیغام دیا۔ انہوں نے پوچھا کہ قلعہ اسلام سے کب روانہ ہوئے تھے بتایا کہ ابھی تھوڑی دیر قبل وہاں سے چلا تھا نہ مجھے سفر کی تکان ہے اور نہ کسی قسم کی بے آرامی ہے۔ اس روز سے وہ مولانا رحمہ اللہ کا معتقد ہو گیا اور کہنا شروع کیا کہ اس وقت صالحیت کی رو سے دنیا میں کوئی شخص مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا ہم سر نہیں پھر اس نے کیسر شاہ سے بیعت کا سلسلہ ختم کیا اور مولانا ممدوح کے حلقہ بیعت میں شامل ہو گیا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 255،254)

ولی کامل کے متبرک تولیے کی برکات:۔ (کرامت، ۴۹) کوٹ بھوانی داس کے ایک بزرگ میاں عبدالعزیز، مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے شاگرد اور ارادت مند تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ قلعہ اسلام سے قریب کے ایک گاؤں موضع ''دھاری وال'' کا بڑھئی مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے بتایا کہ وہ سکھوں کا مزارع ہے اور چار مانی گندم بطور ٹھیکا ان کو دینی ہے لیکن جو گندم زمین کی کاشت سے اسے حاصل ہوئی ہے وہ بمشکل ڈیڑھ یا دو مانی ہوگی۔ ظاہر ہے زمین کے مالک کو پوری گندم نہیں دی جا سکے گی گھر میں کھانے کے لئے بھی گندم کی ضرورت ہے اس صورت حال سے وہ بڑھئی سخت پریشان تھا اسے خطرہ تھا کہ پوری گندم نہ دی گئی تو زمین کا مالک سکھ اس کے بے عزتی کرے گا۔ اس نے اس پریشانی سے نجات کیلئے مولانا رحمہ اللہ سے دعا کی درخواست کی مولانا رحمہ اللہ اس وقت غسل کر رہے تھے، انہوں نے غسل کے بعد جس کپڑے سے جسم صاف کیا وہ کپڑا اسے دیا اور فرمایا یہ کپڑا گندم کے ڈھیر پر ڈال دو اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر اسے تولنا شروع کرو میں بھی تھوڑی دیر بعد آتا ہوں۔

مولانا رحمہ اللہ وہاں گئے تو گیارہ مانی گندم تولی جا چکی تھی جو مزارع نے اپنے گھر رکھی تھی مولانا رحمہ اللہ نے ڈھیر پر سے کپڑا اٹھایا تو دیکھا کہ ابھی اتنی ہی گندم پڑی ہے جتنی پہلے تھی یہ دیکھ کر مولانا اس بڑھئی مزارع پر خفا ہوئے اور فرمایا پورا حساب کرنے کے بعد

اپنے گزارے کے لئے رکھ لیتے اتنا لالچ کرنا اچھی بات نہیں۔

تیر نظر کا اثر جس کو لگا شکار ہو گیا:۔ (کرامت،۵۰) اب ایک شخص پیر میر حیدر مرحوم کا واقعہ سنیے وہ خان پور گکھڑاں ضلع راولپنڈی کے رہنے والے تھے اور یہی ان کے آباؤ اجداد کا مسکن تھا انہیں شکار کا بہت شوق تھا 35 سال کے خوب صورت جوان تھے ایک دن شکار کھیلنے کے بعد گھوڑے پر سوار تھے اور گھر جا رہے تھے کہ بازار میں ایک لکڑہارے نے آواز دی اور کہا میر حیدر تھوڑی دیر یہاں بیٹھ جاؤ لیکن انہوں نے اس کی پرواہ نہ کی اور چلے گئے دوسرے روز پھر شکار سے واپس آتے ہوئے وہاں سے گزرے تو اسی لکڑہارے نے بلایا اور کچھ دیر بیٹھنے کے لئے کہا۔ لیکن انہوں نے اب بھی اس کی بات سنی ان سنی کر دی اور چلے گئے حسب معمول تیسرے روز وہاں سے گزرے تو لکڑہارے نے آگے بڑھ کر گھوڑے کی باگ پکڑی اور انہیں نیچے اتار لیا مصافحہ بھی کیا اور بغل گیر بھی ہوا۔ اسی وقت میر حیدر کی دنیا بدل گئی شکار کا شوق دل سے نکل گیا اور حالات کچھ سے کچھ ہو گئے گھوڑا اور باز ملازموں کو دیئے کہ اسے گھر لے جائیں اور لکڑہارے کے پاس بیٹھ گئے اہل وعیال کا خیال دل سے رخصت ہوا اور ذکر الٰہی اور یاد خدا میں مصروف ہو گئے اس کے علاوہ کسی چیز سے کوئی تعلق نہ رہا ان کے بھائی بچے اور رشتے دار لینے کے لئے آتے لیکن یہ انہیں کسی نہ کسی طرح گھر بھیج دیتے اور ہر وقت لکڑہارے کے پاس بیٹھے اللہ کی عبادت کرتے رہتے۔

ایک دن صبح نیند سے بیدار ہوئے تو دیکھا کہ لکڑہارا غائب ہے نہ اس کا سامان نہ بستر کچھ بھی نہیں ہے سخت پریشانی کی حالت میں اس کی تلاش میں نکل پڑے طویل عرصے تک اسے تلاش کیا مختلف مقامات میں ڈھونڈنے کی کوشش کی لیکن وہ نہیں ملا اور کسی نے اس کے متعلق کچھ نہ بتایا اسی پریشانی کے عالم میں ہری پور ہزارہ پہنچے اور وہاں ایک شخص حیات گل سے ملاقات ہوئی حیات گل نے اس کا حال سن کر انہیں حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے پاس بھیج دیا وہاں سے بھی اس لکڑہارے کا سراغ نہ ملا۔

پھرتے پھراتے ایک دفعہ گجرانوالہ پہنچ گئے وہاں ان کی ملاقات ایک بزرگ نبی بخش سراج سے ہوئی انہوں نے ان کی کیفیت قلبی کا اندازہ کر کے پوچھا آپ کون ہیں؟ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟ اب کہاں کا قصد ہے؟ ان کے سوالات سے انہیں کچھ تسکین ہوئی دل میں مسرت کی لہر اٹھی اور اس کے پاس بیٹھ گئے، گفتگو کرتے ہوئے اس سے پوچھا آپ کس کے مرید ہیں؟ جواب دیا: مولوی صاحب کے۔ پوچھا: کون مولوی صاحب؟ جواب ملا: مولوی غلام رسول رحمہ اللہ قلعہ اسلام والے کے۔ یہ نام سنتے ہی ان کا جی مطمئن ہو گیا اور بے چینی اور پریشانی کافی حد تک ختم ہو گئی ذہن پر دستک ہوئی کہ مولوی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں ضرور حاضر ہونا چاہیے آتش شوق دیدار اس قدر بھڑکی کہ نبی بخش سراج سے کہا مجھے ابھی قلعہ اسلام کا راستہ بتاؤ انہوں نے کہا کہ کچھ دیر ٹھہرو روٹی کھاؤ پھر چلے جانا لیکن یہ ایک لمحے کے لئے بھی وہاں ٹھہرنے پر آمادہ نہ ہوئے دل مولانا کے پاس پہنچنے اور ان سے ملنے کے لئے انتہائی بے تاب تھا۔

اب نبی بخش انہیں قلعہ اسلام کا راستہ بتانے کے لئے اٹھے تو چلے چلتے ان کے ساتھ ہی قلعہ اسلام پہنچ گئے۔ مولانا رحمہ اللہ اس وقت گھر میں تشریف فرما تھے وہ اسی وقت ان دونوں کے لئے کھانا اٹھائے تشریف لئے گئے۔ السلام علیکم کہا مصافحہ کیا اور فرمایا: میر حیدر خوش ہو جاؤ لیکن میر حیدر اس کا جواب دینے کے بجائے رو پڑے فرمایا صبر کرو انشاء اللہ تمہارا مقصد پورا ہو گا پھر ان کی بے صبری اور روٹی نہ کھانا دیکھ کر فرمایا: میر حیدر! تمہارا پیر لکڑہارا ابدال تھا تمہاری اصلاح کی خاطر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہاں مقیم تھا جب تمہارا حصہ تمہیں مل گیا تو وہ چلا گیا اور لکھنؤ پہنچ کر فوت ہو گیا تمہارا باقی حصہ اس عاجز کے پاس ہے۔ مولانا رحمہ اللہ کے یہ الفاظ سن کر میر حیدر مطمئن ہو گئے۔ پھر وہ ایک مدت تک مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں رہے مولانا رحمہ اللہ گھوڑی پر سوار ہوتے وہ گھوڑی کی پالان پکڑ کر پیچھے دوڑتے جس سے انہیں بے حد سرور حاصل ہوتا۔ اس زمانے میں انہوں نے بہت روحانی فیض پایا۔ وہ وہیں رہنا چاہتے تھے لیکن مولانا نے انہیں نصیحت کی کہ ہمارے نبی ﷺ کے ارشاد کی رو سے بیوی بچوں بہن بھائیوں اور باقی رشتہ داروں کے بھی آپ پر کچھ حقوق ہیں انہیں پورا کرنا ضروری ہے۔ اس قسم کی نصیحتیں کر کے مولانا نے ان کو ان کے گھر روانہ کر دیا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 259,256)

کشف وکرامات کا لوگوں پر اثر:۔ (کرامت،۵۱) مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے ایک شاگرد کا نام احمد الدین تھا اور احمد الدین کے والد کا نام تھا چوہدری حاکم وڑائچ یہ ضلع گجرانوالہ کے قصبہ لدھے والا وڑائچ کے رہنے والے تھے۔ مولانا رحمہ اللہ کے مخلص ترین مرید ایک مرتبہ گھوڑی فروخت کرنے کیلئے امرتسر گئے وہاں مویشیوں کی منڈی لگتی تھی کئی دن واپس نہ آئے تو ان کے بیٹے احمد الدین نے مولانا رحمہ اللہ سے کہا کہ میرے والد بہت دنوں سے امرتسر گئے ہیں واپس نہیں آئے میں ان سے بہت اداس ہوگیا ہوں یہ بات انہوں نے مولانا رحمہ اللہ سے سبق پڑھتے ہوئے کہی۔

مولانا رحمہ اللہ نے اس سے فرمایا اداس ہونے کی ضرورت نہیں آج انشاءاللہ تمہارے والد آجائیں گے اور اسی راستے سے آئیں گے اور تمہیں اپنے ساتھ لے جائیں گے احمد الدین بیان کرتے ہیں کہ عصر کے وقت واقعی میرے والد آگئے ان کا ملازم بھی ان کے ساتھ تھا میں انہیں دیکھ کر بڑا خوش ہوا مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے اجازت لے کر والد کے ساتھ ہی گاؤں کو روانہ ہوگیا۔

میں گھوڑی پر والد کے پیچھے بیٹھا تھا راستے میں میں نے والد کو بتایا کو دوران سبق مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ آج تمہارے والد آئیں گے اور تم بھی ان کے ساتھ جاؤ گے۔ میری بات سن کر والد نے ملازم سے کہا: سن لی غلام رسول رحمہ اللہ کے بارے میں احمد الدین کی بات لوگ کہتے ہیں کہ حاکم کو معلوم نہیں مولوی صاحب کا اتنا عاشق اور معتقد کیوں ہے۔ میں ان کی اسی قسم کی باتوں سے ان کا عاشق اور معتقد ہوں لیکن یہ معمولی بات ہے جو احمد الدین نے مولوی صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں بتائی ہے میں ان کے بے حد شمار کشفوں اور کرامتوں کا مشاہدہ کرچکا ہوں ان کی صالحیت اور پاک بازی کی وجہ سے میرا مال وجان سب کچھ ان کے لئے حاضر ہے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص260,259)

چور کا کتا بن کر بھونکنا:۔ (کرامت،۵۲) ضلع گجرانوالہ کے موضع مرالی والا میں ایک شخص مولوی سلطان احمد سکونت پذیر تھے جو بڑے متمول تھے ان کا ہمسایہ ایک لوہار تھا، جو اس علاقے کا مشہور چور تھا۔ سلطان احمد وفات پاگئے تو ان کی بیوہ اور بچوں کو وہ چور تنگ کرنے لگا اور کوشش کرتا کہ ان کے گھر کا سب کچھ لوٹ لیا جائے۔ مولوی سلطان احمد مرحوم کی بیوہ نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے اس پریشانی کا ذکر کیا انہوں نے خاتون کو کچھ پڑھنے کے لئے بتایا اور فرمایا کہ یہ پڑھنے کے بعد بے فکر ہوکر سو جایا کرو۔ ان شاءاللہ وہ کتا خود ہی بھونک بھونک کر چلا جایا کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا وہ چوری کی غرض سے آتا اور بچ مچ بھونک کر چلا جاتا اس سے تھوڑا عرصہ بعد مولانا رحمہ اللہ فوت ہوگئے۔ وہ چور خود بیان کرتا ہے کہ مولوی سلطان احمد کی وفات کے بعد اس نے ان کے گھر میں چار دفعہ نقب لگائی جب اندر جاتا تو کتے کی شکل ہوجاتی اور کتے ہی کی طرح بھونکتا ہوا باہر نکل آتا ایک مرتبہ نقب لگا کر اندر گیا گھر کی مالکہ خاتون جاگ رہی تھی میری شکل مسخ ہوتے دیکھ کر اس نے کہا: بھائی تیری شکل مسخ ہونے سے تعجب ہوتا ہے۔ لیکن جس کی زبان سے تیرے متعلق یہ کلمات نکلے ہیں اس کی زبان سیف الرحمٰن ہے جو کچھ انہوں نے کہا وہ ضرور ہوگا اور آئندہ بھی انشاءاللہ ہوتا رہے گا اس کے بعد اس نے چوری سے توبہ کرلی تھی۔ یہ واقعہ مولانا رحمہ اللہ کی بہت بڑی کرامت ہے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص261,260)

سخت آندھی سے حفاظت:۔ (کرامت،۵۳) قلعہ اسلام کا باشندہ بوٹا سندھو بیان کرتا ہے کہ وہ کھلیان میں غلہ نکال رہے تھے، دیکھا کہ سخت آندھی آئی ان کے والد چوہدری خیر محمد گھبرائے ہوئے مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آندھی کے بارے میں پریشانی کا اظہار کیا فرمایا جاؤ کام کرو اللہ حافظ ہے یہ لوگ کام میں مصروف ہوگئے لیکن زوردار آندھی آئی کہ بڑے بڑے درخت جڑوں سے اکھڑ گئے لیکن ان کا کوئی نقصان نہیں ہوا۔

مالی پریشانی ختم:۔ (کرامت،۵۴) موضع مان کے رہنے والے بوٹا اور فضل دین سخت مالی پریشانی میں مبتلا ہوگئے۔ مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں آئے اور ان سے اپنی غربت کا اظہار کیا۔ مولانا رحمہ اللہ نے ان کو زراعت کیلئے دو بیل لے دیئے۔ انہوں نے زراعت کا سلسلہ شروع کردیا لیکن جب فصل کاٹ لی اور بھوسہ اور غلہ الگ الگ کرنے لگے تو شدید آندھی کے آثار پیدا ہوگئے بوٹا کھیتوں سے دوڑتا ہوا مولانا

رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آندھی سے بچاؤ کے لئے دعا کی درخواست کی۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کچھ فکر نہ کرو اللہ تعالیٰ رحم فرمائے گا اور تمہارا نقصان نہیں کرے گا چنانچہ بڑی سخت آندھی آئی لیکن ان کا ذرہ بھر نقصان نہیں ہوا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 261)

حفاظت کیلئے غیبی اسباب بن جانا:۔ (کرامت، ۵۵) ایک مرتبہ گوجرانوالہ سے ایک سکھ تھانیدار جوگندر سنگھ کسی مخبری کی بنا پر سرکاری حیثیت سے قلعہ اسلام آیا یہ جمعۃ المبارک کا دن تھا اور انگریزی سرکار کو اطلاع پہنچی تھی کہ جمعہ میں دو ہزار آدمی جمع ہوتے ہیں۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ حکومت کے خلاف تقریر کرتے ہیں اور وہ لوگ حکومت کے مخالف ہو جاتے ہیں۔ اس مخبری کی وجہ سے تھانیدار سرکاری کتوں کے ساتھ آیا اور کتوں سمیت مسجد میں داخل ہو گیا مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا یہ مسجد ہے اور اللہ کا گھر ہے اس سے تم خود بھی نکل جاؤ اور کتوں کو بھی نکال لو لیکن تھانیدار نہیں مانا اور گستاخی سے پیش آیا مولانا رحمہ اللہ نے بڑے جوش و جذبے کے ساتھ قرآن کے یہ الفاظ پڑھے: "ان بطش ربك لشديد" (سورہ بروج: 12) تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔ اگر میں برا ہوں تو اللہ تعالیٰ مجھے پکڑے گا اگر تم غلط کار ہوئے تو اللہ تعالیٰ تمہیں سختی سے پکڑے گا۔ اب تھانیدار نے حاضرین کی گنتی شروع کی تو کل گیارہ آدمی شمار میں آئے بار بار گنتی کی لیکن گیارہ ہی رہے حالاں کہ لوگ بہت زیادہ تھے لیکن اللہ نے اس کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی اور اسے گیارہ ہی نظر آئے اور اس نے اپنی رپورٹ میں گیارہ ہی لکھے۔ اس واقعہ پر چند روز گزرے تھے کہ اس تھانیدار پر کوئی مقدمہ قائم ہو گیا اور اسے معزول کر دیا گیا اس مقدمے پر اتنا روپیہ خرچ ہوا کہ وہ کوڑی کوڑی کا محتاج ہو گیا اور سخت ذلیل ہو کر گجرانوالہ سے نکلا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 263,262)

مبارک بشارت اور آپکی حفاظت: (کرامت، ۵٦) ایک دن مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے بڑے بھائی حکیم غلام محمد نے ان سے کہا کہ ہم حکام کی باز پرس سے تنگ آ گئے ہیں۔ آئے دن حکومت کا کوئی نہ کوئی آدمی آ دھمکتا ہے اور کہنا شروع کر دیتا ہے کہ تم نے فلاں موقع پر حکومت کے خلاف فلاں بات کہی اور فلاں موقع پر تقریر میں یہ کہا، بہتر ہے کہ ہم یہاں سے کسی اور جگہ چلے جائیں یا کسی ریاست کو اپنا مسکن بنالیں۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: بھائی جان آپکا فرمان بجا ہے، لیکن میں مجبور ہوں میں ایک دن مسجد میں سویا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آ کر مجھے جگایا اور کہا کہ میرے ساتھ چلو تمہیں رسول ﷺ بلا رہے ہیں میں اس کے ساتھ چل پڑا گاؤں سے باہر نکلا تو دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی پالکی پڑی ہے، میں نے حاضر خدمت ہو کر رسول اللہ ﷺ کو سلام عرض کیا آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا: غلام رسول ہم تمہاری مسجد میں جانا چاہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑے رکھا اور پالکی والوں نے پالکی اٹھالی رسول اللہ ﷺ نے مسجد میں تشریف لا کر اسی طرح پکڑے ہوئے ہاتھ سے مجھے منبر پر بٹھایا اور فرمایا وعظ کیا کرو، تمہارے وعظ سے لوگوں کو ہدایت ہوگی تمہاری یہی جائے بود و باش ہے۔ یہ خواب سنا کر فرمایا: بھائی صاحب! میں تو مامور ہوں اس جگہ کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 263)

کھنڈر کنوئیں کا صحیح سالم ہو جانا: (کرامت، ۵۷) موضع پسپنا کھ، قلعہ اسلام سے بجانب شمال پانچ یا چھ کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے ایک دن وہاں کے ایک زمیندار مسمی دارا مولانا رحمہ اللہ کے پاس آیا اور کہا کہ ہم نے ایک کنواں کھدوایا تھا جس پر کافی روپیہ خرچ ہوا، اب کنواں شکستہ ہو گیا ہے میں پہلے ہی مقروض ہو چکا ہوں دعا فرمایئے اللہ تعالیٰ ہم پر رحم فرمائے۔

مولانا رحمہ اللہ اس کے ساتھ تشریف لے گئے اور کنوئیں پر جا کھڑے ہوئے فرمایا چودھری دارا کنوئیں کو دیکھو یہ تو بالکل صحیح سالم ہے تمہیں کنواں دیکھنے میں غلطی لگی ہوگی زمیندار نے عرض کیا حضور مجھے غلطی نہیں لگی یہ سب آپ کی دعا کی برکت اور کرامت ہے کہ آپ کے تشریف لاتے ہی اللہ تعالیٰ نے کنواں صحیح سالم کر دیا ہے۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 264)

نہایت تنگ دست شخص کا آسودہ ہو جانا: (کرامت، ۵۸) موضع "مان" کے ایک شخص پر غربت نے غلبہ پالیا اور وہ مقروض ہو گیا زمین رہن ہو گئی اور کچھ باقی نہ رہا ایک شخص نظام الدین اسے مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں لے گیا اور سارا قصہ بیان کیا فرمایا: تمہارے پاس کوئی بیل ہے؟ اس نے عرض کیا سب کچھ بک گیا ایک بھینس باقی رہ گئی ہے فرمایا: جاؤ کاشت کرو اللہ برکت دے

گا اس کا بیان ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے وہ ایک سال میں مال دار ہو گیا قرض بھی اتر گیا زمین بھی قبضے میں آ گئی گاؤں کا نمبر دار بھی ہو گیا وہ کہتا ہے کہ پتا نہیں کہ اتنا مال کہاں سے ملا اور کیسے ملا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص264)

ایک نصیحت پر ہندو کا مسلمان ہو جانا: (کرامت،۵۹) ایک دفعہ مولانا رحمہ اللہ اپنی گھوڑی پر ساہو والا کی طرف جا رہے تھے اس وقت ان کی حالت دگرگوں تھی اور گھوڑی کی باگ ہاتھ سے گر گئی تھی ادھر سے ایک ہندو چوہدری بھی گھوڑی پر آ رہا تھا۔ اس نے مولانا رحمہ اللہ سے کہا: میاں گھوڑی والے! گھوڑی کی باگ سنبھالو۔ فرمایا: سنبھالنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن نفس بڑا سرکش ہے مانتا نہیں ہندو نے کہا کیا کہتا ہے۔ فرمایا: لا الہ الا اللہ کے معنی کما حقہ نہیں مانتا اس کے بعد انہوں نے اس انداز سے کلمہ پڑھا کہ اس سے متاثر ہو کر ہندو چوہدری بھی کلمہ پڑھنے لگا اور مسلمان ہو گیا مولانا رحمہ اللہ نے اس کا نام عبداللہ رکھا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص265,264)

با اعتماد مرید کو دست غیب عطا کرنا: (کرامت،۶۰) موضع درگاہی والا کا ایک شخص اللہ دتہ تھا جو بعد میں اللہ الصمد کے عرف سے معروف ہوا پہلے وہ ایک ایک سکھ مجسٹریٹ دیال سنگھ کی عدالت میں ملازم تھا اور بڑا راشی تھا پھر حالات بدلے اس نے مولانا رحمہ اللہ کی بیعت کی اور ان کا مرید ہو گیا پھر کچھ تنگ دستی میں گھر گیا۔ مولانا رحمہ اللہ نے کچھ پڑھنے کے لئے بتایا اور فرمایا اپنے مصلے کے نیچے سے دو روپے روزانہ نکال لیا کرو لیکن یہ سر الٰہی ہے کسی پر ظاہر نہ کرنا دو روپے روزانہ آمدنی اس وقت بہت بڑی بات تھی۔ اس آمدنی سے گھر میں آسودگی ہوئی اور حالت بدلی تو اس کی بیوی نے آسودگی کی وجہ پوچھی کچھ عرصہ تو وہ وجہ بتانے سے گریز کرتا رہا لیکن بیوی نے زیادہ اصرار کیا تو بتا دیا اس کے بعد دو روپے والی آمدنی بند ہو گئی۔

جمعے کے روز یہ مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: واہ بھئی اللہ دتہ تم سے ایک چھوٹی سی چیز بھی ہضم نہ ہو سکی۔ اب اللہ الصمد پڑھنے کے لئے فرمایا: اس نے اتنا کثرت سے اللہ الصمد پڑھا کہ لوگوں میں اس کا نام ہی اللہ الصمد مشہور ہو گیا۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص260)

ضرورت کیلئے غیب سے اسباب بن جانا: (کرامت،۶۱) یہی شیخ اللہ دتہ بیان کرتا ہے کہ ایک دفعہ اسے کچھ روپے کی ضرورت پڑی وہ مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوا مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: تم بھی دعا کرو میں بھی دعا کرتا ہوں دعا کرانے کے بعد وہ چلا گیا راستے میں رفع حاجت کے لئے بیٹھا تو وہاں ایک چھوٹا سا سیاہ رنگ کا کپڑا پڑا تھا اسے کھولا تو اس میں اتنے روپے تھے جتنے کی اسے ضرورت تھی۔

شیخ اللہ دتہ کہتا ہے کہ مجھے مختلف مقامات میں جانے اور بے شمار لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوا لیکن مولانا غلام رسول رحمہ اللہ جیسا آدمی کہیں نہیں دیکھا۔ جو کوئی ان کے پاس آیا خالی ہاتھ نہ گیا۔ جو انہوں نے اللہ سے مانگا اللہ نے دیا ان کا کام ان کا لباس، ان کا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا سب رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق تھا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص266,265)

اجازت کی بدولت خاص تاثیر: (کرامت،۶۲) قلعہ اسلام کے رہنے والے ایک شخص بڈھا کشمیری کا کہنا ہے کہ ایک دن میں نے مولانا رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ میں مالی اعتبار سے بہت تنگ ہوں۔ آپ دعا فرمائیے کہ میری تکلیف رفع ہو۔ فرمایا: میاں بڈھا فجر کی نماز کے بعد روزانہ ایک مرتبہ سورہ یٰسین پڑھا کرو انشاء اللہ کسی نہ کسی صورت میں ایک روپیہ تمہیں روزانہ مل جایا کرے گا۔ کچھ دن اس نے یہ عمل کیا اور روزانہ ایک روپیہ ملتا رہا ایک دن اس کے جی میں آیا کہ روزانہ دو دفعہ سورہ یٰسین پڑھ کر دیکھوں کہ کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ اس نے روزانہ دو دفعہ پڑھنا شروع کی تو دو روپے روزانہ ملنے لگے۔ پھر تین دفعہ پڑھنے لگا تو تین روپے روزانہ آمدنی ہو گئی۔ اس کے بعد چار اور پھر پانچ دفعہ پڑھنا شروع کی تو پانچ روپے ملنے لگے پانچ دفعہ کا عمل ایک یا دو دن ہی کیا تھا کہ مولانا رحمہ اللہ نے اسے بلا کر فرمایا میاں بڈھا تو بہت لالچی ہو گیا ہے جو تمہیں کہا گیا تھا تو اس پر شاکر نہیں رہا آئندہ اس مطلب کے لئے سورہ یٰسین نہ پڑھنا۔ اس کے بعد اس نے بیس بیس دفعہ روزانہ سورہ یٰسین پڑھی لیکن حاصل ایک روپیہ بھی نہ ہوا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص267,266)

بابرکت تھوک سے شفایابی: (کرامت، ۶۳) قلعہ اسلام کا عبدالعزیز درزی کہتا ہے کہ بچپن میں اس کے پیر پر لوہاروں کی آہرن گری جس سے اس کا پاؤں زخمی ہو گیا اور اتنا شدید درد ہونے لگا کہ نہ چل سکتا تھا اور نہ کوئی کام کر سکتا تھا اس کی والدہ اسے اٹھا کر مولانا رحمہ اللہ کے پاس لے گئی انہوں نے اس کے زخمی پیر پر تھوک لگایا اور اسے فوراً آرام آ گیا۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص 267)

شیطان کا دھوکہ اور ولی کی فراست: (کرامت، ۶۴) ہدایت اللہ پنجابی کے مشہور شاعر تھے جو لاہور (چیبیاں والی مسجد کے قریب) رہتے تھے پنجابی نظم میں ان کی ایک کتاب ”سی حرفی ہدایت اللہ“ کسی زمانے میں بہت پڑھی جاتی تھی۔ ان کے بقول ان کے ”والد نمازی تھے مگر بدعتی اور مشرک تھے“۔ ایک مرتبہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ چیبیاں والی مسجد میں تشریف لائے ہدایت اللہ کے والد ان کی زیارت کو گئے ہدایت اللہ کا یہ بچپن کا زمانہ تھا یہ بھی والد کے ساتھ چلے گئے۔ ان کے گلے میں چاندی کی بنی ہوئی ہنسلیاں ڈالی ہوئی تھیں۔ مولانا رحمہ اللہ نے ان کے والد سے نہایت نرم الفاظ میں پوچھا بچے کے گلے میں یہ کیا ڈال رکھا ہے؟ والد نے بتایا کہ میرے کئی بچے چھوٹی عمر میں فوت ہو گئے ہیں سنا ہے کہ سات سال کی عمر تک کے بچے کے گلے میں چاندی کی ہنسلیاں ڈالی جائیں تو بچے زندہ رہتے ہیں چنانچہ بچے کی زندگی کے لئے یہ اس کے گلے میں ڈالی گئی ہیں۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: موت اور زندگی اللہ کے ہاتھ میں ہے ان ہنسلیوں میں کیا پڑا ہے یہ کسی کو زندگی عطا نہیں کر سکتیں انہیں اتار دو چنانچہ ان کے والد نے ہنسلیاں وہیں اتار دیں گھر آئے تو ہدایت کی والدہ اور دادی چیخنے چلانے لگیں کہ یہ کیا ظلم کیا ہنسلیاں کیوں اتار دیں؟ لیکن ان کے والد نے ان کی کوئی پرواہ نہ کی اور ہنسلیاں گلے میں نہیں ڈالیں۔ مولانا رحمہ اللہ چلے گئے اس کے بعد ہدایت اللہ بیمار ہو گئے اور چھ مہینے بیمار رہے اس اثنا میں ایک ہاتھ بھی سوکھ گیا چھ مہینے کے بعد مولانا رحمہ اللہ پھر لاہور تشریف لائے اور ہدایت اللہ کے والد انہیں ساتھ لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جس دن سے اس بچے کے گلے سے ہنسلیاں اتاری ہیں اسی دن سے یہ بچہ بیمار ہے اور اس کا ایک ہاتھ بھی سوکھ گیا ہے۔

ہدایت اللہ بتاتے ہیں: مولوی صاحب نے میرے ہاتھ پر اپنا لب مبارک لگایا اور دم کیا میں بالکل تندرست ہو گیا اور اب تک درزیوں کا کام کرتا ہوں۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ ایسے کاموں پر عقیدہ رکھنے کے لئے شیطان اس قسم کی اذیتیں دیا کرتے ہیں۔

یہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی چونسٹھ (64) کرامات یا ان کی قبولیت دعا کے واقعات ہیں جو ان کے بڑے صاحب زادے اور سوانح نگار مولانا عبدالقادر نے تحریر فرمائے ہیں۔

شطرنج کھیلتے پیر صاحب کی توبہ: (کرامت، ۶۵) یقیناً اس طرح کے اور بھی بہت سے واقعات ہوں گے جن تک فاضل سوانح نگار کی رسائی نہیں ہو سکی اب مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے متعلق ایک واقعہ اور ملاحظہ فرمایے یہ واقعہ مجھے فیصل آباد سے مکتبہ دار ارقم کے مالک جناب محمد اشرف جاوید صاحب نے ارسال کیا ہے جو سوہدرہ کے رہنے والے جماعت اہل حدیث کے معروف طبیب حکیم محمد عبداللہ نصر ملیگ مرحوم نے ہفت روزہ ”المنبر“ فیصل آباد کے شمارہ مورخہ 9 جون 1967ء کے ایک مضمون میں تحریر فرمایا:

حکیم صاحب مرحوم لکھتے ہیں: کسی زمانے میں ہمارے گاؤں (علاقہ) سوہدرہ ضلع گجرانوالہ کے اکثر لوگ شیر گڑھ کے پیروں سے تعلق رکھتے تھے ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ پیر صاحب اپنے لاؤ لشکر اور مریدوں کے ساتھ اپنے سالانہ دورے پر نکلے ہوئے تھے۔ ہمارے ہاں بھی تشریف فرما ہوئے۔ بیس پچیس بیل گاڑیاں، دس پندرہ اونٹ، چالیس پچاس گھوڑیاں اور دو سو کے قریب مریدوں کا جتھا ساتھ تھا۔

باہر لب سڑک ڈیرا تھا زیادہ وقت اپنے خلیفہ کے ساتھ شطرنج کھیلنے میں گزرتا دوپہر کے وقت حسب معمول شطرنج کھیل رہے تھے کہ شہر سے کھانے کا بلاوا آ گیا آپ مریدوں سمیت روانہ ہوئے اور بساط اسی طرح بچھی چھوڑ گئے اور محافظ کو ہدایت کر گئے کہ اس طرف خیال رکھنا کوئی ہاتھ نہ لگائے۔

پیر صاحب کے جانے کے بعد ایک نووارد شخص سفید ریش دھوتی کا کرتہ پہنے، نیلا تہبند باندھے، ہاتھ میں عصا لیے ڈیرے میں وارد

ہوئے محافظ سے پوچھا یہ ڈیرا کس کا ہے؟ اس نے کہا قدوۃ السالکین، حضرت سید قطب الاقطاب پیر و مرشد شیر گڑھ شریف والوں کا ڈیرا ہے نووارد نے پوچھا یہ شطرنج کون کھیل رہا تھا؟ محافظ نے جواب دیا پیر صاحب اپنے خلیفہ کے ساتھ کھیل رہے تھے نووارد نے بساط کو چاروں کونوں سے پکڑا اسے اکٹھا کیا اور قریب کی نالی میں پھینک کر عصا سے اس کے اوپر کیچڑ ڈال دیا کہ عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کار بے بنیاد

محافظ نے اٹھ کر نووارد کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ میں اب تمہیں حضرت پیر صاحب کے آنے تک جانے نہیں دوں گا نووارد نے کہا میں نہیں جاتا اور وہیں قریب ایک طرف ہو کر زمین پر بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد پیر صاحب تشریف لائے محافظ سے بساط کے متعلق دریافت کیا کہ کدھر گئی۔ اس نے نووارد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس نے نالی میں پھینک کر کیچڑ میں دبا دی ہے۔

پیر صاحب جلال میں آ گئے اور نووارد سے فرمانے لگے کیوں بے بھنگی! یہ تو نے کیا کیا؟

نووارد مودبانہ کھڑے ہو کر کہنے لگا: بے شک میں سادات کے گھرانے کا بھنگی ہوں بھنگی کا کام یہ ہے کہ مالک کے گھر سے جو کوڑا کرکٹ دیکھے اسے جھاڑ کر صاف کر دے۔ پیر صاحب بے ہوش ہو کر گر پڑے گھنٹہ بھر کے بعد ہوش میں آئے۔

اٹھے، کپڑے جھاڑے اور دست بستہ عرض پرداز ہوئے کہ اے پیر مرد، مجھے اللہ تعالیٰ کے واسطے معاف کر دو میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ پیری مریدی نہ کروں گا۔

اس کے بعد سے آج تک پیر صاحب ادھر تشریف نہیں لائے یہ نووارد پیر مرد کون تھے؟ یہ تھے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ قلعہ اسلام والے۔

کیا اولیائے کامل اور ہم برابر ہیں......! ہم لوگوں کے ذہن وفکر پر مادیت نے غلبہ پا لیا ہے اور روحانیت کا معاملہ ختم ہو گیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم میں سے اکثر اس قسم کے واقعات کی صحت کو تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوتے ہم سمجھتے ہیں کہ جس طرح کے ہم ہیں اسی طرح کے وہ ہوں گے ہماری یہ سوچ غلط ہے۔

میں نے حضرت مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے حالات لکھنے کا ارادہ کیا تو اخبار میں بھی اعلان کیا اور بہت سے لوگوں سے ٹیلی فون اور خطوط کے ذریعے بھی رابطہ کیا خود بھی بعض حضرات سے ملا اللہ کا شکر ہے کہ اس ولی اللہ کے حالات سے آگاہی ہوئی اور جو کچھ کسی صاحب نے بتایا ان کے حوالے سے کتاب میں درج کر دیا۔ بتانے والوں کا تعلق مختلف مقامات سے ہے بلکہ جیسا کہ ''حرفے چند'' میں عرض کیا دوسرے ملکوں (کویت اور دہلی) سے بھی اس مرد جلیل کے متعلق اطلاعات پہنچیں۔ (سوانح مولانا غلام رسول قلعوی، ص 271,267)

ولی اللہ سے مذاق کا برا انجام: (کرامت، ٦٦) ایک دن کراچی سے ایک صاحب کا ٹیلی فون آیا کہ انہیں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے بارے میں بعض واقعات کا علم ہے۔ اس سے چند روز بعد وہ خود تشریف لے آئے اور فرمایا کہ انہوں نے کراچی کے ایک اخبار میں ان کے متعلق مضمون میں پڑھا تھا وہ اخبار میں نے تلاش کیا لیکن ملا نہیں، ملا تو بھیج دیا جائے گا پھر کچھ عرصے کے بعد کراچی سے جناب عرفان ملک صاحب کا خط بھی آیا اور مضمون بھی موصول ہوا یہ مضمون کراچی کے روزنامہ ''امت'' میں چھپا ہے۔ مضمون نگار کا اسم گرامی عبدالرشید شاہد ہے عرفان ملک صاحب نے 2 نومبر 2010ء کو کراچی سے مضمون بھیجا وہ لکھتے ہیں کہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے متعلق یہ مضمون دو سال قبل روزنامہ ''اُمت'' میں شائع ہوا تھا تلاش بسیار کے بعد آج اچانک مل گیا جو پیش خدمت ہے اس مضمون میں ایک بڑا عجیب وغریب واقعہ درج ہے جو ایک زندہ نوجوان کا جنازہ پڑھانے کے متعلق ہے۔ بعض لڑکوں نے ازراہ مذاق ایک نوجوان کو چارپائی پر لٹایا اور مولانا رحمہ اللہ سے کہا کہ یہ ایک میت ہے اس کا جنازہ پڑھا دیں مولانا رحمہ اللہ نے ان سے چند باتیں پوچھیں اور پھر جنازہ پڑھا دیا اور وہ شخص واقعتاً مر گیا۔ میں نے اس واقعہ کے متعلق مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے پڑپوتے ملک عصمت اللہ سے ٹیلی فون پر بات کی تو انہوں نے بتایا کہ یہ واقعہ انہوں نے اپنے خاندان کے بعض بزرگوں سے سنا ہے۔ اب روزنامہ ''امت'' کراچی میں عبدالرشید شاہد کا تحریر کردہ واقعہ پڑھیے۔ وہ لکھتے ہیں کہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے توحید پر عمل اور اس کی تبلیغ کی وجہ سے کچھ لوگ ان کے خلاف ہو گئے تھے کیوں کہ ان لوگوں کی مقبولیت میں کمی آ رہی تھی

جو انہیں ناگوار گزرتی تھی لیکن ان کی مخالفتوں اور باتوں سے بے نیاز ہو کر مولانا ممدوح اللہ کی وحدانیت کا درس دیتے اور خلق خدا کی رہنمائی فرماتے رہے۔ ایک دن مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کسی سفر سے واپس گاؤں آرہے تھے مولانا رحمہ اللہ کے مخالف چند نوجوان راستے میں کھڑے تھے ان نوجوانوں کو شیطان نے بہکایا اور انہوں نے شرارت کے طور پر ایک لڑکے کو چارپائی پر لٹا کر اس کے اوپر چادر ڈال دی یہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے مخالفین کا ایک منصوبہ تھا جس سے مولانا رحمہ اللہ کو رسوا کرنا مقصود تھا۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ قریب پہنچے تو ان لڑکوں نے اپنے چہروں پر افسردگی طاری کر لی اور مولانا رحمہ اللہ سے کہا کہ اس کا جنازہ پڑھا دیں۔ مولانا رحمہ اللہ نے پوچھا "یہ کس کا جنازہ ہے"۔ لڑکوں نے جواب دیا: یہ فلاں زمیندار کا لڑکا ہے۔"

مولانا رحمہ اللہ نے پوچھا اس لڑکے کا باپ جنازے میں کیوں شریک نہیں ہے؟ لڑکوں نے جواب دیا وہ اپنے بیٹے کے غم میں ہوش و حواس کھو چکا ہے اس لیے وہ جنازے میں نہیں آسکا۔

لڑکے شرارت پر پوری طرح آمادہ تھے اور ہر سوال کا جواب دے رہے تھے۔ مولانا رحمہ اللہ نے کہا: ٹھیک ہے میں جنازہ پڑھا دیتا ہوں لیکن اس کا جو نتیجہ نکلے گا اس کی کوئی ذمہ داری مجھ پر عائد نہیں ہوگی۔

جنازہ پڑھا دیا گیا لڑکے اب پوری طرح کھل کر سامنے آ گئے تھے ان کا مقصد مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کو رسوا کرنا تھا کہ دیکھو مولانا رحمہ اللہ نے ایک زندہ شخص کا جنازہ پڑھا دیا۔ وہ ہنس رہے تھے اور قہقہے لگا رہے تھے مولانا رحمہ اللہ ان کی شکلیں دیکھ رہے تھے جو طنزیہ انداز میں مولانا رحمہ اللہ کے سامنے انہیں رسوا کرنے کی غمازی کر رہی تھیں۔ ایک لڑکے نے آگے بڑھ کر چارپائی پر لیٹے لڑکے کے اوپر سے چادر ہٹا دی اور بازو سے پکڑ کر اٹھانے کی کوشش کی اور کہا: اب اٹھ جاؤ لیکن لڑکا ٹس سے مس نہ ہوا لڑکوں کے چہروں سے ہنسی غائب ہو گئی اور اس کی جگہ تشویش نے لے لی۔ سب لڑکے اس نئی صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگے۔ انہوں نے لڑکے کو اٹھانے کی بہت کوشش کی لیکن وہ تو ہلنے جلنے سے قاصر تھا ایک لڑکا بھاگا اور حکیم صاحب کو لے آیا حکیم نے معائنہ کرنے کے بعد بتایا "لڑکے کی موت واقع ہو چکی ہے۔ ایک کہرام مچ گیا لڑکے کے ماں باپ بھی آ گئے اور مذاق نے سنگین صورت حال اختیار کر لی۔

والدین نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے کہا: آپ نے جنازہ کیوں پڑھایا؟ انہوں نے جواب دیا: مجھے ایک میت کا جنازہ پڑھانے کے لئے کہا گیا تھا سو میں نے پڑھا دیا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ چادر کے نیچے ایک میت رکھی ہے یا کوئی زندہ شخص ہے اس میں میرا کوئی قصور نہیں اس کا جنازہ ہو چکا ہے بہتر ہے کہ اسے جلد از جلد دفنا دو۔

بات تھانے کچہری تک جا پہنچی کچھ عرصہ مقدمہ چلتا رہا بالآخر انگریز جج نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کو بری کر دیا۔

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی زبان میں بڑی تاثیر تھی وہ ولی اللہ تھے ان کی زبان سے ایک خاص کیفیت میں جو نکل جاتا وہ پورا ہو جاتا اس طرح کے کئی واقعات ان سے وابستہ ہیں۔

عبدالرشید شاہد اس سے آگے لکھتے ہیں۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی آخری آرام گاہ قلعہ اسلام ضلع گجرانوالہ میں ہے ان کی اولادیں اور خاندان کے لوگ ایک احاطے میں مدفون ہیں خلق خدا ان کی قبر پر فاتحہ خوانی کے لئے حاضر ہوتی ہے ان کے خاندان والوں نے ان کی یاد میں ویلفیئر سوسائٹی مولانا غلام رسول رحمہ اللہ بنا دی ہے جس سے خدمت خلق کا سلسلہ اب تک جاری ہے۔

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاك طینت را

کرامات کے ظہور کی وجہ:۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے بہ کثرت کرامات کا ظہور کیوں ہوا اور ان کی دعا دربار خداوندی میں اتنی جلدی کیوں شرف قبولیت حاصل کرتی تھی؟ اس کے متعلق ان کے ایک شاگرد اور مرید مولوی قطب الدین بیان کرتے ہیں کہ ایک روز وہ مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر تھے عرض کیا:

حضرت آپ سے اس درجہ بہ کثرت کرامات کے صدور کا سبب کیا ہے؟ پہلے بھی بہت سے بزرگ ہوگزرے ہیں اب بھی کئی متدین اور متقی لوگ موجود ہیں بلاشبہ ان سے بھی کرامات کا ظہور ہوتا رہا ہے لیکن اتنی کثرت سے نہیں جتنا کہ آپ سے۔

مولانا رحمہ اللہ نے جواب دیا: جب سے مجھے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی سعادت حاصل ہوئی ہے اس وقت سے کرامات ظہور میں آرہی ہیں۔

فرشتہ صفت ولی کی روحانی پرواز:۔ بے شک مولانا غلام رسول رحمہ اللہ اپنے عہد کی عظیم شخصیت تھے۔ پیکر صالحیت اور سراپا تدین۔ انہوں نے جو مانگا اللہ نے دیا اور جس کی طرف نگاہ اٹھائی وہ تقویٰ کی دولت سے مالا مال ہوگیا وہ صحیح معنوں میں عالم باعمل تھے۔ کتاب وسنت کے شیدائی اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام کے دل وجان سے پابند۔ نیکی انکا شعار تھا اور خیر ان کی پہچان لوگوں سے ان کی وابستگی بھی اللہ کیلئے تھی اور ان سے انقطاع بھی اللہ کی خاطر انہوں نے زندگی کے ہر قدم میں دین کو دنیا پر ترجیح دی اور ہر معاملے میں رضائے الٰہی کو مقدم رکھا وہ اسی دنیا کے باشندے تھے اور اسی زمین کی مٹی سے ان کا ہیولا بنایا گیا تھا لیکن ان کی روحانیت کی پرواز بہت بلند تھی اور ان کا علمی مقام بڑا ارفع تھا وہ گفتار کے ماحول میں رہتے تھے۔ لیکن کردار کی فضا انکا مسکن تھا۔ وہ فرشتہ صفت انسان تھے اور اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت گزاری ان کا معمول تھا۔ اللہ ان کی دعائیں قبول فرماتا اور ان کی التجاؤں کو شرف قبول بخشتا تھا اس قسم کے پاکیزہ اوصاف لوگ ہمیشہ پیدا نہیں ہوتے ان کی پیدائش کا بھی شاید ایک دور اور ایک موسم ہوتا ہے۔

اللہ ان کی قبر کو نور سے بھر دے اور وہ تا قیام قیامت اس کے سایہ رحمت میں رہیں۔ آمین یا رب العالمین۔

(سوانح مولانا غلام رسول قلعوی: ص, 276 تا 271)

حافظ عبدالمنان صاحب کی نقشبندی بزرگ کی خدمت میں حاضری:۔ وہ بخیر و عافیت سندھ پہنچ گئے۔ وہاں شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے خاندان کے ایک بزرگ پیر محفوظ اللہ صاحب فروکش تھے۔ کچھ دن ان کے ہاں قیام رہا۔

پیر محفوظ اللہ صاحب نے اپنے بیٹوں کی تعلیم کیلئے ایک عالم کی خدمات حاصل کی تھیں۔ وہ واقعی عالم دین تھے۔ لیکن ایک دن علم نحو کی کتاب کافیہ پڑھا رہے تھے کہ ایک عبارت کی غلط تشریح کی۔ حافظ صاحب نے یہ غلطی سنی تو ان سے کوئی نحوی سوال کیا، مگر وہ صحیح جواب نہ دے سکے۔ پیر صاحب بھی وہیں تھے۔ انہوں نے حافظ صاحب سے کہا کہ بچوں کو یہ سبق آپ پڑھائیں۔ حافظ صاحب کے طریق تدریس پر پیر صاحب بہت خوش ہوئے اور تعجب بھی کیا کہ اس چھوٹی عمر میں نابینا ہونے کے باوجود اللہ نے ان کو بڑی قابلیت سے نوازا ہے۔ اب پیر محفوظ اللہ صاحب نے حافظ صاحب کو اپنے بیٹوں کا باقاعدہ معلم مقرر کر دیا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۸۰-۲۸۱)

حضرت سہارن پوری کے شاگرد جنات:۔ ایک دن حافظ صاحب ایک مسجد میں بیٹھے تھے، جہاں مولانا محمد سہارن پوری رحمہ اللہ طلباء کو پڑھاتے تھے۔ لوگوں نے دیکھا کہ مسجد کی چھت سے ایک عجیب سی شکل کا جانور آیا، جس کا طول وعرض انگوٹھے کے برابر تھا۔ اس کا تعاقب کیا گیا تو وہ غائب ہوگیا۔ مولانا سہارن پوری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ یہ جن ہے جو کبھی کبھی مسائل دریافت کرنے کیلئے آتا ہے۔ آپ لوگوں کا شور سن کر غائب ہوگیا۔ اس کا نام عبدالجبار ہے اور جبل عرفات میں رہتا ہے۔ مجھ سے اس نے تین مرتبہ صحیح بخاری پڑھی ہے۔ جنات کے بہت سے مقدمات کے تصفیے کیلئے بھی یہ کئی بار آیا ہے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص. ۲۸۶)

حافظ عبدالمنان صاحب کی جنی عورت سے ملاقات: ایک دن حافظ صاحب کے ایک بنگالی شاگرد نے ان سے پوچھا کہ رات آپ کے پاس کون عورت آئی تھی؟ حافظ صاحب نے جواب دیا مجھے کسی عورت کے آنے کا پتا نہیں۔ اس نے کہا آپ کی چارپائی پر ایک عورت کی انگیا پڑی ہے۔ حافظ صاحب نے وہ انگیا قبضے میں کی اور اسے فروخت کرنے بازار گئے تو دکان دار نے کہا یہ مالابار کے علاقے کی بہت قیمتی اور بڑھیا انگیا ہے۔ دکان دار نے اس کے دس روپے دیئے اور حافظ صاحب نے ان دس روپے سے "تفسیر معالم التنزیل" خریدی۔

انگیا کا واقعہ حافظ صاحب اس طرح بیان کرتے ہیں کہ آدھی رات کو انہیں رفع حاجت کیلئے اٹھنا پڑا۔ جب وہ بیت الخلا کی طرف جارہے تھے تو ان کے کندھے سے کسی کا کندھا ٹکرایا۔ دو تین مرتبہ اسی طرح ہوا۔ وہ حیران تھے کہ یہ کون شخص ہے جب بیت الخلا میں گئے تو کسی نے باہر سے دروازے کو کنڈی لگا دی۔ اندر سے انہوں نے کنڈی کھولنے کیلئے آواز دی تو کسی عورت کے ہنسنے کی آواز آئی اور کنڈی کھول دی گئی۔ پھر وہ اپنے کمرے میں جانے کیلئے اس کا دروازے کھولنے لگے تو اندر سے کنڈی لگا دی گئی۔ کنڈی کھولنے کیلئے کہا تو عورت کے ہنسنے کی آواز آئی اور کنڈی کھل گئی۔ جب وہ لیٹے تو وہ ان کی ٹانگیں دابنے لگی، لیکن ہاتھوں کے سوا اس کے جسم کا کوئی حصہ موجود نہ تھا۔ دراصل وہ جنات میں سے تھی اور جاتے وقت انگیا چھوڑ گئی۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۸۸-۲۸۹)

حافظ عبدالمنان وزیرآبادی کے مبارک خواب

پہلا خواب: حافظ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد خواب دیکھا کہ ”وہ دونوں ہاتھ پھیلا کر میرے قریب آئے اور میرے منہ سے شہد کا چشمہ جاری ہوگیا، جس سے مولانا صاحب نے سیرابی حاصل کی لیکن ان کی پیاس نہ بجھی۔“ اس خواب سے حافظ صاحب پریشان تھے۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس کی تعبیر کیا ہے۔ لیکن جلد ہی تعبیر سامنے آگئی۔ مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے دونوں ہاتھ جو انہوں نے حافظ صاحب کی طرف پھیلائے تھے، وہ دراصل ان کے دونوں صاحب زادے مولانا عبدالقادر اور مولانا عبدالعزیز تھے جنہوں نے وزیر آباد جا کر حضرت حافظ صاحب سے تحصیل علم کا سلسلہ شروع کیا اور شہد سے مراد علم دین تھا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۹۳)

دوسرا خواب: جس کے متعلق حافظ صاحب فرماتے ہیں کہ ”میں نے ایک دفعہ خواب میں مولانا سیّد نذیر حسین صاحب رحمہ اللہ کو دیکھا کہ مجھے سخت پیاس لگی ہے اور میاں صاحب رحمہ اللہ نے اپنا منہ میرے منہ پر رکھ دیا۔ ان کے منہ سے شہد کا چشمہ جاری ہوا اور میں اس سے سیراب ہوتا رہا۔“ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۹۳)

پریشانی پر خواب میں رہنمائی: حافظ صاحب فرماتے ہیں: انہی دنوں مجھے ایک اور خواب آیا۔ خواب سے پہلے ایک واقعہ سنیے! امرتسر میں ان دنوں مسئلہ صفات باری پر مباحثے ہو رہے تھے۔ کچھ لوگ کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی معیت انسان کے ساتھ بالذات ہوتی ہے اور بعض کہتے تھے کہ بالعلم ہوتی ہے۔ حافظ صاحب فرماتے ہیں، ”ایک دن میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ آپ ﷺ کے دائیں بائیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مولانا عبداللہ غزنوی اور سیّد نذیر حسین رحمہما اللہ بیٹھے ہیں۔ میں نے معیت کے بارے میں پوچھا تو نبی ﷺ نے فرمایا، معیت سے مراد معیت بالعلم ہے، بالذات نہیں ہے۔“

مغرب کے بعد مسجد میں وظائف و اوراد کا سلسلہ چلتا۔ عشاء کے قریب گھر جا کر کھانا کھاتے اور عشاء کے بعد جلد سو جاتے۔

یہ عالم کبیر اور محدث جلیل مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے ہم عصر تھے اور دونوں ایک دوسرے کا بے حد احترام کرتے تھے۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۹۳ تا ۲۹۴)

مسلکی جھگڑوں سے دامن کشاں: مولانا رحیم بخش لاہوری خاموش طبع، منکسر المزاج اور تہجد گزار تھے۔ مسلکی جھگڑوں سے دامن کشاں رہتے اور اپنی بات مثبت انداز میں کرتے۔ صبح و شام مسجد میں قرآن و حدیث کا درس دیتے اور طلباء ان سے تعلیم حاصل کرتے۔ کسی شاگرد سے کوئی کام کراتے تو اس کا معاوضہ ادا کرتے۔ صرف چالیس برس عمر پائی۔ ۱۸ صفر ۱۳۱۴ھ (۲۹ جولائی ۱۸۹۶ء) کو فوت ہوئے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۲۹۶)

مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ: مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے معاصرین میں ایک نہایت نمایاں نام مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ کا ہے جو حضرت سیّد عبداللہ غزنوی کے مرید خاص اور مفسرِ قرآن حضرت حافظ محمد لکھوی کے فرزندِ گرامی تھے۔ وہ ۱۲۵۳ھ (۱۸۳۷-۸ء) کو بمقام لکھوکے (ضلع فیروز پور مشرقی پنجاب) پیدا ہوئے۔ قرآن مجید سمیت صرف و نحو کی بعض کتابیں اپنے گھر لکھوکے میں والد مکرم حافظ محمد لکھوی سے پڑھیں۔ پھر دہلی گئے۔ وہاں مفتی صدر الدین آزردہ، مولانا بشیر الدین قنوجی، مولانا نوازش علی اور بعض دیگر حضرات سے اکتساب علم

کیا۔ کتب حدیث اپنے والد عالی قدر حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ سے پڑھیں اور ان سے سندِ حدیث لی۔ اٹھارہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے تھے۔

نہایت متقی اور صالح عالم دین تھے۔ غزنی جا کر حضرت سیّد عبداللہ صاحب کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوئے۔

مدینے شریف جا کر بیمار ہو گئے اور ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۱۲ھ (۱۰ مئی ۱۸۹۵ء) کو بروز جمعۃ المبارک مسجد نبوی میں وفات پائی۔ جنت البقیع میں دفن کیے گئے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۰۶-۳۰۷)

مولانا غلام نبی سوہدروی رحمہ اللہ:۔ مولانا غلام نبی سوہدروی علم و صالحیت اور حسنِ اخلاق کے اعتبار سے اپنی مثال آپ تھے۔ ۴ ستمبر ۱۸۴۷ء (۲۳ رمضان ۱۲۶۳ھ) کو سوہدرہ (ضلع گوجرانوالا) میں پیدا ہوئے۔ علوی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ مشہور عالم دین مولانا عبدالمجید سوہدروی کے جدامجد تھے۔

حدیث کی کتابیں لکھوکے (ضلع فیروز پور) میں حضرت حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ سے پڑھیں۔ حضرت میاں سیّد نذیر حسین رحمہ اللہ کی خدمت میں دہلی گئے اور ان سے سندِ حدیث لی۔

مولانا غلام نبی رحمہ اللہ نے امرتسر میں حضرت سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں بھی حاضری دی اور ان کے دائرہ بیعت و ارادت میں شریک ہوئے۔

مولانا مرحوم پنجابی کے شاعر بھی تھے اور پنجابی نظم میں انہوں نے تین کتابیں تصنیف کیں۔ (۱) تحفة الوالدین (۲) تحفة المعجزات فی تاکید الصلوٰۃ اور (۳) تحفة العجلاء المعروف نصیحة النساء

مولانا غلام نبی سوہدروی رحمہ اللہ نے ۴ ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ (۳ مئی ۱۹۳۰ء) کو سوہدرہ میں وفات پائی۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۰۷-۳۰۸)

مولوی غلام احمد رحمہ اللہ:۔ یہ بزرگ ضلع گوجرانوالہ کے ایک گاؤں دلاور چیمہ کے رہنے والے تھے اور مولانا عبدالقادر قصوری رحمہ اللہ کے والد محترم تھے۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے مخلص ترین دوست تھے۔ دونوں بزرگوں نے اس علاقے میں اسلام کی بڑی تبلیغ کی۔ مولانا عبدالقادر قصوری ۱۸۶۳ء کے لگ بھگ دلاور چیمہ میں پیدا ہوئے۔ چار سال کی عمر کو پہنچے تو ان کی پڑھائی کا آغاز یا افتتاح دلاور چیمہ آ کر مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے کیا تھا، جسے "رسم بسم اللہ" کہا جاتا ہے۔ مولانا عبدالقادر قصوری رحمہ اللہ نے ملک کی تحریکات آزادی میں بڑی شہرت پائی۔ تدین و تقویٰ میں بھی ان کا مقام بڑا بلند تھا۔ وہ میاں محمود علی قصوری اور مولانا محی الدین احمد قصوری کے والد مکرم تھے۔ ۱۶ نومبر ۱۹۴۲ء کو لاہور میں فوت ہوئے اور قصور میں دفن کیے گئے۔

مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے معاصرین میں اور بھی بے شمار اہل علم شامل ہیں۔ لیکن یہاں ان کے صرف پانچ معاصرین کا ذکر کیا گیا ہے۔ معاصرین سے پتا چلتا ہے کہ جس شخص کا تذکرہ کیا جارہا ہے، اس کے رفقاء علم و عمل میں کس حیثیت کے مالک تھے اور باہم ان کے کس قسم کے مراسم تھے۔ بلاشبہ مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ اپنے عہد کے رفیع المرتبت حضرات سے تعلق رکھتے تھے۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ قلعوی، ص: ۳۰۸-۳۰۹)

باکمال مرشد کے تلامذۂ کرام

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا اپنے گاؤں میں سلسلۂ تدریس جاری تھا۔ ان کے جاری کردہ مدرسے کا نام "اشاعة التوحيد والسنه" تھا۔ اس مدرسے میں ان سے بے شمار طلباء نے تحصیل علم کی ہوگی، لیکن مجھے ان کے صرف بائیس تلامذہ کرام کا پتہ چل سکا ہے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۱۰)

مولانا علاؤ الدین: مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے ایک شاگرد مولانا علاء الدین رحمہ اللہ تھے، جن کے آباؤ اجداد کا اصل مسکن موضع اوچ بھٹیاں (ضلع ملتان) تھا۔ وہ برہمن چندر بنسی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

علاؤالدین رحمہ اللہ نے حصول علم کا آغاز قلعہ اسلام میں مولانا غلام رسول رحمہ اللہ سے کیا اور مختلف علوم کی کتابیں ان سے پڑھیں۔ پھر مولانا موصوف نے خود ہی انہیں حضرت سیّد میاں نذیر حسین رحمہ اللہ کی خدمت میں دہلی بھیج دیا۔ میاں صاحب رحمہ اللہ سے انہوں نے حدیث کی کتابیں پڑھیں۔ فراغت کے بعد مختلف مقامات میں درس وتدریس اور وعظ وخطابت کی خدمت انجام دی۔ زیادہ عرصہ بمبئی رہے۔ وہیں ان سے حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کی ملاقات ہوئی۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ گوجراں والا کے مولوی علاء الدین رحمہ اللہ بہت اچھا وعظ کہا کرتے تھے۔ وہ تقریباً ۵۲ برس کی عمر تک اپنے مولد ومسکن سے باہر رہے۔ ۱۸۷۵ء کے قریب گوجراں والا آئے اور انہیں وہاں اونچی مسجد کمہاراں والی کے امام مقرر کیا گیا۔ مسلک کے اعتبار سے اہلحدیث تھے، لیکن اس معاملے میں بے حد احتیاط سے کام لیتے تھے۔ اس کے باوجود مسجد کے نمازیوں نے ان کو ایک دن حالت نماز میں اٹھا کر مسجد کے باہر پھینک دیا۔ پھر اس عالم دین نے اس کے قریب ہی کھلے میدان میں خطبۂ جمعہ دینا شروع کر دیا۔ انہی دنوں ایک بزرگ پیر میر حیدر شاہ صاحب خان پوری رحمہ اللہ گوجرانوالہ تشریف لائے تو انہوں نے چوک نیائیں میں سائیں رنگ علی سے کچھ جگہ لے کر مسجد کی بنیاد رکھی اور مولانا علاؤ الدین رحمہ اللہ کو اس مسجد کے خطیب و امام مقرر کر دیا۔ (پیر میر حیدر کا ذکر ''قبولیتِ دعا اور ظہور کرامات'' کے باب ''کرامت نمبر ۵۰'' میں تفصیل سے آچکا ہے۔ یہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے مرید تھے)، (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۳۲۱-۳۲۲)

نزھۃ الخواطر کی شہادت: مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کی زندگی دراصل دو کاموں میں بسر ہوئی اور یہی دو کام ان کی شہرت کا باعث اور لوگوں میں دین اسلام کی اشاعت کا سبب ہوئے۔ ایک وعظ وتذکیر اور دوسرا درس وتدریس، ان کے وعظ کی دور دور تک دھوم تھی۔ جیسا کہ نزہۃ الخواطر کے مصنف شہیر حکیم سیّد عبدالحی حسنی نے بیان کیا، وہ راسخ فی العلم عالم دین، یگانۂ روز گار مدرس اور عمل وکردار اور حسنِ اخلاق کے اعلیٰ مرتبے پر فائز تھے۔ تدریس میں بھی وہ بڑا اونچا مقام رکھتے تھے، اور یہ دونوں خوبیاں (درس وتدریس اور وعظ وتذکیر) بہت بڑی خوبیاں ہیں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۳۲۸)

سلوک ومعرفت سے بھرپور مکتوبات

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا حلقۂ احباب بہت وسیع تھا، جن میں معاشرے کے عام لوگوں کے علاوہ علماء وطلباء بھی کثیر تعداد میں شامل تھے۔ مختلف مقامات میں وہ وعظ وتبلیغ کیلئے بھی تشریف لے جاتے تھے۔ لوگ ان سے زبانی اور تحریری صورت میں مسئلے مسائل بھی پوچھتے تھے، فتوے بھی لیتے تھے۔ بعض معاملات میں بذریعہ خطوط لوگ ان سے مشورے بھی لیتے ہوں گے۔ لیکن ان کے سوانح نگار فرزند گرامی مولانا عبدالقادر کی معرفت ہمیں ان کے صرف تیرہ مکتوبات کا علم ہوسکا ہے۔ ایک طویل مکتوب انہوں نے حافظ آباد کے ایک ہندو رام دتا ٹانڈو کے نام تحریر فرمایا جو اس کتاب میں مستقل باب کے طور پر علیحدہ درج کر دیا گیا ہے۔

مولانا ممدوح جامع الحیثیات شخصیت کے مالک تھے، اس لیے یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ انہوں نے بہت سے لوگوں کو بہت خطوط لکھے ہوں گے، لیکن افسوس ہے تمام خطوط محفوظ نہیں رہ سکے۔ ہمیں جو خطوط ملے ہیں، وہ فارسی زبان میں ہیں۔ ان میں سے دو خطوط نمبر گیارہ اور بارہ فارسی نظم میں ہیں جو حضرت سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے نام تحریر فرمائے گئے ہیں۔ خط نمبر ایک سے لے کر نمبر دس تک کے خطوط فارسی نثر میں ہیں، لیکن ان میں بہ کثرت فارسی اشعار درج ہیں۔ ان اشعار میں زیادہ تر ان کے اپنے اشعار ہیں۔ آئندہ صفحات میں ان کے دستیاب خطوط کا اردو ترجمہ دیا جا رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی فارسی اشعار درج کرکے نیچے ان کا اردو ترجمہ دیا گیا ہے۔ دو تین کے سوا مکتوب الیہم کے حالات کا علم نہیں ہوسکا۔ تمام مکتوبات نہایت سبق آموز اور بے حد پُر تاثیر ہیں۔ قارئین کرام ان مکتوبات کا انتہائی غور سے مطالعہ فرمائیں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۳۳۴-۳۳۵)

کسی کامل مرشد کی صحبت میں رہنے کی نصیحت:۔ پہلا خط مولوی محمد اعظم کے نام ہے جو مولانا غلام رسول کے برادر نسبتی تھے۔

برخوردار مولوی محمد اعظم

عزیز! اپنے عزیز اوقات کو برباد نہ کریں اور اپنے نفیس سانسوں کو نیکی میں بسر کریں۔ کوشش کریں کہ خود کو کسی ایسے مرد کی خدمت میں

پہنچائیں جو زنگ آلود دلوں کو آئینے کی مانند صاف کرنے والوں میں سے ہو:

گر خدا خواہی وہم دنیائے دوں   ایں خیال است و محال است و جنوں

”اگر تو خدا کو چاہے اور (اس کے ساتھ) کمینی دنیا کو بھی تو یہ (محض تیرا) خیال ہے جو محال اور دیوانگی ہے۔“

ٹھیک ٹھیک لکھ رہا ہوں اور تبلیغ کی شرط پوری کر رہا ہوں:

اگر با خویشتن عمرے بسر ایں راہ را پوئی   نہ از مقصد نشاں یابی نہ ایں راہ را کراں بینی
زخاکِ دامن مردے بکش درچشم جاں گردے   کہ تا زیں چشم نورانی جمالِ جانِ جاں بینی

”اگر تو خود (اکیلا) عمر بھر سر کے بل اس راستے پر دوڑتا رہے تو نہ مقصد کا نشان پا سکے گا (اور) نہ اس راستے کا (آخری) کنارہ دیکھ سکے گا۔ کسی مرد (خدا) کے دامن کی خاک کا سرمہ آنکھ میں ڈال لے، تا کہ اس نورانی آنکھ سے جانِ جاں کو دیکھ لے۔“

اس فقیر کے خیال کے مطابق عبداللہ رحمہ اللہ جیسا کوئی سنت کا پیروکار اور ارباب حقیقت کا منتخب (شخص) نہیں مل سکتا۔ وہ (مجذوب الٰہی) ہیں، اللہ کے محبوب ہیں اور دائمی معرفت والے ہیں۔ اللہ کی رضا ان کی چاہت ہے۔ وہ ایک کامل و مکمل (مرشد) ہیں۔ ان کی نظیر اس زمانے میں نہیں ملتی۔ طالبین کی تربیت جیسی ہونی چاہیے، وہ ان کے ہاں موجود ہے۔ عبداللہ صاحب رحمہ اللہ نے لکھا تھا کہ صاحب استعداد کو حقیر کی صحبت میں روانہ کریں۔ یہ اس بنا پر ہے کہ اشاعتِ سنت کیلئے وہ مضبوط سند ہیں اور اس معاملے میں ان کا مقصد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہے، جس کیلئے قوی ہمت درکار ہے، اور (آیت) کریمہ۔ ولا یخافون لو مۃ لائم (یہ سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۵۴ کے الفاظ ہیں۔ ترجمہ یہ ہے: کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے) کو نصب العین بنانا چاہیے۔ پھر کمال اخلاص کے ساتھ:

کند از فرق پا وزیدہ نعلین   شود سونش رواں بالراس والعین

”پاؤں سے جوتے الگ کر کے، اس کی طرف سر اور آنکھوں کے بل چلنا چاہیے۔“

ورنہ ٹال مٹول اور بہانہ سازی سے کام نہیں چلے گا، جب وقت گزر گیا تو حسرت کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

والسلام علیکم   فقیر غلام رسول از قلعہ   (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۳۵-۳۳۷)

دوبارہ مرشد کی خدمت میں حاضری کا حکم: برخوردار محمد اعظم جی!

ہمارا دل ہمیشہ آپ عزیز کے علمی و عملی کمالات کو حاصل کر لینے کی طرف متوجہ رہتا ہے، تا کہ ضروری علوم کی تحصیل سے فراغت کے بعد آپ ارباب یقین (اولیائے کرام) کی صحبت کی سعادت حاصل کرنے کی خاطر متوجہ ہو جائیں:

کانچہ ضروریست چو حاصل کنی   بہ کہ عمارت گریٔ دل کنی
آنست عمارت گریٔ دل   واکشی از کشمکش آب و گل

”جو علم ضروری ہے، جب تو وہ حاصل کر لے، تو پھر دل کی عمارت گری کر۔ دل کی عمارت گری یہ ہے کہ آب و گل (دنیا) کی کشمکش سے جدا ہو جائے۔“ لیکن جب سے میں نے آپ کے منصب تدریس سے وابستہ ہو جانے کی خبر سنی ہے تو یقین ہو گیا ہے۔

بس غلط بود آنچہ ماپنداشتیم ”وہ بے حد غلط تھا جو ہم نے گمان کر رکھا تھا۔“

افسوس کہ استعداد کی آگ جو کہ کمال انوار کے بھڑکانے کے لائق تھی، وہ آپ نے بلا مقصد مصروفیات میں راکھ کی طرح ضائع کر ڈالی اور جو مساعی جمیلہ اس عمر میں ملکات قدسیہ کے تحصیل کی معاون (بنتی) ہیں، ان کو خاک میں ملا ڈالا:

تروم العز ثم تنام لیلا   من طلب العلیٰ سھر اللیالی

”تم سربلندی چاہتے ہو، پھر رات کو سوتے بھی ہو، جو بلندیوں کا طالب گار ہوتا ہے، وہ راتوں کو جاگتا ہے۔“

اس ضمن میں تاسف آمیز اور غفلت انگیز عذر نہیں سنے جائیں گے۔ اگر حافظ محمود کے ہمراہ عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کی صحبت میں پہنچ جاتے تو کتنی اچھی بات ہوتی۔ خیر گزر گیا جو گزر گیا۔ اب بھی وقت ہے۔ ہاتھ سے نکل جانے والا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا:

کنونت کہ چشم است اشکے ببار　　　زباں در دہان ست عذرے بیار

”اب جبکہ تیری آنکھ ہے، ایک آنسو (ہی) بہالے، زبان جب منہ میں ہے، کوئی عذر ہی کر لے۔“

مبادا ان جنون آمیز باتوں سے آپ کی طبیعت پریشان ہو جائے، لیکن کیا کروں، یہ چیز (میرے) اختیار میں نہیں ہے، خواہ مخواہ میرا دل جوش میں آ رہا ہے:

اگر باخویشتن عمرے بسرایں راہ راپوئی　　　نہ از مقصد نشاں یابی نہ ایں راہ را کراں بینی
زخاکِ دامنِ مردے بکش درچشم جاں گردے　　　کہ تازیں چشم نورانی جمالِ بے نشاں بینی

”اگر تو خود (اکیلا) عمر بھر سر کے بل اس راستے پر دوڑتا رہے تو بھی نہ مقصد کا نشان پائے گا (اور) نہ اس راستے کا (آخری) کنارہ دیکھ سکے گا۔ کسی مرد (خدا) کے دامن کی خاک کا سرمہ آنکھ میں ڈال لے، تا کہ اس نورانی آنکھ سے تو بے نشان کے جمال کو دیکھ لے۔“

والسلام　　　فقیر غلام رسول از قلعہ　　　(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۳۷-۳۳۹)

تصوف اور طریق صوفیاء کی اہمیت:

بسم اللہ الرحمن الرحیم　　　”الحمد للہ وحدہ والصلوۃ علی رسولہ الذی لا نبی بعدہ و علیٰ آلہ و اصحابہ و سائر من بذل فی مرضات اللہ جھدہ“۔

”سب تعریفیں اللہ یکتا کیلئے ہیں اور درود ہو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کے بعد کوئی نبی نہیں! اور آپ ﷺ کی اولاد وصحابہ کرام پر اور ان تمام لوگوں پر جنہوں نے اللہ کی رضا میں اپنی محنت صرف کر دی۔“

سلام مسنون کے بعد واضح ہو کہ آپ سعادت مند کو کیا لکھوں اور کیا تحریر کروں؟ جوانی کے دن مسافر ہیں اور زندگی پانی کے بلبلے کی طرح ہے، لیکن ہم کس مشغلے میں قیمتی اوقات کو برباد کر رہے ہیں؟ اور کیوں بے فائدہ کاموں میں خداداد صلاحیت کے پھل دار درخت کی جڑیں کسی سے اکھیڑ رہے ہیں؟ کیا ہم دیوانے ہیں جو نہیں سمجھتے؟ اور عقل سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں کہ اس کے ضائع کرنے میں مصروف ہیں۔ افسوس، ہزار افسوس:

قدر وقت ار نشناسد دل وکارے نکند　　　بس خجالت کہ ازیں حاصل اوقات بریم

”اگر دل وقت کی قدر نہ پہچانے اور کوئی کام نہ کرے تو بس ہم ان حاصل اوقات سے (کل قیامت میں) شرمندگی ہی اٹھائیں گے۔“

ہمیشہ دو چیزوں کا حصول ضروری اور لازمی ہے۔ ایک کتاب وسنت کا ادراک رکھنے کی علمی پونجی، جو دینی علوم کا سرچشمہ اور معنوی علوم کا خلاصہ ہے۔ دونوں چیزیں شمع کا درجہ رکھتی ہیں، جن کو دائیں اور بائیں (طرف) رکھ کر راستہ طے کیا جا سکتا ہے۔

دوسری چیز پابند شرع حضرات صوفیاء رحمہم اللہ کا طریقہ ہے، جو کام کی اصل، اسلام کی اساس اور ذوق و وجد کی مورث ہے۔ وہ جسم شریعت کیلئے جان کا درجہ رکھتی ہے اور صورت اسلام کی حقیقت اور روح ہے۔ ابھی تک ان دونوں کی خوشبو سے آپ عزیز کا دماغ معطر نہیں ہوا۔ (دنیاوی) تعلقات اور ننگ و نام کی رکاوٹیں حائل ہیں۔

تعلق حجاب است و بے حاصلی　　　چو پیوندہا بگسلی واصلی

”(دنیاوی) تعلق پردہ ہے اور بے حاصل، جب تو (دنیاوی) تعلق توڑ ڈالے گا تو (حق تعالیٰ سے) تعلق جوڑ لے گا۔“

علم ظاہری کے اساتذہ ہر جگہ موجود ہیں، مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ نے دہلی سے کتنا اچھا ملکہ بہم پہنچایا اور علمی فیوض کا مورد بنے۔ سبحان اللہ۔ بہت سے خاندان تحصیل کمال کی چاہت سے عاری، غافل اور دوسرے (لوگ) اللہ کی مہربانی سے فضل وعلم سے متصف اور سرفراز ہیں:

ترسم بکعبہ نرسی اے اعرابی   کیں راہ کہ تو می روی بترکستان است

"اے اعرابی! میں ڈرتا ہوں کہ تو کعبہ تک نہیں پہنچ سکے گا، کیوں کہ جس راستے پر تو چل رہا ہے، (یہ) ترکستان کو جاتا ہے۔"

افسوس، صد افسوس کہ استعداد کی دولت برباد ہو رہی ہے، ابھی وقت ہے:

تروم العز ثم تنام لیلاً   ومن طلب العلی سهر اللیالی

"تم عزت چاہتے ہو اور رات کو سوتے بھی ہو، جو بلندیوں کا طالب گار ہوتا ہے، وہ راتوں کو جاگتا ہے۔"

اس رقعہ لے جانے والے کی بابت کتنا افسوس ہو رہا ہے کہ اتنی عمر لہو ولعب میں ضائع کر دی اور آپ بھی شفقت واخوت اور صلہ رحمی کی دلیل ہیں۔ معلوم نہیں کہ یہ جہل مرکب کس طرح اس خاندان میں پیدا ہو گیا ہے کہ دینی علوم حاصل نہیں کر رہا ہے۔

ملتان میں مولوی عبید اللہ کے فرزند مولوی عبد الرحمن اچھے عالم ہیں، ریاضی اور حدیث کے علوم دینیہ پڑھانے میں بہت مہارت رکھتے ہیں۔ وہیں مولوی سدید الدین لکھنوی علوم عقلیہ میں بے حد کامل موجود ہیں۔ باطنی علوم کیلئے صاحب زادہ رکن عالم صاحب رحمہ اللہ اور جناب (سیّد) عبد اللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ کا سلسلہ ہے۔ والسلام۔ فقیر غلام رسول از قلعہ

اس خط میں مکتوب الیہ کا نام درج نہیں، لیکن سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خط بھی مولوی محمد اعظم کی طرف لکھا گیا ہے۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۴۰-۳۴۳)

کامل اولیاء کی صحبت: بسم اللہ الرحمن الرحیم "الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفی"

اس فقیر کی جانب سے السلام علیکم کے بعد برخوردار محمد اعظم عظمہ اللہ تعالیٰ بتوفیق الخیر (اللہ تعالیٰ بھلائی کی توفیق سے انہیں عظمت بخشے) غور کریں کہ جوانی مسافر ہے اور یہاں (دنیا میں) بار بار آنا نہیں ہو گا۔ فرصت اور صحت کی یہ نعمت ہر روز میسر نہیں رہے گی:

قدر وقت ارنشا سددل وکارے نکند   بس خجالت کہ ازیں حاصل اوقات بریم

"اگر دل وقت کی قدر نہ پہچانے اور کوئی کام نہ کرے تو ہم ان حاصل اوقات سے (کل قیامت میں) شرمندگی ہی اٹھائیں گے"

دو کام بڑے اہم ہیں، ایک دینی علوم کی تحصیل اور دوسرا ارباب جمعیت (اولیاء اللہ) کی صحبت، جو سب سے اونچا مقصد ہے:

باہر کہ نشینی ونشد جمع دولت   وز تو نرمید زحمت آب و گلت

زنہار زصحبتش گریزاں می باش   ورنہ نکند روح عزیزاں بحلت

"تو جس کے ساتھ بیٹھے اور دل کو جمعیت (سکون) حاصل نہ ہو اور تجھ سے آب وگل (دنیا) کی محبت نہ چھوٹے، خبردار! ایسے شخص کی صحبت سے دور بھاگ، ورنہ اپنے پیاروں کی روح (مبارک) تجھے معاف نہیں کرے گی۔"

بلکہ اصحاب حقیقت نے لکھا ہے کہ ایک گھڑی خود اپنے ساتھ بیٹھ کر اور خیال کی آنکھ کو ماسوی اللہ سے بند کر کے اس شعر کا مضمون سمجھ لے۔

من ملک بودم و فردوس بریں جانم بود   آدم آورد دریں دیر خراب آبادم

"میں فرشتہ تھا اور فردوس بریں میرا گھر تھا۔ اس خانہ خراب دنیا میں مجھے (حضرت) آدم (علیہ السلام) لائے ہیں۔"

نیز اپنی روح کو خطاب کر کے عتاب کرے:

خیز غافل بال ہمت باز کن   سوئے جائے اصلیت پرواز کن

طوطی شیریں مقالی چند چند   باشی اندر حبس زاغاں پائے بند

"اٹھ اے غافل! ہمت کے پر کھول (اور) اپنے اصلی گھر کی جانب پرواز کر۔ تو شیریں زباں طوطی ہے، کب تک کوؤں کے قید خانے میں بند رہے گا۔"

جب محض اللہ سبحانہ کی عنایت سے، کسی کی کوشش کے بغیر ایک بشارت عظمیٰ کا شرف نصیب ہو گیا، اس کھانے کا مزہ چکھ، ذائقہ کا ذوق لگا اور تلچھٹ کی لذت طالب کے حلق تک پہنچ گئی تو پھر افسوس ہے کہ (زندگی) بے مقصد مصروفیات میں برباد کریں اور نفسانی خواہشات کے سرور میں گزاریں۔ (حضرت) امام ربانی (رحمہ اللہ) فرماتے ہیں:

ہمہ اندرز من بہ تو ایں است   کہ تو طفلی وخانہ رنگیں است

”میری تمام نصیحت تجھے یہ ہے کہ تو ایک بچہ ہے اور یہ گھر (دنیا) بڑی رنگین ہے۔“

اگر فرصت کے اوقات میں سورۂ فاتحہ بسم اللہ اور آمین کے ساتھ ہر دفعہ آیات کا تکرار کرتے اور معانی کا لحاظ رکھتے ہوئے پڑھی جائے تو یہ جذب الٰہی کی کنجی ہے اور فرصت کے دنوں میں درود شریف حلیہ مبارک کے لحاظ سے پڑھنا مذکورہ بالا حال کے ورد کا موجب ہے، صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد وآلہ وسلم۔

اگر سہام حوادث ترانشانہ کنند   پناہ بہ درود جناب مصطفوی (صلی اللہ علیہ وسلم)

”اگر حادثات کے تیر تجھے نشانہ بنائیں تو تو جناب مصطفیٰ (ﷺ) پر درود (شریف) پڑھ کے پناہ حاصل کر۔“

والسلام   فقیر غلام رسول از قلعہ   (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۴۳-۳۴۵)

باہمی اتفاق اور اتحاد کی اہمیت:۔ یہ خط وہ علمائے کرام مہربانی فرما کر ضرور پڑھیں، جن کی عادت مسلمانوں کو کافر قرار دینا اور مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ ڈالنا ہے۔ میرے عزیز چودھری فیض بخش محمود خاں اور حاجی الحرمین خدا یار سلامت رہو۔ فقیر غلام رسول کی طرف سے السلام علیکم..... ان دنوں حاجی صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ چند روز سے ہمارے اور ذیلدار کے درمیان کوئی بات چیت ہوئی ہے، جس کے بعد فیض بخش مسجد میں (آنے کا) شرف نہیں حاصل کرتے۔ یہی معاملہ چند باتیں لکھنے کا باعث ہوا ہے۔ بڑے غور سے سنئے کہ ہم سب مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو ماننے کا جو فرمان ہے، اس میں برابر ہیں اور آنحضرت ﷺ کی طرف سے مامور ہیں کہ ایک دوسرے کے ساتھ اتفاق رکھیں، خصوصاً اسلام کی نسبت کی وجہ سے باہم متفق رہیں۔ آپس میں نفاق (رکھنا) اور اسلامی بھائیوں میں تفرقہ (ڈالنا) حرام ہے۔ صلہ رحمی فرض ہے اور برکات کا ذریعہ اور نیک نامی کا سبب ہے:

زاتفاق مگس شہد می شود پیدا   خدا چہ دولت و نعمت در اتفاق نہاد

”مکھیوں کے اتفاق سے شہد پیدا ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اتفاق میں کیسی دولت ونعمت رکھی ہے۔“

ذیلدار ذیلداری کو بھلا کر محمود خاں کے ساتھ حسن معاملہ سے پیش آئیں کہ بھائی آپس میں حسن سلوک رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے مشورے سے کام کرتے ہیں، اور محمود خاں کیلئے ضروری ہے کہ ملکیت کے غرور کو الگ رکھ کر ذیلدار کے ساتھ یوں اچھے اخلاق سے پیش آئیں، جس طرح کہ چھوٹے بھائی بڑے بھائیوں کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ جو مشورہ خلاف دین نہ ہو، اس سے باہر نہ جائیں۔ حاجی صاحب خود بھی سوچیں کہ ہم درویش سیرت لوگ حسنِ خلق اور سیرت نیک کے پابند ہیں، سخت گیری جو کہ رضائے الٰہی کے خلاف ہے، اس سے الگ ہو کر یوں (برتاؤ) کریں کہ ہم میں سے کسی مسلمان کا دل آزردہ نہ ہو اور مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ اور فساد نہ ہو، کیوں کہ حدیث صحیح میں آیا ہے جو مسلمان کے ساتھ تین روز میں صلح نہ کرے، اس کے ایمان میں خلل ہے۔ اگر ناراض نہ ہوں تو شیخ سعدی رحمہ اللہ کا شعر لکھوں، خوب کہا جو کہا:

حاجی تو نیستی شتراست از برائے آنکہ   بیچارہ خار می خورد و بار میں کشد

”تو حاجی نہیں (بلکہ) اونٹ ہے، جو بے چارہ کانٹے کھاتا ہے اور بوجھ اٹھاتا ہے۔“

جی ہاں! اس سے بھی زیادہ ذیلدار اور محمود خاں کی بے اتفاقی فساد اور تفرقے کا سبب ہے:

چرا ایشاں نمی باشند چوں شیر و شکر باہم   عجب ذوقے بکام دیں رسد زیں کامرانی ہا

''وہ آپس میں شیر وشکر کیوں نہیں ہوتے۔ یہ ایسا عجیب ذوق (عمل) ہے، جس سے دین کے کام کو کامیابیاں ملتی ہیں۔''

جو صلح کا آغاز کرتا ہے، اس کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ لوگ اس نصیحت پر کاربند ہوں گے اور سب کے ساتھ صلح سے پیش آئیں گے اور کاموں کا انتظام دونوں مشورے سے کریں گے:

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند   جوانان سعادت مند پند پیر دانا را

''اے جاناں! نصیحت سن لے کہ سعادت مند جوان دانا بوڑھے کی نصیحت کو جان سے بھی زیادہ دوست رکھتے ہیں۔''

حافظ (شیرازی رحمہ اللہ) کا شعر ہے:

بہ مجلس نوجواناں راکہن پیرے ضرور آمد   حرارت دارد ایں معجون و طبا شیرے ضرور آمد

''نوجوانوں کی مجلس کیلئے تجربہ کار بوڑھا ضروری ہے، (کیوں کہ) یہ معجون گرمی رکھتی ہے اور (اس کیلئے) ایک طبا شیر لازمی ہے۔''

اس فقیر کی جانب سے ہر تین (صاحبان) کیلئے بارگاہ الٰہی میں دعا ہے کہ اس کی ذات پاک انہیں ظاہری اور باطنی اطمینان نصیب کرے۔ جاننا چاہیے کہ ہمارا دین دو چیزیں ہیں: ''ما اتاکم الرسول فخذوہ و ما نھٰکم عنہ فانتھوا'' (سورۃ الحشر، آیت ۷)

ایک حکم کا بجا لانا اور دوسرا منع کردہ چیزوں اور گناہوں سے رک جانا۔ خصوصاً جو آدمی حرام پر قدرت رکھتا ہو، اور پھر وہ (اس سے) بچے، اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور بعض فرشتوں سے اس کے درجات بڑھ جائیں گے۔ کون آدمی زندگی میں حرام خوری کو پیشہ بناتا ہے، جو اپنی آخرت کا فکر رکھتا ہے۔   فقط والسلام: غلام رسول از قلعہ   (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۳۵۱-۳۵۴)

نیک صحبت کی ضرورت:۔ یہ خط حضرت مولانا غلام رسول صاحب نے اپنے شاگرد مولوی علاء الدین صاحب رحمہ اللہ (گوجراں والا) کو دہلی لکھ کر بھیجا تھا، جب مولوی علاء الدین وہاں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم   ''الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الذی لا نبی بعدہ و علیٰ آلہ و صحبہ و علیٰ سائر من بذل فی مرضیات اللہ جھدہ''۔

امابعد، عزیز (من)! آپ کا رقعہ ملا، مجھے خوشی ہوئی۔ آپ کے والد بہت انتظار میں تھے، اتنے زیادہ کہ اس کی انتہا نہیں۔ علم دین آیا تھا کہ شہاب الدین سے سنا تھا کہ عید کے بعد آئیں گے لیکن ابھی تک نہیں آئے۔ تمہیں ان کو خط لکھنا چاہیے۔ تمہارے خط کے بغیر وہ مطمئن نہیں ہوں گے۔ میرے عزیز! مرزا (صاحباں) پڑھو یا حمد اللہ، ہمیں اتنی فرصت نہیں، جو علم حدیث کیلئے (درکار) ہے۔ علم کا مدار عمل پر ہے اور عمر گزر رہی ہے۔ تمہارے عمل میں غفلت اور سستی موجود ہے۔ مجھے خبر نہیں کہ تمہیں کس کس کی صحبت حاصل ہے، اچھے لوگوں کی یا برے لوگوں کی؟ لیکن افسوس! صد افسوس:

صحبت نیکاں زجہاں دور شد   خانہ عسل خانۂ زنبور شد

''نیک لوگوں کی صحبت دنیا سے اُٹھ گئی، شہد کا چھتہ، بھڑوں کا ٹھکانہ بن گیا ہے۔''

اچھی باتیں کرنے سے کام نہیں بنتا، بلکہ اچھے کردار سے (کامیابی ہوتی ہے)، میرے عزیز! اس وقت موت کا قاصد آ پہنچے تو آخرت میں کیا جواب دو گے کہ میں کس مشغلے میں تھا؟

ببام منطق اے سلم نہادہ   زاوج اہتدا دور افتادہ
بجز حب خداوند تبارک   مبارک نیست ایں قاضی مبارک
زحمد اللہ تغیر یافتت حال   بحمد اللہ نبودت ہیچ اشغال

''اے وہ! جو منطق (اور) سلم کی چوٹی پر جا پہنچے، (تم) ہدایت کی چوٹی سے دور ہو گئے۔
اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت کے سوا یہ ''قاضی مبارک'' مبارک نہیں ہے۔''

”حمد اللہ“ سے تیری حالت بدل گئی (اور) تجھے اللہ تعالیٰ کی حمد سے ذرہ بھر (بھی) لگاؤ نہیں!

میرے عزیز! یہاں بار بار آنا (نصیب) نہیں ہوگا، آخر کار ایک روز اس جہاں سے جانا ہوگا۔ هلك لمسوفون (ہلاک ہوگئے دیر کرنے والے) کی صدائیں گے:

ہیں مگو فردا کہ فردا ہا گزشت   تا بکے نگزرد ایام کشت
ایں قدر تخمے کہ باید ست بکار   تادر آخر در دہد صد برگ وبار
ایں قدر عمرے کہ ماند ستت بباز   تا در آخر بینی از رونے عزو ناز
روبگورستان دمے خامش نشیں   وآں خموشان سخن گو بہ بیں
گوچہ یکساں ست رونے خاکشاں   نیست یکساں حالت چالاک شاں
لحم و شحم زندگاں یکساں بود   آں یکے غمگین و ایں شاداں بود

”خبردار! کل کل مت کہو کہ کتنے ہی کل گزر گئے! جب تک کہ کھیتی (زندگی) کے دن پورے نہیں ہو جاتے۔“
اتنا بیج جو کہ تیرے کام کیلئے ضروری ہے (وہ بوتا رہ)، تا کہ (یہ) آخرت میں سینکڑوں پھول، پتے اور پھل دے۔
جتنی زندگی تیری باقی رہ گئی ہے، وہ کام میں لا، تا کہ آخرت میں تو عزت اور اونچا مقام حاصل کرے۔
تو قبرستان میں جا کر ایک لحظہ خاموش بیٹھ اور ان باتیں کرنے والے خاموشوں کو دیکھ۔
اگرچہ ان پر ایک جیسی مٹی پڑی ہے، لیکن ان کی حالتِ آخرت یکساں نہیں ہے۔
زندوں کا گوشت پوست ایک جیسا (دکھائی دیتا) ہے، (لیکن) ان میں ایک غم میں ڈوبا ہوا ہے اور دوسرا خوش ہے۔

ہمیشہ دل میں آتا ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز اور رات کو تہجد کیلئے جاگنا نصیب ہو جائے، اور تھوڑا سا حصہ جو مشتے از خروارے کے مصداق (زندگی کا) باقی رہ گیا ہے، وہ بے مقصد مصروفیات میں گزر رہا ہے:

خوابم بشد از دیدہ دریں فکر سوز   کاغوش کہ شد منزل سائش خویش

”فکر سوز سے میری آنکھ میں نیند نہ رہی کہ آسائش خو کس کی آغوش تیری منزل بن گئی؟“

اگر اس معاملے میں کوئی فتور یا کوتاہی روا رکھے ہوئے ہوں تو بلاشبہ وہ سخت گھاٹے میں ہیں اور بے فائدہ مشاغل میں دیوانے ہیں:

بوق صبح ہمی شود بحضور معلومت   کہ باکہ باختہ ای عشق در شب دیجور
چند چند از حکمت یونانیاں   حکمت ایمانیاں راہم بخواں

”صبح کے وقت تجھے معلوم ہو جائے گا کہ اندھیری رات میں کس کے ساتھ عشق کرتے رہے ہو۔ یونان والوں کی حکمت کب تک پڑھو گے، ایمان والوں کی حکمت کو بھی پڑھ لو۔“

آپ پر سلامتی ہو مولوی صاحب کو (میرا) سلام پہنچائیں۔

(حضرت) شاہ ولی اللہ صاحب (رحمہ اللہ) کی کتابیں اور ان کے رسائل جہاں بھی دستیاب ہوں، نظر میں رکھیں۔ پہلے آپ اطلاع دیں، پھر لکھا جائے گا اور مبلغ چھ روپے ابھی تک ہم نے نہیں بھیجے، لیکن عنقریب بھیج دیں گے۔ حضرت امام علی شاہ مکان شریف رحمہ اللہ چھتڑ والے ان دنوں میں فوت ہو گئے ہیں:

ساقیا عشرت امروز بفردا مکن   یا زدیوان قضا خط ہر حال بمن

”اے ساقی! آج کی موج کو کل پر مت ڈال، (کیوں کہ) دیوان قضا سے خط (پروانہ موت) یقیناً مجھے ملنے والا ہے۔“

محمد قاسم کی طرف سے سلام قبول ہو۔   فقیر غلام رسول از قلعہ

مولانا عبدالقادر لکھتے ہیں۔

مولوی (علاءالدین) صاحب رحمہ اللہ بیان کرتے تھے کہ جب میں نے یہ خط پڑھا تو اس قدر رقت طاری ہوئی کہ برابر ہفتہ بھر پڑھنا نہیں سوجھا اور روتا ہی رہا۔ میرے استاد صاحب رحمہ اللہ نے بہت اصرار کر کے مجھ سے رونے کی وجہ پوچھی (کیوں کہ انہیں شک گزرا کہ میرے کسی عزیز کے فوت ہونے کی خبر مجھے ملی ہے) تو میں نے روتے ہوئے انہیں یہ خط دے دیا۔ وہ بھی پڑھ کر رونے لگے۔ اس کے بعد بھی مولوی علاءالدین صاحب رحمہ اللہ کی یہ حالت تھی کہ خط بہت سنبھال کر رکھا ہوا تھا اور کبھی کبھی نکال کر اسے پڑھ کر روتے تھے۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی ص:۳۵۹-۳۶۴)

مرشد کی خدمت میں خط:۔ یہ خط حضرت سیّد عبداللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں ان کے خط کے جواب میں لکھا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم "الحمد للہ و کفیٰ والسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ"

امابعد، بخدمت شریف، فیض مآب، جامع کمالات، مورد عنایات جناب حضرتِ من دامت برکاتہ

فقیر غلام رسول کی طرف سے السلام علیکم، آداب و نیاز پیش کرنے کے بعد عرض ہے کہ محمد عثمان آئے اور انہوں نے فقیر کے نام آپ کا مکتوب شریف پہنچایا:

من کہ باشم کہ بر آں خاطرِ عاطر گزرم
لطف ہامی کنی اے خاکِ درت تاج سرم

"میں کون ہوں جو اس خاطر عاطر میں آؤں؟ اے (بزرگوار) آپ مہربانیاں کر رہے ہیں۔ آپ کے در کی خاک میرے سر کا تاج ہے۔"

وعدے کے مطابق ارشاد کا منتظر ہوں۔ اللہ کرے کہ انتظار کا دن میری زندگی میں آئے، کیوں کہ فانی زندگی کا بھروسہ نہیں ہے اور یہاں بار بار آنا نہیں ہے، ہر چند میں اس راستے پر دوڑ رہا ہوں، لیکن ابھی تک اس چہرے کو نہیں دیکھا جو مجھے مطلوب ہے:

مرا عہدیست با جاناں کہ تاجاں در تنم دارم
ہوا داراں کویش را چوں جان خویشتن دارم

الا اے پیر فرزانہ مکن منعم زمے خانہ کہ من
در حق پیمانہ دل پیماں شکن دارم

"میں نے جاناں کے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے کہ جب تک میرے تن میں جان ہے، میں تیرے کوچے کو ہوا کی طرح اپنی جان سمجھتا ہوں۔ خبردار! اے دانا بزرگ مے خانے سے مجھے منع مت کر کہ میں ساغر کیلئے پیان شکن دل رکھتا ہوں۔"

مزید یہ کہ شیخ عبداللہ قوم برہمن حامل رقعہ ہذا نے دو تین سال سے، ریا کے شائبہ کے بغیر اور دنیا کی کسی غرض وحرص کے سوا اللہ کیلئے خالص مخلص بن کر تائب ہونے کے بعد، خلعت اسلام کو زیب تن کر لیا ہے۔ شروع سے اب تک حقیقی اسلام کی دریافت کا شوق و ذوق ان کے ذہن میں موجود ہے اور اللہ والوں کی صحبت کے بغیر اس کا حصول مشکل ہے اور (اس کے) پیاروں کی عنایت کے بغیر اس تک رسائی محال ہے، خاص کر اس زمانے میں جب کہ دعویٰ کرنے والوں کی کثرت ہے اور روشن ضمیر اور اکسیر نظر اہل دل اکثر صحبتوں میں تفرقہ اور خلل کا شکار ہیں، (اس طرح) جمعیت اسلام کیلئے کیا کیا جائے اور کہاں جایا جائے؟

باہر کہ نشستی و شد جمع دلت
داز تو نرمید زحمت آب و گلت

زنہار زصحبتش گریزاں می باش
ورنہ نکند روح عزیزاں بحلت

"جس کے ساتھ بیٹھو اور دل کو جمعیت (سکون) حاصل نہ ہو اور تجھ سے آب وگل (دنیا) کی محبت نہ چھوٹے۔ خبردار! ایسے شخص کی صحبت سے دور بھاگو، ورنہ عزیزاں کی روح تجھے معاف نہیں کرے گی۔

لہٰذا ارادت کامل کے ساتھ ایک راستہ ہے۔ اس امید پر کہ اپنی بیعت سے مشرف فرما کر اس پر ایک نظر (توجہ) فرمائیں، جو اس کے دل کے اطمینان کا سبب بن جائے اور وہ زبان حال وقال سے ہر کسی سے کہتا پھرے:

ایں جا بیا کہ جلوہ نور محمد یست
ایں جا بیا کہ مائدہ فیض سرمدیست

ایں جا بیا کہ نور یقین جلوہ می کند   خوش وقت آں کسے کہ بایں نور مہتد یست
اے ماندنہ ظلمتِ شک ایں طرف بیا   تابنگر بچشم کہ دین، دینِ احمد یست

”ادھر آ کہ (یہاں) نور محمدی ﷺ کا جلوہ ہے۔ ادھر آ کہ (یہاں) فیض سرمدی کا دستر خوان (بچھا) ہے۔

ادھر آ کہ نور یقین جلوہ کر رہا ہے۔ خوش بخت وہ آدمی ہے، جو اس نور سے ہدایت پاتا ہے۔

اے شک کی تاریکی میں گرفتار اس طرف آ۔۔۔! تا کہ آنکھ سے دیکھ لے کہ دین تو دین احمدی ﷺ ہی ہے۔

موکفۃ القلوب کیلئے وقت نہ نکالنا سکون دل کیلئے خلل کا موجب بنتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ درخواست قبول فرمائیں گے اور جو آپ کے مبارک خط میں مشائخ زمانہ کے متعلق لکھا گیا تھا (بالکل صحیح تھا) کہ قدیم دور کے بزرگ بلندیٔ ہمت اور مقام معرفت کو تیزی سے طے کرنے کے باوجود اپنے آپ کو مشیخیت کے منصب پر نہیں سمجھتے تھے اور اس وقت جب کہ ہر طرف کمی ہی کمی ہے، اور باطن کو چھوڑ کر لوگ ظاہر پر قناعت کرتے ہیں، زیادہ سے زیادہ مرید بنانے میں کوئی خوف نہیں کیا جاتا۔ میرے حضرت! بعض کے ضمن میں فقیر کا قیاس یہی ہے، جو مثنوی کے اس شعر میں (مذکور) ہے:

ہم چو صیاد آورد بانگ صفیر   تا فریبد مرغ راہا آں مرغ گیر

”شکاری کی طرح اس نے پرندوں کو بلانے کی آواز لگائی، تا کہ پرندے کو دھوکا دے کر اسے پکڑ لے“

بعض کاملین سے پوچھا گیا۔ انہوں نے کہا کہ مقربین سابقین جو اہل اللہ ہیں، ہر زمانے میں ان کے طالب کم رہے ہیں، اور اس زمانے میں سوائے نام کے کوئی نشان نہیں ہے۔ حقیقت میں یہ سلسلہ کچھ شرائط کیساتھ مشروط ہے۔ مرید کے حق میں ارادت کی پختگی اور آداب صحبت کے ساتھ، جیسا کہ شیخ حمید بنگالی کے مکتوبات کی جلد اول میں پیشوا کیلئے فنائے شعور، مقامات کے طے کرنے کیلئے فنائے ارادہ اور شیخ مکمل کی اجازت (کا حامل ہونا ضروری) ہے اور ابرار کے طریقے میں اوراد و اذکار، نماز، تلاوت اور نوافل کیلئے کسی سے اجازت لینا لازمی نہیں ہے۔ مقربین کم ہیں اور ملحدین گمراہ کرنے کیلئے ہر جگہ جلدی میں ہیں، مبادا کہ (یہ صاحب) کسی زندیق کے ہاتھ گرفتار ہو کر ایمان کا سرمایہ برباد کر بیٹھیں۔ اگر چہ ایسا نہیں ہوگا (ان شاء اللہ)۔ (پھر بھی) اگر (ارشاد) فرمائیں تو مضائقہ نہیں ہے، لیکن (انھیں) آگاہ کریں کہ مقربین کا طریقہ اور ہے، تا کہ انہیں فرق معلوم ہو جائے۔   فقط:۔   فقیر غلام رسول از قلعہ

مرشد سے عقیدت کا گیارہواں خط:۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے یہ خط حضرت سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ علیہ کے نام فارسی نظم میں اپنے ایک نہایت مخلص اور خوش الحان مرید حافظ غلام مرتضٰی صاحب رحمہ اللہ کے ہاتھ روانہ فرمایا۔ پہلے شعر ہی سے پتا چل جاتا ہے کہ یہ خط انہوں نے حضرت سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کو اس وقت ارسال فرمایا تھا جب وہ غزنی میں قیام فرما تھے۔

اے ساربان بیا کہ بغزنی سفر کنیم   بینم دیارِ یار غم از دل بدر کنیم
در لمحے کوہ و دشت و بیابانِ آں سواد   کفشے زچشم منتظر پائے سر کنیم
از حد گزشت درد و غم انتظار یار   اے خوش دمے کہ بردرِ جاناں گزر کنیم
زاں صحبتے کہ طالع بیدار ہم ندید   بے بہرہ گشتہ ایم و شمارا خبر کنیم
دردا گزشت موسمِ فصلِ بہارِ گل   بلبل صفت دو دشت تغابن بسر کنیم
باز آنسیم وصل بیا در حیات ما   بارے حساب زندگی خودز سر کنیم
خوباں بصد کمال و جمال اندسو بسو   حسنش زعالمے است و گرچوں نظر کنیم

اس نظم کا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے۔

”اے شتربان آ ہم غزنی کا سفر کریں، یار کا دیس دیکھیں اور غم کو دل سے ہٹائیں۔ اس اطراف کے پہاڑ، جنگل و بیابان کو دیکھنے، کیلئے

آنکھیں انتظار کر رہی ہیں۔

دوست کے انتظار کا درد و غم حد سے گزر گیا، کیا پیاری گھڑی ہوگی جب ہم جاناں کے در پر پہنچیں گے۔
وہ ہم نشیں کہ جاگتا مقدر بھی نہ دیکھے ہو، ہم اس سے محروم ہیں اور آپ کو بتا رہے ہیں۔
ہائے درد، کہ گلاب کی فصل بہار کا موسم بیت گیا، بلبل کے مانند ہم جنگل میں چھپے ہوئے شرما رہے ہیں۔
او ملاقات کی ٹھنڈی ہوا ہماری زندگی میں لوٹ آ، ایک بار سرے اپنی زندگی کا حساب کریں۔
بے حد کمال و جمال والے محبوب یہاں اور وہاں ہیں، لیکن اس کا حسن دوسرے عالم کا ہے جب ہم دیکھتے ہیں۔“

یہ منظم فارسی خط بھی حضرت سیّد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے نام ہے جو انہوں نے اپنے شاگرد مولانا محمد علی بوپڑوی مرحوم کی معرفت ارسال فرمایا۔ اس سے واضح نہیں ہوتا کہ یہ خط غزنی بھیجا یا امرتسر۔ البتہ آخری شعر سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا محمد علی بوپڑوی رحمہ اللہ حضرت سیّد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ سے حصولِ فیض کے خواہاں تھے۔

نوید اے بلبل بیدل بفضل اللہ بہار آمد   خوشا روز وصال گل کہ بعد از انتظار آمد
بساز اے ساربان بارے دو چشم محمل جاناں   برآ اے جاں بہ استقبال چوں آں شہسوار آمد
بہ دروازہ برآمد جاں براہ انتظار توا   چہ فرمانی بر آید یا بگردد چوں کہ یار آمد
شنیدم کہ آں دلبر کہ کردے دل ربانیہا   کنوں از عین دلداری بر ایں بے قرار آمد
خرابیہا کہ از باد خزاں آمد بباغ ما   کنوں انصاف خود خواہیم چوں فصل بہار آمد
بیاد امن فشاں اے گل ببزم شاد مانیہا   برو اے غم ز کوئے ما کہ یار غم گسار آمد
سزا بر مقدم جاناں ز مشتاقاں نثار جاں   برآں راہے شوم قرباں کہ آں زیبا نگار آمد
غلاؔم ایں نامۂ شوق از مداد دیدہ بنوشتہ   ہزاراں سوز پروانہ بہ ہر حرفش بکار آمد
خدا رحمت کند وے را کہ خواند پیش عبداللہ   ز سوز سینہ ایں نامہ مخبر حال زار آمد

اب اس نظم کا اردو ترجمہ ملاحظہ فرمایئے:

”اے اداس بلبل! خوش خبری لے کہ اللہ کی مہربانی سے بہار آئی، کتنا پیارا گل کی ملاقات کا دن ہوگا جو انتظار کے بعد آیا۔ اے شتربان، ایک مرتبہ میری دونوں آنکھوں کو جاناں کا کجاوہ دکھا، اے جان! باہر آ جا استقبال کیلئے جب وہ شہسوار آئے۔ تیرے انتظار کی راہ میں جان چوکھٹ پر آئی، کیا حکم ہے؟ جان نکل جائے یا واپس جائے جب کہ دوست آئے۔ میں نے سنا ہے کہ وہ محبوب جو اٹھکیلیاں کرتا تھا، اب انتہائی ڈھارس کی نظر سے اس بے قرار کے پاس آیا۔ وہ ویرانیاں جو پت جھڑ کے موسم کی ہوا سے ہمارے باغ میں آئیں، اب ہم اپنا انصاف چاہیں گے جب بہار کا موسم آیا۔ اے گلاب! آ میری خوشیوں کے جشن میں دامن جھاڑ دے، اے غم! ہمارے کوچے سے بھاگ جا، کیوں کہ غم غلط کرنے والا یار آیا ہے۔ محبوب کے آنے پر عاشقوں کو جان نچھاور کرنی چاہیے، اس راہ پر میں قربان جاؤں جس پر وہ دلکش محبوب آئے۔ غلام نے آنکھ کی روشنائی سے یہ محبت نامہ لکھا ہے، پروانے کا ہزاروں درد اس کے ہر حرف میں کام آیا۔ خدا اس پر رحمت کرے جو عبداللہ رحمہ اللہ کے پاس پڑھے، سینے کے سوز سے یہ خط (پیش خدمت ہے) جو میری خستہ حالت کا پتا دے رہا ہے۔“ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص. ۳۶۹-۳۷۲)

ولی کامل فنافی اللہ بزرگ سے عقیدت:۔ انتہائی واجب الاحترام بھٹی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہفت روزہ ”الاعتصام“ لاہور اور بعد ازاں فون پر آپ کے برادر صغیر جناب سعید احمد صاحب بھٹی سے معلوم ہوا کہ آپ ان دنوں ولیٔ

کامل، فنافی اللہ حضرت مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ سے متعلق کتاب لکھ رہے ہیں، اور اس سلسلے میں آپ کو معلومات درکار ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کے علم وعمل اور عمرِ عزیز میں برکت عطا فرمائے۔ آمین (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۳۸۷)

جناب سیّد عبدالقادر جیلانی محی السنہ رحمہ اللہ کی تعریف میں:

دلا اُٹھ جاگ گزری رات ساری   گیاں سیاں تیری ہے اج واری
کیا کرسیں نہیں کچھ کات تیری   تغافل نال گزری رات ساری
نقارا کوچ دا مارا اجل نے   سفر پیشہ کیا طول امل نے
کو یلے اُٹھ کیا سامان کرسیں   بنا کشتی کویں طوفان ترسیں
جے چاہیں قربِ ربانی دے انوار   چلا چل شاہ جیلانی دے آثار
معارج قرب دے چڑھیا قدم دھر   تمامی اولیاء کی گردنوں پر
چلا حضرت نبی ﷺ کے گام پر گام   اسی موجب محی الدین ہوا نام
میرا محبوب سبحانی ہے محبوب   میرا او وہ محبوب صمدانی ہے مطلوب
وہ آئینہ ہے سنت احمدی ﷺ کا   وہ موردِ خاص فیض سرمدی کا
بحمد اللہ میرے ہیں طالع یار   بڈھی وانگوں یوسف دے خریدار
کیا اس شاہ کا ہے شان عالی   وہ بستانِ حقیقت کا ہے مالی
غلام اس جام کا ہے دل پیاسا   ہووے اس فیض دے دربار دا سا

حلیہ مبارک حضرت محی الدین سیّد عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ:

کھلی بغداد دی داؤ فیض والی   ہوئی سرسبز تازہ پھول ڈالی
میرے دل دی کلی اس نے ہنسائی   کلیجے عاشقاں دے ٹھنڈ پائی
اڈی بلبل چمن دی کر تیاری   چلی گل دیکھنے کو کر تیاری
اداس جی میرا ہے وانگ بلبل   کرے محبوب دے ملنے کو غلغل
میرا محبوب ہے محبوب سبحان   نمونہ سنت دا ہے شاہ جیلان
جو دوہتا ہے محمد مصطفےٰ (ﷺ) کا   وہ پوتا ہے علی المرتضےٰ
حسنؓ دے باغ دا ہے وہ تازہ گل   تعالیٰ کیا اس دا تجمل
کیا سوہنا مبارک رنگ انور   سفید میں ملی سرخی منور
نحیف البدن محبوب الٰہی   اوہدے پر ختم ہوئی دلربائی
میانہ قد لگے دل نوں پیارا   ہو یا مفتون اس پر جگ سارا
جھلک رخسار دی اکھیں جھلن   ہوداں صدقے جو سوہنی چال چلن
دو ابرو شاہ اعظم دے ملے سن   سیاہ اکھیں میں ڈوری سرخ دسّن

لمی چوڑی مبارک ریش آہی چمک دے وال نورانی سیاہی
بلند آواز تے قدرے شتابی سخن جو ورس ہووے فیض یابی
دوہے رغبت تے ہیبت حاضراں نوں ہووے دل نرم ڈٹھیاں ناظراں نوں
کھلا سینہ مبارک دا خزینہ جیہدے کولوں ہووے حاصل سکینہ
ڈوبے نے انگلیاں دے شمس سارے اسا ڈا شمس ایدی بر کنارے
قیامت تک رب گا فیض جاری ہمیشہ موسم فصل بہاری
غلام امید وار مہربانی او سے در دا ارادت مند جانی

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۴۴۲-۴۴۴)

مقام فنا فی الرسول کی اشعار میں ترجمانی:۔ مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے پناہ محبت پائی جاتی تھی۔ اس کا اظہار وہ فارسی اور پنجابی اشعار میں بھی کرتے تھے اور تقریر و خطابت میں بھی۔ نبی ﷺ کی زیارت کا شرف انہیں خواب میں بھی حاصل ہوا اور ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اپنے گاؤں (یا علاقے) میں، وہ جو تبلیغ دین کر رہے ہیں، اس کا انہیں نبی (ﷺ) کی طرف سے حکم دیا گیا ہے، یعنی وہ اس نواح میں تبلیغ دین کیلئے بارگاہ نبوت سے باقاعدہ مامور تھے۔ ان کے جسم کے روئیں روئیں میں محبت رسول (ﷺ) سرایت کر چکی تھی۔ اس کے ساتھ ہی دیار پیغمبر (ﷺ) سے بھی انہیں انتہائی پیار تھا۔

اس کا اندازہ ان کی مندرجہ ذیل فارسی نظم سے ہوتا ہے۔

گویم بتو اے صبا پیامے در وادیٔ عشق چند گامے
از ملک عجم مگر برآئی در ناحیۂ عرب در آئی
بادیدۂ زار و دل فگارے در شہر مدینہ کن گزارے
بیں روضۂ پاک سرور دیں آں مضجع خاتم النبیین
بردیمانی بو تن کشیدہ در قبۂ شریف آرمیدہ
گوئی پس صد ہزار صلوات برکات و تراحم و تحیات
کاے سید و سرور دو عالم اے شافع حشر و فخر آدم
بے تو بہ لبم رسیدہ جانے واز سوز من است داستانے
دل بردی و دل دہی نہ کردی غم دادی و باز غم نخوردی
از یاد کمال با جمالت داریم نیاز بے ملالت
از حد شدہ دروں انتظارم بر راہ تو دیدہ اشک بارم

ذیل میں اس نظم کا اردو ترجمہ ملاحظہ ہو۔

"اے پورب کی ہوا! ایک پیغام تیرے حوالہ کر رہا ہوں، میرے عشق کے علاج کیلئے چند قدم کی زحمت کرنا۔

ملک عجم سے جب تو باہر نکلے، (اور) اطراف عرب میں داخل ہو جائے تو روتی آنکھ اور خستہ دل کے ساتھ، شہر مدینہ میں پڑاؤ ڈالنا۔

سرور دین (ﷺ) کے روضۂ پاک کو دیکھنا، جو خاتم انبیاء (ﷺ) کی خواب گاہ ہے۔

وہ یمن کی دھاری دار چادر اوڑھے، مبارک قبے میں آرام فرما ہیں۔

ان پر لاکھوں درود و سلام، برکات، رحمتوں اور سلامتی کی دعاؤں کے بعد کہنا۔

کہ اے آقا! دو جہان کے سردار، اے حشر میں شفاعت کرنے والے فخر انسانیت! آپ ﷺ کے بغیر جان، لبوں پر آ چکی ہے، اور میرے عشق کی تڑپ ایک داستان بن گئی ہے۔

آپ (ﷺ) نے دل لے لیا اور دل دیا نہیں، غم دیا اور غم خواری نہیں کی۔

آپ کے ﷺ جمال بھرے کمال کی یاد میں، آپ ﷺ کی رنجیدگی کے بغیر میں عاجزی رکھتا ہوں۔

میرے انتظار کی تکلیف حد کو پھلانگ چکی، آپ ﷺ کی راہ پر میری آنکھ آنسو برسا رہی ہے۔

اب اسی سلسلے کی مولانا ممدوح کی ایک اور فارسی نظم پڑھیے۔ اس میں بھی وہ نبی ﷺ کی زیارت کیلئے بے تاب ہیں۔ سات اشعار پر مشتمل نہایت عمدہ نظم ہے۔"

اے خوشا رونی، دلآ سامی رسول عربی   اے عجب قامت رعنائی رسول عربی
بخت بیدار شدہ ویافت سعادت عظمی   ہر کہ شد والہ وشیدائی رسول عربی
ورچہ سودا وچہ سود یست کہ سازیم فدا   نقد جاں در سودائے رسول عربی
نہ بشہر ونہ بصحراست قرار دل من   کاش بینم رخ زیبائے رسول عربی
طائر جان من از شوق بنی بال کشائے   تادر روضۂ والائے رسول عربی
از پس بردیمانی مگر افتد بدلم   پر تو حسن زسیمائے رسول عربی
للہ الحمد کہ پر درد غلام بے دل   یافت از لطف مداوائے رسول عربی

اب ان اشعار کا اردو ترجمہ پڑھیے۔

"اے پیارے مکھڑے والے، دل کو چین دینے والے عربی پیغمبر (ﷺ) اور اے شوخی بھرے عجیب سراپا والے عربی پیغمبر (ﷺ)۔

مقدر جاگ گیا اور سب سے بڑی سرفرازی پائی (اس شخص نے) جو پیغمبر عربی (ﷺ) پر فریفتہ وشیدا ہوا۔

کیا محبت کا معاملہ اور کیا منفعت ہے کہ ہم اپنی نقد جان قربان کریں پیغمبر عربی (ﷺ) پر دیوانگی کے ساتھ۔

نہ شہر میں قرار ہے، نہ جنگل اور ویرانے میں اطمینان، کاش میں پیغمبر عربی (ﷺ) کے منور چہرے کو دیکھ پاتا۔

میری روح کا پرندہ نبی (ﷺ) کی محبت میں بازو پھیلائے ہوئے ہے، پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے بلند وبالا روضے تک پہنچنے کیلئے۔

دھاری دار ردائے مبارک کے پیچھے سے، شاید میرے دل پر، پیغمبر عربی ﷺ کی پیشانی کے حسن کا عکس نظر آ جائے۔

اللہ کی بے حد تعریف ہے کہ غلام (ایسے) درد سے بھرے اُداس شخص نے اللہ کی مہربانی سے پیغمبر عربی (ﷺ) کا مداوا حاصل کر لیا۔

ان دو فارسی نظموں کے بعد اسی موضوع کی پنجابی نظموں کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

چلیں اس دیس نوں وے سار بانا!   جتھے کیتا حبیب اللہ ٹکانا
چاہا اُشتر ہوواں قربان تیری   تیرے راہاں توں گھولی جان میری
ہوئی مدت جو رودن نین میرے   کیجے چھیک پادن وین میرے
رسول اللہ دے کر کر یاد آثار   الغیبے مار بھڑکے شوق دیدار
مدینے میں پوچا اک وار مینوں   حیاتی میں ملا دلدار مینوں
غبار اس راہ دا سرمہ بنا واں   ہوواں صدقے اگر اک جھات پاواں

بے پر ہوون تاں ماراں اوڈاری   ویکھاں روضہ جے طالع کرن یاری

ایک اور پنجابی نظم پڑھیے۔

صبا روضے رسول اللہ دے جائیں   میرے احوال رو رو کے سنائیں
کہیں بعد از ہزاراں بار صلوات   کروڑیں بار تسلیم و تحیات
جو اے محبوب ربانی نگاہ کر   وچھوڑے سے نے جاں آئی لباں پر
الفیے عشق سے جل بل گیا جی   کہو اس درد دا دارو کراں کی

خدا جانے جدوں دی جائیاں میں   میرے بابل تیرے لڑ لائیاں میں
میرا دل چور کیتا درد تے غم   ترحم یا نبی اللہ ﷺ ترحم
دیہو جلوہ اٹھا برد یمانی   نہیں تے ہو چکی ہے زندگانی
تعلق شہر سے ایک بار چھوڑوں   مدینے کی طرف دیوانہ دوڑوں
جوتا محبوب دے آثار ویکھاں   وہ روضۂ مطلع انوار ویکھاں
کراں دن رات نوں دل سے دعائیں   خدا و ندا حبیب اپنا ملائیں
حیاتی ہو گئی برباد میری   کرو مقبول ایہہ فریاد میری
گناہاں نال میں نامہ سیاہ ہوں   بسا تقصیر مندو پُر گناہ ہوں
تغافل نال گزری عمر ساری   گیاں سیاں کھڑی رہیاں بیچاری
نہ میں جاگ چرخے تند پائی   تمامی رات سونے میں گوائی
گیاں سیاں کویلے سار ہوئی   کسے جا کہ نہیں مل دی ہے ڈھوئی
کیا کرساں جو بھلکے کات منگسن   اجل دی جنج بوہے آن ڈھوسن
جدوں ڈولی کہاراں آن چائی   اکیلے چھوڑ جاسن بھین بھائی
بیگانیاں نال ہے پردیس جاناں   نہیں پھر نت اس دیس آناں
ایہہ پُر گناہ بے سازو ساماں   پھڑاں محکم رسول اللہ دا داماں

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی ص: ۴۴۸ تا ۴۵۵)

بیٹوں کو مثل بایزید رحمہ اللہ مرشد سے بیعت ہونے کی وصیت: مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ سوموار کے دن ۵ شوال ۱۲۸۸ھ (۱۷ دسمبر ۱۸۷۱ء) کو اپنے گھر سے حج بیت اللہ کیلئے روانہ ہوئے۔ ان کے دو بیٹے تھے۔ بڑے مولانا عبد القادر اور چھوٹے مولانا عبد العزیز۔ انہوں نے ان کیلئے فارسی میں حسب ذیل وصیت لکھی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الذی لا نبی بعدہ و علیٰ آلہ و صحبہ و سلم من بذل فی مرضیات اللہ جہدہ"

امابعد: امروز دو شنبہ ۵ شوال ۱۲۸۸ ہجری مقدسہ نبویہ " علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ" فقیر عبداللہ المعروف بغلام رسول بن جناب فضیلت دست گاہ رحیم بخش بن حافظ نظام الدین خادم بن حافظ فاضل کامل بہادر الدین بن جامع کمالات حافظ محمد اکرم بن حافظ فاضل عصمت اللہ بن مصدر کمالات زبدنہ اہل اللہ کامل التحریر

جناب عبداللہ بن سکندر بن نور محمد بن پیر محمد بمحض فضل الٰہی عازم زیارت حرمین شریفین "زاد ہما اللہ شرفاً" گردید. لہٰذا به فرزندی عبدالقادر که امروز نه (۹) ساله است و بعد تلاوت قرآن شریف و تحصیل صرف تا زرادی، بوستان و گلستان می خواند، و نور چشمی محمد عبدالعزیز که سه (۳) و نیم ساله است وصیت می کنم که ازہمه امور علم دینی از تفسیر و حدیث و فقه و سیر و تصوف مقدم دارند و ملاك الامر و اساس الایمان یقین کنند و بهمگی ہمت به او متوجه شوند خصوصاً صحبت محدثین لازم شمارند که اہلحدیث اہل اللہ و بعد فراغ از علم دینیه دست بیعت شیخ کامل مکمل دہند. ودریں زمان مثل عبداللہ غزنوی در قیاس ما احدے نیست. صحبتش اکسیر است و به حقیقت آنحضرت کامل مکمل پیراست، و عبدالقادر ترجمه قرآن ازیشاں شروع کنند و بسم اللہ عبدالعزیز ازیشاں شروع کند، که در عقیدنه فقیر مثل جنید و نظیر حضرت بایزیداست۔ "**لایدرك الواصف المطری خصائصه وان یك سابقاً فی كل ما وصفا**". ہمیں بس گرچه بس کا سد قماشم، که در سلک خریدار انش باشم دمے باید که بملحدین و زنا دقه و کسے که سر مومخالفت شریعت محمدیه ﷺ باشد مجلس نکنند و با ولیاء اللہ و کمال صوفیه حسن عقیده ثابت نمانند. امام شعرانی فرموده" **ایاك ولحوم الاولیاء فانها مسمومة و شطحیات**" آں حضرات مہما مکن برمحمل نیک فرود آرند. و اوقات خودرا اولاً به ادائے صلوۃ در اوقات مستحبه و اقامت ارکان و واجبات و سنن و مستحبات بتقید جماعت و خشوع تمام معمور کنند، و ایمان خودرا راست کنند، و ثانیاً به تلاوت قرآن و درود شریف و اذکار نور علی نور نمایند و بس.

گربما ندیم زنده بر دو زیم　　دامنے کز فراق چاک شده
وربمردیم عذر ما بپذیر　　اے بسا آرزو که خاک شده

اس وصیت کا اردو ترجمہ یہ ہے: "سب تعریفیں اللہ کیلئے ہیں جو ایک ہے اور درود و سلام اس کے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جن کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور آپ ﷺ کے آل اور اصحاب پر اور ان پر جنہوں نے فقط اللہ کی رضا کیلئے جد و جہد کی۔"

امابعد: آج سوموار کا دن ۵ شوال ۱۲۸۸ ہجری کا مقدس سال ہے۔ (مکہ سے مدینہ کو) ہجرت کرنے والے (اللہ کے نبی ﷺ) پر درود و سلام ہو۔ یہ فقیر عبداللہ جو غلام رسول کے نام سے معروف ہے (اس کا سلسلۂ نسب یہ ہے) غلام رسول بن صاحب فضیلت رحیم بخش بن حافظ نظام الدین خادم بن فاضل کامل حافظ بہاء الدین بن جامع کمالات حافظ محمد اکرم بن حافظ فاضل عصمت اللہ بن منبع کمالات، زبدۃ اہل اللہ، کامل و ماہر جناب عبداللہ بن سکندر بن نور محمد بن پیر محمد رحمہ اللہ، محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے حرمین شریفین (اللہ تعالیٰ ان کے شرف میں مزید اضافہ فرمائے) کی زیارت کیلئے عازم سفر ہوا ہے، اس لیے اپنے فرزند عبدالقادر کو جس کی عمر نو سال ہے اور وہ قرآن شریف پڑھنے اور علم صرف کی کتاب زرادی تک پڑھنے کے بعد گلستان اور بوستان پڑھ رہا ہے، اور اپنی آنکھوں کے نور محمد عبدالعزیز کو جو ساڑھے تین سال کا ہوا ہے، وصیت کرتا ہوں کہ تمام کاموں پر علم دینی (یعنی) تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت اور تصوف کو اولین اہمیت دیں، اور ہمت کر کے اس کی طرف متوجہ ہوں، بالخصوص محدثین کی ہم نشینی اختیار کریں (یاد رکھیں) کہ اہلحدیث ہی اہل اللہ ہیں، علوم دینی سے فراغت کے بعد کسی کامل و مکمل کے ہاتھ پر بیعت کریں۔ ہمارے علم کے مطابق اس عہد میں (حضرت) عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ جیسا کوئی نہیں۔ ان کی صحبت کیمیا ہے اور وہ کامل و مکمل پیر ہیں۔ عبدالقادر ترجمہ قرآن انہی سے شروع کرے اور عبدالعزیز انہی سے بسم اللہ کا آغاز کرے۔ کیوں کہ میرے عقیدے کی رو سے وہ (حضرت) جنید کے مثل اور حضرت بایزید کی مانند ہیں رحمۃ اللہ علیہم۔

(یاد رکھیے!) کوئی مدح کرنے والا ان کے خصائص کا احاطہ نہیں کر سکتا، اگر چہ مدح کرنے میں وہ سب پر سبقت لے گیا ہو۔ بس اتنی بات ہی کافی ہے۔ اگر چہ میں کھوٹا سامان ہوں، لیکن ان کے خریداروں کی قطار میں کھڑا ہوں۔ چاہیے کہ ملحدوں، زندیقوں اور ان لوگوں کی مجلس میں نہ

بیٹھیں جو شریعت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بال بھر بھی مخالف ہوں۔ اولیاء اور کامل صوفیاء کے بارے میں حسنِ عقیدت رکھیں۔

امام شعرانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ''ایاك ولحوم الاولیاء فانها مسمومة وشطحیات''

''اپنے آپ کو اولیاء اللہ کی گوشت خوری سے بچاؤ، یہ زہریلے گوشت ہیں۔

یعنی ان کی غیبت نہ کرو۔ جہاں تک ممکن ہو، ان کے ساتھ نیک گمان رکھو۔'' اپنے (دن رات کے) اوقات دو کاموں میں صرف کریں۔

اول: مستحب اوقات میں نماز کی ادائیگی، ارکانِ نماز کی درستی، واجبات وسنن ومستحبات کی صحت، جماعت کی پابندی اور پورے خشوع کے ساتھ ادائے نماز کا التزام اور ایمان کو صحیح رکھنے کا اہتمام۔

دوم: قرآن مجید کی تلاوت کرنا، درود شریف پڑھتے رہنا اور اللہ کے ذکر میں مصروفیت، بس یہ کام نور علیٰ نور ہے۔

گر بماندیم زندہ بر دوزیم   دامنے کز فراق چاک شدہ
ور بمردیم عذر ما بپذیر   اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

''یعنی اگر ہم زندہ رہے تو اس دامن کو جو فراق سے چاک ہوگیا ہے، سی لیں گے، اگر مر گئے تو ہمارا عذر قبول کر لینا، کیوں کہ بہت سی ایسی آرزوئیں ہیں جو خاک ہوگئیں (یعنی پوری نہ ہوئیں)۔'' (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۴۵۰-۴۵۶)

چودھری حاکم صاحب کی بیعت اصلاح:۔ چودھری حاکم: یہ مولانا رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ (ساکن لدھے والا وڑائچ ضلع گوجرانوالا) (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۴۶۴)

دادا کی دعا اور صوفی شیخ سعدی رحمہ اللہ کے اشعار:۔ میں نے اپنے دادا حافظ نظام الدین خادم کی بیماری کے دنوں میں خدمت کی اور انہوں نے میرے لیے دعا کی جو اللہ نے قبول فرمائی اور میں لوگوں کو وعظ وتبلیغ کرنے کے قابل ہوا۔ پھر اپنے بڑے بھائی حکیم غلام محمد سے مخاطب ہو کر کہا کہ میری مثال وہ ہے جو شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے کسی مقبول درگاہِ خداوندی کے قصے میں اس کی زبان سے بیان کی ہے۔

گلِ خوشبوئے در حمام روزے   رسید از دست محبوبے بہ دستم
بہ دو گفتم کہ مشکی یا عبیری   کہ از بوئے دلآویز تو مستم
بہ گفتا من گلِ ناچیز بودم   ولیکن مدتے باگل نشستم
کمالِ ہم نشیں درمن اثر کرد   وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

یعنی ایک روز حمام میں خوشبودار مٹی، محبوب کے ہاتھ سے میرے ہاتھ میں پہنچی۔ میں نے اس سے کہا کہ تیری دلآویز خوشبو سے میں مست ہوگیا ہوں، تو بتا کہ تو مشکی ہے یا عنبری؟

اس نے جواب دیا میں تو ناچیز مٹی ہوں، لیکن ایک عرصے تک مجھے پھول کے ساتھ رہنے کا موقع ملا، اس لیے ہم نشین کی خوبیوں نے مجھ پر اثر کیا، ورنہ میں تو وہی مٹی ہوں جو کہ ہوں۔

شیخ سعدی رحمہ اللہ کے یہ اشعار پڑھ کر مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرے دادا حافظ نظام الدین خادم رحمہ اللہ نے میرے ذہن میں وہ اثر کیا، جس کی حلاوت میں اب تک محسوس کر رہا ہوں۔ حافظ صاحب بھی انسان تھے، یہ چودھری حاکم بھی انسان ہے، لیکن میں چاہتا ہوں کہ جس طرح حافظ صاحب نے میرے لیے دعا کی تھی، یہ شخص بھی دعا کرے۔

دس دن کی بیماری کے بعد چودھری حاکم وفات پا گئے۔ وفات کے وقت انہوں نے اپنا تمام مال واسباب مولانا رحمہ اللہ کے حوالے کر دیا تھا اور کہا تھا کہ وہ اسے جہاں چاہیں خرچ کریں۔ لیکن انہوں نے سارا مال واسباب واپس آ کر چودھری صاحب موصوف کے وارثوں کو دے دیا تھا۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۴۶۴-۴۶۵)

عشق رسالت ﷺ میں ڈوبے ہوئے اشعار: ۱۲۸۹ھ میں وہ مدینہ منورہ پہنچے۔ وہاں انہوں نے مندرجہ ذیل شعر کہے۔

شکر خداچہ وقت سعید است و بختیار   غنچہ مراد قلب شگفت ازدم بہار
دیدم بچشم عشق مدینہ منورہ   ایں دم سزد کہ گوہر جاں راکنم نثار
یعنی شب وصال رسید است درحیات   شب قدر ہا فدائے بیک ساعتش ہزار
ذوقش بجز حلاوت ایماں کجا چشید   کذاب مدعی کہ ازیں فیض بر کنار
حقاچہ دولتیست کہ شد دست یاب من   ورد زباں کنم چوں عنادل ہزار بار
استادہ باآداب حضور محمدی (ﷺ)   صلوات زاکیات و تحیات بے شمار
یارب صل علی الذی اخترتہ واجتبیتہ   وعلی تمام الہ و علیٰ صحبتہ الکبار
و ھو النبی شفیعنا خیر البشر ختم الرسل   ھو رحمۃ للعالمین کالشمس فی وسط النھار
اے سرور دو عالم و سلطان مرسلین   بس مجرمم شفاعت خود کن رفیق ویار
از جان ودل غلام رسولم مراچہ غم   یک نیمہ نگاہ ترا ام امیدوار

ان شعروں کا اردو ترجمہ یہ ہے: ”خدا کا شکر کیا مبارک اور خوش قسمت وقت ہے، دلی مراد کی کلی، بہار کی وجہ سے کھل اُٹھی ہے۔
میں نے محبت کی آنکھ سے مدینہ منورہ کا نظارہ کیا، اس وقت مناسب ہے کہ جان کے موتی نچھاور کر دوں۔
یعنی ملاقات کی رات، زندگی میں میسر آگئی، اس کی ایک گھڑی پر ہزاروں شب قدر قربان ہوں۔
اس کی چاشنی، ایمان کی مٹھاس کے بغیر وہ کہاں چکھ پائے گا، جو جھوٹا، (فقط) دعوے کرنے والا اس کے فیض سے دور ہو۔
یقیناً وہ کیا دولت ہے، جو مجھے ملی ہے، زبان پر یہ وظیفہ بلبل کے مانند ہزار بار کروں۔
تمام تر آداب کے ساتھ بارگاہ محمدی (ﷺ) میں کھڑا ہوں، آپ ﷺ پر ان گنت صلوات اور تحیات کا نذرانہ لے کر۔
پروردگار! پاکیزہ صلوٰۃ نازل فرما اس ذات پر جو تیرا برگزیدہ وچنیدہ ہے، اور آپ ﷺ کی کل آل پر اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام پر۔
وہی نبی (ﷺ) ہمارے لیے شفاعت کرنے والے ہیں، جو تمام انسانوں میں افضل اور پیغمبروں کے خاتم ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ وہی سارے جہانوں کیلئے رحمت ہیں۔ وہ ایسے سورج ہیں، جن کی روشنی تمام عالم میں پھیلی ہوئی ہے ﷺ۔
اے دونوں جہانوں کے سردار اور پیغمبروں کے سلطان! ﷺ میں بے حد گناہ گار ہوں، اپنی شفاعت کو میرا دوست و مددگار بنا۔
میں (تو وقت پیدائش ہی سے) جان و دل سے، رسول (ﷺ) کا غلام ہوں، مجھے فکر کیا ہے۔ میں آپ کی رحمت کی ایک آدھی نظر کی آس لگائے ہوئے ہوں۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۴۶۹-۴۷۱)

وفات کا قابل رشک واقعہ: ان کی وفات کا واقعہ بھی نہایت تعجب انگیز اور قابل رشک ہے۔ ان کی مسجد میں ایک حافظ صاحب رہتے تھے۔ وہ مؤذن بھی تھے اور گاؤں کے بچوں کو قرآن مجید بھی پڑھاتے تھے۔ ایک روز خلافِ معمول مولانا مرحوم ان کے حجرے میں تشریف لے گئے۔ اس دن قمری حساب سے مولانا کی عمر کے ۶۳ سال پورے ہونے میں ایک دن باقی تھا۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ بے حد متقی اور پابند شرع بزرگ تھے۔ مولانا رحمہ اللہ نے ان سے فرمایا کہ حافظ صاحب! جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے، مجھ پر اللہ کا یہ خاص فضل رہا ہے کہ دانستہ کسی ایسے عمل کا ارتکاب نہیں ہوا جو خلافِ سنت ہو، اور کوئی ایسا عمل اللہ کی مہربانی سے ترک نہیں ہوا جو مطابق سنت ہو۔ اب آخری سنت رہ گئی، اللہ تعالیٰ وہ بھی نصیب فرما دے تو زہے قسمت۔ جس وقت انہوں نے یہ بات فرمائی، انہیں کوئی تکلیف نہ تھی۔ بہت اچھی صحت تھی اور وہ ہشاش بشاش تھے۔ فرمایا: رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک پورے ۶۳ سال کی ہوئی ہے اور میری عمر کل ۶۳ سال کی ہو جائے گی۔ دیکھیے اللہ تعالیٰ کو کیا منظور ہے۔

اتفاق سے دوسرے روز ساہی وال سے دو مہمان آئے۔ مولانا رحمہ اللہ نے نماز ظہر سے قبل اپنے بڑے بیٹے مولوی عبدالقادر سے فرمایا کہ قطب الدین درویش کو ساتھ لے کر گھر جاؤ اور وہاں سے دانے (گندم) اٹھوا کر خراس پر رکھنا کہ آٹا پس جائے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۴۷۶-۴۷۷)

اجتماعی ذکر نفی اثبات کے وقت انتقال:۔ اس کے بعد ظہر کی اذان ہوئی۔ مولانا رحمہ اللہ نے خود جماعت کرائی۔ نماز کے بعد ساہی وال سے آنے والے دونوں مہمانوں کو اپنے ساتھ لے کر حجرے میں تشریف لے گئے۔ اس وقت بالکل تندرست تھے۔ کسی قسم کی کوئی بیماری یا نقاہت وغیرہ نہ تھی۔ مہمانوں کو تلقین کرنا شروع کی۔ پہلے مولوی فضل الدین صاحب کو کلمے کا ذکر کرایا۔ ایک بار کلمے کی ضرب دی۔ دوسری بار ضرب دے رہے تھے کہ روحِ مبارک جسدِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ "انا للہ و انا الیہ راجعون"۔

یہ صورت حال بالکل اچانک پیش آئی تھی۔ مہمان اسے دیکھ کر گھبرا گئے۔ مولوی فضل الدین جلدی سے باہر آئے اور مولانا رحمہ اللہ کے بھائی حکیم غلام محمد سے کہا کہ مولوی صاحب کو کچھ ہو گیا ہے۔ وہ طبیب حاذق تھے۔ انہوں نے دیکھتے ہی فرمایا: "مولوی صاحب رحمہ اللہ وفات پا گئے ہیں"۔

یہ خبر اسی وقت گاؤں میں پھیل گئی۔ پھر جلد ہی ارد گرد کے دیہات میں پہنچ گئی۔ تھوڑی دیر میں بے شمار لوگ جمع ہو گئے۔ متعدد طبیب بھی آ گئے۔ اطباء نے کہا کہ مولانا رحمہ اللہ کی موت واقع نہیں ہوئی، انہیں سکتہ ہو گیا ہے، رگ لگائی جائے تو ٹھیک ہو جائیں گے۔ لیکن حکیم غلام محمد یہی کہتے رہے کہ مولوی صاحب رحمہ اللہ وفات پا چکے ہیں۔

حکیم غلام محمد نے طبیبوں اور وہاں موجود لوگوں کو بتایا کہ ہمارے خاندان میں یہی معاملہ چلا آ رہا ہے۔ ان کے والد مولوی رحیم بخش رحمہ اللہ بحالتِ تندرستی نماز پڑھتے ہوئے سجدے میں فوت ہوئے۔ دادا صاحب نظام الدین خادم رحمہ اللہ نے حالت رکوع میں وفات پائی۔ یہی معاملہ مولوی صاحب رحمہ اللہ کو پیش آنا تھا جو آ گیا۔

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ جمعرات کو ظہر اور عصر کے درمیان فوت ہوئے تھے۔ جمعۃ المبارک کے دن انہیں دفن کیا گیا۔ جنازے میں لاتعداد لوگ شامل تھے۔ یہ ۱۲۹۱ھ (۱۸۷۴ء) کا واقعہ ہے۔ یعنی تیرہویں صدی ہجری کے آخری عشرے کا۔ لیکن سید عبدالحی حسنی نے مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کا تذکرہ اپنی عربی کتاب "نزھۃ الخواطر" کی آٹھویں جلد (یعنی چودھویں صدی ہجری کے علماء و زعما) میں کیا ہے۔ (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۴۷۶-۴۷۸)

مبارک بزرگوں کی مبارک وفاتیں:۔ اللہ اللہ! کس قدر پاک باز تھے وہ لوگ کہ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے والد مکرم مولوی رحیم بخش نے بارگاہِ الٰہی میں زمین پر پیشانی رکھ کر حالتِ سجدہ میں اللہ کے حضور میں حاضری دی۔ جدِ امجد حافظ نظام الدین خادم رحمہ اللہ نے اللہ کے دربار میں جھکتے ہوئے رکوع کی حالت میں اپنی جان جان آفرین کے سپرد کی، اور بیٹے اور پوتے (مولانا غلام رسول رحمہ اللہ) نے کلمہ طیبہ پڑھتے اور پڑھاتے ہوئے وفات پائی، اور ان کی یہ دعا قبول اور تمنا پوری ہوئی کہ ٹھیک ۶۳ سال میں یعنی نبی ﷺ کی عمر کو پہنچ کر اس دنیائے فانی سے کوچ کیا۔

اللہ نے ان کو ہمیشہ اپنے سایۂ عاطفت میں رکھا اور جو دعا انہوں نے کی اسے شرف قبولیت حاصل ہوا۔ ان کی آخری دعا بھی قبول ہوئی اور یہ تمنا بر آئی کہ ٹھیک ۶۳ سال میں یعنی نبی ﷺ کی عمر کو پہنچ کر اس دنیائے فانی سے کوچ کیا۔

اللہ نے ان کو ہمیشہ اپنے سایۂ عاطفت میں رکھا اور جو دعا انہوں نے کی اسے شرف قبول حاصل ہوا۔ ان کی آخری دعا بھی قبول ہوئی اور یہ تمنا بر آئی کہ ٹھیک ۶۳ سال عمر پا کر فوت ہوئے۔ قمری حساب سے ان کی تاریخ وفات ۵ محرم ۱۲۹۱ ہجری اور عیسوی حساب سے ۴ مارچ ۱۸۷۴ء تھی۔ اللہ ان کو اور ان کے آباؤ اجداد کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے اخلاف کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق سے نوازے۔ (اللھم اغفرلھم وارحمھم و عافھم و اعف عنھم و ادخلھم جنۃ الفردوس) (تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص:۴۸۱)

مولوی ثناء اللہ صاحب رحمہ اللہ: یہ شیخ احمد صاحب رحمہ اللہ کے اکلوتے فرزند تھے۔ ۱۹۰۱ء میں پیدا ہوئے۔ انتہائی شریف النفس اور حلیم الطبع بزرگ تھے۔ بردباری ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ نہایت کریمانہ اخلاق کے مالک تھے۔

مشکل سے مشکل وقت میں بھی گھبراہٹ کا اظہار نہ کرتے۔ سحری کے وقت نماز تہجد ادا کرتے اور اپنے رب کے سامنے مناجات کرتے اور اپنے رب سے بار بار کہتے: "ولم اکن بدعائك رب شقیاً" (سورۂ مریم: ۴)

سر پر جناح کیپ سجاتے، چلتے تو "واقصد في مشيك" کا اعلیٰ نمونہ اور "یمشون علی الارض هوناً" کا مصداق تھے۔

(تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۴۸۴ تا ۴۸۶)

مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ:۔ مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے دو صاحب زادے تھے، عبدالقادر اور عبدالعزیز، ان سطور میں پہلے مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ کا تذکرہ کیا جائے گا اور مولانا عبدالعزیز کا ان کے بعد۔

مولانا عبدالقادر ۱۲۷۹ھ (۶۳، ۱۸۶۲ء) کو بمقام قلعہ اسلام پیدا ہوئے۔ طفولیت کی منزلیں طے کرنے کے بعد شعور کی منزل میں قدم رکھا ہی تھا کہ بارہ سال کی عمر (۱۲۹۱ھ) میں باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔

مولانا غلام رسول رحمہ اللہ نے ۱۲۸۸ھ میں حج بیت اللہ کیلئے روانہ ہونے سے پہلے اپنی اولاد کیلئے ایک وصیت نامہ لکھا:

"لہذا یہ فرزندی عبدالقادر کہ امروز نہ سالہ است و بعد تلاوت قرآن شریف و تحصیل صرف تا زرادی، بوستان و گلستان مے خواند ..... از فراغ علم دینیہ دست بیعت شیخ کامل مکمل دہند و دریں زمان مثل عبدالله غزنوی درقیاس ما احدے نیست، صحبتش اکسیر است، و بحقیقت کامل مکمل پیر است. عبدالقادر ترجمہ قرآن از ایشاں شروع کنند"

ترجمہ: میرا فرزند عبدالقادر جو نو سال کا ہے، قرآن مجید پڑھنے کے بعد علم صرف زرادی تک اور گلستان، بوستان پڑھ رہا ہے۔ دینی تعلیم سے فراغت کے بعد کسی کامل بزرگ کے ہاتھ پر بیعت کرے۔ اس وقت میرے خیال میں (حضرت سیّد) عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے بہتر کوئی نہیں۔ ان کی صحبت اکسیر ثابت ہوگی۔ حقیقت میں وہ کامل اور مکمل پیر ہیں۔ عبدالقادر ان سے قرآن مجید کے ترجمے کا آغاز کرے۔

مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ کی عمر بارہ سال تھی کہ ان کے والد مولانا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کا ۱۲۹۱ھ میں انتقال ہو گیا۔ آٹھ سال بعد ۱۲۹۸ھ میں مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ بھی اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔ اس وصیت پر عمل ہو سکا یا نہیں، اس کا کچھ پتا نہیں چلتا۔ غالب گمان یہی ہے کہ ہوا ہوگا۔ تاہم تعلیمی سلسلہ دیر تک جاری نہ رہ سکا ہوگا، کیوں کہ حافظ عبدالمنان صاحب وزیر آبادی رحمہ اللہ کے علمی فیض یافتگان کی فہرست پر نگاہ ڈالتے ہیں تو مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ کا نام نامی سرفہرست نظر آتا ہے۔ حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ وزیر آبادی کا بیان ہے کہ:

"مولانا غلام رسول رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد انہوں نے خواب دیکھا کہ مولانا کو سخت پیاس لگی ہے اور وہ دونوں ہاتھ پھیلائے ان سے پانی طلب کر رہے ہیں۔ میرے آگے ایک چشمہ نہر بہہ رہا ہے۔ میں نے اس سے لے کر ایک پیالہ پیش کیا۔ انہوں نے پانی پیا لیکن پیاس بجھی نہیں۔ میں اور دینا چاہتا تھا کہ جاگ اٹھا اور اس خواب کی تعبیر کے بارے میں بہت فکر مند ہوا، لیکن بعد میں تعبیر از خود ظاہر ہو گئی جب کہ مولانا رحمہ اللہ کے دونوں صاحب زادوں مولانا عبدالقادر اور مولانا عبدالعزیز نے مجھ سے علم حدیث کی تحصیل کی۔"

(استاد پنجاب، ص: ۹۰ بحوالہ تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی، ص: ۴۹۷ تا ۴۹۹)

نام کتاب:۔ سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی...... مصنف:۔ محمد اسحاق بھٹی

مولانا احمد دین گکھڑوی رحمہ اللہ کا ٹوپی استعمال فرمانا: سر پر بید کی ٹوپی اور ہاتھ میں لاٹھی (استعمال فرماتے)۔

(سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 12)

متصوف لکھوی علماء کی علمی خدمات

پنجاب کا سب سے پہلا مدرسہ:۔ ضلع فیروز پور کے ایک چھوٹے سے گاؤں لکھوکے میں ایک ہی خاندان کے بہت سے جلیل المرتبت

اصحاب علم فروکش تھے، جن کی تصنیفی تگ وتاز کا سلسلہ بھی بہت وسیع تھا اور تدریسی مساعی کا حلقہ بھی نہایت وسعت پذیر تھا۔ پنجاب میں اہل حدیث کا پہلا دینی مدرسہ 1840ء کے پس وپیش اسی محمد ودآبادی کے گاؤں میں جاری ہوا تھا۔ جس نے ملک میں بے حد شہرت پائی اور بے شمار طلباء وعلماء نے اس میں تحصیل علم کی۔ اس کے جاری کرنے والے تھے حافظ بارک اللہ لکھوی اور ان کے فرزند ذی منزلت حافظ محمد لکھوی رحمۃ اللہ علیہم۔

پنجابی زبان میں قرآن مجید کی منفصل تفسیر "تفسیر محمدی" کے نام سے لکھی جو کئی مرتبہ چھپی اور بہت مقبول ہوئی۔ یہ اولین مفسر تھے جنہوں نے پنجابی نظم میں قرآن مجید کی تفسیر رقم فرمائی۔ انھوں نے متن قرآن کے دو ترجمے کیے۔ پہلا پنجابی میں دوسرا فارسی میں۔ اس اعتبار سے حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ پنجاب کے پہلے اور اب تک آخری عالم ہیں جنہوں نے پنجابی کے علاوہ قرآن کا فارسی ترجمہ کیا اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بعد ہندوستان کے دوسرے عالم ہیں جنھوں نے بہ زبان فارسی اتنی اہم ترین خدمت سرانجام دی۔

حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ کی پنجاب میں بہت سی تحریری اولیات ہیں۔ اور اس صوبے کے اولین عالم ہیں، جنہوں نے عربی میں حدیث کی مشہور کتاب ابوداؤد کے حواشی تحریر کیے۔ یہ حواشی انھوں نے 1271ھ میں لکھے اور 1272ھ (1856ء) میں مطبع قادری دہلی سے شائع ہوئے۔ اس کے بعد کان پور میں چھپے۔

حضرت مولانا شمس الحق ڈیانوی رحمہ اللہ نے ابوداؤد کی شرح "عون المعبود" لکھنا شروع کی تو جو کتابیں اس وقت ان کے پیش نگاہ تھی، ان میں حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ کے رقم فرمودہ یہ حواشی بھی تھے۔ چنانچہ مولانا ڈیانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"النسخة الدهلوية المطبوعة في سنة 1272ھ باهتمام الفاضل العالم محمد بن بارك الله الفنجابي"(1)

(عون المعبود ج رابع ص553)

انہی حضرت حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ نے 1272ھ میں مشکوۃ شریف کے حواشی بہ زبان عربی تحریر فرمائے۔ اس کے آخر میں حافظ صاحب رحمہ اللہ رقم فرماتے ہیں۔ "تم تحرير حواشي هذا الكتاب يوم الخميس السادس والعشرين من ذي الحجة سنة 1272ھ بيد اضعف عبادالله محمد بن مخدومي بارك الله" یعنی ان حواشی کی تحریر کا سلسلہ جمعرات کے روز 26 ذی الحجہ 1272ھ کو اللہ کے کم زور ترین بندے محمد بن مخدومی بارک اللہ کے ہاتھ سے اختتام کو پہنچا۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ کے لکھنے کی رفتار بھی تیز تھی کہ صرف دو سال (1271ھ اور 1272ھ) میں ابوداؤد اور مشکوۃ کے حواشی مکمل کر دیے اور ان کی تصنیفات کو اہل علم میں اتنی مقبولیت حاصل تھی کہ فوراً چھپ بھی گئیں۔ (سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 37)

مولانا غلام رسول (ساکن قلعہ میہاں سنگھ) کی بیعت اصلاح:۔ عالم وفاضل اور نہایت متقی بزرگ تھے۔ ان کی کرامتوں کے ظہور اور قبولیت دعا کے لیے حیرت انگیز واقعات لوگوں میں مشہور اور کتابوں میں مرقوم ہیں۔ ان کی تذکیر وتبلیغ اور ان کے مواعظ حسنہ سے غیر مسلموں کی کثیر تعداد نے اسلام قبول کیا اور ان گنت مسلمانوں نے خلاف شرع رسوم کو ترک کر کے صحیح اسلامی راہ اختیار کی۔ وہ حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد اور حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے معاصر اور طالب حدیث میں ان کے ہم درس تھے۔ حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے انھوں نے روحانی فیض بھی پایا۔ مشہور بزرگ حضرت سید محمد امیر رحمہ اللہ (کوٹھا والا) سے باقاعدہ بیعت تھے۔ اس سراپا زہد اور پیکر حسنات عالم دین نے 15 محرم 1291ھ (4۔ مارچ 1874ء) کو اپنے مسکن (قلعہ میہاں سنگھ) میں وفات پائی۔ اس فقیر نے ان کے حالات میں تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کے نام سے کتاب لکھی ہے جو چار سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ (سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص42)

کثیر صاحب کرامات صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ: اس مرد ذی شان کا تعلق بھی وزیر آباد سے تھا۔ اعوان برادری کے فرد تھے۔ والد کا نام ملک قادر تھا۔ ملک قادر بخش کے ایک بیٹے کا نام محمد سلطان تھا جو 1887ء کے پس وپیش پیدا ہوئے۔ محمد سلطان کچھ بڑے ہوئے تو ان کے مراسم مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی رحمہ اللہ سے ہو گئے۔ ان مراسم کی وجہ سے ان کا تعلق بھی جماعت مجاہدین سے ہو گیا۔ پھر یہ بھی مرکز مجاہدین میں چلے گئے اور

وہاں انھیں صوفی عبداللہ کے عرفی نام سے موسوم کیا گیا۔ اس جماعت سے وابستگی کی بناء پر انگریزی حکومت نے انھیں بہت سی تکلیفوں میں مبتلا کیا۔

1922ء کے لگ بھگ یہ چک نمبر 493 گ ب اوڈاں والا (فیصل آباد) آگئے۔ انگریزی حکومت کی خفیہ پولیس کے لوگ ان کے تعاقب میں رہتے تھے۔ پھر ایک وقت آیا کہ انھوں نے اوڈاں والا میں تعلیم الاسلام کے نام سے دینی مدرسہ قائم کرلیا۔ اس مدرسے نے دینیات کے تدریسی حلقوں میں بڑی شہرت پائی۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ نہایت نیک اور ولی اللہ بزرگ تھے۔ اللہ تعالی ان کی دعائیں قبول فرماتا تھا۔ اُنھوں نے اوڈاں والا کے بعد ماموں کانجن میں بھی دارالعلوم قائم کیا، جس کا نام جامعہ تعلیم الاسلام رکھا گیا۔ اس دارالعلوم سے لاتعداد علماء وطلبا نے تعلیم حاصل کی۔ صوفی صاحب رحمہ اللہ کا حلقہ ارادت بہت وسیع تھا۔ اُنھوں نے 29 اپریل 1975ء کو وفات پائی۔

وضاحت از مجشی:۔ ان کے حالات میں میں نے "صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ" کے نام سے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جو ساڑھے چار سو صفحات پر مشتمل ہے اور مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور نے شائع کی ہے اس کتاب کو اللہ تعالی نے بڑی مقبولیت عطا فرمائی۔ کئی دفعہ چھپ چکی ہے۔ (سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی 45)

مصنف کرامات علمائے اہلحدیث کا تعارف:۔ سوہدرہ کے یہ عالم دین تصنیف وتالیف اور تقریر وخطابت کی وجہ سے پورے برصغیر میں مشہور ہوئے۔ یہ مولانا غلام نبی ربانی رحمہ اللہ کے پوتے، مولانا عبدالحمید سوہدروی رحمہ اللہ کے بیٹے اور حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کے نواسے تھے۔ جنوری 1901ء (رمضان 1318ھ) کو پیدا ہوئے۔ گیارہ سال کی عمر میں سایہ پدری سے محروم ہو گئے تھے۔ ابتدائی تعلیم وتربیت اپنے جد امجد مولانا غلام نبی رحمہ اللہ کی آغوش شفقت میں پائی۔ پھر سیالکوٹ میں مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ کے دامن فضیلت سے وابستہ ہوئے۔ دینیات کی تعلیم کے علاوہ علم طب پڑھا اور تکمیل تعلیم کے بعد تحریر ونگارش سے رابطہ قائم کیا اور تقریر وخطابت میں بڑا نام پایا۔ سوہدرہ میں درس وتدریس کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ دینی صحافت کے میدان میں ہمیشہ سرگرم عمل رہے۔ ان کی وجہ سے قصبہ سوہدرہ کا نام متحدہ ہندوستان کے مذہبی اور دینی حلقوں میں پہنچا۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ نے 6 نومبر 1959ء (5 جمادی الاولی 1379ھ) کو لاہور میں وفات پائی اور ان کی میت لاہور سے ان کے وطن سوہدرہ لے جائی گئی اور وہیں دفن کیے گئے۔

اس خاندان کا سلسلہ فیض ماشاء اللہ اب بھی جاری ہے اور اس کے معزز ارکان تحریری اور خطابتی شکل میں حالات کے مطابق خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ (سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 47)

مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ:۔ ان کے آباو اجداد کا مسکن شہر گوجرانوالہ تھا، 10 مئی 1908ء کو گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ 1921ء میں مولانا محمد اسمٰعیل سلفی سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی گوجرانوالہ تشریف لائے تو ان کے حلقہ درس میں شمولیت کی۔ بے حد ذہین تھے۔ اس زمانے کے تمام علوم درسیہ مولانا محمد اسماعیل سلفی نے سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی سے پڑھے۔ 1925ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخلہ لیا۔ پانچ سال وہاں رہے اور دارالعلوم کا نصاب مکمل کیا۔ قرآن مجید سے خاص طور پر شغف تھا۔ ندوہ میں قرآن کے موضوع پر تقریبا تین سال میں تخصص کی منزل طے کی۔ متعدد علمی کتابیں تصنیف کیں۔ قرآن مجید کے مطالب پر عبور حاصل تھا۔ گوجرانوالہ کے اس جلیل القدر عالم ومصنف نے 12 جولائی 1987ء (11 ذیقعدہ 1407ھ) کو لاہور میں وفات پائی۔

یہ ضلع اور شہر گوجرانوالہ کے چند اہل حدیث علمائے کرام ہیں۔ ان کے علاوہ بھی بے شمار اصحاب علم نے اس علاقے میں جنم لیا اور بے حد خدمات سرانجام دیں۔ اب احناف کے دیوبندی حضرات کی طرف آیئے۔ (سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 50)

احناف کے مشہور علمائے کرام

قاضی شمس الدین رحمہ اللہ:۔ 1901ء میں موضع پڑی (تحصیل گھیپ ضلع اٹک) میں پیدا ہوئے۔ اپنے علاقے کے علمائے کرام سے تعلیم پائی۔ مولانا حسین علی رحمہ اللہ (ساکن واں بھچراں) سے بھی مستفید ہوئے۔ حدیث کا دورہ دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ مولانا انور

شاہ کشمیری رحمہ اللہ اور مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ سے کیا۔ مروجہ علوم سے فراغت کے بعد مختلف مقامات میں فریضہ درس سرانجام دیتے رہے۔ پھر گوجرانوالہ تشریف لائے۔ (سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 51)

مولانا محمد سرفراز خاں صفدر رحمہ اللہ:۔ ان کا مقام ولادت موضع ڈھکی چڑاں ضلع (مانسہرہ) ہے اور سال ولادت ہے 1914ء مختلف مقامات کے اساتذہ سے تعلیم حاصل کی۔ دارالعلوم دیوبند اور اکوڑہ خٹک میں بھی تحصیل علم کرتے رہے۔ فراغت کے بعد گوجرانوالہ میں تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ گکھڑ کی ایک مسجد میں طویل عرصے تک خطابت کا فریضہ انجام دیتے رہے۔ بہت سی کتابیں تصنیف کیں۔
(سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 52)

مولانا شریف اللہ خاں رحمہ اللہ:۔ مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمہ اللہ نے قیام پاکستان کے بعد مولانا شریف اللہ خان سواتی رحمہ اللہ سے بھی استفادہ کیا اور ان سے کتاب "سلم العلوم" پڑھی۔ لہٰذا اب مولانا شریف اللہ خاں صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں چند الفاظ پڑھیے۔

مولانا شریف اللہ خاں رحمہ اللہ 1890ء (1307ھ) علاقہ سوات کے قصبہ عالی گرامہ نیک "خیل میں پیدا ہوئے۔

1906ء (1324ھ) کو مولانا شریف اللہ خاں رحمہ اللہ رام پور کے مدرسہ عالیہ میں داخل ہوئے۔ نو سال وہاں تعلیم حاصل کی اور سند فراغت لی۔ رام پور میں اُنھوں نے جن اساتذہ سے استفادہ کیا، اُن میں مولانا فضل الحق رام پوری رحمہ اللہ بھی شامل ہیں۔

رام پور سے وہ دارالعلوم دیوبند گئے۔ وہاں مولانا محمود حسن صاحب رحمہ اللہ سے شرف شاگردی حاصل کیا اور ان سے تبرکاً دوبارہ صحیح بخاری پڑھی۔ (سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 68)

مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمہ اللہ:۔ سر پر سفید عمامہ زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ (سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 76)

فروعی اختلاف کے باوجود دل صاف تھے:۔ مشہور دیوبندی عالم مولانا سرفراز خاں صفدر رحمہ اللہ کا تعلق سکونت گکھڑ سے تھا۔ وہ بہت سی کتابوں کے مصنف اور معروف مدرس تھے۔ مولانا احمد الدین رحمہ اللہ کا مسکن بھی گکھڑ تھا۔ سنا ہے کہ ان کا آپس میں کبھی جھگڑا نہیں ہوا تھا۔ البتہ ایک مرتبہ سورہ فاتحہ خلف الامام کے مسئلے پر گفتگو ہوئی اور اس موضوع پر مناظرے کا فیصلہ ہوا۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ مولانا صفدر صاحب رحمہ اللہ نے اس فیصلے پر عمل نہ کیا۔ مولانا احمد الدین رحمہ اللہ نے اشتہار شائع کر دیا کہ مولانا صفدر صاحب رحمہ اللہ مناظرے سے گریز کر رہے ہیں۔ اس سے قبل دونوں کا ایک دوسرے سے میل ملاقات کا سلسلہ جاری رہتا تھا لیکن اشتہار کی اشاعت کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا۔ اس اثناء میں مولانا سرفراز صفدر صاحب رحمہ اللہ حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے۔ حج سے واپس آئے تو مولانا احمد الدین رحمہ اللہ ملاقات کے لیے ان کے گھر گئے۔ حج کی مبارک باد دی اور انھیں کھانے پر اپنے گھر بلایا۔ وہ تشریف لائے مولانا احمد الدین رحمہ اللہ نے عزت و تکریم کے ساتھ کھانا کھلایا اور پوچھا کہ آپ نے مجھ سے تعلقات کیوں منقطع کر لیے؟ مولانا سرفراز رحمہ اللہ نے فرمایا: "تلك الايام نداولها بين الناس"

بہر حال دونوں کے دل صاف ہو گئے اور میل جول کا سلسلہ دوبارہ شروع ہو گیا۔ (سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 81)

مناظرے میں مصالحت کا نتیجہ:۔ یہ مناظرہ فروری 1936ء میں ہوا تھا۔ اس کا موضوع نماز میں رفع الیدین کرنا تھا۔ احناف کے مناظر مولانا سید عنایت اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ تھے اور اہل حدیث کے تھے مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمہ اللہ۔

سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری مرحوم احناف کے دیوبندی مکتبہ فکر کے مشہور عالم تھے۔ انھیں بعض اہلحدیث حضرات بھی اپنے جلسوں میں تشریف آوری کی دعوت دیا کرتے تھے اور وہ ان کے جلسوں میں شرکت فرماتے اور تقریر کرتے تھے مسئلہ توحید پر وہ بڑا موثر وعظ فرماتے تھے لیکن اس کے باوجود ان کے ذہن میں حنفیت نے بھی مضبوطی سے پنجے گاڑ رکھے تھے۔

بہر حال مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمہ اللہ کو حضرت شاہ عنایت اللہ صاحب بخاری رحمہ اللہ سے بھی مناظرے کا موقع ملا۔

مناظرے کے بعد لوگوں کی درخواست پر اسی میدان میں مشترکہ طور پر احناف اور اہل حدیث مقرروں کی اصلاحی اور مصالحتی تقریریں

ہوئیں، جس کا عوام پر بہت اچھا اثر ہوا۔ (سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 82)

باہمی اختلاف میں کیا کیا جائے:۔ دینی مسائل کی تعبیر میں اختلاف کوئی بُری بات نہیں ہے۔ اختلاف ہوتا رہتا ہے۔ اس سے نہ کوئی اسلام سے خارج ہوتا ہے، نہ اس کے لیے جنت سے محرومی لکھی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں فراخ دلی کا ثبوت دینا چاہئے۔ اختلاف کو کفر و اسلام کا مسئلہ نہیں بنانا چاہیے۔ (سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 117)

مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمہ اللہ: مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمہ اللہ کے ہم ضلع علماء میں سے مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمہ اللہ کا نام نامی قابل ذکر ہے۔ وہ مشہور مقرر اور معروف مناظر تھے۔ حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کے نواسے تھے۔ ان کے دادا مولانا غلام نبی سوہدروی رحمہ اللہ نہایت متقی عالم دین تھے۔ جو حضرت حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ اور حضرت میاں سید نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کے شاگرد اور سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے فیض یافتہ تھے۔ مولانا عبدالمجید رحمہ اللہ کے والد بھی اپنے عہد کے ممتاز عالم تھے، جن کا اسم گرامی مولانا عبدالحمید رحمہ اللہ تھا۔

مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ جنوری 1901ء میں پیدا ہوئے۔ انھوں نے تصنیف وتالیف اور تقریر وخطابت میں بڑی شہرت پائی۔ مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمہ اللہ نے ان کے ساتھ ملک کے بہت سے تبلیغی اجتماعات میں شرکت کی اور دونوں زندگی بھر کتاب وسنت کی ترویج میں مشغول رہے۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ نے 6 نومبر 1959ء کو وفات پائی۔ ان کا تذکرہ اس کتاب کے دوسرے باب میں (بہ سلسلہ گوجرانوالہ کے چند علمائے کرام) ہو چکا ہے۔ (سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 119)

اختلاف کے باوجود میل ملاقات کے عادی:۔ اختلافات کے باوجود مولانا احمد الدین رحمہ اللہ میل ملاقات کے عادی تھے اور مہمان نوازی ان کا قابل ذکر وصف تھا۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے بارے میں سنا ہے کہ ان کا کوئی ایسا حریف جو امرتسر سے باہر کے کسی مقام سے ان کے ساتھ مناظرے کے لیے آتا تو مناظرے کے بعد وہ اسے اپنے ہاں قیام کی دعوت دیتے۔ وہ یقیناً ان کے ہاں قیام نہیں کرتا ہوگا، انہی لوگوں کے ہاں ٹھہرتا ہوگا جنھوں نے اُسے مناظرے کے لیے بلایا ہوگا، لیکن مولانا رحمہ اللہ کا اخلاق انھیں مجبور کرتا تھا کہ اسے اپنے ہاں ٹھہرنے کی دعوت دی جائے۔ (سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 128)

فضائل سید العالمین ﷺ:۔ مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمہ اللہ کی یہ تصنیف 16-30-20 کے 240 صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے موضوع پر مشتمل ہے۔ اس کے صفحہ اول (ٹائٹل پیج) پر یہ الفاظ مرقوم ہیں:

"وكان فضل الله عليك عظيما فضائل سيد العالمين"

مصنفہ، احقر العباد احمد الدین گکھڑمنڈی

ملنے کا پتہ۔ دفتر سید العالمین ﷺ گکھڑمنڈی۔ ناشر: سکول بک ڈپو۔ گوجرانوالا (سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 170)

مولانا گکھڑوی علیہ الرحمہ کا خواب:۔ محترم مولانا احمد الدین رحمہ اللہ ان دنوں مرزائیوں سے مناظرات میں مشغول تھے اور مقامی دو عدد مرزائی علم دین اور اللہ ودھایا سے حدادی کی دکان پر جہاں ہم جا کر تعلیم حاصل کرتے تھے، دن بھر گفتگو رہتی تھی تاکہ ان مقامی مرزائیوں کو راہ راست پر لایا جائے لیکن وہ دونوں اپنے فاسد عقیدے پر مرے۔ انہی ایام میں مولانا صاحب مرحوم نے ایک رات خواب دیکھا: لوگوں کا بہت بڑا ہجوم ان کے مکان پر جمع ہے۔ مولانا یہ بات سن کر گھر گئے تو دیکھا کہ واقعی چارپائی پر ایک نعش رکھی ہوئی ہے اور اس سے بدبو اٹھ رہی ہے مولانا نے فوراً حکم فرمایا کہ اس خبیث کو اٹھا کر فوراً لے جاؤ چنانچہ اس کو اٹھا کر لے جایا گیا۔

میرے خیال میں ان کی تبلیغ سے واقعی مرزائیت کا جنازہ اٹھ گیا، چنانچہ غالباً اس خواب کے بعد مولانا رحمہ اللہ نے شملہ میں جلال الدین شمس مرزائی سے مناظرہ کیا اور اسی میدان میں 17 مرزائی مرزائیت سے تائب ہو گئے۔ (سوانح مولانا احمد دین گکھڑوی ص 241)

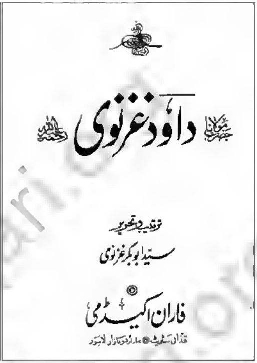

مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ

ترتیب و تحریر
سید ابوبکر غزنوی

فاران اکیڈمی
غزنی سٹریٹ ● اردو بازار لاہور

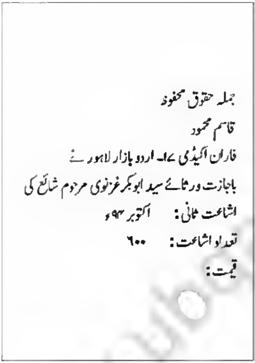

جملہ حقوق محفوظ
قاسم محمود
فاران اکیڈمی ۷۔ا اردو بازار لاہور نے
باجازت ورثائے سید ابوبکر غزنوی مرحوم شائع کی
اشاعت ثانی: اکتوبر ۹۳ء
تعداد اشاعت: ۶۰۰
قیمت:

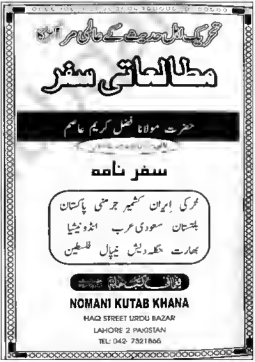

تحریک اہل حدیث کے عالمی مراکز کا
مطالعاتی سفر
حضرت مولانا فضل کریم عاصم
سفر نامہ

ترکی ایران کشمیر جرمنی پاکستان
بلتستان سعودی عرب انڈونیشیا
بھارت بنگلہ دیش نیپال فلسطین

نعمانی کتب خانہ
NOMANI KUTAB KHANA
HAQ STREET URDU BAZAR
LAHORE 2 PAKISTAN
TEL: 042- 7321866

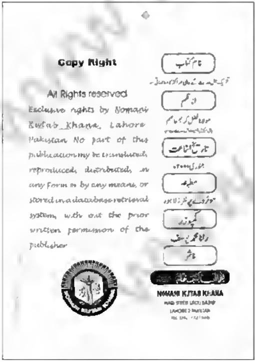

Copy Right

All Rights reserved
Exclusive rights by Nomani Kutab_Khana, Lahore Pakistan No part of this publication my be translated, reproduced, distributed, in any form or by any means, or stored in a database retrieval system, with out the prior written permission of the publisher

نام کتاب
[illegible]
از قلم
مولانا فضل کریم عاصم
[illegible]
تاریخ اشاعت
جنوری ۲۰۰۰ء
مطبع
موٹروے پرنٹرز لاہور
کمپوزر
رانا محمد یوسف
ناشر
نعمانی کتب خانہ
NOMANI KUTAB KHANA
HAQ STREET URDU BAZAR
LAHORE 2 PAKISTAN
TEL 042 7321866

www.ubqari.org

نام کتاب:۔ سوانح داؤد غزنوی...... ترتیب وتحریر:۔ سید ابو بکر غزنوی رحمہ اللہ

علمائے دیو بند سے حسن عقیدت:۔ حضرت والد علیہ الرحمہ کی تاریخ وفات سولہ دسمبر 1963ء ہے۔ ان کی وفات سے ایک دو برس بعد ہی ان پر کتاب مرتب کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ یہ خواہش بھی تھی کہ حضرت میاں ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ ناظم ندوۃ العماء لکھنؤ جن کی شخصیت مجھے عزیز ہے کے نگارشات قلم بھی کتاب میں شامل ہوسکیں۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 7)

متصوف خاندان اور تلاش مرشد کا سفر:۔ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے دادا مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی ایک فقید المثال شخصیت تھی۔ جس میں بیک وقت علم دین اور تصوف جمع ہوگئے تھے۔ ان کے متعلق ہمارے خاندان میں مشہور ہے کہ وہ مادر زاد ولی تھے۔ چنانچہ وہ تحصیل سلوک کے شوق میں اپنے پیر و شیخ سے ملنے گئے جو اُس وقت افغانستان کے مشاہیر صُوفیاء اور اولیاء میں سے تھے (سوانح داؤد غزنوی صفحہ 11)

استغراق نماز یا آپ کی کرامت:۔ میرے ایک استاد مولوی حافظ عبدالرحمٰن مرحوم تھے جن سے میں نے حدیث کی مشہور کتاب "ریاض الصالحین" پڑھی۔ وہ فرمایا کرتے تھے کہ قیام امرتسر میں جب وہ حضرت مولانا سے حدیث پڑھا کرتے تھے تو اُن کی محویت کے عجیب وغریب واقعات دیکھنے میں آئے۔ ایک مرتبہ عصر کی نماز پڑھا رہے تھے کہ یکا یک تخت بارش شروع ہوگئی۔ ایسی تخت کہ مقتدی سب نماز چھوڑ کر بھاگ گئے صرف دو چار رہ گئے۔ نماز سے فارغ ہوکر دُعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تو ہاتھ سب کیچڑ سے بھرے ہوئے تھے۔ فرمانے لگے:

"باران شد؟ واللہ عبد اللہ را خبر نشد" "کیا بارش ہوئی تھی؟ اللہ کی قسم عبداللہ کو اس کی خبر ہی نہیں ہوئی" (سوانح داؤد غزنوی ص 14)

قبولیت دعا کا اشارہ فرمانا (کرامت):۔ ایک روز نماز عصر کے بعد پھوپھا صاحب نے فرمایا کہ حضرت میرے لیے بھی دُعا فرمائیں پُوچھا کیا دُعا کروں؟ عرض کیا مجھے دردِ سر کا کبھی ایسا شدید دورہ پڑتا ہے کہ میں بے حال ہو جاتا ہوں اور میری نمازیں قضا ہو جاتی ہیں۔ دُعا فرمائیں یہ شکایت دُور ہو جائے۔ میری نماز با جماعت قضا نہ ہو ایک تیسری اور چیز کہی مگر وہ میری یاد سے نکل گئی ہے۔ بہر حال چند منٹ ہاتھ اٹھا کر دُعا کی اور فرمایا: "قبول شد انشاء اللہ"۔

میرے دادا (والد صاحب کے پھوپھا) اس وقت بالکل جوان تھے۔ ستر سال کی عمر پائی۔ گویا قریباً دُعا کے بعد پینتالیس پچاس سال زندہ رہے۔ دردِ سر کا دورہ ایک مرتبہ بھی اس مدت میں نہیں ہوا۔ سفر و حضر میں نماز با جماعت کبھی قضا نہیں ہوئی۔ آخری رات عشاء کی نماز با جماعت پڑھی۔ تہجد کی نماز پوری پڑھی کہ وقت آ گیا۔ ذکر شروع کر دیا اور صبح کی نماز سے قبل جان جاں آفریں کے سُپرد کر دی

ع خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را (سوانح داؤد غزنوی ص 15)

مسجد کے در و دیوار سے نفی اثبات کا ذکر (کرامت): ایک دن میاں غلام رسول صاحب رحمہ اللہ کی کسی بات پر خفا ہو کر کہنے لگے:

مولوی غلام رسول! تو مولوی شُدی، محدث شُدی عالم شُدی، واعظ شُدی واللہ ہنوز مُسلمان نشدی۔

یہ کہنا تھا مولوی غلام رسول رحمہ اللہ فرش پر گر گئے اور تڑپنے لگے۔

پھر فرمایا: بگو "لا الہ الا اللہ" کہتے ہیں اور مولانا کا بیان ہے کہ اُس وقت مسجد کے در و دیوار سے "لا الہ الا اللہ" کی آوازیں آ رہی تھیں۔

(سوانح داؤد غزنوی صفحہ 16)

کسی فرقہ پر نکتہ چینی نہ کرنا:۔ مجھے کبھی یاد نہیں کہ آپ رحمہ اللہ نے خطبہ میں کسی قسم کی درشت نکتہ چینی کسی شخص یا کسی فرقہ پر کی ہو۔ "رحمة الله عليه"

مولانا عبداللہ غزنوی کی خلافت نقشبندیہ: غزنوی خاندان سے ہمارے خاندان کے روابط بہت قدیم اور عزیزانہ ہیں۔ ہندوستان میں اس خاندان کے نامور اور مخلص بانی مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سلوک میں مولانا حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ کے خلیفہ

تھے اور مولانا حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ کا روحانی تعلق وتلمذ حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ سے تھا۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 23)

علمائے دیوبند کا خراج عقیدت: اچانک انکی وفات کی اطلاع ملی نہ صرف خاندان غزنوی اور نہ صرف جماعت اہل حدیث بلکہ اس برعظیم پاکستان وہند کے دینی وعلمی حلقے میں اور علماء کی صف اول میں ایک باوقار کرسی خالی ہوگئی جس کا پُر ہونا آسان نہیں معلوم ہوتا۔ مولانا کی دلآویز شخصیت، اُن کا فکری توازن اور اعتدال، اُن کے وسیع روابط، ان کی مجاہدانہ سرگرمیاں، ان کا علمی ذوق، عقائد اور اپنے مسلک میں پختگی اور استقامت کے ساتھ سلف کا عموی احترام، خاندانی ذوق اور رُوحانی چاشنی۔ یہ سب وہ خصوصیات ہیں جن کے حامل بہت کم نظر آتے ہیں۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 27)

نفرتوں سے دور متوازن شخصیت:۔ جب ان کی صحت اچھی نہ رہی تو وہ گوشہ نشین ہوگئے اور یہ دور بھی انتہائی سلامت روی سے گزارا۔ کبھی کسی سے پرخاش گوارا نہ کی۔ اچھے اور نیک کاموں میں سب کا ساتھ دیا۔ وہ فطرتاً متوازن اور مستقیم تھے۔ اختلاف رائے کے وقت بھی سب کے ساتھ محبت، بہی خواہی اور خیر سگالی کا برتاؤ جاری رکھا۔ عداوت کو ان کے دلی خلوص کی منزل میں کبھی بار نہ ملا۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 38)

تصوف واحسان کی اشاعت کا جذبہ:۔ تلافی مافات کے لیے اب ہماری نظریں مولانا مرحوم کے جواں۔ سال اور جواں فکر فرزند مولانا ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ پر گڑی ہیں کہ وہ انھیں اور دعوت وارشاد کے اس منصب کو سنبھالیں اور تواضع، انکساری اور محبت وتودد کی ان فراوانیوں کے ساتھ جو تصوف واحسان کا خاصہ ہیں، تبلیغ واشاعت میں نکلیں اور لسان وقلم کی جنبشوں کو اُس اوجِ کمال تک پہنچائیں۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 40)

تصوف اور قلب وروح پر علمی گفتگو:۔ بارہا ایسا ہوا کہ مولانا رحمہ اللہ نے اپنی دلآویز اور روایتی مسکراہٹ کے ساتھ نہ صرف میرے بعض تفردات فکری کی پُرزور تائید کی بلکہ اس کے لیے شواہد بھی مہیا کیے۔ خلوت کے یہ لمحے علم وتحقیق کی خوش بحثوں سے گزر کر آخر تصوف، احوال آخرت اور قلب ورُوح کے جائزہ پر ختم ہوجاتے۔

وسعت نظری کے لیے فکر مند ہونا:۔ لیکن ہمارا یہ حال ہے کہ ہم بہت زیادہ بحث ومناظرہ کی وجہ سے مسائل کی ان چند گنی چنی دیواروں میں محصور ہوکر رہ گئے ہیں جن کو گروہی عصبیت اور تنگ نظری نے پیدا کیا ہے۔ چنانچہ آج اہلحدیث کے معنی ایسے گروہ کے نہیں کہ جن کی نظر اسلام کے پورے حکیمانہ نظام پر ہو، جن کے عمل سے اسلام کی تمام اخلاقی، اجتماعی اور رُوحانی قدروں کا خصوصیت سے اظہار ہوتا ہو اور جو روزمرہ کی عام زندگی میں ہر قدم پر کتاب وسنت کی تصریحات کے متلاشی ہوں۔ آج اہلحدیث کے معنی اس کے برعکس ایک ایسے شخص یا جماعت کے ہیں جن کی دلچسپیوں کا محور عموماً صرف چند مسائل، چند بحثیں اور چند فرسودہ مناظرانہ کاوشیں ہیں۔ (سوانح داؤد غزنوی صفحہ 43)

ائمہ اربعہ کی عزت اور احترام:۔ منٹگمری کے خطبہ جمعہ میں ایک انتہائی اہم بات جو مولانا رحمہ اللہ نے فرمائی اور جس کی جانب تمام اہل حدیث حضرات کو خصوصی طور پر متوجہ ہونا چاہیے! وہ یہ تھی کہ اگرچہ ہم ائمہ اربعہ رحمہم اللہ سے اختلاف کرتے ہیں لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہم ان کی عزت نہیں کرتے یا ان کی قدر ومنزلت سے آگاہ نہیں ہیں۔ خدا شاہد ہے کہ ہمارے دلوں میں ان کا اتنی قدر احترام موجود ہے جس قدر ان کے مقلدین کے دلوں میں ہے۔

گستاخ ائمہ اربعہ پر تنقید:۔ اس سلسلے میں مولانا رحمہ اللہ نے سامعین (جو اکثر وبیشتر اہل حدیث تھے) کو سخت الفاظ میں تنبیہ کی کہ دوسرے لوگوں کہ یہ شکایت کی اہل حدیث حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کی توہین کرتے ہیں بلاوجہ نہیں ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے حلقہ میں عوام اس گمراہی میں مبتلا ہو رہے ہیں اور ائمہ اربعہ رحمہم اللہ کے اقوال کا تذکرہ حقارت کے ساتھ بھی کر جاتے ہیں۔ یہ رجحان سخت گمراہ کن اور خطرناک ہے اور ہمیں سختی کے ساتھ اس کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

ائمہ کا حد ادب:۔ ہم ان ائمہ دین رحمہم اللہ کے دسترخوان کے جھوٹے ٹکڑے کھانے والے ہیں۔

اختلاف ائمہ میں وسعت ظرفی:۔ راقم الحروف کے لیے اول تو یہ فراخی قلب ہی بہت غیر متوقع تھی کہ جمعیت اہلحدیث کے صدر اپنی جمعیت کے لوگوں کو ائمہ اربعہ کی تعظیم وتکریم کی اس درجہ شدت کے ساتھ تلقین کریں، لیکن شیخ محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ کے ساتھ حضرت

کا تعظیم آمیز کلمہ تو بہت ہی حیرانی کا موجب ہوا۔ چنانچہ جمعہ کے بعد جب ایک جگہ کھانے پر ملاقات ہوئی تو مجھ سے نہ رہا گیا اور میں نے عرض کر ہی دیا کہ حضرت! آپ نے ابن عربی رحمہ اللہ کا تذکرہ تعظیم و تکریم کے ساتھ کیا حالانکہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی رائے ان کے بارے میں بہت سخت ہے اس کا جو جواب مولانا مرحوم نے دیا وہ اس قابل ہے کہ سنہری حروف سے لکھا جائے اور دین کے تمام خادم اس کو حرز جان بنا لیں۔ میری بات سن کر مولانا نے قدرے توقف کے بعد فرمایا:

ڈاکٹر صاحب! ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ابن عربی رحمہ اللہ دونوں ہی ہمارے بزرگ ہیں۔ اپنے آپس کے اختلاف کو وہ جانیں! ہم خورد ہیں اور خورد رہنے ہی میں عافیت سمجھتے ہیں! مولانا نے یہ الفاظ اتنے شدید تاثر کے ساتھ فرمائے کہ ساتھ ہی ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے! واقعہ یہ کہ میں عرض نہیں کر سکتا کہ مولانا رحمہ اللہ کے اس منکسرانہ قول سے میرے دل میں ان کی عزت میں ایک دم کس قدر اضافہ ہوا اور ان کا احترام کتنا بڑھ گیا! (سوانح داؤد غزنوی ص 88)

مکتوبات امام ربانی سے عشق:۔ چنانچہ ایک بار جب میں نے مولانا رحمہ اللہ سے مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی جلد اول عاریتاً مانگی تو مولانا نے فرمایا: ڈاکٹر صاحب اس کتاب کو میں نے آج تک کبھی اپنے سے جدا نہیں کیا اور میں کسی دوسرے شخص کو یہ کتاب عاریتاً نہ دیتا لیکن آپ سے ایک خصوصی محبت ہو گئی ہے جس کی بناء پر انکار نہیں کر سکتا چنانچہ ایک ماہ کے لیے میں وہ نسخہ منٹگمری لے گیا۔ پھر جب میں اسے واپس لایا تھا تو اس پر چرمی جلد بندھوالا یا جسے دیکھ کر مولانا بہت خوش ہوئے اور فرمانے لگے میرا پہلے ہی سے یہ اندازہ تھا کہ آپ اس کتاب کے واقعی قدردان ہیں۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 89)

شریعت وطریقت کا حسین امتزاج:۔ واقعہ یہ ہے کہ اس دور میں مولانا رحمہ اللہ کی شخصیت بہت غنیمت تھی اور اس میں اسلام کے قرن اول کی بہت سی خصوصیات موجود تھیں۔ خصوصاً اتباع سنت کے مکمل اہتمام کے ساتھ قلب و روح کی حیات باطنی کا جو حسین امتزاج ان کی شخصیت میں پایا جاتا تھا وہ تو اس دور میں جب کہ تصوف میں بہت سی نئی باتیں بطور لوازم داخل ہو گئی ہیں بہت ہی قابل قدر تھا اور میری ناچیز رائے میں اس دور میں شدید ترین ضرورت اسی چیز کی ہے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 94)

علمائے دیوبند کا اقتداء میں نماز پڑھنا:۔ حضرت مولانا مسلکاً سلفی العقیدہ اہل حدیث اور متبع کتاب و سنت، مگر متشدد نہیں تھے ائمہ مجتہدین بالخصوص حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا پورا پورا احترام کرتے تھے۔ فروعی مسائل میں کبھی نہیں الجھتے تھے یہی وجہ تھی کہ دیوبندی علماء آپ کو عقیدت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ خود مولانا صاحب رحمہ اللہ کا اپنا بیان ہے کہ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم کے بعد جمعیت علماء ہند کے صدر مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند رہے اور نائب صدر کا عہدہ بھی تفویض ہوا۔ یہ معلوم ہے کہ مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ مذہب کے بارے میں نہایت متقشف اور سخت گیر تھے، مگر نماز کے وقت امامت کے لیے مولانا حسین احمد مرحوم مجھے آگے کر دیتے اور میری اقتداء میں نماز پڑھتے۔ حضرت مولانا احمد علی مرحوم امیر انجمن خدام الدین لاہور تمام مریدین کی نماز حضرت مولانا داؤد غزنوی مرحوم کی اقتدار میں نماز پڑھتے رہے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 114)

مولانا داؤد غزنوی کی پگڑی: سفید عمامہ باندھے ہوئے، بہت وجیہہ اور بارُعب سٹیج پر نمودار ہُوئے۔

مولانا غزنوی ہمارے مرشد ہم مرید (کرامت): ملک احمد بوڑھے آدمی تھے، دراز قامت اور وجیہہ تھے۔ بڑے نیک تھے۔ وہ حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ دو تین روز ہی میں مجھ سے مانوس ہو گئے تھے۔ میں نے باتوں باتوں میں ان سے پُوچھا: آپ اس خاندان کے حلقہ ارادت میں کیسے آئے؟ اُنہوں نے اس کا جواب ان الفاظ میں دیا:

> میں اٹھارہ سال کی عمر کا تھا۔ مجھے گنٹھیا کا مرض لاحق ہو گیا۔ والد نے بہت علاج کرائے مگر آرام نہیں آیا۔ کسی نے بتایا کہ امرتسر میں ایک بزرگ مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ رہتے ہیں، وہ دُعا کرتے ہیں اور لوگ صحت یاب ہو

> جاتے ہیں۔ اس زمانے میں گھوڑی کے سوا اس گاؤں سے امرتسر جانے کا کوئی ذریعہ نہ تھا، چنانچہ گٹھڑی کی شکل میں والد نے مجھے گھوڑی پر لادا۔ ہم امرتسر مسجد غزنویہ میں پہنچے تو فجر کی نماز ہو رہی تھی۔ والد نے مجھے اٹھایا اور مسجد کے صحن میں رکھ دیا۔ گھوڑی باہر باندھی اور خود وضو کر کے جماعت میں شریک ہو گئے جو بزرگ امامت کرا رہے تھے وہ اس درد وسوز سے قرآن مجید پڑھ رہے تھے کہ دل ان کی طرف کھنچا جاتا تھا۔ نماز کے بعد انھوں نے میری طرف دیکھا۔ اُدھر والد نے آگے بڑھ کر درخواست دعا کی۔ اُنھوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ جیسے جیسے وہ دُعا مانگ رہے تھے یوں احساس ہوتا تھا جیسے میرے جوڑوں کی بندش کھل رہی ہے۔ تین دن ہم وہاں رہے اور اللہ کے فضل سے میں تندرست ہو کر واپس آیا۔ اب جسمانی حالت کے ساتھ ہماری روحانی دنیا بھی بدل چکی تھی۔ اس کے بعد ہم اُن کے مرید تھے اور وہ ہمارے مُرشد۔ (سوانح داؤد غزنوی ص132)

دعا کی بدولت معاشی تنگی ختم ہو جانا (کرامت): حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے قبولیت دُعا کے سلسلے میں بہت سے واقعات عوام اوران کے عقیدت مندوں میں مشہور ہیں۔ اس ضمن کا ایک عجیب وغریب واقعہ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے بھی اور ایک مدراسی بزرگ عزیز اللہ صاحب (گھڑی ساز) نے بھی بیان کیا۔

عزیز اللہ صاحب 1958ء میں اپنے عزیزوں سے ملاقات کیلئے مدراس سے کراچی آئے۔ کراچی سے لاہور آئے اس سفر کا مقصد محض مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ اور ارکان جماعت سے مُلاقات تھا۔ وہ الاعتصام کے خریدار تھے۔ سیدھے دفتر میں آئے، اپنا نام اور پتہ بتایا۔ میں ان کے نام سے واقف تھا۔ بحیثیت مدیر ”الاعتصام“ وہ مجھ سے آشنا تھے۔ میں نے ان کو اعزاز سے بٹھایا اور مدراسی ہونے کیوجہ سے کھانے کے لیے مچھلی پیش کی۔ مولانا رحمہ اللہ اس روز لاہور سے باہر تشریف لے گئے تھے، میں نے مولانا رحمہ اللہ کے ساتھ ان کی عقیدت کی وجہ پوچھی، تو انہوں نے بتایا کہ ایک عرصہ ہوا مدراس سے دو آدمی چمڑے کی تجارت کے لیے امرتسر آئے ان کے ساتھ ایک مدراسی ملازم بھی تھا، جس کا نام اسماعیل تھا۔ اسماعیل فجر کی نماز روزانہ حضرت الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی اقتداء امامت میں ادا کرتا۔ ایک روز انہوں نے پُوچھا تم کون ہو؟ کہاں کے رہنے والے ہو؟ اور یہاں کیا کام کرتے ہو؟

اُس نے جواب دیا: میرا نام اسماعیل ہے، مدراس کا رہنے والا ہوں اور دو مدراسی سیٹھوں کے ساتھ ملازم کی حیثیت سے یہاں آیا ہوں۔ اس کی یہ بات سن کر امام صاحب رحمہ اللہ نے دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے۔ عزیز اللہ نے اور اس کے بعد مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے بتایا کہ اسماعیل کہا کرتا تھا۔ امام صاحب دعا مانگ رہے تھے اور مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا کہ گویا دولت میرے جھولی میں گر رہی ہے۔ نماز و دعا کے بعد واپس گھر گیا تو سیٹھوں نے کہا: اسماعیل! تُم بہت عرصے سے ہمارے ساتھ ہو، ہم نے تم کو دیانتدار، محنتی اور امین پایا ہے۔ لہٰذا ہم نے آج سے تمہیں اپنے کاروبار میں شریک کر لیا ہے اور تمہارا ایک خاص حصہ مقرر کر دیا ہے اپنے حصے کی رقم تُم نقد ادا نہیں کرو گے، بلکہ تمہارے حصے کے منافع سے وضع ہوتی رہے گی۔ اسکے بعد چند مہینوں میں وہ اس درجہ امیر ہو گیا کہ اسماعیل سے کاکا اسماعیل بن گیا۔ کاکا مدراس کی زبان میں سیٹھ کو کہتے ہیں۔

ننگے سر نماز پسند نہ فرماتے: ننگے سر نماز پڑھنا مولانا رحمہ اللہ کو ناگوار گزرتا تھا۔ اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔ ایک مرتبہ مسجد چینیاں والی میں بیٹھے تھے کہ ملک محمد رفیق جو اُن کے پُرانے عقیدت مند اور حلقہ مسجد چینیاں والی کے رہنے والے تھے، ان کی موجودگی میں مسجد میں آئے اور ننگے سر نماز پڑھنے لگے۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے، تو اُن کو بُلایا اور فرمایا: ملک صاحب! ایک بات عرض کروں؟ انہوں نے کہا: مولانا فرمایئے۔ کیا ارشاد ہے۔ کہا: ننگے سر نماز نہ پڑھا کریں۔

فقہی اختلاف کے باوجود احترام کرنا: نماز میں جمع تقدیم کے بھی وہ قائل نہ تھے۔ ان کا نقطہ نظر یہ تھا اور اس پر انھیں اصرار تھا جس نماز کا وقت نہیں ہوا، وہ کیوں پڑھی جائے۔ اس سلسلے کا ایک واقعہ قابل ذکر ہے: ایک مرتبہ تنظیم جماعت کے ضمن میں مولانا غزنوی رحمہ اللہ مولانا محمد اسماعیل

مرحوم اور مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ ضلع لاہور کے ایک قصبے موضع کھڈیاں گئے۔ میں بھی ساتھ تھا۔ نماز جمعہ وہاں پڑھی اور علاقے کے لوگوں کو خطاب کیا۔ وہاں سے چلے تو قصور پہنچے اور نماز مغرب قصور کی مسجد اہل حدیث میں ادا کی۔ فرض پڑھنے کے بعد مولانا غزنوی رحمہ اللہ تو حسب معمول وظیفے میں مشغول ہوگئے اور مولانا محمد اسماعیل مرحوم نے عشاء کی نماز پڑھنا شروع کردی۔ وظیفے کے بعد مولانا نے مولانا محمد اسماعیل صاحب رحمہ اللہ سے پوچھا آپ نے مغرب کی نماز کے بعد کیا پڑھا ہے؟ کہا: نماز عشاء فرمایا: کیوں؟ کہا مغرب کے ساتھ عشاء جمع کرتی ہے۔

فرمایا عشاء کا وقت تو ابھی نہیں ہوا۔ آپ نے قبل از وقت نماز کیوں پڑھی؟ لیکن مولانا اسماعیل صاحب رحمہ اللہ ان کا اس درجہ احترام کرتے تھے کہ بجائے اپنے حق میں دلائل دینے کے خاموش ہوگئے۔

کھانے پینے میں آداب کا خیال رکھنا:۔ آپ آداب اکل وشرب کے بھی بہت پابند تھے۔ فرمایا کرتے تھے کھانے پینے کے کچھ خاص آداب ہیں ان کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ مثلاً چلتے پھرتے کھانا یا راستے میں کھڑے ہوکر کھانا سخت معیوب ہے، اگر اپنے تعلق والے کسی شخص کو راستے میں ریڑھی یا دوکان پر کھڑا کھاتے ہوئے دیکھتے، تو اس کو سختی سے روک دیتے اور صاف الفاظ میں کہتے:

یہ حرکت تہذیب وثقافت اور متانت وسنجیدگی کے منافی ہے۔ یہ معقول آدمیوں کا شیوہ نہیں۔ (سوانح داؤد غزنوی ص135)

جماعتی انحطاط کی اہم وجہ ائمہ کی بے ادبی:۔ ائمہ کرام رحمہم اللہ کا ان کے دل میں انتہائی احترام تھا۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اسم گرامی بے حد عزت سے لیتے۔ ایک دن میں ان کی خدمت میں حاضر تھا کہ جماعت اہل حدیث کی تنظیم سے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ بڑے دردناک لہجے میں فرمایا: مولوی اسحاق! جماعت اہل حدیث کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی بددعا لے کر بیٹھ گئی ہے۔ ہر شخص ابوحنیفہ ابوحنیفہ کہہ رہا ہے۔ کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کہہ دیتا ہے۔ پھر اُن کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے یا زیادہ سے زیادہ گیارہ۔ اگر کوئی بہت بڑا احسان کرے تو وہ انہیں سترہ حدیثوں کے عالم گردانتا ہے۔ جو لوگ اتنے جلیل القدر امام کے بارے میں یہ نقطہ نظر رکھتے ہوں اُن میں اتحاد و یک جہتی کیوں کر پیدا ہوسکتی ہے۔ "یا عزبة العلم انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ" (سوانح داؤد غزنوی ص136)

اختلاف کے باوجود ادب واحترام برقرار رہنا:۔ مولانا رحمہ اللہ کی بیشمار خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ تھی کہ علمائے کرام کی بڑی تکریم کرتے اور ان کا نام ادب واحترام سے لیتے "الاعتصام" میں اختلافی اور مسلکی مضامین کی اشاعت کے سلسلے میں تاکید فرماتے کہ اسلوب تحریر مثبت ہونا چاہئے۔ کسی کی مخالفت خدمت دین نہیں ہے۔ اگر کسی صاحب علم کے فکری رجحانات سے عدم اتفاق کا اظہار ضروری ہو، تو اس کا نام عزت واحترام سے لیا جائے اور اس کی ذات کو حدف تنقید نہ بنایا جائے، بلکہ دائرہ بحث نقطا اصل مسئلے تک محدود رکھا جائے۔ اپنی اسی خوبی کی بناء پر ان کو علماء کے تمام حلقوں اور فقہی مکاتب فکر میں مقبولیت ومحبوبیت حاصل تھی۔

کشف قبور سے اعتراض کیونکر ہے:۔ ان کے رجحانات تصور اور میلانات فقہیہ کے بارے میں ان کے احساسات کس درجہ نازک تھے، اس کا اندازہ اس واقعہ سے کیجیے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا احمد علی مرحوم نے مجلس ذکر میں کشف قبور کے متعلق کچھ تجربات ومشاہدات بیان فرمائے اور کہا کہ قبر میں میت جن حالات سے دوچار ہو اس کا انہیں مشاہدہ ہوجاتا ہے، میں نے "الاعتصام" میں اس پر ایک شذرہ لکھا اور نہایت ادب سے شرعی نقطہ نظر کی روشنی میں چند سطور میں مولانا رحمہ اللہ کے نقطہ نظر سے اظہار اختلاف کیا۔ اس سے تیسرے یا چوتھے روز بعد مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: ایڈیٹر صاحب! میں نے مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ کے کشف قبور کے بارے میں آپ کا ادارتی نوٹ پڑھا۔ آپ یہ فرمائیے اگر مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ اتنے نیک ہوجائیں کہ انہیں کشف قبور ہونے لگے تو آپ کو کیا اعتراض ہے؟

ان چند الفاظ سے میرا مسئلہ حل ہو چکا تھا اور میرے پاس سوائے اس کے کوئی جواب نہ تھا کہ بلا تامل عرض کردوں کوئی اعتراض نہیں ہے

(سوانح داؤد غزنوی ص139)

حضرت لاہوری اور غزنوی رحمہما اللہ کے تعلقات:۔ مولانا غزنوی رحمہ اللہ کی عظیم خصوصیت یہ تھی کہ اُن کا ظرف بہت وسیع

تھا۔ انتہائی وسعت قلب کے مالک تھے اور ایک خاص مسلک فقہ کے پابند ہونے کے باوجود تعصبات سے اُن کا دل بالکل صاف تھا۔ اس کا اندازہ اس سے لگایئے کہ حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ عیدین کی نماز ہمیشہ ان کی اقتداء میں ادا فرماتے حالانکہ خود اُن کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ پھر نہ صرف مولانا غزنوی رحمہ اللہ کی موجودگی میں بلکہ ان کی غیر حاضری اور زمانہ اسارت میں بھی اُنھوں نے اپنے پورے حلقہ ارادت کے ساتھ منٹو پارک میں عیدین کی نمازیں پڑھی اور صف اول میں بیٹھے۔

مولانا احمد علی رحمہ اللہ سے ان کے تعلقات بہت گہرے تھے اور یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کی انتہائی تکریم کرتے تھے مشترکہ معاملات اور اسلام اور مسلمانوں کے عام مفاد کا کوئی مسئلہ سامنے آتا، تو مولانا غزنوی رحمہ اللہ یا تو خود ان کی خدمت میں تشریف لے جاتے یا ٹیلی فون پر رابطہ پیدا کرتے۔

مولانا احمد علی مرحوم کی وفات کی اطلاع ملی تو مولانا رحمہ اللہ نے نہایت حزن وملال کا اظہار کیا اور فرمایا آج دین کا ایک ستون گر گیا ہے اور میرے قریبی رفقاء میں ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے۔ جو کبھی پُر نہیں ہو سکے گا۔ ساتھ ہی فرمایا: اب ہم چند روز کے مہمان ہیں اور آہستہ آہستہ یہ دور ختم ہو جائے گا۔

مولانا احمد علی رحمہ اللہ کے جنازے پر آئے تو یہ عاجز ان کے ہمراہ تھا۔ راستے میں انہی کی زندگی کے واقعات بیان کر کے روتے رہے۔

مُفتی محمد حسن اور حضرت غزنوی رحمہما اللہ:۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے مکتب فکر سے متعلق حضرات سے بھی ان کے بہت مراسم تھے بالخصوص مولانا تھانوی رحمہ اللہ کے خلیفہ خاص مولانا مفتی محمد حسن مرحوم سے قلبی لگاؤ تھا مفتی صاحب مرحوم ایک ٹانگ سے معذور تھے، اس لیے ان کو گھر سے باہر نکلنے میں مشکل پیش آتی تھی، لیکن وہ اپنی اس معذوری کے باوجود مولانا رحمہ اللہ کے پاس آتے اور دونوں کے درمیان خاصی دیر تصوف اور دیگر مسائل پر سلسلہ گفتگو جاری رہتا۔

مولانا تو نماز عصر کے بعد ہفتے عشرے میں ایک دو مرتبہ بالعموم ان کے ہاں تشریف لے جاتے۔ مفتی صاحب رحمہ اللہ کا بھی اصل موضوع تصوف تھا اور مولانا رحمہ اللہ کا بھی۔ یہ دونوں بزرگ اکثر اسی موضوع سے متعلق گفتگو فرماتے تھے۔

مولانا سید ابوالحسنات مرحوم اور حضرت غزنوی رحمہما اللہ:۔ مولانا سید ابوالحسنات مرحوم بریلوی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے، لیکن جہاں تک مجھے معلوم ہے مسلکی تعصبات سے ان کا دل صاف تھا۔ تحریک ختم نبوت کے زمانے میں مولانا کی وساطت سے ان کو کسی حد تک قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ نماز کا وقت آتا، تو مولانا ان سے امامت کے لیے اصرار کرتے اور وہ مولانا سے۔ مجھے کئی دفعہ مولانا کے پیغام بر کی حیثیت سے اُن کی خدمت میں حاضر ہونے کا موقع ملا۔ وہ ان کا ذکر بہترین الفاظ سے کرتے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 145)

بزرگ کی آمد کا الہام ہونا: مولانا محی الدین رحمہ اللہ اتنے نیک تھے کہ جب وہ غزنی کے قریب پہنچے تو دادا صاحب رحمہ اللہ کو اللہ کی طرف سے بذریعہ الہام معلوم ہو گیا کہ ایک بزرگ ملاقات کے لیے آ رہے ہیں، چنانچہ وہ ان کے استقبال کے لیے گھر سے باہر نکلے اور جاتے ہوئے گھر میں کہہ گئے کہ پنجاب سے ایک بزرگ آ رہے ہیں، ان کے لیے کھانا تیار کرو اور اچھا کھانا تیار کرو (یہ لفظ بھی وہ دو تین بار کہتے) پھر ہنس کر کہتے: اچھا کھانا کیا ہو گا حلوا پکانے کو کہا ہو گا۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 147)

مولانا کہا کرتے تھے کہ مولانا محی الدین دُور سے آتے دکھائی دیئے تو دادا صاحب رحمہ اللہ احترام سے ان کی طرف بڑھے، انھیں گھر لائے خیر خیریت پوچھی، کھانا کھلایا اور باتیں کیں۔ ان سے نام پوچھا تو جواب دیا میرا نام محی الدین ہے۔ فرمایا اپنا نام عبدالرحمٰن رکھ لیجیے۔ مولانا عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ غالبا دو مرتبہ غزنی گئے اور حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے ارادت میں شامل ہوئے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 148)

جامعیت اور ہمہ گیری کا ثبوت: مفتی محمد حسن رحمہ اللہ، مولانا احمد علی رحمہ اللہ اور سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ ایسے بزرگوں کے ساتھ مولانا داؤد غزنوی مرحوم کے تعلقات ان کی شخصیت کی جامعیت اور ہمہ گیری کا بہت بڑا ثبوت ہیں۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 183)

امام اعظم کی گستاخی کا وبال: مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ اور مفتی محمد حسن رحمہ اللہ کی ملاقات میں بعض اوقات مُفتی محمد شفیع صاحب

رحمہ اللہ بھی شامل ہوتے تھے۔ مولانا داؤد غزنوی اور مفتی محمد شفیع صاحب رحمہما اللہ کے درمیان بھی گہرے روابط تھے۔ مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے مولانا داؤد غزنوی اور مُفتی محمد حسن رحمہما اللہ دونوں کی وفات کے بعد ایک محفل میں فرمایا تھا۔ اب میرا کراچی سے لاہور آنے کو جی نہیں چاہتا کیونکہ مجھے مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ اور مفتی محمد حسن رحمہ اللہ نظر نہیں آتے اور میں ان دونوں کی علمی گفتگوؤں سے محظوظ نہیں ہو سکتا۔ مفتی محمد حسن رحمہ اللہ نے ایک بار مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی ولایت کا ایک واقعہ سنایا۔ وہ واقعہ یوں تھا کہ امرتسر میں ایک محلّہ تلیلیاں تھا جس میں اہلحدیث حضرات کی اکثریت تھی۔ اس محلے کی مسجد اسی نسبت سے مسجد تلیلیاں والی کہلاتی تھی۔ وہاں عبدالعلی نامی ایک مولوی امامت و خطابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ وہ مدرسہ غزنویہ میں مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے پڑھا کرتے تھے ایک بار مولوی عبدالعلی نے کہا کہ ابوحنیفہ (رحمہ اللہ) سے تو میں اچھا اور بڑا ہوں کیونکہ اُنہیں صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں اور مجھے اُن سے کہیں زیادہ یاد ہیں۔

اس بات کی اطلاع مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کو پہنچی، وہ بزرگوں کا نہایت ادب واحترام کیا کرتے تھے اُنہوں نے یہ بات سنی تو اُن کا چہرہ مبارک غصے سے سرخ ہو گیا۔ اُنھوں نے حکم دیا کہ اس نالائق (عبدالعلی) کو مدرسے سے نکال دو۔ وہ طالب علم جب مدرسے سے نکالا گیا تو مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ نے فرمایا: مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ شخص عنقریب مرتد ہو جائے گا۔

مفتی محمد حسن رحمہ اللہ راوی ہیں کہ ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ وہ شخص مرزائی ہو گیا اور لوگوں نے اُسے ذلیل کر کے مسجد سے نکال دیا۔

اس واقعے کے بعد کسی نے امام صاحب مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے سوال کیا حضرت! آپ کو یہ کیسے علم ہو گیا تھا کہ وہ عنقریب کافر ہو جائیگا۔

فرمانے لگے کہ جس وقت مجھے اس کی گستاخی کی اطلاع ملی اُسی وقت بخاری شریف کی یہ حدیث میرے سامنے آ گئی کہ:

"من عادى لي وليًا فقد اذنته بالحرب" (جس شخص نے میرے کسی دوست سے دشمنی کی تو میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں)

میری نظر میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ولی اللہ تھے جب اللہ کی طرف سے اعلان جنگ ہو گیا، تو جنگ میں ہر فریق دُوسرے کی اعلیٰ چیز کو چھینتا ہے۔ اللہ کی نظر میں ایمان سے اعلیٰ کوئی چیز نہیں اس لیے اس شخص کے پاس ایمان کیسے رہ سکتا تھا۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 192)

مفتی صاحب اور حضرت غزنوی کے خوشگوار لمحات: (ا) ایک دفعہ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ والد صاحب کے پاس تشریف لائے۔ اُن کے سامنے چائے رکھی گئی۔ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے کسی وجہ سے کچھ دیر توقف فرمایا تو والد صاحب نے کہا:

آپ چائے پیتے کیوں نہیں؟ پھر مُفتی صاحب نے کہا: دیکھیے میں نے یہ نہیں کہا کہ آپ چائے پیئیں کیونکہ اس صورت میں مطلب یہ ہوتا ہے کہ دراصل چیز تو میری ہے لیکن آپ حاصل کر سکتے ہیں اور پہلی صورت میں مفہوم یہ ہے کہ چیز آپ ہی کا حصہ ہے پھر آپ استعمال کیوں نہیں کرتے؟

اس نکتے پر مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے ذُو معنیین بات کہی فرمایا: واہ مُفتی صاحب یہ آپ ہی کا حصہ ہے۔

ایک زمانے میں مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ حضرت مولانا اشرف علی تھانوی علیہ الرحمہ کی تفسیر نہایت شوق سے پڑھا کرتے تھے۔ اُن دنوں وہ جب کبھی مفتی صاحب رحمہ اللہ سے ملنے تشریف لاتے تو اُس تفسیر کے بارے میں اپنے خوشگوار تاثرات بیان فرماتے تھے۔ ایک روز فرمانے لگے کہ مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی تفسیر کے مطالعے کے دوران بعض اوقات میرا جی چاہتا ہے کہ میں اُن کا کوئی فقرہ یا لفظ بدل دوں لیکن آخر غور وخوض کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچتا ہوں کہ وہاں وہی فقرہ یا لفظ ٹھیک بیٹھتا ہے۔

یہ بات سن کر مفتی صاحب رحمہ اللہ نے جواب میں کہا: یہ فہم بھی آپ ہی کو عطاء ہوا ہے یہ بھلا کس کس کو نصیب ہے۔

مولانا غزنوی رحمہ اللہ اور حضرت مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ کی مُلاقاتوں کا مقصد زیادہ تر ایمان تازہ کرنا اور آخرت کی یاد تھا۔

مفتی صاحب رحمہ اللہ کا ذکر اللہ میں استغراق: (۲) (مفتی صاحب کے بیٹے کے بیان فرمودہ واقعات) والد صاحب اکثر مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے: مجھے مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی بیباکی اور دلیری بہت پسند ہیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ کوئی بات ہو تو میں اُن سے کہہ دوں اور وہ آگے لوگوں تک پہنچا دیں کیونکہ انکی تقریر کا انداز بہت واضح اور دل نشین ہے۔ بات انکے دل سے نکلتی ہے اور دلوں میں جاگزیں ہو جاتی ہے۔

مفتی صاحب رحمہ اللہ اور مولانا داؤد غزنوی رحمہما اللہ دونوں میں اس قدر بے تکلفی تھی کہ وہ ایک دوسرے سے اپنی باتیں چھپاتے نہیں تھے۔ جب مفتی صاحب کی ٹانگ آپریشن کے ذریعے کاٹ دی گئی تو ایک روز مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ والد صاحب کی عیادت کے لیے ہسپتال میں تشریف لائے۔ وہاں مولانا سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ پہلے سے موجود تھے انہوں نے مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کو یہ واقعہ سنایا کہ مفتی صاحب رحمہ اللہ نے آپریشن کے وقت بے ہوشی کا ٹیکہ لگوانے سے انکار کر دیا تھا اور ڈاکٹروں سے کہا تھا کہ آپ لوگ اپنا کام کریں میں اپنا کام کروں گا اور وہ کام یہ تھا کہ مفتی صاحب رحمہ اللہ اس وقت اللہ کی یاد میں محو ہو گئے تھے۔

اس موقع پر مُفتی صاحب رحمہ اللہ نے بتایا کہ آپریشن کی رات بھی اُن کی نماز تہجد فوت نہیں ہوئی تو مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ یہ سن کر آبدیدہ ہو گئے۔

عطاء کردہ خاص وظیفہ:۔ (۳) گزشتہ سال میری والدہ حج کے لیے تشریف لے گئیں۔ وہاں ایک روز مدینہ منورہ میں ایک وظیفے کے سلسلے میں مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے بتایا تھا اور کہا تھا کہ صبح کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان یہ چالیس بار پڑھنا چاہیے وہ وظیفہ یہ تھا۔

"یاحی یا قیوم لا الہ الا انت برحمتك استغیث"

یہ واقعہ سن کر مجھے خیال آیا کہ مولانا داؤد غزنوی اور والد صاحب رحمہما اللہ کے درمیان اکثر تبادلہ اذکار بھی ہوا کرتا تھا۔

الفاظ درود میں زیادتی: (۴) میرے والد صاحب نے ایک موقع پر مجھے یہ واقعہ سنایا کہ ایک دن مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ آئے اور کہنے لگے: میں درود شریف پڑھتا ہوں تو اُس کی عظمت بڑھانے کے لیے کچھ اور کلمات اس میں شامل کر لیتا ہوں۔ سوچتا ہوں کہ یہ بے ادبی یا سنت کی خلاف ورزی تو نہیں؟

یہ بات ہو رہی تھی کہ اچانک مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ تشریف لے آئے مُفتی صاحب رحمہ اللہ نے اُنہیں مخاطب ہو کر کہا۔ آیئے مولانا! اس وقت آپ کی ضرورت پڑ گئی پھر انہیں مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کا سوال سنایا۔ مولانا ادریس صاحب رحمہ اللہ نے کہا۔ اس میں کوئی اشکال نہیں اور قرآن کی اس آیت سے استنباط فرمایا کہ "یایھا الذین امنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما"

اس میں صلوا اور سلمو کے صیغے مطلق ہیں اس اطلاق میں یہ خاص شکل بھی شامل ہے۔

مُفتی صاحب رحمہ اللہ نے یہ بات سنی تو فرمایا: جزاک اللہ! آپ نے خوب جواب دیا۔ (سوانح داؤد غزنوی ص195)

بے تعصبی اور وسعت مسلک:۔ (۵) مولانا داؤد غزنوی، مفتی محمد حسن اور مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہم اللہ کسی محفل میں یکجا ہوتے تو گفتگو میں مزید شگفتگی پیدا ہو جاتی تھی۔ مولانا ادریس صاحب اپنے ضعف جسمانی کے باعث دو سجدوں کے درمیان ذرا وقفہ کرتے تھے مولانا داؤد ایک بار یہ صُورت دیکھ کر فرمانے لگے: مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ "قولاً حنفی ہیں لیکن عملاً اہلحدیث ہیں"۔

مُفتی صاحب رحمہ اللہ نے اس بات سے محظوظ ہو کر کہا: کیوں نہ ہوں حدیث کے اُستاد ہیں۔

اس سے آپ ان بزرگوں کی بے تعصبی اور وسعت مسلک کا اندازہ کر سکتے ہیں! (سوانح داؤد غزنوی ص196)

اُنسیت ذکر اور حضرت تھانوی کا جواب:۔ (۶) ایک دفعہ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ فرمانے لگے: میں جب ذکر الٰہی میں مشغول ہوتا ہوں تو کبھی جی چاہتا ہے کہ وہ درود پڑھوں اور کبھی جی چاہتا ہے کہ بعض دوسرے اذکار میں سے کچھ پڑھوں۔ اس سلسلے میں انسب کیا ہے؟

مُفتی صاحب رحمہ اللہ نے کہا: یہ سوال ایک بار میرے دل میں بھی پیدا ہوا تھا اور میں نے حضرت تھانوی رحمہ اللہ کو لکھا کہ آپ نے مجھے جو وظیفہ بتایا تھا، اُس سے فراغت کے بعد کبھی میرا جی چاہتا ہے کہ فلاں ذکر کروں اور کبھی جی میں آتا ہے کہ فلاں ذکر کروں اس سلسلے میری رہنمائی فرمایئے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ نے جواب میں لکھا:

یہ سب دسترخوان باطنی کے کھانے ہیں جب ایک میز پر بہت سے کھانے پڑے ہوئے ہیں تو اُن میں ترتیب قائم نہیں کی جا سکتی۔ ایسے

ہی اوراد واذکار میں طبیعت کے مطابق عمل کیا جا سکتا ہے۔

مولانا داؤد رحمہ اللہ یہ بات سن کر بولے: جزاک اللہ! آپ نے میرے دل سے بڑا بوجھ اُتار دیا۔

اصل صوفی اہلحدیث کو ہونا چاہیے:۔ (۷) ایک بار مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ تشریف لائے تو فرمانے لگے:

مُفتی صاحب رحمہ اللہ! تصوف کے بارے میں کوئی اچھی کتاب بتایئے۔

مُفتی صاحب رحمہ اللہ نے کہا: آپ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی کتاب "تعلیم الدین" دیکھ لیجیے مولانا داؤد رحمہ اللہ نے بازار سے کتاب منگوائی تو اُس میں تصوف کا باب شامل نہیں تھا۔ اس پر مُفتی صاحب رحمہ اللہ نے انہیں اپنا نسخہ دے دیا اور فرمایا:

میں سمجھتا ہوں کہ اصلی صوفی تو اہلحدیث کو ہونا چاہئے کیونکہ احادیث کی کتابوں میں حسد، کینہ، کبر، غضب وغیرہ کے ابواب آتے ہیں جن میں ان بد عادات سے اجتناب کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس کے برعکس فقہ کی کُتب میں ایسے ابواب نہیں ہیں۔

اس موقع پر مُفتی صاحب رحمہ اللہ نے مولانا کو مخاطب کر کے فرمایا: مولانا! آپ کو دیکھ کر میرا جی بہت خوش ہوتا ہے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 201)

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب کا مکتوب گرامی:۔ (خلیفہ اجل حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ)

کرم فرمائے محترم مولانا ابوبکر غزنوی دام مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ گرامی نامہ سے مشرف فرمایا۔ تعمیل حکم کیلئے چند سطریں لکھی ہیں اور واقعہ یہ ہے کہ دل کا داعیہ بہت کچھ لکھنے کا تھا، مگر معذور ہو گیا اسی کو قبول فرما کر ممنون فرمائیں۔ والسلام: بندہ محمد شفیع ۱۸\۲\۱۳۹۳

حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی ذات گرامی سے احقر کا تعارف تو بہت قدیم سے تھا لیکن 1368ھ 1948ء میں ہجرت پاکستان کے بعد سے مسلسل ملاقاتوں اور بہت سے دینی کاموں میں رفاقت کا شرف اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ مولانا کو قریب سے دیکھا۔ اُن کے جن علمی واخلاقی فضائل وکمالات کا مشاہدہ ہوا افسوس ہے کہ اپنی طویل علالت اور ضعف عمر کے سبب اب یہ ناکارہ اُن میں سے کوئی حصہ بھی لکھنے پر قادر نہیں۔

اس وقت صرف چند جملے لکھنے پر اکتفاء کرتا ہوں کہ احقر نے حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کو علمی کمالات کے علاوہ عملی اور اخلاقی کمالات سے بہت آراستہ پایا۔ وہ ایک باخدا بزرگ تھے۔ اہلحدیث ہونے کے باوجود ائمہ مجتہدین اور علمائے سلف صالحین (رحمہم اللہ) کا احترام وعقیدت اُن کے قلب میں ان حضرات کے مقلدین سے کم نہ تھا۔ حنفی علماء سے روابط اور تعلقات بہت گہرے تھے۔ اُنھوں نے اپنے عمل سے اجتہادی اختلافات کی حدود لوگوں کو اچھی طرح بتلا دی تھیں۔ وظائف ونوافل کے پابند تھے۔

امام ابن تیمیہ کا وظیفہ:۔ ایک مرتبہ فرمایا حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ صبح کی نماز کے بعد چالیس مرتبہ یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ "یاحی یا قیوم لا الہ الا انت برحمتك استغیث اصلح لی شانی کله ولاتکلنی الی نفسی طرفة عین"

جب سے احقر نے اُن سے سنا تھا الحمدللہ احقر کا بھی معمول بن گیا۔ حضرت مولانا کا تذکرہ اور اتنی سی مختصر بات پر اکتفاء کرنا پڑا اس کا قلق محسوس کر رہا ہوں۔

دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ حضرت مرحوم کو جنت کے درجات عالیہ سے سرفراز فرمائیں اور اُن کے علوم اور دار العلوم کو اُن کا صدقہ جاریہ بنا دیں۔ بندہ محمد شفیع خادم دار العلوم کراچی ۱۸ جمادی الثانیہ ۱۳۹۳ھ۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 210)

مولانا عبداللہ غزنوی کے بارے میں علماء کی رائے:۔ شیخ شمس الحق ڈیانوی رحمہ اللہ "غایۃ المقصود" کے مقدمے میں حضرت

عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی مدح و توصیف میں یوں لکھتے ہیں: "انه كان في جميع احواله مستغرقافي ذكرالله عزو جل حتى ان لحمه وعظامه واعصابه واشعاره و جميع بدنه كان متوجهاالى الله تعالى فانيافى ذكره عزوجل "

وہ ہر وقت ہر حالت میں خُدائے بزرگ و برتر کے ذکر میں ڈوبے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ اُن کا گوشت، اُن کی ہڈیاں، اُن کے پٹھے اور اُن کا ہر ہر بن مُو اللہ کی طرف متوجہ تھا۔ اللہ عزوجل کے ذکر میں فنا ہو گئے تھے۔

نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ " تقصار من تذكار جيودالاحرار " میں حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

''چرخ اگر ہزار چرخ زند مشکل کہ چنیں ذات جامع کمالات بروئے ظہور آرد ہم محدث بود و ہم محدث''

آسمان اگر ہزار بار بھی گردش کرے تو مشکل ہے کہ اب ایسی جامع کمالات ہستی معرض وجود میں آئے۔ وہ محدث بھی تھے اور اللہ سے ہمکلامی کا شرف بھی انہیں حاصل تھا۔

حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے فرزند حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ جو آپ رحمہ اللہ کے ساتھ دن رات سفر اور حضر میں رہے اور جنہیں آپ رحمہ اللہ کو بہت قریب سے دیکھنے کا شرف حاصل ہوا اُن کے بارے میں یُوں رقمطراز ہیں:

"عابد كثير الذكر رجاع الى الله المتذلل له الخاشع الخاضع الورع المتضرع المتبرع المتوضع المبتهل الحنيف المبتّل الى الله الكامل البارع الملهم المحدّث المخاطب المخلص الصديق الكريم الجوادالا واه الحليم المتوكل المنيب الصابر القانت لم تاخذه في الله لومة لائم قط"۔ (مخطوطہ حضرت الامام سید عبدالجبار غزنوی ص ۱)

عبادت گزار، بہت ذکر کرنے والے، اللہ کی طرف بہت رجوع کرنے والے، اس کے سامنے بہت جھکنے والے اور خشوع و خضوع کرنے والے تھے۔ گناہوں سے بچنے والے اللہ کے حضور میں گریہ وزاری کرنے والے بہت صدقہ و خیرات کرنے والے عاجزی کرنے والے سب سے کٹ کر اللہ ہی کی طرف متوجہ ہونے والے اور اسی سے دُعا و التجاء کرنے والے تھے۔ مرد کامل اور یکتائے روزگار تھے، اللہ کی طرف سے الہام و خطاب سے نوازے جاتے تھے اور اس کی ہم کلامی کا شرف انہیں حاصل ہوتا تھا۔ وہ اللہ کے لیے خالص کر لیے گئے تھے۔ بہت سچے بزرگ اور سخی تھے۔ بڑے دردمند، بُردبار اللہ پر بھروسہ کرنے والے، اس کی طرف رجوع کرنے والے مصیبتوں پر صبر کرنے والے، اور ملامت انہیں اللہ کی راہ سے قطعاً نہ روک سکتی تھی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت ساری کائنات سے زیادہ:۔ آپ رحمہ اللہ کے والدین نے آپ کا نام محمد اعظم رکھا تھا۔ آپ نے اپنا نام عبداللہ رکھ لیا۔ آپ فرماتے تھے۔ ''محمد کہ اعظم از کائنات افضل از مخلوقات است ہماں رسول اللہ ہست تسمیہ ما عبداللہ خوب است''۔ (مخطوطہ۔ میاں صاحب)

''محمد'' کا اسم گرامی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کو زیبا ہے جو ساری کائنات سے زیادہ عظمت رکھنے والے اور تمام مخلوقات سے افضل ہیں میرا نام عبداللہ ہی بہتر ہے۔

امام صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ عبداللہ نام آپ نے اس لیے رکھ لیا تھا کہ اس نام میں خُدا کی الوہیت اور بندے کی عبودیت کا اظہار اور رفروتنی کا اقرار ہے۔

آپ کے جد اعظم محمد شریف رحمہ اللہ ولی کامل تھے۔ ان کا مزار مرجع خلائق تھا۔ حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے والد بزرگوار اور جد امجد کا شمار بھی اولیائے و صُلحائے اُمت میں ہوتا تھا۔ پس ہم کہہ سکتے ہیں کہ آپ کریم ابن الکریم ابن الکریم تھے۔ آپ اور آپ کے آبا وٴاجداد سب اقلیم فقر کے فرمانروا تھے۔ سب نشۂ درویشی سے سرشار تھے اور مال و جاہ دنیوی سے یکسر بے نیاز تھے۔ ایک خط میں لکھتے ہیں:

''صاحبا! فقیر و فقیر زادہ ام و غریب زادہ...... عاجزی اور گمنامی و خاکساری کار ما است و گوشہ نشینی و زاویہ گزینی شعار ما است''

(مکاتب غیر مطبوعہ بحوالہ سوانح داؤد غزنوی ص 220)

بذریعہ الہام رہنمائی:۔ آپ فرماتے تھے، مجھے اُن دنوں الہام ہوا کہ حضرت شیخ حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ سے رجوع کرو۔

غزنی سے قندھار تک کا راستہ کافی طویل ہے اور اس زمانے میں تو سخت دشوار گزار بھی تھا۔

باطنی آنکھ سے پیشانی پڑھ لینا:۔ اس زمانے میں بعض اہل اللہ آپ رحمہم اللہ سے فرماتے ،تمہاری پیشانی میں ہم ایک نور دیکھتے ہیں۔ دیکھو علمائے سوء کی صحبت میں رہ کر اپنے دل کو خراب نہ کر لینا۔ اور تمام لوگ کیا خواص کیا عوام بچپن ہی میں اُن کی للّٰہیت اور پرہیز گاری پر حیرت زدہ تھے جب آپ جوان ہوئے تو آپ کو عنایت ربانی اور جذب غیبی نے پالیا اور اللہ کے سوا ہر چیز سے بیزار ہو گئے اور اپنے رب کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو گئے۔ آپ نے خلوت اختیار کر لی اور لوگوں سے کنارہ کش ہو گئے۔ حضور دائمی اور پاس انفاس جو مرتبہ احسان سے عبارت ہے یکا یک آپ کو عطا کیا گیا اور آپ مرجع خلائق ہو گئے۔

ابتدائے سلوک میں گوشہ نشینی کا ذوق:۔ ابتدائے سلوک میں آپ پر جذب اس قدر غالب تھا کہ مخلوق سے گُریزاں تھے سب رشتہ داروں اور دوستوں سے الگ تھلگ خوبجہ بلال پہاڑ میں جہاں کسی شخص کی رہائش نہ تھی اقامت اختیار کر لی۔

صحبت اور لباس کا لوگوں پر اثر:۔ بعض لوگ محض آپ کی صحبت میں بیٹھنے سے اور بعض صرف آپ کی زیارت سے صاحب حال ہو گئے اور اُن پر روحانی کیفیات طاری ہو گئیں۔ حضرت کے لباس سے بھی استفادہ کرنے والوں کو فیض حاصل ہوا۔ ایک طالب علم محض پوستین اُٹھانے سے وجد میں آ گیا۔ اسی وجہ سے وہ طالب علم مرید پوستین کے نام سے مشہور ہوا۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 223)

نفی اثبات کے ذکر کے جمادات پر اثرات:۔ دُور دراز علاقوں سے علماء اور مشائخ آپ رحمہ اللہ سے فیض حاصل کرنے کیلئے حاضر ہوتے اور جب "سُبحان اللہ" اور "لا الہ الا اللہ" کا ورد کرتے تو جمادات بھی آپ کے ساتھ باآواز بلند تسبیح و تہلیل کرتے اور وجد اضطراب میں آ جاتے۔

الہام اور خواب میں مستقل رہنمائی:۔ افغانستان میں اس وقت عوام اور خواص بدعات اور مشرکانہ رسوم میں مبتلا تھے حتیٰ کہ علماء و مشائخ بھی بدعات اور رسوم کو دین سمجھتے تھے۔ آپ رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے کبھی الہام کے ذریعے اور کبھی خواب میں ان بدعات سے سخت روکا جاتا اور کتاب و سنت کی ترغیب دی جاتی۔ آپ رحمہ اللہ حیران تھے کہ اس ملک میں جہاں علوم کتاب و سنت کا نام و نشان تک نہیں اور نہ کتاب و سنت کا مواد موجود ہے یہ کام مجھ سے کیونکر سر انجام پائے گا؟ جب آپ کو یہ خیال آتا تو آپ کو الہام ہوتا "ونیسرك لليسرى" بس آپ نے اتباعِ سنت پر کمر باندھی اور بدعتوں اور مشرکانہ رسموں کے خلاف آواز بلند کی اور علوم کتاب و سنت کی طرف متوجہ ہوئے۔ چونکہ اللہ عزوجل آپ کی تربیت کرنے والے تھے۔

سلاسل اُویسیہ ،نقشبندیہ، بنوریہ میں خلافتیں:۔ قندھار کے قاضی القضاۃ قاضی غلام نے ملا سعد الدین مقری کو ایک خط لکھا جس میں ملا کتہ کی شکایت کی اور حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے اوصاف حمیدہ کا یوں ذکر کیا:

حقائق و معارف آگاہ موفق من عنداللہ قائدالخلق الی صراط اللہ محی السنہ وقاطع البدعة میاں محمد اعظم کے حق میں یہ کہنا بجا اور درست ہے: "مملوٌ بالسنة من الفرق الی القدم" (یہ انسان سر سے پاؤں تک سُنت میں ڈوبا ہوا ہے)

اُنہوں نے سیر و سلوک باطن میں نسبت اویسی حاصل کرنے کے بعد محض اللہ تعالیٰ کی عنایت سے طریقہ نقشبندیہ میں قدم رکھا اور اس طریقہ کے سیر و سلوک کی تکمیل کی اور اس میں مجاز ہوئے۔ اس کے بعد سید آدم بنوری قدس اللہ سرہ کے طریق کا بھی اکتساب کیا اور سلسلہ بنوریہ میں بھی مجاز ہوئے مختصر یہ کہ میاں محمد اعظم کا ظاہر تقویٰ اور شریعت مصطفوی ﷺ کے زیور سے آراستہ ہے اور اُن کا باطن اہل صفا کے احوال و مقامات سے مزین ہے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 225)

مقابلے کے وقت کرامت کا ظہور:۔ آپ رحمہ اللہ کی کرامتوں میں سے ایک کرامت تھی کہ اُن تمام عُلماء نے اعتراف کر لیا کہ وہ غلطی پر ہیں اور مان لیا کہ آپ حق پر ہیں حالانکہ مقابلے کے وقت ایسا اقرار علماء کے لیے بہت مشکل ہوتا ہے۔ دوسرے علاقوں کے علماء نے یہ ماجرا سنا تو وہ بھی ایسے خائف ہوئے کہ حضرت کے ساتھ گفتگو اور مباحثے کے لیے تیار نہ ہوئے۔

مریدین کو سخت تکلیف کا سامنا:۔ جب ناوہ کے علمائے سوء کو معلوم ہوا کہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ یاغستان کے پہاڑی علاقے

میں بے یار و مددگار پڑے ہیں تو سینکڑوں آدمیوں کو ساتھ لے کر آپ پر حملہ آور ہوئے آپ کے گھروں کو جلا دیا اور آپ کے بعض مریدوں کو زخمی کر دیا مگر آپ اور آپ کے اہل و عیال کی اللہ تعالیٰ نے ایسی حفاظت کی کہ وہ سب اپنے دشمنوں سے سلامت نکل آئے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص228)

غار میں دشمن کی ہلاکت کا الہام:۔ اخراج کا حکم نامہ یکا یک ملنے پر آپ حیران تھے کہ کس طرف جائیں، جنگل کی ایک غار میں چھپ گئے اور کچھ مدت وہیں پوشیدہ رہے۔ اُنہی دنوں آپ کو الہام ہوا: ”فقطع دابر القوم الذين ظلموا والحمد لله رب العالمين“

(پس جن لوگوں نے ظلم ڈھایا تھا ان کی جڑ کاٹ دی گئی ہے اور حمد و ستائش اللہ ہی کیلئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے)

اُسی زمانے میں امیر شیر علی خان کا تختہ اُلٹ دیا گیا۔ وہ ذلیل و نامراد ہوا اور اُس نے ہرات میں جا کر پناہ لی۔ (سوانح داؤد غزنوی 229)

اشاعت دین کے الہامات:۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ مجھ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ میں کتاب و سنت کو جاری کروں۔ مجھے بار ہا الہام ہوا ہے: ”یا عبدی هذا كتابي وهولاء عبادي فاقرأ كتابي على عبادي“

(اے میرے بندے! یہ میری کتاب ہے اور یہ میرے بندے ہیں پس تو میری کتاب میرے بندوں کو پڑھ کر سنا۔ اور یہ بھی الہام ہوتا ہے: ”ولئن اتبعت اهواء هم بعد الذي جاءك من العلم مالك من الله من ولي ولا نصير“

(اگر تُو نے اُن کی خواہشوں کی پیروی کی، اُس علم کے بعد جو تیرے پاس آ چکا ہے تو کوئی حامی اور مددگار تجھے اللہ کی سرزنش سے نہ بچا سکے گا۔ (سوانح داؤد غزنوی ص230)

انتقال پر ملال:۔ آخری عمر میں ضروری بات کے سوا کوئی بات نہ کرتے تھے۔ ہر وقت اللہ ہی کی طرف متوجہ رہتے تھے۔ تسبیح و تحمید اور دُعا کے سوا آپ کا کوئی دوسرا شغل نہ رہا تھا یہاں تک کہ آپ ربیع الاول ۱۲۹۸ء بمطابق ۱۸۷۹ء میں آدھی رات کے وقت اپنے اللہ سے جا ملے اور زوال کے بعد ظہر کی نماز سے پہلے دفن کیے گئے۔ آپ رحمہ اللہ کا مزار شہر امرتسر میں دروازہ سلطان ونڈ کے بارے عبدالصمد کاشمیری کے تالاب کے کنارے پر ہے۔

امام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کا مسند خلافت پر متمکن ہونا:۔ حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے واصل حق ہونے کے بعد اُن کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا عبداللہ بن عبداللہ اُن کے خلیفہ مقرر ہوئے۔ آپ تھوڑا عرصہ زندہ رہے۔ ان کی وفات کے بعد اُن کے صاحبزادہ اور بندۂ عاجز کے جد امجد حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔

صاحب ”نزهة الخواطر“ ان کے بارے میں یُوں رقمطراز ہیں: وہ ۱۲۶۸ھ میں غزنی میں پیدا ہوئے اور حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے مدتوں روحانی اور علمی فیض حاصل کیا۔ اللہ کا ذکر بڑی باقاعدگی اور یکسوئی سے کرتے اور ذکر کے دوران اُن پر بڑی کیفیت طاری ہوتی تھی۔ میں نے امرتسر میں اُن کی کئی بار زیارت کی۔ فتوے دیتے وقت وہ کسی معین فقہی مسلک کا التزام تو نہ کرتے تھے لیکن ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ سے سُوئے ظن نہ فرماتے تھے اور اُن کا ذکر ہمیشہ اچھے الفاظ میں کرتے۔ جمعۃ الوداع رمضان کے مہینہ 1331ھ میں وفات پائی۔ (سوانح داؤد غزنوی ص235)

مولانا عبداللہ غازی پوری کا مبارک خواب:۔ مولانا عبداللہ غازی پُوری رحمہ اللہ خود فرماتے ہیں:

میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مقام پر ہجوم بہت ہے۔ لوگ جوق در جوق چلے آ رہے ہیں۔ کسی نے کہا سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں۔ لوگ آپ ﷺ سے شرف مصافحہ حاصل کر رہے ہیں۔ ایک صاحب اس بھیڑ سے باہر نکلے۔ میں نے پوچھا: کیا آپ نے مصافحہ کر لیا ہے؟۔ انہوں نے کہا جی ہاں!۔ میں نے کہا: از راہ کرم مجھے اپنا وہ ہاتھ دے دیجیے میں بھی مشرف ہو جاؤں اور برکت حاصل کر لوں۔ وہ صاحب کہنے لگے: تم خود ہمت کر کے آگے بڑھو، اس ہجوم سے نہ گھبراؤ اور مصافحہ کا شرف حاصل کرو۔ اُن کے ہمت دلانے پر میں آگے بڑھا اور حضور اکرم ﷺ سے بلا واسطہ مصافحہ کا شرف حاصل کیا۔ جن صاحب نے مجھے ہمت دلائی تھی میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور میں بہت مسرور تھا۔ بیدار ہُوا تو وہی مسرت اور کیفیت دل میں باقی تھی۔ (سوانح داؤد غزنوی ص241)

مقام فنا فی الرسول ﷺ:۔ لوگ سمجھتے ہیں میں بیماری کی وجہ سے روتا ہوں۔ حضور ﷺ کی محبت کا آج کل مجھ پر شدید غلبہ ہے۔ اُن

کی ذات گرامی میرے دل و دماغ پر چھا گئی ہے۔ یہ فقرے بڑی مشکل سے انہوں نے پورے کیے اور دھاڑیں مار مار کر رونے لگے۔ درود شریف ان دنوں کثرت سے پڑھتے تھے۔ مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمہ اللہ کے نعتیہ کلام پر ایک دن بہت دیر گفتگو کرتے رہے میں نے مولانا جامی رحمہ اللہ کی نعت کا مطلع پڑھا۔

نسیم الصبح زرمنی ربی نجد وقبلہا که بونے دوست مے آیدازاں پاکیزہ منزلہا

اے بادِ نسیم میری طرف سے نجد کے ٹیلوں کے پاس جا اور انہیں بوسے دے کہ اُن مقدس جگہوں سے دوست کی مہک آتی ہے

چہرے کا رنگ بدل گیا اور آنکھیں نم آلود ہوگئیں۔ باقی شعر پڑھنے کی ہمت مجھے نہ ہوئی۔

آخر عمر تک ٹوپی کا استعمال فرمانا:۔ ہسپتال ایمبولینس کار میں سٹریچر پر گئے چلنے سے پہلے شیروانی پہنی، سر پر ٹوپی رکھی ہاتھ میں چھڑی لی چھڑی سمیت سٹریچر پر لیٹ گئے۔ یہ وضع داری وہ آخری دن تک نبھاتے رہے تعجب ہوتا تھا کہ اتنی لمبی بیماری کاٹنے کے باوجود اُن کے مزاج میں چڑچڑاپن پیدا نہیں ہوا بلکہ حلم اور مزاج کا دھیما پن روز بروز بڑھتا گیا۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 274)

تصوف میں منجھا ہوا موقف:۔ فقہ اور تصوف کے بارے میں اُن کا موقف بہت منجھا ہوا تھا۔ فقہائے کرام کی خدمات کا اعتراف کرتے تھے اور اُن کا نام ادب سے لیتے تھے تمام سلاسل کے مشائخ کا ذکر عقیدت اور محبت سے کرتے تھے اور اُن کی شان میں گستاخی موجب حرماں سمجھتے تھے اور کبھی فرماتے۔ ”اہل اللہ کی شان میں گستاخی سدہ مجاری فیض ہے“۔

تفسیر، حدیث اور فقہ کے علاوہ تصوف کی کتابوں پر بھی خوب نظر تھی۔ ”رسالہ قشیریہ“ ”التعرف لمذهب اهل التصوف“ ”کیمیائے سعادت“ ”احیائے علوم“ ”مثنوی مولانا روم“ ”کشف المحجوب“ ”مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ“ ان سب کتابوں کا مطالعہ بالاستیعاب کیا تھا۔ حضرت مجدد صاحب علیہ الرحمہ سے انہیں خاص عقیدت تھی۔ آخری بار قید کا زمانہ مکتوبات ہی کے مطالعہ میں بسر ہوا۔ فرماتے تھے: تصوف میں میرے امام شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ ہیں۔

ایک دن یہ بھی فرمایا: شریعت کا وہ حصہ جو تزکیہ باطن سے متعلق ہے اصطلاحاً تصوف کہلاتا ہے۔ شریعت سے ہٹ کر کسی تصوف کا میں قائل نہیں ہوں۔

حلول، اتحاد، وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں فرق خوب مزے لے لے کر بیان کرتے تھے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 284)

امام صاحب کا ذوق عبادت:۔ ان کی شخصیت کے بعض پہلو جو مجھے عزیز تھے، ذکر کرتا ہوں: ذکر الٰہی بڑی کثرت سے کرتے تھے۔ رات دو تین بجے اُٹھ کھڑے ہوتے اور مسلسل چار پانچ گھنٹے عبادت میں مشغول رہتے۔ تہجد زندگی بھر باقاعدگی سے ادا کرتے رہے۔ تہجد کی نماز میں بہت روتے تھے۔ اُن کے رونے کی آواز گھر والوں کو جگا دیتی تھی۔ روتے روتے اُن کی ہچکی بندھ جاتی۔ یوں معلوم ہوتا کہ کہیں چکی چل رہی ہے یا ہنڈیا اُبل رہی ہے بعض اوقات مصروفیتوں کا ہجوم ہوتا اور رات دیر تک جاگتے رہتے مگر ذوق عبادت اس قدر پختہ ہو چکا تھا اور شب خیزی کی عادت ایسی راسخ ہو چکی تھی کہ رات کے پچھلے پہر اُٹھ بیٹھتے۔ شام کی نماز کے بعد بھی بہت دیر تک ذکر میں مشغول رہتے۔

ذکر کے وقت نور نکلنا:۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگے: رات میں ”لا الہ الا اللہ“ کا ذکر کرتا تھا تو میرے منہ سے نور نکلتا تھا۔ عجب کیفیت تھی

ایک دن اپنی بعض پریشانیوں کا ذکر کر رہے تھے۔ یکا یک اُن کے چہرے پر بشاشت آگئی اور مسکراتے ہوئے کہنے لگے:

ابوبکر! ذکر کرتے وقت تو میں بادشاہ ہوتا ہوں۔ مجھے کوئی غم نہیں ہوتا۔

امام شافعی کے مجرب وظیفہ کا اہتمام:۔ صبح کے معمولات میں یہ ورد التزام سے پڑھتے تھے۔ فرماتے تھے کہ یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا ورد تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ بِسْمِ اللّٰهِ خَيْرِ الْاَسْمَاءِ، بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ اَذًى۔ بِسْمِ اللّٰهِ الْكَافِيْ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الْمُعَافِيْ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اِسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ، بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى نَفْسِيْ وَ دِيْنِيْ

بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى اَهْلِيْ وَمَالِيْ بِسْمِ اللّٰهِ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ اَعْطَانِيْهِ رَبِّي اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ اللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِمَّا اَخَافُ اَحْذَرُ، اَللّٰهُ اَللّٰهُ رَبِّي لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا۔ عَزَّ جَارُكَ وَجَلَّ ثَنَاءُكَ وَتَقَدَّسَتْ اَسْمَاءُكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ وَشَيْطَانٍ مَّرِيْدٍ وَمِنْ شَرِّ قَضَاءِ السُّوْءِ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّي عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (تین بار)

(2) شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ، اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ وَاَنَا اَشْهَدُ بِمَا شَهِدَ اللّٰهُ بِهٖ وَاَسْتَوْدِعُ اللّٰهَ هٰذِهِ الشَّهَادَةَ وَهِيَ وَدِيْعَةٌ لِيْ عِنْدَهٗ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، اَللّٰهُمَّ اَعُوْذُ بِنُوْرِ قُدْسِكَ وَعَظِيْمِ رُكْنِكَ وَعَظَمَةِ طَهَارَتِكَ مِنْ كُلِّ اٰفَةٍ وَعَاهَةٍ وَمِنْ كُلِّ طَوَارِقِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا اَللّٰهُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ غِيَاثِيْ بِكَ اَسْتَغِيْثُ وَاَنْتَ مَلَاذِيْ بِكَ اَعُوْذُ وَاَنْتَ عِيَاذِيْ بِكَ اَعُوْذُ يَا مَنْ ذَلَّتْ لَهٗ رِقَابُ الْجَبَابِرَةِ وَخَضَعَتْ لَهٗ اَعْنَاقُ الْفَرَاعِنَةِ اَعُوْذُبِكَ مِنْ كَشْفِ سَتْرِكَ وَنِسْيَانِ ذِكْرِكَ وَالْاِنْصِرَافِ عَنْ شُكْرِكَ اَنَا فِيْ حِرْزِكَ لَيْلِيْ وَنَهَارِيْ وَنَوْمِيْ وَقَرَارِيْ وَظَعْنِيْ وَاَسْفَارِيْ وَحَيَاتِيْ وَمَمَاتِيْ، ذِكْرُكَ شِعَارِيْ، وَثَنَاءُكَ دِثَارِيْ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ تَشْرِيْفًا لِعَظَمَتِكَ وَتَكْرِيْمًا لِنَفَحَاتِ وَجْهِكَ اَجِرْنِيْ مِنْ خِزْيِكَ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِكَ وَاضْرِبْ سُرَادِقَاتِ حِفْظِكَ عَلَيَّ وَاَدْخِلْنِيْ فِيْ حِفْظِ عِنَايَتِكَ وَجُدْ عَلَيَّ بِخَيْرٍ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَاٰلِهٖ۔

اس ورد کے بعض حصے آہستہ آہستہ آواز سے پڑھتے ہوئے بے ساختہ ان کی آواز بلند ہو جاتی تھی۔ یہ جملے اونچی آواز سے کہتے تھے:

"اَللّٰهُمَّ اَنْتَ غِيَاثِيْ بِكَ اَسْتَغِيْثُ وَاَنْتَ مَلَاذِيْ بِكَ اَلُوْذُ وَاَنْتَ عِيَاذِيْ بِكَ اَعُوْذُ يَا مَنْ ذَلَّتْ لَهٗ رِقَابُ الْجَبَابِرَةِ وَخَضَعَتْ لَهٗ اَعْنَاقُ الْفَرَاعِنَةِ" اے اللہ! میرا مددگار تو ہے۔ میں تجھ ہی سے مدد چاہتا ہوں میرا ملجا و ماوی تو ہی ہے میں تیری پناہ میں آتا ہوں اے وہ کہ جابر بادشاہوں کی گردنیں اُس کے سامنے خم ہیں اور فرعونوں کے سر اُس کے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 285)

تعویذات اور عملیات کا ذوق:۔ ایک زمانے میں انہیں تعویذات، عملیات اور طبی نسخے اکٹھے کرنے کا بھی شوق رہا۔ اُن کی ایک بیاض میرے پاس ہے جس کے پہلے صفحے پر مجربات و معمولات فقیر بارگاہ صمدی محمد داؤد غزنوی لکھا ہے اس میں ایک طرف اپنے قلم سے مختلف بزرگوں سے حاصل کیے ہوئے تعویذات اور مجرب عمل لکھے ہیں اور دوسری طرف طبی نسخے درج ہیں۔ حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ کے بہت سے مجربات اس بیاض میں موجود ہیں۔ اُن کے علاوہ مندرجہ ذیل بزرگوں کے مجربات نقل کیے گئے ہیں:

مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ قلعہ والے، مولوی محمد سلیمان صاحب رحمہ اللہ مرید حضرت الامام عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ مولانا احمد غزالی مہاجر مکی رحمہ اللہ، مولانا عبداللہ شاہ ثم افریقی رحمہ اللہ، مولانا محسین علی صاحب رحمہ اللہ۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 286)

مولانا احمد علی لاہوری کا جنازہ:۔ 24 فروری کو مولانا احمد علی صاحب علیہ الرحمہ کی نماز جنازہ میں شرکت کی۔ افسوس کہ آج رات ساڑھے 9 بجے مولانا احمد علی صاحب رحمہ اللہ کئی سال فالج کی علالت کے بعد حرکت قلب بند ہونے سے انتقال فرما گئے۔

مروت اور رواداری:۔ دوست دشمن سب کے ساتھ مروت سے پیش آتے۔ وہ لوگ جنہوں نے زندگی بھر انہیں ایذاء دی اور اُن سے بغض و عناد رکھا، اُن کے ساتھ بھی تپاک سے ملتے۔ انہیں علم ہوتا تھا کہ یہ شخص میری غیر حاضری میں مجھے گالیاں دیتا ہے لیکن شائستگی کے اس معیار سے جو انہوں نے اپنے لیے ٹھہرا لیا تھا، وہ نیچے اُترنے کے لیے تیار نہ ہوتے تھے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 289)

دوسروں کے افکار پر تضحیک نہ کرنا:۔ وہ ایک متعین اور واضح مسلک رکھتے تھے اور زندگی بھر پورے یقین اور اذعان کے ساتھ اس مسلک کا پرچار کرتے رہے، مگر دوسروں کے عقائد و افکار کی تضحیک نہیں کرتے تھے تمام جماعتوں کے زُعماء کے ساتھ عزت و احترام کے ساتھ پیش آتے۔

حضرت مرزا جان جاناں نقشبندی سے مناسبت :۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی کتاب ''ارواح ثلاثہ'' جو بزرگوں کے حالات پر مشتمل ہے کے حاشیے پر جگہ جگہ اُنہوں نے اپنے قلم سے نوٹ لکھے ہیں۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ کے حالات میں مندرجہ ذیل حکایت لکھی ہے:

بے قاعدہ رکھی ہُوئی چیز دیکھ کر مرزا صاحب رحمہ اللہ کے سر میں درد ہونے لگتا تھا۔ ایک دن بہادر شاہ بہت الحاح والتجاء کے بعد اجازت حضوری ملنے پر زیارت کے لیے حاضر ہوا۔ موسم تھا گرمی کا، بادشاہ کو پیاس لگی اور پانی طلب کیا۔ حضرت نے فرمایا، وہ گھڑا رکھا ہوا ہے پیالہ میں لے کر پانی پیو۔ بادشاہ نے پانی پیا اور پیالہ گھڑے پر رکھ دیا۔ مرزا صاحب رحمہ اللہ کی نظر جو گھڑے پر پڑی تو پیالہ ذرا ترچھا دھرا ہوا تھا۔ دیر تک ترچھی نگاہ سے دیکھتے رہے۔ آخر ضبط نہ ہوسکا۔ فرمایا: ''جناب آپ بادشاہت کیا کرتے ہوں گے، ابھی تک خدمت گاری تو آئی ہی نہیں۔ دیکھو تو گھڑے پر پیالہ رکھنے کا یہی طور ہے'' (ارواح ثلاثہ ص ۱۸) حضرت نے اس حکایت کے حاشیے پر اپنی قلم سے لکھا: اس عاجز کی بھی یہی حالت ہے۔ داؤد غزنوی۔

مرزا جان جاناں رحمہ اللہ کی لطافت طبع کے بہت سے قصے ارواح ثلاثہ میں درج کیے گئے ہیں ایک اور حکایت کے حاشیے پر حضرت لکھتے ہیں:

اس عاجز کو حضرت مرزا صاحب رحمہ اللہ سے بعض احوال واذواق میں مناسبت ہے حضرت مرزا صاحب رحمہ اللہ کے حالات میں یہ بھی مندرج ہے:

حضرت مرزا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا امتحان اور مجاہدہ سب اسی نفاست ونزاکت طبعی میں تھا۔ ایک عورت تھی نہایت بدمزاج، کج خلق اور منہ پھٹ۔ حضرت مرزا صاحب رحمہ اللہ کو الہام ہوا کہ اگر اس عورت سے نکاح کرو اور اس کی بدزبانی وایذا دہی پر صبر کرو گے تو تم کو نواز لیا جائے گا۔ حضرت نے فوراً پیام بھیج دیا اور اُس سے نکاح کرلیا۔ وہ عورت اس درجہ تُند خو۔ بدخصلت سخت دل اور فحش گو تھی کہ الا مان۔ حضرت مرزا صاحب رحمہ اللہ خوشی خوشی دولت خانہ پر تشریف لے جاتے اور وہ بڑی بڑی سنانی شروع کرتی۔ چپکے بیٹھے سُنتے رہتے۔ زبان سے اُف نہ نکالتے۔ اندر کھولتے آخر واپس تشریف لے آتے تھے۔ آپ رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ روزانہ صبح ہوتے ہی خادم کو حکم فرماتے کہ جاؤ دروازہ پر حاضر ہوکر میرا سلام عرض کرو اور پُوچھو کوئی کارخدمت ہو تو انجام دیا جائے گا۔

اس پر حضرت رحمہ اللہ نے لکھا: یہ مقام اس عاجز کو کہاں نصیب ہے۔ ''داؤد غزنوی''

آداب مجلس کا بہت خیال رکھتے تھے کوئی چائے پیتے وقت زور زور سے چُسکیاں لیتا یا روٹی کھاتے وقت آواز نکالتا تو انہیں ناگوار ہوتا تھا۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 290)

دیوبند اور علماء اہلحدیث کا وجود نعمت عظمیٰ :۔ اگرچہ تقسیم کے تیز وتند آلہ نے برصغیر کے دو ٹکڑے کردیئے لیکن رُوحوں کا ملاپ اور قلُوب کا اتصال ناقابل انفکاک ہوتا ہے۔ گزشتہ چند ماہ میں مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا حسین احمد رحمہما اللہ جیسی عظیم المرتبت شخصیتوں کا انتقال ملت اسلامیہ کے لیے بہت بڑا صدمہ ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ اس برصغیر میں علامہ جمال الدین افغانی کے ایک طرح نائب تھے۔ مولانا حُسین احمد مدنی رحمہ اللہ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے شاگرد اور جانشین صادق تھے ان حضرات کا نظریہ تھا کہ اسلام اور ملت اسلامیہ کا طاقتور حریف انگریز ہے اس لیے اُنہوں نے اور اُن کے رفقاء نے اپنی ساری قوتیں اس امر کے لیے وقف کردیں کہ انگریز کو اس ملک سے نکال دیا جائے۔ یہی وقت کا سب سے بڑا جہاد اور اسلام کی سب سے بڑی خدمت ہے۔

ان بزرگوں کا وجود اگرچہ پورے برصغیر کے لیے ایک نعمت عظمیٰ تھا لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ تقسیم ملک کے بعد جو حالات ہندوستان میں پیدا ہوئے ان کو دیکھتے ہوئے ہر ہوشمند انسان یہ رائے رکھتا ہے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے اُن کا وجود ایک بیش بہا نعمت اور بہت بڑا سہارا تھا، اس لیے ہم سب ان بزرگوں کے سانحہ ارتحال کو ملت اسلامیہ کے لیے بہت بڑا صدمہ سمجھتے ہیں۔ ایسی ہستیاں صدیوں میں بھی مشکل سے پیدا ہوتی ہیں:

عمرہا در کعبہ وبُت خانہ می نالد حیات   تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

ہم سب ان بزرگوں کے لیے دُعائے مغفرت کرتے ہیں اور بارگاہ رب العزت سے التجاء کرتے ہیں کہ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے یہ بزرگ اپنی اپنی زندگیاں اعلیٰ مقاصد کی راہ میں قربان کر کے ہم سے رخصت ہو کر اپنے رب عزوجل کے پاس جا پہنچے ہیں
(سوانح داؤد غزنوی ص 297)

بزرگ اسلاف کے لیے سیدنا کا استعمال:۔ حضرت والد علیہ الرحمہ کے ہاں تشدد اور غلو نہ تھا۔ مسلک میں اعتدال تھا۔ بزرگان کرام رحمہم اللہ کے لیے لفظ سیدنا کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہ سمجھتے تھے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 340)

بزرگوں کے لیے سیدنا کے استعمال کے دلائل:۔ صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے انصار سے سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: ”قوموالی سید کم “یعنی اپنے سید کی طرف کھڑے ہو جاؤ اور آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا ”سید اکھول اھل الجنۃ “ یہ دونوں جنت کے بزرگ عُمر کے لوگوں کے سید ہیں (ترمذی) اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لیے فرمایا: ”ابنی ھٰذا سید“ میرا یہ بیٹا سید ہے۔ (بخاری) اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں کے لیے فرمایا: ”سید اشباب اھل الجنۃ“ یہ دونوں جنت کے نوجوانوں کے سید ہیں (ترمذی) اور فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لیے فرمایا: ”سیدۃ نساء اھل الجنۃ “جنت کی تمام عورتوں کی سیدہ (سردار) ہیں (صحیحین) اور غلام کیلئے فرمایا: ”ان العبد اذالعبد اذا نصح سیدہ “ غلام جب اپنے آقا کی خیر خواہی کرے اور اللہ کی عبادت اچھی طرح سے کرے اسے دوگنا ثواب ہوگا (صحیحین) معلوم ہوا کہ سید کا لفظ سردار قوم، بزرگ محترم اور آقا کے معنوں میں استعمال ہو سکتا ہے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص 341)

فرق مراتب میں ادب کا خیال:۔ بعض لوگ توحید بیان کرتے ہوئے انبیاء اور اولیاء کا ذکر نا شائستہ انداز میں کرتے ہیں۔
حضرت رحمہ اللہ کو یہ بات بہت ناگوار ہوتی تھی، چنانچہ تعلیقات میں لکھتے ہیں:

یہ بہت اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ فرق مراتب بیان کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر اس طرح نہ کریں کہ اس سے ادب کے خلاف کوئی لفظ زبان پر آجائے مثلاً علم غیب کے مسئلہ کا ذکر کرتے ہوئے اس طرح اگر کوئی کہہ دے کہ آپ ﷺ غیب وہب کچھ نہیں جانتے تھے (معاذ اللہ) تو یہ سوء ادب ہوگا اور آپ ﷺ کی شان میں سوء ادب کفر کی حد تک پہنچا دیتا ہے کیونکہ قرآن کریم میں حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کے متعلق یہ آداب بیان فرمائے ہیں۔ ”اور اپنی آوازیں پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آواز سے اُونچی نہ کرو اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور سے بولتے ہو، اس طرح ان کے روبرو زور زور سے نہ بولا کرو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو“۔

”پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بلانے کو ایسا خیال نہ کرنا جیسا کہ تم آپس میں ایک دُوسرے کو بُلاتے ہو“۔ (نور ٦٣) یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ادب اور تعظیم سے بلانا چاہیے پس یوں کہنا چاہئے مغیبات کا علم حق سبحانہ وتعالیٰ ہی کو ہے لیکن اُس نے بعض غیب کی باتوں کا علم اپنے رسول پاک ﷺ کو عطاء فرمایا ہے۔ یہ تو ہے تکوینیات کے متعلق۔ رہا شرعیات کا علم جو انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے منصب سے متعلق ہے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اولین وآخرین سے بڑھ کر ہے اور وہ علوم ومعارف حق تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مرحمت فرمائے ہیں کہ کسی انسان کی طاقت میں نہیں کہ ان سب پر حاوی ہو سکے۔ ”یارب صل وسلم دائما ابدا علی حبیبك خیر الخلق کلھم “(سوانح داؤد غزنوی ص 342)

توحید خالص.....اور اپنوں سے شکوہ:۔ ”من دون اللہ“ کے لفظ اتنے جامع ہیں کہ ان میں تمام غیر اللہ شامل ہیں۔ اس میں تمام مردوں اور زندوں کی یکساں نفی کی گئی ہے اور زندہ خداوندوں کی نفی کرنا زیادہ کٹھن ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن میں زندہ خداؤں کی نفی کا ذکر بہت شرح وبسط کے ساتھ کیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمرود کی نفی کیسے کی؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے نعرہ ”لا“ کیسے لگایا؟ کتنے لوگ ہیں جنہیں موحد ہونے کا دعویٰ ہے اور وہ توحید کی ابجد ہوز سے بھی ناآشنا ہیں۔ ظالم اور جابر حکمرانوں کے خوف کے مارے ان کی زبانیں گنگ ہیں اور کلمہ حق کہتے ہوئے ہکلاتی ہیں، کتنے علماء ہیں جو اپنے آپ کو توحید کے بلند ترین مقام پر فائز سمجھتے ہیں اور پوری

ملت اسلامیہ کو حقیر جانتے ہیں اور اُن کی توحید کا یہ حال ہے کہ حقیر ترین دنیوی اغراض کیلئے دُنیا دار سرمایہ داروں کے گھروں کا طواف کرتے ہیں اور اُن کی صبحیں اور شامیں ان کی چاپلوسی میں بسر ہوتی ہیں کیا "من دون اللہ" میں صرف عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ اور حضرت علی ہجویری رحمہ اللہ ہی شامل ہیں؟ کیا فاسق و فاجر حکام اور دُنیا دار سرمایہ دار "من دون اللہ" میں شامل نہیں ہیں یہ کیا منطق ہوئی؟ توحید کا یہ تصور ان لوگوں نے اپنے جی سے گھڑ لیا ہے، کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ کی توحید تو بڑی انقلاب آفریں ہے۔ (سوانح داؤد غزنوی ص345)

روضہ اقدس ﷺ افضل ہے یا کعبۃ المکرمہ:۔ حضور اقدس علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ والہانہ محبت تھی اور اُن کا ذکر نہایت ادب و تعظیم سے کرتے تھے مقام رسالت بیان کرتے ہوئے حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کا یہ قول مزے لے لے کر سنایا کرتے تھے۔ کسی شخص نے حافظ ابن قیم رحمہ اللہ سے پُوچھا کہ روضہ اطہر افضل ہے یا کعبہ؟ تو حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا: "ان اردت مجرد الحجرۃ فالکعبۃ افضل وان اردت وھو فیھا فلا واللہ ولا العرش وحملتہ ولا جنّت عدن ولا الافلاک الدائرۃ لانّ بالحجرۃ جسداً لووزن بالکونین لرجح "(بدائع الفوائد ج ۳ ص ۱۳۵)

(اگر تمہاری مراد محض حجرۂ نبوی ﷺ سے ہے تو کعبہ افضل ہے اور اگر تمہاری مراد جسد اطہر سمیت روضۂ انور ﷺ سے ہے تو خُدا کی قسم وہ عرش سے افضل ہے۔ حاملین عرش سے افضل ہے، جنت عدن سے افضل ہے گردش کرنے والے افلاک سے افضل ہے۔ اس لیے کہ روضہ میں ایک ایسا جسد اطہر ہے کہ اگر دونوں جہانوں کے ساتھ بھی اُسے تولا جائے تو وہ بھاری رہے)

اہل بیت سے بے پناہ محبت وعقیدت:۔ اہل بیت سے اُنہیں بے پناہ محبت اور عقیدت تھی۔ اپنے مقالے "اُسوۂ حسین رضی اللہ عنہ" میں خانوادۂ نبوت کی مدح و توصیف میں یُوں رقمطراز ہیں: اس میں کوئی شک نہیں کہ اہل بیت (رضی اللہ عنہم) کی محبت کے پاکیزہ جذبات اور مخلصانہ ولولے ایک مومن قانت اور مسلم صادق کی زندگی کی ایک قیمتی متاع ہے اور یہ صحیح ہے کہ اس محبت اور شیفتگی کا سر چشمہ فی الحقیقت وہ محبت و عقیدت ہے جو اس مقدس ومطہر وجود سے متعلق ہے جس کو خُدا نے تمام کائنات انسانی میں ہر طرح کی محبوبیت کے لیے چن لیا پھر سب سے بڑھ کر یہ کہ جس خاندان نبوت ﷺ کو خدا نے قرآن کریم میں مخاطب کر کے ان کی طہارت اور پاکیزگی کا اعلان کیا ہو: "انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھر کم تطھیرا" (سورہ احزاب)

(اے اہل بیت! خدا کو تو بس یہی منظور ہے کہ تُم سے ہر قسم کی میل کچیل دُور کر دے اور تم کو ایسا پاک وصاف کر دے جیسا پاک وصاف ہونے کا حق ہے)

اور جن کی عزت و عظمت کا یہ عالم ہو کہ قرآن کریم میں مسلمانوں کو ان پر صلوٰۃ وسلام بھیجنے کا حکم دیا گیا ہو:

"ان اللہ وملا ئکتہ یصلون علی النبی یایھاالذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما" (اللہ اور اُس کے فرشتے پیغمبر ﷺ پر درود بھیجتے رہتے ہیں۔ مسلمانو! تم بھی ان پر درود وسلام بھیجتے رہو)۔

جس کی تشریح کیلئے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا "امرنا اللہ ان نصلی علیك یا رسول اللہ فکیف نصلی علیك"

(ہمیں اللہ نے آپ ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم دیا ہے ہمیں بتایئے کہ کس طرح آپ ﷺ پر درود بھیجا کریں)

آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔ یُوں کہو "اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علیٰ آل ابرھیم و بارك علی محمد و علی آل محمد کما بارکت علی آل ابراھیم انك حمید مجید" (صحیح مسلم ج اول)

اور جن کی محبت ومودت اس درجہ مطلوب اور منظور ہو کہ قرآن کریم میں اس کے لیے یوں ارشاد ہوا:

"قل لا اسئلکم علیہ اجراً الاّ المودۃ فی القربیٰ"

آپ علیہ السلام اس کا اعلان کر دیجئے کہ میں تم لوگوں سے تبلیغ رسالت پر کوئی مزدوری نہیں مانگتا مگر اقرباء کی محبت اور جن کے عزہ شرف

کا یہ مقام ہو کہ حجۃ الوداع کے خطبہ میں کتاب اللہ کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ نے ان کا ذکر کیا ہو:

"وانا تارك فيكم الثقلين كتاب الله و اهل بيتى" (میں تم میں دو بزرگ ترین چیزیں چھوڑ کر جارہا ہوں۔ ایک اللہ کی کتاب دُوسرے اہل بیت)

اور جن کی محبوبیت کا یہ حال ہو کہ آپ ﷺ ان کے متعلق فرمائیں: "هذان ابنای وابناابنتی اللهم انی احبها فاحبهاو احب من يحبهما" (ترمذی) یہ حسن رضی اللہ عنہ اور حُسین رضی اللہ عنہ میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں۔ یا اللہ! میں ان سے محبت رکھتا ہوں تو بھی انکو اپنا محبوب بنا اور جوان سے محبت کرے اس سے بھی تو محبت کر۔

اور جن کے فضل وشرف کے لیے باب کعبہ کو تھام کر آپ ﷺ نے یہ مثال دی ہو: "الاان مثل اهل بيتى فيكم مثل سفينة نوح من ركبها نجا من تخلف عنهاهلك" (مسند احمد عن ابى ذررضى الله عنه)۔ دیکھو میرے اہل بیت کی مثال تم میں کشتی نوح کی طرح ہے جو اس میں سوار ہوا وہ بچ گیا جو اس سے دور رہا ہلاک ہو گیا۔ اور جن کے احترام کو قائم رکھنے کیلئے یہ وصیت فرمائی ہو۔ "ولن يتفرقا حتى يردا على الحوض فانظرو كيف تخلفونى فيهما" (ترمذی)

(دیکھو! کتاب اللہ اور میری اولاد (اہل بیت) دونوں ایک دُوسرے سے جدا نہیں ہوں گے تا آنکہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں۔ پس خیال رکھنا کہ میرے بعد تم ان سے کس طرح کا سلوک کرتے ہو)

پس جس خاندان نبوت کی محبوبیت اور محمودیت کا یہ مرتبہ ہو اس کی محبت وعشق میں جتنی بھی گھڑیاں اور جتنی بھی راتیں آنکھوں میں بسر ہوں اور اُن کی تعریف وتوصیف میں جس قدر بھی زبانیں زمزمہ پیرا ہوں، یقیناً رُوح کی سعادت اور دل کی طہارت اور انسانیت کا حاصل ہے

(اسوۂ حسین رضی اللہ عنہ ص ۶ تا ۱۱ مطبوعہ جمعیت اہلحدیث قصور۔ ضلع لاہور بحوالہ سوانح داؤد غزنوی ص 347 تا 350)

امام حُسین علیہ السلام سے عقیدت:۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کا ذکر والہانہ شیفتگی سے کرتے اور ان کی تنقیص کرنے والوں سے اُنہیں شدید کراہت تھی۔ امام حسین علیہ السلام سے ان کی محبت وعقیدت کا اندازہ ان کے مقالے "اسوۂ حسین رضی اللہ عنہ" کی ابتدائی عبارت سے کیا جاسکتا ہے۔

اولیاء کا ادب اولیاء رحمہم اللہ سے سیکھیں!!:۔ بزرگوں کا غایت درجہ ادب فرماتے تھے اور اُن کا نام نہایت احترام سے لیتے تھے۔ اگر کوئی بزرگوں کی شان میں گستاخی کرتا یا کسی امام کا نام لیتے ہُوئے آداب کو ملحوظ نہ رکھتا تو سخت برہم ہوتے اور بعض حالتوں میں طبیعت اس قدر مکدر ہوتی کہ اُس آدمی سے گفتگو ہی موقوف فرما دیتے ائمہ کرام اور اولیاء اللہ رحمہم اللہ کے ادب پر ہر سال دو چار خطبے ضرور دیتے تھے۔ اُنکی آواز میرے کانوں میں اب بھی گونج رہی ہے وہ مولانا روم (رحمہ اللہ) کا یہ شعر پڑھتے:

از خدا خواہیم توفیق ادب　　بے ادب محروم ماند از فضل رب

(ہم خدا سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں۔ بے ادب اللہ کے فضل وکرم سے محروم ہے۔

یہ بھی فرماتے کہ حضرت خواجہ محمد پارسا رحمہ اللہ نے وصیت کی تھی:

اندرہ حق جملہ ادب باید بود　　تا جاں باقی است در طلب باید بود
در ہر دم گر ہزار دریا بکشی　　کم باید بود خشک لب باید بود

(اللہ کی راہ میں سراپا ادب رہنا چاہئے جب تک جسم میں جان باقی ہے تلاش جاری رہنی چاہئے اگر ہر سانس میں فیضان کے ہزاروں دریا بھی تو پی جائے تو پھر بھی کم ہے اور ہونٹ خشک رہنے چاہئیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ کا جو ادب اور احترام کرتے تھے، بڑے شوق وذوق سے بیان فرماتے۔ اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادوں کے نام حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خط کی یہ عبارت سناتے: "ایں فقیر از سرتاقدم غرق احسانہائے والد بزرگوار شما است. دریں طریق سبق الف ب را از ایشاں گرفتہ است

و تہجی حروف ایں راہ رااز ایشاں آموختہ"۔ (مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ ص۲۱۲ دفتر اول)
(یہ فقیر سر سے پاؤں تک آپ کے والد ماجد کے احسانات میں ڈوبا ہوا ہے اور اس راستے میں ابجد ہوز بھی انہی سے حاصل کی تھی۔

"اگر درمدت عمر سر خود را پائمال اقدام خدمہ عتبۂ علیۂ شما کردہ باشد ہیچ نہ کردہ باشد"

(مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ ص۲۱۲ دفتر اول)

فرماتے کہ شیخ علاؤالدین سمنانی رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ اپنے مشائخ سے ایک اعتبار سے آگے نکل گئے تھے۔ مگر فرماتے یہی تھے۔

"اگر سر من بآسماں ساید، ہنوز خاک آستانہ مشائخ من بالا باشد " (اگر میرا سر آسمان سے بھی جا لگے تو میرے مشائخ کے آستانے کی خاک بھی مجھ سے برتر ہے)

فرماتے تھے کہ بزرگوں سے اختلاف بھی کیا جائے تو نہایت ادب اور تواضع سے اختلاف کرنا چاہیے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کس قدر ادب اور سلیقے سے اختلاف رائے کا اظہار فرماتے تھے۔ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

من کمینہ خوشہ چین خرمنہائے دول ایشانم و ریزہ زلہ بردار خوانہائے نعم ایشاں ...... اما چہ تواں کرد کہ حقوق خداوندی جل سلطانہ فوق حقوق ایشانست ۔(مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ حصہ ششم دفتر دوم، ص۱۰۵)

(یہ بندہ کمینہ انہی کے رُوحانی خرمنوں کا خوشہ چیں ہے اور انہی کی نوازشوں کے دسترخوان کا اُلش کھانے والا ہے مگر کیا کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق اُن کے حقوق سے بڑھ کر ہیں)۔ پھر حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فقرہ بھی اکثر نقل فرماتے تھے:

"بعض از بزرگان می گویند کو ایں بدعت حسنہ است و ایں بدعت سئیہ است اما فقیر با ایشاں موافقت نہ دارد"
بعض بزرگ کہتے ہیں کہ ایک بدعت حسنہ ہے اور ایک بدعت سیہ ہے لیکن فقیر ان بزرگوں سے اتفاق نہیں کرتا)

(سوانح داؤد غزنوی ص 351 تا 353)

نام کتاب:۔ مُطالعاتی سفر ...... مصنف:۔ محمد اسحاق بھٹی

وضاحت:۔ حضرت مولانا فضل کریم عاصم حفظہ اللہ بانی و سابق امیر مرکزی جمعیت اہلحدیث برطانیہ برمنگھم ایک جہاں دیدہ اور عالمی شخصیت ہیں آپکا مطالعاتی سفرنامہ نہایت مقبول و معروف ہے اس کتاب کے علمی اور ادبی نکھار میں محقق العصر مولانا اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کی تائید و تصحیح نے چار چاند لگا دیئے ہیں۔ باہمی رواداری اور صوفیاء کی خدمات کا حسین انتخاب پیش خدمت ہے۔ (از مرتب اثری)

صوفی مولانا عبدالجبار کے جانشین:۔ حضرت سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ نے اپنے والد بزرگ کے مشن کو محنت سے جاری رکھا اور اب غزنویہ ہندوستان میں کتاب و سنت کی تدریس اور توحید کی تبلیغ کا مرکز بن چکا تھا اور سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ نے حضرت شیخ الحدیث مولانا نیک محمد صاحب رحمہ اللہ کو اپنا جانشین بنایا۔ (مُطالعاتی سفر ص 112)

صوفی بزرگ کا اشاعت اسلام میں کردار:۔ 1339ء شاہ میری سلطان شمس الدین کا لقب اختیار کر کے تخت نشین ہوا اور اس نے سلطنت شاہ میری کی بنیاد ڈالی۔ وہ اصل میں سوات کا رہنے والا تھا اور راجہ سہدیو کے عہد سے مسلسل ایک سرکاری اہلکار کی حیثیت سے کشمیر میں قیام پذیر تھا۔ سلطان شمس الدین کے (1342،1339ء) برسر اقتدار آنے سے کشمیر میں اسلام کی ضیاء پاشیوں کے بابرکت دور کی ابتداء ہوئی۔ سلطان شہاب الدین شاہ میری (1373،1345ء) کی حکومت کے زمانے میں ایران کے مشہور صوفی بزرگ حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رحمہ اللہ تبلیغ اسلام کی غرض سے کشمیر تشریف لائے۔ آپ رحمہ اللہ کی آمد کے ساتھ ہی کشمیر میں بدھ مت اور اسلام میں کشمکش کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ برہمنوں نے اسلامی تعلیمات کے خلاف سخت اور مؤثر محاذ قائم کیا لیکن ان کی ساری مخالفت اکارت گئی۔ اسلامی طریقے اور اخلاقی قدریں کشمیری تمدن کے جسم میں روح کی طرح پیوست ہو گئیں۔ یوں کشمیر میں ایک عظیم الشان مذہبی اور اخلاقی انقلاب کی بنیاد پڑی

جس کی تکمیل شاہ ہمدان کے فرزند سید میر محمد ہمدانی رحمہ اللہ کے ہاتھوں ہوئی (مطالعاتی سفر ص 144)

دیوبند روانگی:۔ آگرہ کے بعد برصغیر کی مشہور ترین درس گاہ دارالعلوم دیوبند دیکھنے کا پروگرام بنایا۔ اگرچہ یہ اہل حدیث کی درسگاہ نہیں تھی لیکن علمی شہرت کے اعتبار سے اس کو نہ دیکھنا بھی سفر بھارت کے منافی تھا۔ علی الصبح مرکزی دفتر کے قریب ہی ایک ہوٹل پر ناشتہ کیا اور ٹیکسی کے ذریعہ مرکز سے بسوں کے اڈہ پر آیا دیوبند جانے والی بسوں کا اڈہ مرکز سے کوئی ڈیڑھ دو میل دور تھا۔ یہاں ایک مرکز کا ساتھی بھی راہنمائی کے لیے ساتھ آیا تھوڑی دیر اڈے پر انتظار کے بعد بس اپنی منزل مقصود کی جانب چل پڑی۔ راستے میں بہت چھوٹے چھوٹے شہر اور قصبات آئے جو میری دلچسپی کا سبب نہ تھے البتہ کافی دیر چلنے کے بعد بس ایک جگہ رکی اور مسافر چائے وغیرہ پینے لگے۔ وہاں ایک بورڈ دیکھا جس پر لکھا تھا "نانوتہ تو" ذہن میں مولانا قاسم نانوتوی صاحب رحمہ اللہ کا مقام اور شخصیت گھومنے لگی مگر کوئی آدمی ایسا نہ ملا جو اس علاقہ کے متعلق معلومات فراہم کر سکے آخر یہ سوچ کر دل کو تسلی دی کہ دیوبند میں چل کر تفصیلی معلومات حاصل کر لیں گے تھوڑی دیر بعد بس چل پڑی اور راستہ میں تھانہ بھون بھی آیا اور اس وقت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمہ اللہ کی شخصیت ذہن میں گھومنے لگی مگر یہاں بھی وہی بات آڑے آئی کہ ان بزرگوں کو جاننے والا کوئی نہیں کیونکہ زیادہ تر میرے ہم سفر ہندو تھے ان کو مسلمانوں کے بزرگوں اور علماء سے کیا تعلق۔ کچھ دیر چلنے کے بعد ایک چھوٹی رابطہ سڑک آئی جو مین روڈ کو چھوڑ کر شمال کی طرف مڑ گئی اس سڑک پر اندازاً آدھا گھنٹہ چلنے کے بعد قصبہ دیوبند آ گیا۔ یہ اب ایک چھوٹا سا شہر ہے قصبہ نہیں رہا۔ ہر شعبہ زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگ اس شہر میں آباد ہیں مگر یہ شہرت یافتہ درسگاہ دیوبند کی وجہ سے مشہور ہے آخر لاری اڈہ سے بذریعہ تانگہ دارالعلوم تک گیا اور وہاں پہنچ کر میں نے بتایا کہ میں ایک مسافر ہوں، دارالعلوم دیوبند کو دیکھنے آیا ہوں۔ مجھ سے پوچھا گیا کہ تم کہاں سے آئے ہو میں نے کہا پاکستان میر پور آزاد کشمیر سے، تو پھر ایک آدمی کو کہا گیا کہ ان کو مہمان خانہ میں پہنچا دو۔

میرا قیام دیوبند میں تین دن رہا جس دن پہنچا وہ دن تو آرام کیا۔ اگلے دن دارالعلوم کے متعلق معلومات حاصل کیں۔ دارالعلوم کی مسجد زیادہ بڑی نہیں ہے۔ درسگاہ کی مناسبت سے چھوٹی سی مسجد کی مشرقی دیوار کے ساتھ وہ بوڑھا انار کا درخت موجود ہے جس کے نیچے بیٹھ کر بانی دارالعلوم مولانا قاسم نانوتوی صاحب رحمہ اللہ نے پڑھانا شروع کیا تھا۔ (مطالعاتی سفر ص 311)

دارالعلوم ندوۃ العلماء:۔ یہ ایک جدید قسم کی دینی درسگاہ ہے، اس میں جدید اور قدیم دونوں علوم کی تدریس و تعلیم کا انتظام ہے۔ صبح جب میں نے اپنا تعارف کروایا تو انہوں نے بہت اچھی رہائش مجھے دی۔ مدرسہ کی عمارت کے ساتھ ہی شمال کی جانب مہمان خانہ تھا اور جو کمرہ مجھے دیا گیا، بہت ہی اچھا تھا اور یہاں اساتذہ اور طلباء دونوں میں مسلکی لحاظ سے کافی وسعت تھی، جہری نمازوں میں مدہم آواز میں بہت ہی میٹھی سی آمین کی آواز بھی آتی تھی۔

طلباء میں آزادی ہے جس مسلک سے تعلق رکھتے ہوں اس پر قائم رہ کر ندوہ کی درسگاہ میں تعلیم حاصل کر سکتے ہیں اور اس میں تیسرا حصہ اہل حدیث طلباء کی تعداد تھی۔ دو دن یہاں قیام رہا مگر مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب رحمہ اللہ سے ملاقات نہ ہو سکی کیونکہ وہ باہر تبلیغی دورے پر گئے ہوئے تھے اور ابھی تک واپس نہیں آئے تھے۔ ندوہ میں میری قدرے بے تکلفی جناب مولانا منظور احمد نعمانی صاحب رحمہ اللہ سے ہوئی، وہ اکثر میری آسائش کا بھی خیال رکھتے اور بہت ہی وسیع النظر تھے۔ آپ نے ایک کتاب شیعہ مذہب کے متعلق لکھی ہے، بہت ہی مدلل اور علمی کتاب ہے اور بہت ہی مفید ہے، اس میں کافی معلومات ہیں اور شیعہ کے عقائد بہت ہی تفصیل سے بیان کیے گئے ہیں۔ (مطالعاتی سفر ص 319)

حضرت صالح علیہ السلام کی قبر کی زیارت:۔ بستی سے واپس بیت المقدس آتے ہوئے ہمیں بتایا گیا کہ راستہ میں حضرت صالح علیہ السلام کی قبر ہے۔ ہم اسے دیکھنے کے لیے گئے یہ ایک اونچی پہاڑی پر ہے اور قبر کے قرب میں زیادہ آبادی نہیں ہے بلکہ ذرا ہٹ کر ایک فوجی چوکی ہے اور قبر کے ساتھ ایک چھوٹا سا مکان بھی ہے جس میں ایک فیملی رہائش پذیر تھی۔ جب ہمارا وفد قبر پر گیا تو اس مکان کے مکین ٹوکریوں میں ایک پھل فروخت کے لیے لائے۔ (مطالعاتی سفر ص 474)

متبرک مقامات کی زیارت:۔ آج صبح آٹھ بجے ہی ناشتہ کر کے اور تیار ہو کر ہم اپنے راہبر کی راہبری میں بیت اللحم کی زیارت کے لیے گئے اور کوچ پر ہی راستہ میں رہبر نے کچھ مسلم بستیاں بھی دکھائیں۔ راستے کے ساتھ ہی مسلمانوں کا ایک بہت بڑا قبرستان آیا، اس میں ایک قبر ہمیں دکھائی گئی جس پر معمولی سی عمارت بنی ہوئی تھی کہ یہ حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ حضرت راحیل رضی اللہ عنہا کی قبر ہے۔ اس کے بعد ہم بیت اللحم پہنچ گئے جو القدس سے اندازاً 8 میل کے فاصلے پر ہے۔ وہاں پہنچ کر سب سے اول، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جہاں نماز ادا کی تھی وہاں ایک مسجد تعمیر ہے جس کا نام مسجد عمر رضی اللہ عنہ ہے اس میں گئے اور مسجد کے امام نے جو ایک عالم تھے، اس مسجد کی تاریخ یہ بتائی کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیت المقدس آئے، نماز کا وقت ہو گیا اور عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش کے ساتھ ہی بہت بڑا چرچ تعمیر کیا تھا اس میں نماز ادا کرنے کی پیشکش کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چرچ میں نماز پڑھنے سے انکار کر دیا اور قریب ہی کوئی دو یا تین گز کے فاصلہ پر کھلے میدان میں نماز ادا کی۔ اس جگہ پر اب یہ مسجد تعمیر کر دی گئی ہے اور اس مسجد کا نام مسجد عمر ہے۔

مسجد کے امام نے جو یہاں اسلامک یونیورسٹی میں پروفیسر بھی ہیں ہمیں بتایا کہ اس شہر میں مسلمانوں کی آبادی ستر فی صد ہے اور باقی 30 فی صد عیسائی ہیں۔

مسجد عمر کی زیارت کے بعد ہم اس مقام پر گئے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ اب یہ ایک بہت بڑا چرچ ہے اور اس کے اندر جانے کے لیے ایک بہت چھوٹا سا دروازہ ہے جس سے انسان جھک کر اندر جا سکتا ہے اور اندر ایک دو فٹ اونچا فرش بنایا گیا ہے اور ایک جگہ سے پہلا فرش بھی کھلا رکھا ہے جس کے چاروں طرف لکڑی کا جنگلا لگا ہوا ہے۔ یہ چرچ اور فرش انتہائی خوب صورت اور منقش ہے اس چرچ کو دیکھنے کے بعد ہم اس مقام تک گئے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے۔ یہ مقام اس چرچ کے ایک کونے میں ہے۔ ہمارے کچھ ساتھیوں نے کیمرے سے اس جگہ کی تصویریں لیں اور یہ منظر دیکھ کر دل میں بہت زیادہ رقت پیدا ہوئی اور حضرت مریم علیہا السلام کی بے بسی، بے کسی اور مصیبت و مظلومیت کا وہ وقت آنکھوں کے سامنے آ گیا کہ مائی صاحبہ کو اس وقت کن مشکلات کا سامنا تھا، انسانی آبادی سے 8 میل دور کھانے پینے کی کوئی چیز پاس نہیں ہے اور نہ کوئی دوسری عورت زچگی کے وقت مدد کرنے والی موجود ہے، بچے کی پیدائش کے بعد جب مائی صاحبہ یعنی حضرت مریم علیہا السلام کو کھانے پینے کی ضرورت اور خواہش ہوئی تو قرآن پاک نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم علیہ السلام کو فرمایا کہ اس کھجور کے خشک درخت کو ہلاؤ۔ جب مائی صاحبہ نے اس درخت کو ہلایا تو تر و تازہ کھجوریں گریں جن کو حضرت مریم علیہ السلام نے کھایا۔ اس سے قبل بیت المقدس اور ہیکل سلیمانی کی زیارت کے وقت ہمارے راہنما نے ایک جگہ ہمیں بتائی تھی کہ یہ وہ مکان شرقی ہے جس جگہ حضرت مریم علیہ السلام چھوٹے بچے کو لیکر آئی تھیں۔ (مطالعاتی سفر ص 480)

حضرت خضر علیہ السلام کی بستی کی زیارت:۔ اس کیمپ سے تھوڑے ہی آگے گئے تو ہمارے راہنما نے دائیں طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام کی بستی ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام اس بستی میں ہی رہتے تھے اور اس بستی کا نام الخضر ہے (مطالعاتی سفر ص 481)

مسجد و قبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زیارت:۔ اس طرف سے فارغ ہو کر ہم اس سڑک پر گئے جو اردن کو جاتی ہے اور اس سڑک کے کنارے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مسجد ہے اور اس کے ملحق ان کی قبر بھی ہے اس مسجد میں ہم نے ظہر کی نماز پڑھی۔ پانی کی قلت تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر دیکھی۔ (مطالعاتی سفر ص 482)

دیگر قبور کی زیارتیں:۔ مسجد کے جنوبی کونہ کے متصل ہی حضرت اسحاق علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت رفقہ کی قبریں ہیں جو تقریباً زمین سے آٹھ فٹ اونچی اور پانچ فٹ چوڑی ہوں گی اور دروازے کے قریب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی قبریں ہیں اور ان کی اونچائی چوڑائی بھی اتنی ہے اور مشرق کی جانب حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کی بیوی حضرت لائقہ کی قبریں ہیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی دوسری بیوی جو حضرت یوسف علیہ السلام کی والدہ تھیں ان کی قبر بیت المقدس میں ہے اور ان قبروں پر اور مسجد پر

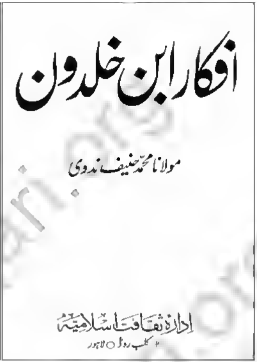

افکار ابن خلدون

مولانا محمد حنیف ندوی

ادارۂ ثقافت اسلامیہ
۲ کلب روڈ ○ لاہور

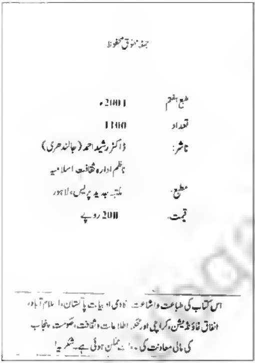

جملہ حقوق محفوظ

طبع ہفتم 2001ء
تعداد 1100
ناشر: ڈاکٹر رشید احمد (جالندھری)
ناظم ادارہ ثقافت اسلامیہ
مطبع: مکتبہ جدید پریس، لاہور
قیمت: 200 روپے

اس کتاب کی طباعت و اشاعت اکادمی ادبیات پاکستان، اسلام آباد، انفاق فاؤنڈیشن، کراچی اور محکمہ اطلاعات و ثقافت، حکومت پنجاب کی مالی معاونت کی بدولت ممکن ہوئی ہے۔ شکریہ!

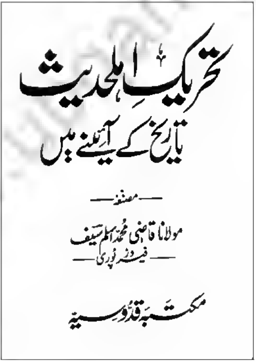

تحریک اہلحدیث
تاریخ کے آئینے میں

مصنف

مولانا قاضی محمد اسلم سیف
فیروزپوری

مکتبہ قدوسیہ

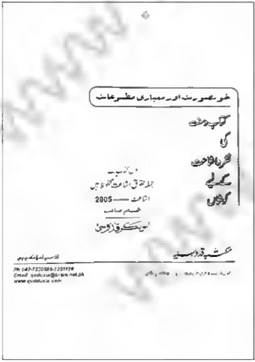

خوبصورت اور معیاری مطبوعات

کتاب و سنت
کی
نشر و اشاعت
کے لیے
کوشاں

اس کتاب کے
جملہ حقوق اشاعت محفوظ ہیں
اشاعت —— 2005

ابو بکر قدوسی

مکتبہ قدوسیہ

نقش ونگار اب تک بالکل واضح اور نمایاں ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اولاد جہاں بیٹھتے تھے، وہ اب دس فٹ گہرا کنواں نما غار ہے اس کے منہ پر ایک ڈھکنا سا تھا اور نیچے ایک چراغ جل رہا تھا۔ (مطالعاتی سفر ص489)

مجدد نقشبندی رحمہ اللہ ہادیان دین برحق:۔ انہی لوگوں میں سے حضرت احمد سرہندی مجدد الف ثانی جیسے جید ہادیان دین پیدا ہوئے۔ (مطالعاتی سفر ص520)

نام کتاب:۔ افکار ابن خلدون ..... مصنف:۔ مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ

آئیں! تصوف کو علمائے اہلحدیث سے سمجھتے ہیں

تصوف کے ابتدائی نقوش:۔ یہ بھی منجملہ ان شرعی علوم کے ہے جو عصر نبوت کے بعد ظہور پذیر ہوئے۔ جہاں تک اس گروہ کا تعلق ہے جسے صوفیاء کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، ذوق عبادت کے اظہار کے لیے سلف وصحابہ کے زمانے میں بھی برابر موجود رہا۔ یعنی صحابہ و تابعین کی تاریخ میں اکثر یہ ملتا ہے کہ یہ لوگ حق وہدایت کے اس طریق پر گامزن ہیں۔ عبادت کے لیے وقف ہیں، دنیا اور اس کے زخارف سے روگرداں ہیں اور خلوتوں میں اللہ کے ذکر سے رطب اللسان ہیں۔

لیکن دوسری صدی ہجری میں جب لوگ دنیا ہی پر ٹوٹ پڑے اور اس کی لذتوں پر والہ وشیدا ہوئے تو ایک جماعت خصوصیت سے صوفیاء کے نام سے موسوم ہوئی، جنہوں نے عبادت اور بندگی کو اپنا شعار ٹھہرایا۔

تصوف کی وجہ تسمیہ:۔ قشیری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ لفظ صوفی کا اشتقاق عربیت کے نقطہ نظر سے صفا یا صفہ سے درست نہیں۔ نہ قیاس لغوی ہی اس کی تائید کرتا ہے۔ صوف (پشمینہ) سے بھی اس کی بناوٹ صحیح نہیں معلوم ہوتی، کیونکہ ان لوگوں کا ہمیشہ صوف (پشمینہ) پہننا غیر اغلب ہے۔

ہمارے نزدیک یہ بات زیادہ قرین قیاس ہے کہ صوفی کا اشتقاق صوف ہی سے ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اول اول جب دوسرے لوگوں نے لباس فاخرہ پہننا شروع کیا تو انھوں نے (پشمینہ) کو ترجیح دی تاکہ ان میں اور ان لوگوں میں امتیاز ہو سکے جن کی توجہات دینی کو دنیا کی لذتوں نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ پھر جب زہد اور مخلوق سے علیحدگی وانفراد اور عبادت وذوق ہی ان کا شیوہ قرار پایا تو ترقیات روحانی ان کے ساتھ مخصوص ہوئیں اور یہی اختصاص ان کی پہچان ہوئی۔

سالک کا مطلوب..... توحید ومعرفت کا حصول:۔ یہ ترقیات کیا ہیں؟ اس کی تفصیل انسان کے اس تصور سے معلوم ہوگی جو ان کے پیش نظر ہے۔ انسان کی تعریف یہ ہے کہ یہ حیوانات سے اپنے ادراکات کی وجہ سے ممتاز ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ خود یہ ادراکات کیا ہیں؟ ان کی دو قسمیں ہیں۔ ایک نوع ان ادراکات کی ہے جن کا تعلق علوم ومعارف اور یقین وظن کی کیفیتوں سے ہے۔ اور دوسری قسم ان ادراکات پر مشتمل ہے جو حزن وفرح اور نشاط وغم کے احوال سے متعلق ہے۔ علوم ومعارف کی بنیاد دلائل پر ہے اور لذت ونشاط یا فرح وغم کا احساس اس بات پر موقوف ہے کہ جو چیز احاطہ احساس میں آرہی ہے، اُس کا مزاج کیسا ہے، کیا وہ لذت آفریں ہے یا اس سے غم ابھرتا اور پیدا ہوتا ہے۔ پھر ادراکات انسانی انہی دو قسموں میں دائر وسائر نہیں بلکہ ایک قسم اور ہے جو مجاہدہ اور ریاضت کی رہین منت ہے، اور یہ ادراکات بھی اسی طرح نشاط وفرحت کا باعث ہوتے ہیں جس طرح یہ سابق الذکر ادراکات۔ یعنی ایک طالب وسالک جب ریاضت کرے گا اور عبادت وذوق میں قدم بڑھائے گا تو لامحالہ اس پر مسرت وشادمانی کے دروازے کھلیں گے اور ایک مقام سے دوسرے مقام تک روح کی پرواز ہوگی، یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے بالآخر سالک توحید ومعرفت کی اس سرحد تک پہنچ جائے گا جو مطلوب اور غایت اصلی ہے۔

توحید ومعرفت میں کمی کی وجہ:۔ اعمال، مجاہدہ اور ریاضت کے بعد اُن مراتب ونتائج کا حصول اتنا ضروری ہے کہ اگر سالک ان سے محروم رہے تو یہ جان لے کہ کہیں نہ کہیں مجاہدہ وریاضت میں خلل واقع ہوگیا ہے۔ فقہاء اور صوفیاء میں اعمال کے اعتبار سے ایک باریک

فرق ہے فقیہ اعمال کو اطاعت و امتثال کی ترازو پر تولتا ہے اور یہ دیکھتا ہے کہ آیا عبادات صحیح طریق سے ادا ہو پائیں یا نہیں۔

صوفیاء عبادات کو اذواق و مواجید کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں اور یہ دیکھتے ہیں کہ روح کو ان سے لذت و ارتقاء نصیب ہوا یا نہیں۔ گویا ان کا طریق سراسر محاسبہ نفس کا طریق ہے۔

نفس و روح کا یہ ارتقاء جاری رہتا ہے اور سالک کے سامنے ایک مقام کے بعد دوسرا مقام آتا رہتا ہے، جسے یہ مجاہدہ و ریاضت سے یکے بعد دیگرے ان کو طے کرتا رہتا ہے۔

اصلاحات صوفیاء مشہور ہونے کی وجہ:۔ اہل تصوف کے کچھ اپنے مخصوص آداب ہیں اور متعین اصطلاحات ہیں جن کا ان میں زیادہ رواج ہے، کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جب کبھی نئے معانی کا ظہور ہوگا، ہم مجبور ہوں گے کہ ان کے لیے کوئی ایسی اصطلاح وضع کریں جو ان کو پوری طرح ادا کر سکے۔ صوفیاء کو چونکہ مجاہدہ اور محاسبہ نفس کے سلسلے میں نئے نئے اذواق و مواجید کی طرف بڑھنے اور ترقی کرنے کا موقع ملا اور عجیب عجیب کیفیتوں کا سامنا کرنا پڑا، اس لیے ان کے ہاں الگ قسم کی اصطلاحات چل پڑیں۔

پھر جب علوم کی تدوین ہوئی اور فقہائے فقہ نے اصول، اور کلام و تفسیر پر باقاعدہ کتابیں لکھنا شروع کیں تو اس مسلک کے لوگوں نے بھی قلم اٹھایا اور تدوین اور تالیف کی طرح ڈالی۔

قشیری رحمہ اللہ نے تو "کتاب الرسالہ" اور سہروردی رحمہ اللہ نے "عوارف المعارف" میں اس حقیقت کو بیان کیا ہے کہ زہد و ورع کیا چیز ہے؟ محاسبہ نفس کا کیا تقاضا ہے؟ اور اخذ و ترک یا امر و نہی میں کیونکر اقتداء کی جائے؟ لیکن غزالی رحمہ اللہ نے "احیا" میں ان مضامین پر اضافہ کیا۔ انھوں نے جہاں زہد و ورع کی حقیقتوں کو بیان کیا، وہاں ان کی اصطلاحات سے بھی بحث کی اور یہ بھی بتایا کہ اس گروہ کے سنن و آداب کیا ہیں؟ گویا وہ چیز جو محض طریق عبادت و زہد سے تعبیر تھی اس نے اب علم و فن کی شکل اختیار کر لی۔

ریاضت و مجاہدے کی ایک ہی لگی بندھی شکل نہیں۔ چونکہ تعلیم و تربیت کے انداز اس گروہ میں مختلف رہے ہیں۔ ریاضت کی بھی کوئی ایک شکل نہیں جو متفق علیہ ہو۔ غرض بہر آئینہ یہ ہے کہ قوائے جسمیہ کے تقاضوں کو ختم کر دیا جائے اور روح کو اس کی صحیح صحیح غذا بہم پہنچائی جائے۔ پھر جب یہ ہو لیتا ہے کہ روح اپنی غذا کو پالے تو موجودات کا کوئی گوشہ بھی اس کی دسترس سے باہر نہیں رہتا اور ارسمک تا بہ سماک ہر ہر چیز کی حقیقت اس پر کھل جاتی ہے۔ (افکار ابن اخلدون 240)

مسائل تصوف کا صحیح تجزیہ:۔ ان اقوال پر اکثر فقہاء اور اہل فتویٰ نے اعتراض کیا ہے اور ان کے مسلک کے تمام متعلقات کا رد کیا ہے، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ان کے بارے میں گفتگو کرتے وقت اس چیز کا خیال رکھنا چاہیے۔ کہ یہاں چار چیزیں بالکل الگ ہیں جو علی الترتیب تفصیل کی متقضی ہیں۔ مثلا:

(1) مجاہدات اور ذوق و وجد جو اس سے حاصل ہوتا ہے اور روزمرہ کی عملی زندگی میں محاسبہ نفس جس سے کہ انسان ذوق سے بہرہ مند ہو سکتا ہے۔ (2) کشوف اور حقیقت مدرکہ جس کا پورے عالم غیب سے لگاؤ ہے، یعنی صفات ربانی کی پردہ کشائی، عرش و کرسی کے اسرار، ملائکہ و وحی کی بحث، نبوت و روح کا معاملہ ترکیب اور ترتیب وجود کا علم وغیرہ۔ (3) تصرفات جو کرامات کے قبیل سے ہیں۔ (4) شطحیات جن کو ظواہر پر محمول کرنے سے غلط فہمیاں پیدا ہوتی ہیں اور اختلاف رائے ابھرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ لوگ انھیں ناپسند کرتے ہیں اور کچھ اس لیے ان کی تحسین کرتے ہیں کہ ان کی ایک عمدہ تاویل ہو سکتی ہے۔

مجاہدات، کشف و کرامات کا ثبوت:۔ مجاہدات پر کوئی گرفت نہیں۔ کشوف کے بارے میں ایک الجھاؤ۔ کرامات کا انکار مکابرہ ہے اور شطحیات قابل تاویل ہیں۔

اب جہاں تک مجاہدات اور محاسبہ نفس کا تعلق ہے اور ان اذواق و کیفیات کا تعلق ہے جو اس کا لازمی نتیجہ ہیں تو اس پر کوئی گرفت نہیں، ان

کا حصول یقیناً بہت بڑی سعادت ہے۔

کشوف وغیرہ میں الجھاؤ یہ ہے کہ حقائق اشیاء کو جس پیرایہ میں دیکھا جاتا ہے وہ سراسر وجدانی ہے اور الفاظ کا جامہ چونکہ صرف محسوسات ہی کیلئے بنایا گیا اس لیئے تعبیر میں ایک طرح کے تشابہ کا پیدا ہو جانا ایک قدرتی عمل ہے، لہٰذا اس بارے میں ان حقائق تک ٹھیک ٹھیک رسائی وہی شخص حاصل کر سکتا ہے جو اس وجدان سے مالا مال ہو۔ فاقد الوجدان کو یہاں بہر آئینہ معذور ہی سمجھا جائے گا۔ کرامات کا انکار بھی مکابرہ میں داخل ہے، کیونکہ اکابر صحابہ اور اکابر سلف سے ان کے صادر ہونے کا ثبوت برابر ملتا ہے۔

شطحیات یعنی کلمات سکر قابل تاویل ہیں:۔ رہا شطحیات کا سوال جس پر کہ اہل شرع کا زیادہ مواخذہ ہے تو اس ضمن میں اس نکتے کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو عالم حس سے کوسوں دور رہتے ہیں اور اس عالم غیب وسکر میں ایسے ایسے واردات سے دوچار ہوتے ہیں کہ جن کو بیان کرنے کیلئے الفاظ کا جامہ تنگ ثابت ہوتا ہے، اس لیے ان کو اس باب میں مجبور اور معذور ہی خیال کرنا چاہئے، لیکن اگر کوئی شخص ان میں ایسا ہو کہ اس کے علم وفضل کا چرچا ہو اور یہ معلوم ہو کہ اطاعت وپیروی میں اس کا ایک مقام ہے تو اس کے الفاظ کیلئے عمدہ محمل ڈھونڈنا چاہئے۔

اور اگر اس کے علم وفضل اور اطاعت سے متعلق کچھ معلوم نہ بھی ہو تو اس کی تاویل کرنا چاہئے بشرطیکہ کوئی چیز موجب تاویل ہو۔ اگر تاویل نہ ہو سکے تب البتہ اس سے مواخذہ کرنا چاہئے۔

سلف اور اکابر صوفیاء کو کشوف وغیرہ سے کوئی سروکار نہ تھا۔ ان کا وطیرہ صرف اطاعت اور پیروی کرنا تھا۔

جہاں تک سلف کا تعلق ہے ان کو اس سے کوئی شغف نہ تھا۔ ان کا کام محض یہ تھا کہ شریعت کی پیروی میں لگے رہیں اور سوائے اتباع واقتداء کے اور کسی چیز سے واسطہ نہ رکھیں۔ ان کا خیال تھا کہ ادراک کی نوعیت ارتقاء وتقرب کی راہوں میں رکاوٹ پیدا کرتی ہے، اس لیے نہ صرف یہ کہ یہ اپنے کشوف دوسروں پر ظاہر نہیں کرتے تھے بلکہ ان پر غور وخوض کرنے سے بھی منع کرتے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ کس کس حقیقت کو جانئے۔ اللہ کی مخلوق کا حال یہ ہے کہ حد وشمار سے باہر ہے، اس لیے اچھا یہی ہے کہ جس طرح عالم حس میں کشف سے پہلے اطاعت وپیروی کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہیں، اسی طرح کشوف کے بعد بھی اسی کو اپنا نصب العین ٹھہرائے رکھیں۔ اسی کی یہ تلقین کرتے تھے اور مرید وسالک کیلئے یہی زیبا بھی ہے۔

نام کتاب:۔ تحریک اہل حدیث، تاریخ کے آئینے میں ...... مصنف:۔ قاضی محمد اسلم سیف

تاریخ کے چند نامور علماء وصوفیاء کا تذکرہ

امام مالک رحمہ اللہ کا عظیم کارنامہ:۔ محدثین کرام رحمہم اللہ نے دین کی حفاظت کے سلسلہ میں مختلف طریقے اختیار کئے اور اس سلسلے میں اپنی ذمہ داریاں نہایت عمدہ طریقے سے ادا کیں۔ محدثین رحمہم اللہ نے دین کی حفاظت وصیانت اور تبلیغ واشاعت میں جو طریقے اختیار کئے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) پہلا طریقہ یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کو کتابوں میں محفوظ کیا۔ اور سب سے پہلے یہ کام حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 179ھ) نے انجام دیا۔ چنانچہ آپ رحمہ اللہ نے اپنے شاگردوں کو ایک مجموعہ حدیث لکھوایا اور اس کا نام ''موطا'' رکھا۔ موطا کا معنی ایسا راستہ جس پر لوگ چل رہے ہوں۔ وہ راستہ لوگوں نے اپنے پاؤں سے روندا ہو۔ اس سے مراد امام مالک رحمہ اللہ کی وہ سنت رسول ﷺ ہے جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ کی جماعت عمل کر رہی تھی۔ یعنی ایسی شاہراہ اعظم جس پر صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین رحمہم اللہ وتبع تابعین نے بالعموم مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے باشندوں نے خصوصی طور پر عمل کیا ہو۔ (تحریک اہل حدیث ص 78-77)

شیخ علی بن حسام الدین المتقی:۔ شیخ علی بن حسام الدین المتقی رحمہم اللہ صوبہ گجرات میں مسلک اہلحدیث کے بانیان میں شمار ہوتے ہیں یہ 885ھ میں برھان پور میں پیدا ہوئے پھر ملتان میں شیخ حسام الدین المتقی رحمہ اللہ کے ہاں دو سال رہ کر علوم کی تکمیل کی۔

غالباً "المتقی" کا لقب انہیں استاذ کی نسبت سے حاصل ہوا۔ پھر حجاز مقدس پہنچ کر وہاں کے شیوخ سے استفادہ کیا۔ جن میں ابن حجر مکی، شیخ ابوالحسن بکری اور شیخ محمد بن محمد سخاوی رحمہم اللہ زیادہ مشہور ہیں آپ کے تلامذہ میں شیخ محمد طاہر پٹنی، شیخ عبدالوہاب متقی، شیخ محمد بن فضل اللہ برھانپوری رحمہم اللہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ حدیث کا معروف دائرۃ المعارف جو "كنز العمال في سنن الاقوال والا فعال" کے نام سے مشہور ہے آپ کی ہی تصنیف ہے جو علامہ سیوطی رحمہ اللہ کی "جمع الجوامع" اور "الجامع الصغير" کی تبویب وتہذیب ہے جن کے بارہ میں انہی کے شیخ ابوالحسن شافعی رحمہ اللہ کا قول معروف ہے کہ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کا تمام علماء پر احسان ہے اور علامہ علی متقی رحمہ اللہ کا علامہ سیوطی رحمہ اللہ پر احسان ہے۔ (شذرات اخبار بحوالہ پاک وہند میں اہلحدیث کی خدمات بحوالہ تحریک اہلحدیث ص 147)

وضاحت:۔ آپ کی پیدائش ۱۴۸۰ء اور وفات ۱۵۶۷ء ہے والد کا نام عبدالملک ابن قاضی خاں المتقی ،القادری الشاذلی، المدینی، چشتی ہے۔ آپ کے پہلے مرشد شاہ باجن رحمہ اللہ تھے انکے انتقال کے بعد شیخ عبدالحکیم ابن شاہ باجن رحمہما اللہ سے سلسلہ چشتیہ میں خرقہ خلافت حاصل کیا اسکے بعد شیخ محمد بن محمد سخاوی رحمہ اللہ سے سلسلہ قادریہ میں خرقہ قادریہ اور قطب وقت شیخ نورالدین ابوالحسن علی الحسن شاذلی رحمہ اللہ سے سلسلہ شاذلیہ میں، شیخ ابو مدین شعیب مغربی رحمہ اللہ سے سلسلہ مدنیہ کا خرقہ حاصل کیا۔ تصنیفات کی تعداد سو سے زائد ہے۔ سالکان طریقت اور طالبان آخرت کیلئے بہت سا علمی ذخیرہ آپ رحمہ اللہ نے یادگار چھوڑا ہے۔ آپ رحمہ اللہ کی پہلی تصنیف "تبیین الطریق" جس کی تصنیف کے وقت آپ رحمہ اللہ کو غیب سے الہام ہوتا تھا۔ دوسری معرکۃ الاراء کتاب "حکم کبیر" ہے جس میں تصوف کے تمام مسائل کا خلاصہ لکھا ہے۔ آپ رحمہ اللہ اپنی اس کتاب کے بارے میں خود فرمایا کرتے تھے کہ تصوف کا جو مسئلہ لوگ تم سے پوچھیں وہ اس کتاب میں دیکھ کر ان کو جواب دے دو۔ شیخ ابن حجر مکی رحمہ اللہ (جو آپکے سابقہ استاد تھے) آپ رحمہ اللہ کے کمالات کی بدولت شاگرد و مرید بھی بنے اور آپ رحمہ اللہ سے خرقہ خلافت بھی حاصل کیا۔ (شیخ کی متصوفانہ زندگی کی تفصیل دیکھنے کیلئے "اخبار الاخیار" تالیف شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کا مطالعہ کیجئے)۔ (از مرتب اثری)

شیخ محمد طاہر محدث پٹنی رحمہ اللہ:۔ شیخ محمد طاہر پٹنی رحمہ اللہ (متوفی 986ھ) پٹن ضلع احمد آباد گجرات بھارت میں پیدا ہوئے۔ پٹن سے مراد پاکستان کا پاک پتن نہیں۔ اس پاکپتن کو تاریخ میں اجودھیا کہتے ہیں۔ یعنی اس کا پرانا نام اجودھیا ہے۔ یہ ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو احمد آباد کے قریب واقع ہے اور اب بھی اس نام سے وہ مشہور ہے۔ اسی پٹن کو معرب کر کے فتن کہتے ہیں اور اسی نسبت سے شیخ محمد بن طاہر رحمہ اللہ فتنی کہلاتے ہیں۔ شیخ موصوف کا شیخ علی متقی رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتا ہے۔ شیخ کے حدیث کا فیضان اور اثرات پورے صوبہ گجرات پر حاوی تھے۔ شیخ محمد بن طاہر رحمہ اللہ کی "مجمع بحار الانوار في غرائب التنزيل و لطائف الاخبار" "تذكرة الموضوعات في قانون الموضوعات" اور "مغني في اسماء الرجال" مشہور تصانیف ہیں۔ ان کی تصنیفات کے مطالعہ سے ان کی طبیعت میں تقلید وجمود کے برعکس تحقیق اور اتباع سنت کا رجحان عیاں ہوتا ہے۔ (تحریک اہل حدیث ص 147)

وضاحت:۔ آپ رحمہ اللہ شیخ علی متقی رحمہ اللہ کے مرید تھے۔ اپنی کتابوں کی دیباچوں میں مرشد کی بے انتہا تعریف سپرد قلم کی ہے، آپ رحمہ اللہ کا دستور تھا کہ اپنے پیر مرشد رحمہ اللہ کی وصیت کے مطابق اپنے ہاتھ سے روشنائی بنا کر طالب علموں کو مفت دیا کرتے تھے۔ پڑھاتے وقت بھی زبان سے پڑھاتے اور ہاتھ سے اکثر وبیشتر روشنائی گھوٹا کرتے اور کہتے ہاتھوں کو بھی کام میں لگا رہنا چاہیے۔ (از مرتب اثری)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ:۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ (متوفی 1052ھ) بن سیف الدین بخاری رحمہ اللہ نے

اس شہر (دھلی) میں آنکھیں کھولیں اور علوم میں دسترس حاصل کی۔ اور دار السلطنت دہلی میں اپنی مسند بچھا کر حدیث کے فروغ کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا۔ اپنی ذہنی صلاحیتیں، دماغی قابلیتیں اور لسانی توانائیاں حدیث کی تدریس اور فروغ کے لئے وقف فرمائیں، بے شمار خلق خدا نے ان سے استفادہ کیا اور بہت سے علماء کرام نے آپ کے درس حدیث سے تکمیل کی۔ حدیث کے فن میں اور ان کی ذات سے خلق خدا کو بہت نفع پہنچا آپ رحمہ اللہ نے اپنے پیش رو علماء سے حدیث میں بہت زیادہ جد و جہد کی۔ حتیٰ کہ بعض لوگوں نے یہاں تک کہا کہ ہندوستان میں فن حدیث کو لانے والے شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ہیں۔ یہ بات قطعی غلط ہے اور تاریخ اس کی صحت ماننے سے منکر ہے۔ شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے "مشکوۃ" کی شرح پہلے "اللمعات" لکھی۔ پھر اس میں مزید اضافہ کر کے " اشعۃ اللمعات " لکھی۔ علماء اولیاء کے حالات پر " اخبار الاخیار "تصنیف کیں۔

(حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی ص 43 بحوالہ تحریک اہل حدیث ص 150)

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اس وقت مسند تدریس بچھائی جس وقت شمالی ہندوستان علم حدیث سے تقریباً خالی ہو چکا تھا اور ان کی حدیث کی اس روشن کردہ شمع سے طلباء پروانہ وار وہاں جمع ہونے لگے اور شمالی ہندوستان میں بھی حدیث کی تدریس جاری ہوگئی اور حدیث کا مرکز ثقل گجرات سے منتقل ہو کر دہلی آ گیا، اور دہلی سے قال اللہ و قال الرسول ﷺ کی دلنواز صدائیں آنے لگیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے درس کا غلغلہ بلند ہو گیا (حیات شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ ص 43 بحوالہ تحریک اہل حدیث)

> **وضاحت:۔** آپ رحمہ اللہ نے ابتدائی روحانی تعلیم و تربیت اپنے والد مولانا سیف الدین رحمہ اللہ سے حاصل کی سلسلہ قادریہ کے مشہور بزرگ حضرت سید موسیٰ گیلانی رحمہ اللہ سے آپ رحمہ اللہ کو بہت عقیدت تھی ۶ شوال ۹۸۵ھ میں ان سے بیعت ہوئے اور خلافت سے نوازے گئے، شیخ عبدالوہاب متقی رحمہ اللہ سے بھی سلوک و طریقت کی چاشنی حاصل کرتے رہے اور آپ رحمہ اللہ ہی کی زیر نگرانی فریضہ حج کے بعد حرم کے ایک حجرہ میں عبادت و ریاضت کرتے رہے۔ حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی رحمہ اللہ کے دست حق پرست پر بھی بیعت اصلاح کی ۔تصنیفات کی تعداد ساٹھ سے زائد ہے۔ سلوک و تصوف کی مشہور کتابیں یہ ہیں (۱) توصیل المرید الیٰ المراد بہ بیان (۲) شرح فتوح الغیب۔ (۳) مرج البحرین۔ (۴) نکات الحق و الحقیقت۔ (۵) اخبار الاخیار فی احوال الابرار۔ (۶) آداب الصالحین۔ "حضور ﷺ کی ذات گرامی سے آپ رحمہ اللہ کو عشق تھا جب دیار محبوب میں پہنچتے تو برہنہ پا ہو جاتے۔ (از مرتب اثری)

محبوب سبحانی نقشبندی کی عظمت و استقامت:۔ ابوالفضل فیضی اور ان کے والد ملاں مبارک کی بے دینی سے مغلیہ بادشاہ اکبر کے دربار میں سجدہ تعظیمی واجب کیا گیا عرشی فرشی سلام کو لازم ٹھہرایا گیا، انبیاء علیہم السلام کی مشترکہ سنت "ختنہ" کو ممنوع قرار دیا گیا۔ بچوں کے نام محمد اور احمد رکھنے پر بندش لگا دی گئی۔ گائے کا ذبیحہ حرام قرار دیا گیا۔ خنزیر کا گوشت حلال ٹھہرایا گیا۔ اکبر کے دین الٰہی کا فتنہ برپا کیا گیا۔ عملاً توحید و سنت کے خلاف بغاوت کی گئی۔ بے شمار مشرکانہ اور ہندوانہ رسوم ہندوؤں کی رعایت سے جاری کی گئیں۔ محبوب سبحانی شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ نے مغلیہ شہنشاہوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا اور "افضل الجھاد من قال كلمة حق عند سلطان جائر "کا حق ادا کرتے رہے ان کی بے مثال قربانی اور عظمت استقامت سے اللہ تعالیٰ نے یہ تمام شرکیہ رسوم بند کروا دیں اور مغلیہ شہنشاہوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا اور شیخ مجدد رحمہ اللہ خالص توحید کے علمبردار اور تمسک بالسنہ کی دعوت کی بدولت اس ابتلاء سے سرخرو ہو کر نکلے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ کے بعد ان کے صاحبزادے شیخ نورالحق رحمہ اللہ (متوفی 1072ھ) نے اس علم کی نشر و اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔

(تحریک اہل حدیث ص 152)

حضرت مجدد الف ثانی نقشبندی رحمہ اللہ کی تاریخ ساز شخصیت:۔ ایسے تیرہ و تار ماحول میں جبکہ ہر طرف کفر و ضلالت، رسم

ورواج بدعات وسیئات اور فواحش ومنکرات کی آندھیوں بلکہ طوفانوں میں 971ھ کو بروز جمعہ نصف شب 14 شوال کو ایک عہد ساز، نابغہ عصر شخصیت نے جنم لیا۔ جس کو عرف عام میں شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمہ اللہ کہا جاتا ہے۔ جن کا لقب بدرالدین اور کنیت ابوالبرکات اور خاندانی نسب نامہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔

جب ظلمت وتاریکی بڑھ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ آفتاب عالم تاب کو طلوع ہونے کا حکم دیتے ہیں۔ جس سے رات کی تاریکی چھٹ جاتی ہے۔ اور دن کی روشنی چار دانگ عالم میں پھیل جاتی ہے۔ مسلمہ اصول ہر فرعون راموسی کے تحت کفر وضلالت کی تاریکیوں کو ختم کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ ایسی عبقری زماں شخصیت کو پیدا کر دیتا ہے کہ وہ استقامت کا پہاڑ بن کر باطل کے سامنے سینہ سپر ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں پیغمبرانہ اوصاف ودیعت فرماتے ہیں۔ وہ باطل کے طوفانوں میں بھی چراغ حق روشن کرتے ہیں۔ تلوار کی دھار پر کلمہ حق کہنے میں وہ اپنی سعادت اور نجات سمجھتے ہیں فطری بات یہ ہے کہ جتنے حالات سنگین ہوں گے ماحول خوفناک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان کے مقابلہ کے لئے بھی ایسی بہادر، اولوالعزم، اشجع مخلص، راستباز شخصیتوں کو جنم دیتے ہیں۔ تاکہ ہواؤں کا رخ موڑا جاسکے۔ طوفانوں کا مقابلہ کیا جاسکے۔ اور کلمہ حق کی پشتیبانی کی جاسکے۔ اکبر اعظم کا دور انتہائی خوفناک اور سنگین دور تھا۔ بڑی بڑی شخصیتیں خوف وہراس سے سہمی ہوئی تھیں۔ اور ان میں مصلحت بینی گھر کر چکی تھی شیخ احمد سرہندی فاروقی رحمہ اللہ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد رحمہ اللہ سے حاصل کی۔ دس سال کی عمر میں انہوں نے قرآن مجید حفظ کرلیا۔ والد صاحب سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد سیالکوٹ آگئے۔ سیالکوٹ میں مولنا کمال الدین کشمیری رحمہ اللہ سے بعض کتابیں بڑی تحقیق اور تدقیق سے پڑھیں اور حدیث کی کتابیں اس وقت کے بہت بڑے محدث مولنا محمد یعقوب کشمیری رحمہ اللہ سے پڑھیں۔ حصول علم سے فراغت کے بعد تعلیم وتدریس میں مشغول ہو گئے۔ اور اپنے والد محترم رحمہ اللہ کی مسند کو فروغ بخشا (حیات مجدد ص۲،۳) اور یہ تمام منزلیں آپ مولانا نے سترہ سال کی عمر میں طے کرلیں۔ (تحریک اہل حدیث، ص166)

حضرت مجدد نقشبندی کا حکیمانہ فیصلہ:۔ شیخ مجدد رحمہ اللہ نے جس ماحول میں آنکھیں کھولیں اس کی سنگینی اور اکبر بادشاہ کی اس میں دلچسپی کو دیکھا تو حالات کا جائزہ لیا، علماء کے ذہنوں کو پڑھا تو وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ زیر زمین تحریک شروع کی جائے۔ حکومت کے اعضاء وجوارح سے راہ ورسم پیدا کی جائے۔ ان سے ربط وتعلق کو بڑھایا جائے۔ ان کے ذہنوں کو صاف کیا جائے اور ان کو اکبر بادشاہ کے الحاد وزندقہ سے باخبر کیا جائے۔ اسلام کی مظلومیت، اسلام کی صداقت ان پر واضح کی جائے۔ تاکہ دینی انقلاب کا آغاز ذمہ داران حکومت اور خواص سے شروع ہو۔ شیخ مجدد رحمہ اللہ خوب سمجھتے تھے کہ ایک تو میں ابھی نوعمر ہوں شاید میری بات اتنی مؤثر نہ سمجھی جائے۔ دوسرا امر یہ ہے کہ اس الحاد وزندقہ کا بانی خود اکبر اعظم اور اس کے علماء سوء ہیں۔ ملاں مبارک، ابوالفضل اور فیضی کا بادشاہ کو گمراہ کرنے میں ایک خصوصی کردار ہے۔ کیونکہ یہ بے دین مولوی اکبر کو علماء سے بیزار کر چکے ہیں۔ اسے اسلام کا باغی بنا چکے ہیں۔ اسے مجتہد مطلق قرار دے چکے ہیں اور اکبری ہفوات کو دین اسلام گردان کر چکے ہیں، اس گمراہی کو پھیلانے کے جواز میں اس کے ذہن میں مخلوط حکومت کا سیاسی نکتہ ڈال چکے ہیں۔ اب اکبر سے براہ راست محاذ آرائی کے بجائے حکیمانہ انداز میں اونچے سرکاری حلقوں سے روابط بڑھانا ضروری ہیں۔ تاکہ ان کے جانشین کے زمانے میں اسلامی اور دینی انقلاب پوری کامیابی سے برپا کیا جاسکے۔ علماء سوء اسلام کے فرائض کو ساقط قرار دے چکے تھے۔ بعض مولوی حج کی فرضیت کے ختم ہونے کے دعویدار تھے۔ (حیات مجدد ص 27)

علماء سوء کا کیا کردار تھا اس کا اندازہ امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ کے اس اقتباس سے فرمایئے کہ علماء میں اچھے لوگ بھی موجود تھے لیکن ان کی کوئی پیش نہیں چلتی تھی۔ غازی خاں بدخشی نے کہا کہ بادشاہ کو سجدہ کرنا جائز ہے۔ علماء نے کان کھڑے کیے۔ غل مچایا، گفتگو کے سلسلے پھیل کر الجھے، معترض مسلمانوں کے جوش نہ دم لیتے تھے، نہ لینے دیتے تھے، سجدہ تعظیمی کے جواز کے طرف دار بڑی ملائمت سے انہیں روکتے تھے۔ اور اپنی بنیاد جمائے جاتے تھے۔ کہتے تھے کہ اپنے عہد سلف پر نظر کرو امت ہائے قدیم کو دیکھو، وہ عموماً اپنے بزرگوں کے سامنے

تحفہ عجز و نیاز سمجھ کر ادب سے پیشانی زمین پر رکھتے تھے۔ مثلاً ملائکہ نے سجدہ حضرت آدم علیہ السلام کو کیا تھا۔ جواب ظاہر ہے کہ سجدہ تعظیمی، باپ اور بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کیوں کیا تھا؟ (جواب تحفہ ادب پیش کیا تھا نہ کہ پرستش و بندگی (تذکرہ مولانا ابوالکلام آزاد)

شیخ صاحب لکھتے ہیں داڑھیاں منڈوانے کے متعلق شیخ امان پانی پتی کے ایک بھتیجے ملاں ابوسعید نے فتویٰ دیا۔ وہ اپنے عم بزرگوار کے کتب خانے سے ایک کرم خوردہ کتاب لے کر تشریف لائے۔ اس میں سے حدیث دکھائی کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ آئے ان کا بیٹا ساتھ تھا۔ اس کی داڑھی منڈی ہوئی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے دیکھ کر فرمایا کہ اہل بہشت کی ایسی ہی صورت ہوگی۔ بادشاہ کو خوش کرنے کے لئے ان علماء نے ایسے ایسے فتوے صادر فرمائے۔ (حیات مجدد ص 68 بحوالہ ردکوثر ص 25)

چار طریقے:۔ اندریں حالات شیخ مجدد رحمہ اللہ نے سوچا کہ اس سخت کٹھن کے ماحول میں مسلسل جہد وجہد کی جائے اور آہستہ آہستہ حالات کا رخ پھیر دیا جائے اس کے لئے انہوں نے درج ذیل چار طریقے اختیار کئے۔

اولاً۔ اپنے مریدوں اور تلامذہ کی ایک بہت بڑی تعداد کو تیار کر کے دین کی تبلیغ کے لئے آمادہ کیا۔ انہیں حکم دیا کہ ملک میں پھیل کر اسلام کی تبلیغ کریں۔ سنت کا مقام بیان کریں۔ اور لوگوں کو اتباع سنت کی دعوت دیں۔ اور لوگوں سے کہو کہ دائرہ شریعت میں واپس آ جاؤ کیونکہ اسی میں نجات ہے۔ یہ مؤثر طریقہ تبلیغ اندرون ہند اور بیرون ہند پورے زوردار طریقے سے اختیار کیا گیا۔

ثانیاً:۔ ملک اور بیرون ملک کی نامور شخصیتوں سے مراسلت کا سلسلہ شروع کیا اور ان کی کثرت نے اس کی اشاعت کو پسند کیا۔ خطوط میں مذہبی حقائق پر بحث ہوتی تھی اور اتباع سنت پر زیادہ زور دیا جاتا تھا۔

ثالثاً: ۔شیخ مجدد رحمہ اللہ نے کہا دربار شاہی کے بڑے بڑے امراء کو اپنا مرید بنایا جائے۔ اور ان کے ذمہ لگایا جائے۔ کہ وہ اپنے اپنے حلقہ اثر میں اسلامی انقلاب کو آگے بڑھائیں اور بادشاہ کے قلب (دل) کو بدلنے کی کوشش کریں۔

رابعاً۔ جب اکبر کا 1034ھ میں انتقال ہو گیا اور جہانگیر تخت نشین ہوا تو شیخ احمد رحمہ اللہ نے کھلم کھلا جد وجہد شروع کر دی۔ اور لوگوں سے یہ عہد لیا کہ خلاف اسلام احکام شاہی کو ہرگز تسلیم نہ کریں۔ اور اس جہد وجہد کو شاہی فوج تک وسعت دی گئی۔ ان کا یہ طریق کار ان کے مکتوبات سے اخذ کیا گیا (حیات مجدد ص 49 بحوالہ تحریک اہل حدیث ص 169)

تعلیمات مجدد نقشبندی:۔ ہم چاہتے ہیں کہ شیخ مجدد رحمہ اللہ کے مکتوبات سے ان کی تعلیمات اور ارشادات کا خلاصہ بالکل اختصار کے ساتھ درج کر دیں تا کہ تعلیمات مجددیہ کو سمجھنے میں کوئی دقت پیش نہ آئے:

(1) ہر بدعت سنت کو دور کرنے والی ہے خواہ وہ حسنہ ہو یا سیہ (مکتوبات دفتر اول ص 184)

(2) طریقت کی ضرورت اس لئے ہے کہ شرعی تکلیفات کو بجالانے میں آسانی ہو اور استدلالی یقین کشف سے بدل جائے اور اطمینان نصیب ہو مشاہدے اور مکاشفے شرع کے خلاف ہوں تو انہیں نیم جو کے بدلے میں قبول نہیں کرنا چاہے۔ (مکتوبات)

(3) جو کچھ اعتبار کے لائق ہے وہ کتاب وسنت ہے جو وحی قطعی سے مقرر ہوئے ہیں۔ علماء کا اجماع اور اجتہاد مجہدین بھی ان دو اصولوں سے رجوع کرتا ہے۔ ان کے علاوہ جو کچھ ہو خواہ صوفیاء کے معارف ہوں یا ان کے کشف والہام اگر ان اصولوں کے موافق ہوں تو مقبول ہیں ورنہ مردود (مکتوبات دفتر اول مکتوب نمبر 218 بنام ملاں طاہر بدخشی)

(4) شریعت کے تین جزء ہیں علم، عمل اور اخلاص۔ طریقت اور حقیقت شریعت کی تیسری جزء یعنی کامل کرنے میں اخلاص کے ساتھ شریعت کے خادم ہیں۔ (مکتوبات)

(5) وہ معارف جو کشف والہام کے بغیر بیان کئے جائیں سراسر افتراء اور بہتان ہیں معارف کا کمال یہ ہے کہ وہ شرع کے ہمنوا ہوں (مکتوبات امام ربانی)

شیخ مجدد رحمہ اللہ براہ راست کتاب وسنت سے استفادہ کے علمبردار اور داعی تھے حج بیت اللہ اور حرمین کی زیارت نے ان پر حدیث وسنت کا رنگ چڑھا دیا تھا شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی اس زوردار تحریک سے جہاں بدعتیوں، رافضیوں، خدا اور رسول ﷺ کے منکروں اور دین کے دشمنوں کی کمر ٹوٹ گئی وہاں حدیث وسنت کا فروغ اسی خالص دینی تحریک کے برگ وبار ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی مخلصانہ مساعی جرات، حوصلہ، تحمل، استقامت اور اخلاص کی بدولت تقریباً ایک صدی تک ان کے اثرات زندہ وباقی رہے۔ (تحریک اہل حدیث ص175)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا ذوق تصوف

بیہقی وقت کی بیعت اصلاح اور خدمات:۔ قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ پانی پت میں پیدا ہوئے۔ یہ شیخ جلال الدین رحمہ اللہ کی دسویں پشت میں سے تھے انہوں نے سات برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرلیا۔ سولہ سال کی عمر میں جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ پر حاوی ہوگئے تکمیل حجۃ اللہ فی الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ سے کی، اور شاہ محمد عابد سنامی رحمہ اللہ سے بیعت کی، آپ رحمہ اللہ کے پیر ومرشد مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ نے آپ کو "العلم الہدیٰ" اور حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے "بیہقی وقت" کا خطاب دیا۔ نواب صدیق حسن خاں مرحوم نے انہیں "اتحاف النبلاء" کے ص240، 241 پر زبردست خراج تحسین پیش کیا۔ ان کی علمی گہرائی زہد و ورع، تقویٰ وخلوص اور جذبہ اتباع سنت کا تذکرہ فرمایا۔ اسی طرح نواب صاحب نے "تقصار جنود الاحرار من تذکار جنود الابرار" میں بھی ان کا ذکر نہایت اچھے الفاظ میں کیا ہے۔

یوں تو آپ رحمہ اللہ کی بہت سی تصنیفات ہیں مگر "تفسیر مظہری" عربی میں ایک بہترین تفسیر ہے جس کا اندازہ اور اعتراف تمام متقدمین اور متاخرین علماء نے کیا ہے۔ ایک ان کا رسالہ "حرمت متعہ" ہے لیکن اس کی زیارت نہیں ہوسکی۔ روافض کے رد میں "سیف المسلول" ہے جو اپنے موضوع پر لاثانی حیثیت رکھتا ہے اور شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی کتاب "تحفہ اثناعشریہ" سے پہلے کا ہے اور بھی چھوٹے چھوٹے رسالے آپ رحمہ اللہ نے لکھے ہیں خاص طور پر حضرت شاہ ولی اللہ کا "وصیت نامہ" کی آپ رحمہ اللہ نے تشریح فرمائی اور اس کا نام "المقالۃ الرضیہ فی النصیحۃ والوصیۃ"۔ آپ رحمہ اللہ کا سب سے بڑا کمال یہ تھا کہ آپ فکر ولی اللہی کے صحیح ترجمان اور پاسبان تھے۔ معارف شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اور افکار شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کو زندگی بھر اپنا مشن قرار دیا۔ سنی سنائی باتوں پر اور توہم پرستی سے بہت دور تھے، ہر باب میں کتاب وسنت کو اہمیت دیتے۔ بدعات ورسوم سے دامن بچا کر رکھتے پانی پت دہلی کے قریب ضلع کرنال کی تحصیل تھی وہ ملک بھر میں اس اعتبار سے امتیازی حیثیت کے مالک تھے کہ وہاں حفظ قرآن کا عام رواج تھا۔ بچے بچیاں قرآن کے حافظ تھے بلکہ قرآن کی تلاوت میں پانی پتی لہجہ نہایت معروف اور متعارف ہے۔ جھنگ شہر اور جھنگ صدر کے مہاجرین میں پانی پتیوں کی کثرت ہے، اب بھی ان کے بچے بچیاں کثرت سے قرآن پاک کے حافظ ہیں۔ اس روایت کے قیام میں قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ پانی پتی کو بھی خاصہ دخل ہے۔

قاضی نقشبندی کا لزوم اتباع سنت:۔ اسی طرح آپ رحمہ اللہ نے وصایا میں اس حقیقت ولزوم اتباع سنت کو اور بھی آشکار کردیا ہے ان کی تصنیفات کے ہر ہر لفظ میں شان ولی اللہی ٹپکتا دکھائی دیتا ہے۔ عقیدہ توحید اور تمسک بالسنہ میں ان کا ذہن بالکل صاف اور عقیدہ سلف سے ملتا جلتا تھا۔ لیکن اپنے استاد حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ استاد زادوں شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ، شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ، شاہ عبدالغنی رحمہ اللہ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ اور اپنے مرشد مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ کی طرح عقیدہ توحید وسنت میں بے لاگ ہونے کے باوجود حکمت عملی کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنے کو سنت کے سلسلہ میں منتشر رکھا۔ (تحریک اہل حدیث، ص180)

اورنگزیب عالمگیر کی صوفیاء سے عقیدت:۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ان کی تجدیدی مساعی اور ان کی تحریک تجدید احیائے دین کے اثرات غازی سلطان محی الدین اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ کی حیات مستعار تک باقی رہے، سلطان اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ نے ہندوستان کو اسلامی قانون دینے کے لئے علماء کی ایک پوری جماعت سے "فتاویٰ عالمگیری" مرتب کروایا، اورنگزیب عالمگیر

رحمہ اللہ کا یہ معمول تھا کہ علماء جتنا "فتاویٰ عالمگیری" دن میں لکھ دیتے وہ سونے سے پہلے پہلے اسے ضرور پڑھ لیتے اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ نے ایک دینی طالب علم کی طرح پورے آٹھ برس سرہند بستی میں شیخ محمد معصوم بن شیخ احمد فاروقی مجدد الف ثانی رحمہما اللہ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کئے اورنگ زیب رحمہ اللہ کی یہ خواہش تھی کہ مسلمان سچے پکے مسلمان بن کر رہیں تاکہ غیر مسلم اقوام ان کی نشست و برخاست، عادات وخصائل، رسم ورواج، دیانت وامانت اور انداز زیست سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوسکیں۔ ایسا قانون بنایا جائے جو اسلام کی روح کے مطابق ہو اور غیر مسلم لوگوں کو متاثر کر سکے۔ چنانچہ اس کمیٹی کی عظمت کا اندازہ اس سے فرمائیں کہ حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے والد گرامی شاہ عبدالرحیم فاروقی رحمہ اللہ بھی اس کے رکن رکین تھے۔

"فتاویٰ عالمگیری" حنفی مسلک کا ترجمان ہے کہ کیونکہ اس وقت حکمران حنفی تھے لہذا انہوں نے مسلمانوں کو فقہ حنفی کے مطابق قانون دیا۔ (تحریک اہل حدیث، ص 181)

تزکیہ نفس اور اصلاح باطن میں مشغول ہونا:۔ حضرت شاہ ولی اللہ ۱۱۱۴ھ میں قصبہ پھلت ضلع مظفر نگر اتر پردیش (یو۔ پی) میں پیدا ہوئے۔ اس وقت آپکے والد گرامی شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کی عمر ساٹھ برس تھی۔

اس وقت سیاسی طور پر ایران میں خلفشار، قتل وغارت زوروں پر تھی۔ باقی عالم اسلام میں سیاسی معاملہ پر سکون تھا مصر وشام، عراق، حجاز، یمن، ایران میں علمی کام (تصنیف وتالیف) بھی جاری تھا علماء ومشائخ تزکیہ نفس اور اصلاح باطن میں مشہور تھے۔ (تحریک اہل حدیث، ص 181)

سنت کی قندیلیں جلانے والے متصوفین علمائے کرام:۔ ہم جب تحریک تجدید احیائے دین کا مطالعہ کرتے ہیں اور ارباب دعوت وعزیمت کی سوانح حیات پڑھتے ہیں تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ تحریک تجدید احیائے دین کے علمبردار ہمیشہ وہی اشخاص رہے، جن میں اللہ تعالیٰ نے عبقریت ونابغیت کے ساتھ ساتھ حدیث وسنت سے سچی محبت اور اسوہ رسول ﷺ سے صحیح لگن اور ارشادات رسول ﷺ سے عشق کی حد تک جنون عطا کیا تھا۔ یہ بات ایک فطری امر ہے کہ دین کے لئے وہی شخص قربانی دے گا اور وہی استقامت کا مظاہرہ کرے گا جس کو دین کے اصل سرچشموں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے دلی لگاؤ ہوگا۔ وہ اخلاق وکردار اور سیرت واعمال کے اعتبار سے حدیث وسنت کے ڈھانچے میں ڈھلا ہوگا۔ ہمیشہ ارباب دعوت وعزیمت وہی عہد ساز شخصیتیں رہی ہیں جن کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا، نشست وبرخاست اور انداز زیست اللہ کے قرآن اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق رہا ہے۔ جیسا کہ امام دار الہجرت مالک بن انس رحمہ اللہ، امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ، امام اہلسنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ، بشیر بن نعمان رحمہ اللہ، شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، امام حافظ ابن قیم رحمہ اللہ، حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ، امام ذہبی رحمہ اللہ، امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ امام عز الدین رحمہ اللہ، محبوب سبحانی شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ، امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ، شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ، شیخ الکل فی الکل حضرت میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ نواب والا جاہ سید صدیق حسن خان رحمہ اللہ مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ، شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ، سید جمال الدین افغانی رحمہ اللہ اور دیگر عبقری اشخاص جو ہمیشہ افضل الجہاد "ومن قال كلمة حق عند سلطان جائر" پر عمل پیرا رہے۔ "من تمسك بسنتي عند فساد امتي فله اجر مائة شهيد" پر گامزن رہے۔ تختہ دار پر بھی حق کی پشتیبانی کرتے رہے۔ ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی سنتوں کے لئے مر مٹنے کا اظہار کرتے رہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو دین میں روشنی کے مینار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کی وجہ سے سنت کی قندیلیں روشن ہوئیں۔ ان کی وجہ سے حدیث کی شمع فروزاں رہی، یہی اشخاص دین کی عظمتوں اور اسلام کی سربلندیوں کا باعث بنے۔ حضرت امام شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی اس تجدید احیائے سنت کا یہ نتیجہ نکلا کہ جب وہ حرمین سے حدیث وسنت کے فیوض وبرکات سے مالا مال ہو کر ہندوستان واپس تشریف لائے۔ تو مسند رحیمیہ جو ان کے والد مرحوم کی قائم کردہ تھی اشاعت حدیث اور معارف سنت کا بہت بڑا مرکز بن گئی جہاں ہندوستان بھر کے گوشہ گوشہ سے تشنگان علم حدیث نے پروانہ وار ہجوم کیا۔

مرید باکمال کے مشہور استاد:۔ سید مرتضٰی بلگرامی زبیدی رحمہ اللہ (متوفی 1205ھ) صاحب "تاج العروس شرح قاموس"۔ "اتحاف السادة المتين شرح احيائے علوم الدين" جن کے تجر اور حدیث میں کمال کی دھوم عالم عرب میں مچ گئی۔ جن کے دربار کی چمک دمک سلاطین کے درباروں سے کم نہ تھی، ان کے تلامذہ میں قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ (متوفی 1225ھ) خلیفہ ارشد حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمہ اللہ و مصنف "تفسیر مظہری" و "مالابد منہ" بھی تھے۔ (تحریک اہل حدیث ص 201)

شاہ صاحب کی تعظیم ائمہ اربعہ:۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی یہ کہہ کر تعریف کرتے ہیں "كان عظيم الشان فى التخريج على مذهب ابراهيم واقرانه دقيق النظر فى وجوه التخريجات مقبلا على الفروع اتم اقبال" ۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مرتبہ ابراہیم نخعی رحمہ اللہ اور ان کے ہم مرتبہ علماء کے مذہب پر اجتہاد و استنباط کے سلسلے میں بہت بلند تھا۔ ان تخریجات کے وجوہ اشکال میں وہ بڑی دقت نظر رکھتے تھے۔ مسائل جزئیہ اور ان کے فروع کے استخراج میں ان کا انہاک بہت بڑھا ہوا تھا۔ وہ امام مالک رحمہ اللہ کی عظمت اور خاص طور پر "موطا" کی صحت اور اس کے مقام و مرتبہ کے بہت بڑے حامی تھے۔ (ماخوذ۔ مقدمہ مصفٰی)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں كان اعظم شاناً واوسع رواية و اعرفهم للحديث مرتبةً اعمقهم فقهاً احمد بن حنبل ثم اسحاق بن راهويه (حجته الله البالغه جلد نمبر ا ص 150)

ان فقہاء و محدثین میں سب سے عالی مرتبہ وسیع الروایت، حدیث سے باخبر تفقہ میں عمیق النظر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ پھر اسحاق بن راہو یہ رحمہ اللہ ہیں۔ (تحریک اہل حدیث ص 206)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نقشبندی رحمہ اللہ:۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کے چار صاحبزادے تھے۔

(1)۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ (متوفی 7 شوال 1239ھ)۔ (2)۔ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ (متوفی 1249ھ)
(3)۔ شاہ عبدالغنی محدث دہلوی رحمہ اللہ متوفی 1227ھ (4) شاہ عبدالقادر محدث دہلوی رحمہ اللہ متوفی 1242ھ
ایک بیٹی امتہ العزیز تھی۔

شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ 1159ھ کو ایک دینی اور علمی خاندان میں پیدا ہوئے، پانچ سال کی عمر میں قرآن مجید ناظرہ پڑھ لیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ فارسی کے مختصر رسالے اور ابتدائی صرف ونحو بھی پڑھتے رہے۔ عمر کے گیارھویں سال باقاعدہ تعلیم کا آغاز کیا ان کے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے انہیں اپنے ایک مرید کے سپرد کر دیا جنہوں نے دو سال میں معقولات، تاریخ اور جغرافیہ پڑھایا۔

پندرہ سال کی عمر میں شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ نے جملہ علوم عقلیہ ونقلیہ اور رسمیہ سے فراغت حاصل کر لی۔ اور تدریسی ذمہ داریاں سنبھال لیں ابھی عمر کے سترھویں سال میں تھے۔ کہ حجتہ اللہ فی الہند امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ وفات پا گئے۔ چونکہ آپ رحمہ اللہ اپنے تمام بھائیوں سے عمر میں بڑے اور علم میں ممتاز تھے اس لئے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی مسند تدریس وخلافت آپ رحمہ اللہ کو تفویض کر دی گئیں۔ (تحریک اہل حدیث ص 227)

شاہ صاحب کے متصوفین تلامذہ:۔ شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کے تلامذہ میں شاہ رفیع الدین محدث دہلوی رحمہ اللہ، ان کے نواسے شاہ محمد الحق و شاہ محمد یعقوب، مفتی صدرالدین خاں دہلوی، شاہ غلام علی دہلوی، شاہ مخصوص اللہ، شاہ رفیع الدین۔ میر محبوب علی دہلوی، مولوی سید عبدالخالق دہلوی، شاہ محمد اسماعیل شہید، شاہ عبدالحئی بڈھانوی، مولوی فضل الحق خیر آبادی، مولانا حسن علی ہاشمی لکھنوی، مولانا حسین احمد ملیح آبادی، مولانا سلامت اللہ بدایونی، مولانا رؤف احمد مجددی، سید قطب الہدیٰ، شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی، بیہقی زمان قاضی ثناء اللہ پانی پتی، مولانا خرم علی بلہوری، شیخ فضل الحق کاکوروی، شاہ رحمان بخش چشتی، مولوی سید رمضان علی امروہی رحمہم اللہ نامور بزرگ ہیں۔ (تحریک اہل حدیث ص 229)

عارف باللہ مولنا سید عبداللہ غزنوی:۔ آپ رحمہ اللہ نے اپنا مال، جان اور وطن سب کچھ اللہ کی رضا کے لئے تج دیا تھا۔ آپ رحمہ

اللہ صاحب حال بزرگ تھے۔ آپ رحمہ اللہ مستجاب الدعوات شخصیت تھے۔ عوام میں عارف باللہ کے نام سے مشہور تھے۔ آپ رحمہ اللہ نے اس وقت کے مشہور علماء سے علم حاصل کیا۔ پھر مشہور اہل اللہ شیخ حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ "مغتنم الحصول" کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کی مسنون طرز حیات کو دیکھ کر بہت متاثر ہوئے۔ اور دین وسنت کے رنگ میں اپنے کو رنگنے کے لئے دہلی میں پہنچے۔

صالحین سے صحبت اور بے شمار کرامات:۔ آج بھی امرتسر کا کوچہ غزنویہ ان کی عظمتوں کا امین ہے۔ آپ رحمہ اللہ گویا عبادت، ریاضت اور ذکر وفکر کے لئے معتکف ہوئے۔ زہد وورع، حسن نیت، تواضع، انکساری جیسی خوبیوں کے حامل تھے۔ جو بزرگ بھی ان کی زیارت کر لیتا وہ ان کا والہ وشیداء بن جاتا ہے۔ لوگوں میں ان کی مدح وستائش اور عادات وخصائل کے چرچے عام تھے۔ آپ رحمہ اللہ نہایت اچھے زمانے والے اور ہندوستان بھر کی زینت تھے۔ آپ رحمہ اللہ پر نور ایمان کا غلبہ تھا۔ صالحین سے محبت تھی۔ بے شمار کشف وکرامات کا آپ سے صدور ہوا ہے۔ جیسا کہ نواب صدیق حسن خان رحمہ اللہ نے "تقصار جیود الاحرار" میں اور شیخ علامہ شمس الحق ڈیانوی رحمہ اللہ نے "غایۃ المقصود" کے مقدمہ میں اور قاضی طلا محمد پشاوری رحمہ اللہ نے اپنے عربی اور فارسی روشن قصائد میں لکھا ہے۔

مقام فنا فی الذکر:۔ مولنا شمس الحق ڈیانوی رحمہ اللہ "غایۃ المقصود" کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت عبداللہ غزنوی اپنے جمیع احوال میں ہر وقت اللہ کے ذکر میں مستغرق رہتے تھے۔ یہاں تک ان کا گوشت ان کی ہڈیاں، ان کے بال اور ان کے پٹھے ان کے تمام جسم کے اعضاء اللہ کے ذکر میں فنا اور اس کی طرف متوجہ تھے۔ آپ رحمہ اللہ 11 ربیع الاول سوموار 1298ھ میں فوت ہوئے۔

(نزہتہ الخواطر جلد ہشتم ص 202، 203 بحوالہ تحریک اہل حدیث ص 333)

دور سے ولی کی خوشبو سونگ لینا:۔ حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے بارے میں مولنا غلام رسول مرحوم قلعہ والے نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ غزنی میں حضرت نے فرمایا کہ آج میرے پاس کوئی اللہ کا ولی آنے والا ہے۔ تو شام کے وقت مولنا محی الدین لکھوی بن حافظ محمد لکھوی رحمہما اللہ پہنچ گئے۔ جب مولنا محی الدین رحمہ اللہ سے نام دریافت کیا گیا تو آپ نے نام محی الدین رحمہ اللہ ذکر کیا تو حضرت غزنوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس نام میں کبر کی بو آتی ہے تم کیا دین کا احیاء کرو گے۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو عبداللہ اور عبدالرحمٰن نام پسند ہیں۔ چنانچہ حضرت رحمہ اللہ نے ان کا نام عبدالرحمٰن رکھ دیا۔ اس کے بعد مولنا محی الدین، عبدالرحمٰن محی الدین کے نام سے مشہور ہوئے۔ مولنا عبدالرحمٰن محی الدین رحمہ اللہ مدینہ منورہ میں مدفون ہوئے۔ (تحریک اہل حدیث ص 333)

حدیث کی عظمت وادب:۔ مشہور ادیب منشی محمد دین فوق مرحوم نے علامہ اقبال مرحوم کا ایک مکتوب نقل کیا ہے۔ جس میں علامہ صاحب نے سید عبداللہ غزنوی مرحوم کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے محبت وعقیدت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا کہ حضرت غزنوی رحمہ اللہ طلباء کو "موطا شریف" پڑھا رہے تھے کہ کسی نے آکر یہ خبر دی کہ آپ رحمہ اللہ کا فلاں جواں سال بیٹا انگریز کی گولی کا نشانہ بن گیا۔ حضرت غزنوی رحمہ اللہ نے جب یہ وحشت اثر خبر سنی تو بے ساختہ ان کی زبان سے تین بار "انا للہ وانا الیہ راجعون" کے الفاظ نکلے اور بدستور حدیث کا درس جاری رکھا۔ وہ شخص حیران تھا کہ میں نے اتنی غم انگیز خبر سنائی اور شیخ رحمہ اللہ نے کوئی توجہ نہیں فرمائی۔ سبق مکمل ہونے کے بعد حضرت غزنوی رحمہ اللہ نے خبر سنانے والے سے تفصیلات سنیں۔ اس نے کہا کہ حضرت میں نے آپ کو آپ کے جواں سال بیٹے کی موت کی خبر سنائی تو آپ نے اسے درخور اعتناء نہ سمجھا۔ مولنا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے جواباً یہ فرمایا عزیز من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پڑھا رہا تھا۔ اس کو چھوڑ کر کوئی اور بات سننا عظمت حدیث اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعقیدت کے منافی تھا۔ جبکہ بچہ تو شہید ہو گیا اب واویلا کرنے سے واپس نہیں آئے گا۔ (مولنا داؤد غزنوی آغا شورش کشمیری ص ۶۵ بحوالہ تحریک اہل حدیث ص 334)

حزب البحر وظیفہ کی پابندی:۔ سمندری میں ایک مرتبہ پروفیسر سید ابوبکر غزنوی شہید رحمہ اللہ نے خطبہ جمعہ کے دوران فرمایا کہ دادا جان حضرت الامام مولنا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ "حزب البحر" وظیفہ باقاعدگی سے کرتے تھے۔ (جماعت مجاہدین میں بھی تسخیر کے اس

وظیفے کو اہتمام سے کیا جاتا تھا۔ امیر المجاہدین حضرت صوفی عبداللہ رحمہ اللہ بھی یہ وظیفہ بڑی باقاعدگی سے کرتے تھے) اس کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض اس کے جواز کے قائل ہیں اور بعض عدم جواز کے۔ ایک مرتبہ جمعہ کے روز دادا جان مرحوم نماز فجر کے بعد ایک حجرہ میں داخل ہوگئے اور وظیفہ حزب البحر شروع کر دیا۔ کسی طالب علم نے حجرے کا دروازہ بند کر کے تالا لگا دیا۔ دادا جان جب وظیفے سے فارغ ہوئے اور دروازے کو ہاتھ لگایا تو کڑک کر کے تالا ٹوٹ گیا۔ اور کنڈی از خود کھل گئی طالب علم بھاگے بھاگے حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے۔ سارا ماجرا بیان کیا حضرت مولنا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عبدالجبار کو میرے پاس لاؤ سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ فارسی میں گفتگو کیا کرتے تھے "حزب البحر" یہ وظیفہ حقیقت میں تسخیر کا وظیفہ ہے۔ جس میں وظیفہ کرنے والا اللہ تعالی سے درخواست کرتا ہے کہ یہ زمین یہ آسمان یہ ہوا یہ فضا یہ صحرا یہ دریا یہ بیاباں یہ کوہستان یہ پہاڑ یہ سمندر یہ انسان یہ کائنات کی تمام مخلوق میرے لئے مسخر کر دے۔ مولنا عبداللہ غزنوی نے مولنا عبدالجبار غزنوی سے فارسی میں دریافت کیا "عبدالجبار چہ میخوانی" عبدالجبار کیا پڑھا کرتے ہو۔ حضرت امام رحمہ اللہ نے جواباً کہا "حزب البحر میخوانم" "حزب البحر پڑھا کرتا ہوں۔ مولنا عبداللہ رحمہ اللہ نے فرمایا "از خدا خدائی خواہی بندگی اختیار کن" "کہ تم خدا سے خدائی مانگتے ہو بندگی اختیار کرو۔ (تحریک اہل حدیث ص335)

حصول علم کے بعد تزکیہ باطن کی طرف توجہ:۔ ایک مرتبہ مولنا غلام رسول مرحوم قلعہ میہاں سنگھ والے جو حضرت غزنوی رحمہ اللہ کے مرید بھی تھے اور دوست بھی تھے اور امرتسر حضرت سے ملنے کیلئے تشریف لے گئے۔ حاضر خدمت، سلیک سلیک اور خیریت دریافت کرنے کے بعد مولنا سید عبداللہ رحمہ اللہ نے فرمایا غلام رسول عالم شدی، حافظ شدی، مبلغ شدی، محدث شدی، و اعظ شدی حنوز مسلمان نہ شدی۔ غلام رسول تم عالم بن گئے مبلغ ہوگئے محدث بن گئے۔ حافظ بن گئے، تدریس کے منصب پر فائز ہوگئے، لیکن ابھی تک مسلمان نہیں بنے۔ مولنا غلام رسول رحمہ اللہ زارو قطار رونے لگے بلکہ بیہوشی میں تڑپنے لگے اور کہنے لگے حضرت بتاؤ میں مسلمان کیسے ہوؤں؟۔ حضرت غزنوی رحمہ اللہ نے فرمایا اس طرح مسلمان ہو جاؤ جس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام مسلمان ہوگئے تھے۔ مسلمان کا معنی اطاعت وفرماں برداری اور وفا شعاری کا ہے اور اسلام گردن نہادن، یعنی اسلام اللہ کی راہ میں جھک جانے اور اس کی اطاعت وفرماں برادری میں گردن جھکانے کا نام ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اللہ نے یہی فرمایا تھا "اسلم" انہوں نے جواباً کہا "اسلمت لرب العلمین" یعنی اے ابراہیم تو اللہ کا فرماں بردار ہو جا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا: دونوں جہانوں کے پروردگار کائنات کے خالق و مالک کا فرماں بردار ہوگیا ہوں۔

(مولانا محی الدین احمد قصوری بحوالہ الاعتصام)

حضرت مولنا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی زبان ہروقت اللہ کے ذکر سے تر رہتی، کوئی لمحہ خدا کی یاد سے غافل نہ گزرتا۔ وہ صاحب کشف وکرامات بزرگ تھے، اللہ تعالی نے انہیں مستجاب الدعوات بنایا تھا۔ ان کے ایسے بے شمار واقعات ہیں جب انہوں نے دعا مانگی اللہ نے قبولیت سے نوازا لیکن کتاب کی قلت دامانی کی وجہ سے ہم ان واقعات کو احاطہ تحریر میں لانے سے قاصر ہیں۔ (نزہۃ الخواطر بحوالہ تحریک اہل حدیث ص336)

روحانی طمانیت کا لوگوں پر اثر:۔ جب انہوں نے فارغ ہو کر دہلی سے امرتسر آنا چاہا تو عشاء کی نماز کے موقع پر حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ عبداللہ کل واپس جا رہے ہو۔ آج عشاء کی نماز پڑھاؤ کیونکہ آپ کی نماز ہو بہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا عکس ہوتی ہے، چنانچہ مولنا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے عشاء کی نماز پڑھائی۔ پہلی دو رکعتوں میں خاصا وقت لگ گیا۔ ان کے خشوع وخضوع کا یہ عالم تھا کہ خود زارو قطار رو رہے تھے اور تمام مقتدی بھی اشک بار تھے کسی کو وقت گزرنے کا احساس نہیں ہوا۔ حضرت غزنوی رحمہ اللہ کی نماز کی کیفیت اور روحانی طمانیت ویکسوئی اس قدر تھی جو ایک مرتبہ نماز ان کی اقتداء میں پڑھ لیتا تو پھر زندگی بھر یہی خواہش رہتی کہ حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی اقتداء میں نماز پڑھے۔ (تذکرہ علماء کرام بحوالہ تحریک اہل حدیث ص337)

ابدال وقت صاحب کرامات اور محقق:۔ مولنا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ اپنے وقت کے ولی کامل راسخ فی العلم اور نادرۃ الوجود

شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی ولایت عظمت شان اور جلالت علم پر سب متفق ہیں۔ وہ 1268ھ میں غزنی (افغانستان) کے قریب صاحبزادہ نامی بستی میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد محترم مولنا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ اپنے زمانے کے ابدال میں شمار ہوتے تھے۔ وہ صاحب کشف اور کرامات تھے ان کی زندگی کے عجیب وغریب واقعات پڑھنے اور سننے میں آئے ہیں۔ زندگی بھر امرتسر میں قرآن وحدیث کی تدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ اور مدرسہ تقویۃ الاسلام امرتسر کی بنیاد رکھی۔ تعلیم وتدریس کے شغل کے ساتھ ساتھ وہ زاہد فی الدنیا، عابد اور ذاکر انسان تھے۔ اللہ کے ذکر سے انھوں نے ہمیشہ اپنی زبان کو تر رکھا۔ دنیا اور اسباب دنیا سے کوئی غرض نہیں رکھی، زندگی بھر خلق خدا کو خالق کائنات کی عبادت وریاضت وتوحید وسنت کی دعوت دی۔ وہ ہمیشہ اوراد واذکار کثرت سے کیا کرتے تھے۔ جس سے پریشان حال اور بے چین لوگوں کو طمانیت قلب اور سکون خاطر کی غذا حاصل ہو جاتی تھی۔ میں نے امرتسر میں کئی مرتبہ ان سے ملاقات کی۔ میں نے انہیں سلف صالحین اور علماء ربانی کے عقیدے پر پایا۔ (تحریک اہل حدیث ص338)

مجتہدین سے حسن ظن اور آئمہ کا ادب:۔ آئمہ مجتہدین سے ہمیشہ حسن ظن رکھتے اور آئمہ کا بڑے احترام سے ذکر کرتے ویسے غزنوی علماء شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، حافظ ابن قیم رحمہ اللہ، امام اہل سنت احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے زیادہ متاثر تھے۔ آپ رحمہ اللہ کے تلامذہ اور روحانی استفادہ کرنے والوں کا حلقہ خاصا وسیع تھا۔ 1331ھ رمضان المبارک کے آخری جمعہ کے روز آپ نے وفات پائی۔ (تحریک اہل حدیث ص339)

کیا اہلحدیثوں میں کوئی ولی اللہ نہیں......!:۔ مولنا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کو جماعت اہلحدیث میں درجہ امامت حاصل تھا، علماء انہیں حضرت الامام کے نام سے پکارتے تھے۔ دینی علوم کے ساتھ ساتھ ان کے روحانی فیضان سے بے شمار لوگوں نے استفادہ کیا۔ ان کے حسن عقیدہ، حسن دعوت اور حسن روحانیت سے کسی کو اختلاف نہ تھا۔ مولنا سید عبدالحیٰ لکھنوی مرحوم نے ایک دوسرے مقام میں لکھا کہ ندوۃ کا امرتسر میں جلسہ تھا، امرتسر کے ایک تاجر نے تمام علمائے کرام کو کھانے کی دعوت دی۔ علماء زیادہ تھے جو ایک ہی کمرہ میں نہیں بیٹھ سکتے تھے دو تین کمروں میں ان کے کھانے کا اہتمام کیا گیا تو کہتے ہیں میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اس قدر فنافی اللہ ہے کہ ان کی زبان سے مثبت نہ منفی کوئی بات نہ سنی۔ وہ غیبت، نمیمت اور کثرت اقوال سے متنفر تھے۔ وہ کم گو اور پر گو تھے۔ وہ "قل خیرا او لیصمت" پر عمل پیرا تھے۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ اس قدر اللہ کی یاد میں فنا ہو چکے تھے کہ وہ ہر لقمے پر "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" پڑھتے تھے۔ اور جس کمرے میں کھانے کے لیے تشریف فرما تھے۔ وہاں سے ذکر کی خوشبو آرہی تھی۔ میں نے ایک رات مسجد غزنویہ میں گزاری۔ جب تہجد کا وقت شروع ہوا تو میں نے دیکھا کہ ایک سن رسیدہ آدمی باہر سے آیا اس نے وضو کیا اور مسجد کے حجرے میں تاریکی میں تہجد شروع کر دی۔ اس کی زبان میں اس قدر تاثیر تھی کہ جب وہ لفظ اللہ منہ سے نکالتے تھے تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ جیسے کوئی شخص مضبوط ہاتھ ڈال کر میرے دل کو اپنی طرف کھینچ رہا ہے، جب وہ فارغ ہو کر کمرے سے باہر تشریف لائے تو میں نے غور سے انہیں دیکھا تو وہ حضرت الامام مولنا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ تھے۔ میں نے علامہ شبلی نعمانی مرحوم سے کہا کہ آپ کہا کرتے بلکہ لکھا کرتے ہیں کہ اہلحدیثوں میں کوئی ولی نہیں ہے۔ آج میرے ساتھ مسجد غزنویہ میں رات گزاریں۔ شاید آپ رحمہ اللہ کو اپنے موقف پر نظر ثانی کرنی پڑ جائے۔ اور آپ اس موقف سے رجوع فرمالیں۔ چنانچہ اگلی رات میں پھر علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ کو لے کر مسجد غزنویہ میں چلا گیا۔ علامہ شبلی نعمانی رحمہ اللہ نے جب تہجد کے وقت یہ منظر دیکھا تو حیرت میں گم ہو گئے۔ اور اپنے موقف سے رجوع کر لیا اور کہا یہ میری بھول تھی اللہ مجھے معاف فرمائے واقعی یہ بہت بڑا ولی اور عارف باللہ شخص ہے۔ غزنوی بزرگوں کی نماز میں خشوع، خضوع، توجہ اور انابت مسلم تھی۔ ایک دفعہ جو آدمی ان کی اقتداء میں نماز پڑھ لیتا تو وہ ساری زندگی اس کی حلاوت اور حضور قلب کی لذت محسوس کرتا۔ (تحریک اہل حدیث ص340)

غزنوی اور قصوری خاندان میں روابط:۔ مولینا محی الدین احمد قصوری مرحوم نے الاعتصام میں غزنوی اور قصوری خاندان کے تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ میرے والد محترم مولینا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے بہت معتقد تھے۔

خانقاہ غزنویہ کا روحانی فیض:۔ میں اور مولنا محمد علی قصوری مرحوم کالج میں پڑھا کرتے تھے۔ محمود علی قصوری ابھی سکول کی ابتدائی

کلاسوں کے طالب علم تھے اور میرے بھائی مولوی احمد قصوری ہم تمام بھائیوں کو والد صاحب کا حکم تھا کہ تم جمعہ امرتسر میں مولینا عبدالجبار غزنوی کے پیچھے پڑھا کرو عصر اور مغرب بھی وہیں پڑھا کرو۔ عشاء کی نماز پڑھ کر لاہور واپس آیا کرو۔ ہم سکول و کالج کے شوخ اور شرارتی طالب علم تھے۔ لیکن مولینا عبدالجبار غزنوی کی اقتداء میں جمعہ اور تین نمازیں ہمیں اس قدر متاثر کرتیں کہ ہم ہفتہ بھر اس روحانی نشہ میں مخمور رہتے جب مولینا سید عبدالواحد غزنوی مسجد چینیا نوالی لاہور میں بطور خطیب تشریف لائے تو یوں سمجھئے کہ روحانیت کے دریا میں تموج پیدا ہوگیا اور چینیا نوالی مسجد ذکر وفکر اور عبادت وریاضت کی بہت بڑی خانقاہ بن گئی۔ مولنا عبدالجبار غزنوی حلیم الطبع شریف النفس، عظیم المرتبت اور فنانی اللہ شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے فیضان سے نہ صرف پنجاب بھر میں بلکہ برصغیر کے دور دراز علاقوں میں اللہ تعالی نے بے شمار انسانوں کو توحید وسنت کے دلدادگان بنایا۔ کتنے ہی لوگ ان کی مجالس ومحافل سے راہ مستقیم پر گامزن ہوگئے۔ کتنے گم گشتہ راہ انسان ان کی صحبت سے ہدایت یافتہ بن گئے۔

علمائے غزنویہ کے مشہور وظائف:۔ حضرات غزنوی علماء کے اوراد و وظائف مشہور تھے درود ابراہیمی کی دس دس تسبیح نکالنا ان کا معمول تھا۔ اس دور امیں پروفیسر سید ابوبکر غزنوی نماز فجر کے بعد روزانہ درود ابراہیمی کی دس تسبیحیں نکالے بغیر کسی سے گفتگو نہیں کرتے تھے۔ حضرت الامام مولنا سید عبدالجبار غزنوی کے بارے میں بھی مشہور ہے کہ وہ جمعہ کے روز جمعہ سے لے کر شام تک اپنے گھر میں تمام خورد وکلاں کو باتیں نہ کرنے دیتے اور نہ خود باتیں کرتے بلکہ کہتے کہ کثرت سے درود پڑھو کہ فرشتے آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لوگوں کے پڑھے ہوئے درود پیش کررہے ہیں۔ درود کے فضائل ومناقب اور محاسن ومدارج سے کوئی مسلمان بے خبر نہیں۔ (تحریک اہل حدیث ص 341)

سلوک اور تزکیہ قلب میں والد کے ہمقدم:۔ مولینا سید عبدالواحد غزنوی، سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ نیکی، خلوص، للّٰہیت، ذکر وفکر، عبادت وریاضت، اوراد وظائف، دعوت وارشاد، تزکیہ قلب، طہارت نفس، اصلاح باطن میں وہ اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتے تھے۔ بلکہ ان کے عکس ثانی تھے۔ ان پر بھی حضرت سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ اور بڑے بھائی سید عبدالجبار غزنوی کی نہ صرف چھاپ نمایاں تھی بلکہ انہیں کے ساختہ وپرداختہ تھے۔ حضور قلب انابت الی اللہ اور توجہ اور سلوک میں ان کے والد گرامی ان کے مقتداء اور رہنما تھے۔ مولنا عبدالوحد غزنوی کی عبادت میں جذب تھا۔ گفتگو میں سوز تھا خطبات جمعہ میں کشش تھی۔ کتنی دور دور سے لوگ آ کر ان کے خطبات جمعہ سے فیوض وبرکات حاصل کرتے۔ (تحریک اہل حدیث ص 342)

مولانا احمد علی کی توحیدی خدمات:۔ مولنا احمد علی لاہوری مرحوم نے شیرانوالے دروازے کی مسجد میں جب سے ڈیرے ڈالے حنفی ہونے کے باوجود توحید کی بڑی اشاعت کی اور بدعات کا رد فرمایا۔

مولانا احمد علی کا اقتداء میں نماز پڑھنا:۔ مولنا سید عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کا درس قرآن نہ صرف لاہور میں مشہور تھا بلکہ پنجاب بھر میں ان کے چرچے عام تھے۔ مولنا احمد علی مرحوم نماز فجر پڑھا کر مسجد چینیا نوالی میں ان کے درس میں شامل ہو جاتے۔ بسا اوقات مولنا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ نماز فجر بھی مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کی اقتداء میں پڑھتے ایک مرتبہ مولنا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ مولوی احمد علی فجر کی نماز اپنی مسجد میں پڑھا کرو اور درس قرآن بھی دیا کرو تا کہ حنفی لوگ آپ سے متاثر ہو سکیں کیونکہ ہم سے تو وہابی ہونے کی وجہ سے بدکتے ہیں۔ آپ حنفی ہیں مولنا احمد علی لاہوری نے جوابا کہا کہ حضرت جب نماز فجر کا وقت ہوتا ہے تو بے قراری اور بے چینی مجھ پر مسلط ہو جاتی ہے اور جب تک آپ رحمہ اللہ کے پیچھے نماز پڑھنے کا شوق اور جنون پورا نہ کرلوں سکون نہیں ملتا۔ اور یہ مجھے اس قدر بے تاب کر دیتا ہے کہ جب تک میں آپ رحمہ اللہ کی اقتداء میں فجر کی نماز نہ پڑھ لوں اور آپ رحمہ اللہ کا درس قرآن نہ سن لوں سکون وچین غارت ہو جاتا ہے چنانچہ یہ بات بھی قارئین کو معلوم ہوگی کہ مولانا احمد علی لاہوری مرحوم نے اپنے بہت بڑے حلقہ ارادت کے باوجود عیدین کی نماز ہمیشہ غزنوی علماء کی اقتداء میں ادا کیں۔ پہلے مولنا عبدالواحد غزنوی کی اقتداء میں۔ پھر مولانا احمد علی غزنوی رحمہ اللہ کی اقتداء میں آخرا مولنا سید داؤد

غزنوی کی اقتداء میں۔ مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ فروری 1942 میں فوت ہوگئے۔ مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ دسمبر 1943ء میں فوت ہوئے۔ جب مولنا سید داؤد غزنوی وفات پا گئے تو مولنا عبید اللہ انور مرحوم نے فرمایا اگر کوئی غزنوی نماز عید پڑھائے گا تو ہم حسب سابق نماز عید منٹو پارک میں اس کی اقتداء میں ادا کریں گے۔ (تحریک اہل حدیث ص344)

مولانا احمد علی مرنجاں مرنج وضع داری:۔ مولنا احمد علی مرحوم بڑے مرنجاں مرنج وضع دار اور روادار بزرگ تھے۔ چنانچہ انھوں نے اپنی دختر نیک اختر کا رشتہ مشہور اہلحدیث عالم و مصنف مولنا عبد المجید سوہدروی رحمہ اللہ کو دیا۔ قاری عبد الواحد ایڈوکیٹ مولانا عبد المجید سوہدروی کے صاحبزادے اور مولنا احمد علی مرحوم کے نواسے ہیں۔ اسلام کا یہ یز تابان مولانا سید عبد الواحد غزنوی رحمہ اللہ 1920ء کو دار فانی سے مقام جاودانی میں تشریف لے گئے۔ (تحریک اہل حدیث ص345)

متصوف غزنوی علماء کی سیاسی خدمات:۔ اس حقیقت سے کم لوگ ہی واقف ہوں گے کہ پنجاب کے علماء میں وہ پہلے عالم دین تھے جنہوں نے تحریک خلافت کے زمانہ میں انگریز کی حکومت کے خلاف اپنا پرچم کھولا۔ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے امرتسر میں 1919ء میں انگریز کے مارشل لاء کے خلاف نعرہ حق لگایا اور انگریزوں کے خلاف اپنی شعلہ بار تقریروں میں آگ کے انگارے پھینکے۔ یہی وہ شخصیت ہیں جو سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کو منبر ومحراب کے جمود سے کھینچ کر جہاد وغا کے میدان میں اٹھا لائے۔ خود شاہ جی رحمہ اللہ بھی اس کا اعتراف فرماتے تھے۔ یہ واقعہ ہے کہ امرتسر کی دینی زندگی میں سیاسی ہل چل ڈالنے کا آغاز انہیں کی بدولت ہوا۔ انہی پنجاب میں علماء کی جنگ آزدی کا پہلا سالار بھی کہا جاسکتا ہے۔ (تحریک اہل حدیث ص346)

حافظ صاحب کا مسلک:۔ حافظ بارک اللہ رحمہ اللہ حنفی المسلک تھے انہوں نے ''انواع بارک اللہ'' کے نام سے پنجابی زبان میں فقہی مسائل پر مشتمل ایک کتاب مرتب فرمائی۔ یہ دور سید احمد شہید رحمہ اللہ کے دہلی سے براستہ راجپوتانہ، بہاولپور، سندھ، بلوچستان، قندھار، افغانستان، شمال مغربی سرحدی صوبہ میں پہنچنے کا زمانہ تھا۔

تین متصوف علمائے اہلحدیث:۔ بقول مولنا محی الدین احمد قصوری حافظ محمد لکھوی۔ مولنا غلام رسول قلعہ میہاں سنگھ والے اور حضرت عبداللہ غزنوی رحمہم اللہ۔ تینوں حضرت میاں صاحب رحمہ اللہ کے پاس پہنچے اور حدیث کی تکمیل کے بعد لکھو کے واپس تشریف لائے۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ نے دہلی سے واپس آکر لکھو کے میں مدرسہ محمدیہ کی بنیاد رکھی۔ ممتاز عالم اور عظیم مدرس تھے۔ بے سروسامانی کے عالم میں تعلیم و تدریس کا آغاز فرمایا۔ حدیث، تفسیر، علوم قرآن میں ان کی نظر بہت وسیع تھی۔ عالم، مدرس، عارف باللہ، صاحب کرامت اور ولی اللہ ہونے کے ساتھ ساتھ پنجابی زبان کے بہت بڑے شاعر تھے۔ پنجابی اشعار میں ''احوال الآخرت'' ''زینت الاسلام'' اور ''انواع محمدی'' لکھ کر انہوں نے بہت بڑا کارنامہ سرانجام فرمایا اللہ تعالٰی نے ان کتابوں کے ذریعے لاکھوں انسانوں کو راہ ہدایت پر گامزن کیا۔ قرآن پاک کی پنجابی اشعار میں تفسیر محمدی کے نام سے پانچ منزلوں میں تفسیر لکھی۔ ایک زمانہ تک حافظ صاحب رحمہ اللہ کی کتابیں پنجاب کے تمام دیہات میں بلا امتیاز مسلک و مشرب بچوں اور بچیوں کو پڑھائی جاتی تھیں۔ مولانا محی الدین عبد الرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ بڑے خدا رسیدہ عابد و ذاکر شب زندہ دار، کم گو، کم آمیز، راست باز، صاف گو اور مجاہد انسان تھے۔ مدینہ پاک میں فوت ہوئے اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ (تحریک اہل حدیث ص352)

غزنوی سرکار کی خدمت میں حاضری:۔ مولنا عطاء اللہ لکھوی نے صرف ونحو اور درمیانی کتابوں تک اپنے والد اور دیگر لکھوی علماء سے پڑھیں، پھر حضرت الامام مولنا سید عبد الجبار غزنوی رحمہ اللہ کی سرکار سے وابستہ ہوگئے۔ (تحریک اہل حدیث ص354)

آٹھ دن تک کچھ نہ کھانے کا مجاہدہ:۔ صوفی صاحب مرحوم نے یہ بھی بیان کیا کہ ایک مرتبہ محدث وزیر آبادی رحمہ اللہ بے ہوش ہوگئے ایک حکیم کو بلایا اس نے نبض دیکھ کر کہا کہ تین پاؤ دودھ نیم گرم کر کے چمچی سے ان کے حلق میں انڈیلو۔ جب تین پاؤ دودھ ان کے حلق سے نیچے اتر جائے تو مجھے بلا لینا۔ ایسے ہی کیا گیا جب تین پاؤ دودھ حافظ صاحب رحمہ اللہ کے پیٹ میں چلا گیا تو وہ آنکھیں مل کر اُٹھ بیٹھے۔

حکیم صاحب رحمہ اللہ بھی آ گئے انہوں نے بڑے اصرار سے پوچھا۔ حافظ صاحب رحمہ اللہ کیا تکلیف تھی حافظ صاحب رحمہ اللہ نے بتانے سے انکار کر دیا۔ جب حکیم صاحب رحمہ اللہ کا اصرار حد سے بڑھ گیا تو حافظ صاحب رحمہ اللہ گویا ہوئے کہ میری بات اللہ کے خلاف بداعتادی پر محمول نہ کی جائے آٹھ دن سے کھانے کو کوئی چیز نہیں ملی نہ کسی سے مانگنا غیرت نے گوارا کیا۔ بھوک نے غلبہ کیا بے ہوش ہو گیا۔ جب تین پاؤ دودھ اندر چلا گیا اور تقویت مل گئی تو ہوش میں آ گیا۔ (تحریک اہل حدیث ص 360)

مرید باکمال قصور میں اشاعت مسلک اہلحدیث کا ذریعہ:۔ قصوری خاندان نہایت پاک باز، شائستہ، مخلص، دین کا دلدادہ، اسلام کا شیدائی خاندان ہے۔ سیاسیات میں اس کے افراد نے نہایت راست بازی، صاف گوئی، جرأت واستقامت کا مظاہرہ فرمایا۔

قصوری خاندان کا اصلاً تعلق ضلع سیالکوٹ کے ایک گاؤں سے تھا۔ مولانا عبدالقادر قصوری مرحوم کے دادا قاضی غلام حسین سیالکوٹ سے دلا ور چیمہ ضلع گوجرانوالہ میں آ گئے ان کے فرزند گرامی مولوی غلام احمد رحمہ اللہ سب سے پہلے اہلحدیث ہوئے ان کے تین بیٹے تھے مولانا عبدالقادر، مولنا عبدالحق اور مولانا عبداللہ۔ مولانا عبدالحق نے گوجرانوالہ میں وکالت کے بعد مستقل قیام رکھا۔ مولانا عبدالقادر قصوری کے والد مرحوم مولنا غلام رسول مرحوم آف قلعہ میہاں سنگھ سے نہ صرف متاثر تھے بلکہ ان کے مرید تھے۔ مولنا عبدالقادر مرحوم کی رسم بسم اللہ انہوں نے ہی ادا کی تھی۔ (تحریک اہل حدیث ص 361)

اصلاح، اور تزکیہ باطن میں نمایاں خدمات:۔ برصغیر میں الحمد للہ اہلحدیث علمائے کرام نے تعلیم وتدریس، دعوت وتبلیغ تصنیف وتالیف، وعظ وتذکیر، بحث ومناظرہ، تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کے سلسلہ میں وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے اور مخلصانہ کوشش بروئے کار لائے کہ رہتی دنیا تک ہم ان پر فخر وناز کر سکتے ہیں۔ بحمد للہ ہر ہر میدان میں اللہ تعالی نے علماء اہلحدیث کو قیادت وپیشوائی اور برتری عطا فرمائی بلکہ ہم اپنے عظیم اسلاف کے عظیم علمی کارناموں کو دیکھ کر یہ کہہ سکتے ہیں:

اولئك اباني فجئنا بمثلهم   اذا جمعتك یاجریر المجامع (تحریک اہل حدیث ص 374)

مفتی محمد حسن بڑے باکمال انسان تھے:۔ مولانا سلفی رحمہ اللہ نے مولانا سید عبدالغفور غزنوی، مولانا سید عبدالرحیم غزنوی رحمہما اللہ سے خوب استفادہ کیا۔ جامعہ اشرفیہ لاہور کے بانی مفتی محمد حسن رحمہ اللہ ان دنوں امرتسر میں تھے۔ مفتی صاحب رحمہ اللہ کے علوم وفنون کی تدریس کا بڑا شہرہ تھا۔ مولانا سلفی بھی ان سے بہت متاثر تھے اور ہمیشہ ان کے ذوق سلیم شوق صحیح اور تعلیم وتدریس میں سلیقے اور قرینے کے معترف تھے۔ اسی وجہ سے فرمایا کرتے تھے۔ علوم وفنون کا ذوق مفتی محمد حسن رحمہ اللہ کی مساعی کا نتیجہ ہے۔ مفتی صاحب رحمہ اللہ بڑے باکمال انسان تھے۔ (تحریک اہل حدیث ص 418)

ملک عبدالعزیز ملتانی:۔ ملک عبدالعزیز ملتانی رحمہ اللہ ایک کھاتے پیتے گھرانے کے چشم وچراغ تھے ان کا خاندان مولانا سلطان محمود ملتانی رحمہ اللہ اور مولانا عبدالحق ملتانی سے بہت متاثر تھا۔ فنون اس وقت کے حنفی علماء سے پڑھے۔ (تحریک اہل حدیث ص 429)

میاں محمد باقر رحمہ اللہ کی ہم نشینی کا کمال:۔ میاں محمد باقر رحمہ اللہ جماعت کے ممتاز اہل علم اور بزرگ شخصیتوں میں سے تھے انہوں نے علم کی زیادہ تر منزلیں حافظ عبدالمنان وزیرآبادی رحمہ اللہ اور غزنوی علماء رحمہم اللہ سے طے کی تھیں۔ وہ کم گو، ذاکر، عابد اور شب خیز انسان تھے اور کثرت ذکر واذکار۔ کثرت تلاوت قرآن اور کثرت نوافل ان کا زندگی بھر کا معمول رہا۔ تاندلیانوالہ کے قریب طور برادری کے چار دیہات کے اہلحدیث ہونے میں میاں باقر رحمہ اللہ کی خدمات ہمیشہ تابندہ اور درخشاں رہیں گی، خادم القرآن والحدیث کے نام سے ایک درسگاہ بھی جاری کی علاقہ تاندلیانوالہ میں مسلک اہلحدیث کے فروغ میں میاں باقر رحمہ اللہ کے کردار کو مرکزیت حاصل ہے۔ میاں صاحب رحمہ اللہ کا فیضان دور دور تک پہنچا میاں صاحب رحمہ اللہ کی مجالس اور ہم نشینی دینی رنگ چڑھانے میں بڑی شہرت رکھتی تھیں۔ (تحریک اہل حدیث ص 440)

صوفی محمد سلیمان کی بیعت اصلاح:۔ مولانا حکیم عبداللہ رحمہ اللہ کے والد گرامی کا نام صوفی محمد سلیمان مرحوم تھا۔ صوفی محمد سلیمان رحمہ اللہ عابد، ذاکر شب زندہ دار، کم گو خدا ترس، خدا رسیدہ اور باکرامت ولی تھے۔ حضرت الامام مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے نہ صرف

متاثر بلکہ ان سے بیعت تھے۔ قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ سے بھی ان کے مراسم بہت مضبوط تھے۔ (تحریک اہل حدیث ص 457)

بحیثیت مرشد پہچانے جاتے:۔ صوفی محمد سلیمان رحمہ اللہ ضلع حصار ریاست پٹیالہ، ریاست فرید کوٹ، ضلع فیروز پور کی تحصیل مکتسر اور تحصیل فاضلکا میں ایک روحانی پیشوا اور دینی مرشد کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے۔ بیشمار خلق خدا نے ان سے استفادہ کیا۔ تزکیہ نفس اور اصلاح باطن میں ان کی مجالس اور ہمنشینی اکسیر عظیم کی حیثیت رکھتی تھی۔ ہمارے علاقہ کے بہت سے اہل علم ان سے متاثر بلکہ ان کے معتقد تھے۔

اصلاح اور تزکیہ نفس کے لیے مریدین کی حاضری:۔ حاجی محمد علی مرحوم جو قیام پاکستان کے بعد جھنگ میں فروکش ہو گئے تھے اپنی اصلاح اور تزکیہ نفس کے لیے کئی مرتبہ روہڑی ان (حکیم محمد عبداللہ روہڑی رحمہ اللہ) کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے اور کئی کئی روز وہاں قیام فرمایا۔

مستجاب الدعاء بزرگ سے بکثرت کرامات کا ظہور:۔ صوفی محمد سلیمان رحمہ اللہ مستجاب الدعاء اور خدا رسیدہ بزرگ تھے۔ دور دور سے لوگ ان سے دعا کرانے کے لیے آتے تھے اور اپنا مقصد حاصل کر کے جاتے۔ ان کی بہت سی کرامات بھی ان کے ملنے والے بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کی قیام پاکستان کے اعلان کے بعد جب مشرقی پنجاب میں سکھ سورموں نے ہندوؤں کی سازش سے مسلمانوں کا قتل عام شروع کیا تو روہڑی پر بھی سکھوں نے بڑی منصوبہ بندی سے حملہ کیا لیکن ناکام واپس آ گئے اور تین مرتبہ ایسے ہی ہوا۔ سکھ حملہ آوروں سے کسی نے دریافت کیا تم وہاں بڑے طمطراق سے جاتے ہو لیکن جلد ناکام بھاگ آتے ہو تو سکھوں نے کہا جب ہم روہڑی پہنچتے ہیں تو روہڑی کے چاروں طرف گاؤ ماتا ذبح کی جارہی ہوتی ہیں۔ ہم گاؤ ماتا کو ذبح ہوتے دیکھ کر ناکام واپس آجاتے ہیں۔ راقم نے مولانا حکیم محمد عبداللہ رحمہ اللہ سے فیصل آباد میں مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف کے مکان پر یہ روایت ان کے سامنے پیش کی جس کی انہوں نے تصدیق فرمائی۔ (تحریک اہل حدیث ص 458)

مولانا پیر سید مولیٰ بخش شاہ کوموی:۔ پیر سید مولیٰ بخش شاہ ترمذی رحمہ اللہ سادات گھرانے سے تعلق رکھتے تھے انتہائی خدا رسیدہ، کم گو، کم آمیز، عابد، ذاکر، شب خیز، متقی پرہیزگار اور مستجاب الدعاء ولی تھے۔ قیام پاکستان کے بعد شاہ صاحب رحمہ اللہ نے سید محمود ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ڈیرے ڈال دیے ان کا معمول یہ تھا کہ تہجد پڑھتے پھر کچھ دیر تلاوت قرآن پاک کرتے۔ نماز فجر کے بعد ہلکا پھلکا درس قرآن پاک دیتے۔ نماز اشراق تک مسجد ہی میں قیام رکھتے۔ ذکر و اذکار کرتے یا تلاوت قرآن پاک کرتے، نماز اشراق کے بعد گھر تشریف لاتے، کھانا کھانے کے بعد اپنے کھیت چلے جاتے وہاں ایک چھوٹی سی مسجد بنائی تھی کچھ آموں کے پیڑ تھے ان کے سائے میں مصلی بچھا کر تلاوت کرتے یا دور دراز سے آنے والے مہمانوں کی باتیں سنتے یا ان کے اصرار پر ان کے لئے دعا کا وعدہ کرتے، سامنے دعا کرنے سے ہمیشہ احتراز اور اجتناب کرتے اور دن بھر تلاوت قرآن میں ہی مصروف رہتے دنیا کے جھمیلوں، چغلیوں، غیبتوں اور ایک دوسرے کے خلاف غیر ذمہ دارانہ گفتگو سے ہمیشہ پہلو بچا کر رکھتے۔

انہوں نے بیت اللہ کے حج کیے۔ فیوض حرمین شریفین خوب اکٹھے کیے۔ راقم نے بھی ان سے چند دعائیں کروائیں جو بارگاہ خداوندی میں مقبول ہوئیں۔ جامعہ تعلیم الاسلام سے بھی انہیں تعلق کا خاطر تھا حضرت صوفی محمد عبداللہ رحمہ اللہ سے حسن عقیدت رکھتے تھے۔ (تحریک اہل حدیث ص 463)

قطب ربانی کی روحانی مجالس میں شرکت:۔ مولانا عبدالوہاب 1280ھ (1860ء) میں قصبہ واسو آستانہ ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد مرحوم سے حاصل کی۔ مولانا عبدالوہاب رحمہ اللہ نے وہاں اپنی ذہانت اور ذکاوت کی وجہ سے قرآن پاک بھی حفظ کر لیا اور صرف و نحو میں متوسط کتابوں تک رسائی حاصل کر لی۔ پھر قطب ربانی مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے پاس پہنچے۔ حضرت غزنوی رحمہ اللہ کی مجالس نے روحانی اور دینی طور پر ان کو چندے آفتاب چندے ماہتاب بنا دیا۔

مولانا عبدالوہاب نہایت صالح، شب زندہ دار، کثرت سے نوافل اور تلاوت کرنے والے بزرگ تھے۔ (تحریک اہل حدیث ص 472)

متصوفین علمائے اہلحدیث کے دینی مدارس

جامعہ محمدیہ لکھوکے (ا):۔ حافظ محمد رحمۃ اللہ علیہ جب دہلی سے 1272ھ میں فارغ ہو کر وطن واپس تشریف لائے تو اپنے بیٹے مولانا

محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ سے مشورے کے بعد 1272ھ میں لکھو کے ضلع فیروز پور میں مدرسہ محمدیہ کی بنیاد رکھی۔

سرزمین متحدہ پنجاب میں مدرسہ محمدیہ لکھو کے میں سب سے پہلا اہلحدیث کا دینی مدرسہ تھا جس کے قیام سے لاکھوں انسانوں کو فیض پہنچا اور سینکڑوں علماء کرام فارغ التحصیل ہوئے۔ استاذ پنجاب مولانا عطاء اللہ لکھوی مرحوم کے صاحب زادگان گرامی نے مدرسہ محمدیہ کے نام سے رینالہ خورد میں اس کا اجراء کیا۔ اس کے روح رواں مولانا حافظ عزیز الرحمٰن لکھوی مرحوم تھے۔ ان بھائیوں کے خلوص للٰہیت اور فاضلانہ تدریس سے مدرسہ محمدیہ رینالہ خورد نے نہایت اچھی شہرت اور اچھی ساکھ قائم کرلی۔ مولانا عبدالرحمٰن لکھوی حفظہ اللہ اور مولانا حافظ شفیق الرحمٰن لکھوی کی سرپرستی سے حافظ حفظ الرحمٰن لکھوی بی اے۔ بن مولانا حافظ عزیز الرحمٰن لکھوی اس کے نظم ونسق کو نہایت مستحکم طریق اور خوش اسلوبی سے چلا رہے ہیں۔ بلکہ آج کل دو دو مدرسے چلا رہے ہیں جامعہ عائشہ بنات کے لئے اور جامعہ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ بنین کے لئے۔ اللہ تعالی انہیں کامیابی عطا فرمائے۔ (تحریک اہل حدیث ص 500)

دارالعلوم تقویۃ الاسلام غزنویہ امرتسر (۲):۔ پنجاب میں دوسرا قدیم دینی مدرسہ دارالعلوم تقویۃ الاسلام غزنویہ امرتسر ہے اس کے بانی حضرت الامام مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی ہے مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد اس کا انتظام وانصرام مولانا سید احمد علی غزنوی رحمہ اللہ نے سنبھالا۔ دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں شیخ الحدیث مولانا نیک محمد، مولانا عبداللہ بھوجیانی، مولانا محمد خان، مولانا عبدالمجید ہزاروی، مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی، مولانا حافظ محمد اسحاق مولانا الشیخ محمد عبدہ رحمہم اللہ ایسی یگانہ روزگار شخصیتیں اس کی مدرس رہی ہیں۔

جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن (۳):۔ جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن ضلع فیصل آباد سانڈل بار کا عظیم اور قدیم دینی مدرسہ ہے۔ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ نے ایک خواب دیکھا جس کی تعبیر ان کے نزدیک دینی مدرسے کا اجراء تھا۔

(تحریک اہل حدیث ص 501)

اہلحدیث فکر ولی اللٰہی کے حقیقی وارث:۔ برصغیر میں اگرچہ گجرات، کاٹھیاواڑ جنوبی ہند اور سندھ کے ارباب علم نے ہمیشہ علم کی جوت جگائی اور توحید وسنت کی شمع فروزاں رکھیں، مدرسہ رحیمیہ اور حجۃ اللہ فی الارض حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تحریک کی جو بنیاد رکھی اور اپنے دل کا تیل جلا کر ظلمت کدہ ہند کو منور کرنے کی جو تاسیس کی اور جدید علمی تحریک کی جو طرح ڈالی اس کے بارے میں اور کوئی دو رائے نہیں ہوسکتیں۔ اگرچہ برصغیر کے تمام دینی مکاتب فکر اپنی علمی نسبت ولی اللٰہی خاندان سے کرتے ہیں لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ الحدیث کی جو طرح ڈالی تھی اور مستقر رہ کر جس طرح سنت کا احیاء اور قرآن وحدیث سے تمسک کا جو سلسلہ شروع کیا تھا اہلحدیث کے علاوہ باقی مکاتب فکر نے اس خول کو اتار پھینکا ہے۔ (تحریک اہل حدیث ص 524)

شاہ ولی اللہ ہمارے روحانی پیشوا:۔ اہل حدیث نے ہمیشہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کو اپنا دینی رہنما، روحانی پیشوا اور علمی مقتدا قرار دیا اور اس علمی تحریک میں اسی عقیدہ اور نظریہ کو آگے بڑھایا جو شاہ صاحب رحمہ اللہ کے پیش نظر تھا اور ہمیشہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے فکر کو ترجیح دی۔ (تحریک اہل حدیث ص 526)

متصوفین علماء کی رسوم کے خلاف آواز:۔ شیخ علی متقی رحمہ اللہ صاحب "کنز العمال" اور شیخ محمد طاہر رحمہ اللہ مولف "مجمع البحار" شیخ مجدد احمد فاروقی سرہندی رحمہ اللہ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ اس وقت مغتنمات میں سے تھے۔ اکبری فتنوں کے سامنے کوئی طوطی کی آواز کو سنے یا نہ سنے مگر طوطی نے اپنا فرض ادا کرنے میں کمی نہیں کی اس وقت اہل حق کس قدر کمزور تھے۔ شیطانی طاقتیں کس قدر مجتمع ہو رہی تھیں۔ فتنوں کا سیلاب کتنا تباہی خیز تھا۔ امت کا لادینی جذبہ اہل حق کے لئے کتنی مصیبت کا باعث تھا۔ اعراس اور موالید کو بعض لوگوں نے اسلام کا بنیادی مسئلہ سمجھ رکھا تھا۔ تاہم ان بزرگوں نے ان بدعات پر کڑی نکتہ چینی کی۔ غیر اسلامی رسوم اور غیر اسلامی نظریوں کے خلاف ان مجددین وقت کی پرشکوہ آواز فضائے دہر میں گونجتی رہی۔ رضی اللہ عنہم وارضاہ۔ (تحریک اہل حدیث ص 593)

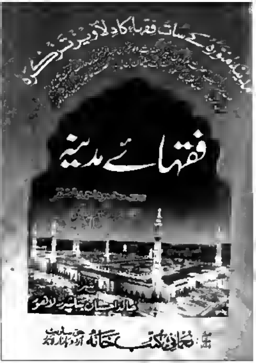
مدینہ منورہ کے سات فقہاء کا دلآویز تذکرہ

فقہائے مدینہ

ناشر

خالد احسان پبلشرز لاہور

ملنے کا پتہ: نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

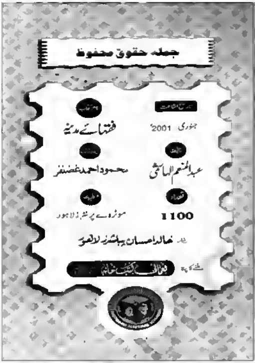
جملہ حقوق محفوظ

نام کتاب: فقہائے مدینہ
تاریخ اشاعت: جنوری 2001ء
مترجم: محمود احمد غضنفر
تالیف: عبدالمنعم الہاشمی
مطبع: موزوے پرنٹرز لاہور
تعداد: 1100

ناشر: خالد احسان پبلشرز لاہور

ملنے کا پتہ: نعمانی کتب خانہ

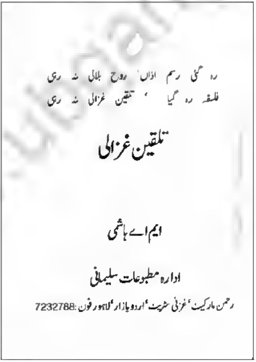
رہ گئی رسم اذاں، روح بلالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا، تلقین غزالی نہ رہی

تلقین غزالی

ایم اے ہاشمی

ادارہ مطبوعات سلیمانی

رحمن مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور فون: 7232788

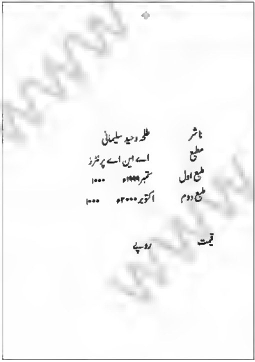
ناشر طلحہ وحید سلیمانی
مطبع اے این اے پرنٹرز
طبع اول ستمبر ۱۹۹۹ء ۱۰۰۰
طبع دوم اکتوبر ۲۰۰۰ء ۱۰۰۰

قیمت روپے

نام کتاب:۔ فقہائے مدینہ ...... تالیف:۔ عبدالمنعم الہاشمی

قناعت وتوکل:۔ قاسم بن محمد رحمہ اللہ متقی پرہیزگار، عالم فقیہ اور لوگوں کو فائدہ پہنچانے والے عظیم انسان تھے۔ انہیں لوگوں کے مال ومتاع سے کوئی غرض نہ تھی ہمیشہ اللہ تعالی کی طرف ہی راغب رہتے۔ اللہ تعالی کے سوا انہوں نے کسی سے کچھ نہ مانگا تھا۔ کسی بھی دن انہوں نے کسی انسان سے کوئی مدد طلب نہیں کی ہمیشہ اللہ تعالی سے مدد طلب کرتے، یہ ہمیشہ اس ظالم کو ٹوکتے جو لوگوں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنے کی کوشش کرتا۔ (فقہائے مدینہ ص119)

نام کتاب:۔ تلقین غزالی رحمہ اللہ...... مصنف:۔ ایم اے ہاشمی

از صاحبزادہ فیض الامین فاروقی ایم اے مونیا شریف ضلع گجرات

امام اذکیاء حضرت غزالی رحمہ اللہ رئیس کاروان علم و عرفان
دل ان کا الفت حق کا تھا مخزن زبان تھی کاشف اسرار پنہاں
سدا رہبر رہیں گے ان کے افکار کرے گا استفادہ ہر مسلمان
رہے مرقد سدا ان کی نورانی ہو نازل اس پہ ابر لطف رحماں
یہ ہے عرفان و دانش کا مرقع یہ اہل ذوق پر ہے خوب احساں
یہ کاوش توشہ روز جزا ہے بنے گی درد عصیاں کا یہ درماں
کہو فیض الامیں سال اشاعت ”ہے تلقین غزالی مہر ایمان“

(کتاب تلقین غزالی ص6)

مشہور صوفی ابوحامد غزالی رحمہ اللہ کے حالات

تعارف:۔ ابوحامد محمد بن محمد الغزالی رحمہ اللہ دنیا اسلام کے سب سے زیادہ وسیع الخیال اور عظیم عالم دینیات ہیں۔ ان کا مرتبہ آئمہ اربعہ سے کچھ ہی کم ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ 1058ء اور بمطابق 450ھ میں بمقام طوس (موجودہ مشہد) میں پیدا ہوئے۔ ان کے بھائی کا نام احمد تھا۔ صغرسنی ہی میں والد کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا۔ ابتدائی تعلیم طوس میں حاصل کی۔ پھر جرجان، دوبارہ طوس اور پھر نیشاپور چلے گئے۔ جہاں امام الحرمین الجوینی کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے۔ تکمیل تعلیم کی سند حاصل کی۔ استاد کی وفات 1086ء\478ھ تک ان کے ساتھ رہے۔ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ کے دیگر اساتذہ میں سے زیادہ معروف ابوعلی فارمدی رحمہ اللہ ہیں۔ نیشاپور سے غزالی رحمہ اللہ ابوعلی الحسن بن اسحاق ملقب بہ نظام الملک نے ان کی بڑی تعظیم وتکریم کی۔ ان کی علمی استعداد کے پیش نظر انہیں مدرسہ نظامیہ بغداد میں بطور پرنسپل تعینات کیا جہاں وہ تین سو سے زائد طلبا کو فقہ پر درس دیتے رہے آپ نے اس موضوع پر چند کتابیں بھی تصنیف کیں۔

امام صاحب کا ذوق تصوف:۔ قیام بغداد (487ھ۔483ھ) کے دوران امام رحمہ اللہ پورے طور پر متشکک بن چکے تھے۔ اس عرصے میں انہوں نے اپنے زمانہ کے مذاہب فکر اور بالخصوص فلسفہ کا غائر مطالعہ کیا۔ چونکہ عقل وفکر نے ان کی کوئی راہنمائی نہ کی تھی وہ پورے انہماک سے تصوف کی طرف مائل ہو گئے۔ خود ان کے بقول ”اللہ تعالی نے حقائق میں ان کا ایمان از سرنو تازہ کر دیا“ روز قیامت کا ہول ان کے دل پر ایسا طاری ہوا کہ وہ پانچ ماہ (رجب تا ذیقعدہ 488ھ) اسی خوف کے زیر اثر سخت کرب میں مبتلا رہے۔ حزن اور دہشت نے ان کی جسمانی صحت تباہ کر ڈالی۔ چنانچہ ذوالقعدہ 488ھ میں وہ اپنے منصب بلکہ دنیاداری کو ترک کر کے ایک سیلانی درویش کی حیثیت میں بغداد سے نکل کھڑے ہوئے۔ انہوں نے دمشق حبرون، مدینہ منورہ، مکہ معظمہ کی سیاحت کی اور 490ھ میں فریضہ حج بھی ادا کیا۔ زہد وریاضت،

ذکر و فکر سے بالآخر اطمینان قلب حاصل ہو گیا جس کی انہیں شدت سے آرزو تھی۔ بقول ان کے:

(۱) عقل کا استعمال محض اس اعتماد کو حاصل کرنے کے لیے ہونا چاہئے جو خود اسے اپنے آپ پر ہے۔

(۲) اسی علم کو معتبر کہہ سکتے ہیں جو محسوسات اور مدرکات پر مبنی ہو۔ (۳) خالص فلسفیانہ نظامات کی کوئی بنیاد نہیں ہوتی وغیرہ۔

490ھ تا 499ھ کے نو برس انہوں نے عزلت گزینی میں گزارے تاہم اس دور میں ایسے وقفے بھی آئے کہ وہ اپنی متاہلی زندگی اور دنیاوی معاملات پر متوجہ ہو جاتے تھے۔ اسی زمانہ میں "احیاء العلوم" اور بعض دوسری کتابیں تصنیف ہوئیں۔ وہ بغداد اور دمشق میں وعظ و ارشاد کے علاوہ "احیاء العلوم" کا درس بھی دیتے تھے۔

مریدین کی تربیت کے لیے خانقاہ کا قیام:۔ سلطان سنجر سلجوقی کے ایمان و اصرار پر انہوں نے 499ھ میں نیشاپور میں مدرسہ نظامیہ میں استاد کا عہدہ قبول کر لیا۔ اس طلبی کا سبب نظام الملک مرحوم کے بیٹے فخر الملک کا اثر و رسوخ تھا۔ جو اس وقت سلطان کا وزیر تھا۔ تاہم ان کی عملی زندگی زیادہ دیر تک جاری نہ رہ سکی کیونکہ غور و فکر کی آرزو انہیں بے چین رکھتی تھی۔ چنانچہ وہ چند مریدوں کے ہمراہ طوس واپس آ گئے جہاں انہوں نے ایک خانقاہ قائم کی اور اپنے تلامذہ کو تصوف کی علمی اور عملی تربیت دینے میں مصروف ہو گئے اور وہیں جمادی الآخر 505ھ مطابق 19 دسمبر 1111ء وفات پائی۔

امام موصوف کی تصانیف کی پوری تعداد یا ترتیب زمانی کے متعلق ہماری معلومات ہنوز نامکمل ہیں۔ بوی جس (Bouyges) نے ان کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد 404 بتائی ہے جن میں سے اکثر نایاب ہیں۔

احیاء العلوم کی اہمیت و ضرورت:۔ امام موصوف کی سب سے ضخیم تصنیف "احیاء العلوم" چار جلدوں اور چار بڑے عنوانات کے تحت مرتب ہے۔ (۱) عبادات (۲) عادات (۳) مہلکات (۴) منجیات۔ اس کتاب کی گراں قدری کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اگر اسلام پر لکھی گئیں تمام کتب تلف ہو جائیں تو یہ واحد کتاب ان کی جگہ لے سکتی ہے۔

الہامی کتاب:۔ امام موصوف کی ہر تصنیف کی اہمیت بجائے خود مسلمہ ہے لیکن "منهاج العابدين الى الجنته" کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ ان کی پسندیدہ کتاب ہے۔ بقول ان کے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے ایک ایسی کتاب تصنیف کرنے کی توفیق طلب کی تھی جو سب کیلئے نافع ہو۔ اللہ تعالیٰ نے عبادت کے اسرار و رموز ان پر واضح کر دیے اور اس کتاب کی تدوین و ترتیب کا الہام فرمایا جو اس سے قبل کسی تصنیف میں قائم نہ رکھا جا سکا تھا۔ اس کتاب کے انہوں نے سات "ہفت خوان" قائم کئے ہیں۔

(۱) علم (۲) توبہ (۳) چار موانع (دنیا، مخلوق، شیطان، نفس) (۴) عوارض (۵) بواعث (۶) قوادح (۷) حمد و شکر۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ "منهاج العابدين" امام موصوف رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کا افشردہ ہے۔

کیمیائے سعادت ذوق بڑھانے کی وجہ:۔ السنہ شرقیہ سے ہماری بے توجہی کی وجہ سے موجودہ نسل امام غزالی رحمہ اللہ کی تعلیمات سے بے بہرہ ہے جو نہایت بدقسمتی کی بات ہے۔ امام موصوف کی تصانیف کی اہمیت کا اندازہ اس سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ ان کی کتب شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر رحمہ اللہ کے سفر و حضر میں زیر مطالعہ رہتی تھیں، آج سے خاصہ عرصہ قبل محترم ایم، اے، ہاشمی کو کیمیائے سعادت کی جلد ہاتھ لگی۔ مطالعہ کیا تو شوق مزید بڑھا اور بمصداق توفیق بہ اندازہ ہمت ہے ازل سے۔

دیگر اہم تصانیف "احياء العلوم، احياء العلوم الدين، ايها الولد اور منهاج العابدين" وغیرہ بھی زیر مطالعہ آئیں۔ اس مطالعہ کے دوران محترم ہاشمی اپنی یادداشت کیلئے نوٹ (تلخیص کہہ سکتے ہیں) قلم بند کرتے رہے جو مزید ترتیب و تہذیب کے بعد اس کتابچہ کی شکل میں آپ کے پیش نظر ہے۔ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا محترم ہاشمی کی زندگی پر گہرا اثر مرتب ہوا۔ رجوع الی اللہ بڑھتا گیا۔ ذاتی طور پر گواہوں میں ایک یہ راقم بھی شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی خاص توفیق سے نوازا ہے جو

انتہائی خوش قسمتی کی علامت ہے۔ (رحمۃ اللہ رعد، ماڈل ٹاؤن، لاہور) (کتاب تلقین غزالی ص 8 تا 10)

امام صاحب کی کتابوں کا اثر:۔ تقریباً دو دہائی قبل حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمہ اللہ کی کتاب ”کیمیائے سعادت“ (اردو ترجمہ) میرے تصرف میں آئی۔ جوں جوں مطالعہ کرتا گیا شوق کو تازیانہ لگتا گیا۔ اللہ کریم نے ساتھ ساتھ غور و فکر اور عمل کی توفیق بھی عنایت فرمائی۔ چنانچہ دل کی کیفیت بدلتی گئی۔ اس فانی دنیا سے تعلق کمزور تر ہوتا گیا اور بتوفیق ایزدی باقی کی طرف رجوع بڑھتا گیا۔ مطالعہ کے ساتھ ساتھ ضروری امور کی یادداشتیں ترجمہ ہی کے الفاظ میں نوٹ کرتا گیا تاکہ یہ مختصر لیکن جامع مواد، آخرت کا رہنما ہمہ وقت برائے عمل میرے پیش نظر رہے الحمدللہ رب کریم و منعم عظیم نے میری استعانت فرمائی۔

حضرت امام رحمہ اللہ کی تمام تر تصانیف ان کے اپنے الفاظ میں طالبان امور آخرت کے لیے ہیں۔ اس ضمن میں امام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”یہ مرض جو اکثر لوگوں میں پھیل گیا ہے بلکہ عالمگیر ہو رہا ہے۔ یعنی امر آخرت کی بزرگی کے ملاحظے سے قاصر ہیں۔ اس بات کو نہیں جانتے کہ معاملہ خوفناک ہے اور مہم بڑی ہے۔ آخرت سامنے چلی آتی ہے اور دنیا پشت پھیرے جاتی ہے اور موت قریب ہے۔ سفر بعید، توشہ تھوڑا ہے اور اندیشہ مزید۔ راستہ بند اور مسدود ہے اور جو علم و عمل کہ خدا کی ذات کے سوا ہو وہ پرکھنے والے عاقل کے نزدیک مردود ہے۔ آخرت پر چلنا بغیر رہنما اور رفیق کے سخت دشوار ہے“

امام صد احترام کی ہر تصنیف کے اندر یہی خواہش نمایاں ہے کہ عامۃ المسلمین منہیات سے اجتناب کریں اور اوامر پر کاربند رہ کر ابد کی دنیا کے لیے زادِ راہ فراہم کر سکیں۔ (آپ بھی عمل کرنے والوں میں شامل ہو جائیں) (کتاب تعلیمات غزالی ص 12)

امام صاحب کی تعلیمات کا نچوڑ:۔ چنانچہ گنتی کے صفحات پر مشتمل لیکن طالبان امور آخرت کے لیے مختلف نکات سے بھرپور ”تلقین غزالی“ کے نام نامی سے کتاب برائے مطالعہ آپ کے سامنے ہے۔ ضخیم جلدیں، ہزاروں صفحات کے بحر بے کراں کو کوزہ میں بند کر کے استفادہ کے لیے پیش ہے تاکہ اس نہ ختم ہونے والی مصروفیات کے پر آشوب دور میں بھی ہر کوئی اللہ تعالیٰ کی توفیق سے فیض یاب ہو سکے۔ معمولی حجم کے پیش نظر عدیم الفرصتی جو اس دور کا روگ ہے۔ آڑے نہیں آ سکے گی۔

امام صاحب رحمہ اللہ کی تصانیف کی بنیاد کتاب و سنت ہے، موصوف کا یہ تحفہ انشاءاللہ موجب نجات ہوگا۔ (بندہ تو ایک مرتب کنندہ ہے) بار بار بلکہ کئی بار مطالعہ کی ضرورت ہے تاکہ ہر نکتہ آپ کے قلب و ذہن پر نقش ہو جائے پھر عمل شرط اولیٰ ہے۔ اس طرح جس مقصد کے لیے خالق کائنات نے انسان کو دنیا میں بھیجا ہے۔ اگر زادِ راہ کی تیاری مکمل کر لی تو جانو کہ مراد کو پہنچ گئے۔ اللہ کے سچے وعدے کے طفیل۔ نعمتیں اور لذتیں حاصل کرنے کے لیے اور رنج و محن سے آزاد رہنے کے لیے ہمیشہ ہمیشہ رہنے والی جنت ٹھکانہ ہوگی۔ رب کریم کا قرب اور دیدار نصیب ہوگا۔ اشاعت نہ نفع نہ نقصان کے جذبہ کے تحت ہے تاکہ دیئے سے دیا جلتا رہے۔

اس رحیم و کریم ذات واحد سے التجا ہے کہ وہ حسن توفیق سے ہم سب کی مدد فرمائے۔ ہر شے کا مالک و مختار وہی ہے۔ کروڑوں درود و سلام اس بابرکت ہستی نبی کریم ﷺ پر جس نے اصل معبود (اللہ تعالیٰ) کی طرف دعوت دی۔ ایم۔ اے، ہاشمی 6 ستمبر 1999 (کتاب تلقین غزالی ص 14)

علم سر یعنی تصوف و معرفت جاننے کی ضرورت:۔ علم سر سے اس قدر جاننا ضروری ہے جس سے صفائی قلب کے اسباب معلوم ہو جائیں اور یہ معلوم ہو جائے کہ کس کس چیز سے دل کو پاک کرنا ضروری ہے تاکہ دل میں اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور تعظیم اور اعمال میں اخلاص پیدا ہو۔ نیز ان امور کو بھی جاننا ضروری ہے جن سے نیت درست رہ سکے اور ظاہر و باطنی اعمال و عبادات ظاہر و باطنی آفات سے محفوظ رہ سکیں اور جن کے ذریعے عبادات کو مکمل طریقے سے ادا کیا جا سکے۔ جیسے اخلاص، حمد، شکر اور توکل وغیرہ۔ (کتاب تلقین غزالی ص 20)

علم سر کی ضرورت و اہمیت:۔ علم سر سے اس قدر جاننا ضروری ہے جس سے صفائی قلب کے اسباب معلوم ہو جائیں اور یہ معلوم ہو جائے کہ کس کس چیز سے دل کو پاک کرنا ضروری تاکہ دل میں اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور تعظیم اور اعمال میں اخلاص پیدا ہو۔ نیز

ان امور کو جاننا ضروری ہے جن سے نیت درست رہ سکے اور ظاہر و باطنی اعمال و عبادات کو مکمل طریقے سے ادا کیا جا سکے۔ جیسے: اخلاص، حمد، شکر اور توکل وغیرہ۔

علم شریعت اور علم طریقت کی تعریف :۔ ہر وہ کام جس کی ادائیگی تجھ پر فرض ہے اس کی معرفت بھی تیرے لئے ضروری ہے تا کہ اس کو ادا کر سکے۔ جیسا کہ طہارت، نماز، روزہ، حج، زکوۃ، جہاد۔ جو علم حاصل نہیں کرتا اس کے لئے عبادت کے احکام ساز گار نہیں ہوتے نہ وہ عبادت کو اس کے حقوق کے ساتھ ادا کر سکتا ہے۔ لہذا عبادات شرعیہ جیسے طہارت، نماز، روزہ وغیرہ کی حقیقت اور ان کے تمام شرائط معلوم کرنا ضروری ہے۔ بے علمی کے سبب بہت ممکن ہے کہ انسان برسوں اور مدتوں ایک ایسے عمل کو نیک خیال کر کے کرتا رہے جو درحقیقت اس کی طہارت اور اس کی نمازوں کو خراب کر رہا ہو اور ان کو خلاف سنت طریقہ پر ادا کرنے والے کو بالکل علم نہ ہو۔ اور بعض اوقات ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آئے اور نہ تو وہ سیکھا ہو اور نہ ہی بروقت اسے حل کرنے والا کوئی ملے تو دقت ہو گی۔

ساتھ ساتھ ان امور کے معانی کا جاننا بھی ضروری ہے جو باطن کے عیوب ہیں جیسے: غصہ، طول امل، ریا، تکبر وغیرہ۔ ان خصائل رذیلہ سے بچنا بھی لازم اور ضروری ہے۔ یہ توکل، صبر، رضا، شکر وغیرہ کی ضد ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جس سے جاہل رہ کر گمراہی میں پڑنے کا خطرہ ہو اس کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس طرح بندہ اللہ کی خدمت و طاعت کرے گا تو اللہ تعالیٰ آخرت میں غیر فانی صلہ عنایت فرمائے گا۔ اگر تم نے علم کے مطابق پوری طرح عمل بھی کیا اور اپنی عاقبت درست اور آباد کرنے میں لگ گئے تو تم عابد ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب بصیرت عالم بھی بن گئے۔ دین کے بارے میں اب تم بفضل خدا جاہل یا غافل نہیں رہے۔ تمہیں ایسے شرف پر مبارک دینی چاہیے۔ تمہارے علم کی بہت زیادہ قیمت ہے اور تمہیں اس پر بہت زیادہ ثواب ملے گا۔ علم کی تحصیل کے بارے میں اللہ کا جو تم پر حق تھا اسے تم نے ادا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ سے التجا ہے کہ وہ ہمیں اور تمہیں دین پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے "وهو الرحم الراحمين ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم"

(کتاب تلقین غزالی ص 21)

قلت اختلاط مع الانام کی ضرورت :۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حرث رضی اللہ عنہ بن عمر کو فرمایا اگر تیری عمر نے وفا کی تو ایسا زمانہ پائے گا جس میں خطیب بہت ہوں گے لیکن جامع عالم کم ہوں گے۔ گداگر بہت ہوں گے لیکن انہیں دینے والے کم ہوں گے۔ علم خواہشات کے تابع ہو جائے گا۔ حضرت حرث رضی اللہ عنہ نے عرض کی ایسا زمانہ کب آئے گا تو حضور ﷺ نے فرمایا جب نمازوں کی پروا نہیں ہو گی۔ رشوت کا لین دین عام ہو گا اور دین و مذہب حقیر دنیا کے عوض فروخت کر دیا جائے گا۔ ایسے وقت میں بچنا آپ ﷺ نے بچنے کا لفظ تین بار دوہرایا۔ میں (امام غزالی) کہتا ہوں کہ حضور ﷺ نے جس زمانے میں بچنے کی جو علامات بتائی ہیں وہ سب کی سب ہمارے زمانہ میں موجود ہیں۔ (ہمارے زمانہ سے امام صاحب رحمہ اللہ کی مراد پانچ صدی ہجری ہے۔ وہ 505ھ میں فوت ہوئے تھے۔ آج امام صاحب کے زمانہ کو تقریباً ایک ہزار سال گزر چکے۔ اس عرصے میں تو معاملات جس قدر بگڑ چکے اور برق رفتاری سے بگڑتے جا رہے ہیں اس میں بچ بچاؤ۔ عزلت گزینی کی اہمیت و ضرورت کا اندازہ خود لگا لو) سلف صالحین ایسے خراب وقت میں لوگوں سے علیحدہ رہنے کی سخت تاکید فرماتے تھے۔ وہ لوگ بلاشبہ ہم سے کہیں زیادہ صاحب بصیرت تھے۔ ان کے بعد کا زمانہ دینی اعتبار سے زیادہ تلخ اور خراب ہے۔

حضرت یوسف بن اسباط رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ خدا کی قسم کھا کر کہا کرتے تھے کہ ہمارے زمانہ میں گوشہ نشینی جائز ہو گئی ہے۔ میں (امام غزالی) کہتا ہوں اگر ان کے زمانہ میں جائز تھی تو ہمارے زمانے میں فرض ہو گئی ہے (یہ آج سے ایک ہزار سال پہلے امام غزالی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا۔ اب جو حالات ہیں گوشہ نشینی فرض سے بھی زیادہ ہو گئی ہے) جو گناہ آدمی کو اختلاط سے پیش ہوا کرتے ہیں تنہائی میں ان سے

محفوظ رہتا ہے ان سے بچنا میسر ہوتا ہے۔ اور وہ گناہ چار ہیں (۱) غیبت (۲) ریا (۳) چپ رہنا امر معروف سے اور نہی منکر سے (۴) چوری چوری اخلاق قبیحہ اور اعمال خبیثہ کا داخل ہونا جن کا باعث حرص و نیاوی ہوتی ہے۔ اختلاط اور عزلت میں اعتدال ضروری ہے اور یہ امر حالات کے تفاوت سے مختلف ہوا کرتا ہے۔ چاہیے کہ عزلت میں موت کو بہت یاد کرے اور جب تنہائی سے دل تنگ ہو تو سمجھے کہ آخر قبر میں کون ساتھ ہوگا۔ وہاں بھی تو تنہا پڑا رہنا ہوگا۔ عزلت میں ایک امر ضروری یہ ہے کہ وسوسے منقطع ہوں جو ذکر الٰہی سے روکتے ہیں۔ (کتاب تلقین غزالی ص 23)

تصوف کا مقصد اخلاق حسنہ کی تکمیل

اخلاق حسنہ کی پہلی قسم (رضاء الٰہی):۔ قضا پر راضی رہنے والے انسان کو اللہ تعالیٰ اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ ایسے شخص کو اپنے رب کی رضا اور خوشنودی بھی حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ"۔ (اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ تعالیٰ سے) بعض زہاد رحمہم اللہ نے فرمایا ہے کہ جب قضا و قدر حق ہے تو معاملات زندگی میں غم و فکر بے معنی ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا "تجھے کسی معاملے میں فکر و تشویش نہیں ہونی چاہئے۔ اس لئے جو مقدر ہو چکا ہے وہ آ کر رہے گا اور جو تیرے مقدر میں نہیں ہے وہ ہرگز تجھ پر وارد نہیں ہوگا"۔ حضور ﷺ سے ایک حدیث قدسی مروی ہے جس کے الفاظ ہیں جو شخص میری تقدیر پر راضی نہ ہو اور میری جانب سے آنے والی مصیبتوں پر صابر نہ ہو اور میری عطا کردہ نعمتوں کا شکر نہ ادا کرے تو ایسا شخص میرے بجائے کسی اور کو رب بنا لے"۔ اس حدیث میں اللہ تعالیٰ گویا یوں فرماتا ہے کہ جو شخص جب مجھ سے راضی نہیں کیونکہ تقدیر پر ناک منہ چڑھاتا ہے تو پھر یہ اپنا رب کوئی اور بنا لے۔ یہ انتہائی زجر اور ڈانٹ کے الفاظ ہیں۔ ربوبیت یہ ہے کہ رب تعالیٰ جو چاہے کرے اور عبودیت یہ ہے کہ اس کے ہر حکم اور قضا کو بلا چون و چرا تسلیم کرے۔ خدا تعالیٰ کی ناراضگی میں نقصان کا اندیشہ اور عظیم خطرہ مضمر ہے۔ جو شخص فیصلہ خداوندی کو تسلیم نہ کرے بلکہ الٹا اس سے ناراض ہو وہ کیسے مومن ہو سکتا ہے۔

قضا پر راضی رہنے کی فضیلت:۔ قضائے الٰہی پر راضی رہنا بلند مقام ہے۔ خدا کی رضا پر راضی رہنا محبت ہی کا نتیجہ ہے۔ نبی مکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضا پر راضی ہو جانا ہی بارگاہ الٰہی کا سب سے بڑا دروازہ ہے۔ ایک دفعہ رسول مقبول ﷺ نے ایک قوم سے پوچھا کہ تمہارے ایمان کی نشانی کیا ہے۔ انہوں نے کہا ہم بلا اور مصیبت پر صبر کرتے ہیں، عطا و نعمت پر شکر کرتے ہیں اور رضائے الٰہی پر راضی رہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہی وہ لوگ ہیں جنہیں حکماء اور علماء کہنا چاہئے۔ بلکہ کمال علم کے باعث ان کا مرتبہ انبیاء علیہم السلام کے قریب ہے۔ اور فرمایا کہ قیامت کے روز حق تعالیٰ میری امت کے ایک گروہ کو بال و پر عطا فرمائیں گے کہ وہ ان کے ساتھ اڑتے ہوئے بہشت میں پہنچیں گے۔ فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ کیا تم لوگ ترازوئے عدل اور پل صراط وغیرہ سے گزر چکے ہو؟۔ وہ کہیں گے کہ ہم نے ان چیزوں میں سے کچھ بھی نہیں دیکھا۔ فرشتے پوچھیں گے کہ پھر تم کون لوگ ہو؟۔ یہ کہیں گے کہ ہم محمد ﷺ کی امت میں سے ہیں۔ فرشتے پوچھیں گے کہ تم نے کیا عمل کیا ہے جس کے سبب یہ بزرگیاں تم نے پائی ہیں؟۔ وہ کہیں گے ہم میں دو خصلتیں تھیں ایک یہ کہ خلوت میں ہم خدا تعالیٰ سے شرما کر گناہ نہ کرتے تھے۔ دوسرے یہ کہ حق تعالیٰ نے ہمیں تھوڑا سا رزق عنایت فرمایا تھا ہم اس پر راضی رہے۔ فرشتے کہیں گے کہ واقعی تمہارا حق ہے کہ یہ مرتبہ تمہیں نصیب ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے لوگوں نے عرض کیا کہ آپ حق تعالیٰ سے پوچھیں کہ اس کی رضا حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے تا کہ ہم بھی اس پر عمل کریں۔ وحی آئی کہ تم میرے حکم پر راضی رہو میں تم سے راضی رہوں گا۔

رضا کی حقیقت:۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آفت و بلا اور مصیبت و رنج میں مبتلا ہو کر ان پر راضی رہنا ممکن ہی نہیں۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ انسان صبر کرے۔ لیکن یہ عقیدہ غلط اور خطا ہے۔ کیونکہ جب محبت غالب ہو تو خواہش کے خلاف راضی رہنا ممکن ہے۔ اور یہ دو طرح سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ آدمی عشق میں ایسا مدہوش ہو جائے کہ اسے تکلیف اور درد کی خبر ہی نہ ہو جیسے: کوئی آدمی جنگ میں غصہ کی وجہ سے

ایسا منہمک اور مشغول ہو جاتا ہے کہ جسم میں لگنے والے زخموں کے درد کا اسے احساس بھی نہیں ہوتا جب تک یہ اپنی آنکھوں سے خون نہ دیکھ لے۔

دوسرے اگر درد اور تکلیف کا احساس ہو بھی تو یہی سمجھتا ہے کہ جب دوست اس میں راضی ہے تو یہی سہی۔ ہم بھی اس پر راضی ہیں۔ خدا کے ساتھ ایک محبت کرنے والے کا قول ہے کہ جس چیز کو حق تعالیٰ پسند کرے میں بھی اس کو پسند کرتا ہوں۔ حتیٰ کہ اگر وہ یہ چاہے کہ میں دوزخ میں جاؤں تو میں اس پر بھی راضی ہوں اور دوزخ کو بھی دوست رکھوں گا۔ (کتاب تلقین غزالی ص 28)

اخلاق حسنہ کی دوسری قسم (توکل):۔ توکل دل کی حالتوں میں سے ایک حالت ہے جو کہ ایمان کا پھل ہے۔ دو باتوں پر ایمان لانا توکل کی بنیاد ہے۔ ایک توحید ہے اور دوسرے اس بات کا ایمان لانا کہ اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے اور سب اسی کے سبب سے ہیں۔ وہ سب کے ساتھ رحمت و حکمت اور مہربانی کا سلوک کرتا ہے۔ اس کی شفقت و عنایت ایک چیونٹی اور مچھر سے لے کر آدمی تک کے حق میں ماں کی شفقت و رحمت سے زیادہ ہے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ کا توکل:۔ حضرت حذیفہ مرعشی رحمہ اللہ سے لوگوں نے پوچھا کہ حضرت ادہم رحمہ اللہ کی کون سی عجیب بات تم نے دیکھی ہے کہ تم نے ان کی خدمت کی۔ انہوں نے کہا کہ مکہ معظمہ کے راستے میں ہم دونوں بہت بھوکے رہے۔ جب کوفہ میں پہنچے تو حضرت ابراہیم ادھم رحمہ اللہ نے فرمایا بھوک کی وجہ سے تیرے اندر ضعف پیدا ہو گیا ہے۔ میں نے کہا ہاں! فرمایا قلم دوات اور کاغذ لے آ۔ میں لے آیا۔ انہوں نے اس پر لکھا: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اے وہ ذات کہ تو ہی ہر حال میں مقصود ہے اور سب کا اشارہ تیری طرف ہی ہے۔ میں تیرا ثناء خواں اور شاکر و ذاکر ہوں مگر ننگا۔ بھوکا اور پیاسا ہوں۔ یہ تینوں چیزیں ثنا ذکر اور شکر میرا حق ہے اور میں ان کا ضامن ہوں۔ وہ تین چیزیں یعنی کھانا پانی اور کپڑا دینا جو تیرا حق ہے تو اس کا ضامن ہے۔ یہ رقعہ لکھ کر مجھے دیا اور فرمایا کہ باہر چلے جاؤ۔ جسے پہلے دیکھو اسے یہ رقعہ دے دینا۔ میں باہر آیا تو ایک اونٹ سوار دیکھا۔ اسے رقعہ دے دیا۔ وہ اسے پڑھ کر رونے لگا اور پوچھا کہ اس رقعے کا لکھنے والا کہاں ہے۔ میں نے کہا مسجد میں۔ اس نے چھ سو دینار کی تھیلی مجھے دی۔ میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے۔ انہوں نے بتایا کہ ایک نصرانی ہے۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمہ اللہ کی خدمت میں سارا واقعہ سنایا۔ انھوں نے فرمایا اس تھیلی کو ہاتھ نہ لگانا۔ تھوڑی دیر میں اس تھیلی کا مالک آیا ہی چاہتا ہے۔ فوراً وہ نصرانی آیا اور حضرت ابراہیم ادھم رحمہ اللہ کے قدم کو بوسہ دے کر ایمان سے مشرف ہوا۔

ابو یعقوب بصری رحمہ اللہ کا توکل:۔ ابو یعقوب بصری رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میں مکہ معظمہ میں تھا۔ دس دن تک بھوکا رہا۔ بیتاب ہو کر باہر نکلا کہ زمین پر ایک شلغم پڑا ہے۔ جی میں آیا کہ اٹھا لوں۔ میرے دل سے آواز آئی دس دن سے بھوکا ہے سڑے ہوئے شلغم کی بجائے اللہ کی طرف سے انتظار کر۔ میں مسجد میں چلا آیا۔ ایک شخص آ پہنچا اور پٹاری بھر روغنی ٹکیاں شکر اور مغز بادام لا کر میرے سامنے رکھا اور کہنے لگا: میں دریائی سفر میں تھا نا گہانی طوفان آیا۔ میں نے منت مانی کہ اگر میں سلامت بچا تو یہ چیزیں اس درویش کو دوں گا جس سے پہلی ملاقات ہو گی۔ میں نے ہر ایک میں سے مٹھی بھر کی مقدار لے کر کہا کہ باقی میں نے تجھے بخش دیا پھر میں نے اپنے دل سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کیسے رازق مطلق ہیں کہ دریا میں ہوا کو تیری روزی کے بندوبست کا حکم دیا۔ ایسی نادر حکایات کا علم آدمی کے ایمان کو مضبوط اور قوی بناتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی نے کبھی کوئی متقی ایسا نہیں دیکھا جو بھوک کی وجہ سے مر گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مملکت کا ایسا اچھا انتظام کیا ہے کہ کوئی تباہ اور برباد حال نہ ہو۔ مگر نادار لوگ بھی ہوتے ہیں یہ اسی سبب سے ہوتا ہے کہ اس کی بہتری اسی میں ہوتی ہے۔

حاصل تصوف حصول تقویٰ:۔ تقوی کی تعریف عبادت دو قسم کی ہے۔ ایک مامورات (یعنی جن کے کرنے کا حکم ہے)

دوسرے منہیات (یعنی وہ چیزیں جن سے بچنا ضروری ہے)۔ مامورات کے بجالانے اور منہیات سے اجتناب کے مجموعے کا نام تقویٰ ہے۔ اگر تجھے دونوں قسم کی عبادت یعنی اوامر کی بجا آوری اور منہیات سے اجتناب حاصل ہو جائے اور تو دونوں کا پابند ہو جائے تو عبادت کے معاملہ میں کمال تک پہنچ گیا اور آفات سے محفوظ ہو گیا۔ تقویٰ ہی اصل جوہر اور نجات آخرت کا ذریعہ ہے۔ انسانوں میں متقی لوگوں

کا درجہ ہی سب سے اُونچا اور بلند ہے۔ اہل بصیرت حضرات منہیات سے اجتناب کی زیادہ پابندی کرتے تھے یہ جانب اختیار کرنے سے تو معاصی اور گناہ سے سالم اور محفوظ رہے گا۔ اگر تو یہ جانب اختیار نہ کرے، گناہوں اور برائیوں سے نہ بچے تو ساری رات نوافل ادا کرے، دن کو روزہ رکھے اور دیگر مستحب امور میں مشغول ہونے سے تجھ کو کوئی فائدہ نہ پہنچے گا۔ تیری یہ شب بیداری کی مشقتیں بے سود ہوں گی کیونکہ گناہوں اور برائیوں سے اجتناب نہ کرنے کی وجہ سے تیری نیکیاں ساتھ ساتھ برباد اور ضائع ہوتی جائیں گی۔ دن کو روزہ رکھ کر جب تو غیبت، کذب اور دوسری گفتگو سے پرہیز نہ کرے گا تو تیرے اس روزے کا کیا فائدہ۔

تصوف بحیثیت اصلاح نفس

اصلاح نفس کا پہلا ذریعہ "حفاظت زبان":۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ جس چیز کو قابو میں رکھنا ضروری ہے وہ زبان ہے۔ تو ذرا زندگی کے وہ قیمتی لمحات تو یاد کر جو تو نے بے ہودہ اور لغو گفتگو میں ضائع کیے ہیں۔ اگر تو ان عزیز لمحات میں توبہ استغفار کرتا تو شاید کسی نیک ساعت میں تیری توبہ قبول ہو جاتی۔ اور اگر تیرے گناہ بخش دیئے جاتے تو تجھے نفع ہوتا۔ ان لمحات میں لا الہ الا اللہ کا ورد کرتا رہتا تو تجھے بے حساب اجر و ثواب ملتا۔ ان لمحات میں یہ دعا کرتا "اے اللہ! میں تجھ سے عافیت اور سلامتی کا سوال کرتا ہوں" شاید کسی مبارک ساعت میں یہ الفاظ تیرے منہ سے نکلتے اور تیری دعا قبول ہو جاتی۔ اس طرح دنیا اور آخرت کی نجات پا جاتا۔ پوری احتیاط سے زبان کی حفاظت کر۔ کیونکہ یہ معمولی سا عضو بعض دفعہ بہت جلد انسان کو ہلاکت میں ڈال دیتا ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا فرمان:۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ زبان سے ایسی بات نہ نکالو جسے سن کر لوگ تمہارے دانت توڑ دیں۔ زبان کی حفاظت نہ کرنے کے سبب آخرت میں انسان عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔ اس عذاب کا ذہن میں تصور رکھا جائے۔ اس سلسلہ میں تم یہ نکتہ یاد رکھو کہ تم جو گفتگو کرتے ہو وہ یا تو حرام و ناجائز یا فضول و لایعنی ہے۔ اگر حرام و ناجائز ہوگی تو ایسی گفتگو بلاشبہ عذاب کا باعث ہے جسے برداشت کرنے کی طاقت انسان میں نہیں ہے۔ فضول و لایعنی گفتگو کراماً کاتبین کو لکھنی پڑتی ہے تو انسان کو چاہئے کہ ان سے حیا کرے اور فضول باتیں لکھنے کی ان کو تکلیف نہ دے رب تعالیٰ کا ارشاد ہے "ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید" (بندہ کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالتا مگر اسے نوٹ کرنے کے لئے ایک نگہبان اس کے پاس تیار بیٹھا ہے) یہ اچھی بات نہیں کہ لغو اور بے ہودہ باتوں سے بھرا ہوا اعمال نامہ رب تعالیٰ کے حضور پیش ہو۔ (کتاب تلقین غزالی ص 34)

اصلاح نفس کا دوسرا ذریعہ "حفاظت دل":۔ دل کی حفاظت اس کی اصلاح اور اسے درست رکھنے کی کوشش کرنا بھی ضروری ہے۔ دل کا معاملہ باقی اعضاء سے زیادہ خطرناک ہے اور اس کا اثر باقی اعضاء سے زیادہ ہے۔ اس کی درستی زیادہ وقت طلب اور اس کی اصلاح زیادہ مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:"وہ خائن آنکھوں اور دل کے پوشیدہ رازوں کو جانتا ہے۔""جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے۔""بے شک اللہ تعالیٰ سینے کے راز جانتا ہے۔" غور کرو کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کتنی دفعہ اس بات کو دہرایا اور تکرار کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا سینے کے اسرار پر آگاہ ہونا ہی ڈرنے اور خوف کرنے کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ علام الغیوب کے ساتھ معاملہ بہت نازک ہے۔ اس لئے تمہیں خیال کرنا چاہیے کہ تمہارے دلوں میں کس طرح کے راز ہیں جن سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے۔ اگر معاذ اللہ تمہارے خیالات و ارادے گندے ہیں تو تمہیں شرم و حیا کرنا چاہیے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ تمہاری صرف ظاہری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے۔" اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ دل رب العالمین کی نظر کا مقام ہے۔ فساد قلب کا باعث یہ چار چیزیں ہیں (۱) دنیا کی امیدیں۔ (۲) عبادات میں جلد بازی (۳) حسد (۴) تکبر۔ اس کے مقابلے میں اصلاح کرنے والی یہ چار چیزیں ہیں (۱) امیدیں کم کرنا۔ (۲) معاملات میں تحمل و آہستگی۔ (۳) مخلوق کے ساتھ خیر خواہی (۴) خشوع و خضوع سے پیش آنا۔ یہ وہ آٹھ چیزیں جن کے ساتھ قلب کی اصلاح یا خرابی وابستہ ہے۔ اس لئے اسباب فساد سے بچو اور مفید قلب باتوں کو اختیار کرو تا کہ آخرت کی مشقت سے محفوظ رہو اور اپنے مقصود حاصل کر سکو۔

اصلاح نفس کا تیسرا ذریعہ "حفاظت آنکھ":۔ اس کی نگہداشت ضروری اور لازمی ہے کہ دین و دنیا کے کاموں کا دارومدار دل پر ہے۔ دل کی خرابی اور اس میں وسوسے وغیرہ اکثر و بیشتر آنکھ کی وجہ ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی آنکھ کی حفاظت نہیں کرتا اس کا دل بے قیمت ہوتا ہے۔ یعنی اس میں کوئی کمال یا نور وغیرہ نہیں آسکتا۔ آنکھ ہی ہر فتنے اور ہر آفت کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "اے حبیب ﷺ! اہل ایمان سے کہو کہ اپنی نظر جھکائے رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔ یہ ان کے لئے بہت پاکیزہ بات ہے"۔ "اور اے ایمان والو! تم جو کچھ بھی کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس سے باخبر ہے"۔ مطلب یہ ہوا کہ نظر نیچی رکھنا دل کو بہت زیادہ پاک کرتا ہے۔ اگر تم نے کسی طرف دیکھا ہی نہیں تو ہر فتنے، وسوسے اور خطرہ سے محفوظ رہو گے اور اپنے اندر راحت و نشاط محسوس کرو گے۔ اس چیز کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان الفاظ میں ادا فرمایا ہے۔ "اپنے آپ کو نظر حرام سے پوری احتیاط سے بچاؤ کیونکہ ایسی بدنظری دل میں شہوت کی تخم ریزی کرتی ہے اور اس گناہ کا ارتکاب کرنے والے کو فتنے میں مبتلا کر دیتی ہے۔"

حضور نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "غیر محرم عورت کے حسن و جمال پر نظر ڈالنا ابلیس کے زہر میں بجھے ہوئے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔" "تو جو شخص ایسا کرنا ترک کر دے گا اللہ تعالیٰ اسے سرور آمیز عبادت کا مزہ چکھائے گا۔ آنکھ دیدار الٰہی سے لطف اندوز ہونے کے لئے عطاء ہوئی ہے۔ لہٰذا جن چیزوں کو اعلیٰ ترین مقاصد کے لئے تیار کیا گیا ہو انہیں لازماً فضول و نامناسب افعال و حرکات سے محفوظ رکھنا چاہیے۔ جیسے پاؤں تو فردوس بریں کے باغات و محلات میں چلنے پھرنے کیلئے بنائے گئے ہیں اور ہاتھ جنت میں شراب طہور کے چھلکتے جام پکڑنے اور میوہ جات توڑنے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ باقی اعضاء بھی علیحدہ علیحدہ کاموں کیلئے بنائے گئے ہیں۔ اس پر غور کیا جائے کہ قیامت کے دن ان اعضاء سے غلط کام لینے لے لئے جواب دہ ہونا پڑے گا۔ لہٰذا اعضاء کو ہر معصیت، ہر حرام ہر فضول حلال اور ہر اسراف سے حفاظت میں رکھنا ضروری ہے۔

اصلاح نفس کا چوتھا ذریعہ "اجتناب ریا و عجب":۔ لوگوں کو اپنے اعمال، عبادات دکھلا کر تعریف و توصیف کا طالب ہونا ریا کاری ہے اور اخلاص یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کے لیے نیک کام کرے تو دل میں یہ چاہت نہ رکھے کہ اس پر اس کی تعریف کی جائے دوزخ جنت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ اس لئے اپنے اعمال اسی کو دکھا۔ وہ تمہیں اپنی عطاؤں سے مالا مال کر دے گا۔ ریا کار کو اللہ تعالیٰ ناکام و نامراد کرتا ہے۔ حضور ﷺ سے روایت ہے کہ ریا کار کو قیامت کے دن چار ناموں سے پکارا جائے گا۔ اے کافر، اے فاجر، اے غدار، اے خاسر۔ تیری کوشش بے کار چلی گئی۔ تیرے اعمال بے کار ہو چکے ہیں۔ یہاں آخرت میں تیرا کوئی حصہ نہیں۔ اے دھوکہ باز اپنے اعمال کا اجر و ثواب اس سے جا کر لے جس کو دکھانے لے لئے تو عمل کرتا تھا۔ ریا سے آنے والی مصیبتوں میں ایک مصیبت جنت سے محرومی ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ "جنت نے گفتگو کی اور کہا میں بخیل اور ریا کار پر حرام ہوں"۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا "دوزخ اور اہل دوزخ ریا کاروں سے چیخ اٹھیں گے۔" عرض کی گئی دوزخ کیوں چیخے گی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اس آگ کی تپش سے جس سے ریا کاروں کو عذاب دیا جا رہا ہوگا۔"

حضرت سفیان رحمہ اللہ کی تنبیہ:۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کی ساتھیوں سمیت دعوت کی تو اپنے گھر والوں سے کہا کہ اس تھال میں روٹی رکھ کر لاؤ جو میں دوسرے حج کے موقع پر لایا تھا پہلے حج والے تھال میں روٹی نہ لانا۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ نے اس آدمی کی طرف دیکھا اور کہا کہ اس مسکین نے اتنی سی بات میں اپنے حج کو باطل کر دیا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کو تنبیہ:۔ اور بعض علماء سے سنا ہے کہ وہ حسن بصری رحمہ اللہ کے متعلق بیان کرتے تھے کہ ان کی وفات کے بعد ان کو خواب میں دیکھا گیا تو ان کا حال پوچھا گیا تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے سامنے کھڑا کر لیا اور فرمایا۔ اے حسن! تجھے یاد ہے کہ ایک دن تو مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا۔ لوگوں نے تجھ کو دیکھا تو تو نے اپنی نماز اچھی کر کے پڑھی۔ اگر تیری پہلی نماز میرے لئے

خالص نہ ہوتی تو میں تجھے آج اپنے دربار سے ہانک دیتا اور تجھ سے اپنا تعلق منقطع کر لیتا۔

کسی نیک شخص سے روایت ہے کہ میں ایک رات سحری کے وقت برلب سڑک ایک بالا خانے پر سورۃ طٰہٰ پڑھ رہا تھا۔ جب سورۃ کو ختم کر لیا تو مجھے اونگھ سی آ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک آدمی آسمان سے نازل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک صحیفہ تھا۔ اس نے میرے سامنے پھیلا کر رکھ دیا۔ اس میں وہی سورت طٰہٰ لکھی ہوئی تھی اور ہر کلمے کے نیچے دو نیکیاں لکھی ہوئی تھیں۔ مگر ایک کلمہ میں نے دیکھا کہ وہ مٹا ہوا تھا اور اس کے نیچے کچھ نہیں لکھا ہوا۔ میں نے کہا: میں نے یہ کلمہ بھی پڑھا تو تھا لیکن نہ تو یہ کلمہ لکھا ہوا ہے نہ اس کا ثواب۔ اس آدمی نے کہا تم صحیح کہتے ہو تم نے پڑھا تھا اور ہم نے لکھا بھی تھا۔ مگر ہم نے آسمان سے ایک آواز دینے والے کو سنا۔ اس نے کہا اس کلمہ کو مٹا دو اور اس کا ثواب بھی ختم کر دو تو ہم نے اسے مٹا دیا۔ اس آدمی نے کہا کہ اپنے ہی خواب میں رونے لگا اور اس سے پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ ایک آدمی سڑک پر سے گزرا تو اس کو سنانے کے لئے تم نے یہ کلمہ بلند آواز سے پڑھا تو اس کا ثواب ختم ہو گیا۔ اس کو یاد رکھ۔ یہی حال عجب (اپنے اعمال صالح کو عظیم خیال کرنے) کا ہے۔

پس اے مسکین! غور کر اور ہوشیار ہو جا کہ تو خسارہ پانے والوں سے نہ ہو جائے بلکہ اللہ تعالیٰ کے مخلص، ڈرنے والے، فکر کرنے والے اور اللہ کے احسانات پر راضی ہونے والے لوگوں میں سے ہو جا۔ باقی رہی نقصان کی شدت تو اس کی وجہ سے ریا اور عجب ایک بہت بڑی آفت ہے جو ایک لحظ میں واقع ہو جاتی ہے اور بسا اوقات ستر سال کی عبادت کو بگاڑ کر رکھ دیتی ہے۔

اصلاح نفس کا پانچواں طریقہ "تکالیف پر صبر":۔ ان میں کامیابی کی واحد صورت صبر ہے۔ طالب آخرت سخت آزمایا جاتا ہے اور اسے شدید محنت میں مبتلا کیا جاتا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کے جتنا قریب ہوگا اتنا ہی اسے مصائب بھی دنیا میں زیادہ پیش آئیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "لوگوں میں سب سے زیادہ انبیاء آزمائش میں ڈالے جاتے ہیں۔ پھر علماء پھر جو ان کے قریب ہیں۔ پھر جو ان کے قریب ہیں" خداوند تعالیٰ نے واضح الفاظ میں بتایا ہے کہ ہم تم کو مصائب اور تکالیف میں آزمائش کے طور پر ضرور مبتلا کریں گے۔ فرمایا "اور تمہاری ضرور آزمائش ہوگی تمہارے مالوں میں اور تمہاری جانوں میں اور تم ضرور سنو گے یہود و نصاریٰ سے اور مشرکین سے اذیت دینے والی باتیں۔ تو اگر تم صبر کرو گے اور تقویٰ اختیار کرو گے تو یہ بہت ہمت کے کام ہیں" پس جو شخص بھی عبادت کا عزم کرے گا اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے صبر عظیم کا ارادہ کرے۔ صبر کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے دنیا اور آخرت کی بھلائی نصیب ہوتی ہے اور انسان نجات و کامیابی سے ہمکنار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

(۱) جو شخص تقویٰ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے ذریعہ پیدا کر دے گا اور اسے ایسی جگہ سے رزق دے گا جس کا اسے وہم و گمان بھی نہ ہوگا۔ (۲) آپ صبر کریں بے شک نیک انجام متقین کا ہی ہے۔ (۳) صبر کرنے والوں کو جنت کی بشارت دو۔ (۴) یہی لوگ (صابر ہیں) جن پر ان کے پروردگار کی صلوٰتیں اور رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ (۵) اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔ (۶) ان لوگوں کو صبر کے صلہ میں جنت کے اندر بالا خانے عنایت ہوں گے۔ (۷) تمہارے صبر کے صلہ میں تمہارے رب کا تم کو سلام۔ (۸) صبر کرنے والوں کو بے حساب ثواب ملے گا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو صبر کی تلقین کرتے ہوئے فرمایا۔ "تجھ پر تقدیر الٰہی ضرور ہو کر جاری رہے گی۔ اگر تو صبر کرے گا تو اجر و ثواب پائے گا۔ اور بے صبر کا شیوہ اختیار کرے گا تو گناہ گار ہوگا۔" اپنے اندر صبر کا وصف پیدا کرنے کی سب سے اعلیٰ یہ چیز ہے کہ آدمی صبر کے عوض (جنت کا تصور کرے جس کے پروردگار نے وعدہ فرمایا ہے۔ بندہ مومن کے حق میں مصائب اور مشکلات کا نتیجہ نہایت ہی اچھا ہے۔ لہٰذا مصائب کے وقت تجھے اللہ تعالیٰ کا احسان مند ہونا چاہیے کہ وہ تجھے دنیوی لذائذ سے دور رکھ کر گناہوں سے محفوظ رکھنا چاہتا ہے۔ تیری اصلاح کرنا چاہتا ہے۔ تجھے زیادہ اجر و ثواب عطا کرنا چاہتا ہے۔ اور آخرت میں ابرار و مقربین کے مدارج پر فائز کرنا چاہتا ہے۔ ایک مشہور حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "میں اپنے دوستوں کو دنیا کی نعمتوں سے اس طرح دور رکھتا ہوں۔ جس طرح مہربان چرواہا اپنے اونٹوں کو خارش زدہ اونٹوں سے الگ رکھتا ہے۔" اسی طرح اصلاح اور ترقی درجات کے لئے اللہ تعالیٰ اپنے دوستوں اور مقبول بندوں کو ابتلاو

آزمائش میں کثرت سے ڈالے رکھتا ہے۔ حالانکہ یہ طبقہ اس کی درگاہ میں نہایت باعزت طبقہ ہے یہاں تک کہ نبی مکرم ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا۔ ”جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو اپنا دوست بناتا ہے تو اس کو مختلف آزمائشوں میں ڈالتا ہے۔“ تو جب تو یہ دیکھے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھ سے دنیا کی نعمتوں کو روک رکھا ہے یا تیرے لئے کثرت سے مصائب و مشکلات پیدا کر رہا ہے تو یقین رکھ کہ یہ بات اللہ کی درگاہ میں تیرے باعزت اور صاحب مرتبہ ہونے کی علامت ہے اور تجھے اپنے اولیاء کے راستے پر چلانا چاہتا ہے۔ بے شک وہ پروردگار تیرے حالات سے واقف ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے ”اور اپنے رب کے حکم کے مطابق صبر سے کام لو۔ بے شک تم ہماری حفاظت اور نگاہ میں ہو۔“

اصلاح نفس کا چھٹا طریقہ ”طول امل سے اجتناب“: لمبی امیدیں نیکی و طاعت کی راہ میں رکاوٹ ہیں، نیز ہر فتنے اور شر کا باعث ہیں۔ لمبی امیدوں میں مبتلا ہو جائے گا تو اس سے ترک طاعت میں زیادتی اور اس کی ادائیگی میں سستی کا اضافہ ہوگا۔ تم اپنے دل میں کہو گے ابھی تھوڑی دیر بعد کرلوں گا۔ طول امل کی وجہ سے انسان توبہ کرنے سے بھی ٹال مٹول شروع کر دیتا ہے اور دل میں کہتا ہے ابھی کافی وقت ہے۔ میں ابھی جوان ہوں۔ ابھی کم عمر ہوں۔ توبہ ہر وقت میرے اختیار میں ہے۔ جب چاہوں گا کرلوں گا اور اصلاح احوال سے پہلے ہی موت اچانک اچک لیتی ہے اور خسر الدنیا والآخرۃ ہو جاتا ہے۔ مال جمع کرنے کی حرص بھی طول امل سے بڑھ جاتی ہے۔ اس حرص کے نشے میں انسان آخرت سے غافل ہو جاتا ہے اور اس کی قیمتی عمر اور وقت عزیز ان امیدوں کی نظر ہو جاتا ہے۔ انسان کے دل میں عیش و عشرت کی لمبی امیدیں بس جاتی ہیں تو موت بھول جاتا ہے۔ توبہ کرنے میں جلدی کرو ایسا نہ ہو کہ وقت ہاتھ سے نکل جائے اور موت آنے والے سانس کی فرصت نہ دے۔ آنے والی گھڑی کے لئے رزق کی فکر نہ کرو۔ شاید اگلی ساعت تک زندگی وفا نہ کرے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے ”خدا کی قسم میں نے جب بھی زمین پر قدم رکھا تو میرا یہی گمان تھا کہ شاید اٹھانے سے پہلے موت آجائے۔ اور میں نے جب منہ میں لقمہ ڈالا تو یہی گمان تھا کہ شاید حلق سے اتارنا نصیب نہ ہو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، بے شک جن باتوں کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ ضرور آکر رہیں گی اور تم اللہ تعالیٰ کو بے بس نہیں کر سکتے۔“ روایت ہے کہ کسی شخص نے حضرت زرارہ کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا تو پوچھا اے برزخ میں بسنے والو! تمہارے نزدیک کون سا عمل بہتر ہے۔ آپ نے فرمایا ”رضائے الٰہی اور لمبی امیدوں کو کوتاہ کرنا۔“ اے عزیز! طول امل سے بچنا بڑی نیکی کی بات ہے۔ موت کے وقت کا کسی کو علم نہیں دیا گیا۔

ایک عابد کے متعلق منقول ہے کہ وہ رب تعالیٰ سے یہ سوال کیا کرتا تھا کہ ابلیس لعین دکھایا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی جواب ملتا تھا کہ اس خیال کو چھوڑ اور عافیت و امن کی دعا کیا کر۔ مگر وہ اپنے اس خیال پر مصر تھا۔ آخر ایک روز اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو اس عابد پر ظاہر کر دیا۔ جب عابد نے ابلیس کو دیکھا تو اسے مارنے کا اردہ کیا۔ ابلیس نے کہا اگر تو نے سو سال زندہ نہ رہنا ہوتا تو میں تجھے ہلاک کر دیتا۔ عابد اپنی عمر سو سال سن کر مغرور ہو گیا اور دل میں کہنے لگا میری عمر ابھی بہت ہے۔ آزادی سے گناہ کرتا ہوں۔ آخر وقت پر توبہ کرلوں گا۔ چنانچہ وہ فسق و فجور میں مبتلا ہو گیا۔ عبادت ترک کر دی اور ہلاک ہو گیا۔

اے مخاطب! اس حکایت سے تجھے یہ سبق ملتا ہے کہ طول امل سے بچ کیونکہ طول امل عظیم ترین آفت ہے۔ طمع کی چیزوں اور لمبی امیدوں سے بچو۔ بہت امیدیں ایسی ہوتی ہیں جن کے پیچھے انسان لقمہ اجل بن جاتا ہے۔

اصلاح نفس کا ساتواں طریقہ ”کبر سے بچنا“:۔ نفس کی بلندی و عظمت کو کبر کہتے ہیں۔ کبر ایسی آفت ہے جو نیکی کا نام و نشان مٹا دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: (۱) ابلیس نے انکار اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔ (۲) میں عنقریب اپنی آیات کے فہم سے ان لوگوں کو پھیر دوں گا جو ناحق تکبر کرتے ہیں۔ (۳) اس طرح اللہ تعالیٰ ہر متکبر اور سرکش کے دل پر مہر لگا دیتا ہے۔ (۴) بے شک اللہ تعالیٰ متکبر لوگوں کو دوست نہیں رکھتا۔

مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے دریافت فرمایا کہ اے خدائے قدوس تو سب سے زیادہ کس پر ناراض ہوتا

ہے تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جس میں تکبر ہو۔ جس کی زبان ترش ہو، جس کی آنکھوں میں حیاء نہ ہو، جس کے ہاتھ بخیل ہوں اور بد اخلاق ہو۔
متکبر شخص پر مصیبت اور آفت یہ ٹوٹتی ہے کہ وہ آخرت میں دوزخ کی آگ میں جلے گا۔ ایک حدیث قدسی میں یوں وارد ہوا ہے کہ ”بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میری ازار ہے تو جو شخص ان دونوں میں سے ایک بھی مجھ سے چھیننے کی کوشش کرے گا میں اسے نار دوزخ میں داخل کروں گا۔“ مطلب یہ ہے کہ بڑائی اور عظمت اللہ تعالیٰ کی صفات مختصہ میں سے ہیں۔ کسی دوسرے کو لائق نہیں۔ پھر جس کے باعث اللہ تعالیٰ ناراض ہو، دنیا میں ذلت وخواری اور آخرت میں عذاب دوزخ۔ ایسی خطرناک ومہلک آفت سے بچنا اور دور رہنا ضروری ہے۔

اصلاح نفس کا آٹھواں طریقہ ”نعمتوں کا شکر“:۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ خداوند تعالیٰ کی ظاہر اور باطن میں اطاعت کا نام شکر ہے۔ ظاہر اور باطن میں گناہوں سے پرہیز کرنا شکر ہے تو اپنے دل وزبان اور اعضاء کی اس طرح حفاظت کرے کہ ان تینوں سے کسی طرح بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو سکے۔

نفس وشیطان کے فریب:۔ سب سے باریک بات نفس اور شیطان کے فریبوں کا معلوم کرنا ہے۔ اور یہ ہر ایک بندہ پر فرض عین ہے۔ ان کے دفع کرنے کے لئے سوائے ذکر اللہ کے اور کوئی چارہ نہیں۔ لیکن شیطان دل کو یہاں بھی نہیں چھوڑتا اور خدا تعالیٰ کا ذکر اس سے بھلاتا رہتا ہے۔ اس صورت میں اس سے مجاہدہ کرنا چاہیے۔ اس مجاہدہ کی انتہا موت پر ہوتی ہے کیونکہ جب تک آدمی زندہ رہتا ہے شیطان سے چھٹکارا نہیں ہوتا۔ ہاں اتنا زبردست ہو جاتا ہے کہ شیطان کا فرمانبردار نہیں رہتا اور مجاہدہ سے اسے ٹال دیتا ہے۔ لیکن جب تک خون بدن میں ہے تب تک مجاہدہ ضروری ہے کیونکہ ابواب شیطان زندگی بھر تک آدمی کے دل پر مفتوح رہتے ہیں۔ جب دروازے کھلے ہوں اور دشمن بھی غافل نہ ہو تو بغیر حفاظت اور مجاہدہ کے کام نہ چلے گا۔ ابواب شیطان غضب، شہوت، طمع، حسد وغیرہ ہیں۔ (کتاب تلقین غزالی ص 49)

قلب کی سب سے مرغوب شے:۔ قلب کی مرغوب شے ذکر الٰہی ہے۔ قلب کو اپنی حالت پر نہ چھوڑنا چاہئے کیونکہ اس کو تفکرات اور تخیلات میں پڑنے سے پریشانی ہوتی ہے اسے جبراً بہ تکلف ذکر کا خوگر ہونا ہے۔ دل کا حال برتن کا سا ہے۔ جب تک برتن میں پانی بھرا رہتا ہے اس میں ہوا نہیں جا سکے گی۔ اس طرح جب تک دل غیر اللہ سے مشغول رہے گا اس میں معرفت نہیں جا سکے گی۔ قلب کو جلا ذکر اللہ سے ہوتی ہے اور ذکر تقویٰ والے ہی کرتے ہیں۔ پس تقویٰ ذکر کا پھاٹک ہے اور ذکر کشف کا دروازہ ہے۔ اور کشف نور اکبر یعنی دیدار الٰہی کا دروازہ ہے۔ جب تک قلب ذکر اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو شیطان کو موقع نہیں ملتا۔ اور جب دل پر ذکر دنیا خواہش نفسانی کے سبب غالب ہو جاتا ہے تو شیطان کو وسوسے کی مجال ملتی ہے۔ ذکر اللہ اور وسوسہ میں ایسا اختلاف ہے جیسا روشنی اور اندھیرے میں یا دن اور رات میں۔ جو آدمی اتباع ہوائے نفسانی کرتا ہے وہ گویا اللہ کا بندہ نہیں ہے۔ اس کو بندہ ہوا کہنا چاہے۔

حضرت فضیل رحمہ اللہ کے شاگرد کا واقعہ:۔ حضرت فضیل بن عیاض رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ آپ اپنے ایک شاگرد کے پاس پہنچے جو مر رہا تھا۔ آپ اس کے سر کے پاس بیٹھ گئے اور سورۃ یٰسین پڑھنے لگے تو اس نے کہا سورۃ یٰسین پڑھنی بند کر دیں۔ پھر آپ نے اسے کلمہ لا الہ الا اللہ کی تلقین کی مگر اس نے کہا میں یہ کلمہ بالکل نہیں پڑھوں گا میں اس سے بیزار ہوں۔ ان الفاظ پر اس کی موت واقع ہو گئی۔ حضرت فضیل کو اپنے شاگرد کے برے خاتمے کا سخت صدمہ ہوا اور چالیس روز تک اپنے گھر سے باہر نہ نکلے، اندر ہی بیٹھ کر روتے رہے۔ چالیس دن کے بعد خواب میں دیکھا کہ اس شاگرد کو فرشتے گھسیٹ رہے ہیں۔ آپ نے اس سے دریافت کیا کس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تیری معرفت سلب کر لی حالانکہ تو میرے صاحب علم اور لائق ترین تلامذہ میں سے تھا۔ اس نے جواب دیا تین عیوب کی وجہ سے۔ ایک تو میرے اندر چغل خوری کا عیب تھا کہ میں اپنے ساتھیوں کو کچھ بتاتا تھا اور آپ کو اس کے خلاف۔ دوسرا عیب یہ تھا کہ میں اپنے ساتھیوں سے حسد کرتا تھا۔ اور تیسرا عیب یہ تھا کہ مجھے ایک بیماری تھی۔ میں نے اس بیماری کا علاج حکیم سے پوچھا تو اس نے کہا کہ سال میں ایک دفعہ ایک گلاس شراب پیا کر تب صحت یاب ہو گا ورنہ بیماری تجھے نہیں چھوڑے گی۔ تو ہر سال میں ایک گلاس شراب پیتا تھا۔ (چغل خوری۔ حسد کے علاوہ سال بھر میں صرف ایک بار شراب وہ بھی بغرض علاج کے انجام پر غور فرمائیں۔ بھلا ہو گا)

دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے:۔ دوسرا واقعہ حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ میرا ایک پڑوسی تھا۔ میں بوقت موت اس کے پاس گیا۔ اس وقت اس پر سکرات موت طاری تھا۔ مجھے دیکھ کر کہنے لگا اے مالک! اس وقت مجھے اپنے سامنے آگ کے دو پہاڑ نظر آتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ان پر چڑھ۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے اس کے گھر والوں سے اس کے متعلق پوچھا۔ انہوں نے کہا! اس شخص نے غلہ کے لیے دو پیانے رکھے ہوئے ہیں۔ ایک غلہ لینے کا اور دوسرا دینے کا۔ میں نے وہ دونوں پیانے منگوائے اور ایک دوسرے پر مار کر توڑ دیئے پھر میں نے اس سے دریافت کیا اب کیا حال ہے۔ اس نے کہا معاملہ تو اور ہی زیادہ نازک اور خراب ہو رہا ہے۔ (سب مہلک خطاؤں کی جڑ دنیا کی محبت ہے۔ انجام پر غور فرمائیں۔ بھلا ہو گا)۔

صوفیا کے احتساب نفس کی اہمیت:۔ اپنے نفس سے حساب لیا کرو تو بہت نفع ہو۔ اس کی صورت یہ ہے کہ نفس کو خطاب کر کے کہا کرو اے نفس! میں مسافر ہوں تاجر ہوں، ابدی سعادت اور اللہ تعالیٰ کا قرب میرا منافع ہے۔ دائمی بدبختی اور حق تعالیٰ سے حجاب میرا خسارہ ہے۔ میری عمر میرا راس المال ہے کہ ہر سانس ایک بیش قیمت جواہر اور گویا بھرپور خزانہ ہے جس سے ابدی سعادت حاصل ہوتی ہے۔ جب عمر پوری ہو گی تو تجارت ختم ہو گی اور مایوس ہونا پڑے گا۔ آج کا دن میری تجارت کا دن ہے اور حق تعالیٰ نے مجھے فرصت دی ہے کہ چاہوں تو تجارت میں نفع اٹھاؤں۔ اے نفس! وہ آج کا دن ہے جو خدا کی طرف سے مہلت کا عطا ہوا ہے۔ اگر اس مہلت کو غنیمت سمجھا اور آج کا کام کل پر نہ رکھا تو آج تجارت کا منافع مل گیا اور حسرت نہ ہوئی۔ اگر تو کل بھی زندہ رہے تو پھر یہی خیال کر۔ غرض جب تک زندہ ہے اس وقت تک ہر دن کو نیا دن سمجھ اور خدا کے عفو سے دھوکا نہ کھا کیونکہ یہ تیرا گمان ہی گمان ہے ممکن ہے غلط نکلے۔ حق تعالیٰ کے معافی کچھ ضروری یا تیرا فرض نہیں ہے۔ جس کا مطالبہ اور ایفا اور ادا لازمی ہو۔

ایک ایک سانس غنیمت اور بے بہا موتی ہے۔ جو چیز موت کی وجہ سے جدا ہونے والی ہے اس کو چھوڑ دے اور جو شے پائیدار ہے اور کسی وقت بھی تیرا ساتھ نہ چھوڑے گی اس پر قبضہ کر۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کر اور خدا کی یاد سے مانوس ہو۔ پھر اگر نفس کہے کہ دنیا کس طرح چھوٹ سکتی ہے تو جواب دے کہ اگر مال کی محبت زیادہ ہے تو اس کو نکال اور جاہ کی طلب قوی ہے تو اس کو چھوڑ۔ جس چیز کی نفس کو خواہش ہو اس کے خلاف کر۔ پھر دیکھ خلاصی ملتی ہے یا نہیں۔ جب تک نفس کے ساتھ ایک عرصہ دراز تک اس طرح مباحثہ نہ رکھو گے اس وقت تک یہ کبھی سیدھا نہ ہو گا اور جب تک یہ سیدھا نہ ہو گا اس وقت تک نہ تم سے اللہ کی یاد ہو سکے گی نہ مناجات میں لذت آئے گی نہ سلوک کی طرف توجہ ہو گی اور صراط مستقیم پر چلنے کی فکر ہو گی۔ (کتاب تلقین غزالی ص 56)

صوفیائے کرام اور دعاؤں کی اہمیت

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ کا فرمان:۔ حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں ایک بار سات برس خشکی ہوئی یہاں تک کہ لوگ مردار تک کھا گئے اور پہاڑوں میں جا کر روتے اور گریہ زاری کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے پیغمبر پر وحی نازل کی اگر تم میری طرف چلو کہ تمہارے گھٹنے گھس جائیں اور تمہارے ہاتھ آسمان کے بادلوں کو لگ جاویں اور دعا کرتے کرتے زبانیں تھک جائیں تب بھی میں نہ کسی دعا مانگنے والے کی دعا قبول کروں نہ کسی رونے والے پر ترس کھاؤں جب تک کہ حق داروں کے حقوق ان کو نہ پہنچاؤ گے۔ جب اس امر کے بموجب عمل پیرا ہوئے تو اسی روز مینہ برسا۔

حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ کا فرمان:۔ حضرت مالک بن دینار رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں قحط پڑا۔ کئی دفعہ مینہ کے لئے دعا کرنے باہر نکلے لیکن مینہ نہ برسا۔ ان کے پیغمبر پر وحی نازل ہوئی کہ ان سے کہہ دو کہ تم میری طرف ناپاک بدنوں سے نکلے ہو اور وہی ہاتھ میرے سامنے پھیلاتے ہو جن سے بہت سے خون کئے۔ اپنے پیٹوں کو حرام سے بھر رکھا ہے۔ میرا غصہ تم پر بہت زیادہ ہو گیا ہے۔ دوری کے علاوہ تمہیں مجھ سے کچھ ہرگز نہ ملے گا۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ کا فرمان:۔ حضرت ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ یہ تو فرمایئے کہ ہم لوگوں کی دعا کیوں نہیں قبول ہوتی اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ " ادعوني استجب لكم " آپ نے فرمایا کہ یہ وجہ ہے کہ تمہارے دل مردہ ہیں۔ پوچھا کہ ان کے مردہ ہونے کی کیا جہت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آٹھ حالتیں ہیں۔ **اول**: کہ اللہ کا حکم معلوم کرلیا اور اس کو بجا نہ لایا۔ **دوم**: قرآن کو پڑھا اور اس کے بموجب عمل نہ کیا۔ **سوم**: دعویٰ محبت رسول ﷺ کا کیا اور انکے طریق پر عمل نہ کیا۔ **چہارم**: موت کا خوف کیا اور اس کے لئے سامان نہ کیا۔ **پنجم**: حکم الٰہی یوں تھا کہ شیطان کو دشمن جانو مگر تم نے معصیت میں اس سے یاری کی۔ **ششم**: دعویٰ خوف دوزخ کیا مگر اپنے بدنوں کو اس میں جھونک دیا۔ **ہفتم**: جنت کو دل سے چاہتے رہے مگر اس کے لیے کوئی کام نہ کیا۔ **ہشتم**: صبح اٹھتے ہی اپنے عیبوں کو پیٹھ پیچھے ڈال دیا اور لوگوں کی عیب چینی اختیار کی۔ پس ان باتوں سے خدا تعالیٰ ناراض ہوگیا تو کس طرح قبول فرمائے۔ (تلقین غزالی ص 61)

تعلیمات صوفیاء میں تلاوت قرآن کی اہمیت

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ ہم نے ہی قرآن نازل فرمایا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

یہ وہ کتاب ہے جس کو جنوں نے سن کر اپنی قوم کو خبر دی کہ یہ قرآن ہدایت کے راستہ کی رہنمائی کرتا ہے۔ ہم اس پر ایمان لے آئے۔ اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے۔

قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرآن حکیم سے بڑھ کر رتبہ والا نہ کوئی نبی ہے نہ فرشتہ نہ کوئی اور شخص جو شفاعت کرے۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ: فرماتے ہیں کہ قرآن کی ہر ایک آیت جنت کا درجہ ہے۔ جو شخص کہ قرآن پڑھتا ہے نبوت اس کے دونوں پہلوؤں میں درج ہو جاتی ہے۔ اتنا فرق ہوتا ہے کہ اس پر وحی نہیں آتی۔

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حافظ قرآن کو چاہئے کہ بادشاہ سے لے کر ادنیٰ شخص تک اس کو کسی سے حاجت نہ ہو بلکہ لوگ اس کے حاجت مند ہونے چاہئیں۔

جس شخص نے قرآن حفظ کیا وہ اسلام کا علمبردار ہے۔ اس کو لہو ولعب اور لغو والوں کے ساتھ ان کے امور میں شامل نہ ہونا چاہئے۔

حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب آدمی تلاوت کرتا ہے تو فرشتہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیتا ہے۔

حضرت عمر بن ہمون رضی اللہ کہتے ہیں کہ صبح کی نماز کے بعد جو شخص قرآن کی سو آیتیں پڑھے اللہ تعالیٰ اس کو تمام دنیا کے عمل کے برابر ثواب عطا فرماتا ہے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جو شخص سورہ حشر کا آخر صبح وشام کے وقت پڑھے اور اس روز مر جائے تو اس کے لئے شہیدوں کی مہر لگے گی۔ (کتاب تلقین غزالی ص 69)

ابوسلیمان درانی رحمہ اللہ کا فرمان:۔ ابوسلیمان درانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب قرآن کے حافظ قرآن پڑھنے کے بعد اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کریں تو دوزخ کے فرشتے ایسے حافظوں کو بت پرستوں کی نسبت جلد پکڑ لیں گے۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ جب آدمی قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ پھر اس میں اور گفتگو ملا دیتا ہے۔ پھر پڑھنے لگتا ہے تو اس سے کہا جاتا ہے کہ تجھے ہمارے کلام سے کیا تعلق۔

حسن بصری رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ قرآن مجید کو اپنے پروردگار کا فرمان سمجھتے تھے۔ رات کو اس کے معنی سوچتے تھے اور دن کو ان کی تعمیل کیا کرتے۔

تعلیمات صوفیاء میں نماز کی اہمیت

نماز کے اجزاء اور ارکان کو بحضور قلب پورا کرنے سے نماز کی ایک حسین وجمیل اور پیاری صورت پیدا ہوجاتی ہے۔ اگر نماز میں خلوص

نہیں ہے تو گویا مردہ اور بے جان ہے۔ اگر نماز میں رکوع اور سجود نہیں ہے (رکوع وسجدہ کے بعد کمر کا سیدھا نہ کرنا کہ ریڑھ کی ہڈیاں اپنی جگہ آجائیں) تو گویا لولی اور لنگڑی ہے۔ اگر ذکر وتسبیح نہیں ہے تو گویا آنکھ کان نہیں ہیں۔ اگر سب کچھ موجود ہے مگر ذکر وتسبیح کے معنی نہیں سمجھے اور نہ دل متوجہ ہوا تو ایسا ہے جیسے اعضا تو سب موجود ہیں لیکن ان میں حس وحرکت بالکل نہیں ہے۔ یعنی حلقہ چشم موجود ہے مگر بینائی نہیں ہے۔ کان موجود ہیں مگر بہرے ہیں کہ سنائی نہیں دیتا، ہاتھ پاؤں ہیں مگر شل اور بے حس وحرکت ہیں۔ تم سمجھ سکتے ہو کہ اندھی اور بہری چیز شاہی نذرانہ میں قبول ہوسکتی ہے۔؟

نماز شاہی نذرانہ اور سلطانی تقریب ہونے کی حالت ہے۔ عیب دار چیز اگرچہ زندہ ہے مگر سلطانی نذرانہ پیش کرنے کے قابل نہیں ہے۔ ایسی چیز کا تحفہ پیش کرنا گستاخی ہے اور شاہی عتاب کا موجب ہے۔ اگر ناقص چیز سے اللہ کا تقرب چاہو گے تو عجب نہیں کہ پھٹے کپڑوں کی طرح لوٹا دی جائے اور تمہارے منہ پر پھینک ماری جائے۔ الغرض نماز سے مقصود چونکہ حق تعالیٰ کی تعظیم ہے لہٰذا نماز کے سنن اور مستحباب و آداب میں جس قدر کمی ہوگی اسی قدر احترام وتعظیم میں کوتاہی سمجھی جائے گی۔

نماز میں شروع سے آخیر تک اخلاص اور حضور قلب قائم رکھو۔ یعنی نماز میں شروع سے آخیر تک جو کام اعضاء سے کرتے ہو ان کا اثر دل میں بھی پیدا کرو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب رکوع میں بدن جھکے تو دل بھی عاجزی سے جھک جانا چاہئے۔ جب زبان سے اللہ اکبر کہے تو دل میں بھی یہی ہو کہ بے شک اللہ سے بڑی کوئی چیز نہیں ہے۔ جب ''الحمد للہ'' پڑھو تو قلب بھی اللہ کی نعمتوں کے شکر سے لبریز ہو۔ جس وقت زبان سے ''ایاك نعبدو ایاك نستیعن'' نکلے تو دل میں اپنے ذلیل وضیف اور محتاج ہونے کا اقرار کرے۔ یعنی قلب میں بھی یہی ہو کہ بے شک بجز خدا کسی چیز کا نہ مجھے اختیار ہے نہ کسی دوسرے کو۔

نامہ اعمال میں نماز وہی لکھی جاتی ہے جو سوچ سمجھ کر پڑھی گئی ہو۔ جتنا حصہ بغیر سمجھے ادا ہوگا وہ درج نہ ہوگا۔ فرض کرو کہ ساری نماز میں دو رکعت کے برابر حضور قلب حاصل ہو جائے۔ امید کرو کہ حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے فرائض کا نقصان ان نفلوں سے پورا فرمائے گا۔

''ولاتقربوا الصلوٰۃ وانتم سکاریٰ حتی تعلموا ماتقولون''! (نماز کے قریب نہ جاؤ جب کہ تم نشہ کی حالت میں ہو حتیٰ کہ تم جو کہہ رہے ہو اسے سمجھ سکو۔) بہت سے نمازی ایسے ہوتے ہیں کہ نشہ نہیں پئے ہوتے مگر ان کو خبر نہیں ہوتی کہ کیا کہہ رہے ہیں۔ اگر دل غافل ہے تو اپنے ہی مخاطب کو جو اللہ تعالیٰ ہے نہیں پہچانے گا۔ خدا تعالیٰ دل کو دیکھتا ہے کہ وہ اس کی تعظیم کرتا ہے، اس سے ڈرتا ہے، اس سے توقع رکھتا ہے، اپنے گناہوں سے تقصیروں سے نادم ہوتا ہے۔ عبادت کے وقت انہی باتوں کا دھیان رکھ۔ ان سے دل نہ ہٹا۔ مداومت کرنے سے دل پر انوار الٰہی کی تجلی بڑھتی جاتی ہے۔ ہر شے میں پروردگار کی قدرت وحکمت زیادہ سمجھ میں آتی جاتی ہے۔ نظروں میں کچھ اور ہی عالم سا جاتا ہے۔ خدا کی عظمت، ہیبت، اپنے نفس کی حقارت، خوف، حیا، یہ سب باتیں دل میں جمع نہ ہوں تو خدا کی سچی عبادت نہیں ہوسکتی۔ (کتاب تلقین غزالی ص 73)

تعلیمات صوفیاء میں زکوٰۃ کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے زکوۃ کو اسلام کا ایک رکن بنایا ہے اور نماز کے بعد اسی کا ذکر فرمایا ہے۔ زکوٰۃ نہ دینے والوں کے لئے نہایت سخت وعید فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو لوگ سونے چاندی کا مال رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ پر اسے خرچ نہیں کرتے ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ اس آیت میں جو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لئے مذکور ہے کے معنی حق زکوۃ نکالنے کے ہیں۔ سائل محروم کے لئے نفقہ کی ادائیگی اس کے علاوہ ہے۔

بخل مہلکات میں سے ہے اور یہ صفت اس طرح دور ہوتی ہے کہ آدمی مال کے دے ڈالنے کا عادی ہو۔ بخل کی ناپاکی کو زکوۃ پاک کردیتی ہے۔ انسان کو خدا کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو سوال سے غنی کیا اور دوسرے کو اس کا دست نگر بنایا۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے سایہ میں بیٹھے تھے۔ آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔ قسم

ہے رب کعبہ کی وہی لوگ زیادہ نقصان میں ہیں۔ میں نے عرض کیا وہ کون ہیں۔ فرمایا کہ جن کے پاس مال بہت ہیں مگر ان میں سے ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ جو ایسے ایسے، اپنے دائیں بائیں، سامنے اور پیچھے بکھیریں اور خیرات کریں۔ اور فرمایا جو کوئی اونٹ والا۔ بکریوں گائیوں والا زکوۃ ادا نہ کرے گا وہ چوپائے قیامت کے دن بہت بڑے اور موٹے ہو کر آئیں گے اور اس شخص کو سینگوں سے ماریں گے اور کھروں سے کچلیں گے۔ جب اول سے آخر تک تمام چوپائے مار چکیں گے تو پھر دوبارہ اسی طرح شروع کر دیں گے۔ جب زکوۃ نہ دینے میں یہ وعید ہے تو اسرار زکوۃ کا بیان کرنا ضرورت دین ہے۔ قسم اول: چوپایوں کی زکوۃ۔ قسم دوم: پیداوار جو غذا کی قسم ہو۔ قسم سوم: چاندی سونے کی زکوۃ۔ قسم چہارم: مال تجارت کی زکوۃ۔ پانچویں قسم: دفینہ اور کان کی زکوۃ۔ قسم چھٹی: صدقہ فطر۔

چاہئے کہ وقت وجوب سے پہلے ہی زکوۃ ادا کر دی جائے تا کہ معلوم ہو کہ خدا کی تعمیل کی رغبت رکھتے ہیں اور ضرورت مند کے دلوں کو آسائش پہنچے۔ اگر زکوۃ اکٹھی ادا کرنی ہو تو ادا کرنے کے لئے کوئی خاص مہینہ مقرر کر لے۔ یہ کوشش کرنی چاہئے کہ جو مہینہ مقرر کیا وہ زکوۃ دینے کے اوقات میں افضل ہو۔ مثلاً ماہ محرم میں دے کہ یہ سال کا اول مہینہ ہے اور مہینوں میں محترم ہے۔ یا رمضان میں زکوۃ نکالے کہ حضور ﷺ اس ماہ میں سب سے زیادہ سخاوت فرماتے تھے۔ رمضان میں شب قدر کی بھی فضیلت ہے۔ ماہ ذی الحج بھی بہت فضیلت کا مہینہ ہے۔ اس میں ایام معلومات یعنی پہلا عشرہ ہے اور ایام معدودات یعنی تشریق کے دن بھی ہیں۔ ماہ رمضان میں بہتر پیچھے کے دس روز اور ماہ حج میں اول کے دس روز۔ صاحب نصاب پر زکوۃ ہر برس (سال) گزرنے پر واجب ہوتی ہے۔ (کتاب تلقین غزالی ص 78)

تعلیمات صوفیاء اور روزہ کی اہمیت

سب ارکان میں روزہ کو خدا تعالیٰ کی طرف نسبت ہے۔ اس وجہ سے اس کو اور دنوں میں فوقیت ہے۔ آنحضرت ﷺ نے حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ کا قول ارشاد فرمایا ہے۔ روزہ رکھنا خاص میرے واسطے ہے اور میں اس کی جزا دوں گا۔ صبر کرنے والوں کو ثواب بے حساب ملے گا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ ہر چیز کا دروازہ ہے اور عبادت کا دروازہ روزہ ہے۔ اور فرمایا کہ روزہ دار کا سونا عبادت ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رمضان کا مہینہ آتا ہے تو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ شیطان باندھ دیئے جاتے ہیں اور ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ اے طالب خیر آگے بڑھ اور اے طالب شر بس کر۔

حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جوان عابد سے اپنے فرشتوں پر فخر فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ اے جوان میرے لئے اپنی خواہش چھوڑنے والے اور میری رضا میں اپنی جوانی خرچ کرنے والے تو میرے نزدیک ایسا ہے جیسے کوئی میرا فرشتہ ہو۔ اور روزے کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے کہ اے فرشتو! میرے بندے کو دیکھو! اپنی شہوت اور لذت اور کھانا پینا سب میرے سبب چھوڑ رکھا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ صابر کیلئے ثواب انڈیل کر ڈھیر لگا دیے جائیں گے۔ اس لئے کہ روزہ خدا تعالیٰ کے لئے ہے۔ اگرچہ ساری عبادتیں اسی کے لئے ہیں مگر روزہ کو ایسا شرف ہے جیسا خانہ کعبہ کو ہے۔

روزہ رکھنا چند چیزوں سے باز رہنا اور بعض افعال کو ترک کرنا ہے۔ یہ امر باطنی ہے۔ اس میں کوئی عمل ایسا نہیں جو آنکھ سے سوجھے۔ جب کہ دوسری عبادتیں لوگوں کی نظر میں ہوتی ہیں۔ روزہ کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں دیکھتا۔ یہ امر باطن کا ہے اور اجر سے ہے۔ روزہ خاص کر شیطان کی جڑ اکھاڑ دیتا ہے۔ اس کی راہوں کو بند کرنے والا ہے۔ اس کے راستے کو تنگ کرنے والا ہے۔

روزہ دار کے لئے احتیاط:۔ اہل دل فرماتے ہیں کہ جو شخص دن کو اس بات میں مصروف ہو کہ افطار کی چیز کی تدبیر کر لینی چاہئے تو اس پر خطا لکھی جائے گی۔

نیک لوگوں کا روزہ اعضاء کو گناہوں سے باز رکھنے سے ہوتا ہے۔

(اول) نظر کا نیچے رکھنا، نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ نظر کرنا شیطان کے تیروں میں سے زہر کا بجھا ہوا ایک تیر ہے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے خوف سے نظر کو نیچے رکھے گا اللہ تعالیٰ اسے ایسا ایمان عطا فرمائے گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں پائے گا۔

(دوم) زبان کو بند رکھنا ہے بیہودہ بات جھوٹ، غیبت، چغلی، فحش، ظلم، جھگڑے اور بات کاٹنے سے اور سکوت کو اس پر لازم کرنا۔ ذکر الٰہی اور قرآن حکیم کی تلاوت میں مصروف رکھنا۔ یہ زبان کا روزہ ہے۔ روزہ سپر۔ جب تم میں سے کوئی روزہ رکھے تو فحش نہ بکے نہ جہالت کرے۔ اگر کوئی اس سے لڑائی کرے یا گالی دے تو کہہ دے کہ میں روزہ سے ہوں۔ (یعنی اپنی زبان کو امانت رکھا ہے)

ایک حدیث مبارک میں آیا ہے کہ حضور ﷺ کے مبارک زمانہ میں دو عورتوں نے روزہ رکھا۔ دن کے آخر ہونے کے قریب بھوک پیاس کی اس قدر شدت ہوئی کہ ہلاکت کے قریب پہنچ گئیں۔ انہوں نے کسی کو حضور ﷺ کی خدمت میں افطاری کے لئے کہلوا بھیجا۔ آپ ﷺ نے اس کے پاس ایک پیالہ بھیجا اور آدمی کو ارشاد فرمایا کہ ان دونوں کو کہنا کہ جو کچھ تم نے کھایا ہو اس کو اس پیالے میں قے کر دو۔ ایک عورت کی قے سے تو نصف پیالہ گوشت اور خون تازہ سے اور دوسری کی قے سے باقی پیالہ گوشت اور خون تازہ سے بھر گیا۔ لوگ متعجب ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو چیز اللہ نے حلال فرمائی ہوئی تھی۔ اس سے روزہ رکھا اور ان پر حرام کی تھی اس سے افطار کیا۔ ان میں سے ایک دوسری کے پاس بیٹھ گئی اور دونوں نے لوگوں کی غیبت شروع کی۔ اس پیالے میں وہی گوشت ہے جو ان دونوں نے لوگوں کا کھایا تھا۔

(سوم) بری بات سننے سے کانوں کو باز رکھنا۔ جن باتوں کا کہنا حرام ہے اس کا سننا بھی حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سننے والے کو سنانے والوں کے برابر فرمایا۔

(چہارم) ہاتھ پاؤں اور دوسرے اعضاء کو بری باتوں سے روکنا اور افطار کے وقت پیٹ کو شبہات سے روکے رکھنا۔ کیونکہ جب حلال سے دن بھر رکے رہے اور حرام سے افطار کیا تو کچھ نہ ہوا۔ حرام کھانا ایک زہر ہے جو دین کو ہلاک کرتا ہے۔ حلال ایک دوا ہے کہ اس کا کم کھانا مفید ہے۔

(پنجم) افطار کے وقت حلال غذا اتنی بہت نہ کھائے کہ پیٹ تن جائے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کھانے کے اقسام روزہ میں زیادہ ہی ہوتے ہیں۔ لہٰذا یہ عادت بن گئی ہے کہ سب کھانوں کو رمضان کے لئے رکھ چھوڑتے ہیں اور رمضان میں اتنا کچھ کھا جاتے ہیں کہ اور دنوں میں کئی مہینوں میں بھی نہ کھائیں۔ روزہ سے مقصود تو پیٹ کا خالی رکھنا اور خواہش کا توڑنا ہے۔ جس صورت میں کہ صبح سے شام تک تو معدہ کو ٹالا پھر افطاری میں لذیذ چیزیں کھائیں اور پیٹ بھر کر کھائیں تو صاف بات ہے کہ اس کی لذت اور قوت بڑھے گی اور وہ خواہشات جنم لیں گی کہ اگر بے روزہ رہتا تو نہ ابھرتیں۔ جس صورت میں دوپہر کی غذا اور رات کے کھانے کو ایک ساتھ کھالیا تو روزہ سے فائدہ نہ ہوگا۔ (البتہ شیطان کو راہ مل جائے گی۔) (کتاب تلقین غزالی ص 81)

تعلیمات صوفیاء میں حج کی اہمیت

حضور ﷺ نے فرمایا ”صاحب استطاعت مسلمان بغیر حج کے مر گیا تو اسے اختیار ہے کہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی۔“

حج دین کا ایک ستون ہے۔ سفر کے لئے حلال زادراہ اکٹھا کرو۔ راستے میں کھانے کے اندر وسعت کرو۔ فحش گوئی، جھگڑا، فضول کلام، اس دنیا کے معاملات کی بات چیت بالکل نہ کرو۔ اپنی زبان کو کلام اللہ کی تلاوت اور ذکر الٰہی میں مشغول رکھو۔ جس قسم کی تکلیف مالی نقصان یا مصیبت اٹھانی پڑے اس پر خوش دل رہو۔ اس کو حج مقبول ہونے کی علامت سمجھو۔ اپنے پروردگار سے ثواب کی امید رکھو حج مقبول کی پہچان یہ ہے کہ حج سے واپس آئے تو دنیا میں زاہد اور آخرت میں راغب ہو۔ بعد زیارت بیت کے صاحب بیت کی زیارت کی تیاری کرے۔

حضرت آدم علیہ السلام جب افعال حج پورے کر چکے تو ان سے فرشتوں نے کہا۔ اے آدم! تمہارا حج قبول ہوا۔ ہم نے اس گھر کا حج تم سے دو ہزار برس پہلے کیا۔ (تلقین غزالی ص 82)

مروی ہے کہ علی بن موفق رحمہ اللہ نے نبی کریم ﷺ کی طرف سے چند حج کئے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ اے ابن موفق رحمہ اللہ تو نے میری طرف سے حج کیا؟ میں نے اس اثبات میں جواب عرض کیا۔ پھر فرمایا تو نے میری طرف سے لبیک کہا۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ ارشاد فرمایا کہ اس کا بدلہ قیامت کے دن تجھے دوں گا جب کہ خلقت ابھی حساب کی سختی میں ہوگی کہ میں تیرا ہاتھ پکڑ کر جنت میں داخل کر دوں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حاجیوں کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اکابر سلف کا یہ دستور تھا کہ حاجیوں کو رخصت کرنے ساتھ جاتے تھے۔ اور حاجیوں کو لینے کے لئے جاتے تو ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی پر بوسہ دیتے اور ان سے اپنے لئے دعا منگواتے پیشتر اس کے کہ وہ مرتکب گناہ ہوں۔

خانہ کعبہ و مکہ معظمہ کی فضیلت:۔ قیامت کے روز کعبہ کا حشر ایسی شکل میں ہوگا جیسے دلہن ہوتی ہے۔ جن لوگوں نے حج کیا ہوگا وہ اس کے پردوں سے لٹکے ہوں گے اور گرد چلتے ہوں گے یہاں تک کہ کعبہ جنت میں ان لوگوں کو ساتھ لئے داخل ہوگا۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ حجر اسود جنت کے یاقوتوں میں سے ایک یاقوت ہے۔ وہ قیامت میں اس طرح اٹھے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی اور ایک زبان ہوگی جس سے وہ اس شخص کے لئے گواہی دے گا جس نے اس کو حق اور صدق کے ساتھ بوسہ دیا ہوگا۔ آنحضرت ﷺ اس کو بہت بوسہ دیا کرتے تھے۔ اگر آپ سواری پر طواف کرتے ہوتے تو اشارہ فرما کر اپنے عصا کے سرے کو بوسہ دیتے۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ مکہ معظمہ میں ایک دن کا روزہ رکھنا ایک لاکھ روزہ کے برابر ہے اور ایک درہم کا خیرات کرنا لاکھ درہم خیرات کرنے کے برابر ہے۔ اسی طرح ہر ایک نیکی لاکھ نیکیوں کے مساوی ہے۔

تعلیمات صوفیاء میں زیارت مدینہ کی اہمیت:۔ جو شخص زیارت مدینہ طیبہ کا قصد کرے اس کو چاہئے کہ راستہ میں بہت درود و سلام پڑھے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر رہائش گاہ اختیار کرے۔ وہاں غسل کرے خوشبو لگائے۔ عمدہ کپڑے پہنے اور مسجد شریف کا قصد کرے۔ اندر جا کر دو رکعت نماز نفل پڑھے پھر روضہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ وہاں اس طرح کھڑا ہو کہ کعبہ کی طرف پشت کرے اور روضہ مبارک کر طرف منہ۔ یہ مسنون نہیں کہ دیوار کو ہاتھ لگائے یا بوسہ دے۔ تعظیم کے ساتھ خدمت اقدس میں سلام کرے۔ اگر کسی نے اپنا سلام عرض کرنے کے لئے کہا ہو تو اس کا سلام بھی پیش کرے۔ پھر ایک ہاتھ کے قدر ہٹ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ پر سلام پڑھے۔ کہ آپ کا سر حضور ﷺ کے شانہ مبارک کے پاس ہے۔ پھر قبلہ رخ کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و تمجید کرے اور آنحضور ﷺ پر کثرت سے درود بھیجے اور اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرے کہ تو نے فرمایا ہے اور تیرا قول سچا ہے۔ ہم نے تیرا ارشاد سنا اور اطاعت کی اور تیرے محبوب ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ ان کو تیری جناب میں اپنے گناہوں کے بارہ میں جس کے بوجھ سے ہماری پیٹھ ٹوٹی جاتی ہے اپنا شفیع کیا۔ ہم اپنی لغزشوں سے توبہ کرتے ہیں۔ پس ہماری توبہ قبول کر۔ اپنے نبی کریم ﷺ کی شفاعت ہمارے حق میں منظور فرما۔ پھر درمیان روضہ شریف اور منبر کے جا کر دو رکعت نفل پڑھ اور جتنی دعائیں ہو سکیں بارگاہ الٰہی میں مانگ۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جو جگہ ہے وہ جنت کے باغوں میں سے ایک ہے۔ صبح کی نماز مسجد نبوی شریف میں پڑھ کر زیارت شہدائے احد۔ مقام جنگ خندق و مساجد۔ مسجد قبا، مسجد قبلتین و دیگر مقامات کی زیارت کو جاؤ اور نماز ظہر مسجد نبوی شریف میں آ کر پڑھو تا کہ کوئی فرض نماز کی جماعت فوت نہ ہو۔ مستحب ہے کہ ہر روز فجر کی نماز مسجد نبوی شریف میں پڑھ کہ درود و سلام سے فارغ ہو کر بقیع میں جاؤ اور بزرگ شخصیات امام حسن رضی اللہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، امام زین العابدین رحمہ اللہ امام باقر رحمہ اللہ، امام جعفر رحمہ اللہ، خاتون جنت حضرت صفیہ پھوپھی رسول اللہ ﷺ کی قبروں کی زیارت کر کہ سب بقیع میں استراحت فرما ہیں مع دیگران فاتحہ پڑھو۔ مستحب ہے کہ مسجد قبا میں شنبہ کے روز جا کر نماز پڑھو کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو کوئی اپنے گھر سے نکل کر مسجد قبا میں آئے اور اس میں نماز پڑھے اس کے لئے ایک عمرہ کا ثواب ہوتا ہے۔

پھر جب اپنے کاموں سے فارغ ہو لو اور مدینہ منورہ سے نکلنے کا قصد کرو تو مستحب یہ ہے کہ روضہ شریف کے پاس حاضر ہو اور دعائے زیارت پڑھو اور نبی کریم ﷺ بالمومنین رؤف الرحیم ﷺ سے رخصت کے وقت اللہ تعالی سے دعا کرو کہ پھر زیارت سے مشرف ہونا نصیب ہو۔

حج مقبول: حج قبول ہونے کی علامتوں میں سے یہ بھی ہے کہ جو گناہ پہلے کرتا تھا ان کو چھوڑ دے۔ نکمے دوستوں کے بدلے نیک بختوں سے بھائی چارہ کرے۔ کھیل اور غفلت کی مجلسوں کے عوض ذکر اور ہوشیاری کی مجالس اختیار کرے۔ حج کے بعد اگر آدمی اپنے دل کو دین دنیا سے کنارہ کرتا پائے اور انس باللہ کی طرف زیادہ متوجہ ہو، شریعت کی میزان میں سنجیدہ اعمال سرزد ہوئے ہوں تو قبول ہونے کا اعتماد کرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالی اسی شخص کا حج قبول کرتا ہے جس کو دوست رکھتا ہے اپنی محبت کے آثار اس پر ظاہر کرتا ہے۔ ابلیس مردود کا دباؤ اس سے ہٹا دیتا ہے۔ جب اس طرح کی باتیں ظاہر ہوں تو معلوم ہوگا کہ حج قبول ہوا اگر معاملہ برعکس ہوا تو تعجب نہیں کہ آدمی کو اس سفر سے مشقت اور سختی کے سوا کچھ بھی وصول نہیں ہوا۔ معاذ اللہ منہا (تلقین غزالی ص 87)

تعلیمات صوفیاء میں رزق حلال کی اہمیت

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: ”خدا نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں رزق دیا۔“ اس سے معلوم ہوا کہ وہ خالق بھی ہے اور رازق بھی۔ پھر اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ صریح طور پر رزق کا وعدہ فرمایا: ”بے شک اللہ ہی ہر ایک کا رازق ہے“۔ پھر صرف اس وعدہ پر اکتفا نہ کیا بلکہ صاف طور پر رزق کا ذمہ اپنے اوپر لیا اور فرمایا۔ ”زمین میں کوئی جاندار نہیں مگر اس کا رزق خدا تعالی کے ذمہ ہے۔ پھر صرف ذمہ پر اکتفا نہ کیا بلکہ اس پر قسم کھائی۔ فرمایا: ”تو آسمان وزمین کے رب کی قسم، بے شک یہ حق ہے ویسی ہی زبان میں جو تم بولتے ہو۔“

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لعنت ہو اس قوم پر جسے خدا کی قسموں پر بھی اعتبار نہ آیا۔ جب آیت ”فورب السموت والارض“ (تو آسمان وزمین کے رب کی قسم) نازل ہوئی تو ملائکہ نے کہا ہلاکت ہو ابن آدم کے لئے کہ اس نے رب کو غصہ کیا یہاں تک کہ اس نے رزق دینے پر قسم کھائی۔

منقول ہے کہ ایک چور نے حضرت بایزید بسطامی کے ہاتھ پر توبہ کی۔ حضرت بایزید نے قبور کے متعلق اس سے سوال کیا تو اس نے جواب دیا کہ میں نے تقریباً ہزار قبروں سے کفن چرائے لیکن سوائے دو مردوں کے باقی تمام کے منہ قبلے کی جانب سے پھرے ہوئے تھے تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا ان لوگوں کو رزق کے بارے میں خدا پر توکل نہیں تھا اس لئے ان کے چہرے قبلہ کی طرف سے پھرے ہوئے تھے۔

میرے ایک دوست نے مجھ سے ذکر کیا کہ میری ایک نیک آدمی سے ملاقات ہوئی تو میں نے پوچھا کیا حال ہے۔ اس نے جواب دیا، حال تو ان کا ہے جن کا ایمان محفوظ ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں۔ ”اس حی وقیوم کی ذات پر توکل کر جس پر فنا نہیں آسکتی“ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا۔ ”رزق روز اول سے تقسیم کر دیا گیا ہے۔ اور قلم قدرت اس کو تحریر کر کے فارغ ہو چکا ہے۔ اب کسی پرہیزگار کی پرہیزگاری اسے زائد نہیں کر سکتی اور نہ کسی فاجر کے فسق وفجور سے وہ کم ہو سکتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ توکل اس کا نام ہے کہ بندے کو اس امر کا یقین ہو جائے۔ اور اس کا دل اس پر مضبوطی سے قائم ہو جائے کہ

میرے جسم اور ڈھانچے کو باقی رکھنا میری حاجات کو پوری کرنا، ہر ہر تنگی اور تکلیف سے بچانا صرف خدا کے قبضہ قدرت میں ہے، کسی دوسرے کے ہاتھ میں نہیں۔ نہ ہی دنیا کے اسباب ووسائل کے سبب سے ہے۔ خدا اگر چاہے تو میرے جسم کی بقا اور دیگر حاجات کے لئے کسی مخلوق کو وسیلہ بنا دیتا ہے یا دنیا کی کسی اور شے کو ذریعہ بنا دیتا ہے۔ اور اگر وہ چاہے تو بغیر ظاہری اسباب دنیا اور کسی مخلوق کے آسرے کے بغیر مجھے زندہ رکھ سکتا ہے وہ اسباب وذرائع کا محتاج نہیں ہے عزت وحکمت والے خدا کی تدبیر وتقدیر اسی طرح جاری ہے۔ ابوبکر محمد بن سابق صقلی واعظ شام نے کیا خوب فرمایا ہے۔ بہت سے قوی لوگ جو تدبیر میں بہت ہوشیار وچالاک ہوتے ہیں، رزق سے محروم ہوتے ہیں اور بہت سے ضعیف البدن تدبیر میں نکمے دنیا ان کے پاس اس طرح آتی ہے جیسے وہ سمندر کی تہ سے دونوں ہاتھوں سے ہیرے جواہرات نکال رہے ہیں۔ یہ اس

بات کی دلیل ہے کہ رزق کے بارہ میں مخلوق کے ساتھ خدا تعالیٰ کا ایک مخفی تعلق ہے سمجھنے سے انسانی دماغ قاصر ہے۔ (تلقین غزالی ص 89)

جناب رسول مقبول ﷺ نے فرمایا ہے۔ "ایمان لانے اور نماز پڑھنے کی فرضیت کے بعد رزق حلال کی تلاش فرض ہے۔"

حرام غذا:۔ اگر تم صحیح اور بامقصد عبادت کا عزم وارادہ اپنے اندر پیدا کرنا چاہتے ہو تو تم پر حرام غذا، شبہہ کے کھانے اور فضول حلال سے اپنے پیٹ کی حفاظت نہایت ضروری ہے۔ حرام اور شبہ کی چیزوں سے تین وجہ سے بچنا ضروری ہے۔ اول دوزخ کی آگ سے بچنے کے لئے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

"جو لوگ یتیموں کا مال ظلم کے طریقوں سے کھاتے ہیں ایسے لوگ بے شک اپنے شکموں میں آگ جھونکتے ہیں اور عنقریب بھڑکتی ہوئی آگ (نار دوزخ میں داخل ہوں گے۔" حضور ﷺ نے فرمایا۔ جو گوشت غذا حرام سے تیار ہوا اس کے لئے آگ میں جلنا ہی بہتر ہے۔

دوسرے۔ حرام اور شبہہ والی غذا کھانے والا مردود بارگاہ خداوندی ہے۔

تیسرے۔ حرام اور شبہ والی غذا کھانے والا شخص نیک کام کرنے سے محروم ہوتا ہے اور اگر اتفاقاً کوئی کار خیر اس سے ہو جائے تو وہ عند اللہ مقبول و منظور نہیں ہوتا بلکہ رد کر دیا جاتا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے۔ "بہت سے رات عبادت میں کاٹنے والے ایسے ہوتے ہیں جن کو بیداری کی مشقت کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے روزہ دار ایسے ہوتے ہیں جن کو دن بھر کے روزے سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نماز قبول نہیں کرتا جس کے شکم میں غذا حرام پڑی ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر تم نمازیں پڑھتے پڑھتے کمان کی طرح جھک جاؤ اور روزے رکھتے رکھتے تانت کی طرح دبلے بھی ہو جاؤ تو بغیر تقویٰ اختیار کئے اور مال حرام سے بچے کچھ بھی قبول نہ ہوگا۔ رزق حرام کھا کر عبادت کرنا ایسا بے کار ہے جیسا گوبر پر مکان تعمیر کرنا۔

فضول حلال:۔ فضول اور ضرورت سے زائد حلال کا استعمال بھی بندوں کے لئے آفت اور اہل مجاہدہ کے لئے بلا ہے۔

اول: حلال طعام زیادہ کھانے سے قساوت قلبی پیدا ہوتی ہے اور نور زائل ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ سے مروی ہے فرمایا: حاجت اور ضرورت سے زیادہ کھانے پینے سے گریز کرو کیونکہ اس سے دل مردہ ہو جاتا ہے جس طرح ضرورت سے زیادہ پانی سے کھیتی تباہ ہو جاتی ہے۔

دوم: زیادہ کھانے سے اعضاء میں فتنہ پیدا ہو جاتا ہے۔ فساد برپا کرنے اور بے ہودہ کاموں کی رغبت پیدا ہوتی ہے۔ کان بری باتیں سننے کے مشتاق ہوتے ہیں۔ شرم گاہ شہوت رانی کا تقاضا کرتی ہے اور پاؤں ناجائز مقامات کی طرف حرکت کرنے کے لئے بے قرار ہوتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ انسان کے افعال واقوال کی اچھائی برائی کا انحصار غذا پر ہے۔ اگر پیٹ میں حرام غذا جائے تو حرام کاموں کی صورت میں ہی برآمد ہوگی۔ اگر فضول اور ضرورت سے زیادہ غذا پیٹ میں داخل ہوگی تو وہ فضولیات کے ارتکاب کی صورت میں ہی برآمد ہوگی۔ غذا گویا تخم ہے اور افعال واقوال اس تخم کا پودہ ہیں جو تخم کے مطابق اگتا ہے۔

سوم: ضرورت سے زیادہ کھانے سے عبادت میں کمی واقع ہوتی ہے کیونکہ جب انسان خوب سیر ہو کر کھا لیتا ہے تو اس کا بدن بوجھل ہو جاتا ہے۔ آنکھوں میں نیند بھر جاتی ہے اور اعضا سست پڑ جاتے ہیں۔

چہارم: پیٹ بھر کر کھانے سے علم وفہم میں کمی واقع ہوتی ہے کیونکہ شکم پری دانائی اور زیرکی کو ختم کر دیتی ہے۔ پنجم: خوب پیٹ بھر کر کھانے میں حرام یا شبہے کے طعام میں پڑنے کا خطرہ ہے کیونکہ حلال مال اتنا وافر نہیں ملتا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "حلال غذا تجھے نہیں ملے گی مگر معمولی گذارے کے موافق اور حرام تیرے پاس بے تحاشا آئے گا" اور فرمایا "ہر بیماری کی اصل بد ہضمی ہے اور ہر علاج کی اصل بھوک اور کم خوراک ہے۔"

لہٰذا تمہیں حرام اور شبہہ کی غذا سے پرہیز کرنا لازمی ہے اور رزق کے معاملہ میں سخت احتیاط کرنا ضرورت ہے تاکہ دوزخ کے عذاب سے نجات رہے۔ اسی طرح ضرورت سے زیادہ حلال کے استعمال سے بھی اجتناب لازم ہے تاکہ بندہ کسی شر اور برائی میں مبتلا نہ

ہو۔ اور قیامت کے دن حساب کے لئے محشر میں روک نہ لیا جائے۔ (تلقین غزالی ص 93)

دنیا کی محبت سے بچنے کی اہمیت اور ضرورت:۔ سب مہلک خطاؤں کی جڑ دنیا کی محبت ہے اور نجات کی اصل دنیا سے علیحدہ رہنا ہے۔ اگر دنیاوی نعمتیں مراد کے موافق بے بلا اور مصیبت ملا کریں تو اس سے دل کو دنیا کی طرف میل اور اس کے اسباب کے ساتھ انس ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کے آدمی کے حق میں دنیا مثل جنت ہوتی ہے۔ تو مرنے کے بعد اس کے اسباب کی مفارقت بڑی مصیبت ہو جاتی ہے۔ اور اگر مصیبتیں آتی رہیں تو دل اس کی طرف سے کھٹا ہو جاتا ہے۔ نہ اس سے الفت نہ رغبت بلکہ دنیا اس کے حق میں مثل زندان ہو جاتی ہے کہ یہاں سے چھوٹنا گویا قید سے چھوٹنا تصور کرتا ہے اور نہایت لذت دنیا سے خلاصی ہونے میں پاتا ہے۔ اسی بنا پر حدیث شریف میں ہے کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ ہے اور کافر کے لئے جنت۔ اور کافر اس کو کہتے ہیں جو خدا سے روگردان ہو کر صرف دنیا کی زندگی کا خواہاں ہو اور اسی پر اطمینان رکھے۔ اور مومن وہ ہے جو دل سے دنیا سے پھرا ہوا ہو اور اس سے نکلنے کا مشتاق ہو۔ (تلقین غزالی۔ ص 99)

تعلیمات صوفیاء میں غیبت کی مذمت:۔ غیبت یعنی عیب چینی کا تو یہ حال ہے کہ اختلاط کی صورت میں اس سے بچار ہنا ایک بڑا کٹھن کام ہے۔ بجز صدیقوں کے اس سے کوئی بچ نہیں سکتا۔ اس لئے لوگوں کو عادت پڑ گئی ہے کہ جہاں بیٹھے ہیں اس کا چرچہ رکھتے ہیں کہ اس میں چاشنی اور لذت گزک کی سی حلاوت سمجھتے ہیں۔ پس اگر تم لوگوں سے اختلاط کر کے انہی کی سی کہو گے تب تو گناہ گار اور گناہ گار مستحق غصہ پروردگار ہو گے اگر خاموش رہو گے۔ تب بھی غیبت کرنے والوں میں گنے جاؤ گے ہر سننے والا غیبت کا ایسا ہی ہے جیسا غیبت کرنے والا۔ اگر تم لوگوں کو غیبت سے منع کرو گے تو وہ تمہارے حق میں دشمن ہو جائیں گے اور جس کی غیبت کرتے تھے اس کو چھوڑ کر تمہاری غیبت کریں گے۔ قرآن کریم میں غیبت کو مردہ بھائی کا گوشت نوچنے سے تعبیر فرمایا ہے۔ حضور ﷺ نے اسے زنا سے بھی بدتر قرار دے کر اس سے دور رہنے کا حکم فرمایا ہے۔ زنا سے توبہ قبول ہو جاتی ہے۔ غیبت سے نہیں تاوقتیکہ جن کی غیبت کی ہے وہ معاف کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ غیبت سے توبہ کرنے والا سب سے آخر میں جنت جائے گا اور بغیر توبہ مرنے والا سب سے پہلے دوزخ میں جائے گا۔ غیبت کرنے والے کے ساتھ سننے والا بھی شریک جرم ہے۔ یہ خیال کیا جائے کہ غیبت سے میری نیکیاں دوسرے کے نامہ اعمال پر منتقل ہو رہی ہیں، اسی طرح سلسلہ رہا تو میں خالی ہاتھ ہو جاؤں گا۔ غیبت اعمال صالحہ کو اس طرح تباہ کرتی ہے جس طرح آسمانی بجلی۔ اور غیبت کرنے والے آدمی کے اعمال اس طرح ضائع جس طرح وہ منجنیق (ایک طرح کی توپ) میں ڈال کر مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں پھینک دیے جائیں۔

منقول ہے کہ حضرت امام حسن بصری کو کسی شخص نے کہا کہ فلاں شخص نے آپ کی غیبت کی ہے تو آپ نے غیبت کرنے والے آدمی کو کھجوروں کا ایک تھال بھر کر روانہ کیا اور ساتھ کہلا بھیجا کہ سنا ہے تو نے مجھے اپنی نیکیاں ہدیہ کی ہیں تو میں نے ان کا معاوضہ دینا بہتر جانا۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے سامنے کسی نے غیبت کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: اگر میں کسی کی غیبت کرنا درست جانتا تو اپنی ماں کی غیبت کرتا کیونکہ سب سے زیادہ وہ میری نیکیوں کی مستحق ہے۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ حضرت خاتم اصم رحمہ اللہ کی نماز تہجد فوت ہو گئی تو آپ کی بیوی نے آپ کو اس پر عار دلائی۔ آپ نے جواب دیا کہ گذشتہ شب ایک جماعت ساری رات نوافل میں مصروف رہی ہے اور صبح انہوں نے میری غیبت کی ہے تو ان کی اس رات کی عبادت قیامت کے روز میرے اعمال کے ترازو میں رکھ دی جائے گی۔ (بڑے گہرے غور کی ضرورت ہے)

غیبت کی تعریف یہ ہے کہ دوسروں کا ایسا تذکرہ کرنا کہ اگر وہ سن لے تو برا مان جائے، خواہ نقصان بدن کا ہو یا نسبت کا یا قول و فعل کا یا دین کا یا دنیا کا یا کپڑے، گھر اور سواری وغیرہ کا۔ اگر چاہے کہ زبان سے غیبت اور فضول بات نہ نکلے تو چاہئے کہ بجز ذکر الٰہی یا ضرورت دین کے اور کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالے اور سکوت اختیار کرے۔ پھر جو کلام نکلے گا وہ حق ہو گا اور سکوت و کلام دونوں عبادت ہوں گے۔ متکلم جو کلام کرتا ہے وہ اس پر وبال ہوتا ہے بجز اس کلام کے جو اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو۔ قیامت میں لوگ اس کی تلخی کے گلے میں پھنسنے میں نجات نہ پائیں

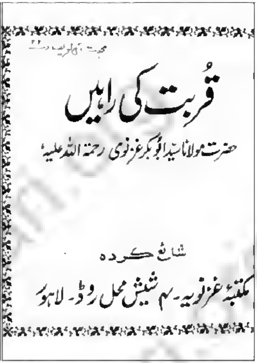

[illegible]

قُربت کی راہیں

حضرت مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

شائع کردہ

مکتبۂ غزنویہ۔ ۴ شیش محل روڈ۔ لاہور

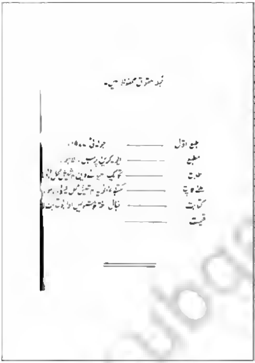

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

طبع اول ——— جنوری [illegible]

مطبع ——— [illegible] پریس۔ لاہور

[illegible] ——— [illegible]

ملنے کا پتہ ——— مکتبہ غزنویہ [illegible] شیش محل روڈ۔ لاہور

کتابت ——— [illegible]

قیمت ———

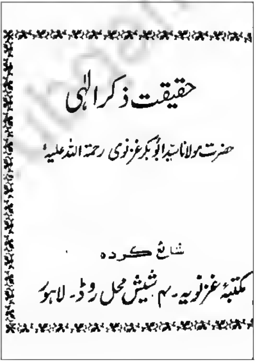

حقیقت ذکر الٰہی

حضرت مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

شائع کردہ

مکتبۂ غزنویہ۔ ۴ شیش محل روڈ۔ لاہور

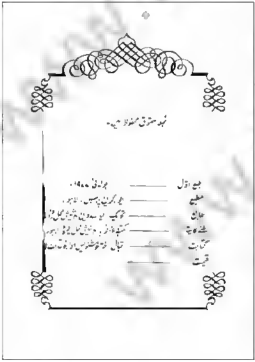

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

طبع اول ——— جنوری [illegible]

مطبع ——— [illegible] پریس۔ لاہور

[illegible] ——— [illegible]

ملنے کا پتہ ——— مکتبہ غزنویہ [illegible] شیش محل روڈ۔ لاہور

کتابت ——— [illegible]

قیمت ———

گئے مگر وہ لوگ جنہوں نے اپنے نفس کو خفا کر کے اللہ تعالیٰ کو راضی کیا۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ماننا حق ہے۔ اس کی معصیت میں کسی مخلوق کی اطاعت نہ چاہئے۔ اللہ تجھ کو مخلوق سے بچا سکتا ہے مگر مخلوق کو یہ طاقت نہیں کہ تجھ کو خدا تعالیٰ سے بچالے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم سب حاکموں سے برتر ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا: معراج کی رات میں نے ایک قوم دیکھی جو مردار کھا رہی تھی۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔ جبریل نے عرض کیا یہ وہ لوگ ہیں جو دوسرے کا گوشت کھاتے تھے۔ یعنی ان کی غیبت کرتے تھے۔ (تلقین غزالی۔ص 121)

نام کتاب:۔ قربت کی راہیں...... مصنف:۔ حضرت مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

واردات قلب وانوار الٰہی کا گلدستہ:۔ کتاب کے بارے میں کچھ بھی عرض کرنے کے قابل نہیں، ہاں اس قدر جانتا ہوں کہ جب نام رکھنے کا مرحلہ درپیش تھا تو تمام احباب سے اس سلسلے میں پیہم مشورے ہوتے رہے۔ دو تین نام تجویز ہوئے آخر کار "قربت کی راہیں" پر اتفاق ہو گیا۔ اس کتاب کو سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ دراصل "واردات قلب" سے تعبیر فرماتے تھے۔ یا فرماتے کہ یہ وہ انوار الٰہی ہیں جو حرمین شریفین کی حاضری کے دوران دل پر وارد ہوئے۔ ان کا بیان وہ سر عام نہیں فرماتے تھے بلکہ فرماتے یہ عشق و عاشقی کا مسئلہ ہے۔ ریاض صاحب کو بھی لندن میں آپ نے فرمایا تھا کہ سعودی عرب کی حاضری میں دل پر جو کچھ وارد ہوا وہ میں نے اس کتاب میں نقل کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسے ضرور پڑھیئے۔ (قربت کی راہیں، ص ۸)

آپ ﷺ کی محبت عین ایمان ہے:۔ بزرگو، بھائیو اور عزیزو! آیئے کچھ وقت ان کی یاد میں بسر کریں، جو صبحیں اور شامیں ان کی یاد میں بسر ہو جائیں، حاصل عمر رائیگاں ہیں۔

جب تجھے یاد کر لیا صبح مہک مہک اٹھی   جب ترا غم جگا لیا، رات مچل مچل گئی

آپ ﷺ کا ذکر ایک مومن کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور اس کی روح کی غذا ہے۔ ان کی ذات گرامی سے محبت، بلکہ والہانہ شیفتگی جزء ایمان ہے.... نہیں بلکہ عین ایمان ہے، جیسا کہ "صحیحین اور "مسند امام احمد" میں ہے۔

"لایؤمن احد کم حتی اکون احب الیہ من نفسہ و ولدہ و اھلہ والناس اجمعین"

(تم میں سے کوئی صحیح معنوں میں مومن نہیں ہو سکتا، جب تک میں اسے اس کی اپنی ذات سے، اس کے اپنے بچوں سے، اس کے اپنے گھر والوں سے اور تمام بنی نوع انسان سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔ (مقام رسالت ص ۳۰)

آپ ﷺ کی عظمتیں صرف خدا ہی جانے:۔ ان کی عظمتوں کو کس پیمانے سے ماپیں، غالب نے کئی منقبتیں لکھیں، کئی قصیدے لکھے مگر نعتیہ اشعار بہت کم لکھے اور یہ کہہ کر خاموش ہو گیا۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتم   کاں ذات پاک مرتبہ دان محمد ﷺ ست

میں نے حضور ﷺ کی مدح وثنا خدا پر چھوڑ دی ہے۔ ان کے مقام کی عظمتوں کی معرفت اسی ذات پاک کو ہے۔ (مقام رسالت ص ۳۱)

نام احمد ﷺ نام جملہ انبیاء ست:۔ اسی لیے اصحاب معرفت نے کہا کہ تم اگر اس وجود اتم واکمل کی حکایت کہو، گو اور انبیاء علیہم السلام کا ذکر تم نہ کرو مگر حقیقت یہی ہے کہ جب تم نے لفظ "محمد" ﷺ کہا تو تمام انبیاء و مرسلین علیہم السلام، بلکہ تمام افراد فضیلت و عزیمت کی حکایت اس میں آ گئیں اور تم انبیائے کرام کے جتنے واقعات اور حکایتیں بیان کرو، حقیقت میں اسی آفتاب کی کرنوں کی حکایت کو تم باغ و چمن کہتے ہو، گو تم ٹہنیوں، پتوں اور پھولوں کا ذکر نہ کرو، مگر جب تم نے باغ و چمن کہا، تو سب کا ذکر ضمناً آ گیا۔

پھر اگر تم ہوائے عطر بیز کی بات کرو، سبزے کی شادابیوں کی حکایت کہو، یا لالہ و گل، سرو و سمن اور سنبل و ریحان کا ذکر کرو۔ گو باغ و چمن کا نام نہ لو، مگر یہ سب حکایت تو باغ و چمن ہی کی ہے۔ تم حسن یوسف علیہ السلام کا ذکر کرو یا دم عیسیٰ علیہ السلام کی بات کرو یا ید بیضا کی

حکایت کہو، گو تم شاہ خوباں کا نام نہ لو، مگر یہ سب حکایت تو اسی شاہ خوباں ہی کی ہے۔ اسی حقیقت کو مولائے روم نے دو مصرعوں میں سمیٹ دیا تھا۔

نام احمد ﷺ نام جملہ انبیا ست　　　چونکہ صد آمد نود ہم پیش ماست

احمد مجتبیٰ ﷺ کا نام تمام انبیاء کا نام ہے۔ جب تم نے سو کہا تو نوے کا ذکر اس میں ضمناً آ ہی گیا۔ (مقام رسالت ص ۴۲)

دیکھئے! قرآن مجید میں جہاں جہاں آپ ﷺ کا ذکر ہے، وہ تو آپ ﷺ کا ذکر ہے ہی اور جیسا کہ میں نے ابھی ذکر کیا، انبیاء علیہم السلام کے جتنے واقعات قرآن مجید میں ہوئے، بالواسطہ وہ بھی آپ ہی کی حکایت ہے۔ پھر یہ اوامر، یہ نواہی، یہ مواعظ یہ امثال وحکم، حضور اقدس ﷺ ان کی تفسیر مجسم تھے۔ پس نگاہ معرفت سے دیکھا تو قرآن مجید "بسم اللہ" سے لے کر "والناس" تک تمام رسول اللہ ﷺ کی حکایت میں واللیل پڑھنے لگا بے خودی میں تری زلف کا ماجرا کہتے کہتے۔

پس "بسم اللہ" سے لے کر "والناس" تک تمام رسول اللہ ﷺ کی حکایت

نگاہ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر　　　وہی قرآں وہی فرقاں، وہی یٰسین وہی طٰہ

اب تک یہ بیان ہوا کہ تمام انبیاء علیہم السلام کی رعنائیاں آپ کی ذات گرامی میں سمٹ آئی تھیں اور آپ ﷺ سید الاولیں تھے۔ اب یہ بیاں کرتا ہوں کہ آپ ﷺ سید الآخریں تھے۔ آخریں میں سب سے افضل آپ ﷺ کے صحابہ کرام اور اہل بیت رضی اللہ عنہم تھے، جن کے سینوں پر انوار رسالت ﷺ براہ راست پڑے۔ (مقام رسالت ص ۴۳)

ازل سے ابد تک کوئی آپ کا ہم مقام نہیں:۔ میں یہ بات جذبات کی رو میں بہہ کر نہیں کہہ رہا ہوں۔ میں برسوں تشکیک کی وادیوں میں سرگرداں رہا۔ سالہا شکوک وشبہات کے کانٹوں کی چبھن میں نے گوارا کی۔ میں کہتا ہوں اور جذبات سے ہٹ کر کہتا ہوں کہ وہ تاریخ انسانیت کے مرکز ومحور ہیں　　میں اوروضاحت سے کہوں اور عامیانہ بولی میں کہوں ازل سے لے کر آج تک جتنی مخلوق پیدا ہوئی ہے، ارض وسماء میں اور مابین السموات والارض اور آج سے لے کر ابد تک جتنی مخلوق پیدا ہونے والی ہے، ارض وسما میں اور مابین السموات والارض، کوئی نہیں جو ان کی گردن کو چھو سکے　　میں اور وضاحت سے کہوں جیسے خدا کی الوہیت کے بارے میں ہمارا ایمان ہے کہ اس کا کوئی سہیم وشریک نہیں، کوئی ساجھی نہیں، کوئی ہمسر نہیں۔ اسی طرح حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ہمارا ایماں ہے کہ وہ انسانیت وعبدیت کے اس مقام ارفع واعلیٰ پر سرفراز ہیں کہ "لاشریك له ولانظير له ولا ندله ولامثاله"

منزه عن شريك في محاسنه　　فجوهر الحسن فيه غير منقسم

عظمتیں، رفعتیں اور وسعتیں:۔ ان کی عظمتیں اور رفعتیں، ان کی وسعتیں اور پہنائیاں، ان کی زیبائیاں اور رعنائیاں، زبان قاصر ہے اور قلم عاجز ہے کہ انہیں حیطہ شمار میں لا سکے۔ آج کے بیاں میں اس بحر بیکراں کے چند قطرے ہی آسکے ہیں۔

بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچنیں باقی

بہتر ہے کہ اپنی درماندگی کا اعتراف کریں اور غالب کی ہمنوائی میں کہیں:۔

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتم

خدا کی قسم روضۂ اقدس تمام کائنات سے افضل ہے:۔ آیئے! ان کے روضہ اطہر کی بات کریں۔ ہر مکاں کو شرف مکیں سے ہے ہر جگہ کو فضیلت اس میں بسنے والے سے ہے۔ شاہی محلوں کی عظمت دنیا والوں کے جی میں کیوں ہے۔ محل کے پتھروں یا اینٹوں کی وجہ سے نہیں ہے۔ محل کی عظمت ان کے جی میں اس لیے ہے کہ بادشاہ اس میں رہتا ہے ہر مکاں کو شرف مکیں سے ہے۔ تمام روئے زمیں پر روضۂ اطہر کی زمین کے سوا کوئی مقام ایسا نہیں جس سے آپ ﷺ جیسا جسم اطہر لمس کر رہا ہو۔ پس وہ زمین کا حصہ جس سے آپ کا جسم لمس کر رہا ہے۔ تمام روئے زمیں سے افضل۔ اور یہ بات حافظ ابن قیم رحمہ اللہ کی ہمنوائی میں کہہ رہا ہوں۔ ایک شخص نے آپ سے پوچھا، کیا کعبہ روضۂ اطہر سے افضل ہے تو فرمایا: "فلا

والله ولا العرش وحملته ولاجنة عدن ولا الا فلاك الدائرہ لآن بالحجرة جسدا لووزن لرجح" (بدائع الفوائد ج ۳، ۱۳۵)

نہیں خدا کی قسم روضۂ اطہر کعبے سے افضل ہے۔ عرش اور حاملین عرش سے افضل، وہ جنت عدن سے افضل، وہ آسمانوں سے افضل اس لیے کہ روضۂ مبارک میں ایک ایسا جسد اطہر ہے کہ اگر دونوں جہانوں کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور ان کا جسم مبارک دوسرے پلڑے میں، تو ان کا جسم مبارک دونوں جہانوں سے زیادہ وزنی اور قیمتی رہے گا۔

"سبحان الله ما اكملك ما احسنك ما اجملك" کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا گستاخ اکھیاں کتھے جا اڑیاں

(مقام رسالت ص ۴۴ تا ۴۶)

صحابہ کرام کے سینوں پر انوار رسالت کا نزول:۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کے سینوں پر انوار رسالت براہ راست پڑے تھے، اس آیت کی تفسیر مجسم تھے۔ انہوں نے اپنا گھر بار، اپنا مال و منال، اپنا سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر لٹا دیا۔ (حب رسول اکرم ﷺ ص ۵۰)

ایک صحابی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں جاتی رہیں، لوگ عیادت کو آئے تو کہنے لگے: یہ آنکھیں تو مجھے اس لیے عزیز تھیں کہ ان سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت ہوتی تھی۔ جب وہی نہ رہے تو اب ان آنکھوں کے جانے کا غم کیا ہے۔ (حب رسول اکرم ﷺ ص ۵۳)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ جب بھی آپ ﷺ سفر کے لیے تشریف لے جاتے، ساتھ ہو لیتے۔ آپ ﷺ کو جوتیاں پہناتے، آپ ﷺ کی جوتیاں اتارتے۔ سفر میں آپ ﷺ کا بچھونا، مسواک، جوتا اور وضو کا پانی ان ہی کے پاس ہوتا تھا۔ اسی لیے آپ کو صاحب سواد رسول اللہ ﷺ کہتے تھے، یعنی حضور ﷺ کے میر ساماں تھے۔

حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ سارا دن آپ ﷺ ہی کی خدمت میں رہتے تھے۔ جب آپ ﷺ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر کاشانہ نبوت میں تشریف لے جاتے تو آپ باہر دروازے پر بیٹھے رہتے کہ شاید آپ کو کوئی کام پڑے اور میرے بھاگ جاگ اٹھیں اور حضور ﷺ کی خدمت کی سعادت نصیب ہو جائے۔ ایک دن حضور ﷺ نے ربیعہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا: ربیعہ تم شادی کیوں نہیں کرتے کہنے لگے: شادی کی تو یا رسول اللہ ﷺ آپ کا آستانہ مجھ سے چھوٹ جائیگا مگر حضور ﷺ نے بار بار اصرار سے کہا، اور وہ مجبور ہو گئے۔ (طبقات ابن سعد بحوالہ حب رسول اکرم ﷺ ص ۵۴)

عبادات میں جان محبت و معرفت سے حاصل ہو:۔ ساتھیو! پہلی منزل معرفت کی ہے۔ آپ ﷺ کے محاسن اور شمائل کی معرفت، آپ ﷺ کے فضائل اور مراتب کی معرفت، آپ ﷺ کی عظمتوں کی معرفت، آپ ﷺ کی رعنائیوں کی معرفت، آپ ﷺ کی عبقریت کی معرفت۔

جتنی معرفت زیادہ ہو گی، محبت اسی قدر مستحکم اور پائیدار ہو گی اور محبت جس قدر پائیدار اور شدید ہو گی، اطاعت اسی قدر مستحکم بنیادوں پر قائم ہو گی۔

اگر آپ ﷺ کی ذات گرامی کی صحیح معرفت حاصل نہ ہو تو ان سے محبت بھی کچی اور ناپائیدار ہو گی اور محبت ناپائیدار ہو تو اطاعت پھیکی اور بے لذت ہو گی۔ معرفت اور محبت کے بغیر اطاعت ایک چھکڑا ہے۔ جو ریں ریں کرتا ہوا چلتا ہے۔ اطاعت میں جان محبت اور معرفت سے پڑتی ہے اور اصل مقصود اطاعت ہی ہے۔ اگر ان کی معرفت اور محبت سے ان کی اطاعت حاصل نہ ہوئی تو اصل مقصد فوت ہو گیا۔ (اتباع حضور ﷺ، ص ۶۳)

ہے یہ طریق عاشقی چاہیے اس میں بے خودی اس میں چنیں چناں کہاں، اس میں اگر مگر کہاں

مرشد کامل کی علامت:۔ وہ شیخ جو شریعت کا اتباع نہیں کرتا ہے اور تمہیں شریعت سے ہٹ کر من گھڑت وظیفے بتلاتا ہے اور تم سے ایسی باتوں کا تقاضا کرتا ہے جن کا ثبوت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے نہیں ملتا، وہ خود بھی گمراہ ہے اور تمہیں بھی گمراہ کر رہا ہے۔ "خلوا فاخلو فويل لهم ولاتباعهم" شیخ وہی ہے جو تمہارا رخ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف پھیر دے، شیخ وہی ہے جو تمہیں حضور ﷺ کے قریب کر دے۔ جو تمہیں اتباع رسول ﷺ پر پکا کرے۔ جو حضور ﷺ میں فنا ہونے کا ڈھنگ تمہیں سکھائے۔ (اتباع حضور ﷺ ص ۶۷)

کشف پر چودہ سو سالہ گواہی:۔ میں کشف کا منکر نہیں بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو کشف ہوتا تھا، بعض تابعین کو کشف ہوتا تھا۔ اولیاء رحمہم

اللہ کی چودہ سو سال کی تاریخ گواہی دیتی ہے کہ بعض اولیاء کو کشف ہوتا ہے۔ وہ شخص روحانی اعتبار سے اندھا ہے جو کشف سے انکار کرتا ہے۔

حضرت اسید رضی اللہ عنہ کا کشف:۔ اسید رضی اللہ عنہ بن حضیر صحابی سورۂ بقرہ پڑھ رہے تھے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک سائبان میں چراغ ہیں جو نیچے اتر رہے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "تلك الملئكة دنت لصوتك" یہ فرشتے تھے جو تیری آواز سن کر قریب آ گئے تھے۔ (مسلم، جلد اول، ۲۶۹)

کیا فرشتے اسید رضی اللہ عنہ بن حضیر پر منکشف نہ ہوئے تھے اور کیا خود حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کی گواہی نہ دی تھی۔ پس جو شخص کہتا ہے کہ اولیاء اللہ کو کشف نہیں ہوتا ہے اور نہیں ہو سکتا۔ وہ حدیث رسول اللہ ﷺ کا منکر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کشف:۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر جنگ کے لیے بھیجا تھا، جس پر ساریہ نامی ایک آدمی کو امیر بنایا۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ خطبہ دے رہے تھے کہ وہ یکا یک زور زور سے کہنے لگے۔ یا ساریۃ الجبل، یا ساریۃ الجبل، اے ساریہ پہاڑ کی طرف ہو جاؤ۔

اس لشکر کا ایک قاصد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ اس نے حضرت عمر رضی اللہ سے کہا: "اے امیر المؤمنین! ہمیں دشمن سے شکست ہو رہی تھی کہ یکا یک ہمیں آواز آئی۔ "یا ساریۃ الجبل، فاسند ناظہور نا بالجبل"۔ ہم نے پہاڑ سے ٹیک لگالی۔ جنگ کا پانسہ پلٹ گیا اور اللہ نے دشمن کو شکست دی۔ (مشکوٰۃ، جلد ثانی صفحہ ۵۴۶ بحوالہ بیہقی)

یہ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منبر سے لشکر کی حالت کو میدان جنگ میں دیکھ لیا۔ یہ کشف نہ تھا تو کیا تھا۔ یہ کشف بصری تھا اور یہ جو لشکریوں نے آپ کی آواز سن لی تو یہ کشف صوتی نہ تھا تو کیا تھا۔ پس کشف سے انکار جہالت ہے۔ (اتباع حضور اقدس ﷺ، ص ۷۱)

کرامات کا منکر کتاب وسنت کا منکر:۔ اولیاء اللہ کی کرامات کے ہم قائل ہیں۔ بعض اولیاء اللہ سے کرامتوں کا ظہور ہوتا ہے۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا نبی نہ تھیں۔ اولیاء میں سے تھیں۔ قرآن مجید میں ہے: "كلما دخل عليها زكريا المحراب وجد عندها رزقاً قال يمريم انى لك هذا، قالت هو من عند الله" (آل عمران ۳۷)

جب بھی حضرت زکریا علیہ السلام حضرت مریم علیہا السلام کے پاس آتے، ان کے پاس رزق پاتے، حضرت زکریا علیہ السلام نے پوچھا، اے مریم! یہ رزق تمہارے پاس کہاں سے آتا ہے۔ انہوں نے کہا یہ اللہ ہی کی طرف سے آتا ہے۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی کرامت:۔ پھر آپ کے صحابی خبیب رضی اللہ عنہ بن عدی کو مشرکین مکہ نے گرفتار کر لیا تھا۔ مکے میں وہ اسیر تھے۔ اسیری کی حالت میں ان کے پاس انگور دیکھے گئے۔ حالانکہ انگوروں کا موسم نہ تھا۔ (بخاری، جلد ثانی، صفحہ ۵۶۸)

ام ایمن رضی اللہ عنہا کی کرامت:۔ ام ایمن رضی اللہ عنہا صحابیہ ہجرت کر کے مدینے جا رہی تھیں۔ روزے کی حالت میں تھیں۔ سفر میں زاد راہ بھی پاس کچھ نہ تھا۔ افطار کا وقت آیا۔ پیاس سے نڈھال ہو رہی تھیں۔ انہوں نے سر پر کسی چیز کو محسوس کیا۔ سر اٹھایا، کیا دیکھتی ہیں کہ ایک ڈول ان کے سر پر لٹک رہا ہے۔ اس سے پیا حتیٰ کہ سیر ہو گئیں۔ (الطبقات الکبریٰ، جلد ۸، صفحہ: ۲۲۴)

ایسے بہت سے واقعات ہیں جو صحابہ، تابعین اور اولیائے کرام کے حالات میں ملتے ہیں۔ پس اولیاء اللہ سے کرامتوں کا ظہور ہوتا ہے اور جو اولیاء اللہ کی کرامات کا منکر ہے، وہ کتاب اللہ اور حدیث رسول ﷺ کا منکر ہے۔ کرامت کیا ہے؟ کسی خرق عادت کا ظہور یعنی فطرت کے عام معمولات سے ہٹ کر کسی بات کا معرض وجود میں آنا۔ (اتباع حضور اقدس ﷺ، ص ۴۷)

تصرف وتسخیر ولایت کی دلیل نہیں:۔ حضرت الامام عبد الجبار غزنوی رحمہ اللہ جوانی میں تسخیر کے مشہور عمل "حزب البحر" کے عامل تھے۔ ایک دن حجرے میں تشریف فرما تھے۔ ایک مولوی صاحب نے حجرے کو باہر سے مقفل کر دیا۔ حضرت الامام "حزب البحر" پڑھنے لگے تالا کھٹ سے ٹوٹ گیا، مولوی صاحب کو تعجب ہوا اور جا کر حضرت عبد اللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کو، سارا ماجرا سنایا۔ انہوں نے کہا: بلاؤ عبد الجبار کو۔ ان

سے پوچھا: عبدالجبار! چہ خواندی؟ عبدالجبار! تم نے کیا پڑھا۔ عرض کیا: حزب البحر خواندم، حزب البحر کا عمل پڑھا تھا۔ فرمایا: حزب البحر چیست؟ حزب البحر کیا ہے؟ حضرت الامام نے حزب البحر کی عبارت سنائی: "سخرلنا کل بحر" (ہر سمندر کو ہمارے لیے مسخر کر دے)، "سخر لنا کل شــــی" (ہر چیز ہمارے لیے مسخر فرما دے) حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ فرمایا: "عبدالجبار! از خدا خدائی میخواہی، بندگی اختیار کن"۔ عبدالجبار! خدا سے خدائی مانگتے ہو، بندگی اختیار کرو۔ پس تصرف وتسخیر بھی ولایت کی دلیل نہیں۔

ایک سوال یہ بھی ہے کہ کیا دعا کی قبولیت ولایت کی دلیل ہے کہ نہیں، اس میں کیا شک ہے کہ اولیاء اللہ مستجاب الدعوات ہوتے ہیں۔

بخاری شریف کی حدیث ہے: ولایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل ۔ بی یسمع وبی یبصر و بی یبطش وبی یمشی۔ ولئن سالنی لاعطینه ولئن استعاذ بی لاعیذنه (مشکوۃ، جلد اول، صفحہ ۱۹۷)

میرا بندہ نفلی عبادت سے مسلسل میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ پھر ایک وقت آتا ہے کہ میرے ساتھ سنتا ہے، میرے ساتھ دیکھتا ہے، میرے ساتھ پکڑتا ہے، میرے ساتھ چلتا ہے، یعنی میری نصرت واعانت اسے حاصل ہوتی ہے۔ میرا فضل وکرم اس کے شامل حال ہوتا ہے ۔ اگر وہ مجھ سے مانگے تو میں ضرور اسے عطا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں ضرور اسے پناہ دوں گا۔ (اتباع حضور اقدس علیہ السلام ص ۷۶)

بے ادب اصطبل میں باندھنے کے لائق:۔ اس بات کو پلے باندھو کہ ولایت اور قرب الہٰی کے تمام درجات اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہی سے حاصل ہوتے ہیں۔ (اتباع حضور اقدس علیہ السلام ص ۷۸)

پس ولایت کی کسوٹی فقط ایک ہے اور وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی جو جتنا ان کے قریب ہوا وہ اتنا بڑا ولی ہوا اور اولیاء اللہ تو واجب الادب اور واجب التعظیم ہوتے ہیں۔ جو اولیاء اللہ کا نام ادب سے نہ لے اور روح کی گہرائیوں سے ان کی تعظیم بجا نہ لائے، وہ بھی کوئی انسان ہے، اسے اصطبل میں باندھو۔ "کالانعام بل هم اضل"

ان کی شان میں ادنیٰ سی ادنی گستاخی بھی موجب حرماں ہے، سدہ مجاری فیض ہے اور یہ بات اس حدیث قدسی کی روشنی میں کر رہا ہوں جو صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "ومن عادیٰ لی ولیاً فقد آذنته بالحرب"

جو میرے کسی دوست سے دشمنی کرتا ہے، میں اس کے ساتھ جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔ (اتباع حضور اقدس علیہ السلام ص ۷۹)

حب آل محمد ﷺ محبت رسول ﷺ کا تقاضا:۔ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کا تقاضا ہے کہ جو جو انہیں محبوب تھا، ہم بھی انہیں چاہیں اور ان سے پیار کریں۔ جن جن سے انہیں تعلق خاطر تھا۔ ہم بھی ایک قلبی رابطہ ان سے محسوس کریں۔ اور ان کا ادب واحترام، ان کی تعظیم وتوقیر جی کی گہرائیوں میں محسوس کریں۔ اگر ہم ایسا محسوس نہیں کرتے تو خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ہماری محبت میں نقص ہے اور ہزار ہم محب رسول ﷺ ہونے کا دعویٰ کریں، اگر یہ کیفیت نہیں ہے، تو یہ حب رسول ﷺ محض اک فریب نفس ہے۔ محبوب کی ہر شے عزیز ہوتی ہے۔ وہ لباس جو محبوب پہنتا ہے اور جس میں اس کی خوشبو بسی ہوئی ہوتی ہے، جی کو بھلا معلوم ہوتا ہے۔ ایک عاشق نے کہا:

اے گل تبو خور سندم تو بوئے کسے داری
اے پھول اس لئے بھلا معلوم ہوتا ہے کہ اس میں سے یار کی خوشبو آتی ہے۔
اس گھر کے در و دیوار پر پیار آتا ہے جس میں محبوب نے زندگی بسر کی ہو۔
قیس عامری کہتا ہے:

امر علی الدیار دیار لیلی   اقبل ذا الجدار و ذاالجدار
وما حب الدیار شغفن قلبی   ولکن حب من سکن الدیار

میں لیلیٰ کے گھروں کے پاس سے گزرتا ہوں۔ کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں، کبھی اس دیوار کو چومتا ہوں۔ کچھ ایسی بات نہیں یہ تو اس کی

محبت کا تقاضا ہے جو ان گھروں میں رہتا تھا۔

وہ راہیں جن سے یار گزرتا ہے ان راہوں پہ پیار آتا ہے۔

جہاں جہاں سے چمن میں بہار گزری ہے
وہاں وہاں ابھی رقصاں ہے بوئے عنبر و گل

قیس عامری کہتا ہے من آل لیلیٰ و این لیلیٰ

لیلیٰ اب کہاں ہے۔ لیلیٰ کے بچوں کے چہروں میں سے لیلیٰ کی جھلک دیکھتا ہوں یہ محبت کی عام واردات ہیں۔ محبت تو جہاں بھی ہوگی اس کے برگ و بار یہی ہیں ان کیفیتوں کا حال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھو۔ آپ ﷺ کے وضو سے جو پانی بچ جاتا صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر جھپٹ پڑتے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اسے تبرکا اور تیمنا جسم پر ملتے تھے۔ آپ ﷺ کا لعاب مبارک صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہاتھوں پر گرتا تھا، آپ ﷺ حجامت کرواتے تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے عاشقوں کا آپ ﷺ کے گرد ہجوم ہوتا تھا اور آپ ﷺ کے بالوں کو سر سے اترتے ہی اچک لیتے تھے۔

مرشد کامل اور انکے تبرکات کا عشق:۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کی ان نشانیوں کو آخرت کا توشہ سمجھتے تھے اور مرنے کے بعد بھی اپنے آپ سے جدا کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ حضور اقدس علیہ الصلوۃ والسلام، حضرت انس رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لاتے، تو ان کی والدہ آپ ﷺ کے پسینے کو ایک شیشی میں محفوظ کر لیتیں اور اپنے عطر میں ملا لیتی تھیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فوت ہونے لگے تو انہوں نے نصیحت کی کہ میرے لاشے پر حنوط ملو تو اس میں حضور ﷺ کے پسینے میں بسا ہوا عطر بھی ملا لینا۔ (حب آل محمد ﷺ ص ۸۳ تا ۸۵)

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آپ ﷺ کی ایک قمیص، ایک تہبند، ایک چادر اور چند موئے مبارک تھے۔ انہوں نے وفات کے وقت نصیحت کی کہ مجھے ان ہی کپڑوں میں دفناؤ اور یہ موئے مبارک میرے ساتھ رکھو۔ (حب آل محمد ﷺ ص ۸۵)

ایک دن حضور اقدس علیہ الصلوۃ والسلام حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لائے گھر میں ایک مشکیزہ لٹک رہا تھا۔ آپ ﷺ نے اس کا دہانہ اپنے منہ سے لگایا اور پانی پیا۔ حضرت ام سلیم نے مشکیزے کا دہانہ کاٹ کر تبرکا اپنے پاس رکھ لیا تھا کہ میرے آقا ﷺ کے مقدس ہونٹوں نے اس دہانے کو مس کیا ہے۔ (طبقات ابن سعد بحوالہ حب آل محمد ﷺ، ص ۸۵)

احبو اھل بیتی لحبی:۔ ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ محبوب کی ہر شے عزیز ہوتی ہے۔ اس کی گلیاں عزیز، اس کا آستانہ عزیز، اس کا پیراہن عزیز، اس کی جوتیاں عزیز، اس کا گھرانہ عزیز، اس کے خادم عزیز۔

پس اس ذات اطہر واقدس کی محبت کا ایک یہی تقاضا ہے کہ اہل بیت سے محبت ہو، جیسا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "احبونی لحب اللہ واحبو اھل بیتی لحبی" (ترمذی) (اللہ کی محبت کی بناء پر مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی بناء پر میرے گھرانے کے افراد سے محبت کرو)۔ پھر گھرانا بھی وہ کہ خود خدا آخری صحیفہ آسمانی میں ان سے خطاب کرتا ہے۔ ان کی طہارت اور پاکیزگی کا اعلان کرتا ہے۔ (حب آل محمد ﷺ، ص ۸۶)

وہ جن کے احترام کو ملحوظ رکھنے کے لیے آپ ﷺ نے نصیحت فرمائی: ولن یتفرقا حتی یردا علی الحوض فانظرو اکیف تخلفونی فیھا (مسند امام احمد) (کتاب اللہ اور اہل بیت ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے حتیٰ کہ وہ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں گے۔ پس خیال رکھنا کہ میرے بعد تم ان سے کیا سلوک کرتے ہو۔)

بالخصوص حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے آپ ﷺ کو ایک خاص قلبی لگاؤ تھا ان کی پیدائش کے وقت خود حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کے کان میں اذان دی تھی اور "اشھد ان لا الہ الا اللہ" کی صدا ان کی روح میں اتاری تھی اور اپنا لعاب مبارک ان کے دہن میں ڈالا تھا۔ آپ ﷺ انہیں چومتے تھے اور سینے سے لگا کر انہیں بھینچتے تھے۔ مسند امام احمد میں ہے۔ یضمھم الیہ حسنا و حسینا

(حب آل محمد ﷺ، ص ۸۸)

وہ لوگ جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انوار و برکات کی معرفت حاصل ہے، سمجھتے ہیں کہ یہ کیسی سعادت عظمیٰ ہے جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی۔ بارگاہ رسالت ﷺ میں حسن کی محبوبیت کا یہ عالم کہ آپ فرمائیں:

”ھذان ابنای وابنا ابنتی اللھم انی احبھما فاحببھما و احب من یحبھما “(ترمذی مع تحفة الاھوذی ۳۳۹باب مناقب ابی محمد الحسن بن علی) (حب آل محمد ﷺ، ص۸۸)

اہل بیت کی محبت ایمان کا حصہ:۔ ساتھیو! اپنے حریم دل میں جھانک کر دیکھو۔ اگر اس میں اہل بیت کی محبت اور بالخصوص حسین بن فاطمہ کی محبت نہیں پاتے ہو تو تم یقین کرو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمہاری محبت بھی محض فریب نفس ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھو کہ آپ ﷺ کا پسینہ، آپ ﷺ کے وضو کا بچا ہوا پانی، آپ ﷺ کے موئے مبارک حتیٰ کہ آپ ﷺ کا لعاب دہن بھی انہیں عزیز تھا۔ پھر آہ صد ہزار آہ وحرماں اگر تم اپنے سینوں کو حسین بن فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و تعظیم سے خالی پاتے ہو۔ یہ بہت بڑی محرومی اور شقاوت ہے۔ تم یقین کرو کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت اگر تمہارے رگ و پے میں اتر جائے تو تم ان کے غلاموں کے غلاموں کا بھی ادب کرو۔ (حب آل محمد ﷺ ص۹۱)

آہ! یہ کیسی للّٰہیت کی موت اور ایمان کی جانکنی ہے کہ بعض علماء عین منبر رسول ﷺ پر کھڑے ہو کر اس محبوب بارگاہ رسالت، اس جگر گوشہ بتول کا ذکر حقارت آمیز لہجے میں کرتے ہیں۔ وہ گھرانا جس سے تم نے فیض حاصل کیا، وہ جن کی جوتیوں کے صدقے میں تمہیں ایمان واسلام رضی اللہ عنہ کی معرفت حاصل ہوئی، تم کو کیا ہوا کہ تم ان ہی کی عیب چینیاں کرتے ہو۔ پھر اس عیب چینی اور خوردہ گری کے لیے تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منبر کے سوا کوئی اور جگہ نہیں ملتی۔ پھر تم اپنے لب ولہجہ کو تو دیکھو، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے شمر بن ذی الجوشن، یزید اور ابن زیاد نے اہل بیت رضی اللہ عنہم کے خلاف مقدمے میں تمہیں اپنا وکیل بنالیا ہے۔ حدیث قدسی ہے: من عادیٰ لی ولیاً فقد آذنته بالحرب جو میرے کسی ولی سے عداوت رکھتا ہے۔ میں اس کے خلاف جنگ کا اعلان کرتا ہوں۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ولی اللہ ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے۔ وہ صحابی بھی تھے اور اہل بیت رضی اللہ عنہم میں سے بھی تھے۔ وہ صرف صحابی ہی نہ تھے، جلیل القدر علماء صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔ وہ صرف اہل بیت ہی میں سے نہ تھے بلکہ محبوب بارگاہ رسالت تھے۔

پس حضرت حسین کی شان میں گستاخی، ان کی تنقیص، ان کے بارے میں سوءادب سراسر موجب حرماں ہے۔

از خدا خواہیم توفیق ادب ۔۔۔ بے ادب محروم ماند از فضل رب

(حب آل محمد ﷺ، ص۹۲)

درود شریف کی فضیلت:۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہ السلام کی توصیف اور تعریف فرمائی اور ان کی تکریم اور تعظیم کا حکم دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا۔ تو فرشتوں کو حکم دیا کہ انہیں سجدہ کرو۔ ظاہر ہے کہ یہ تعظیم ایسی ہے کہ خود خدا اس میں شریک نہ تھا۔ یہ شرف اور اعزاز صرف اور صرف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کو حاصل ہے۔ کہ اولاً خود خدا ان پر درود بھیج رہا ہے اپنی مخصوص ترین رحمتیں ان پر نازل فرمارہا ہے۔

اس کے ملائکہ اس پر درود بھیج رہے ہیں۔ تمام ملائکہ مقربین، حاملین عرش، ساتوں آسمان میں بسنے والے، کراماً کاتبین سب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیج رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس آیت میں یہ کہہ رہے ہیں کہ عالم علوی میرے حبیب ﷺ پر درود وسلام سے گونج رہا ہے۔ اے عالم سفلی میں بسنے والو! تم بھی ان پر پیہم درود وسلام بھیجو، تاکہ عالم علوی اور عالم سفلی بیک وقت میرے حبیب ﷺ پر درود وسلام سے گونج اٹھے۔ تاکہ عرش بریں سے عرش زمیں تک پیہم غلغلہ برپا ہو ”صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم“۔ (درود شریف کی فضیلت، ص۱۷)

فضیلت درود پر علمی نکات:۔ حضرت رصاع رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس آیت میں لفظ اللہ آیا ہے جو خدا کا ذاتی نام ہے اور جامع جمیع اسماء وصفات ہے۔ اگر خدا کہتا: ”ان الرب وملئکته یصلون علی النبی“ یا ”ان الرحمان وملئکته یصلون علی النبی“ تو یہ واہمہ ہوسکتا تھا

کہ ان پر صرف اسم رب یا اسم رحمٰن کا ہی فیضان ہوتا ہے۔ لیکن لفظ "اللہ" سے معلوم ہوا کہ ان پر ذات اور تمام اسماء وصفات کا فیضان وارد ہوتا ہے۔

حضرت رصاع رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ کے بہت سے اسماء میں سے یہاں نبی کے لفظ سے ذکر فرمایا اور دوسرے اسماء وصفات کا ذکر نہ کیا، اس لیے کہ آپ ﷺ کی اور دوسرے انبیاء کی یہ صفت سب سے نمایاں ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں علوم لدنی عطا کرتے ہیں۔ معارف وحقائق کی خبر دیتے ہیں۔ حضور علیہ السلام کی غایت درجہ تکریم وتعظیم مقصود تھی، اس لیے "علی النبی" کہا اور ذاتی نام یعنی لفظ محمد ﷺ کے ساتھ ان کا ذکر نہ کیا۔

ہمارے درود کی انہیں حاجت کیا ہے؟:۔ وہ لوگ جو دین میں کٹ حجتیاں کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے فرشتے حضور ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں تو ہمارے درود کی انہیں کچھ احتیاج نہیں۔ اگر اس زاویہ نگاہ سے دیکھا جائے تو وہ ذات گرامی جس پر خود خدا درود بھیج رہا ہے، فرشتوں کے درود کی بھی محتاج نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے یہ حکم محض "اکراماً وتعظیماً لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیا ہے اور ہم پر شفقت کی کہ اس بہانے ہم اجر وثواب کے مستحق ٹھہریں۔

رحمت حق بہانہ می جوید   رحمت حق بہانہ می جوید

"من صلی علی صلوٰۃ واحدۃ صلی اللہ علیہ عشراً (مسلم وابوداؤد) (جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل کرتا ہے۔)

وہ انسانیت کا محسن اعظم۔ وہ اللہ اور مخلوق کے درمیان واسطہ عظمٰی۔ وہ جس نے انسان کو خیر وشر کی حقیقت سمجھائی۔ وہ جو اللہ کی معرفت، اس کی محبت اور تقرب کا وسیلہ کبریٰ ہے، وہ کتاب وحکمت کی تعلیم دینے والا، وہ روحوں کا تزکیہ کرنے والا، وہ یتیموں، مسکینوں، بیواؤں، محتاجوں اور لاوارثوں پر ابر رحمت بن کر برسنے والا۔ اس کے احسانات ہم پر اس قدر زیادہ ہیں کہ ہمارا صلوٰۃ وسلام اس کے احسانات کے لاکھویں حصہ کی مکافات وجزا بھی نہیں ہوسکتا اس لیے اہل اللہ نے کہا کہ صلوٰۃ وسلام کی کسی مقدار پر بھی پہنچ کر یہ خیال نہ کرو کہ تم نے سرور دو عالم ﷺ کا حق ادا کر دیا۔ یہ تو تم نے اپنے ہی لیے رحمت کا سامان کیا۔ اگر تمام امت محمدیہ ﷺ کے افراد مل کر صبح وشام، مسلسل اور پیہم ان پر درود وسلام بھیجیں تو بھی اس محسن اعظم کا حق ادا کرنے سے یکسر قاصر ہیں۔

اوپر دی ہوئی آیت پر غور کیجیے۔ اس آیت میں یہ نہیں کہا کہ تم صلوٰۃ وسلام کی دعا کرو تو میں صلوٰۃ وسلام نبی اکرم ﷺ پر بھیجوں گا۔ فقرے کی ساخت پر غور کیجیے امر وجواب الامر نہیں ہے، شرط وجزا نہیں ہے بلکہ یوں کہا کہ اللہ تو درود بھیج ہی رہا ہے۔ وہ اللہ کی مخصوص ترین رحمتوں کا محیط تو ہیں ہی تم بھی درود بھیجو کہ اس کی برکت سے تمہیں بھی اپنی رحمتوں سے نوازے۔ ان پر تو رحمتیں پیہم برس ہی رہی ہیں، اے حلقہ بگوشان محمد ﷺ! تم بھی جھولیاں بھر لو۔ وہ ذات گرامی جس پر خود خدا اور تمام فرشتے مسلسل اور پیہم صلوٰۃ وسلام بھیج رہے ہیں، ان کو تمہارے درود کی حاجت کیا ہے؟

آپ ﷺ کے اسم گرامی کے ساتھ "سیدنا" کا اضافہ:۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم گرامی کے ساتھ "سیدنا" کا لفظ بڑھانے پر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ مغالطے کا باعث غالباً ابوداؤد شریف کی ایک حدیث ہے سنن ابی داؤد میں ایک صحابی ابومطرف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں ایک وفد کے ساتھ بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہوا۔ ہم نے عرض کیا:

"انت سیدنا" (آپ ہمارے سردار ہیں) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "السید اللہ" یعنی حقیقی سیادت اور کمال سیادت تو اللہ ہی کے لیے ہے۔ ابوداؤد شریف ہی میں ایک صحابی رضی اللہ عنہ کا قصہ منقول ہے۔ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پشت مبارک پر مہر نبوت دیکھ کر یہ درخواست کی تھی یہ جو ابھرا ہوا گوشت آپ ﷺ کی پشت مبارک پر ہے مجھے دکھلائیے میں طبیب ہوں میں اس کا علاج کروں گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: طبیب تو اللہ تعالیٰ ہے جس نے اسے پیدا کیا۔ اس حدیث کی بناء پر معالجوں کو طبیب کہنا کون حرام قرار دے سکتا ہے۔

سچی بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں "طبیب" شمار ہی نہیں ہوتا۔ قرآن کے تیس پاروں میں کہیں اللہ کے لیے طبیب کا لفظ استعمال نہیں ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنے بارے میں ارشاد فرمایا:

انا سید الناس یوم القیمۃ (بخاری و مسلم) (میں قیام کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا)۔

ترمذی شریف میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"انا سید ولد آدم یوم القیمة ولافخر" (میں قیامت کے دن اولاد آدم کا سردار ہوں گا، اور اس پر کوئی فخر نہیں کرتا ہوں)

آپ ﷺ نے اپنے نواسے حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا:"ابنی ھذا سید" (میرا یہ بیٹا سردار ہے) (درود شریف کی فضیلت، ص۱۱۹ تا ۱۲۲)

امام بخاری رحمہ اللہ نے "الادب المفرد" میں ذکر کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بنوسلمہ سے پوچھا:"من سید کم" (تمہارا سردار کون ہے؟) انہوں نے عرض کیا:"جد بن قیس" آپ ﷺ نے فرمایا:"بل سید کم عمرو بن الجموح" (بلکہ تمہارا سردار عمرو بن جموح ہے)۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ مخلوق کے لیے سید کا لفظ بولنا جائز ہے۔ (درود شریف کی فضیلت، ص۱۲۲)

حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک قول ابن ماجہ میں ہے انہوں نے فرمایا کہ جب تم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود بھیجا کرو تو اسے سنوار لیا کرو۔ میں امید کرتا ہوں کہ وہ ویسے ہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ لوگوں نے کہا ہمیں سکھا دیجیے۔ انہوں نے فرمایا کہ درود یوں پڑھا کرو:

"اللھم اجعل صلوتك ورحمتك و برکاتك علی سید المرسلین وامام المتقین وخاتم النبیین محمد عبدك ورسولك امام الخیر قائد الخیر و رسول الرحمة اللھم ابعثه مقاماً محموداً یغبط به الاولون والآخرون اللھم صل علی محمد و علی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انك حمید مجید و بارك علی محمد وعلی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انك حمید مجید"۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی علی سید المرسلین کہنے کی تلقین فرما رہے ہیں تو پھر" اللھم صل علی سیدنا محمد" کہنے پر معترض ہونے کی گنجائش کہاں باقی رہی۔ (درود شریف کی فضیلت، ص۱۲۳)

لفظ مولانا کہنا حسن ادب ہے:۔ "مسند احمد" اور "ترمذی شریف" میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:"من کنت مولاہ فعلی مولاہ" (جس کا میں دوست ہوں علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے دوست ہیں جس کا میں حامی و ناصر ہوں علی رضی اللہ عنہ بھی اس کے حامی و ناصر ہیں) یہ عجیب بات ہے کہ بعض نیم خواندہ مولوی اپنے نام کے ساتھ تو بڑے التزام کے ساتھ مولانا لکھتے ہیں لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مولانا کہنے میں انہیں تامل ہے اور اسے ناجائز قرار دیتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت سیادت اور ولایت ازلی ہے، ابدی ہے، دائمی ہے، سرمدی ہے، قدیم ہے، مستقل بالذات ہے، لا متناہی ہے اور جب صفت سیادت و ولایت سے مخلوق متصف ہوتی ہے تو یہ صفت حادث ہوتی ہے۔ محدود ہوتی ہے اور اللہ کی صفت سے ماخوذ ہوتی ہے۔

پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مولانا کہنے میں کچھ قباحت نہیں بلکہ عین حسن ادب ہے۔ (درود شریف کی فضیلت، ص۱۲۴)

درود نہ پڑھنے والا بخیل ہے:۔ آپ غور کیجیے کہ حضرت جبریل علیہ السلام ایسا مقرب بارگاہ الٰہی فرشتہ جس کے لیے بددعا کرے اور سرور کونین ﷺ جس بددعا پر آمین کہیں اس سے زیادہ سخت بددعا اور کون سی ہو سکتی ہے۔

پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام لکھتے وقت اور بولتے وقت صلوٰۃ کا التزام چاہیے گو عبارت لکھتے ہوئے یا دوران گفتگو بیسیوں بار آپ کا اسم گرامی آئے۔ ہر بار اک نئے ذوق و شوق کے ساتھ اور اک نئے ولولے کے ساتھ درود بھیجنا چاہیے۔ وہ جنہوں نے اپنی پوری زندگی ہمیں سنوارنے کے لیے کھپا دی، حیف ہے ہم پر کہ ہم ان کے اسم گرامی پر ہونٹوں کو جنبش دینے میں بھی بخل کریں۔ نسائی شریف میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا:"البخیل من ذکرت عندہ فلم یصل علی" (بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔)

اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت میں تو آپ ﷺ نے اسے بخیل ترین انسان قرار دیا جو آپ ﷺ کے اسم گرامی کو سن کر درود نہیں بھیجتا

ہے۔ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:"الا اخبرك بابخل الناس"(میں تمہیں نہ بتاؤں کہ بخیل ترین انسان کون ہے)

صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ۔آپ ﷺ نے فرمایا:من ذکرت عندہ فلم یصل علی فذاك ابخل الناس (آپ ﷺ نے فرمایا جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے تو وہ بخیل ترین انسان ہے۔)

علامہ سخاوی رحمہ اللہ نے"القول البدیع"میں اس کی تخریج کی ہے۔)اور جس شخص کو رحمۃ للعالمین بخیل ترین انسان فرمائیں تو اس کی بدبختی میں شک وشبہ کی کیا گنجائش رہ جاتی ہے۔(درود شریف کی فضیلت، ص ۱۲۷)

سارا دن درود کا وظیفہ:۔ دوستو! درود شریف بہت بڑا وظیفہ ہے۔ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کیا کہ میں آپ ﷺ پر درود کثرت سے بھیجنا چاہتا ہوں میں اوقات ذکر میں سے کتنا وقت درود کے لیے وقف کروں۔آپ ﷺ نے فرمایا جتنا تیرا جی چاہے۔میں نے عرض کیا کہ وقت کا چوتھا حصہ درود کے لیے وقف کر لوں۔آپ ﷺ نے فرمایا جیسے تیرا جی چاہے۔اور اگر تو اس سے زیادہ وقت صرف کرے تو وہ تیرے لیے بہتر ہے۔میں نے عرض کیا اگر آدھا وقت درود پڑھتا رہوں؟

آپ ﷺ نے فرمایا:"ماشئت فان زدت فھو خیرلك"اور اگر تو زیادہ پڑھے تو تیرے حق میں بہتر ہے۔

میں نے کہا دو تہائی پڑھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جیسے تیرا جی چاہے،اور اگر تو اس سے بھی زیادہ پڑھے تو تیرے حق میں بہتر ہے۔

میں نے کہا! ایک تہائی پڑھوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جیسے تیرا جی چاہے،اور اگر تو اس سے بھی زیادہ پڑھے تو تیرے لیے اور بھی بہتر ہے۔حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا پھر تو میں سارا وقت آپ ﷺ پر درود ہی کا وظیفہ پڑھا کروں گا۔آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تو تیرے سب غم (دین ودنیا کے) چھٹ جائیں گے اور تیرے سب گناہ مٹ جائیں گے۔

شیخ عبدالحق کی مدینہ حاضری پر مرشد کی نصیحت:۔ شیخ عبدالحق رحمہ اللہ کو جب ان کے شیخ عبدالوہاب متقی رحمہ اللہ نے مدینہ منورہ کی زیارت کے لیے رخصت کیا تو فرمایا: عبدالحق! اس بات کو سمجھو اور پلے باندھو کہ اس سفر میں فرائض کی ادائیگی کے بعد سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود شریف سے بہتر کوئی عبادت نہیں ہے۔اپنے تمام اوقات اسی پر صرف کرنا اور کسی بات میں مشغول نہ ہونا۔شیخ عبدالحق رحمہ اللہ نے عرض کیا کہ کوئی تعداد مقرر فرما دیجئے فرمایا: بے حد، بے حساب پڑھو۔ ہر وقت درود تمہاری زبان پر جاری ہو اور اس کے انوار میں ڈوب جاؤ۔ بالخصوص جمعہ کے روز تو درود وسلام میں ڈوب جانا چاہیے۔

بروز جمعہ کثرت درود کی فضیلت:۔ اوس رضی اللہ عنہ بن اوس کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:"من افضل ایاکم یوم الجمعة فیه خلق الله ادم و فیه قبضه وفیه النفخة وفیه الصعقة فاکثروا علی من الصلوٰة فیه فان صلوٰتکم معروضة علی قالوا یا رسول الله و کیف تعرض علیك صلاتنا وقد ارمت یعنی و قد بلیت فقال ان الله عزوجل حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء۔(احمد و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجه و ابن حاکم)

(تم جو دن بسر کرتے ہو ان میں سے سب سے افضل جمعہ کا دن ہے اسی دن آدم علیہ السلام کو اللہ نے پیدا کیا، اسی دن ان کی روح قبض کی گئی۔اسی دن صور پھونکا جائے گا۔اسی دن سب پر بے ہوشی طاری ہوگی۔تم اس دن مجھ پر درود بہت پڑھا کرو۔واقعی تمہارا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔لوگوں نے عرض کیا کہ جب آپ ﷺ مٹی ہو جائیں گے تو ہمارا درود کیونکر آپ ﷺ کے سامنے پیش ہو سکے گا۔فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاء کے جسموں کو کھا سکے۔اسی طرح حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:"اکثر علی الصلوٰة یوم الجمعة فانه یوم مشھود تشھده الملئکة وان احد الایصلی علی الاعرضت علی صلاته حتی یفرغ قال قلت و بعد الموت قال ان الله حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء فنبی الله حی یرزق"

(جمعہ کے روز درود کثرت سے پڑھا کرو۔اس لیے کہ وہ یوم مشہود ہے۔فرشتے اس میں شریک ہوتے ہیں۔جو بھی مجھ پر درود پڑھتا

ہے، اس کا درود میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا کیا وفات کے بعد بھی پیش کیا جائے گا، فرمایا اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسم کھائے۔ اللہ کا پیغمبر قبر میں بھی زندہ ہوتا ہے اسے رزق دیا جاتا ہے۔

درود و سلام کی فضیلتیں:۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "من صلی علی صلوٰۃ واحدۃ صلی اللہ علیہ عشراً" (مسلم و ابوداؤد) (جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں)

پس زبانوں کو حرکت میں لاؤ اور بارگاہ رسالت ﷺ میں درود و سلام مسلسل پیہم بھیجو۔ اللہ نے تو کچھ فرشتوں کو اسی کام کے لیے وقف کر رکھا ہے کہ اس کائنات میں جو کوئی ان کے حبیب ﷺ پر درود بھیجے وہ فرشتے درود کے تحفے بارگاہ رسالت میں پیش کرتے رہیں۔ جیسا کہ نسائی شریف میں ہے۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "ان للہ ملئکۃ سیاحین یبلغونی عن امتی السلام" (اللہ کے کچھ فرشتے ہیں جو پھرتے رہتے ہیں۔ سیاحت کرتے رہتے ہیں اور میری امت کی طرف سے صلوٰۃ و سلام کے تحفے مجھے پہنچاتے رہتے ہیں۔)

جو شخص روضہ اطہر کے پاس کھڑے ہو کر درود بھیجتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود درود کو سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں اور جو دور سے درود بھیجتا ہے وہ بارگاہ رسالت میں ملائکہ پہنچا دیتے ہیں۔ جیسا کہ بیہقی شعب الایمان میں لائے ہیں۔

"من صلی علی عند قبری سمعتہ و من صلی علی غائباً بلغتہ" پس اس بات کو پلے باندھیے کہ بارگاہ رسالت میں قرب حاصل کرنے کے لیے کثرت درود اکسیر اعظم ہے۔ کبریت احمر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: فمن کان اکثرھم علی صلوٰۃ کان اقربھم منی منزلۃ (بیہقی) (جو جتنا زیادہ درود پڑھتا ہے وہ اسی قدر میرے قریب ہوتا ہے) درود میں فنا ہونے والوں کو اس دنیا میں بھی قرب بارگاہ رسالت حاصل ہوتا ہے۔ عالم برزخ میں بھی اور روز محشر میں بھی وہی لوگ مقربین بارگاہ رسالت ہوں گے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وضاحت فرمائی ہے۔

"ان اولی الناس بی یوم القیمۃ اکثرھم علی صلوٰۃ" (قیامت کے روز بھی سب سے زیادہ وہی لوگ میرے قریب ہوں گے جو سب سے زیادہ مجھ پر درود پڑھتے ہیں۔ (درود شریف کی فضیلت، ص ۱۲۷ تا ۱۳۱)

درود شریف کے مطالب اور معارف

لفظ اللّٰھم کی تشریح:۔ مسنون دعاؤں میں یہ کلمہ کثرت سے استعمال ہوا ہے۔ "اللھم" کے معنی "یا اللہ" ہیں۔ اس میں کچھ اختلاف نہیں۔ اور "اللہ" اسم ذات ہے اور جامع جمیع صفات ہے۔ جب ہم "یا غفور" کہتے ہیں یا "یا رحیم" کہتے ہیں تو اللہ کی صفات میں سے ایک صفت کے ساتھ اسے پکارتے ہیں اور اس کے ذاتی نام اللہ سے اسے پکارتے ہیں تو اسم ذات کے اندر اس کی سب صفتیں سمٹ آتی ہیں یہی معنی ہے نضر بن شمیل رحمہ اللہ کے اس قول کا "من قال اللھم فقد سال اللہ لجمیع اسمائہ"

(جس نے یا اللہ! کہا اس نے اللہ کے تمام اسمائے حسنیٰ کے ساتھ دعا کی۔ (درود شریف کی فضیلت، ص ۱۵۱)

صلوٰۃ و سلام کی تشریح:۔ قرآن مجید میں ہے: "یاایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیماً" اے ایمان والو! نبی اکرم ﷺ پر صلوٰۃ بھی بھیجو اور سلام بھی) یہ صلوٰۃ کیا ہے یہ سلام کیا ہے؟ اور ان دونوں میں حد فاصل کیونکر کھینچیں؟ کہیں درود پڑھنا یوں سکھایا:

"اللھم بارك علی محمد" یہ برکت کیا ہے؟ کبھی درود ان الفاظ میں بھی بھیجا جاتا ہے

"اللھم اجعل صلوتك ورحمتك و برکاتك"

کیا صلوٰۃ، سلام، رحمت اور برکت ہم معنی الفاظ ہیں؟ حشو و زوائد ہوئے اور اس افصح العرب ﷺ کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ وہ فالتو لفظ بولتے تھے بہت بڑی بدگمانی ہے۔ ان میں سے ہر لفظ کا مفہوم جداگانہ ہے۔

اس سے مراد وہ روحانی رزق ہے جو انبیاء اور اولیاء کو اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں یہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"ابیت عند ربی یطعمنی و یسقینی" (میں رات اپنے رب کے پاس بسر کرتا ہوں وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔)

تو اس سے مراد بھی وہی روحانی رزق ہے۔ جسے عامۃ الناس کو سمجھانے کے لیے کھلانے پلانے سے تعبیر کیا۔

اگر چشم بصیرت سے دیکھیں تو عالم روحانی کی حقیقتوں پر عالم آب وگل بھی دلالت کر رہا ہے۔ یہ مادی رزق جو اللہ نے اپنی تمام مخلوق کے لیے پیدا کیا جسے ملحد، زندیق، کافر، اسے گالیاں دینے والے، اس کے وجود سے انکار کرنے والے سبھی کھاتے ہیں۔ اللہ نے اس رزق میں کس قدر تنوع پیدا کیا۔ سبزیوں اور پھلوں کی اقسام پر غور کیجیے۔ آم پیدا کیے تو اس کی بیسیوں قسمیں بنائیں۔

خربوزہ پیدا کیا تو اس کے ساتھ سردہ اور گرما پیدا کیا مختلف اقسام وانواع، پھر ہر نوع میں تنوع در تنوع۔

پھر کیا یہ ممکن ہے کہ اس رزق میں اللہ نے کوئی تنوع نہ رکھا ہو، جو اس نے اپنے عاشقوں اور محبوبوں کے لیے پیدا کیا۔ وہ رزق جو ان بندوں کے لیے پیدا کیا جنہوں نے اپنی زندگیاں اس کی راہ میں کھپا دیں کیا وہ ایک ہی قسم کی رحمت ہے جو انبیاء اور اولیاء کی ارواح پر وارد ہوتی ہے۔ جو شخص یہ سمجھتا ہے وہ نوامیس فطرت سے یکسر نا آشنا ہے جب اس نے رحمت کی تخلیق کی تھی، تو اس کی صفت خلاقی بھر پور جوش میں آئی تھی اور اس نے ان گنت رحمت کی قسمیں پیدا کی ہیں اتنی قسمیں جنہیں تم حیطہ شمار میں نہ لا سکو۔ یہ صلوٰۃ، یہ سلام، یہ رحمت، یہ برکت، یہ سب فیضان الٰہی کی وہ انواع واقسام ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر دم بدم اور پیہم وارد ہو رہی ہیں۔ وہ لوگ جو اس لذت سے محروم ہیں وہ لغت میں صلوٰۃ، سلام، رحمت اور برکت کے معانی ڈھونڈتے ہیں اور جب ان کے معانی میں کوئی حد فاصل نہیں کھینچ سکتے تو پریشان ہوتے ہیں یہ سب فیضان الٰہی کی قسمیں ہیں۔ صلوٰۃ اس کی مخصوص تجلی ہے اور اگر اللہ کی ربوبیت شامل حال نہ ہو تو وہ ضرر رساں بھی ہو سکتی ہے۔ اس لیے صلوٰۃ کے ساتھ سلام کی تجلی ناگزیر ہوئی کہ وہ سلامتی اور عافیت کے باعث ہے۔ جیسے آتش نمرود کے بارے میں امر الٰہی یہ ہوا۔

"ینار کونی بردا و سلاما علی ابراھیم" (اے آگ تو ٹھنڈی ہو جا مگر ایسا نہ ہو کہ تیری ٹھنڈک اتنی شدید ہو جائے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو نقصان پہنچے، اس لیے ساتھ یہ بھی فرمایا کہ سلامتی والی ہو جا)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دعا مانگتے تھے۔ "اللھم انی اسئالک لذۃ النظر الی وجھک و الشوق الی لقائک غیر ضراء مضرۃ ولافتنۃ مضلۃ" اے اللہ میں تیرے دیدار کی لذت کی بھیک مانگتا ہوں اور تجھ سے ملنے کا اشتیاق مانگتا ہوں مگر ایسا نہ ہو کہ میرے جسم کو نقصان پہنچے یا کسی گمراہ کر دینے والی آزمائش میں مبتلا ہو جاؤں۔

پس یہ بات واضح ہوئی کہ مخصوص تجلیوں کا ورود ہو تو ساتھ اللہ کے اسم سلام کا فیضان ناگزیر ہے۔ اسی لیے حکم دیا کہ "یا یھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما" (درود شریف کی فضیلت، ص ۱۵۴)

نام محمد ﷺ کی تشریح:۔ محمد رسول اللہ ﷺ اسم بامسمیٰ ہیں۔ ان پر حمد وثناء کی بارش دم بدم ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی حمد وثنا کر رہے ہیں۔ ملائکہ ان کی حمد وثنا میں مصروف ہیں۔ تمام انبیائے مرسلین کے نزدیک وہ محمود ہیں۔ تمام اہل اللہ، ارض وسما میں ان کی حمد وثنا کر رہے ہیں۔
(قربت کی راہیں ص ۱۵۶)

کماصلیت علی ابرھیم وعلی آل ابراھیم کی تشریح:۔ علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے "صحیح بخاری" کی شرح میں عارف ربانی ابومحمد المرجانی رحمہ اللہ کا یہ قول نقل کیا ہے۔ فرماتے تھے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ تلقین نہیں کہ ہم "کما صلیت علی موسی" پڑھیں بلکہ "کما صلیت علی ابراھیم" کی تلقین فرمائی۔ اس لیے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی جو تجلی ہوئی وہ جلالی تھی۔ "فخر موسی صعقا" (حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے)

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پر جو تجلی ہوئی وہ جمالی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ تھے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام حبیب اللہ تھے اور محبوبیت وخلت تجلی جمالی کے آثار میں سے ہے اس لیے تلقین فرمائی کہ اللہ تعالیٰ سے آپ ﷺ کے لیے ان انوار وتجلیات کو مانگیں۔ مقام محبوبیت اور مقام خلت جن انوار وتجلیات کا متقاضی ہے اور وہ جمالی ہے۔ فرماتے ہیں اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام پر ایک ہی تجلی وارد ہوئی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام سید ولد آدم تھے اور سید المرسلین تھے۔ گو دونوں پر تجلی جمالی ہوئی مگر حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر تجلی ان کے شایان شان ہوئی اور حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام پر تجلی ان کے مقام کے مطابق ہوئی۔ (قربت کی راہیں ص ۱۶۱)

درود شریف پڑھنے کے مواقع:۔ نماز جنازہ میں دوسری تکبیر کے بعد اس کی مشروعیت میں کچھ اختلاف نہیں اذان کا جواب دینے کے بعد درود شریف کا پڑھنا بھی ثابت ہے دعا کے وقت بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام پر درود شریف پڑھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد اور دعا سے پہلے، دعا کے درمیان اور دعا کے آخر میں احمد بن علی رحمہ اللہ نے سند کے ساتھ عمرو بن عمرو رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہما سے سنا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ "ہر ایک دعا محجوب ہے جب تک اس کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور حضور ﷺ پر درود وسلام سے نہ ہو۔"

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جسے سند کے ساتھ عبدالرزاق رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: "مجھے سوار کے پیالے کی طرح مت بناؤ، مجھے دعا کے وسط میں اور اول وآخر میں جگہ دو۔" (قربت کی راہیں ص ۱۶۹)

درود لکھنے والے کی فضیلت:۔ جب بھی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا اسم گرامی خود بولے یا لکھے یا پڑھے یا کسی سے سنے، درود شریف ضرور پڑھنا چاہیے۔ گو مختصراً "صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" ہی کہے حضرت ابو الشیخ رحمہ اللہ نے سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا جس نے کسی تحریر میں مجھ پر درود لکھا، ملائکہ ہمیشہ اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں۔ جب تک میرا نام اس کتاب میں ہوتا ہے۔ ابو موسیٰ کہتے ہیں کہ ایک سے زیادہ راویوں نے حضرت اسید رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی روایت کی ہے اور اسحٰق بن وہب نے بھی سند کے ساتھ اعرج سے یہ روایت بیان کی ہے اور اس بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایات بھی ہیں۔ (قربت کی راہیں ص ۱۷۰)

درود کی بدولت امام حنبل رحمہ اللہ کا اکرام:۔ جعفر بن علی الزعفرانی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے کہ میں نے اپنے خالو حسن بن محمد رحمہ اللہ کو کہتے سنا کہ میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا، وہ کہنے لگے، اے ابوعلی! کاش تم دیکھ سکو کہ جو درود ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کتاب میں لکھا تھا وہ ہمارے سامنے کیسے روشن ہو رہا ہے۔

شیخ ابوعلی حسن رحمہ اللہ کا اکرام:۔ ابوالحسن بن علی میمونی رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے شیخ ابوعلی حسن بن عیینہ رحمہ اللہ کو موت کے بعد خواب میں دیکھا، ان کے ہاتھوں کی انگلیوں پر سبز یا زعفرانی رنگ سے کوئی چیز لکھی ہوئی تھی۔ میں نے پوچھا اے استاد میں آپ کی انگلیوں پر ایک حسین تحریر دیکھتا ہوں، یہ کیا ہے؟ کہنے لگے: اے لڑکے یہ حدیث رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لکھنے کے طفیل ہے اور حدیث میں لفظ "صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم" لکھنے کے طفیل ہے۔

درود نہ پڑھنے والے کو خواب میں تنبیہ:۔ خطیب نے سند کے ساتھ ابوسلمان حرانی رحمہ اللہ سے روایت بیان کی ہے کہ مجھ سے میرے ایک ہمسایہ "ابوالفضل" (جو بہت زیادہ روزہ رکھنے والا اور بہت نوافل پڑھنے والا تھا) نے بیان کیا کہ میں حدیث لکھا کرتا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود نہ پڑھتا یا نہ لکھتا۔ میں نے خواب میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب تو میرا نام لیتا ہے یا لکھتا ہے تو مجھ پر درود کیوں نہیں پڑھتا یا لکھتا۔ اس سے ایک عرصہ بعد مجھے پھر زیارت ہوئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا میرے پاس تیرے درود پہنچتے ہیں۔ اب جب تو مجھ پر درود بھیجے یا میرا ذکر کرے تو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہہ دیا کرو۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ کا قول:۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ صاحب حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجنے کے سوا اور کوئی فائدہ حاصل نہ ہو تو یہی بے مثل ہے۔ کیونکہ اس پر اس وقت تک رحمت بھیجی جاتی ہے جب تک کتاب میں "صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا ہوا رہتا ہے۔ (قربت کی راہیں ص ۱۷۱)

محمد بن ابو سلیمان رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے اپنے باپ کو خواب میں دیکھا میں نے پوچھا پیارے باپ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ کہا مجھے بخش دیا میں نے کہا کیونکر؟ کہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود لکھتے رہنے سے۔ ایک محدث کہتے ہیں میرا ایک ہمسایہ تھا وہ مر گیا۔ میں نے اسے خواب میں دیکھا اور پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا کیا۔ کہا بخش دیا۔ میں نے پوچھا کیونکر؟ کہا ہر حدیث میں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر آتا میں اس کے ساتھ ہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھ دیا کرتا۔

خواب میں جنت کا لباس پہنے دیکھنا:۔ سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ نے کہا مجھ سے خلف صاحب خلقان نے روایت کی ہے کہ میرا ایک دوست تھا جو میرے ساتھ طلب حدیث کیا کرتا تھا، وہ مر گیا۔ میں نے اسے خواب میں دیکھا۔ اس پر سبز پوشاک تھی، دامن کشاں کشاں چلتا تھا میں نے کہا کیا تو میرے ساتھ طلب حدیث نہ کیا کرتا تھا؟ کہا ہاں۔ میں نے کہا: پھر تو اس درجہ تک کیونکر پہنچ گیا۔ کہا جو بھی ایسی حدیث آتی ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم گرامی آتا میں اس کے نیچے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھ دیا کرتا۔ یہ جو تم میرے اوپر پوشاک دیکھ رہے ہو یہ اسی کی جزا ہے۔

درود کی بدولت امام شافعی رحمہ اللہ کا اکرام:۔ عبد اللہ بن حکم رحمہ اللہ کہتے ہیں میں نے خواب میں شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا تو پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ رحمہ اللہ کے ساتھ کیا کیا۔ فرمایا مجھ پر رحم کیا اور بخش دیا اور مجھے بہشت کے لیے یوں آراستہ بنایا جیسے عروس کو آراستہ کیا کرتے ہیں اور میرے اوپر یوں نچھاور کیا جیسے دلہن پر کیا کرتے ہیں۔ میں نے کہا آپ رحمہ اللہ اس درجہ پر کیسے پہنچ گئے۔ انہوں نے کہا مجھے کسی نے کہا تھا کہ کتاب رسالت میں جو درود تم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر لکھا ہے اس کا عوض ہے۔ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ فرمایا اس کے الفاظ یہ ہیں:

"وصلی اللہ علی محمد عددما ذکرہ الذاکرون و عددما غفل عن ذکرہ الغافلون"

جب صبح ہوئی، میں نے کتاب کھول کر دیکھا تو یہی عبارت اس میں درج تھی۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

ابو اسحاق داری رحمہ اللہ کا اکرام:۔ خطیب نے سند کے ساتھ ابو اسحاق داری رحمہ اللہ سے بیان کیا ہے کہ میں اپنی تخریج میں جو حدیث لکھتا "قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسلیما" لکھا کرتا۔ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا گویا کچھ میرا لکھا ہوا لیے ہوئے ہیں۔ اس میں نظر مبارک ڈالی اور فرمایا یہ جید ہے۔

درود ایک محدث کی بخشش کا سبب:۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں میرے ایک بھائی نے جس پر میں اعتماد کرتا ہوں مجھ سے بیان کیا کہ میں نے ایک محدث کو خواب میں دیکھا۔ پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا۔ کہا: مجھ پر رحم فرمایا، یا مجھے بخش دیا (گیا) میں نے کہا کیونکر؟ کہا، جب میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسم مبارک پر پہنچتا تو صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ضرور لکھتا۔ اس کو محمد بن صالح رحمہ اللہ نے سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔

درود لکھنا کبھی نہ چھوڑا:۔ حافظ ابو موسیٰ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں محدثین کی ایک جماعت کا ذکر کیا ہے جو اپنی موت کے بعد دیکھی گئی اور انہوں نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بخش دیا۔ اس لیے کہ وہ ہر حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر پر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لکھا کرتے تھے۔ ابن سنان رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے عباس عنبری اور علی بن مدینی رحمہما اللہ کو کہتے سنا ہے کہ ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود کسی حدیث میں جو ہم نے سنی ہے نہیں چھوڑا، اور اگر کبھی بہت ہی جلدی ہوئی تو سفید جگہ چھوڑ دی تا کہ پھر لکھ سکیں۔ (قربت کی راہیں ص ۱۷۳)

دورد پڑھنے کے مواقع:۔ مسجد میں داخل ہوتے وقت اور باہر نکلتے وقت بھی درود کا پڑھنا ثابت ہے جب بھی کچھ لوگ مل کر

بیٹھیں تو منتشر ہونے سے پہلے حمد و صلوٰۃ پڑھنا چاہیے — جمعہ کے روز درود شریف کثرت سے پڑھنا چاہیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ مجھ پر جمعہ کے روز درود کثرت سے پڑھو۔ اس لیے کہ امت کے بھیجے ہوئے درود کے تحفے ہر جمعہ میرے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اور جو مجھ پر زیادہ درود بھیجتا ہے وہی قدر و منزلت کے اعتبار سے مجھ سے قریب تر ہے۔ (قربت کی راہیں ص۱۷۴)

درود رنج و غم ٹالنے کا ذریعہ:۔ انسان رنجیدہ ہو، غمزدہ ہو، فکرمند ہو تو درود شریف پڑھنے سے رنج و غم چھوٹ جاتا ہے اور مغفرت طلب کرتے وقت بھی درود شریف کا پڑھنا سودمند ہے جیسا کہ ترمذی شریف میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہوتا ہے اس روایت کے آخری الفاظ یہ ہیں: "قلت اجعل لك صلاتي كلها" حضرت ابی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کیا:

"کیا میں اپنا سارا وقت آپ ﷺ پر درود و سلام کے لیے وقف کر دوں"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اذا تكفىٰ همك ويغفر لك ذنبك"

(اس صورت میں تیرے سب غموں اور فکروں کے لیے کافی ہوگا اور تیرے گناہوں کو بخش دیا جائے گا۔ (قربت کی راہیں ص۱۷۵)

درود فرشتوں کی رفاقت کا ذریعہ:۔ جس مقام پر ذکر الٰہی کے لیے لوگ اکٹھے ہوں وہاں بھی درود کا پڑھنا احادیث سے ثابت ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے سیاحت کرتے رہتے ہیں جب ذکر کے حلقوں کے پاس پہنچتے ہیں تو ایک دوسرے سے کہتے ہیں بیٹھ جاؤ، جب یہ دعا مانگیں گے ہم آمین کہیں گے اور جب یہ درود پڑھیں گے تو ہم بھی ان کے ساتھ پڑھتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ وہ فارغ ہو جائیں۔ پھر ایک فرشتہ دوسرے سے کہتا ہے کس قدر خوش نصیب ہیں یہ لوگ! یہ اپنے گھروں کو ایسی حالت میں جا رہے ہیں کہ ان کے گناہ بخش دیے گئے ہیں۔ اس حدیث کی اصل "صحیح مسلم" میں ہے۔

درود بھولی بات یاد آنے کا ذریعہ:۔ جب انسان کوئی بات بھول جائے اور اسے یاد کرنا چاہے تو اس وقت درود پڑھنا بھی روایات سے ثابت ہے۔ جیسا کہ ابوموسیٰ مدینی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ اس بارے میں محمد بن عطا المروزی رحمہ اللہ کے طریق سے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب تم کسی چیز کو بھول جاؤ تم مجھ پر درود پڑھو، انشاءاللہ وہ یاد آ جائے گی۔ حافظ موسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس حدیث کو "كتاب الحفظ والنسيان" میں ہم نے ایک اور سند سے روایت کیا ہے۔

درود ہر ضرورت پوری ہونے کا ذریعہ:۔ احتیاج کے وقت درود پڑھنا بھی مقامات درود خوانی میں سے ہے۔ احمد بن موسیٰ رحمہ اللہ نے سند کے ساتھ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو شخص صبح کی نماز کے بعد کلام کرنے سے پہلے سو بار درود پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری کرے گا جس میں سے تیس دنیوی اور ۷۰ اُخروی ہوں گی۔

حافظ ابن مندہ رحمہ اللہ نے سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، جو شخص ہر روز مجھ پر سو دفعہ درود پڑھے اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجتیں پوری کرتا ہے۔ ستر آخرت کی اور تیس دنیا کی۔ حافظ ابوموسیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن ہے۔ حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے بھی یہ دونوں حدیثیں "جلاء الافہام" میں نقل کی ہیں۔ (قربت کی راہیں ص۱۷۶)

آئیں .....!!! ادب علمائے اہلحدیث سے سیکھیں

ادب کی اہمیت کا شدت سے احساس:۔ خموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا — ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں (ص،۷)

سید صاحب رحمہ اللہ نے مختصراً فرمایا کہ اس کتاب میں ادب کی باریکیوں اور لطافتوں کو یکجا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

سیدی مخدومی داخی حضرت مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کو یہ احساس بڑی شدت سے دامن گیر تھا کہ دینی حلقوں میں بہت سے افراد ادب کے تقاضوں کو پیش نظر نہیں رکھتے۔ کچھ لوگ اولیاء اللہ اور ائمہ کرام رحمہم اللہ کا نام لیتے وقت احتیاط کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں۔ (صفحہ نمبر ۹ تا ۱۱)

توحید و شریعت سراسر ادب کا نام ہے:۔ توحید سراسر ادب ہے۔ "شریعت سراسر ادب ہے" اپنے کتابچہ "جماعت اہلحدیث سے خطاب" میں انہوں نے فرمایا تھا موحد ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ آدمی بے مہار ہو جائے۔ رسیاں تڑا بیٹھے، بے ادب اور گستاخ ہو جائے، اہل

اللہ کی شان میں گستاخیاں کرے۔ محسنوں کا گریبان پھاڑے اور سمجھے کہ توحید کے تقاضے پورے کر رہا ہوں۔" ان کا نقطہ نظر یہ تھا: "توحید و ادب کا یکجا ہونا تکمیل کی علامت ہے۔"

توحید وادب لازم ملزوم:۔ انہوں نے خطاب کے دوران جلسہ عام میں کہا تھا:

"موحد ہوتے ہوئے مؤدب ہونا اور مؤدب ہوتے ہوئے موحد ہونا بہت بڑی سعادت ہے۔ کچھ لوگوں کو توحید کی شد بد ہوتی ہے تو ادب کی لطافتوں اور باریکیوں سے محروم ہوتے ہیں اور کچھ لوگوں کو ادب کی شد بد ہوتی ہے تو توحید کے معارف سے محروم ہوتے ہیں۔ مؤدب ہوتے ہوئے موحد ہونا اور موحد ہوتے ہوئے مؤدب ہونا یہ بہت بڑی سعادت ہے۔" ہم اللہ سے اس سعادت کی بھیک مانگتے ہیں۔"

مولانا ابوبکر کے دو ادب سے بھرے واقعات

سید صاحب رحمہ اللہ ان آداب کو خود کس قدر ملحوظ رکھتے تھے اس ضمن میں میرے ذہن میں بہت سے واقعات ہیں مگر یہاں ان سب کا بیان محض کتاب اور قارئین کے درمیان حائل ہونے والی بات ہوگی۔ میں صرف دو واقعات عرض کرتا ہوں۔

کتابوں کا ادب:۔ ۱۹۶۳ء میں زمانہ طالب علمی کی بات ہے میں سید صاحب رحمہ اللہ کے پاس دارالعلوم میں حاضر ہوا۔ مغرب کے بعد اکثر علمی و ادبی کام کے لیے ان کے ہاں حاضری ہوتی تھی۔ ایک دن مجھے کاغذ دیا اور کسی خط کی عبارت لکھوانے لگے۔ میں نے پاس ہی میز پر پڑی ہوئی ایک کتاب اُٹھا کر کاغذ کے نیچے رکھ لی تا کہ خط کی عبارت لکھ سکوں۔ جونہی سید صاحب کی نظر اس قرآن مجید کی تفسیر پر پڑی یکا یک میرے ہاتھوں سے اُچک لی اور فرمانے لگے قرآن مجید نیچے رکھ کر خط لکھنا چاہتے ہو؟ یہ سراسر سوء ادب ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں نے تو کبھی یہ نہیں کیا۔ قرآن مجید کے اوپر تفسیر کی کتاب رکھ دوں یا تفسیر کے اُوپر حدیث کی کتاب رکھ دوں یا حدیث کی کتاب پر فقہ کی کتاب رکھ دوں جو مراتب ہیں انہی مراتب کے مطابق انہیں ایک دوسرے پر رکھا جا سکتا ہے۔

ادب کی انہی لطافتوں کا اظہار اُنہوں نے اماں قریش کی زندگی میں دیکھا تھا۔ اماں قریش پر ایک مضمون اُنہوں نے لکھا تھا کہ ایک روز اماں قریش میرے ہاں تشریف لائیں۔ طبیعت خراب تھی، بستر پر دراز ہو گئیں۔ پاؤں کی جانب اخبار پڑا تھا یکدم اُٹھ کر بیٹھ گئیں اور فرمانے لگیں: "ابوبکر! اخبار کو یہاں سے ہٹا لو اس میں کہیں نہ کہیں اللہ کا نام لکھا ہوا ہوتا ہے۔"

مدینہ منورہ کی کھجوروں کا ادب:۔ دوسرا واقعہ جس کا مشاہدہ ایک دفعہ نہیں کتنی دفعہ میں نے اپنی زندگی میں کیا وہ یہ ہے کہ جب بھی اُن کے پاس کوئی حاجی صاحب مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ سے کھجوریں لاتے سید صاحب رحمہ اللہ کھجور کھانے کے بعد گٹھلی کبھی نیچے نہیں پھینکتے تھے بلکہ اُسے اپنی جیب میں رکھ لیتے۔ اسی طرح ایک دفعہ مجلس ذکر میں اُنہوں نے ایک دوست کو نصیحت کی کہ اپنے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ کے شہر سے جو چیز آ جائے ہم اسے پاؤں تلے پامال نہ کریں۔ ادب کے یہ تمام مقامات اُنہوں نے قرآن وسنت سے سیکھے تھے۔ قارئین! خود کتاب کے مطالعے سے محسوس کریں گے کہ ادب کی باریکیاں اور لطافتیں کیا ہیں؟

باادب بامراد:۔ سید صاحب رحمہ اللہ کا ایک فقرہ دہراتا ہوں باادب بامراد، بے ادب بے مراد۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سید صاحب کی لغزشوں سے درگزر فرمائے۔

انہیں جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ہمیں کتاب وسنت کے مطابق ادب کے تمام تقاضے ملحوظ رکھنے کی توفیق بخشے۔ آمین

از خدا خواهیم توفیقِ ادب   بے ادب محروم مانداز فضل رب

"واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين"

احقر العباد: عبدالحفیظ: شعبہ علوم اسلامیہ، انجینئرنگ یونیورسٹی، لاہور۔ (صفحہ نمبر ۱۷ تا ۲۰)

بارگاہ الٰہی کے آداب

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ پر ادب کی ایک ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے جس کیفیت میں وہ اللہ تعالیٰ سے بات کرتے ہوئے نہ امر کا صیغہ بولیں، نہ نہی کا صیغہ بولیں۔ نہ فقرے کی ابتدا لفظ (نہیں) سے کریں۔

ہزار نکتہ باریک تر زمو این جاست

ادب کی یہی کیفیت کلیم اللہ علیہ السلام پر طاری تھی جب انہوں نے کہا تھا: "رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر" (القصص ۲۴) میرے پروردگار آپ نے جو چیز میرے لیے مہیا کی ہے، میں اس کا محتاج ہوں یہ نہیں کہا "اطعمنی" مجھے کھانا کھلاؤ۔ امر کے صیغے سے اجتناب کیا اور حضرت ایوب علیہ السلام پر بھی یہی کیفیت طاری تھی۔

حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام جو اللہ تعالیٰ کا ادب ملحوظ رکھتے تھے وہ انہی کے مقام ارفع واعلیٰ کے مطابق اور انہی کے شان کے شایاں تھا۔ امام قشیری رحمہ اللہ نے باب الادب کا آغاز اس آیت سے کیا۔ "مازاغ البصر وما طغی"۔ جب تجلیات الٰہی بھرپور آپ ﷺ کی ذات گرامی پر وارد ہوئیں، تو آپ ﷺ کی نگاہ نہ دائیں جانب ہٹی اور نہ بائیں جانب پھری اور نہ حدود سے متجاوز ہو کر آگے گزری اور یہ کمال ادب ہے کہ جو کچھ دکھلانا مقصود تھا اسی پر نظریں جمی رہیں اور دائیں بائیں التفات نہ کیا۔

پھر عبودیت اور ادب کا حسن دیکھیے۔ "ما کذب الفواد ماراٰی" حافظ ابن قیم رحمہ اللہ "مدارج السالکین" میں اس آیت کی توضیح یوں فرماتے ہیں "ما کذب الفواد ماراہ ببصرہ بل صدقہ وواطاہ ووافقتہ"۔ (جو کچھ انہوں نے آنکھ سے دیکھا، دل نے اسے جھٹلایا نہیں، بلکہ اس کی تصدیق کی اور اس کی موافقت کی یعنی قلب ونظر میں ہم آہنگی ہوئی، روح اور جسم میں ہم آہنگی ہوئی۔ بصیرت اور بصارت میں ہم آہنگی ہوئی)۔ یعنی ہمہ تن ہمہ دل ان تجلیات میں ڈوب گئے۔ جو ان پر نازل کی گئی تھیں اور جیسے نگاہ باادب تھی دل نے بھی دائیں بائیں التفات نہ کیا اور جو کچھ دکھلانا مقصود تھا۔ اس سے زیادہ تمنا نہ کی۔ انسان کی عام حالت تو یہی ہے کہ جب اسے کوئی مقام عطا کیا جاتا ہے تو وہ اس سے بلندتر مقام کی آرزو کرتا ہے۔

چوں نظر قرار گیرد بنگار خوبرونے پتد آں زماں دل من پئے خوبر نگارے
ہزار بار بشویم دہن بمشک وگلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

ہزار بار بھی اگر مشک وگلاب سے کلیاں کروں پھر بھی تیرا پاک نام لیتے ہوئے شرم آتی ہے۔

بعض بزرگوں کے حالات میں پڑھا ہے کہ وہ اپنا بہترین لباس نماز کے لیے مخصوص رکھتے تھے اور کہتے تھے۔ "العبد ینبغی لہ ان یلبس احسن ثیابہ واجملھافی الصلوۃ"۔ بندے کے لیے یہی مناسب ہے کہ وہ اپنا حسین ترین لباس نماز میں پہنے!؟

دوسرا ادب: کمی کوتاہی کا احساس:۔ بارگاہ الٰہی کے ادب کا ایک تقاضا یہ بھی ہے کہ اپنی عبادت کو حقیر جانے۔ تمام انبیاء علیہم السلام اور اولیاء رحمہم اللہ جنہوں نے اپنی زندگیاں ذکر وعبادت میں کھپا دیں سب کی گردنیں جھکی ہوئی ہیں اور سب روح کی گہرائیوں سے کہہ رہے ہیں۔ ماعرفناک حق معرفتك وما عبدناك حق عبادتك۔ تیری معرفت اور عبادت کا حق ہم سے ادا نہ ہو سکا۔

اولیاء کے کرامات سفر میں راہ اعتدال

یہ جو بعض مشائخ کی زبان سے اس کے برعکس بات نکلی تو وہ اگر غلبہ حال میں نکلی تو ہم ادباً اور احتراماً یہ کہہ سکتے ہیں کہ غلبہ حال کی وجہ سے وہ معذور تھے اور قابل عفو۔ (صفحہ نمبر ۲۴ تا ۲۵)

حضرت بوعلیق رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

یک واقف اسرار نبود ے کہ بگوید   از ہیبت راز تو فروبستہ زبانہا

کوئی واقف اسرار نہ تھا جو تیری بات زبان پر نہ لاتا۔ تیرے راز کی ہیبت سے سب کی زبانیں گنگ ہوگئی ہیں۔

مولانا روم رحمہ اللہ کے ایک عظیم شاعر ہونے میں کسی کو شبہ ہوسکتا ہے، ادب بارگاہ الٰہی میں فرماتے ہیں۔

از خدا خواہیم توفیق ادب   بے ادب محروم ماند از فضل رب

ہم خدا سے ادب کی توفیق چاہتے ہیں۔ بے ادب اللہ کے لطف وکرم سے محروم رہتا ہے۔

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد   بلکہ آتش درہمہ آفاق زد

بے ادب خود تنہا ہی بدحال نہیں ہوتا ہے بلکہ ایک دنیا کو اس کی بے ادبی کی نحوست جلا دیتی ہے۔

مائدہ از آسمان درمی رسید   بے شراد بیع و بے گفت و شنید

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو رزق اللہ تعالیٰ بہم پہنچا دیتے تھے۔ نہ خرید وفروخت کی زحمت انہیں کرنا پڑتی تھی، نہ کسی سے کچھ کہنا سننا پڑتا تھا۔ (صفحہ۴۴)

آداب بارگاہِ رسالت ﷺ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد منبر پر کھڑے ہوئے تو جس پائے پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کھڑے ہوتے تھے، اس پائے پر کھڑا ہونا سوءادب خیال کیا اور اس سے نچلے پائے پر کھڑے ہوئے۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے اس پائے پر کھڑا ہونا بھی سوءادب خیال کیا جس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوتے تھے وہ اس سے بھی نچلے پائے پر کھڑے ہوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب:۔ صلح حدیبیہ کی جو شرائط کفار قریش اور مسلمانوں کے درمیان ٹھہریں، بظاہر اہانت آمیز تھیں۔ مثلاً یہ کہ اس سال مسلمان مکے میں داخل نہیں ہوں گے اور عمرہ نہیں کریں گے اور اگر قریش میں سے کوئی شخص مسلمانوں کے پاس چلا جائے تو اسے واپس کر دیا جائے گا اور مسلمانوں میں سے اگر کوئی شخص قریش سے جا ملے تو اسے واپس نہیں کریں گے۔

یہ شرائط بظاہر اہانت آمیز تھیں۔ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ مضطرب ہو کر تحریر معاہدہ سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پہنچے اور کہنے لگے: کیا آپ اللہ کے رسول نہیں ہیں؟ کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: یقیناً ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ پھر ہم ان ذلت آمیز شرائط کو کیوں قبول کریں؟۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ”میں اللہ کا بندہ ہوں اور اس کا پیغمبر ہوں۔ میں اس کے حکم سے سرتابی نہیں کروں گا اور وہ ہرگز مجھے ضائع نہیں کرے گا۔“

گو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات از راہ تحیر کہی تھی اور اس میں سوءادب کا کوئی شائبہ نہ تھا، مگر لب ولہجہ اس ادب وتعظیم سے ہٹ گیا تھا جس کے وہ عادی تھے۔ زندگی بھر ڈرتے رہے کہ کہیں بارگاہِ رسالت ﷺ میں سوءِ ادب نہ ہوگیا ہو۔ اس کی تلافی کے لیے صدقہ وخیرات کرتے رہے اور نوافل پڑھتے رہے۔ خود فرمایا کرتے تھے ”عملت لہا اعمالا“ میں نے اس کی تلافی کے لیے کئی نیکیاں کیں۔ (صحیح مسلم جلد۲ ص۱۰۶)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب:۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عثمان کو قریش کی طرف صلح حدیبیہ میں سفارت کے لیے بھیجا تو قریش نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو طواف کرنے کی اجازت دی لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے طواف کرنے سے انکار کر دیا۔ اور فرمایا:

ماکنت لافعل حتی یطوف رسول اللہ ﷺ جب تک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام طواف نہ کریں میرے لیے زیبا نہیں کہ میں طواف کروں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ادب:۔ صحیح مسلم میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے صلح نامہ حدیبیہ لکھا تو اس میں یہ عبارت بھی تھی: ”ھذا ماکتب علیہ محمد رسول اللہ ﷺ“

مشرکوں نے کہا کہ لفظ رسول اللہ ﷺ نہ لکھو۔ اگر رسالت کے ہم قائل ہوتے تو جھگڑا کس بات کا تھا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس لفظ کو مٹادو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "ما کان لی ان امحو ھذا"۔ مجھے یہ زیب نہیں دیتا کہ میں اس لفظ کو مٹاؤں۔ پھر حضور علیہ السلام نے خود اس لفظ کو مٹادیا۔ (مشکوٰۃ، جلد ۲۔ صفحہ ۳۵۵)

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ادب:۔ ایک دفعہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے پوچھا۔ "انا اکبر وانت"۔ میں عمر میں بڑا ہوں یا تم بڑے ہو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "انت اکبر و اکرم وانا اسن منک"۔ آپ ﷺ مجھ سے بڑے ہیں (مرتبے کے اعتبار سے) اور مجھ سے زیادہ معزز ہیں۔ ہاں سن رسیدہ میں آپ ﷺ سے زیادہ ہوں۔

دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کا ادب:۔ اسامہ رضی اللہ عنہ بن شریک کی روایت ہے کہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آیا تو ان کے آس پاس صحابہ رضی اللہ عنہم یوں بیٹھے ہوئے تھے، گویا ان کے سروں پر پرندے ہیں یعنی ادباً اور تعظیماً ساکت وصامت اور غیر متحرک بیٹھے تھے۔ اور حدیث شریف میں ہے: "اذاتکلم اطرق جلساہ کانما علی رؤسھم الطیر" جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام گویا ہوتے تھے، تو صحابہ رضی اللہ عنہم سر جھکائے ہوئے بیٹھے رہتے تھے اور حرکت نہ کرتے تھے۔

عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے قریش سے جا کر کہا: "اے قریش کے لوگو! میں نے قیصر وکسریٰ اور نجاشی کے بھی دربار دیکھے ہیں۔ خدا کی قسم کسی بادشاہ کی بھی ایسی تعظیم بجانہیں لائی جاتی جیسی صحابہ محمد رسول اللہ ﷺ کی تعظیم بجالاتے ہیں۔ (بخاری صفحہ ۳۷۹)

حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کا ادب:۔ یہی حال آئمہ کرام رحمہم اللہ کا تھا۔

حضرت امام مالک بن انس رحمتہ اللہ علیہ جب رسول اللہ ﷺ کا ذکر کرتے یا ان کے پاس رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو ان کے چہرے کا رنگ بدل جاتا اور آپ رحمہ اللہ سراپا تعظیم ہو جاتے، یہاں تک کہ ان کے بعض ہم نشینوں کو ان کی یہ غایت درجہ تعظیم گراں گزرتی۔ ایک دن آپ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر آنے پر یہ آپ کو کیا ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "لورایتم مارایت کما انکرتم علی ماترون" اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وہ شان اور عظمت تم دیکھتے جو میں دیکھ رہا ہوں تو تمہیں میری اس غایت درجے کی تعظیم وتکریم پر اچنبھا نہ ہوتا۔

حدیث مبارکہ کا ادب:۔ حدیث شریف کا درس دینے سے پہلے آپ رحمہ اللہ غسل فرماتے۔ نہایت عمدہ لباس پہنتے، خوشبو لگاتے اور نہایت خشوع وخضوع سے حدیث بیان فرماتے۔ جب تک آپ درس دیتے رہتے۔ آپ رحمہ اللہ کی مجلس میں خوشبو برابر سلگتی رہتی۔

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں ایک دن امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت حدیث شریف کا درس دے رہے تھے۔ آپ رحمہ اللہ کو بچھو نے کئی بار کاٹا۔ آپ رحمہ اللہ کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا، لیکن آپ رحمہ اللہ پورے صبر اور ضبط کے ساتھ حدیث بیان کرتے رہے۔ جب آپ رحمہ اللہ درس ختم کر چکے اور لوگ چلے گئے تو میں نے پوچھا کہ آج درس دیتے وقت آپ رحمہ اللہ پر یہ کیا کیفیت طاری ہوئی؟ آپ رحمہ اللہ نے بتایا: مجھے بچھو نے کئی بار کاٹا، لیکن میں حدیث کی عظمت واکرام کے باعث ضبط کیے ہوئے بیٹھا رہا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "جذب القلوب" میں لکھتے ہیں کہ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ مدینہ طیبہ میں اپنے گھوڑے پر سوار نہ ہوتے تھے فرماتے تھے کہ مجھے شرم آتی ہے کہ میں اس زمین کو گھوڑے کے سموں سے پامال کروں، جس سے رسول اللہ ﷺ کے مبارک قدموں نے لمس کیا ہے۔

مدینہ منورہ میں ننگے پاؤں چلنا:۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ جب مدینہ منورہ کی حدود شروع ہوتیں تو جوتا اتار لیتے تھے اور وہ اپنے وقت کے امام وہ عظیم محدث اور فقیہہ ننگے پاؤں مدینے کی سرزمین پر چلتے تھے کہ مبادا جس جگہ حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قدم رکھے ہوں، وہاں وہ اپنی جوتیاں رکھ دیں۔

ادب کی یہ کیفیتیں حاصل نہیں ہو سکتیں، جب تک حضور ﷺ کی ذات کی معرفت نہ ہو۔ (آداب بارگاہ رسالت ﷺ ص ۵۰)

ادب صرف صحابہ رضی اللہ عنہم کیلئے نہ تھا:۔ یہ سمجھنا فاش غلطی ہے کہ بارگاہ رسالت ﷺ کے جو آداب قرآن مجید میں بتائے گئے

ہیں وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کے لیے تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس ہی کے ساتھ مخصوص تھے۔ نہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس رہی نہ صحابہ رضی اللہ عنہم رہے تو کیا ان آیات کی حیثیت محض تاریخی رہ گئی ہے؟

آج بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام لیتے ہوئے، حدیث شریف پڑھتے ہوئے، مسجد نبوی ﷺ میں حاضر ہوتے ہوئے، حضور ﷺ کے ادب کو ویسا ہی ملحوظ رکھنا چاہیے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی ﷺ میں دیکھا کہ دو آدمی زور زور سے بول رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ نے ان سے کہا:

" اتدریان این انتما؟ "تمہیں کچھ ہوش ہے کہ تم کہاں کھڑے ہو اور پوچھا تم کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا: ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: "لو کنتما من اهل المدینة لا وجعتکما ضرباً" "اگر تم مدینہ شریف کے رہنے والے ہوتے تو میں تمہیں سخت پیٹتا۔ یعنی تم باہر کے رہنے والے ہو اور مسجد نبوی ﷺ کے آداب سے واقف نہیں ہو تمہیں معذور سمجھ کر معاف کرتا ہوں۔ (مشکوٰۃ جلد ا ص ۷۱)

اسی طرح عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مسجد نبوی میں کسی مسئلے پر بحث کر رہا تھا۔ بحث کے دوران اس کی آواز بلند ہو گئی۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خلیفہ کو ڈانٹا اور فرمایا: "لاترفع صوتك فی هذا المسجد" اس مسجد میں آواز بلند مت کیجئے اور سورۃ حجرات کی آیتیں پڑھیں اور یہ بھی فرمایا: "ان حرمته میتاً کحرمته حیاً" "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے بعد بھی ان کی حرمت یقیناً ویسی ہی ہے، جیسی زندگی میں تھی۔

آج بھی مشائخ کا اسی طرح ادب کیا جائے:۔ صحابہ کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تعلق کی کئی نوعیتیں تھیں صحابہ رضی اللہ عنہم ان سے روحانی فیض بھی حاصل کرتے تھے اور کتاب وحکمت کی تعلیم بھی حاصل کرتے تھے۔ "یزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة" (وہ ان کا روحانی تزکیہ کرتے تھے اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے تھے۔)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے شیخ بھی تھے اور معلم بھی تھے۔ پس مشائخ کا ادب، اساتذہ کا ادب، بزرگوں کا ادب اور اس ادب کے سلیقے اور قرینے بھی ہمیں بارگاہ رسالت ﷺ ہی سے سیکھنا ہیں، کسی اور کے دروازے پر تو نہیں جانا ہے۔

کچھ آداب مرشد:۔ پس اپنے مشائخ اور اساتذہ کی مجلس میں مؤدب ہو کر بیٹھیے۔ ان کی آواز سے اپنی آواز پست رکھا کیجئے۔ ان کی مجلس میں چلا چلا کر بات مت کیا کیجئے۔ ان کے گھروں کے باہر کھڑے ہو کر چیخ چیخ کر انہیں آوازیں مت دیا کیجئے۔ اس بات کو اپنی روح کی گہرائیوں میں اتاریئے کہ آپ نے ان سے فیض حاصل کیا ہے۔ یہ آپ کے محسن ہیں اور شرافت کا تقاضا یہی ہے کہ جس سے فیض حاصل کیا جائے اس کے سامنے نگاہیں جھکی رہیں۔

ایک نہایت ہی اہم بات...!!:۔ آخر میں ایک بات کہتا ہوں موحد ہو کر مؤدب ہونا بڑی بات ہے۔ موحد ہونے کے یہ معنی نہیں کہ انسان بے مہار ہو جائے۔ اہل اللہ کی شان میں گستاخیاں کرے، اپنے محسنوں کا گریبان پھاڑے اور یہ سمجھے کہ میں غیر اللہ کی نفی کر رہا ہوں۔ اسی طرح بزرگوں کے ادب کے یہ معنی نہیں کہ انہیں اٹھا کر خدا بنا دیا جائے۔ (آداب بارگاہ رسالت ص ۵۳)

بے ادبی تباہی کی اصل وجہ:۔ کچھ لوگوں کو توحید کا مفہوم تو کچھ سمجھ میں آیا، مگر انہیں اہل اللہ کی معرفت حاصل نہ ہوئی۔ اور ان کا ادب واحترام ملحوظ نہ رکھا۔ کچھ لوگوں کو ادب کی توفیق ہوئی، مگر ان کی توحید میں خلل واقع ہوا۔ یہ دونوں بیماریاں بہت پرانی ہیں مذاہب عالم کی تاریخ گواہی دیتی ہے کہ جب بھی کسی مذہب کے پیرو راہ راست سے منحرف ہوئے، یہی دو بیماریاں ان کی تباہی کا باعث ہو گئیں۔ عیسائیوں کے بارے میں قرآن مجید میں ہے: "اتخذوا احبارهم ورهبانهم ارباباً من دون الله والمسیح ابن مریم"

(انہوں نے اللہ کے علاوہ اپنے عالموں اور راہبوں کو خدا بنا لیا تھا اور مسیح ابن مریم علیہم السلام کی الوہیت کے قائل ہو گئے تھے۔)

یہودیوں کو ایک اور بیماری بھی تھی۔ اپنے محسنوں کا گریبان پھاڑتے تھے۔ جن سے فیض حاصل کرتے تھے۔ ان ہی کے ساتھ بدتمیزی

اور بدلحاظی سے پیش آتے تھے، بلکہ نوبت یہاں تک پہنچی ہوئی تھی۔ "یقتلون النبیین بغیر حق"۔ انبیاء کو ناحق قتل بھی کر ڈالتے تھے۔

ہم اللہ سے راہ ادب کے بھکاری ہیں:۔ پس پھر ایک بار کہتا ہوں کہ موحد ہو کر مؤدب ہونا اور مؤدب ہوتے ہوئے موحد ہونا بہت بڑی سعادت ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے اس سعادت کی بھیک مانگتے ہیں۔ "اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولاالضالین" یا اللہ! ہمیں سیدھی راہ پر چلا، ان لوگوں کی راہ پر جن پر تو نے کرم کیا۔ ان یہودیوں کی راہ پر نہ چلانا جو بے ادب اور گستاخ تھے، جو بدتمیز اور بدلحاظ تھے اور جن پر تیرا غضب نازل کیا گیا اور نہ ان عیسائیوں کی راہ پر چلانا جنہوں نے بندوں کو خدا بنا لیا تھا اور گمراہی میں مبتلا ہوئے۔

"سبحان ربك رب العزة عما يصفون و سلام على المرسلين والحمدلله رب العالمين" (آداب بارگاہ رسالت ص ۵۵)

ادب عقائد کا لازمی حصہ ہے:۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سینوں پہ انوار رسالت براہ راست پڑے۔ یہ وہ سعادت ہے کہ تمام سعادتیں اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ (صحابہ کرام کا ادب ص ۵۹)

عقائد اسلامیہ پر جتنی مستند کتابیں لکھی گئی ہیں، ان میں فقہاء امت رحمہم اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ادب و احترام کو عقائد اسلامیہ کا ایک لازمی جز قرار دیا ہے۔ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ادب ص ۶۸)

قرآن مقدس کا ادب واحترام

قرآن کا ادب کرنے والا اللہ کا ولی:۔ حضرت مولانا عبدالسلام بستوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الدعاء المقبول الماثور عن القران واحادیث الرسول" میں لکھتے ہیں: قرآن مجید کی ظاہری تعظیم بھی کرنی چاہیے۔ اس سے بہت ثواب ملتا ہے۔ زمین پر قرآن مجید کے گرے ہوئے ورقوں کا اٹھانے والا اللہ تعالیٰ کا ولی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے نام کے لکھے ہوئے کاغذوں کو زمین سے اٹھانے والا علیین میں بلند مرتبہ پائے گا۔
(صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ادب ص ۸۴)

ادب کرنے والے کا فرشتوں میں اکرام:۔ طبرانی رحمہ اللہ کی معجم صغیر میں ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کہتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ زمین پر جب کوئی کتاب گر پڑتی ہے تو اسے اٹھانے کے لیے اللہ تعالیٰ فرشتوں کو بھیج دیتا ہے۔ وہ فرشتے اپنے پروں سے اسے ڈھانپ لیتے ہیں اور اس کی تعظیم کرتے ہیں، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے ولیوں میں سے کسی ولی کو بھیج دیتا ہے تو وہ اسے زمین سے اٹھا لیتا ہے اور جو زمین سے کسی ایسی تحریر کو اٹھائے جس میں اللہ کے ناموں میں سے کوئی نام ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے نام کو بلند کرتا ہے اور اس کے ماں باپ کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے، اگرچہ وہ کافر ہوں۔ (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ادب ص ۸۵)

ادب کی بدولت ولایت کا اونچا مقام:۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ایک روز بیت الخلاء گئے تو آپ رحمہ اللہ نے دیکھا کہ مٹی کا ایک پیالہ نجاست سے آلودہ پڑا ہے اور اس پر لفظ "اللہ" منقوش ہے۔ آپ رحمہ اللہ اس پیالے کو لے کر باہر آ گئے اور پانی منگوا کر اسے دھویا اور خوب پاک صاف کیا۔ نیازمندوں نے ہر چند عرض کیا کہ ہم اسے پاک کرتے ہیں، مگر آپ رحمہ اللہ نے پیالہ ان کو نہ دیا اور خود ہی اسے پاک صاف کرتے رہے۔ پھر اس پیالے کو سفید کپڑے میں لپیٹ کر اونچی جگہ رکھ دیا اور جب پانی پینا چاہتے تو اسی پیالے میں پیتے۔ اس تعظیم کی برکت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی کہ جس طرح تم نے ہمارے نام کی تعظیم کی ہے اسی طرح ہم نے بھی تمہارے نام کو دنیا اور آخرت میں مکرم و محترم بنا دیا ہے۔ آپ رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ اس عمل سے جس قدر فیوض و برکات مجھے حاصل ہوئیں ان کا حصول سو سال کی ریاضت سے بھی ممکن نہ تھا۔

(حضرت القدس، دفتر دوم، ص ۷۸)

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کا ادب:۔ حضرت مولانا محمد ہاشم کشمی رحمۃ اللہ علیہ "زبدۃ المقامات" میں لکھتے ہیں ایک روز میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا اور حضرت رحمہ اللہ اس وقت معارف تحریر فرما رہے تھے۔ پیشاب کے تقاضے

کے غلبے کی وجہ سے آپ رحمہ اللہ نہایت تیزی سے وضو خانے کی طرف گئے مگر فوراً واپس آ گئے ۔ مجھے حیرت ہوئی کہ آپ رحمہ اللہ اتنی جلدی واپس کیوں کر آ گئے ۔ باہر آتے ہی آپ رحمہ اللہ نے پانی کا لوٹا منگوایا اور بائیں ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن دھویا اور پھر وضو خانے میں چلے گئے ۔ فارغ ہوئے تو فرمایا کہ میں وضو خانے میں گیا ہی تھا کہ میری نظر ناخن کی پشت پر پڑی تو سیاہی کا وہ نقطہ نظر آیا جو قلم کی درستگی جانچنے کے لیے انگوٹھے پر میں نے لگایا تھا ۔ وہ سیاہی کا نقطہ بھی حروف قرآنی کی کتابت کے اسباب میں سے تھا ۔ اس نقطہ سیاہی کے ساتھ مجھے پیشاب خانے میں بیٹھنا ادب کے منافی معلوم ہوا اگرچہ پیشاب کا تقاضا شدت کا تھا اور اس کی وجہ سے میں تکلیف میں تھا لیکن ترک ادب کی تکلیف اس سے بھی زیادہ سخت تھی ۔ (ص ۱۷۰ بحوالہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ادب ص ۸۷)

نام کتاب :۔ حقیقت ذکر الٰہی …… مصنف :۔ سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ
ناشر :۔ صدر شعبہ علوم اسلامیہ، انجینئرنگ یونیورسٹی (لاہور)

روحانی بیماریوں کا جائزہ :۔ اگر روحانی بیماریوں کا جائزہ لیا جائے، تو حقیقت میں بیماریاں دو ہی ہیں:

۱۔ عقیدہ و عمل میں تضاد کی بیماری ۔ اس بیماری میں عقیدہ درست ہوتا ہے، ذہن خیر و شر میں حد فاصل کھینچتا ہے لیکن اعضاء و جوارح عقیدے کا ساتھ نہیں دیتے، عقل کہتی ہے کہ اللہ کی محبت تمام محبتوں پر غالب ہونی چاہیے مگر عین اس وقت جب عقل یہ کہہ رہی ہوتی ہے، انسان محسوس کرتا ہے کہ حب مال، حب جاہ، حب حسن مجاز اللہ کی محبت پر چھا گئی ہے ۔ انسان تسلیم کرتا ہے کہ غیر اللہ کا در دل میں نہیں ہونا چاہیے، مگر دل میں جھانکتا ہے تو جھوٹے خداوندوں کے خوف سے اسے ملوث پاتا ہے ۔ انسان مانتا ہے کہ حسد، بغض، کینہ، عناد، تکبر، بخل، روحانی بیماریاں ہیں اور دل ان سے پاک ہونا چاہیے، مگر اس کے باوجود دل میں ان سانپوں کو رینگتا ہوا دیکھتا ہے ۔ ذہن میں یہ سوال ابھرتا ہے کہ عقیدہ و عمل کے اس تضاد کا علاج کیا ہے؟

دوسری روحانی بیماری کا نتیجہ نگاہ تشکیک :۔ ۲۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ خود عقیدے کی چولیں ڈھیلی ہو جاتی ہیں ۔ ذہن خیر و شر میں واضح طور پر حد فاصل نہیں کھینچتا ہے ۔ عقل سرکش ہو کر چھوٹی ہو جاتی ہے اور ہر وہ بات جو اس کی گرفت میں نہیں آتی، اس کے وجود ہی سے منکر ہو بیٹھتی ہے اس بیماری میں سوچنے کا انداز یوں ہوتا ہے ۔ جانے اس کائنات کا نظام چلانے والا کوئی ہے بھی کہ نہیں ۔ وحی و تنزیل کی حقیقت کیا ہے، وحی غیر مرئی، ملائکہ کا وجود غیر مرئی خدا کی ہستی نا قابل ادراک، روح کا کوئی مستقل وجود ہے یا حیات مادے ہی کا خاصہ ہے اور مادے سے ہٹ کر حیات کا کوئی وجود نہیں ۔ پھر حیات بعد الممات کیا ہے؟

وہ شے جو حواس کی گرفت میں نہیں آتی، انسان اس کے وجود میں متشکک (Sceptic) ہو جاتا ہے ۔ اس تشکیک کا علاج کیا ہے؟

عقیدہ و عمل میں تضاد کی وجہ :۔ عقیدے اور عمل میں تضاد کیوں ہوتا ہے؟ انسان کا وجود مختلف اور متضاد عناصر سے مرکب ہے ۔ اس کے خمیر میں حیوانیت، بہیمیت، سبعیت، ملکیت، یہ سب کچھ گندھا ہوا ہے ۔ جب ملکیت، بہیمیت و سبعیت سے مغلوب ہو جاتی ہے، عقیدہ و عمل میں تضاد رونما ہوتا ہے ۔ جب نفسانیت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو اعضاء ذہن کا ساتھ نہیں دیتے ۔ اس آیت میں اسی حقیقت کی نشان دہی کی گئی ہے ۔

"ان النفس لا مارة بالسوءِ" (۱۲:۵۳) نفس برائی کا بہت حکم دینے والا ہے ۔

قرآن مجید نے نفس کے علاوہ ایک اور دشمن کی خبر دی ہے جو برائی پر اکسانے والا ہے ۔

ان الشیطن لکم عدوفا تخذوہ عدواً (۳۵:۶) ترجمہ: یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے ۔ اسے (دل و دماغ کی ہم آہنگی کے ساتھ) دشمن سمجھو ۔

شیطان کو بھی نفس ہی نے بہکایا :۔ شیطان کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "یجری کمجری الدم" (وہ انسان کی رگوں میں خون کی طرح دوڑتا ہے)

اور اس میں اچنبھے کی کوئی بات نہیں۔ جیسے انسانی جسم میں ہوا کی آمد و رفت جاری ہے۔ جیسے بجلی جسم میں سرایت کر جاتی ہے۔ شیاطین کے ارواح ہیں، ان کا جسم میں سرایت کر جانا آسانی سے سمجھ میں آتا ہے۔ شیطان بڑا گھاگ اور خرانٹ ہے۔ وہ سرد و گرم عالم چشیدہ ہے۔ اس نے چرخ کی ان گنت گردشیں دیکھی ہیں۔ وہ ہر شخص کی کمزوریوں پر نظر رکھتا ہے اور نفس کے کمزور ترین حصے کو چھوتا ہے۔ وہ ایسا احمق نہیں کہ جس شخص کے خمیر میں فیاضی گندھی ہوئی ہو، جس کی ہڈیوں میں سخاوت رچی ہوئی ہو، وہ اسے بخل پر آمادہ کرے گا وہ اسے اسراف پر آمادہ کرے گا، وہ اسے تبذیر پر مائل کرے گا، وہ اسے بے جا اور بے محل خرچ کرنے پر اکسائے گا، وہ ایک نازک مزاج شاعر کو قتل و غارت پر آمادہ نہیں کرے گا۔ وہ سمجھتا ہے کہ اس میں دھینگا مشتی کی صلاحیت نہیں۔ وہ اسے شراب نوشی اور حسن پرستی پر اکساتا ہے۔

پس نفس اور شیطان دو بڑے دشمن ہیں اور نفس شیطان سے بھی بڑا دشمن ہے۔ آدم و حوا علیہم السلام کو شیطان نے بہکایا "فازلھما الشیطان" مگر خود شیطان کو کس نے بہکایا؟ اسے نفس ہی نے بہکایا۔ اس وقت تو کوئی اور شیطان نہ تھا۔

نفس اور شیطان سے بچنے کا طریقہ:۔ اب سوال یہ ہے کہ نفس اور شیطان کو کیسے پچھاڑیں؟ انہیں پچھاڑنے کے لیے ناگزیر ہے کہ پہلے کتاب و سنت کی روشنی میں ان کی حقیقت معلوم کریں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "الشیطان جاثم علی قلب ابن آدم فاذا ذکر اللہ خنس واذا غفل و سوس "(بخاری شریف) شیطان آدمی کے دل پر جم کر بیٹھتا ہے۔ جب آدمی اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے اور جونہی انسان ذکر سے غافل ہوتا ہے۔ جی میں دوسے ڈالتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جب انسان اللہ کا ذکر کرتا ہے تو شیطان کو جو ابن آدم کے دل پر جم کر بیٹھتا ہے اور رگوں میں خون بن کر دوڑتا ہے، آدمی کے جسے سے باہر آنا پڑتا ہے اور جب تک آدمی ذکر میں مشغول رہتا ہے، ذکر کا نور اسے قریب نہیں آنے دیتا۔

غافل دل شیطان کے نشیمن:۔ آپ یقین کیجیے کہ جو لوگ اللہ کے ذکر سے غافل ہیں، شیاطین نے ان کے سینوں کو اپنا نشیمن بنا رکھا ہے۔

ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہ شیطناً فھولہ قرین (۳۶:۴۳)

جو شخص اس رحم کرنے والے آقا کے ذکر سے اندھا ہو جاتا ہے ہم اس پر شیطان مقرر کر دیتے ہیں اور وہ شیطان ہر وقت اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ وہ خدا جو ہمیں عدم سے وجود میں لایا اور جس نے بتدریج ہمیں حد کمال تک پہنچایا، وہ خدا جو دن رات ہم پر جسمانی، ذہنی اور روحانی نوازشوں کی بارش کرتا ہے، ہم میں سے جو اس محسن اعظم کی یاد سے غافل ہو جاتا ہے، اللہ کا قانون یہی ہے کہ اس احسان فراموش کی روحانی مناسبت شیاطین سے ہو جاتی ہے۔

روحانی ایٹم بم سے نفس اور شیطان پر بمباری:۔ ذکر الٰہی چونکہ شیطان کے حق میں بمباری سے کم نہیں۔ اس لیے وہ جس پر مسلط ہوتا ہے۔ پہلا کام وہ یہ کرتا ہے کہ اسے اللہ کے ذکر سے غافل کر دیتا ہے۔ "استحوذ علیھم الشیطن فانسھم ذکر اللہ اولٰئک حزب الشیطن الآ ان حزب الشیطن ھم الخسرون" (۱۹:۵۸)

شیطان ان پر مسلط ہوا تو اللہ کا ذکر انہیں بھلا دیا۔ یہی لوگ شیطان کی ٹولی میں ہیں دیکھو شیطان کی ٹولی ہی گھاٹے میں رہنے والی ہے۔

جب بھی کوئی دشمن پر قابو پالیتا ہے تو سب سے پہلے وہ دشمن سے ان ہتھیاروں کو چھینتا ہے جو اس کے لیے ہلاکت کا سامان ہیں۔

اس آیت سے اور بھی وضاحت ہوگئی کہ ذکر الٰہی شیطان کے لیے حد درجہ ہلاکت آفریں ہے جبھی تو انسان پر قابو پاتے ہی ذکر الٰہی سے غافل کرنے کی فکر سب سے پہلے اسے دامن گیر ہوتی ہے۔

پس یہ بات واضح ہوئی کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں شیطان کا علاج ذکر الٰہی ہے۔

ذکر الٰہی دلوں کی صفائی کا ذریعہ:۔ اب آیئے قرآن و حدیث کی روشنی میں نفس کا علاج تلاش کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: لکل شئی صقالۃ وصقالۃ القلوب ذکر اللہ (بیھقی) ہر شے کو چمکانے کے لیے پالش ہوتی ہے اگر دلوں کو تم صیقل کرنا چاہو

تو اللہ کے ذکر سے صیقل کرو۔

پس اگر دل کو حسد، بغض، تکبر، بخل کے گرد و غبار سے صاف کرنا چاہو تو اس کی تدبیر بھی ذکر الٰہی ہے۔

یکے دواست بدار الشفاء میکدہ ہا زہر مرض کہ بنالد کسے شراب دہید

آٹھ پہر ذکر کی اہمیت و دلیل:۔ چونکہ نفس اور شیطان دونوں کا علاج ذکر ہے اسی لیے قرآن نے دوام ذکر پر زور دیا: فاذ اقضیتم الصلوٰة فاذكروا الله قياماً وقعوداً وعلىٰ جنوبكم (۱۰۳:۴) جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ تو اللہ کا ذکر کرو۔ اٹھتے بیٹھتے، پہلو بدلتے ہوئے۔ اور اللہ والوں کے بارے میں فرمایا: الذين يذكرون الله قياماً وقعوداً وعلىٰ جنوبهم (۱۹۱:۳) وہ اللہ کو یاد کرتے ہیں کھڑے ہوں، بیٹھتے ہوں یا لیٹے ہوں۔ اسلامی نقطہ نظر یہ ہے کہ صلح ہو یا جنگ ہو، بزم ہو یا رزم ہو اللہ کا ذکر مسلسل اور پیہم کرو۔ سورۂ انفال میں ہے: يايها الذين امنوا اذا لقيتم فئة فاثبتوا واذكروا الله كثيراً لعلكم تفلحون (۴۶:۸)

اے ایمان والو! جب کسی جتھے سے تمہاری ٹکر ہو جائے تو جم کر لڑو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تا کہ تمہیں کامرانی حاصل ہو۔

جب حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام سے کہا گیا کہ فرعون سرکش ہو گیا، جاؤ اسے سمجھاؤ، تو ساتھ ہی کہا: "ولا تنيا في ذكري" (۴۲:۲۰) میری یاد میں سستی نہ کرنا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں حدیث میں آیا ہے: كان يذكر الله على كل احيانه (مسلم) وہ ہر آن، ہر لحہ اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا:

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان شرائع الاسلام قد كثرت على فاخبرني بشي اتشبث به"

اسلام کے احکام تو بہت سے ہیں مجھے کوئی ایک بات ایسی بتا دیجئے جسے میں اپنا دستور العمل ٹھہرا لوں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: "لايزال لسانك رطباً من ذكر الله" (ترمذی) تیری زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر و تازہ رہے۔

دوام ذکر ہر بیماری کا علاج:۔ پس دوام ذکر ہی عقیدہ و عمل میں تضاد کا علاج ہے۔ اسی سے ملکیت بہیمیت پر غالب ہوتی ہے اسی سے تزکیہ نفس ہوتا ہے۔ اسی سے جذبات کی تطہیر ہوتی ہے۔ وہ لوگ جنہیں اللہ کے راستے کی معرفت حاصل ہوئی، اللہ کی یاد سے پل بھر کی غفلت کو بھی معصیت سمجھتے ہیں۔

صرف عصیاں ہوا وہ لحظہ عمر جو تری یاد میں بسر نہ ہوا

تمام مذہبی جماعتوں کیلئے ذکر کے دوام کی ضرورت:۔ پس وہ تمام مذہبی جماعتیں جو ذکر الٰہی کی الٹی سیدھی تعبیریں کرتی ہیں اور ذکر الٰہی سے گریز کی راہیں ڈھونڈتی ہیں، ان کے نظریات و افکار میں شیطانی وساوس کو دخل ہوتا ہے۔ شیطان ان کے جی میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ ذکر الٰہی سے مراد یہ ہے کہ وہ یاد رہے.... یعنی اس کا خیال رہے اور خیال کی حقیقت بھی اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ اس کے بتلائے ہوئے کاموں پر عمل کیا جائے۔ یوں شیطان بہکا پھسلا کر ذکر الٰہی سے انہیں غافل کر دیتا ہے اور ان پر مسلط ہو جاتا ہے۔ ذکر الٰہی سے گریز قرآن مجید کی نظر میں منافقت کی نشانی ہے۔ ولا يذكرون الله الا قليلاً (۱۴۲:۴)

جو فرقہ اللہ کی عبادت سے فرار کے بہانے تراشے اور یہ کہے کہ قرآن مجید میں تو پانچ نمازوں کا ذکر نہیں ہے، خود اللہ کی عبادت سے یہ فرار میری نظر میں ان کی ضلالت اور گمراہی کی سب سے بڑی دلیل ہے، وہ عمل کہ جب سے فرض ہوا اس وقت سے لے کر آج تک پورے عالم اسلامی میں بلا ناغہ پانچ وقت دہرایا گیا، اس عمل کے بارے میں ان کی یہ کٹ حجتیاں اور حیلہ سازیاں ان کے محجوب ہونے کی خبر دیتی ہیں۔

اہل اللہ کی پہچان:۔ اللہ والوں کی تو یہ پہچان ہے کہ وہ اس کی بارگاہ میں بار بار حاضر ہونے کے لیے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔ پانچ نمازوں سے بھی ان کی محبت کی پیاس نہیں بجھتی۔ کبھی چاشت اور کبھی اشراق، کبھی صلوٰۃ اوابین اور کبھی صلوٰۃ تسبیح سے پیاس بجھاتے ہیں۔ وہ

"الذین یبیتون لربھم سجدا وقیاماً" کی مجسم تفسیر ہوتے ہیں۔ ان کی راتیں اس عالم میں بسر ہوتی ہیں کہ کبھی اپنے رب کے حضور میں کھڑے ہوتے ہیں اور کبھی سجدہ ریز ہوتے ہیں۔ کہاں یہ نفوس قدسیہ کہ اٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے، پہلو بدلتے ہوئے آٹھوں پہر چونسٹھ گھڑی ان کی زبانیں اور ان کی روحیں ذکر الٰہی میں ڈوبی ہوئی ہیں اور کہاں وہ بندگان غفلت شعار اور گم گشتگان راہ کہ ان کے لائحہ عمل میں ذکر الٰہی کا سرے سے مذکور ہی نہیں۔ شتان ما بینھما

ذکر اللہ سے امراض دور ہونے کی علت:۔ اب سوال یہ ابھرتا ہے کہ آخر یہ کیا بات ہوئی کہ محض چند الفاظ کی تکرار سے شخصیت کے تمام گوشے متاثر ہونے لگتے ہیں اور قوت عمل جاگ اٹھتی ہے۔ محض زبان کو حرکت میں لانے سے جی کا غبار دھلنے لگتا ہے۔ روحانی بیماریاں چھٹنے لگتی ہیں اور عقیدہ و عمل میں ہم آہنگی پیدا ہونے لگتی ہے، آخر اس کی علت کیا ہے؟

آیئے اسی دانائے سبل ﷺ سے پوچھیں اور انہی کے فرمودات کی روشنی میں اس کا جواب تلاش کریں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے لایقعد قوم یذکرون اللہ الا حفتھم الملئکۃ وغشیتھم الرحمۃ ونزلت علیھم السکینۃ وذکرھم اللہ فی من عندہ (رواہ مسلم)

جب بھی کچھ لوگ اللہ کے ذکر کی خاطر مل بیٹھتے ہیں۔ فرشتے ان کا احاطہ کر لیتے ہیں، رحمت انہیں ڈھانپ لیتی ہے، سکینت ان پر نازل ہوتی ہے اور خدا بھی ان کا ذکر کرتا ہے، ان سے جو اس کے پاس ہیں۔

آسمان سجدہ کنند بہر زمینے کہ برو یک دو کس، یک دو زماں، بہر خدا بنشینند

اس حدیث سے واضح ہوا کہ جو لوگ بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں، ان آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سمجھا دیئے ہیں، ناگزیر ہے کہ ان پر رحمت وسکینت کا ورود ہو۔

رحمت کی حقیقت سلطان العارفین رحمہ اللہ کی نگاہ میں:۔ اس رحمت اور سکینت کی حقیقت کیا ہے؟ وہ ایک جوہر ہے جس کا ورود قلب پر ہوتا ہے۔ وہ جوہر جو تمام روحانی بیماریوں کی دوا ہے۔ بجا کہا حضرت سلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے نور الھدیٰ میں: "مجرد نزول انوار ہمہ اوصاف ذمیمہ را از قلب بری کند"۔ (انوار الٰہی کا محض دل سے لمس تمام روحانی بیماریوں کو اُچک لیتا ہے۔

وہ شخص ذکر کی حقیقت وروح سے یکسر محروم رہا جس نے سکینت سے مراد محض ذہنی سکون سمجھا اور رحمت کے جوہر سے آشنا نہ ہوا۔

پس یہ رحمت تمام روحانی بیماریوں کی دوا بھی ہے اور اللہ والوں کی روحانی غذا بھی۔ یہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی" (متفق علیہ)

میں رات اپنے رب کے پاس بسر کرتا ہوں وہ مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔ تو اس سے مراد بھی روحانی رزق ہے جسے عامۃ الناس کو سمجھانے کے لیے کھلانے پلانے سے تعبیر کیا۔

اہل اللہ پر رحمت وسکینت کی مختلف اقسام:۔ ذہن میں ایک استفہامیہ نشان یہ بھی ابھرتا ہے کہ رحمت وسکینت کے معانی میں حد فاصل کیسے کھینچی جائے۔ اگر یہ مترادف لفظ ہیں تو صرف "غشیتھم الرحمہ" کہنا ہی بس کرتا تھا اور "نزلت علیھم السکینہ" حشو وزوائد میں سے ہوا اور اس افصح العرب ﷺ کے بارے میں یہ خیال کرنا کہ وہ فالتو لفظ بولتے تھے، بہت بڑی بدگمانی ہے۔ قرآن وحدیث میں اسی قبیل کے متعدد الفاظ آئے ہیں: صلوٰۃ، سلام، رحمت، برکت سکینت۔ ان کے معانی میں حد فاصل کھینچنے میں دقت ہوتی ہے۔

اگر چشم بصیرت ہو تو عالم روحانی کی حقیقتوں پر یہ عالم آب وگل بھی دلالت کناں ہے۔ یہ مادی رزق جو اللہ نے اپنی تمام مخلوق کے لیے پیدا کیا۔ جسے ملحد، زندیق، کافر، اسے گالیاں دینے والے، اس کے وجود سے انکار کرنے والے سبھی کھاتے ہیں، اللہ نے اس میں کس قدر تنوع پیدا کیا۔ سبزیوں اور پھلوں کی اقسام پر غور کیجیے۔ آم پیدا کیے تو اس کی بیسیوں قسمیں بنائیں۔ خربوزہ پیدا کیا تو ساتھ سردا اور گرما پیدا کیا۔ مختلف اقسام وانواع، پھر ہر نوع میں تنوع در تنوع۔

پھر کیا اس رزق میں اللہ نے کوئی تنوع نہ رکھا، جو اس نے اپنے عاشقوں اور محبوبوں کے لیے پیدا کیا۔ وہ رزق جو ان بندوں کے لیے پیدا کیا۔ جنہوں نے اس کی خاطر دو جہانوں کو خیر آباد کہا اور اس کی ذات کے لیے وقف ہو گئے کیا وہ ایک ہی قسم کی رحمت ہے جو اہل ذکر کی روح پر وارد ہوتی ہے۔ جو شخص یہ سمجھتا ہے وہ نوامیس فطرت سے یکسر نا آشنا ہے۔ جب اس نے رحمت کی تخلیق کی تھی، تو اس کی صفت خلاقی بھر پور جوش میں آئی تھی اور اس نے ان گنت رحمت کی قسمیں پیدا کیں۔ اتنی قسمیں جنہیں تم حیطہ شمار میں نہ لا سکو، یہ صلوٰۃ، یہ سلام، یہ رحمت، یہ برکت، یہ سکینت یہ سب اس کی رحمت کی انواع و اقسام ہیں جو اہل اللہ کے سینوں پر وارد ہوتی ہیں۔ وہ لوگ جو اس لذت سے محروم ہیں، وہ لغت میں صلوٰۃ، سلام، رحمت، برکت اور سکینت کے معانی ڈھونڈتے ہیں اور جب ان کے معانی میں کوئی حد فاصل نہیں کھینچ سکتے تو پریشان ہوتے ہیں۔

عاشقی نہ شدی، محنت الفت کشیدی　　کس پیش تو غم نامہ ہجراں چہ کشاید

(اور) من لم یذق حرق الهوی　　لم یدر ما جهد البلاء

روحانی کیفیت سے آشنائی:۔ یہ بات تو سینے پر وارد ہونے کی ہے۔ زبانی سمجھانے کی نہیں ہے۔ کیفیت روحانی ہو، ذہنی ہو یا جسمانی، وہ محسوس تو کی جا سکتی ہے، مگر دوسرے کو سمجھائی نہیں جا سکتی۔ جیسے کسی آدمی نے آم نہ کھائے ہوں۔ آپ اسے ہزار سمجھائیں کہ لنگڑے کی یہ لذت ہے، دسہری کی حلاوت ایسی ہے اور ٹپکے کا مزا ایسا ہوتا ہے۔ وہ ان لذتوں کا فرق سمجھنے سے یکسر قاصر رہے گا۔

روحانی لذت کے سامنے ہر کیفیت ہیچ:۔ پھر یاد رکھو کہ اس روحانی رزق کی لذت کے سامنے کائنات کی تمام لذتیں ہیچ ہیں۔ یہ جو تم اہل اللہ کو دیکھتے ہو کہ رات بھر اس کی بارگاہ میں بیٹھے رہتے ہیں، یونہی خشک اور بے لذت تو نہیں بیٹھے ہیں۔

دیدہ باشند از رخ آں دوست اندک جلوہ　　ورنہ از احیائے شب، شب زندہ داراں راچہ حظ

دوست کے مکھڑے کی کچھ جھلکیاں انہیں نظر آتی ہوں گی، وگرنہ رات بھر جاگنے کی انہیں کیا پڑی ہے۔

یہ جو صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک اس کے حضور میں جم کر بیٹھے رہتے ہیں جبکہ باد نسیم اور نمازیوں کو بھی تھپک تھپک کر سلا رہی ہوتی ہے، روحانی غذا کھاتے ہیں اور شدید سرور و کیف کے عالم میں ہوتے ہیں۔

یہ جو ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ نے بادشاہت پر لات ماری اور تخت و تاج اس سے چھوٹ گیا، تو یہ محض اس لیے کہ اللہ کا ذکر بادشاہت سے لذیذ تر تھا۔ سلطان العارفین رحمہ اللہ نے اپنے دیوان کے مطلع میں اسی روحانی رزق کی لذتوں کا ذکر کیا ہے۔

اندر بوٹی مشک مچایا جاں پھلن پر آئی ہو

ذکر سے میرا سینہ مہک اٹھا ہے اور قریب ہے کہ میں اپنے آپ میں نہ رہوں۔

روحانی لذت سے نا آشنا...... محروم و کم نصیب:۔ پس محروم اور کم نصیب ہیں وہ لوگ جنہیں اس روحانی رزق سے کوئی حصہ نہیں ملتا ہے اس سے بڑھ کر بدبختی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ کے ہاں تمہارا راشن کارڈ ہی نہ بنا ہو۔ جب تک فیضان نہیں ہوتا ہے عبادت طبیعت پر گراں گزرتی ہے۔

انها لكبيرة الاعلى الخاشعين　اور فیضان ہو تو نماز آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور زندگی کی سب سے بڑی لذت۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے "جعلت قرة عينی فی الصلوٰة (نسائی) میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے۔

خبیب رضی اللہ عنہ بن عدی کو جب پھانسی پر لٹکانے کے لیے لے جا رہے تھے تو کفار نے پوچھا کوئی آرزو ہو تو کہو: فرمایا: "مجھے دو رکعت نماز پڑھ لینے دو"۔

روحانی لذت کے بغیر زندگی ادھوری:۔ جب انسان اس روحانی غذا کی لذت سے آشنا ہو جاتا ہے تو وہ اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس نشہ رحمت و سکینت کے بغیر زندگی اسے پھیکی اور بے کیف معلوم ہوتی ہے، جیسے بھوکا بیتابی سے روٹی کی طرف لپکتا ہے اور پیاسا بے

چینی سے پانی کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہے۔ اسی بے تابی اور بے قراری سے وہ اللہ کے ذکر و عبادت اور مخلوق کی خدمت کی طرف لپکتا ہے تا کہ بادۂ رحمت سے وہ روح کی پیاس بجھا سکے وہ لوگ جو رحمت و سکینت کی فضا میں جیتے ہیں، وہ اگر اس کے احکام پر عمل نہ کریں اور اس کی منہیات سے نہ بچیں تو وہ فیضان رحمت سے محروم ہو جاتے ہیں اور فیضان رحمت کے بغیر ان کا دم گھٹتا ہے اور زندگی اداس ہو جاتی ہے یوں بغیر کسی کاوش اور مشقت کے زندگی نیکی اور بھلائی کے سانچے میں ڈھل گئی۔ عقیدہ و عمل میں ہم آہنگی پیدا ہوئی اعضاء و جوارح عقیدے کا ساتھ دینے لگے۔

ذکر الٰہی سے رحمت کا ورود ہوتا ہے۔ وہ رحمت تمام روحانی بیماریوں کی دوا ہے اور اہل اللہ کی روحانی غذا ہے۔ وہ رحمت رات کے اندھیرے ہی میں نہیں، دن کے اجالے میں برستی ہے۔ وہ رحمت نیند کی حالت میں نہیں، ہوش و آگہی کے عالم میں برستی ہے۔ وہ دن دہاڑے برستی ہے اور عالم بیداری میں برستی ہے۔۔

نہ شبم، نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

لذت ہمیں تو حاصل نہ ہوئی......!۔ آپ بھی جی میں کہتے ہوں گے کہ یہ کیا پہیلیاں ہیں۔ یہ کیا کہتے ہیں، ذکر تو کبھی کبھار ہم بھی کرتے ہیں۔ نماز ہم بھی پڑھتے ہیں مگر یہ رحمت و سکینت کی بارش برسنے کا کوئی حادثہ ہمیں تو پیش نہیں آیا۔ وہ رحمت اگلے وقتوں میں برستی ہوگی۔

اے شوق منفعل یہ تجھے کیا خیال ہے؟

اس کی صفت رحمان و رحیم بھی ازلی و ابدی ہے۔ وہ پل بھر کے لیے بھی کبھی معطل نہیں ہوئی۔ وہ سرمدی اور لم یزلی ہے۔ صفت رحمان کا تقاضا ہے کہ رحمت ہر دور میں برسے۔ آپ کہیں گے یہ باتیں تو لذیذ ہیں مگر کیا تدبیر کریں کہ رحمت کا ورود ہونے لگے؟

ہم پر ورود رحمت کیوں نہیں ہوتا؟:۔ یہ مرض عام ہو گیا ہے کہ ذکر دنیوی اغراض کے لیے کیا جاتا ہے کوئی ملازمت کے لیے ذکر کرتا ہے کوئی شادی کے لیے تسبیح پھیرتا ہے، کوئی وظیفے پڑھتا ہے کہ اس کے ہاں اولاد نہیں، کوئی اس لیے پڑھتا ہے کہ میرے ہاں لڑکیاں ہوتی ہیں اور لڑکا نہیں۔ دنیا کے دھندے اور جنجال کبھی ختم ہونے والے نہیں۔ ایک جھنجھٹ سے انسان نکلتا ہے تو دوسرے میں گرفتار ہوتا ہے اور یہ سلسلہ لامتناہی ہے۔ بدنصیب ہیں وہ لوگ جن کا مقصود ذکر الٰہی سے محض دنیوی خواہشات کی تکمیل ہے۔

اخلاص ہی حصول برکت کا ذریعہ ہے:۔ اے طالب! تو اللہ کا ذکر اللہ ہی کے لیے کر۔ اس کی رضا اور خوشنودی کو اپنا مقصود ٹھہرا لے۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اصحاب صفہ کی دلجوئی اور پاس خاطر کی دو بار تلقین کی گئی۔ یہ جو اصحاب صفہ کو مقام حاصل ہوا تو اس کا باعث قرآن نے یہ بتلایا کہ وہ اللہ کو اس کی رضا کی خاطر یاد کرتے ہیں۔ "ولاتطرد الذین یدعون ربھم بالغداۃ والعشی یریدون وجھہ "(٥٢:٦) ان لوگوں کو اپنے سے پرے نہ ہٹایئے، جن کی صبحیں اور شامیں اپنے رب کی یاد میں بسر ہوتی ہیں (اور یا اس لیے کرتے ہیں کہ) اس کے مکھڑے کے طالب ہیں۔

"واصبر نفسك مع الذین یدعون ربھم بالغدٰوۃ والعشی یریدون وجھہ ولاتعد عیناك عنھم "(٢٨:١٨)

اور ضبط کے ساتھ بیٹھے رہئے ان لوگوں کے ساتھ جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح و شام، اس کے مکھڑے کے طالب ہیں۔ ان سے نگاہ التفات نہ ہٹایئے۔

دونوں آیتوں میں اس بات پر زور دیا گیا کہ یریدون وجھہ... وہ اس کی رضا چاہتے ہیں۔

پس اے طالب! تو اپنی نیت کو سیدھا کر اور دل و دماغ کی ہم آہنگی سے کہہ:"الھی انت مقصودی و رضاك مطلوبی" اے اللہ! میرا مقصود تو ہے اور تیری رضا مجھے مطلوب ہے۔

جھد کن تاترك غیر حق کنی دل ازیں دنیائے فانی بر کنی
کوشش کرو کہ تم غیر اللہ سے دامن جھٹک سکو اور اس دنیائے فانی سے دل نکال سکو۔

چوں الف گر تو مجرد می شوی　　ندری رہ مرد منفرد می شوی

اگر تو الف کی طرح (دنیوی حرص کی آلائشوں سے) الگ تھلگ ہو جائے تو اس راستے کا تو مرد یکتا ہو۔

اگر کسی شریف آدمی سے تم وفا کرو۔ اس کے آستانے کے لیے وقف ہو جاؤ اور اس کی محبت کی بناء پر اس کی چاکری کرو، تو وہ بھی تمہاری حاجتوں کا خود خیال کرتا ہے، وہ کہتا ہے اسے کھانا دو، کہیں بھوکا تو نہیں؟ اسے لحاف دو کہیں سردی تو نہیں لگتی ہے، اس کے کپڑے پھٹ گئے ہیں، اسے کپڑے بنا کر دو، جب ایک شریف آدمی کی محبت کے یہ تقاضے ہیں تو اس رب العالمین کے بارے میں تمہارا گمان کیا ہے؟ تم اگر اس سے وفا کرو اور اس کی محبت میں اسے یاد کرو تو وہ چن چن کر تمہاری ایک ایک حاجت کو پورا کرے گا۔ حدیث قدسی ہے:

یا ابن آدم تفرغ لعبادتی اسد فقرك (احمد) اے ابن آدم! تو میری عبادت کے لیے فارغ ہو بیٹھ میں تیری ضرورتوں کو پورا کرونگا۔

کارساز مابفکر کار ما　　فکر ما در کار ما آزار ما

ذکر اور دعا کا صحیح طریقہ:۔ جتنی عمر تم نے دنیا کے دھندوں کے لیے وظیفے پڑھے۔ اے کاش! اس کی عشر عشیر تم اللہ کی خاطر پڑھتے تو تم اس کے مقبول بندوں میں شمار ہوتے۔ اے طالب! تو ذکر اللہ ہی کے لیے کر اور دنیا کے دھندوں کے لیے دعا مانگ۔ دعا تیری عاجزی، تیری بیچارگی اور تیری درماندگی کا اظہار ہے۔ یہی اعتدال کی راہ ہے اور یہی مسنون طریقہ ہے۔ دعا بھی اپنے جی سے گھڑ کر نہ مانگ، تیری عقل ناقص ہے۔ تیری معرفت ادھوری ہے۔ تو انگاروں کو پھول سمجھتا ہے اور پھول تجھے انگارے نظر آتے ہیں تو سم قاتل کو شہد سمجھ کر مانگتا ہے۔ تیری دعائیں کچی اور بودی ہیں۔ دعائیں وہی مانگ جو سرور دنیا و دین ﷺ نے سکھلا دی ہیں۔ ان دعاؤں سے سرمو انحراف نہ کر۔

اہل ذکر کی صحبت اکسیر اعظم ہے:۔ اے طالب! اگر تو چاہتا ہے کہ تجھ پر رحمتوں کی بارش ہو اور تو انوار کی غذا کھائے تو اہل ذکر کی صحبت اختیار کر۔ ان کی صحبت اکسیر اعظم ہے۔ ان کی محفل کبریت احمر ہے۔ تو اپنی انانیت کو کچل کر ان کی مجلس میں جا بیٹھ۔

ابورزین رضی اللہ عنہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

''میں تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں جس سے دنیا اور آخرت کی سعادتیں تمہاری جھولی میں سمٹ آئیں''۔

"علیك بمجالس اهل الذکر و اذا خلوت فحرك لسانك مااستطعت بذکر الله"

اہل ذکر کی مجالس لازم پکڑو اور جب اٹھ کر وہاں سے جاؤ اللہ کے ذکر کے ساتھ اپنی زبانوں کو حرکت میں لاؤ۔ جہاں تک تمہارا بس چلے۔ "واحب فی الله وابغض فی الله" اور اللہ ہی کی خاطر محبت کرو اور اللہ ہی کی خاطر نفرت کرو۔

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: یا ابارزین! هل شعرت ان الرجل اذا خرج من بیته زائراً اخاه شیعه سبعون الف ملك کلهم یصلون علیه و یقولون ربنا انه وصل فیك فصله فان استطعت ان تعمل جسدك فی ذالك مافعل (بیهقی)

اے ابورزین! کیا تو نے محسوس کیا ہے کہ آدمی جب گھر سے اپنے دینی بھائی کی زیارت کی نیت سے نکلتا ہے تو ستر ہزار فرشتے اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ سب اس پر رحمتیں بھیجتے ہیں اور کہتے ہیں: اے ہمارے رب! اس نے تیری خاطر یہ تعلق قائم کیا ہے، تو بھی اس سے تعلق قائم کر۔ اے ابورزین! یہ ہے کام کرنے کا جہاں تک تمہارا بس چلے اس میں اپنا جسم کھپا دو۔

اہل ذکر کی صحبت کی برکت:۔ اہل ذکر کی صحبت تمہیں ریاضت شاقہ سے بے نیاز کردے گی۔

آنکه به تبریز یافت یک نظر شمس دیں　　طعنه زند بردهها، سخره کند برچله

تیسری بات یہ پلے باندھو کہ ذکر پیہم کرو، بلاناغہ کرو۔

کوک فریدا کوک توں، راکھا جویں جوار　　جدتک ٹانڈاناں کِرے، تو کردا رہ پکار

سلوک و معرفت میں کامیابی کے تین راز:۔ ان تین باتوں کو پلے باندھو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انها تذكرة فمن شاء ذكره
یہ تو نصیحت ہے جو چاہے اسے یاد کرے۔

غزنوی خاندان

تالیف:

عبدالرشید عراقی

ناشر:

امام شمس الحق ڈیانوی رحمۃ اللہ علیہ پبلشرز کراچی
پوسٹ بکس نمبر 18130 کراچی 74700

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب غزنوی خاندان
مصنف عبدالرشید عراقی
مقدمہ پروفیسر حکیم راحت نسیم سوہدروی / محمد تنزیل الصدیقی الحسینی
کمپوزنگ ابو عبداللہ محمد آصف فون 0300-2248783
طبع اول 2003ء مطابق 1423ھ
تعداد ایک ہزار

﴿کتاب ملنے کے پتے﴾

اسلامی اکیڈمی اردو بازار لاہور
فاران اکیڈمی اردو بازار لاہور
دار الکتب السلفیہ شیش محل روڈ لاہور
مکتبہ قدوسیہ غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور
نعمانی کتب خانہ حق اسٹریٹ اردو بازار لاہور
مکتبہ ابو ہریرہ محمدی مسجد محمد بن قاسم روڈ (برنس روڈ) کراچی
مکتبہ اہلحدیث ٹرسٹ کورٹ روڈ کراچی فون 2635935
مکتبہ نور حرم 60 نعمان سینٹر بلاک 5 گلشن اقبال، کراچی۔ فون 4965124
ادارہ الراشدیہ ٹرسٹ جامع مسجد الراشدی سوسائٹی ملیر، کراچی۔ فون 7542251

نعت چراغاں

لالۂ صحرائی

:

ناشران
رضوان اسلم نیوز ایجنسی
شوکت بازار، جہانیاں۔ ضلع خانیوال
فون - 210848

یادداشت

کتاب ــــــ نعت چراغاں
مصنف ــــــ لالۂ صحرائی
کتابت ــــــ رحمت علی انصاری۔ ملتان
تزئین و سرورق ــــــ جناب موحد
صفحات ــــــ ۲۰۸
ناشران ــــــ رضوان اسلم نیوز ایجنسی جہانیاں
بار ــــــ اوّل
طابع ــــــ فنون پریس رائل پارک۔ لاہور

(یہ کتاب مصنف کی طرف سے بلا قیمت تقسیم کرنے کی خاطر شائع کی گئی)

(۱) ذکر لوجہ اللہ کرو۔ (۲) بلا ناغہ کرو۔ (۳) اہل ذکر کی صحبت اختیار کرو۔

ان تین باتوں پر اگر تو عمل پیرا ہو جائے تو میں اس ذات کی قسم کھاتا ہوں جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ تجھ پر انوار الٰہی کی بوچھاڑ ہو جائے اور فیضان رحمت تیری رگ رگ اور نس نس کو سیراب کر دے، تمہارے دامن کے سب داغوں کو دھوڈالنے کے لیے اس فیضان کا ایک چھینٹا ہی بس کرتا ہے۔ (حقیقت ذکر الٰہی ص۲۴ تا ۲۲)

نام کتاب:۔غزنوی خاندان..... تالیف:۔عبدالرشید عراقی

نقش آغاز

متصوف غزنوی خاندان کا تعارف: برصغیر (پاک وہند) کے علمی ودینی خاندانوں میں خاندان غزنویہ (امرتسر) ایک عظیم الشان خاندان ہے۔ اس خاندان کی علمی ودینی اور سیاسی خدمات کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اس خاندان کی علمی ودینی خدمات کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور سیاسی خدمات بھی ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ تحریک آزادی وطن میں اس خاندان کے افراد نے عظیم کارنامے سرانجام دیئے۔

غزنوی خاندان کے سربراہ مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ (م 1298ھ) کی خدمات جلیلہ سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ ولی کامل تھے۔ ان کی تدریسی وتبلیغی خدمات بھی قابل قدر رہیں۔ اسی طرح مولانا سید عبداللہ رحمہ اللہ کے دوسرے صاحبزادگان عالی مقام مولانا محمد بن عبداللہ غزنوی، مولانا عبدالرحیم غزنوی اور مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ علیہم اجمعین کی تدریسی دینی وعلمی خدمات ہماری تاریخ کا ایک اہم حصہ ہیں۔

مولانا سید محمد داؤد رحمہ اللہ غزنوی خاندان کے چشم وچراغ اور گل سرسبد تھے۔ سیاسیات میں آپ دبستان ابوالکلام کے گل سرسبد تھے
(غزنوی خاندان ص 11)

مولانا سید اسمٰعیل رحمہ اللہ غزنوی کی خدمات جلیلہ قدر کے قابل ہیں۔ جلالۃ الملک سلطان عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن والئی سعودی عرب سے ان کے گہرے تعلقات تھے۔ انہوں نے ان کو حاجیوں کی خدمت پر مامور فرمایا۔ ان کا درجہ ایک وزیر کے برابر تھا ساری زندگی حاجیوں کی خدمت پر مامور رہے۔

مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کی خدمات بھی قدر کے قابل ہیں ترقی کی منزل طے کرتے ہوئے اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کے وائس چانسلر ہو گئے۔ عمر تھوڑی پائی زندہ رہتے تو نام پیدا کرتے۔ (غزنوی خاندان ص۱۲) عبدالرشید عراقی (۱۲ مئی ۲۰۰۰/۱۱صفر ۱۴۲۱ھ)

علمائے غزنوی کے عارف باللہ کی روحانی تربیت:۔ علمائے غزنویہ میں حضرت عارف باللہ مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے تدریس بھی فرمائی، لسانی تبلیغ بھی کی اور روحانی تربیت بھی کی۔ مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ نے تدریس بھی فرمائی اور روحانی تربیت بھی کی اور وعظ وتبلیغ بھی کی۔ (غزنوی خاندان ص 17)

اہلحدیث متصوفین کا جذبہ احیائے سنت:۔ مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے تصوف وسلوک کی راہوں سے آئی ہوئی بدعات کی تردید کرنے میں صحیح اسلامی زہد وعبادت اور روحانیت کا درس دیا یہ آپ کا بہت بڑا علمی کارنامہ ہے آپ رحمہ اللہ کے اس کارنامے میں آپ کے معاصرین میں مولانا غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ (م 1291ھ) اور مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی رحمہ اللہ (1313ھ) بھی شامل ہیں۔ اور آپ کے تلامذہ میں مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ (م 1331ھ) مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی رحمہ اللہ (م 1348ھ) نے بھی عوام وخواص کی روحانی تربیت کی۔ (غزنوی خاندان ص 23)

عارف باللہ کی طرف نسبت:۔ قارہ ہند کے متعدد خانوادے اس نعمت بیکراں سے بہرہ یاب ہوئے اسی سلسلہ طلائے ناب میں غزنی

کے ایک مبارک خاندان کا شمار بھی ہے جسکی نسبت حضرت عارف باللہ سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی طرف ہے۔ (غزنوی خاندان ص23)

امرتسر میں معرفت وروحانیت کا مرکز:۔ سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی بدولت امرتسر ایک روحانی مرکز بن گیا جہاں دور دور سے تشنگان علم ومعرفت اس چشمہ خورشید کی انوار اور تجلیات سے فیضیاب ہونے کے لیے اڈتے چلے آتے تھے۔ پھر اس چشمہ خورشید سے جو لوگ فیضیاب ہوئے، ان میں بھی کیسے کیسے باکمال واصحاب دانش موجود ہیں (غزنوی خاندان ص24)

ڈاکٹر غلام مرتضی کی بیعت:۔ مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ کے ایک صاحبزادے سید ابو بکر غزنوی رحمہ اللہ ہیں جو اپنے زہد وورع اور علم وفضل کی بناء پر علمی حلقوں میں مشہور ومعروف تھے اخلاص وللہیت میں بھی کمال حاصل تھا۔ ہمارے عصر کے مشہور فاضل ومبلغ ڈاکٹر ملک غلام مرتضی خان صاحب کو موصوف سے رشتہ بیعت وعقیدت حاصل تھا۔ (غزنوی خاندان ص32)

مولانا عبداللہ غزنوی کے مرشد کے حالات:۔ علامہ حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ اس وقت اپنے علاقہ کے جید عالم اور صاحب کمالات تھے 1213ھ میں قندھار میں پیدا ہوئے علمائے قندھار، ایران اور عرب سے استفادہ کیا 25 سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہوئے اور قندھار میں درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا 1241ھ میں جب حضرت سید احمد شہید رحمہ اللہ اور مولانا شاہ محمد اسمٰعیل شہید دہلوی رحمہ اللہ اپنے قافلہ کے ہمراہ قندھار پہنچے تو علامہ حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ نے حضرت شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ کی صحبت اختیار کی اور ان سے مستفیض ہوئے۔

علامہ حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ بڑے صاحب علم وفضل بزرگ تھے۔ آپ نے مختلف موضوعات پر پشتو عربی اور فارسی میں 35 کتابیں لکھیں۔ آپ نے 52 سال کی عمر میں رمضان 1265ھ میں وفات پائی۔ (ملاحظہ ہو: اردو معارف اسلامیہ: 887-890)

مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے بعض علوم اسلامیہ میں علامہ حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ سے استفادہ کیا اور اسی سلسلے میں آپ نے غزنی سے قندھار کا سفر کیا اور علامہ قندھاری رحمہ اللہ کی صحبت اختیار کی۔ مولانا سید ابو بکر غزنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

> شیخ حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ کے چشمہ علم سے پیاس بجھانے کی خاطر آپ سفر کی سختیاں جھیلتے ہوئے قندھار پہنچے کچھ مدت ان سے استفادہ کیا اور وطن لوٹ آئے اس کے بعد جب کچھ مشکل مسئلہ پیش آتا آپ انہی کو لکھ بھیجتے حضرت شیخ رحمہ اللہ کا جواب ہمیشہ محققانہ ہوتا۔ اسکے کچھ مدت کے بعد مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے دوبارہ قندھار کا سفر کیا اور بعض مشکل کے حل کے لیے اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو محقق قندھاری رحمہ اللہ نے علماء کی محفل میں فرمایا: (مسائل دینیہ راچنانکہ ایں شخص می فہم من خود نمی فہم)
>
> دینی مسائل کو جس طرح یہ شخص سمجھتا ہے میں بھی نہیں سمجھتا (داؤد غزنوی 221)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

> محقق قندھاری کے علم وفضل کی شہرت ان کے شاگردوں اور ان کی تالیفات کے ذریعہ ہندوستان تک پہنچی چنانچہ ان کے شاگرد مولوی عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ تھے جنہوں نے پنجاب اور ہندوستان کے علمی حلقوں میں بہت عزت پائی اور لوگ اس شاگرد کے علم وافر سے استاد کی عظمت کا اندازہ لگاتے تھے (سیرت سید احمد شہید 39، بحوالہ غزنوی خاندان ص33)

مستجاب الدعوات ولی کامل کی کرامت

ساری زندگی سر میں درد نہ ہونا (کرامت):۔ مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ مستجاب الدعوات تھے۔ مولانا محی الدین احمد قصوری رحمہ اللہ ان کے مستجاب الدعوات ہونے کا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ میرے والد مولانا عبدالقادر قصوری رحمہ اللہ کے پھوپھا مولوی غلام قادر کو مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے ملنے کا بہت شوق تھا ایک دن نماز عصر کے بعد شیخ کی خدمت میں امرتسر حاضر ہوئے۔ اور سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں عرض کی حضرت میرے لیے دعا فرمائیں پوچھا کیا دعا کروں عرض کیا کہ مجھے دردسر کا ایسا شدید دورہ پڑتا ہے کہ میں بے حال ہو

جاتا ہوں اور میری نمازیں قضاء ہو جاتی ہیں دعا فرمائیں کہ یہ شکایت دور ہو جائے۔ میری نماز باجماعت قضاء نہ ہو چند منٹ ہاتھ اٹھا کر دعا کی اور فرمایا قبول شد انشاء اللہ۔ دعا کے بعد میرے پھوپھا 45 سال زندہ رہے اس مدت میں نہ دردسر کی شکایت ہوئی اور نہ ہی کوئی نماز باجماعت قضاء ہوئی۔ (داؤد غزنوی:15 بحوالہ غزنوی خاندان 43)

درودیوار سے ذکر نفی اثبات (کرامت):۔ مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ ذکر الٰہی بڑی توجہ سے کرتے تھے اور ان کے ذکر سے درودیوار بھی ان کے ساتھ اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ مولانا محی الدین احمد قصوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

> ”ایک دن میاں غلام رسول قلعوی رحمہ اللہ کی کسی بات پر خفا ہو کر کہنے لگے مولوی غلام رسول تو مولوی شدی، محدث شدی، عالم شدی، واعظ شدی واللہ ہنوز مسلمان نہ شدی“ یہ کہنا تھا کہ مولوی غلام رسول رحمہ اللہ فرش پر گر گئے اور تڑپنے لگے۔ پھر فرمایا ”بگو لا الہ الا اللہ“۔

مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ اس وقت مسجد کے درودیوار سے ”لا الہ الا اللہ“ کی آوازیں آرہی تھیں۔

(داؤد غزنوی: ص 16، بحوالہ غزنوی خاندان ص 42)

بطور کرامت تکلیف نہ ہونا:۔ ایک دن حدیث کی کتاب ”ریاض الصالحین“ آپ کے سامنے پڑھی جارہی تھی جب یہ حدیث آئی کہ ”شہید کو قتل سے اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے جتنی کسی کو چیونٹی کے کاٹنے سے“ (ترمذی) تو آپ نے فرمایا: میں باوجود یہ کہ شہید نہیں ہوا تھا شہر کابل میں وہ پہلوان جو مجھے نہایت زور سے مار رہا تھا مجھے یہ بھی خبر نہ تھی کہ مجھے مار رہا تھا یا کسی اور کو۔

(الشیخ عبداللہ غزنوی 45-46، غزنوی خاندان 43)

بیک وقت محدث، فقیہ اور صوفی :۔ مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ بیک وقت مفسر بھی تھے اور محدث بھی، فقیہ بھی تھے اور مجتہد بھی راست باز صوفی بھی تھے۔ (غزنوی خاندان ص 44)

واہ عبداللہ فنافی اللہ شد:۔

واہ عبداللہ فنافی اللہ شد   ازجناب باریش تسلیم باد
چشمہ فیض کرامت شان او   رونق افزا چشمہ تکریم باد

(غزنوی خاندان ص 45)

علمائے اہلحدیث کے تاثرات

مولانا سید نواب صدیق حسن خان مرحوم فرماتے ہیں: چرخ اگر ہزار چرخ زند مشکل کہ چین ذات جامع کمالات برروئے ظہور آرد۔ (تقصار من تذکار جیود الاحرار:192)

آسمان اگر ہزار بار بھی گردش کرے تو مشکل ہے کہ اب ایسی جامع کمالات ہستی معرض وجود میں آئے۔

دوسری جگہ نواب صاحب مرحوم لکھتے ہیں کہ: سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کیا ہی خوب بزرگ تھے وہ حدیث نبوی ﷺ اور مسنون راہ باطن کے علم کے جامع تھے۔ اصول اور فروع دونوں میں سلف صالحین کے طریقے پر چلتے تھے۔ (تقصار من تذکار جیود الاحرار 194)

مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی:۔ مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی ”غایة المقصود شرح سنن ابی داؤد“ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں ”انہ کان فی جمیع احوالہ مستغرقا فی ذکر اللہ عزو جل حتی ان لحمہ وعظامہ واعصابہ واشعارہ وجمیع بدنہ کان متوجھا الی اللہ تعالی فانیا فی ذکرہ عزوجل“ (غایة المقصود:ج 12/1)

وہ ہر وقت اور ہر حالت میں خدائے بزرگ و برتر کے ذکر میں ڈوبے رہتے تھے حتی کہ ان کا گوشت، انکی ہڈیاں، ان کے پٹھے اور ان کا ہر ہر بدن اللہ کی طرف متوجہ تھا، وہ اللہ عزوجل کے ذکر میں فنا ہو گئے تھے۔

مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ:۔ آپ کے فرزند ارجمند مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

”وہ عبادت گزار، بہت زیادہ ذکر کرنے والے، اللہ کی طرف بہت زیادہ رجوع کرنے والے، اس کے ساتھ بہت جھکنے والے اور خشوع وخضوع کرنے والے تھے، گناہوں سے بچنے والے، اللہ کے حضور عاجزی کرنے والے، سب سے کٹ کر اللہ کی طرف متوجہ ہونے والے اور اسی سے دعا و التجاء کرنے والے تھے، مرد کامل اور یکتائے روزگار تھے، اللہ کی طرف الہام وخطاب سے نوازے جاتے تھے، وہ اللہ کیلئے خاص کر دیئے گئے تھے، بہت سچے بزرگ اور سخی تھے، بڑے دردمند بردبار، اللہ پر بھروسہ کرنے والے، اس کی طرف رجوع کرنے والے، مصیبتوں پر صبر کرنے والے اور اللہ کے اطاعت گزار تھے۔ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت انہیں اللہ کی راہ سے قطعاً نہ روک سکتی تھی۔
(داؤد غزنوی 219 بحوالہ غزنوی خاندان ص 46)

علامہ حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ:۔ علامہ حبیب اللہ رحمہ اللہ نے ایک دفعہ آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا: مجھ کو معلوم ہے کہ تمہاری تربیت کرنے والا اللہ عزوجل ہے۔ تم کو میری حاجت نہیں ہے اللہ عزوجل کبھی تم کو ضائع نہیں کرے گا۔ اور کبھی کوئی مشکل اور عقدہ پیش آئے گا تو مجھ کو یقین ہے کہ اللہ عزوجل کسی دیوار یا درخت کو آپ کیلئے گویا کر دے گا جس سے آپکا عقدہ حل ہو جائے گا۔ (اہل حدیث امرتسر 6 دسمبر 1918)

مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی رحمہ اللہ:۔ مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی رحمہ اللہ بھی شیخ عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے رفیق خاص تھے اور دہلی میں سید محمد نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ سے ایک ساتھ حدیث پڑی تھی۔ حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ صاحب کرامات بزرگ تھے۔ حافظ صاحب نے تصنیف وتالیف کی طرف بھی توجہ کی آپ کی زیادہ تصانیف پنجابی نظم میں ہیں آپ کی تصانیف حسب ذیل ہیں۔

1) نصاب الفقہ (انواع بارک اللہ) (2) ثیر طریقت (3) حواشی انواع علم اللہ لاہوری (4) سیف السنۃ (5) احوال الآخرت (6) زینت الاسلام (7) تفسیر محمدی (8) انواع محمدی (9) دین محمدی۔

مولانا حافظ ابراہیم آروی رحمہ اللہ:۔ مولانا حافظ ابومحمد ابراہیم بن عبدالعلی آروی رحمہ اللہ کا شمار برصغیر کے مشہور علماء واعظین میں ہوتا ہے آپ 1264ھ میں آرہ صوبہ بہار میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی کتابیں مقامی علماء سے پڑھیں اس کے بعد مزید تعلیم کے لئے دیوبند اور علی گڑھ کا سفر کیا اور مولانا یعقوب بن مملوک علی رحمہ اللہ اور مولانا لطف اللہ سے استفادہ کیا اسکے بعد واپس وطن آئے اور مولانا سعادت علی بہاری رحمہ اللہ سے بقیہ کتابیں پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ حدیث کی تحصیل کے لیے سہارن پور کا سفر کیا اور مولانا احمد علی محدث سہارن پوری رحمہ اللہ سے صحاح ستہ پڑھا اس کے بعد آپ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے۔ دہلی سے آپ امرتسر آئے اور مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی صحبت اختیار کی۔ اور ان سے اکتساب فیض کیا۔ (غزنوی خاندان ص 53)

آخر عمر میں تصوف کی طرف رجحان بڑھ جانا:۔ (مولانا ابراہیم آروی رحمہ اللہ کے بارے میں مولانا فضل حسین بہاری لکھتے ہیں کہ)

> افسوس کہ ان کی بے وقت موت سے مسلمانوں میں نہ صرف ایک فرد کی کمی ہو گئی بلکہ قوم کو من حیث القوم سخت نقصان پہنچا کیونکہ آدمی غایت ہی با اخلاص نیک نیت سچے اور جوشیلے تھے۔ جس وقت جو امر حق ان کے ذہن میں ثابت ہو گیا ایک منٹ کے لئے بھی اس پر عمل کرنے میں دیر نہیں کرتے تھے اور نہ اسکی پرواہ کرتے کہ لوگ مضحکہ اڑائیں گے یا متلون المزاج کہیں گے اسی لئے ان کی نماز اور ان کا وعظ ایسا پر اثر تھا کہ اب ان کو نہ صرف آنکھیں بلکہ دل ڈھونڈتا ہے، آخر میں طبیعت کا رجحان تصوف کی طرف اور زیادہ ہو گیا تھا عن قریب تبلیغ اسلام کے لئے یورپ، افریقہ اور امریکہ جانے والے تھے اور تبلیغ احکام کے لئے مصر شام روم اور عراق کا سفر کرنے والے تھے اس نقصان کی تلافی اب اللہ کے ہاتھ میں ہے (الحیاۃ بعد الحماۃ: 242)

مولانا رفیع الدین شکرانوی بہاری کا اکتساب فیض:۔ مولانا رفیع الدین بن بہادر علی بن نعمت اللہ صدیقی مشہور عالم اور محدث تھے 1261ھ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم مولانا محمد احسن گیلانی رحمہ اللہ سے حاصل کی اس کے بعد دہلی کا سفر کیا اور مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ سے صحاح ستہ، موطا امام مالک اور تفسیر جلالین پڑھیں آپ کے شریک درس سید شریف حسین بن مولانا سید محمد نذیر حسین تھے۔ دہلی سے فراغت کے بعد آپ امرتسر تشریف لے گئے اور مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی صحبت میں 8 ماہ گزارے اور ان سے اکتساب فیض کیا۔ اور اس کے بعد حج بیت اللہ کے لیے تشریف لے گئے۔ (مولانا رفیع الدین شکرانوی رحمہ اللہ کے تفصیلی حالات آسمان علم وفضل کے درخشاں ستارے از محمد تنزیل الصدیقی الحسینی ”زیر طبع امام شمس الحق ڈیانوی پبلشرز کراچی“ میں شامل ہیں) (غزنوی خاندان ص 57)

مولانا قاضی طلاء محمد خان پشاوری رحمہ اللہ کا اکتساب فیض:۔ دہلی سے فراغت کے بعد مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی صحبت اختیار کی اور ان سے اکتساب فیض کیا۔ (غزنوی خاندان ص 57)

مولانا قاضی عبدالاحد خان پوری رحمہ اللہ کی بیعت اصلاح:۔ مولانا قاضی عبدالاحد بن مولانا قاضی محمد حسن خان پوری رحمہ اللہ کا شمار علمائے فحول میں ہوتا ہے۔ آپ تمام علوم اسلامیہ میں یکتائے روزگار تھے۔ تفسیر حدیث فقہ اور تاریخ میں ید طولی حاصل تھا فن مناظرہ میں بھی ان کو کافی مہارت حاصل تھی۔ تحریر اور تقریر میں اپنی مثال آپ تھے۔ دہلی سے فراغت تعلیم کے بعد امرتسر آئے اور مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی صحبت میں رہ کر ان سے مستفیض ہوئے۔ مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے برادر بزرگ قاضی محمد اور قاضی محمد یوسف حسین سے پائی پھر دہلی چلے گئے اور حدیث میاں صاحب رحمہ اللہ سے پڑھی عبداللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ کے مرید تھے اس لئے خاندان غزنویہ کی حمایت میں مولوی ثناء اللہ صاحب کی مخالفت کرتے رہے اور بہت سی کتابیں لکھیں صاحب قلم اور علم وفضل تھے اسلام کی تبلیغ اور جماعت اہل حدیث کی خدمت میں عمر بسر کر دی۔ (سیرت ثنائی: 373)

مولانا محی الدین عبدالرحمان لکھوی کی بیعت اصلاح:۔ مولانا محی الدین بن حافظ محمد بن حافظ بارک اللہ لکھوی رحمہ اللہ مشاہیر علماء میں سے تھے۔ بڑے عبادت گزار اور صوفی منش بزرگ تھے مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے بوقت بیعت آپ کا نام عبدالرحمٰن تجویز کیا اور آپ رحمہ اللہ محی الدین عبدالرحمان کے نام سے مشہور ہوئے۔

مرشد کی خدمت میں وقت گزارنا:۔ فراغت تعلیم کے بعد وطن واپس آئے اور اپنے والد بزرگوار کے قائم کردہ مدرسہ محمدیہ میں تدریس شروع کی اسی اثناء میں آپ کو علم آخرت کا شوق پیدا ہوا تین سال کے بعد اپنے ایک خادم کے ہمراہ مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے ملاقات کیلئے غزنی پاپیادہ روانہ ہوئے غزنی میں آپ کی ملاقات سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے ہوئی۔ آپ کے خادم نے سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے کہا: ”پدر ایں در پنجاب چراغ است“ مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”انشاء اللہ آفتاب خواہد شد“

آپ نے سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی صحبت میں کافی وقت گزارا۔ اور ان سے اکتساب فیض کیا۔

اصلاح باطن کے لئے علماء کا خدمت میں حاضر ہونا:۔ بڑے بڑے علماء آپکی کی خدمت میں اصلاح باطن کے لئے حاضر ہوتے مولانا محی الدین عبدالرحمان لکھوی رحمہ اللہ بہت بڑے متبع سنت تھے امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیتے تمام عمر کسی کی غیبت نہیں کی صاحب کمالات بزرگ تھے آسیب زدہ مریض آپکے پاس حاضر ہوتے اور فوراً شفایاب ہو جاتے تصنیف وتالیف میں آپکی تین کتابوں کے نام معلوم ہو سکے ہیں۔

1) ترجمہ اربعین نووی (پنجابی نظم) (2) نماز مترجم (اردو) (3) حاشیہ مسلم الثبوت (عربی)

مولانا محی الدین عبدالرحمان لکھوی رحمہ اللہ نے 12 ذی قعدہ 1312ھ میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔

مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کا حصول فیض:۔ استاد پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی رحمہ اللہ کا شمار ان

جلیل القدر علمائے کرام میں ہوتا ہے جنہوں نے درس وتدریس کے ذریعہ خدمت اسلام میں نمایاں خدمات انجام دیں۔ آپ 1267ھ میں قصبہ قرولی تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم میں پیدا ہوئے۔ حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ دہلی چلے گئے اور شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ سے تفسیر حدیث اور فقہ کی تحصیل کی اور شیخ عبدالحق بن فضل اللہ نیوتنی سے بھی استفادہ کیا۔ اس کے بعد آپ سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی خدمت میں دو سال رہ کر کافی فیض حاصل کیا۔

مسلک میں تشدد اور تنگ نظری نہ تھی:۔ مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: آپ ائمہ دین کا بہت احترام کرتے تھے چنانچہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص ائمہ دین اور خصوصا امام ابوحنیفہ کی بے ادبی کرتا ہے اس کا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا۔

شمس العلماء مولانا سید میر حسن سیالکوٹی رحمہ اللہ جو میرے اور ڈاکٹر سر محمد اقبال کے استاد تھے ان کو حافظ صاحب سے بہت عقیدت تھی آپ فرمایا کرتے تھے کہ حافظ صاحب میں ایک خاص کمال ہے۔ کہ مسائل میں آپ تنگ نظر اور متشدد نہیں ہیں۔ اگر سوال وجواب کے سلسلے میں اپنی بات سے رجوع بھی کرنا پڑے تو ہچکچاتے نہیں۔ (تاریخ اہل حدیث 428-429 بحوالہ غزنوی خاندان ص 65)

میت پر ابر رحمت کا سایہ فگن رہنا (کرامت):۔ مولانا حافظ عبدالمنان رحمہ اللہ نے 16 رمضان 1334ھ 16 جولائی 1916ء وزیر آباد میں انتقال کیا۔ مولانا ابوعبداللہ جید اللہ غلام حسن سیالکوٹی رحمہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ سخت گرمی کا موسم تھا جب تک نماز جنازہ ہوتی رہی ابر رحمت نے سایہ کر رکھا تھا آپ کے جنازے پر مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم نے فرمایا کہ:

آج اس زمانہ کا امام بخاری رحمہ اللہ فوت ہوگیا ہے۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ وارفع درجاتہ (تاریخ اہل حدیث: 430 بحوالہ (غزنوی خاندان ص 65)

مولانا غلام نبی الربانی صاحب کرامت بزرگ:۔ مولانا غلام نبی الربانی بن مولوی محبوب عالم بن حافظ غلام حسین کا شمار مشہور علمائے اہلحدیث میں ہوتا ہے آپ کا شجرہ نسب 29 ویں پشت پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ 23 رمضان 1263ھ کو سوہدرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ مولانا حافظ محمد لکھوی رحمہ اللہ صاحب تفسیر محمدی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان کی خدمت میں تین ماہ رہ کر فیوض وبرکات سے مستفیض ہوئے۔ مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ علم وفضل زہد وورع اور تقوی وطہارت کا نمونہ تھے آپ مرجع خلائق عالم باعمل تھے آپ کا شمار اہل اللہ میں ہوتا ہے صاحب کرامت تھے اور نیک سیرت انسان تھے۔

حافظ محمد رمضان پشاوری:۔ مولانا حافظ محمد رمضان رحمہ اللہ کا تعلق پشاور سے تھا غالبا پیدائشی نابینا تھے۔ حافظ صاحب زہد وورع اور تقوی وطہارت کا پیکر تھے عشرہ میں پورا قرآن مجید تہجد کی نماز میں ختم کرتے قرآن پاک بڑی عمدگی سے پڑھتے گراکثر صبح کی نماز میں اکثر ہندو سکھ اور راہ گزر آپ کا قرآن مجید سننے کے لیے ٹھہر جاتے۔ تعبیر خواب کا آپ کو اللہ تعالی نے خاص ملکہ عطا فرمایا تھا پشاور کے ایک متقی عالم آغا محمد شاہ مرحوم نے آپ سے اپنی بیوی کا خواب بیان فرمایا کہ وہ پتنگ اڑا رہی ہیں اور دونوں پتنگوں کی ڈوری کا دھاگہ ٹوٹ گیا ہے اور نظر سے اوجھل ہوگئے ہیں حافظ صاحب نے فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ لو آغا صاحب کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے انتقال کر گئیں یہی خواب کی تعبیر تھی (غزنوی خاندان ص 69)

مولانا سید عبداللہ غزنوی کی اولاد واحفاد:۔ مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے ایک صالحہ خاتون سے شادی کی تھی جن سے 27 اولاد ہوئیں 12 لڑکے 15 لڑکیاں۔

مولانا عبداللہ بن عبداللہ غزنوی خلیفہ وجانشین:۔ مولانا عبداللہ بن عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ (امام اول) مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد ان کے جانشین اور خلیفہ ہوئے مولانا عبداللہ بن عبداللہ نے حدیث کی تعلیم شیخ الکل مولانا سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ سے حاصل کی تھی۔ (ص 75)

مولانا عبدالجبار غزنوی جانشین اور خلیفہ:۔ مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد ان کے بڑے صاحبزادے مولانا

عبداللہ بن عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ ان کے خلیفہ اور جانشین مقرر ہوئے لیکن دو سال کے بعد انہوں نے سفر آخرت اختیار کیا تو مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ (امام ثانی) ان کے جانشین ہوئے۔ مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ 1268ھ میں غزنی میں ایک مقام صاجبزادہ میں پیدا ہوئے تعلیم کا آغاز گھر سے ہوا اپنے بھائی مولانا محمد بن عبداللہ غزنوی، مولانا احمد بن عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے دینی علوم کی تحصیل کی اور اپنے والد سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سے روحانی اور علمی فیض حاصل کیا۔

چشمہ معرفت پر سالکین کی حاضری:۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ امام اہل توحید منبع آثار سلف وصالحین، عارف باللہ مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ جب غزنی سے پنجاب تشریف لائے اور امرتسر میں سکونت پذیر ہوئے تو توحید وسنت کی اشاعت اور بدعات اور مشرکانہ رسوم سے پاک اسلام کی تبلیغ کا بے پناہ جذبہ جو آپ رحمہ اللہ کے دل میں موجزن تھا اس نے چند دنوں میں ایک ایسی صورت حال پیدا کردی کہ امرتسر مرجع عوام وخواص بن گیا آپ کے حلقہ پند ونصائح میں شریک ہو کے آپ رحمہ اللہ کی اقتداء میں نماز پڑھتے اور کیفیت خشوع حاصل کرنے اور آپ رحمہ اللہ کے فیضان محبت سے مستفیض ہونے کے لیے صلحاء اور علماء دور دور سے حاضر ہو کر اس چشمہ ہدایت ومعرفت سے اپنی روح کی تسکین اور قلب کی تطہیر حاصل کرتے آپ رحمہ اللہ کے صاجبزادگان میں سے مولانا عبداللہ، مولانا محمد، اور والد بزرگوار مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ قرآن و حدیث کا درس دیتے اس کیفیت اور علم وبصیرت کے ساتھ معرفت کا زر حاصل ہوتا تھا عارف باللہ سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے واصل بحق ہونے کے بعد ان کے بڑے صاجبزادے مولانا عبداللہ بن عبداللہ ان کے خلیفہ مقرر ہوئے آپ تھوڑا عرصہ زندہ رہے اور ان کی وفات کے بعد والد بزرگوار مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ منصب خلافت وامامت پر فائز ہوئے آپ کے عہد مبارک میں روحانی فیوض وبرکات حاصل کرنے والوں کا حلقہ بہت وسیع ہوگیا آپ کے علم وفضل کے چرچے پنجاب سے گزر کر ہندوستان بلکہ بلاد عرب تک جا پہنچے اور اس طرح آپ رحمہ اللہ کے شاگرد تمام ملک بلکہ بیرون ملک میں بھی پھیل گئے، آپ رحمہ اللہ نے اپنے عہد مبارک میں مسجد غزنویہ کی درسگاہ کو باقاعدہ دارالعلوم کی شکل میں تبدیل کر دیا اور اس کے لیے ایک نظام قائم کر دیا۔ امام صاحب نے اپنی فراست ایمانی اور بصیرت قلبی کی برکت سے وقت کی اہم ترین ضرورت کو محسوس کیا علوم کتاب وسنت اور دیگر علوم دینیہ کی تعلیم کے لئے "دارالعلوم تقویۃ الاسلام" کے نام سے ایک ایسی درسگاہ قائم کی جو پنجاب میں علمی اور روحانی فیوض کے لحاظ سے عدیم النظیر اور بے مثال تھی۔ (داؤد غزنوی 450 بحوالہ غزنوی خاندان ص 76)

مولانا عبدالواحد کی خلافت:۔ مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے انتقال 1331ھ کے بعد مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ دارالعلوم تقویۃ الاسلام کے ناظم اور اسکے ساتھ منصب خلافت پر فائز ہوئے آپ امام محدث تھے۔ 1930ء میں مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ نے وفات پائی۔

مولانا عبدالجبار غزنوی کا ذوق تصوف:۔ مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ علم وفضل کے اعتبار سے بہت ارفع واعلی تھے۔ مولانا سید عبدالحسنی لکھتے ہی کہ آپ بڑے عالم اور محدث تھے آپ کی جلالت شان اور ولایت پر تمام لوگوں کا اتفاق ہے۔ دنیا اور اہل دنیا سے الگ تھلگ رہتے تھے اللہ کی عبادت میں مصروف رہتے اور مخلوق کو اللہ کی طرف بلانے میں مشغول رہتے اللہ کا ذکر بڑی باقاعدگی اور یکسوئی سے کرتے اور ذکر کے دوران ان پر بڑی کیفیت طاری رہتی تھی میں نے امرتسر میں کئی بار ان کی زیارت کی میں نے انہیں سلف صالحین کے مسلک پر پایا۔ وہ علماء ربانی میں سے تھے فتوی دیتے وقت وہ کسی معین مسلک کا التزام تو نہ کرتے تھے لیکن ائمہ مجتہدین سے سوئے ظن نہ فرماتے تھے ان کا ذکر ہمیشہ اچھے الفاظ میں کرتے۔ (نزہتہ الخواطر: 8/219-218 بحوالہ غزنوی خاندان ص 79)

سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ بچپن سے جن صادق العقیدہ متبع سنت بزرگوں اور خاصان خدا کا نام عظمت وعقیدت کے ساتھ کان میں پڑھا ان میں مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ اور ان کے خلف الرشید مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ تھے۔

مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ الملقب بہ امام صاحب بڑے عالم فاضل جامع معقول ومنقول، خاندان غزنویہ کے روشن چراغ اور مدرسہ غزنویہ تقویۃ الاسلام کے بانی اول صاحب نسبت صاحب دل اولیاء اللہ

میں شمار ہوتے تھے اپنے والد عبداللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ کے جانشین تھے۔

مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی دو کرامات

مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ صاحب کمالات وکرامات تھے مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ نے اپنے مضمون مولانا سید محمد داؤد غزنوی واقعات وتاثرات میں مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی دو کرامات کا ذکر کیا ہے مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ لکھتے ہیں کہ

پہلی کرامت:۔ فیروز وٹواں کے ملک احمد نمبردار نے مجھ سے بیان کیا کہ میں 18 سال کی عمر کا تھا مجھے گنٹھیا کا مرض لاحق ہوگیا۔ والد نے بہت علاج کرائے آرام نہیں آیا۔ کسی نے بتایا کہ امرتسر میں ایک بزرگ مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ رہتے ہیں وہ دعا کرتے ہیں اور لوگ صحت یاب ہوجاتے ہیں اسی زمانے میں گھوڑی کے سوا اس گاؤں میں امرتسر جانے کا کوئی ذریعہ نہ تھا چنانچہ گٹھری کی شکل میں والد نے مجھے گھوڑی پر لادا۔ ہم امرتسر غزنویہ میں پہنچے تو فجر کی نماز ہورہی تھی والد نے مجھے اٹھایا اور مسجد کے صحن میں رکھ دیا گھوڑی باہر باندھی اور خود وضو کرکے جماعت میں شریک ہوئے جو بزرگ امامت کرا رہے تھے وہ اس دردوسوز سے قرآن مجید پڑھ رہے تھے کہ دل ان کی طرف کھنچا جاتا تھا نماز کے بعد انھوں نے میری طرف دیکھا ادھر والد صاحب نے آگے بڑھ کر دعا کی درخواست کی انہوں نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے جیسے جیسے وہ دعا مانگ رہے تھے یوں احساس ہوتا تھا جیسے میرے جوڑوں کی بندش کھل رہی ہے تین دن ہم وہاں رہے اور اللہ کے فضل سے میں تندرست ہوکر واپس آیا اب جسمانی حالت کے ساتھ ساتھ ہماری روحانی دنیا بھی بدل چکی تھی اس لیے کہ ہم ان کے مرید تھے اور وہ ہمارے مرشد۔

دوسری کرامت:۔ دوسرا واقعہ مولانا بھٹی صاحب نے اس طرح لکھا ہے کہ ”الامام مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے قبولیت دعا کے سلسلے کے بہت سارے واقعات عوام اور ان کے عقیدت مندوں میں مشہور ہیں اس ضمن میں ایک عجیب وغریب واقعہ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ بھی اور ایک مدراسی بزرگ عزیز اللہ (گھڑی ساز) نے بھی بیان کیا۔ عزیز اللہ صاحب 1958ء میں اپنے عزیزوں سے ملاقات کے لیے مدراس سے کراچی آئے۔ کراچی سے لاہور آئے اس سفر کا مقصد محض مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ اور ارکان جماعت سے ملاقات تھا وہ ”الاعتصام“ کے خریدار تھے سیدھے دفتر میں آئے اور اپنا نام اور پتہ بتایا۔ میں ان کے نام سے واقف تھا بحیثیت مدیر ”الاعتصام“ وہ مجھ سے آشناء تھے۔ میں نے ان کو اعزاز سے بٹھایا اور مدراسی ہونے کی وجہ سے کھانے کے لیے مچھلی پیش کی مولانا اس روز لاہور سے باہر تشریف لے گئے تھے، میں نے مولانا کے ساتھ ان کی عقیدت کی وجہ پوچھی تو انھوں نے بتایا کہ ایک عرصہ ہوا مدراس سے دو آدمی چمڑے کی تجارت کے لیے امرتسر آئے ان کے ساتھ ایک مدراسی ملازم بھی تھا جس کا نام اسمٰعیل تھا اسمٰعیل فجر کی نماز روزانہ الامام مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی اقتداء وامامت میں ادا کرتا ایک روز انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ کہاں کے رہنے والے ہو؟ اور یہاں کیا کام کرتے ہو؟ اس نے جواب دیا میرا نام اسمٰعیل ہے مدراس کا رہنے والا ہوں اور دو مدراسی سیٹھوں کے ساتھ ملازم کی حیثیت سے یہاں آیا ہوں اس کی یہ بات سن کر امام صاحب نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے عزیز اللہ نے اس کے بعد مولانا داؤد غزنوی نے بتایا کہ اسمٰعیل کہا کرتا تھا امام صاحب دعا مانگ رہے تھے اور مجھے یوں محسوس ہورہا تھا کہ گویا کہ دولت میری جھولی میں گر رہی ہے نماز اور دعا کے بعد واپس گھر گیا تو سیٹھوں نے کہا اسمٰعیل تم بہت عرصے سے ہمارے ساتھ ہو ہم نے تم کو دیانتدار محنتی اور امین پایا ہے لہٰذا آج سے ہم نے تمہیں اپنے کاروبار میں شریک کرلیا ہے اور تمہارا خاص حصہ مقرر کردیا ہے اپنے حصے کی رقم تم نقد ادا نہیں کروگے بلکہ تمہارے حصے کے منافع سے وضع ہوتی رہے گی اس کے بعد چند مہینوں میں وہ اس درجہ امیر ہوگیا کہ اسمٰعیل سے کاکا اسمٰعیل بن گیا کاکا مدراس کی زبان میں سیٹھ کو کہتے ہیں کاکا اسمٰعیل نہایت نیک آدمی تھے انہوں نے صوبہ مدراس کے ضلع اوکاٹ میں کئی ایکڑ زمین خریدی اس کو آباد کیا اور اس کا نام محمد آباد رکھا اور وہاں ایک بہت بڑا اسلامی دارالعلوم قائم کیا جو اب تک کامیابی سے چل رہا ہے اور ہندوستان کے مشہور اسلامی مدارس میں سے ہے مولانا نے بتایا کہ اس دارالعلوم کے سالانہ جلسہ تقسیم اسناد میں مجھے باقاعدہ شرکت کی دعوت دی جاتی تھی میں جاتا تو کاکا اسمٰعیل اور ان کے خاندان کے لوگ انتہائی احترام سے پیش آتے اور یہ واقعہ ضرور بیان کرتے۔ (داؤد غزنوی 134 ص 83 بحوالہ غزنوی خاندان ص 82)

مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ :۔ مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ (امام ثالث) مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے انتقال کے بعد منصب خلافت پر فائز ہوئے مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ نہایت صالح اور مخلص و متقی اور دیندار انسان تھے نماز بڑے خشوع و خضوع سے پڑھا کرتے تھے جس سے خشیت الٰہی طاری ہو جاتی دعا میں تضرع و زاری ہوا کرتی تھی جس کا حاضرین پر بھی خاص اثر ہوتا تھا۔ 1926ء میں سلطان ابن سعود والئی سعودی عرب نے مؤتمر عالم اسلامی کا اجلاس مکہ معظمہ میں طلب کیا۔ تو اس میں آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی تو اس اجلاس میں مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کی قیادت میں جو چار رکنی وفد شرکت کے لئے مکہ معظمہ گیا اس میں مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ بھی شامل تھے دوسرے دو ارکان آپ کے صاحبزادے مولانا سید اسمٰعیل غزنوی رحمہ اللہ اور حافظ حمید اللہ دہلوی رحمہ اللہ تھے۔ مولانا قاضی محمد اسلم سیف فیروز پوری رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ نیکی، خلوص للّٰہیت ذکر و فکر عبادت اور ریاضت اور وظائف دعوت وارشاد تزکیہ قلب وطہارت نفس اصلاح باطن میں اپنے باپ کے نقش قدم پر تھے۔

فیوض و برکات :۔ مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کی عبادت میں جذبہ تھا، گفتگو میں سوز تھا خطبات جمعہ میں کشش تھی دور دور سے لوگ آ کر ان کے خطبات جمعہ سے فیوض و برکات حاصل کرتے۔

مولانا احمد علی لاہوری کا اقتداء میں نماز پڑھنا :۔ مولانا احمد علی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ جب تک میں فجر کی نماز مولانا عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کی اقتداء میں نہ پڑھ لوں اور آپ کا درس قرآن نہ سن لوں مجھے سکون و چین نہیں ملتا۔ مولانا احمد علی رحمہ اللہ جب تک حیات رہے عیدین کی نماز ہمیشہ غزنوی علماء کی اقتداء میں پڑھیں اور آخر میں مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی اقتداء میں۔ مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ فروری 1962ء میں انتقال کر گئے دسمبر 1963ء میں مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ نے انتقال کیا۔ (غزنوی خاندان. ص89)

مولوی سید رفیع الدین کا تحصیل حدیث :۔ مولانا سید رفیع الدین بخاری سوہدروی رحمہ اللہ مسلکاً حنفی دیوبندی تھے مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمہ اللہ کے شاگرد تھے مگر حدیث کی تحصیل آپ نے مولانا عبدالغفور غزنوی رحمہ اللہ سے کی۔

مولانا داؤد غزنوی کا مسلک اور ائمہ کا ادب :۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ خالصتاً سلفی المسلک تھے کتاب و سنت پر سختی سے عامل تھے اس میں کسی قسم کی مداہنت کے قائل نہ تھے تاہم ائمہ دین کا بہت احترام کرتے تھے اور انکی دینی و علمی خدمات کے معترف تھے۔ اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں کہ ائمہ دین نے جو دین کی خدمت کی ہے امت قیامت تک ان کے احسان سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتی ہمارے نزدیک ائمہ دین کے لیے جو شخص دل میں سوءِ ظن رکھتا ہے یا زبان سے ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کے الفاظ استعمال کرتا ہے یہ اس کی شقاوت قلبی کی علامت ہے اور میرے نزدیک اسکے سوء خاتمہ کا خوف ہے ہمارے نزدیک ائمہ دین کی ہدایت و درایت پر امت کا اجماع ہے۔
(داؤد غزنوی ص273 بحوالہ غزنوی خاندان 110)

مولانا داؤد غزنوی کا ذوق تصوف :۔ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ ان علمائے کرام جو مقام طریقت و سلوک سے آشناء تھے ان کی صحبت میں بیٹھنے میں اپنی سعادت سمجھتے تھے بالخصوص مولانا عبدالقادر رائے پوری، مولانا مفتی محمد حسن امرتسری، مولانا احمد علی لاہوری، مولانا محمد علی مدنی لکھوی، مولانا حافظ محمد گوندلوی، صوفی عبداللہ (ماموں کانجن) اور میاں محمد باقر رحمہم اللہ اجمعین۔

مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ کا تعلق ایک علمی خاندان سے تھا آپ مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کے فرزند مولانا سید عبدالواحد غزنوی رحمہ اللہ کے بھتیجے اور سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے پوتے تھے اس لیے تمام مکاتب فکر کے علمائے کرام آپ کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے، مولانا غزنوی رحمہ اللہ خود بھی علمائے کرام کا بہت احترام کرتے تھے اور اپنے سامنے کسی عالم خواہ وہ کسی مکتب فکر سے تعلق رکھتا ہو اس کے خلاف کوئی بات سننا گوارا نہیں کرتے تھے (غزنوی خاندان ص114)

جماعت اہل حدیث کی تنظیم :۔ دسمبر 1906ء میں مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کی تجویز پر آل انڈیا اہلحدیث کانفرنس

سے متحدہ ہندوستان کی جماعت اہلحدیث کی ایک تنظیم قائم ہوئی اور اس سلسلے میں آرہ (بہار) میں جماعت اہلحدیث کے علمائے کرام جمع ہوئے اور متفقہ طور پر صرف دو عہدے دار منتخب کئے گئے۔ ایک صدر اور ناظم اعلیٰ۔

صدر، مولانا حافظ عبداللہ محدث غازی پوری رحمہ اللہ (م 22 نومبر 1918ء) ناظم اعلیٰ مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری (م 15 مارچ 1948ء) کی تنظیم کا ملک میں تعارف کروانے کے لئے ایک تین رکنی کمیٹی بنائی گئی جس میں درج ذیل حضرات شامل تھے۔

1 مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی رحمہ اللہ (م اپریل 1919ء)۔ 2 مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ (م 15 مارچ 1948ء۔
3 مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ (م 12 جنوری 1956ء)

ان علمائے کرام نے پورے ملک ہندوستان میں جماعت اہلحدیث کو متعارف کرایا۔ آل انڈیا اہل حدیث کے مختلف شہروں مثلاً امرتسر ملتان گوجرانوالہ بنارس آرہ آگرہ اور مئو ناتھ بھنجن وغیرہ میں سالانہ جلسے ہوئے ان میں اکثر جلسوں کی صدارت مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ نے فرمائی۔

پنجاب سے مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے علاوہ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ مولانا محمد اسمٰعیل السّلفی رحمہ اللہ مولانا عبدالمجید سوہدروی اور مولوی محمد حنیف ندوی رحمہم اللہ اور دیگر کئی علماء کرام شرکت فرماتے رہے۔

جامعہ سلفیہ کا قیام:۔ 3-4 اپریل 1955ء کو جمعیۃ اہلحدیث کی سالانہ کانفرس لائل پور میں مولانا سید اسمٰعیل غزنوی رحمہ اللہ کی صدارت میں منعقد ہوئی جس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ ایک دارالعلوم قائم کیا جائے اور یہ قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی کہ ایک دارالعلوم قائم ہونا چاہئے اور جب اس کا نام زیر غور آیا تو مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ نے جامعہ سلفیہ نام تجویز کیا۔

جامعہ سلفیہ کمیٹی:۔ جامعہ سلفیہ کے قیام کے بعد اس کے انتظام و انصرام کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی اس کمیٹی کے صدر مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ تھے ارکان کمیٹی یہ تھے۔ مولانا محمد اسمٰعیل السّلفی، حاجی محمد اسحٰق حنیف، مولانا محمد عطاء اللہ حنیف، مولانا محمد اسحاق چیمہ، مولانا عبیداللہ احرار، مولانا محمد صدیق، مولانا محمد حنیف ندوی، میاں فضل حق، میاں عبدالمجید مالواڈہ رحمہم اللہ وغیرہم۔ (غزنوی خاندان ص 122)

داؤد غزنوی رحمہ اللہ اور محمود غزنوی:۔ مولانا ابوالکلام آزاد 1940ء میں آل انڈیا نیشنل کانگرس کے صدر منتخب ہوئے اور 1946ء تک آپ صدر رہے مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ 1945ء میں پنجاب کانگرس کے صدر منتخب ہوئے اور یہ دونوں بڑے زوردار لیڈر رہتے۔

پابند نوافل و وظائف:۔ مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ اخلاق و عادات کے اعتبار سے بہت بلند تھے ذکر الٰہی بڑی کثرت سے کرتے تھے تہجد کی نماز تمام زندگی نہیں چھوڑی، نماز باجماعت ادا کرتے تھے، نماز میں نہایت خشوع وخضوع کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی، ہر نماز کے بعد وظائف پڑھتے اور ہاتھ اٹھا کر بڑی دیر تک دعا کرتے تھے، نماز فجر نماز مغرب اور نماز عشاء کے بعد دیر تک وظائف میں مشغول رہتے۔

دیگر مسالک کا احترام:۔ سید ابوبکر غزنوی مرحوم لکھتے ہیں کہ وہ ایک واضح مسلک رکھتے تھے اور زندگی بھر پورے یقین اور اذعان کے ساتھ ساتھ اس مسلک کا پرچار کرتے رہے مگر دوسروں کے عقائد و افکار کی تضحیک نہیں کرتے تھے تمام جماعتوں کے علماء کے ساتھ بڑی عزت و احترام کیساتھ پیش آتے۔ (داؤد غزنوی: 289 بحوالہ غزنوی خاندان ص 133)

مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ مشاہیر کی نظر میں:۔ مولانا سید داؤد غزنوی مرحوم و مغفور ایک بلند پایہ عالم دین، فصیح البیان خطیب و مقرر، صاحب فکر و نظر مورخ، محقق، ادیب، مدبر، مذہبی و سیاسی رہنما، صحافی، دانشور، محدث اور متکلم و معلم تھے۔ برصغیر پاک و ہند کے ممتاز اہل علم و قلم اور تمام مکاتب فکر کے جید علمائے کرام ان کے علمی تبحر و تدبر و بصیرت کے معترف تھے ذیل میں برصغیر کے چند اہل قلم کے تاثرات درج کئے جاتے ہیں جو انہوں نے آپ رحمہ اللہ کے بارے میں فرمائے۔

مولانا محمد اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ کی وضاحت:۔ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ کی عظیم خصوصیت یہ تھی کہ ان کا ظرف بہت وسیع تھا انتہائی

وسعت قلب کے مالک تھے۔ ایک خاص مسلک فقہ کے پابند ہونے کے باوجود تعصبات سے ان کا دل صاف تھا۔ مولانا احمد علی رحمہ اللہ سے ان کے تعلقات بہت گہرے تھے ان کی وفات پر فرمایا: آج دین کا ایک ستون گر گیا ہے اور میرے قریبی رفقاء میں ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جو کبھی پر نہ ہو سکے گا۔ مولانا داؤد رحمہ اللہ کو مفتی محمد حسن امرتسری رحمہ اللہ سے خاص لگاؤ تھا ہفتہ عشرہ بعد نماز عصر کے بعد مفتی صاحب کے ہاں تشریف لے جاتے اور ان سے مسائل تصوف اور دیگر مسائل پر گفتگو فرماتے۔ مولانا غزنوی رحمہ اللہ مولانا سید مودودی صاحب مرحوم کا بہت احترام کرتے اور مجموعی اعتبار سے ان کی خدمات کو سراہتے اور قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ (داؤد غزنوی:144-145 بحوالہ غزنوی خاندان ص 139)

مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ کی بیعت اصلاح:۔ مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ ایک جید عالم اور ایک علمی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ میری ان سے شناسائی غالباً 1931ء میں ہوئی اخبار اہلحدیث امرتسر میں میرے مضامین شائع ہوتے رہتے تھے اور ان کی نظر سے گزرتے تھے سوہدرہ کے مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ (جد امجد مولانا عبدالمجید سوہدروی) میرے دادا مولانا سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کے مرید خاص تھے۔ (غزنوی خاندان ص 143)

مولانا عبداللہ غزنوی کے مرید خاص:۔ مولانا غزنوی رحمہ اللہ نے فرمایا: سوہدرہ کو اچھی طرح جانتا ہوں وہاں ایک عالم دین مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ (جد امجد مولانا عبدالمجید سوہدروی) تھے جو میرے دادا عارف باللہ سید عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ مرحوم و مغفور کے مرید خاص تھے۔

مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کا تعارف:۔ مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ 1927ھ میں امرتسر میں پیدا ہوئے دینی تعلیم کا آغاز اپنے والد بزرگوار مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ سے کیا دنیاوی تعلیم میں ایم اے اسلامیات، ایم اے عربی اور ایل ایل بی، کی ڈگریاں حاصل کیں۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد اسلامیہ کالج لاہور میں اسلامیات کے پروفیسر مقرر ہوئے اس کے بعد آپ کو اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور کا وائس چانسلر مقرر کیا گیا۔ مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ کو مولانا سلفی رحمہ اللہ کی جگہ جماعت اہلحدیث کا ناظم اعلیٰ مقرر کیا گیا۔

مولانا ابوبکر غزنوی اور مفکر اسلام:۔ مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ بڑے علم دوست عالم دین تھے ان کا حلقہ احباب بہت وسیع تھا برصغیر پاک و ہند کے نامور عالم دین بین الاقوامی شہرت کے مالک مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مرحوم و مغفور سے آپ کے دوستانہ تعلقات تھے مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ سید صاحب مرحوم کے بارے میں لکھتے ہیں کہ

> تقسیم ملک کے بعد ایک مرتبہ میں لاہور میں حاضر ہوا تو ہمارے فاضل مولانا عطاء اللہ حنیف صاحب اور ان کے رفقاء نے از راہ محبت جامعہ سلفیہ میں میرے اعزاز میں ایک تقریب منعقد کی اور اپنی جماعت کے ممتاز لوگوں اور فضلا ندوہ کو مدعو کیا، میں حاضر ہوا تو میری حیرت و ندامت کی انتہا نہیں رہی کہ مجھے وہاں ایک سپاسنامہ پیش کیا گیا اور مولانا داؤد غزنوی صاحب رحمہ اللہ جو میرے استاد اور بزرگوں کی صف میں تھے خود پڑھا۔ یہ ان کی بے نفسی اور تواضع کی انتہا تھی اور اس سے اس تعلق کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ جو ان کو سید صاحب رحمہ اللہ اور ان کے خاندان اور مسلک سے تھا۔ 1962 میں جس سال رابطہ عالم اسلامی کی بنیاد پڑی وہ حج کرنے آئے تھے رابطہ کیلئے اجلاس میں بھی وہ شریک ہوئے اور اس کے رکن منتخب ہوئے، مدینہ طیبہ کے ہوٹل میں ان کی خدمت میں کئی بار حاضری ہوئی اور وہاں ان کو قلبی دورہ پڑا طبی امداد بروقت پہنچی اللہ نے فضل فرمایا اور وہ بخیریت لاہور واپس ہوئے یہ انکی آخری زیارت و ملاقات تھی جو نصیب ہوئی۔

لاہور کے قیام کے زمانے میں ان کے صاحبزادے مولانا سید ابوبکر غزنوی رحمہ اللہ سے تعارف ہوا وہ اس وقت غالباً اسلامیہ کالج لاہور میں عربی کے پروفیسر تھے معلوم ہوا کہ ان کو عربی ادب کا بڑا اچھا ذوق ہے خاندانی اثرات ان میں آئے ہیں طبیعت میں بڑی صلاحیت دین کا ذوق اور مردان خدا کی تلاش اور اصلاح حال اور ترقی باطن کی فکر رہتی ہے میں نے براہ راست یا کسی واسطے سے اپنی عربی کی بعض تصنیفات پیش کی بڑی مسرت کا اظہار کیا اور اندازہ ہوا کہ عربی کا صحیح ذوق رکھتے ہیں (غزنوی خاندان ص 156)

نام کتاب:۔نعت چراغاں.... مصنف:۔لالہ صحرائی

مسلک اہلحدیث میں ذوق ثناءخوانی

طیبہ سے روانگی کا غم:۔

جب میں طیبہ سے واپس روانہ ہوا   ساتھ حب نبی کا خزانہ ہوا
میں چلا ہوں مو جہ سے تو یک بیک   مجھ گدا کا رویہ شہانہ ہوا
ان کے روضے سے جب ہو رہا تھا وداع   نقش پھر دل پہ اک جاودانہ ہوا
حب آقا سے پایا جو جاں نے گداز   گریے کا خوبصورت بہانہ ہوا
کل ہی آیا ہوں طیبہ سے گو لوٹ کر   عشق یہ کہتا ہے اس کو زمانہ ہوا
ہے خدا اپنی یکتائی میں بے مثال   اس کا محبوب بھی ہے یگانہ ہوا
جھوم اٹھے مری نعت پر اہل دعا   میرا انداز جب والہانہ ہوا

اندھیرے ہٹ گئے جاں سے جو آیا ہوں مواجہ پر:۔

ہے اجلی آنسوؤں سے دھل کے میری ذات کیا کہنا   میں لے کر آیا ہوں طیبہ سے سوغات کیا کہنا
جو پہنچا ہوں تجلی گاہ طیبہ میں بفضل رب   چمک اٹھی ہیں جان و دل کی کیفیات کیا کہنا
اندھیرے ہٹ گئے جاں سے جو آیا ہوں مواجہ پر   درخشاں لمحہ ہے اک زندگی سے بات کیا کہنا
عمل کی جیب گو خالی ہے ، بازار مدینہ میں   مگر ہے موتیوں کی آنکھ میں بہتات کیا کہنا
اتر آیا ہے عکس روضہ اب باطن کے شیشے پر   مصور ہو گئے سادہ تھے جو جذبات کیا کہنا

اسم اعظم کو فقط نام محمد ﷺ جانو

جب کبھی رخ میں نے کیا نعت کے میخانوں کا   دور پایا ہے وہاں عشق کے پیمانوں کا
گنبد خضرا ہے شاداب و معطر کتنا   گویا جھرمٹ ہے یہ دنیا کے گلستانوں کا
شکریوں میں کروں اللہ کے احسانوں کا   اک نیا کنگرہ بنوں نعت کے ایوانوں کا
ہیں جو دیوانے رواں جانب شہر طیبہ   اصل میں قافلہ ہے عشق کے فرزانوں کا
اسم اعظم کو فقط نام محمد جانو   سر سبد گل ہے یہ نورانی گلستانوں کا
آہ وہ دن گزارے تھے مدینے میں نے   پھلا پھولا تھا چمن واں مرے ارمانوں کا
دید گنبد کے تھی ہمراہ درودوں کی صدا   خوب مصرف تھا مری آنکھوں کا اور کانوں کا
راحت جان حزیں حب پیمبر کا فروغ   اثر اس پر نہیں آلام کے طوفانوں کا
مرحبا نعت کے گلزار میں آپہنچا ہوں   میں تھا اک بھٹکا ہوا راہی بیابانوں کا
زیست کی شب میں مدینے کا گجر ہونے تک   کاش میں زندہ رہوں دل میں سحر ہونے تک
حب آقا کی جو پھوٹی مری جاں میں کونپل   اشک مدحت سے پلا وہ شجر ہونے تک

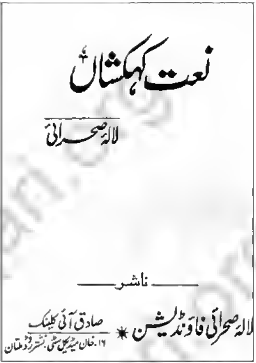

نعت کہکشاں

لالہ صحرائی

ناشر

لالہ صحرائی فاؤنڈیشن ✷ صادق آئی کلینک
۱۶۔ خان میڈیکل سٹی نشتر روڈ ملتان

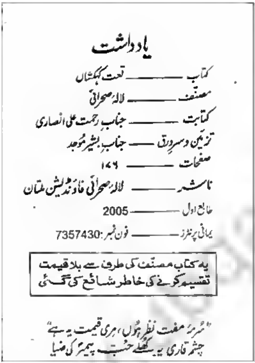

یادداشت

کتاب ـــــــ نعت کہکشاں
مصنف ـــــــ لالہ صحرائی
کتابت ـــــــ جناب رحمت علی انصاری
تزئین و سرورق ـــــــ جناب بشیر مُوجد
صفحات ـــــــ ۱۷۶
ناشر ـــــــ لالہ صحرائی فاؤنڈیشن ملتان
طابع اول ـــــــ 2005
یمانی پرنٹرز ـــــــ فون نمبر: 7357430

یہ کتاب مصنف کی طرف سے بلا قیمت
تقسیم کرنے کی خاطر شائع کی گئی

"مُرمُر مفت نظر ہوں، مری قیمت یہ ہے"
چشمِ قاری پہ کھلے حسنِ پیمبرؐ کی ضیا

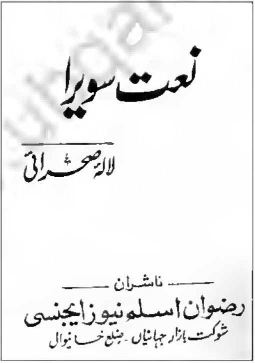

نعت سویرا

لالہ صحرائی

ناشران

رضوان اسلم نیوز ایجنسی
شوکت بازار جہانیاں ۔ ضلع خانیوال

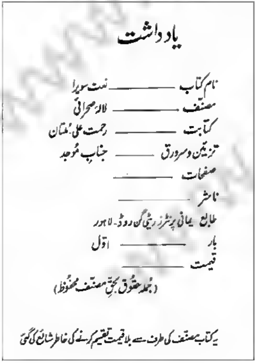

یاد داشت

نام کتاب ـــــــ نعت سویرا
مصنف ـــــــ لالہ صحرائی
کتابت ـــــــ رحمت علی ملتان
تزئین و سرورق ـــــــ جناب مُوجد
صفحات ـــــــ
ناشر ـــــــ
طابع یمانی پرنٹرز رٹی گن روڈ۔ لاہور
بار ـــــــ اوّل
قیمت ـــــــ

(جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ)

یہ کتاب مصنف کی طرف سے بلا قیمت تقسیم کرنے کی خاطر شائع کی گئی

اپنی نسبت پہ ہوں نازاں کہ سرِ عجز و نیاز   سنگ در ان کا رہا تھا ، مرا سر ہونے تک
میرے افلاس عمل کا ہو مداوا یارب   نعت کہتا رہوں لفظوں کے گہرے ہونے تک

عشق احمد ﷺ فنا نہیں ہوتا:۔

عشق احمد ﷺ فنا نہیں ہوتا   عشق یہ بے وفا نہیں ہوتا
نعت آنسو نہ لائے جو ہمراہ   میرا وہ ماجرا نہیں ہوتا
گر نہ دلوائے ساحل طیبہ   ناخدا ناخدا نہیں ہوتا
جس کی منزل نہ ہو دیار نبی ﷺ   سیدھا وہ راستہ نہیں ہوتا
جو اطاعت کرے نہ آقا ﷺ کی   شخص وہ پارسا نہیں ہوتا
خود چلے جو نہ راہ احمد ﷺ پر   جانو وہ رہنما نہیں ہوتا
جس میں عکس رضائے رب نہ ملے   طیبہ کا آئینہ نہیں ہوتا

نام کتاب:۔نعت کہکشاں...... مصنف:۔لالہ صحرائی

روضہ اقدس پر ندامت بھری حاضری:۔

آیا ہوں ترے در پہ میں آقا، زہے نصیب   گھر میرا، تیرے روزے کا سایہ، زہے نصیب
آئی نسیم ، شہر پیمبر سے ، مُشک بار   مہکا ہے میری جان کا صحرا ، زہے نصیب
ابر کرم جو آیا مدینے سے جھومتا   کشت حیات پر مری برسا ، زہے نصیب
آئی جو چھو کے سبزۂ گنبد ، صبائے عشق   بوٹا ہے میری رُوح کا لہکا، زہے نصیب
میت مری بجانب مرقد، رواں ہو جب   عاشق نبی ﷺ کے دیں اسے کاندھا، زہے نصیب
آئے نبی ﷺ جو حشر میں ان کے قدم لئے   چُوما ہے میں نے چاند کا چہرہ ، زہے نصیب
حضرت ﷺ کے نوری اُسوہ کے تابندہ عکس سے   کردار میرا ہو گیا اُجلا، زہے نصیب
کشکول لے کے آیا ہوں خالی ، مدینے میں   بھر جائے گر، یہ پیش مواجہ، زہے نصیب
روضے پہ جب میں آیا، مرا دل تھا خشک خشک   سیلاب گریہ آنکھ سے اُمڈا، زہے نصیب
سویا ہُوا تھا یہ، پہ ٹھوکوں سے نعت کے   میرا نصیب شوق سے جاگا، زہے نصیب (ص:17)

میں بے سروساماں نہیں طیبہ کے سفر میں:۔

داخل ہو جو طیبہ کی صباء یاد کے در میں   پھر تازگی آجاتی ہے مدحت کے ہُنر میں
ہے رخت سفر میرا حضوری کی تمنا   میں بے سروسامان نہیں طیبہ کے سفر میں
آیا ہوں مدینے تو ہوا طرفہ یہ احساس   گو دُور ہوں میں گھر سے پر آیا ہوں میں گھر میں
خورشید کا کشکول ہے پُر، ان ﷺ کی عطاء سے   آقا ﷺ ہی کی خیرات ہے دامان قمر میں

طیبہ کی فضا اصل میں خمیہ ہے ضیاء کا   ہے نور ہویدا یہاں آثار سحر میں
مدفن ملے اے کاش، مدینے ہی میں جاکر   سودا یہ سمایا ہے مرے عشق کے سُر میں
رہتاہوں مگن نعت سرائی میں ہمیشہ   کچھ اور نہیں کام سفر اور حضر میں   (ص:19)

طیبہ میں قیام کی آرزو:۔

آ گیا رُوئے نبی ﷺ پر جو جلال، اچھا ہے   گھل گیا ہے جو ستاروں میں گلال اچھا ہے
اُن کی مدحت کے سبب ان کی اطاعت کے سبب   حُب دُنیا پہ جو آیا ہے زوال ، اچھا ہے
مل گیا طیبہ میں رُکنے کا بہانہ مجھ کو   میں ہُوا ہجر کے صدمے سے نڈھال اچھا ہے   (ص:36)

کھل جائے اب چشم تصوران ﷺ کا روضہ دیکھوں:۔

مصرف ہے آنکھوں کا یہی، میں شہر طیبہ دیکھوں   اس شہر کی خوش بختی کا تارا ، گنبد خضرا دیکھوں
روز محشر چمکانے کو میرا بخت تیرہ   کب اُٹھتی میری جانب چشم آقا ﷺ ، دیکھوں
ان ﷺ کی سیرت کے نقشے کا ہر خطِ نورانی   چشم بصیرت سے دیکھوں تو خلد کا جلوہ، دیکھوں
کھڑا ہوں جاکے پیش مواجہ، بن کے مجسم آنسو   عشق نبوی ﷺ کے آئینے میں اپنا سراپا، دیکھوں
میری بصارت اور بصیرت اور بھی ہوں گی روشن   ان ﷺ کا روضہ جب دیکھوں تو نور کا منبع دیکھوں
میچتاہوں، میں آنکھیں، مولا! اتنا کرم فرمادے   کھل جائے اب چشم تصوران ﷺ کا روضہ دیکھوں
چشم فلک یہ کہتی ہے اللہ سے بصیرت کو پاکر   ازل سے لے کر ابد تلک میں کوئی نہ اُن ﷺ سا دیکھوں
رکھوں میں سیرت آقا ﷺ کا آئینہ، اپنے آگے   اور اپنے کردار کا اس میں چہرہ مہرہ دیکھوں
قلم اٹھاؤں جب بھی مدحت سرورِ دیں کی خاطر   پُر نکہت پھولوں سے ڈھکا، میں دل کا صحرا دیکھوں   (ص:40)

اے رحمت عالم ﷺ! ہو نظر ایک، ادھر بھی:۔

بطحا مجھے محبوب ہے ، طیبہ کا نگر بھی   شاہد ہے مرا عشق بھی اور دیدۂ تر بھی
بہتے ہیں جو آنسو مرے اب پیش مواجہ   بن کر نظر آتے ہیں ستارے بھی ، گہر بھی
یہ ارض بشر ، نُور نبی ﷺ سے ہے منور   اور برسر افلاک ہیں خُورشید و قمر بھی
محشر میں پریشان وہراساں میں کھڑا ہوں   اے رحمت عالم ﷺ! ہو نظر ایک، ادھر بھی
ہوجاتی ہیں تابندہ درودوں سے دُعائیں   اور ان میں جھلک جاتا ہے اک رنگ اثر بھی
گھر میرا، مرے واسطے بس ایک مکان ہے   سایہ ہے جو روضے کا ، وہی ہے مرا گھر بھی
اللہ نے انھیں وصف یگانہ سے نوازا   تھے نُور ہدایت بھی وہ ﷺ اور خاکی بشر بھی
مل جائے الٰہی! مجھے مدحت کا قرینہ   اور ساتھ عطا ہو مجھے ، طاعت کا ہُنر بھی
مہکی ہے میری زیست غذا رُوح نے پائی   نعتوں کے شجر سے ملے ہیں گُل بھی ثمر بھی   (ص:42)

رحمت نے چُنا مجھ کو، طیبہ مجھے جانا ہے:۔

رحمت نے چُنا مجھ کو ، طیبہ مجھے جانا ہے   شاید میرا وہاں جانا، بخشش کا بہانہ ہے
آفاقی صداقت ہے ، سرکار ﷺ کا اُسوہ ہی   ہے اس کے سوا جو کچھ وہ محض فسانہ ہے
وہ وقت کے ہیں فاتح ، ہر لمحے پہ ہیں غالب   اس دم سے قیامت تک بس ان کا زمانہ ہے
بارش مرے اشکوں کی ہے کشت مواجہ پر   اور آہوں کے بادل ہیں کیا وقت سہانا ہے

نام کتاب:۔نعت سویرا...... مصنف:۔لالہء صحرائی

طیبہ سے آخری وداع:۔

رولے اب دل کھول کر ، اے دیدۂ خونابہ بار   اب وداعِ آخری، طیبہ سے ہے باحال زار
اُڑ گیا میرے رُخ جذبات کا رنگ نشاط   چھا گیا دُنیا کے ہر منظر پہ رنگ سوگوار
ہو رہی ہے بند اب پھر بخت کی بیدار آنکھ   راہ ہستی پر ہوائے غم کا پیدا ہے غبار
بام پلکوں کے سجے رہتے تھے جن سے ہر گھڑی   آنسوؤں کے وہ ستارے بن گئے ہیں اب شرار
آرہے ہیں جو مجھے ٹھنڈے پسینے دمبدم   ہر بُن مُو ہو گیا ہے فرط غم سے اشکبار
یاخُدا میں اس کو پاؤں اپنے خوابوں میں سدا   چُھٹ رہا ہے مُجھ سے جو یہ تیری رحمت کا دیار
چاہتا تھا میں مدینے میں ملے مرقد مجھے   ساتھ لے کر جا رہا ہوں اس تمنا کا مزار
کشت دامن نقرئی رہتی تھی طیبہ میں سدا   اب وادئ آنسوؤں سے ہوگئی ہے لالہ زار
آمد آمد ہے تپ ہجراں کی مولا ! کیا کروں   ٹوٹتا ہی جا رہا ہے وصل کا پیارا خمار
اس میں جب شامل نہیں ہے گنبد خضرا کا لمس   کیسے آئے گی ہوا مجھ کو وطن کی سازگار
نعمتیں حاصل تھیں جو طیبہ میں وہ جانے کو ہیں   الوداع اے راحت جاں ، اے مرے دل کے قرار! (ص:29)

سامنے روضے کے جب کوئی گنہگار گیا

سامنے روضے کے جب کوئی گہنگار گیا   دام رحمت ہی میں وہ ہوکے گرفتار گیا
تشنہ لب حشر میں پہنچا، جو قریب شافع ﷺ   سوئے جنت وہ مئے لطف سے سرشار گیا
عزم طیبہ جوکیا شوق توانائی ابھرا   مُدر جو اس کے مقابل ہوا ، وہ ہار گیا
ساری مخلوق سماوی نے قدم بڑھ کیلئے   جب وہ معراج پہ ، اللہ کا دلدار ﷺ گیا
کشتئ صبر تھی اور بحر فراق یثرب   نام احمد ﷺ جو لیا ، ہاتھ سے پتوار گیا
جس نے کی جان فدا طاعت آقا ﷺ کیلئے   مُسکراتے ہُوئے وہ شخص ، سرِ دار گیا
شاہ طیبہ نے شفاعت کی مجھے خلعت دی   نعت کی نذر جو لے کر، سر دربار گیا (ص:33)

مرے آقا ﷺ! ترے در پہ جو سوالی آیا:۔

منبع نور شفاعت پہ سیہ کار گیا   پیش مطلوب جہاں ، ایک طلب گار گیا
مجھ سا مفلس جو سر روضہ اقدس پہنچا   نقدجاں لے کے جو آیا تھا ،یہاں وار گیا
عرصہ زیست جو گزرا مرا مدحت سے تہی   کار آمد تھا مگر ، آہ! وہ بے کار گیا
مرے آقا ﷺ! ترے در پہ جو سوالی آیا   جھولیاں بھر کے یہاں سے مری سرکار ﷺ! گیا
جو بھی سرکش تھا یہاں کبر انا کا پتلا   جب گیا سوئے مدین تو نگونسار گیا
لے کے جو نام محمد ﷺ میں بڑھا سمت اس کی   جانے کس سمت کو باطل کا پرستار گی !
یاوہ گوئی سے شفا پائی درودوں کے سبب   شکر ہے رب کا، زبان کا مری ، آزار گیا

عقبیٰ میں ہے نبی ﷺ کی شفاعت پہ آسرا

عقبیٰ میں ہے نبی ﷺ کی شفاعت پہ آسرا   دُنیا میں جس نے خلد کا رستہ دکھادیا
بخشی مجھے غلامی آقا ﷺ کی سروری   رب کریم نے مرا رُتبہ بڑھا دیا   (ص:35)

مجھ کو بنا کے اُن ﷺ کے در پاک کا گدا:۔

یوں تو شوق بندگی کا خدا نے صلہ دیا   مجھ کو درُود پاک کا حرف دُعا دیا
تاریک جب ہوس کے اندھیروں نے زیست کی   میں نے چراغ حب پیمبر ﷺ جلا دیا
مجھ کو بنا کے اُن ﷺ کے در پاک کا گدا   شاہوں سے میرا رتبہ خدا نے بڑھا دیا   (ص:36)

زمیں پہ بستے ہوئے وہ فلک مقام ہوا:۔

الٰہی! شکر ترا ان کا میں غلام ہُوا   ازل سے رحمت دارین جن کا نام ہوُا
ہوں شادماں کہ ملا نعت کا سرود حلال   ہر ایک رنج والم مجھ پہ اب حرام ہوا
ملا بشر کو یہ معراج مصطفےٰ ﷺ سے شرف   زمیں پہ بستے ہوے وہ فلک مقام ہوا   (ص:41)

کوئی ہستی مواجہ اور میرے درمیان کیوں ہو:۔

کوئی ہستی مواجہ اور میرے درمیان کیوں ہو   مری جنت کی خوشبوؤں میں حائل پاسباں کیوں ہو
لقب ان کو ملا ہے رحمت للعالمینی ﷺ کا   قیامت تک میرے آقا ﷺ سا کوئی مہرباں کیوں ہو
وہ جب ختم رسل ﷺ ہیں محبوب خدا بھی ہیں   تو پھر ان کے سوا کوئی بھی محبوب جہاں کیوں ہو   (ص:45)

اگر ہو حُب نبی ﷺ میری مستقل عادت:۔

ندی جو ان کی شفاعت کی حشر میں ہے رواں   الٰہی! میں بھی ہوں سیراب اسی لب جو سے
اگر ہو حُب نبی ﷺ میری مستقل عادت   نجات اُخروی پھوٹے گی میری اس خُو سے
کھلا جو نوک زبان پر مری سر محفل   تو خوشبو آئی گل نعت کی من و تو سے

جس میں مہک ہے سیرت سرکارﷺ کی بسی

جس میں مہک ہے سیرت سرکارﷺ کی بسی
سایہ ہو میری زیست پہ اس شاخسار کا
نعت نبیﷺ کو پڑھتے ہوئے جاں سپرد کی
کتبہ ہو، کاش! یہ میری لوح مزار کا
مُجھ کو بنایا رحمت عالمﷺ کا اُمتی
مجھ پہ ہے لطف رحمت پروردگار کا (ص:48)

طیبہ کی راہ شوق پہ ہیں میرے ہم سفر یاسید البشرﷺ!

جیتے جی اس زمین سے افلاک تک سفر
پہلے نہ تیرے بعد ہوئی طاقت بشر یاسید البشرﷺ!
اس پر پڑی ہے تیری شفاعات کی پھوار
اب آفتاب حشر ہوا ہے خنک قمر یاسید البشرﷺ!
عشاق تشنہ کام کی رُوحوں کے قافلے
طیبہ کی راہ شوق پہ ہیں میرے ہم سفر یاسید البشرﷺ!
جتنی نبوتیں تھیں، ہُوئے در سبھی کے بند
تاحشر دار ہے گا نوبت کا تیری در یاسید البشرﷺ!
بے خانماں تھے، تیری محبت نے دی پناہ
جذبوں کو میرے مل گیا آسودگی کا گھر یاسید البشرﷺ!
کیا ہوگا رونما یہاں محشر کے روز تک
دی ہے فقط تجھی کو خُداوند نے خبر یاسید البشرﷺ!
تھی مستنیر نُور خدائے علیم سے
باطل کی سب گپھاؤں میں پہنچی تری نظر یاسید البشرﷺ
باد مراد تیری اطاعت کی گر ملے
کشتی زیست کیلئے اک جست پہ بھنور یاسید البشرﷺ
پیدا ہے دل میں تیری اطاعت کا ولولہ
مدحت کی شاخ سبز پہ آیا ہے اب ثمر یاسید البشرﷺ!

دیکھا ہے خواب یہ، کہ مدینے میں جاؤں گا

دیکھا ہے خواب یہ، کہ مدینے میں جاؤں گا
تعبیر اس کی یہ ہے، کہ جنت کو پاؤں گا
دریائے غم جو زیست کی وادی میں ہے رواں
ذکر نبیﷺ کے بحر میں اس کو گراؤں گا
مجھ کو عطا اگر ہو اجازت حضورﷺ کی
مدحت کے نغمے آکے مدینے میں گاؤں گا
پیانہ دُرود سے حب نبیﷺ کی مے
پیتا ہوں، مست ہوں کہ شفاعت یوں پاؤں گا

ہوتی ہے مری آنکھیں ترے ذکر سے نمناک :۔

ہوتی ہے مری آنکھیں ترے ذکر سے نمناک
آنسو مرے بہتے ہیں تو ہو جاتی ہے جاں پاک اے سید لولاکﷺ
ہے عشق ترا باغ محبت کا گل تر
دنیا کی محبت ہے سراسر خس وخاشاک اے سید لولاکﷺ!
پاتا ہوں میں جب کوئی مدینے کا مسافر
کچھ اور بھی کُھل جاتے ہیں سینے کے مرے چاک اے سید لولاکﷺ!
جس دل میں محبت ہو تری اور خُدا کی
دوزخ کا چھوئے گا نہ اسے شعلہ بیباک اے سید لولاکﷺ!
اللہ نے جب تجھ کو بلایا سر معراج
پھر تیرے لئے فرش بنی رفعت افلاک اے سید لولاکﷺ!
عرفان ترا اسوہ بھی ترا دونوں ہی کامل
تُو مصدر کردار ہے، تُو مخزن ادراک اے سید لولاکﷺ!
مولا نے دیا نُور فراست تُجھے ایسا
ہے ماند ترے سامنے، ہر فتنہ چالاک اے سید لولاکﷺ!
گو مُجھ کو میسر ہے، ہر اک نعمت دُنیا
طیبہ سے جو دُوری ہے تو رہتا ہوں میں غمناک اے سید لولاکﷺ!

جو نور مری جان کا ہے اور قلب ونظر کا   سُرمہ بنے اب آنکھ کا، طیبہ کی وہی خاک اے سیدلولاک ﷺ!
کرتا ہوں یہاں ہجر میں بس نالہ وشیون   گاؤں گا مدینے ہی میں نغمات طربناک اے سیدلولاک ﷺ!
پائے جو غلامی تری پاتا ہے رہائی   جو شخص بھی اس دہر کا ہے بستہ فتراک اے سیدلولاک ﷺ!
کرتا ہوں کشید اس سے مے نعت کی ہر دم   صد شکر ہے شاداب مری جاں کی رگ تاگ اے سیدلولاک ﷺ!

مغفرت کا بھروسہ ہے اللہ پر،تُو شفاعت کا ہے آسرا یا نبی ﷺ:۔

دہر کے بحر میں ، وقت کی لہر میں ، تیرا پیغام ہے ناخدا، یا نبی   اپنا ایمان ہے، از ازل تا ابد ، کوئی تجھ سا نہیں رہنما یا نبی ﷺ
قبر کی سختیوں ، حشر کی شدتوں کے تصور سے لرزہ براندام ہُوں   مغفرت کا بھروسہ ہے اللہ پر، تُو شفاعت کا ہے آسرا یا نبی ﷺ
آنسوؤں کی زبان ہے مری گفتگو، لب ہیں لرزیدہ برگ خزاں طرح   میرا دامن ہے اور میری چشم طلب ، ہے یہی مجھ گدا کی صدا، یا نبی ﷺ
نُور شمس وقمر کا فزوں ہوگیا ، شہر طیبہ کی تابانیاں ، مرحبا!   باغ جنت کی خوشبو کا مخزن ہُوئی، تیرے روضے کو چھو کر صبا، یا نبی ﷺ
دست عصیاں کی غارتگری کے سبب، چیتھڑے اُڑ گئے ہیں مری رُوح کے   لطف کی مجھ پر ہو جوئے بس اک نظر، روح پائے گی پھر سے بقا، یا نبی ﷺ
کھو چکا تھا میں ہنگامہ دہر میں ، بوند جیسے سمندر میں ہوجائے گم   آ گیا ہُوں جواب جالیوں کے قریب ، میں نے پایا ہے اپنا پتا، یا نبی ﷺ
نوع انسان خُود انساں کی مقہور ہے کتنی مجبور ہے ، کتنی معذور ہے!   ہو پُرانا مرض، یا نیا کوئی دُکھ ، تیرا اسوہ پیام شفا، یا نبی ﷺ
تیری طاعت کی توفیق کی ہے طلب ، کھٹکھٹایا ہے اللہ کی رحمت کا در   جو شہادت کے اعزاز کا ہو سبب ، مانگتا ہُوں وہ جذب وفا، یا نبی ﷺ
گو بوصیری نہیں ہوں میں ناچیز ہُوں، پھر بھی ہوں نعت گو اور بیمار ہُوں   فیض تیرا ہے جب خاص اور عام پر، ہو مجھے بھی تو چادر عطا، یا نبی ﷺ

(نعت سویرا،ص:58)

رُتبہ مرے حضور ﷺ کا، کتنا عظیم ہے:۔

پیدا ہے دل میں جذبہ حب رسول پاک ﷺ   مجھ پر خُدائے پاک کا لطف عمیم ہے
عرش خُدا کا قرب میسر ہُوا انہیں   رُتبہ مرے حضُور ﷺ کا ، کتنا عظیم ہے
کون ومکاں کی وسعتیں ، جس میں سما گئیں   میرے جہاں پناہ نبی ﷺ کی گلیم ہے
قائم ہے جس پہ فکروعمل کی سلامتی   میرے حضور ﷺ! آپ کی طبع سلیم ہے
ہے رضا آپ ﷺ کی ، خدا کی رضا، اس کی طاعت ہے آپ ﷺ کی طاعت   اس کی تکریم ، آپ ﷺ کی تکریم ، اس کی بیعت ہے آپؐ کی بیعت
گرچہ اس پر زوال طاری ہے ، پھر بھی اشرار پر یہ بھاری ہے   آپ ﷺ کی نسبت مُبارک سے ، سب سے بہتر ہے آپ ﷺ کی اُمت!
رُو برو آپ ﷺ کے موبجہ کے ، خرخشے دہر کے تمام ہُوئے   عاشقوں کے ہجوم میں آکر ، میں نے پائی ہے دلکشا خلوت
ظلم کے ، جور کے خرابے میں ، آپ ﷺ نے آبیاری فرمائی   باغ سیرت کے پھُول مہکے ہیں جان فزاں کی جاودان نکہت
آپ ﷺ ہیں فارق حق وباطل ، آپ ﷺ کے آفتاب اسوہ سے   آشکارا ہُوا یہ راز نہاں ، نُور حق کیا ہے، اور کیا ظلمت
رحمت حق کی دستگیری سے ، آپ ﷺ کی رہبری کے صدقے میں   گر چلوں جادۂ اطاعت پر ، پاؤں گا پھر میں منزل جنت
ہفت افلاک سے پرے کا عرش ، واسطے کس کے یک دوگام ہُوا   نسل آدم میں تاابد، آقا ﷺ! کس نے پائی ہے آپ ﷺ سے رفعت

(نعت سویرا،ص 63)

دروازہ ہے جنت کا، پیمبر ﷺ کا جو در ہے:۔

جو کھل گیا نسیم مدینہ کے پیار سے   اہل نظر کی اس دالِ لاالہ پہ ہے نظر
گر نعت کے اشعار میں تحسین و اثر ہے   شاعر کا نہیں ، جذبہ دل کا یہ ہُنر ہے
ٹکتی ہی نہیں راہ میں میری نگہ شوق   حامیم پہ، یٰسین پہ طٰہٰ پہ نظر ہے
چوکھٹ ہے جو سرکار ﷺ کی ، رحمت کی ہے دہلیز   دروازہ ہے جنت کا ، پیمبر ﷺ کا جو در ہے (ص:72)

حائل نہیں اب ضُعف، کہ طیبہ کا سفر ہے

جاتا ہُوں میں طیبہ کو ، عجب میرا سفر ہے   کچھ اپنا پتا ہے ، نہ زمانے کی خبر ہے
پڑھتا ہُوں دُرُود اشکوں کے اور آہوں کے ہمراہ   اس آب وہوا پر مری دن رات گزر ہے
اس شہر کا سورج ہے مری جاں کی تب وتاب   ٹھنڈک مری آنکھوں کی مدینے کا قمر ہے
محشر میں بچھا نامۂ اعمال ، بالآخر   اس خشک شجر پر جوشفاعت کا ثمر ہے
آئیں جو نبی ﷺ خواب میں ، ہو جائے گی تحلیل   اے شب کی سیاہی ! تجھے کیا اس کی خبر ہے
ہے جذب قوی ، گرچہ مری جان ہے خستہ   حائل نہیں اب ضُعف ، کہ طیبہ کا سفر ہے
دل ایک کھنڈر تھا ، پہ ہے رحمت کا کرشمہ   مدحت کا ہے ایوان ، مناجات کا گھر ہے (ص:74)

اب رہ ہی جاؤں گا میں مدینے میں حشر تک:۔

طیبہ کے راہرو سے مُلاقات ہوگئی   صبر و قرار قلب کو پھر مات ہوگئی
گنبد کو ابر دے کے سلامی ، چلا گیا   جانے یہ کیسے رُوح پہ برسات ہوگئی
شاید حضُور خواب میں اِمشب ہوں جلوہ گر   امید جگمگا اٹھی ، جب رات ہوگئی
اب رہ ہی جاؤں گا میں مدینے میں حشر تک   گنبد سے آنکھ لڑ گئی ہے، بات ہوگئی
پایا ہے جس نے حب نبی ﷺ کے سوا سُرور   اس کی حیات نذر خرابات ہوگئی
موتی ہیں آنسوؤں کے سجے ، خوان نعت پر   میری عقیدتوں کی یہ سوغات ہوگئی
وصف رسول پاک ﷺ میں ہوں زمزمہ سرا   صد شکر، یہ غریب کی اوقات ہوگئی (ص:79)

آقا ﷺ کا چاند چہرہ دکھا مجھ کو خواب میں:۔

ہے التماس خاص خُدا کی جناب میں   آقا ﷺ کا چاند چہرہ دکھا مجھ کو خواب میں
تڑپوں گا اور کروں گا شفاعت کی التجا   آئے گا ان ﷺ کے لب پہ تبسم جواب میں
عُشاق اس پہ مُہرے تھے ، خود تھا بساط نُور   صحن حرم نبی ﷺ کا ، شب ماہتاب میں
بے داغ تھا اُجالا دیار رسول ﷺ کا   دھبے سے پا رہا ہُوں یہاں آفتاب میں (ص:89)

دل کے آئینے پہ ان ﷺ کا عکس ہے:۔

دل کے آئینے پہ ان ﷺ کا عکس ہے   یہ بھی اک وجہ اطاعت ہوگئی

گنبد خضرا پہ جو ڈالی نظر میری چشم دل کی عشرت ہوگئی
حاضرین حشر ! آقا ﷺ کی ثناء دیکھ لو ! وجہ شفاعت ہوگئی (ص:98)

کر لیتا ہُوں اک آن میں روضے کا نظارا:۔

اک قافلہ پھر سوئے مدینہ ہے سدھارا اک مرتبہ کھو بیٹھا ہُوں پھر صبر کا یارا
جب ہوتی ہے بند آنکھ تو کُھل جاتا سم سم کر لیتا ہُوں اک آن میں روضے کا نظارا
سیرت بھی ہے ، صُورت کی طرح قرص منور اس چاند ہی نے وقت کی ظلمت کو نکھارا (ص:101)

شبنم نعت سے اسے میں نے نگیں بنا دیا

ذکر رسُول پاک ﷺ کے کیف سے ہوگیا تھا مست ایسے میں آکے موت نے مجھ کو عجب مزا دیا
پائی حدی کی جو متاع ، صُورت نعت دلکشا میں نے اسے بہ ذوق وشوق قافلے میں لٹا دیا
برسا جو ابر عرش کا ، کوہ حرا پہ ٹُوٹ کر رب علا نے نُور کا دھارا وہاں بہا دیا
ظلمت شب میں اشک شوق چشم طلب سے جب گرا شہر نبی ﷺ کی راہ میں نے دیا جلا دیا
حب حضور ﷺ کا کھلا پھول جو کشت قلب میں شبنم نعت سے اسے میں نے نگیں بنا دیا (ص:105)

روشنائی کو گرا کر ساتھ روتا ہے قلم:۔

جب خمار نعت سے مخمور ہوتا ہے قلم شعر میں کیفِ عقیدت کو سموتا ہے قلم
گریہ کرتا ہُوں جو وقت نعت گوئی سوز سے روشنائی کو گرا کر ساتھ روتا ہے قلم
میں اُٹھاتا ہُوں اسے پڑھ کر درُود مصطفےٰ ﷺ جاگتا ہے نعت سے ، ویسے تو سوتا ہے قلم
زندۂ جاوید ہوتا ہے نبی ﷺ کے ذکر سے دُوسرے اذکار ہوں تو جان کھوتا ہے قلم
زمین پر عرش کے انوار برساتے ہُوئے آئے مرے آقا ﷺ ، نصیب دہر چمکاتے ہُوئے آئے
جو آئے شہر یثرب ہو کے ، اہلِ شوق میرے گھر وہ میرے شوق کو کچھ اور ترساتے ہوئے آئے
سکُوں کچھ پا چکا تھا اضطراب دُوری طیبہ یہ پھر کل شب مجھے کچھ خواب تڑپاتے ہوئے آئے
مداوا کر رہے کُچھ نہ کچھ زخمِ جدائی کا مدینے سے جو عاشقِ دل کو سہلاتے ہوئے آئے (ص:111)

مرے مجروح دل کو اور تڑپاتے ہوئے آئے

قلم پر نعت کے اشعار لہراتے ہُوئے آئے عقیدت کی مہک سے جاں کو مہکاتے ہُوئے آئے
بیاد طیبہ اشک آنکھوں کو چھلکاتے ہوئے آئے مرے مجروح دل کو اور تڑپاتے ہوئے آئے (ص:113)

ہاتف غیبی کا پھر لب پر پیام آہی گیا:۔

پھر خیال مدحت خیر الانام ﷺ آہی گیا ہاتف غیبی کا پھر لب پر پیام آہی گیا
طائر گنبد نشین کو رفعت افلاک سے طائر سدرہ نشین کا بھی سلام آہی گیا

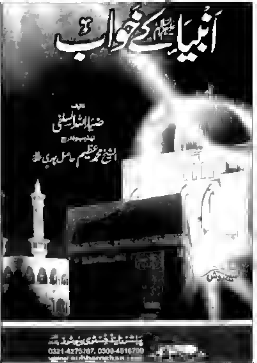
انبیاء علیہم السلام کے خواب

مؤلف
ضیاء اللہ السلفی
تہذیب و تخریج
الشیخ محمد عظیم حاصل پوری حفظہ اللہ

پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز
0321-4275767, 0300-4516709

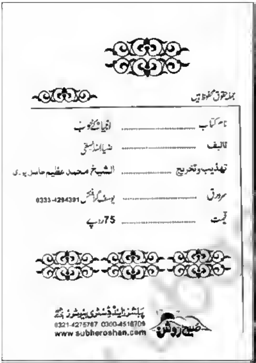
جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب .... انبیاء کے خواب
تالیف .... ضیاء اللہ السلفی
تہذیب و تخریج .... الشیخ محمد عظیم حاصل پوری
سرورق .... یوسف گرافکس 0333-4294391
قیمت 75روپے

صبح روشن
پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز
0321-4275767 0300-4516709
www.subheroshan.com

تذکرۃ الابرار

ڈاکٹر عبدالغفور راشد

مکتبہ ارسلان الہ آباد

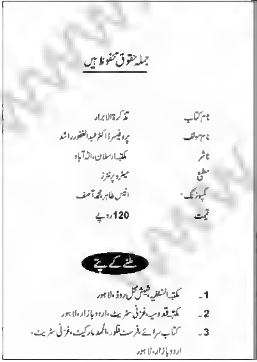
جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب تذکرۃ الابرار
نام مولف پروفیسر ڈاکٹر عبدالغفور راشد
ناشر مکتبہ ارسلان، الہ آباد
مطبع میٹرو پرنٹرز
کمپوزنگ۔ انیس طاہر محمد آصف
قیمت 120روپے

ملنے کے پتے

1۔ مکتبہ السلفیہ، شیش محل روڈ، لاہور
2۔ مکتبہ قدوسیہ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
3۔ کتاب سرائے، فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور

عُمر بھر جو دشت محرومی میں سرگرداں رہا اپنے آقا ﷺ کے قدم تک وہ غلام آہی گیا (ص:123)

ہجر طیبہ میں دل زار نے سونے نہ دیا:۔

ہجر طیبہ میں دل زار نے سونے نہ دیا رات پھر گریے کے آزار نے سونے نہ دیا
دل کا کہنا تھا، اُٹھو، اور پڑھو ان ﷺ پر دُرُود رات بھر اس مرے غم خوار نے سونے نہ دیا
لے گیا بخت کو وہ اپنے، مواجہ کے قریب یُوں مزید اس کے گنہگار نے سونے نہ دیا
راہ طیبہ پہ رہا شب میں عقیدت سے رواں میری تخیل کے رہوار نے سونے نہ دیا
خار دُنیا کی مٹی حُب محمد ﷺ سے کھٹک مدتوں تک مجھے اس خارنے سونے نہ دیا
شب میں تھا ذکرنبی ﷺ گویا اجالے کی نوید یُوں مجھے صبح کے آثار نے سونے نہ دیا
بھولتے ہی نہیں طیبہ کے سنہری ایام یاد کی تابشِ زر کار نے سونے نہ دیا
لفظ میں پانہ سکا، لغت پیغمبر ﷺ کے لئے رات بھر حسرت اظہار نے سونے نہ دیا (ص:190)

نام کتاب:۔انبیا کے خواب..... مؤلف:۔ضیا اللہ سلفی

سچے خواب اولیاء کی رہنمائی کاایک ذریعہ

خوابوں کی اہمیت اور ضرورت (بمع دلائل):۔ خواب کی تاریخ اتنی پرانی ہے جتنا پرانا انسان، ہرانسان زندگی میں سینکڑوں خواب دیکھتا ہے۔ امام بن سیرین رحمۃ فرماتے ہیں انسانی خواب تین اقسام میں مشتمل ہیں۔

(1) حدیث نفس (دلی خیالات کا انعکاس) (2) تخویف شیطان (3) مبشرات خداوندی

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "الرّؤیا ثلاث حدیث النفس، و تخویف الشیطان و بشرٰی من اللہ" (صحیح بخاری 7017)

''خواب تین قسم کے ہوتے ہیں، روزمرہ کے خیالات، شیطان کی طرف سے ڈراوا اور اللہ کی جانب سے مومن کے لیے خوشخبری''۔

سچے خواب:۔ سچا خواب اس لیے انسان کو دکھایا جاتا ہے کہ بندہ محفوظ ہو اور طالب حق اور محبت الٰہی میں اور زیادہ سرگرم ہو ایسا خواب قابل تعبیر ہے اور اسی پر بڑے بڑے اہم نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ وہ جو خواب میں دیکھتے ہی روز روشن کی طرح نمایاں ہوتا اور اسطرح روح پذیر ہوتا۔

چونکہ اب انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ نبوت کو خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ روک دیا گیا ہے۔ لیکن انسان کے لیے آئندہ کے حالات منکشف ہوسکیں۔ غرض جس طرح ابر وجود باراں پر دلالت کرتا ہے اسی طرح سچے خواب مستقبل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اور یہ مومن کے لیے عظیم نعمت ہے۔ بہرحال خواب انسانی زندگی میں بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

"لھم البشری فی الحیاۃ الدنیا و فی الآخرۃ" ان کے لیے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت میں بھی۔ (یونس ۶۴)

سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ نے آیت میں مذکور ''خوشخبری'' کے متعلق دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "الرؤیا الصّالحۃ یراھا المسلم او تری لہ" یہ وہ نیک خواب ہے جو مسلمان خود دیکھتا ہے یا کوئی دوسرا اُس کے لیے دیکھتا ہے۔ (انبیاء کے خواب۔صفحہ 13)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: نبوت کے آثار میں سے اب کچھ باقی نہیں رہا علاوہ مبشرات کے صحابہ رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر عرض کیا: (وما المبشرات) کہ مبشرات سے کیا مراد ہے؟

(قال الرؤیا الصالحۃ) ''آپ ﷺ نے فرمایا: اچھے خواب'' (بخاری باب المبشرات ۶۹۹۰)

خود رسول اللہ ﷺ کی خواب سے رغبت کا یہ عالم تھا کہ آپ ہر صبح نماز کے بعد دریافت کرتے کہ کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے تو سنائے، مستدرک حاکم کے الفاظ ہیں: "کان اذا انصرف من صلاۃ الغداۃ یقول ھل لاحدمنکم اللیلۃ رؤیاء، الا انہ لا یبقی بعد ی من النبوۃ الا الرّؤیا الصالحۃ" جب آپ نماز صبح کے بعد رخ مبارک نمازیوں کی طرف کرتے تو دریافت فرماتے آج شب تم میں سے کسی نے خواب دیکھا ہے؟ نیز فرماتے آگاہ رہو! میرے بعد نبوت میں سے نیک خواب ہی باقی ہیں۔

رویائے صالحہ علوم نبوت کا ایک جزو ہے، صحیح حدیث میں خواب کو نبوت کا جزو قرار دیا گیا ہے۔ بعض احادیث میں چالیسواں، بعض میں چھیالیسواں اور بعض میں انچاسواں، پچاسواں اور بعض روایات میں اسے نبوت کا سترواں جزو قرار دیا گیا ہے۔ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان میں کوئی تضاد و تخالف نہیں، بلکہ ہر روایت اپنی جگہ صحیح اور درست ہے۔

خوابوں کی تعبیر علمائے اہلحدیث سے سیکھیں

خواب میں چشمہ دیکھنے کی تعبیر:۔ خارجہ بن زید بن ثابت، ام علاء جو انہی میں سے ایک عورت تھی اور رسول ﷺ سے بیعت کی تھی، روایت کرتی ہیں انہوں نے بیان کیا کہ جب انصار نے مہاجرین کی رہائش کے لئے قرعہ اندازی کی تو عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ میرے حصے میں آئے وہ بیمار پڑے تو ہم نے ان کی تیمارداری کی یہاں تک کے وہ وفات پا گئے پھر ہم نے ان کو ان کے کپڑوں میں کفن دیا، ہم لوگوں کے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو میں نے کہا کہ اے ابوالسائب تجھ پر خدا کی رحمت ہو، میں تجھ پر گواہ ہوں کہ اللہ نے تجھے بزرگی دی ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ تجھ کو کس طرح معلوم ہوا؟ میں نے کہا خدا کی قسم میں نہیں جانتی، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی موت آ گئی میں اس کے لئے اللہ سے بھلائی کی امید رکھتا ہوں، خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا؟ حالانکہ میں اللہ کا رسول (ﷺ) ہوں ام علاء نے کہا کہ خدا کی قسم اس کے بعد میں کسی کی تعریف نہیں کروں گی ام علاء کا بیان ہے کہ میں نے خواب میں عثمان رضی اللہ عنہ کیلئے بہتا ہوا چشمہ دیکھا میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ اس کا عمل ہے اسکے لئے جاری رہے گا۔ (صحیح بخاری، بحوالہ انبیاء کے خواب 82)

◆

خوابوں کی تعبیر

معبر عظیم محمد بن سیرین رحمہ اللہ کی تصنیف تعبیر الرؤیا سے چند معروف چیزیں جنہیں انسان اپنے خواب میں دیکھتا ہے انکی تعبیر کا بیان۔

خواب میں پانی دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر کوئی خواب دیکھے کہ وہ سطح آب پر پانی کی طرف چلتا ہے، جیسے دریا اور نہر کا پانی۔ یہ اسکے پاک اعتقاد اور قوت ایمانی کی دلیل ہے اور اگر صاف اور خوشگوار پانی بہت ہے تو یہ دلیل ہے کہ اسکی عمر دراز اور خوش عیش ہوگا اور اگر اس نے گندا یا شور پانی پیا ہے تو اسکی تعبیر پہلے کے خلاف ہے۔ اور اگر دیکھے کہ دریا سے صاف اور اچھا پانی پیتا ہے تو دلیل ہے کہ تمام جہان کا بادشاہ ہوگا اور بعض کہتے ہیں کہ اس آب دریا کے پینے کے قدر پر بزرگی اور مال و نعمت حاصل کرے گا اگر پانی مصفا اور صاف ہے اور اگر گندا ہے اسکو رنج اور سختی اور خوف اور دہشت پہنچے گی۔

خواب میں کوزہ یا لوٹا دیکھنے کی تعبیر:۔ خواب میں آبدست دیکھنے والا خزانہ دار صاحب تدبیر ہوگا آمدنی اور خرچ اسکے ہاتھ میں ہوگا اور اگر دیکھے کہ بادشاہ نے اسکو کوزہ دیا ہے تو دلیل ہے کہ خزانچی اور بادشاہ کا مشیر ہوگا اور اگر کسی کو دے تو بھی یہی قیاس ہے۔

خواب میں حمل دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر خواب میں اپنا پیٹ حاملہ عورت کی طرح بڑا دیکھے تو دلیل ہے کہ اس کو پیٹ کی بڑائی کے اندازے پر دنیا کا مال اور نعمت حاصل ہوگی۔

خواب میں چھالا دیکھنے کی تعبیر:۔ خواب میں آبلہ دیکھنا دولت کی زیادتی کی دلیل ہے۔ اگر خواب میں دیکھے اسکے جسم پر آبلہ ہے تو دلیل ہے کہ اس کے اندازے پر اسکو مال ملے گا۔

خواب میں آگ دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر خواب میں آگ بغیر دھوئیں کے دیکھے تو دلیل ہے کہ بادشاہی کے قریب ہوگا اور بستہ کام پورے ہوں گئے اور اگر دیکھے کہ اس کو کسی نے آگ میں گرا کر جلا دیا ہے تو دلیل ہے کہ بادشاہ اس پر ظلم کرے گا۔ لیکن جلد خلاصی پائے گا اور بشارت اور نیکی پائے گا۔ چنانچہ فرمان حق تعالی ہے:"قلنایانار کو نی بردا وسلا ما علی ابراھیم"

''ہم نے حکم دیا کہ اے آگ سرد ہو جا اور ابراہیم علیہ اسلام پر سلامتی والی ہو جا''۔

خواب میں آتش کدہ دیکھنے کی تعبیر:۔ خواب میں آتش کدہ بری جگہ ہے۔

خواب میں آٹا دیکھنے کی تعبیر: آرد یعنی، آٹا جو کی تعبیر دین ہے اور آرد کی تعبیر مال و دولت ہے۔ جو تجارت سے حاصل ہوگا اور بہت فائدہ ہوگا باجرے کا آٹا تھوڑے مال کی دلیل ہے۔

خواب میں ڈکار لیتا دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر خواب میں دیکھے کہ ڈکار ترش آیا اور برا آیا ہے تو دیل ہے کہ ایسی بات کرے گا جس سے نقصان اور خطرہ دیکھے گا اور اگر ڈکار دھوئیں جیسا دیکھے تو دلیل ہے کہ بے وقت بات کہے گا کہ جس سے لوگ اس کو ملامت کریں گے اور اس عیب کا انجام پشیمانی ہوگی۔

خواب میں آسمان دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر کوئی اپنے آپ کو آسمان پر دیکھے تو دلیل ہے کہ سفر کرے گا اور اس کو دنیا کی عزت حاصل ہوگی اور اگر دیکھے کہ آسمان کی فضا میں اڑتا جا رہا ہے تو دلیل ہے کہ نعمت اور برکت کے ساتھ سفر کرے گا اور اگر دیکھے کہ سیدھا اڑتا جاتا ہے تا کہ آسمان پر پہنچے تو دلیل ہے کہ نقصان اور رنج دیکھے گا۔

خواب میں چوکھٹ دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ اسکے گھر کا آستانہ بلند ہوا ہے تو اس امر کی دلیل ہے کہ اسی قدر مال و نعمت اور مرتبے کی بزرگی پائے گا۔

خواب میں صلح کرتا دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر خواب میں دیکھے کہ کوئی صلح کرتا ہے تو دلیل ہے کہ اس کی عمر دراز ہوگی اور اگر دیکھے کہ صلح میں کسی کو فساد دین کی دعوت دیتا ہے تو دلیل ہے کہ اس کو راہ دین اور صلاح و خیر کی دعوت دیتا ہے اور اگر دیکھے کہ کسی کو غصے کے ساتھ دین کی صلاح دیتا ہے تو دلیل ہے کہ اس کو فساد اور شر کی صلاح دیتا ہے۔

خواب میں سورج دیکھنے کی تعبیر: ۔خواب میں آفتاب بزرگوار بادشاہ ہوتا ہے اور چاند وزیر اور زہرہ عورت اور عطارد بادشاہ کا منشی اور مریخ شاہی پہلوان اور باقی ستارے بادشاہی لشکر ہوتے ہیں۔

خواب میں لوہا دیکھنے کی تعبیر:۔ معمولی آہن یعنی لوہا کا خواب میں دیکھنا خادم ہے۔ ورنہ بقدر آہن دنیا کا مال ملے گا اور اگر دیکھے کہ اس کو کسی نے خواب میں لوہا دیا ہے تو دلیل ہے کہ اس لوہے کی قدر پر کوئی اس کو دنیاوی مال دے گا۔

خواب میں ہرن دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر دیکھے کہ ہرن کے پیچھے گیا اور اسکو گرایا ہے تو دلیل ہے کہ دوشیزہ عورت یا کنیز حاصل کرے گا اور اگر دیکھے کہ ہرن کو شکار کے وقت گرالیا تو دلیل ہے کہ مال غنیمت پائے گا اور اگر دیکھے کہ ہرن گھر میں مر گیا ہے تو دلیل ہے کہ عورت کی طرف سے اس کو غم و اندوہ پہنچے گا اور اگر دیکھے کہ ہرن کو پتھر یا تیر سے مارا ہے تو دلیل ہے کہ نالائق بات کہے گا۔

خواب میں بادل دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر دیکھے بادل ہوا میں چلا جاتا ہے تو دیل ہے کہ وہ ظالموں اور حاکموں کی صحبت میں رہے گا اور اگر یہ خواب بادشاہ دیکھے تو دلیل ہے کہ اپنی ولایت میں قاصدان باخبر کو بھیجے گا اور اگر خواب میں دیکھے کہ بادل کو ہوا میں سے پکڑ کر زمین میں لے آیا ہے تو دلیل ہے کہ نیکی اور بزرگی اور علم حاصل کرے گا۔

خواب میں شیطان دیکھنے کی تعبیر:۔ خواب میں ابلیس کا دیکھنا دشمنی، بددینی، جھوٹ، فریب، بے شرمی، نیکی سے نا اُمیدی اور

لوگوں کو بدی سکھانے اور شر وفساد کی دلیل ہے، اگر خواب میں دیکھے کہ ابلیس کو لڑائی اور جنگ میں مغلوب کرلیا ہے تو دلیل ہے کہ اس کا میلان اصلاح اور خیر کی طرف ہے اور اگر دیکھے کہ ابلیس اس پر غالب آ گیا ہے تو دلیل ہے کہ شر اور فساد کی راہ کی طرف مائل ہوگا۔

خواب میں بڑا سانپ دیکھنے کی تعبیر:۔ اژدھے کا خواب میں دیکھنا بڑے بھاری دشمن کا دیکھنا ہے اگر دیکھے کہ اژدھا سے جنگ کر کے اس پر غالب آ گیا ہے تو دلیل ہے کہ دشمنوں سے لڑے گا اور آخر کار دشمنوں کو زیر کرے گا اگر سانپ کا گوشت کھالیا تو اس بات کی دلیل ہے کہ دشمن پر غلبہ پالے گا اور اسکے مال کو خزانہ کرے گا۔

گھوڑا دیکھنے کی تعبیر:۔ عربی گھوڑے کو خواب میں دیکھنا دلیل بزرگی اور عزت وجاہ ہے اگر دیکھے کہ گھوڑے کے سامان میں کمی ہے مثلاً زین یا لگام نہیں ہیں تو دلیل ہے اسی قدر بزرگی میں نقصان ہوگا اگر دیکھے کہ گھوڑے کی دم موٹی اور لمبی ہے تو اسی قدر اس کے نوکر چاکر ہوں گے۔ اگر کوئی شخص دیکھے کہ برہنہ گھوڑے پر بیٹھا ہے تو دلیل ہے کی اس کی مصیبت اور گناہ زیادہ ہوگا۔ اگر دیکھے کہ گھوڑے کے پر پرندے جیسے ہیں تو سفر کرے گا اور عزت وبزرگی پائے گا۔

خچر دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر کوئی شخص خواب میں خچر کو دیکھے اگر وہ مطیع ہے تو نیک ہے ورنہ بد۔ اگر دیکھے کہ خچر پر پالان رکھا ہے تو دلیل ہے کہ اس کی عورت بانجھ ہوگی اور اگر دیکھے کہ کسی سے استر مادہ کو خرید لیا ہے تو دلیل ہے کہ کنیز خریدے گا اگر دیکھے کہ اس کو فروخت کر دیا ہے تو دلیل ہے کہ کنیز اس سے جدا ہو جائے گی اگر دیکھے کہ خچر اس کے پیچھے بھاگتا ہے تو دلیل ہے اس کو غم پہنچے گا۔

ہڈی دیکھنے کی تعبیر:۔ خواب میں ہڈی دیکھنا مال ودولت ہے اگر اسکو ہڈی ملی ہے اس پر گوشت بھی ہے تو اس کے مطابق خیر ومال پائے گا۔ اگر دیکھے کہ ہڈی بغیر گوشت کے ہے تو دلیل ہے کہ اس کو تھوڑی بھلائی پہنچے گی اگر دیکھے کہ کسی کو ہڈی دے دی ہے تو دلیل ہے کہ اس سے کسی کا بھلا ہوگا۔

اگر خواب میں دیکھے کہ کسی کی ٹوٹی ہوئی ہڈی باندھی ہے تو دلیل ہے کہ بزرگی اور طرح طرح کی نعمتیں حاصل کرے گا بعض نے کہا ہے کہ اسکی تنگی اور محتاجی دور ہوگی۔ جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خواب میں ہڈی کا دیکھنا سات وجوہ پر ہے۔

اول: امید مال۔ دوم: اقرباء۔ سوم: فرزندان۔ چہارم: قیام کا گھر۔ پنجم: مال۔ ششم: برادران۔ ہفتم: دوست اور شریک۔

اونٹ دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو نامعلوم اونٹ پر دیکھے کہ وہ دوڑ رہا ہے تو دلیل ہے کہ سفر کرے گا اگر دیکھے کہ اونٹ گھوم رہا ہے تو غم اور فکر کی دلیل ہے اور اگر دیکھے کہ اونٹ پر بیٹھا ہے اور راستہ گم ہو گیا ہے تو دلیل ہے کہ اپنی راہ میں عاجز ہوگا اور کوئی تدبیر نہ کر سکے گا۔ اگر اونٹنی پائے تو عورت پائے گا اور اگر اونٹنی بچے والی ہو تو عورت فرزند والی ہوگی اگر دیکھے کہ اس کی اونٹنی مر گئی ہے تو عورت فوت ہوگی اور اگر خواب میں دیکھے کہ اونٹ کا گوشت کھاتا ہے تو دلیل ہے کہ بیمار پڑے گا۔

آنسو دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر کوئی دیکھے کہ اس کی آنکھوں سے سرد آنسو بہتا ہے تو دلیل ہے کہ وہ شخص شادی کرے گا اور خوشی دیکھے گا اگر دیکھے کہ اس کے چہرے پر بغیر رونے کے آنسو ہیں تو دلیل ہے کہ لوگ اس پر باتوں سے طعنہ دیں گے۔ آنسوؤں کا بہنا تین وجوہ پر ہے:

اول: شادی وخوشی۔ دوم: غم واندوہ۔ سوم: نعمت۔

آلو بخارا یا آلوچہ دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر کوئی شخص خواب میں آلو بخارا سرخ یا سیاہ وقت پر دیکھے تو دلیل مال اور مراد کی ہے اور زرد آلو بخارا بیماری کی دلیل ہے اگر خواب میں دیکھے آلو بخارے بے زرد بے موسم کھائے تو غم واندوہ مصیبت وخصومت کی دلیل ہے اگر ترش ہیں تو اچھے ہیں۔

امامت کرواتا دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر دیکھے کسی قوم کا امام بنا ہے تو دلیل ہے کہ وہ سردار ہے اور سب اس کے تابع ہوں گے اگر کوئی شخص دیکھے کہ وہ بیٹھ کر امامت کرواتا ہے تو دلیل ہے کہ بیمار ہوگا اگر امام کو خواب میں دیکھے تو دلیل ہے کہ امام کے قدر اور مرتبے کے مطابق عزت پائے گا۔ اگر دیکھے کہ امام کے ساتھ کھانا کھایا ہے یا امام نے اس کو کچھ دیا ہے یا امام اس کے ساتھ گھر میں گیا ہے تو دلیل ہے کہ اسی قدر اس کو غم واندوہ پہنچے گا۔

شہد دیکھنے کی تعبیر:۔ حضرت کرمانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خواب میں شہد مالوں میں سے غنیمت اور کاموں میں سے نیکی ہے

اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے اور شہد ایسا رزق ہے کہ بے حد پہنچتا ہے۔

انگوٹھی دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر خواب میں دیکھے کہ اس کی انگوٹھی غائب ہے یا کوئی چرا کر لے گیا ہے اس کے کاموں میں آفت اور دشواری ظاہر ہوگی اگر اپنی انگوٹھی کسی کو دیتا ہے تو دلیل ہے کہ اپنے مال میں سے کسی کو عطا کرے گا۔ اگر چاندی کی انگوٹھی دیکھے تو دلیل ہے کہ اس کا مال حلال کا ہے اور اگر سونے کی انگوٹھی دیکھے تو دلیل ہے کہ مال حرام کا ہے اگر دیکھے کہ انگوٹھی لوہے کی ہے تو قوت اور توانائی پائے گا اور اگر دیکھے کہ انگوٹھی دیو لے گیا ہے تو اس کی تعبیر سب سے بری ہے۔

انگور دیکھنے کی تعبیر:۔ موسم پر خواب میں سیاہ انگور کھانا غم واندوہ کی دلیل ہے۔ بے موسم کھانا دلیل ہے کہ صاحب خواب کے منہ سے کوئی چیز نکلے گی جس انگور کا چھلکا سخت ہے اس کو کھانا مال کی دلیل ہے جو مشکل سے ملے گا جس انگور کا پانی سیاہ ہے مال حرام کی دلیل ہے جو انگور دیکھنے میں سرخ ہے عزت اور مرتبے کی دلیل ہے۔ اگر انگور طشت میں نچوڑتا ہے تو اس امر کی دلیل ہے کہ امیر عورت کی خدمت کرے گا اگر پیالے میں نچوڑتا ہے تو کسی کمینے شخص کی۔

بارش دیکھنے کی تعبیر:۔ بارش خواب میں حق تعالی کی طرف سے بندوں پر رحمت اور برکت ہے اگر یہ دیکھے یہ بارش آہستہ آہستہ ہو رہی ہے تو خیر وبرکت کی دلیل ہے اگر دیکھے کہ شروع ماہ یا شروع سال میں بارش برس رہی ہے تو دلیل ہے کہ فراخی نعمت زیادہ ہوگی اگر دیکھے کہ آب باراں سے مسح کرتا ہے تو دلیل ہے کہ خوف وغم سے امن میں رہے گا اگر دیکھے کہ پانی ہوا کی طرف سے آتا ہے تو حق تعالی کی طرف سے قہر کی دلیل ہے۔

گوشت کا ٹکڑا دیکھنے کی تعبیر:۔ تعبیر: اگر خواب میں دیکھے کہ بکری کے گوشت کا ٹکڑا کھایا ہے تو دلیل ہے کہ اسی قدر نعمت ملے گی خواب میں کچے گوشت کا ٹکڑا یتیم کا مال کھانے کی دلیل ہے۔

قیدی دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر کوئی شخص دیکھے کہ خواب میں کسی کو پابند کیا ہے تو دلیل ہے کہ اس کے کام میں پائیداری ہوگی جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خواب میں پابندی کرنا تین وجوہ پر ہے۔ اول جس شخص کو پابند کیا ہے اسکا مقیم ہونا۔ دوم اس پر عنایت کرنا۔ سوم اس کو خیر ومنفعت پہنچے گی اور اگر دیکھے کہ اس نے قید سے رہائی پائی ہے تو اس کی تعبیر اس کے خلاف ہے۔

ببر شیر دیکھنے کی تعبیر:۔ ببر شیر ایک درندہ ہے اس کو خواب میں دیکھنا قوی دشمن کی دلیل ہے لیکن کریم اور مہربان ہے۔ اگر دیکھے کہ ببر شیر کیساتھ لڑائی کر کے اس کو مغلوب کر دیا ہے تو دلیل ہے کہ دشمن پر غالب آئے گا اگر اس سے مغلوب ہو گیا تو دشمن اس پر فتح پائے گا ببر شیر کی ہڈیاں، بال اور چمڑا خواب میں دیکھنا مال ومنفعت کی دلیل ہے اگر دیکھے کہ ببر شیر کے اوپر بیٹھا ہے اور وہ اس کا مطیع ہے تو دلیل ہے کہ دشمن اس کا تابعدار رہو گا۔

سولی پر چڑھتا دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر کوئی شخص دیکھے سولی پر چڑھا ہے اور لوگ نظارہ کرتے ہیں تو دلیل ہے کہ اتنے لوگوں کا سردار ہوگا۔ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ سولی چڑھے ہوئے آدمی کا گوشت کھاتا ہے تو دلیل ہے کہ کسی گرفتار مصیبت کا مال کھائے گا۔

امام جعفر صادق رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ خواب میں سولی پر چڑھنا چار وجہ پر ہے۔ اول سرداری وحکومت۔ دوم مال ودولت۔ سوم بزرگواری۔ چہارم لوگوں کی غیبت۔

چاول دیکھنے کی تعبیر:۔ خواب میں چاول دیکھنا مال ہے جو بقدر چاول دیکھنے کے حاصل ہوگا۔ اگر کوئی شخص خواب میں دیکھے کہ پکے ہوئے چاول کھاتا ہے تو دلیل ہے کہ مراد پوری ہوگی اور اگر خواب میں پلاؤ کھائے تو زیادہ بہتری اور نیکی کی دلیل ہے اگر دیکھے کہ دہی چاول کھاتا ہے تو یہ غم واندوہ کی دلیل ہے۔

بکری کا بچہ دیکھنے کی تعبیر:۔ خواب میں بکری کا بچہ دیکھنا چاہے نر ہو یا مادہ فرزند کی دلیل ہے۔ اگر دیکھے کہ بکری کے بچے کو مارا ہے تو دلیل ہے کہ اس کا فرزند مرے گا اور اگر دیکھے کہ بکری کے بچے کا گوشت کھایا ہے تو اس امر کی دلیل ہے کہ بیٹے کی طرف سے غم وتکلیف پہنچے گی۔ بکری کا بچہ خواب میں دیکھنا خیر ومنفعت ہے۔ بکری کے بچے کو خواب میں دیکھنا چار وجہ پر ہے: اول: فرزند۔ دوم: مال حلال۔ سوم: معیشت۔ چہارم: غم واندوہ

ننگا ہوتا دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو خواب میں ننگا دیکھے اور طالب دنیا ہے تو غم واندوہ کی دلیل ہے اگر تہہ بند بندھا ہوا ہے تو دلیل ہے کہ اطاعت اور عبادت میں کوشش کرے گا خواب میں برہنگی ذلت اور رسوائی کی دلیل ہے۔ اگر خواب میں عورت کو کپڑے پہنے ہوئے دیکھے تو نیک مرد کے لیے نیک اور بدکار کے لیے بدکار ہے۔

بطخ دیکھنے کی تعبیر:۔ خواب میں بطخ دیکھنا مال و دولت کی دلیل ہے اگر دیکھے کہ بطخیں اس سے باتیں کرتی ہیں تو دلیل ہے کہ مال دار عورت کے باعث سفر کرے گا اور اس میں عزت و فائدہ ہوگا۔ خواب میں سفید بطخ دیکھنا مال ہوتا ہے اور سیاہ بطخ دیکھنا کنیز ہے اگر دیکھے کہ بطخ کو مارا ہے اور کھایا ہے تو دلیل ہے کہ عورت کے مال کا وارث ہوگا اور اس کو ضائع کرے گا۔

چڑیا دیکھنے کی تعبیر:۔ خواب میں چڑیا دیکھنا باقدر و مرتبہ مرد کی علامت ہے اگر چہ پارسا نہ ہو۔ اگر دیکھے کہ چڑیا کو پکڑا ہے تو دلیل ہے کہ باقدر عورت اس پر کامیاب ہوگی۔ اگر دیکھے کہ چڑیا کو اس کے گھونسلے سے نکالا ہے تو دلیل ہے کہ اس کو رنج اور ملامت حاصل ہوگی۔ اہل تعبیر بیان کرتے ہیں کہ خواب میں چڑیا پانا فرزند یا غلام ہے خواب میں چڑیا کا گھونسلا دیکھنا امن کی دلیل ہے۔

ھتکڑی، بیڑی دیکھنے کی تعبیر:۔ خواب میں بیڑی دیکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے دین میں خلل ہے اور وہ اسلام کا جھوٹا مدعی ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی گردن میں لکڑی کا بند دیکھے تو دلیل ہے کہ اس کے ذمہ امانت ہے اگر دیکھے کہ اس کے پاؤں میں سے کسی نے بیڑی نکالی ہے تو دلیل ہے کہ بادشاہ کی نوکری سے خلاصی پائے گا۔ ہاتھ میں بند دیکھنا اس امر کی دلیل ہے کہ ظالم بادشاہ کا ہاتھ ظلم کرے گا۔

بہشت دیکھنے کی تعبیر:۔ خواب میں بہشت دیکھنا اللہ کی طرف سے خوشی اور خوشخبری ہے۔ اگر خواب میں دیکھے کہ بہشت میں اسے بند کر دیا گیا ہے تو دلیل ہے کہ اس کے ماں باپ اس سے ناراض ہیں اگر دیکھے کے بہشت کے میوے اس کو کسی نے دیے ہیں تو دلیل ہے کہ اس کو اس کے علم سے ایک حصہ حاصل ہوگا۔ اگر خواب میں دیکھے کہ وہ بہشت میں ہے تو دلیل ہے کہ وہ جہاں کی مرادیں پائے گا۔

بوسہ دیتا دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر خواب میں دیکھے کہ کسی کو بوسہ دیا ہے تو دلیل ہے کہ اس سے خیر و منفعت پائے گا۔

اُلو دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر دیکھے کہ الو سے لڑائی کرتا ہے تو اس کا جھگڑا کسی آدمی سے ہوگا اگر دیکھے کہ الو کا گوشت کھاتا ہے تو دلیل ہے کہ اسی قدر چور اس کا مال کھائے گا۔

پیاز دیکھنے کی تعبیر:۔ خواب میں پیاز دیکھنا مال حرام اور بدی اور ناخوشگوار ہے اگر پکا ہوا پیاز کھایا ہے تو دلیل ہے کہ آخر کار حرام کھانے سے توبہ کرے گا۔

خواب میں خرید وفروخت کرتا دیکھنے کی تعبیر:۔ خواب میں قرآن مجید کو بیچنا اس امر کی دلیل ہے کہ اس کا دین اس کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اگر خواب میں دیکھے کہ اپنی عورت کو بیچا ہے تو دلیل ہے کہ اس کی حرمت اور بزرگی ذلیل ہوگی اور بدنام ہوگا۔ جو چیز پیاری ہے اس کا خواب میں بیچنا برا ہے اور خریدنا اچھا ہے۔

ہاتھی دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر کوئی آدمی خواب میں دیکھے کہ ہاتھی پر بیٹھا ہے تو دلیل ہے کہ نکمی عورت کرے گا۔ اگر دیکھے کہ اس نے ہاتھی کو جان سے مار ڈالا ہے تو دلیل ہے کہ اس کے ہاتھوں کوئی بادشاہ مارا جائے گا یا کوئی مضبوط قلعہ فتح ہوگا۔ اگر خواب میں دیکھے کہ لڑائی کے وقت ہاتھی پر بیٹھا ہے تو دلیل ہے کہ بڑے دشمن کو مغلوب کرے گا۔ اگر دیکھے کہ پشت فیل سے گرا ہے تو دلیل ہے کہ سخت بلاء میں گرفتار ہوگا اور اگر دیکھے کہ لڑائی میں ہاتھی سے گرا ہے اور مر گیا ہے تو دلیل ہے کہ اس ملک کا بادشاہ مرے گا۔

اندھیرا دیکھنے کی تعبیر:۔ خواب میں تاریکی راہ دین میں گمراہی ہے اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ وہ تاریکی میں تھا اور وہ تاریکی روشنی سے بدل گئی ہے تو اس بات کی دلیل ہے کہ وہ توبہ کرے گا اور دین کا راستہ اس پر کھلے گا۔

جابر مغربی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خواب میں تاریکی غم واندوہ ہے اور اگر دیکھے کہ ہوا روشن تھی اور اچانک ابر کی تاریکی آ گئی تو دلیل ہے کہ

اس ملک میں ناگہاں موت ظاہر ہوگی۔ اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ اندھیرے سے روشنی کی طرف آیا ہے تو دلیل ہے کہ غریبی سے امیری کی طرف آئے گا غم سے نجات پائے گا۔

کلہاڑی دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر خواب میں دیکھا کہ اس کے پاس کلہاڑی ہے یا کسی نے دی ہے تو دلیل ہے کہ اسی قسم کے آدمی کے ساتھ دوستی ہوگی اگر دیکھے کہ اس کی کلہاڑی ٹوٹ گئی ہے یا ضائع ہوگئی ہے تو دلیل ہے کہ مرے گا۔

شوربا دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ شوربے کو بکری، بھیڑ یا میٹھے دہی کے ساتھ کھاتا ہے تو دلیل ہے کہ اس کو اسی قدر سپاہی آدمی سے فائدہ حاصل ہوگا۔

جعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شوربا گوشت، خرگوش یا ترش چیز کے ساتھ دلیل غم ہے۔

خواب میں نکاح کرتا دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ عورت سے نکاح کیا ہے شادی شدہ ہے تو شرف اور بزرگی کی دلیل ہے اگر کنوارا ہے تو مالدار عورت کرے گا اگر خواب میں عورت کو طلاق دیتا ہے تو عزت و بزرگی زائل ہوگی۔

اگر اس نے دیکھا کہ اس نے کسی عورت سے شادی کی ہے اور اس عورت کا حال نہ دیکھا نہ جانا اور نہ سنا تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کی موت قریب ہے۔ اگر کوئی دیکھے کہ نابکار (نکمی) عورت اس کے نکاح میں آئی ہے تو دلیل ہے کہ مشکل کام اس پر آسان ہوگا اگر دیکھے کہ اس نے کنواری لڑکی سے شادی کی ہے تو دلیل ہے کہ اس کو اسی سال عورت پاکیزہ حاصل ہوگی۔

تسبیح کرتا دیکھنے کی تعبیر:۔ خواب میں تسبیح کرنا حق تعالیٰ کی فرماں برداری ہے اور غم واندوہ سے نجات کی دلیل ہے

اگر دیکھے کہ تسبیح کے ساتھ حق تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہے تو دلیل ہے کہ دین میں قوی ہوگا اور مال پائے فرمان حق تعالیٰ ہے:

"لئن شکرتم لازیدنکم" اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں اور زیادہ دوں گا۔

تنور دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر دیکھے کہ تنور اسکے پاس ہے تو دلیل ہے کہ امور خانہ داری میں انتظام ہوگا اور تندرستی ہوگی اگر دیکھے کہ تنور میں گرا ہے تو رنج وآفت کی دلیل ہے اگر دیکھے کہ روٹی تنور میں لگتی ہے تو دلیل ہے کہ اسی قدر حلال روزی پائے گا اور اس کا کام نیک ہوگا۔ اگر دیکھے کہ تنور میں آگ بغیر روشنی دیکھے تو دلیل ہے کہ سفر حج کو جائے گا اور بعض کہتے ہیں کہ صاحب خواب کو خیر ومنفعت حاصل ہوگی۔

سرمہ دیکھنے کی تعبیر:۔ خواب میں سرمہ دیکھنا مال ہے اگر دیکھے کہ اس نے سرمہ ڈالا ہے تو دلیل ہے کہ دین کی اصلاح ڈھونڈے گا اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ اس نے کسی کو سرمہ دیا ہے تو دلیل ہے کہ اس کو اس قدر مال حاصل ہوگا اگر دیکھے سرمہ کھایا ہے تو دلیل ہے اس قدر غمناک اور محتاج ہوگا۔ اگر کوئی دیکھے کہ بغل کے نیچے بدبو دور کرنے کے لیے سرمہ رکھتا ہے تو دلیل ہے کہ ایسا کام کرے گا جس کے باعث اس کی مدح وثناء ہوگی اور نیکی بیان کی جائے گی۔

چادر دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر کوئی دیکھے کہ عورتوں کی طرح چادر پہنے ہوئے ہے تو دلیل ہے کہ اس کام میں خیر وشر ہے۔ اگر کوئی دیکھے کہ چادر پھٹ گئی ہے یا جل گئی ہے تو دلیل ہے کہ اس کی پردہ دری کی جائے گی اگر خواب میں کوئی چادر دیکھے تو اس سے مراد عورت ہے۔ اگر کوئی دیکھے کہ اس نے نئی چادر خریدی ہے تو دلیل ہے کہ کنیز خریدے گا اور اس کے ہاں فرزند پیدا ہوگا۔

امام جعفر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خواب میں چادر دیکھنا تین وجوہ پر ہے۔

اول: قدر وجاہ۔ دوم: مرد کو عورت اور عورت کو مرد کا حصول۔ سوم: گھر کی ملکیت اور سرداری۔

جھاڑو دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر کوئی دیکھے کہ خواب میں جھاڑو دیتا ہے تو اس کا مال ضائع ہوگا اگر دیکھے کہ کسی کے گھر جھاڑو دیتا ہے تو دلیل ہے کسی کا مال اس کو پہنچے گا خاص کر اگر دیکھے کہ کسی کے گھر میں جھاڑو دے کر خاک اپنے گھر لے آیا ہے۔

جنبی ہوتا دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر کوئی خواب میں اپنے آپ کو جنبی دیکھے تو دلیل ہے کہ حرام میں حیران وپریشان ہوگا۔ یا سفر کرے گا اور

دنیا کی مراد پائے گا اور اس کا کام تباہ ہو جائے گا۔ ابراہیم کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ خواب میں اپنے آپ کو جنبی یا برہنہ دیکھے تو دلیل ہے کہ اپنے کام میں حیران و عاجز ہو گا اگر دیکھے کہ حمام میں غسل کیا ہے تو دلیل ہے کہ اللہ تعالی کی طرف رجوع کرے گا اور توبہ کرے گا۔

خواب میں ساز بجاتا دیکھنے کی تعبیر:۔ ابن سیرین رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ خواب میں ساز بجانا جھوٹی بات ہے اگر دیکھے کہ ساز بجاتا ہے تو اس کو اس سے غم واندوہ پہنچے گا اگر دیکھے کہ ساز کو توڑ دیا ہے تو دلیل ہے جھوٹ اور باطل سے توبہ کرے گا اگر کوئی ساز بجاتا ہے اور وہ سنتا ہے تو دلیل ہے کہ باطل اور جھوٹی بات کو سنے گا۔

بعض اہل تعبیر نے کہا ہے کہ خواب میں ساز بجانا درازی عمر کی دلیل ہے اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ ساز کے ساتھ ناچ اور رنگ بھی ہے تو دلیل ہے کہ غم و مصیبت ہے اگر کوئی بیماری میں دیکھے کہ ساز بجاتا ہے تو یہ اس کی وفات کی دلیل ہے۔

پانی کی نہر دیکھنے کی تعبیر:۔ خواب میں پانی کی نہر دیکھنا خوش مزہ اور پاکیزہ پانی جیسا ہے اور دلیل ہے کہ اس کی زندگانی اچھی گزرے گی اگر کوئی خواب میں نہر کا پانی صاف اور جاری دیکھے تو دلیل ہے کہ اس کا کام جاری رہے گا اگر دیکھے کہ نہر کا پانی گدلا ہے تو دلیل ہے کہ اس کا کام تباہ اور بے انتظام ہو گا۔

اگر دیکھے کہ تخت کے اوپر بیٹھا ہے اور اس کے نیچے پانی جاری ہے تو دلیل ہے کہ دولت و اقبال اس کی طرف رخ کرے گا۔ اگر دیکھے کے نہر کے صاف پانی میں بیٹھا ہے اگر بیمار ہے تو شفاء پائے گا قرض دار ہے تو قرض ادا ہو گا اور سفر میں ہے تو وطن کو واپس آئے گا۔

خواب میں حج کرتا دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر خواب میں دیکھے کہ حج کیا ہے تو دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے نصیب میں حج کرے گا اگر قرض دار ہے تو قرض سے فارغ ہو گا۔ اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ حج کو گیا ہے لیکن حج نہیں کر سکا تو دلیل ہے کہ اس کی عمر دراز ہو گی۔ اگر دیکھے حج اس پر واجب ہے اور اس نے حج کا ارادہ نہیں کیا تو دلیل ہے کہ وہ آدمی خیانت کرے گا اگر دیکھے کہ خانہ کعبہ میں نماز پڑھتا ہے تو دلیل ہے کہ بزرگوں سے نفع پائے گا۔

حجرۂ اسود دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر خواب میں دیکھے کہ حجر اسود پر ہاتھ ملتا ہے تو دلیل ہے کہ اس کو اہل حجاز سے نفع پہنچے گا اگر کسی نے خواب میں آب زمزم پیا ہے تو دلیل ہے اس کو اس کی کھوئی ہوئی چیز مل جائے گی۔ اگر دیکھے کے حجر اسود کو بوسہ دیتا ہے اور اس پر منہ کو ملتا ہے تو دلیل ہے کہ اس کے دین میں خیر و صلاح زیادہ ہو گی اور اہل علم سے ملے گا۔

کعبہ دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر کوئی اپنے آپ کو حرم کعبہ میں دیکھے تو دلیل ہے کہ دنیا کے مصائب و آلام سے امن میں رہے گا اور اس کو حج نصیب ہو گا اگر کوئی دیکھے کہ اس کو بادشاہ نے اپنے حرم میں خود بلایا ہے تو دلیل ہے کہ بادشاہ کا کام کرے گا اور اس کو اس کے کام سے بدنامی ہو گی۔ اگر دیکھے کہ بادشاہ کے دربار میں گیا ہے تو اس کی بھی یہی تعبیر ہے۔

حلوہ دیکھنے کی تعبیر:۔ خواب میں حلوہ بہت سا مال اور دین خالص ہے خواب میں حلوہ کھانا اس بات کی دلیل ہے کہ اسی قدر مال حلال پائے گا اگر خواب میں دیکھے کہ اس میں زعفران ہے تو یہ بھی بہتری کی دلیل ہے۔ خواب میں حلوہ فروش آدمی شیریں سخن مرد ہے۔

مہندی دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر خواب میں دیکھے کہ اپنے آپ کو مہندی لگی ہوئی ہے تو دلیل ہے کہ اپنے آپ کو آراستہ کرے گا لیکن اس کے دین میں کراہت ہو گی اگر یہ خواب ایسا آدمی دیکھے جس کے حسب حال مہندی لگانا نہیں ہے تو وہ دلیل ہے کہ اس کو غم لاحق ہو گا اور جلدی نجات پائے گا۔

کوڑا کرکٹ دیکھنے کی تعبیر:۔ خواب میں کوڑا کرکٹ دیکھنا عام لوگوں کے لیے مال اور نعمت ہے اگر دیکھے کہ خاشاک کو ہوا لے گئی ہے یا بل گیا ہے تو دلیل ہے کہ بادشاہ اس کا مال لے گا۔ اگر دیکھے کہ کوڑا کرکٹ کو کسی تنور میں جلاتا ہے تو دلیل ہے اپنے مال کو عیال پر خرچ کرے گا اور جمع کرے گا اگر دیکھے کہ شہر یا کوچے میں ہوا کوڑا کرکٹ لائی ہے تو دلیل ہے کہ اس شہر کے لوگوں کو اس قدر مال و منفعت حاصل ہو گی۔

قلم دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر دیکھے قلم لیا ہے یا اس کو کسی نے دیا ہے تو دلیل ہے کہ علوم حاصل کرے گا اور اس کی مراد پوری ہو گی اگر

دیکھے کہ خواب میں دو قلموں سے لکھتا ہے تو دلیل ہے کہ اس کا سفر میں گیا ہوا شخص جلد واپس آئے گا اگر دیکھے کہ قلم سے کچھ لکھتا ہے یا پڑھتا ہے تو یہ اس کی موت کی دلیل ہے۔ اگر دیکھے کہ قلم اس کے ہاتھ میں ٹوٹ گیا ہے اگر عالم ہے تو اس کا کام بے رونق ہوگا۔ امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ قلم سات وجوہ پر ہے۔

اول: حکمت۔ دوم: فرمان۔ سوم: علم۔ چہارم: دانائی۔ پنجم: ولایت۔ ششم: چیزوں کا درست ہونا۔ ہفتم کام اور مراد۔

انڈا دیکھنے کی تعبیر:۔ گر خواب میں دیکھے کہ مرغی نے انڈا دیا ہے اس کو معلوم نہیں ہے کہ کیسا ہے؟ تو دلیل ہے کہ عورت سے شادی کرے گا اور مدت تک اس کے ساتھ رہے گا۔ اگر دیکھے کہ چھلکوں سمیت انڈا کھایا ہے تو دلیل ہے کہ مردوں کا کفن چوری کرے گا اگر دیکھے کہ پکا ہوا انڈا کھاتا ہے تو رنج اور مشقت سے مال حاصل کرے گا، اگر دیکھے کہ انڈوں پر پرندوں کی طرح بیٹھا ہے تو دلیل ہے عورتوں کے پاس بیٹھے گا اور فائدہ پائے گا۔ اگر دیکھے کہ اس کے پاس بہت سے انڈے ہیں تو دلیل ہے کہ اس کے بہت سے لڑکے ہوں گے۔ چڑیا کا انڈا خوشی پر دلیل ہے۔

زخمی کرنا دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر دیکھے کہ اس کو کسی نے زخمی کیا ہے اور اس کا خون نکلا ہے تو دلیل ہے کہ زخمی کرنے والا اس کو سچی بات کہے گا اور وہ اس کو جواب نہ دے سکے گا اگر خواب میں کوئی اپنے آپ پر بہت زیادہ زخم دیکھے تو دلیل ہے کہ بادشاہ سے منفعت پائے گا۔ حضرت جابر مغربی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے جسم پر بہت سے زخم دیکھنا مال کا نقصان ہے۔

جھگڑا دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر خواب میں دیکھے کہ کسی کے ساتھ جھگڑا کیا ہے اور اس پر غالب آیا ہے تو دلیل ہے کہ آخر کار غالب آئے گا اور دشمن پر فتح پائے گا اگر دیکھے کہ دشمن اس پر غالب آیا ہے تو دلیل اول کے خلاف ہے۔ اگر دیکھے کہ کسی کے ساتھ اس کا بے وجہ جھگڑا ہو گیا ہے تو دلیل ہے لوگ اس سے اندوہ گین رہیں گے کیونکہ وہ لوگوں کو ستانا چاہتا ہے۔

ہنسی دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر کوئی خواب میں کھلکھلا کر ہنسا ہے تو دلیل ہے کہ اس کو غم زیادہ لاحق ہوگا اگر دیکھے کہ آہستہ آہستہ ہنسا ہے تو دلیل ہے کہ اس کا اندوہ کم ہوگا۔ حضرت جعفر صادق رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ خواب میں آہستہ ہنسی فرزند پر دلیل ہے۔ اس طرح قہقہہ کی ہنسی خدا تعالیٰ کے کاموں پر تعجب کرنا ہے۔ "افمن هذا الحديث تعجبون"

سور دیکھنے کی تعبیر:۔ ابراہیم کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ خواب میں سؤر کی حفاظت دنیا دار کے لیے نیک ہے اور دین دار کے لیے بد اور خواب میں سؤر کا بچہ دیکھنا غم واندوہ کی دلیل ہے۔ اگر وہ دیکھے کہ سؤروں کے درمیان پھرتا ہے تو دلیل ہے کہ حرام مال جمع کرے گا اگر دیکھے کہ وہ سؤروں کا گڈریا ہے تو دلیل ہے کہ بے دین اور بد فعل لوگوں پر سردار ہوگا۔ اگر دیکھے کہ اس کے پاس سؤر کا گوشت، چمڑا یا ہڈی ہے تو دلیل ہے کہ اس قدر مال حرام پائے گا۔

جال دیکھنے کی تعبیر:۔ حضرت ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ خواب میں جال دیکھنا مکر اور حیلہ ہے اگر دیکھے کہ جانور کو پھندے میں لایا ہے تو جو شخص اس جانوروں سے منسوب ہے اس کو مکر وحیا سے قبضہ میں لائے گا۔

لڑکی دیکھنے کی تعبیر:۔ ابن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں خواب میں لڑکی دیکھنا خوشی کی دلیل ہے اگر دیکھے کہ اس کے ہاں لڑکی ہوئی ہے یا کسی نے اس کو دی ہے تو دلیل ہے اس کے حسن وجمال کے مطابق خیر اور منفعت پائے گا۔ اگر دیکھے کہ لڑکی مری ہے تو اس کی دلیل اول کے برعکس ہے۔ اگر دیکھے کہ اپنی لڑکی کسی کو دی ہے اس سے آدمی کو خوشی پہنچے گی۔

دریا دیکھنے کی تعبیر:۔ ابن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ خواب میں دریا بڑا عالم یا بادشاہ ہے اگر دیکھے کہ اس نے دریا کا پانی پیا ہے تو دلیل ہے کہ بادشاہ سے عزت اور مرتبہ پائے گا یا عالم سے نفع پائے گا۔ اگر دیکھے کہ دریا میں ڈوبا ہے اور اس کا جسم کیچڑ سے بھر گیا ہے تو دلیل ہے کہ اس کو بادشاہ سے غم واندوہ پہنچے گا۔ اگر دیکھے کہ دریا سے تیر کر نکلا ہے تو دلیل ہے کہ رہائی پائے گا اگر دیکھے کہ دریا سے ٹھنڈا پانی پیا ہے تو دلیل ہے کہ پورا نصیب پائے گا۔

چوری کرتا دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر خواب میں دیکھے کہ کسی کا مال چوری کرنے کی نیت ہے تو دلیل ہے کہ کسی کو بری بات پہنچائے گا اور بعض کہتے ہیں کہ بیمار ہوگا اور شفاء پائے گا۔ اگر دیکھے کہ چور کے ہاتھوں اسیر ہوا ہے تو اس کا حال بد ہوگا اگر دیکھے کہ چوروں نے اس کا رستہ روکا ہے تو دلیل ہے کہ وہ شخص غم واندوہ کو پہنچے گا۔ اگر دیکھے کے چور لوگوں کا سامان لے گئے ہیں تو دلیل ہے کہ اس کا عیش تباہ ہو جائے گا۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خواب میں چور کو دیکھنا خیانت اور حیلہ ہے۔

کوّا دیکھنے کی تعبیر:۔ ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کوا خواب میں فاسق بے دین اور جھوٹا آدمی ہے۔ اگر دیکھے کہ کوے کا شکار کیا ہے تو دلیل ہے کسی جگہ سے جھوٹ کے ساتھ مال پائے گا۔ خواب میں بہت سے کوے دیکھنا لشکر کی دلیل ہے۔ اگر دیکھے کہ کوے کو مارا ہے تو دلیل ہے کہ اس سے گھر والوں کو نقصان پہنچے گا۔ اگر دیکھے کہ کوا اور چکور دونوں لڑتے ہیں تو دلیل ہے کنیز کے ساتھ فساد کرے گا۔

قید خانہ دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو قید میں دیکھے تو اس کی ہلاکت پر دلیل ہے۔ اگر قید خانہ معلوم ہے تو اس کی غم واندوہ حاصل ہوگا اگر قید خانہ نا معلوم ہے تو اندھا ہوگا۔ اگر دیکھے کہ قید خانہ میں گیا ہے اور جلدی نکلا ہے تو دلیل ہے کہ پوری مراد پائے گا۔ ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے خواب میں قید خانہ قبر ہے۔

زہر دیکھنے کی تعبیر:۔ ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ خواب میں زہر کھانا مال حرام یا خون باطل اور ناحق ہے۔ اگر دیکھے کہ اس کا جسم زہر آلود ہے تو تو دلیل ہے کہ جس کام میں ہوگا سخت حریص ہوگا۔ اگر دیکھے کہ اس کے جسم کو زہر سے تکلیف ہوئی ہے یا سوج گیا ہے تو دلیل ہے کہ اس کے مطابق اس کو غم واندوہ پہنچے گا۔ اگر دیکھے کہ زہر کھایا ہے تو دلیل ہے کہ کسی پر غصہ آئے گا۔

کتا دیکھنے کی تعبیر:۔ ابن سیرین رحمۃ اللہ نے فرمایا ہے کہ خواب میں کتا دیکھنا کمینے اور مہربان دشمن کو دیکھنا ہے۔ اگر دیکھے کہ کتے نے اس کو کاٹا ہے تو دلیل ہے کہ دشمن اس سے نقصان اٹھائے گا۔ اگر دیکھے کہ اس نے کتے کا گوشت کھایا ہے تو دلیل ہے کہ دشمن کو فتح کرے گا۔ اگر دیکھے کہ کتے کو روٹی دی ہے تو دلیل ہے کہ اس پر روزی فراخ ہوگی۔ اگر دیکھے کہ کتا اس سے بھاگا ہے تو دلیل ہے محتاط دشمن ہوگا۔ اگر دیکھے کہ شکاری کتے کے ساتھ شکار کرتا ہے تو دلیل ہے کہ دشمن کی طرف سے خیر پہنچے گی۔ اگر دیکھے کہ شکاری کتے کا گوشت کھایا ہے تو دلیل ہے کہ وراثت پائے گا۔

جسم کا شل ہونا یا فالج پڑتا دیکھنے کی تعبیر:۔ تعبیر: اگر خواب میں دیکھے کہ اس کا جسم شل ہوگا اور گھر کے ایک گوشے میں گر پڑا ہے اور اٹھ نہیں سکتا تو دلیل ہے کہ برے کاموں سے توبہ کرے گا۔ حضرت جابر مغربی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر دیکھے کہ اس کا کوئی عضو خستہ ہو گیا ہے تو دلیل ہے کہ اس کے خویش کو جو اس سے نسبت رکھتا ہے آفت پہنچے گی۔

قرآن مجید پڑھتا دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر دیکھے کہ آیت پڑھی ہے تو حق تعالیٰ کے غصے اور غضب پر دلیل ہے توبہ کرے اور اللہ کی طرف رجوع کرے۔ اگر دیکھے کہ خواب میں آدھا قرآن مجید پڑھا ہے تو دلیل ہے کہ اس کی آدھی عمر گزری ہوگی۔ اگر دیکھے کہ قرآن مجید بلند آواز سے پڑھتا ہے تو دلیل ہے کہ اس کا کام بلند ہوگا اور وہ لوگوں میں مشہور ہوگا۔ اگر دیکھے قرآن مجید کا پورا پارہ پڑھا ہے تو دلیل ہے کہ سال اور ماہ اس پر مبارک ہوگا۔ اگر دیکھے کہ اس نے قرآن مجید کے سات پارے پڑھے ہیں تو دلیل ہے کہ غم واندوہ سے نجات پائے گا۔ اگر دیکھے کہ برہنہ ہے اور قرآن مجید پڑھتا ہے تو دلیل ہے کہ خواہش مند ہوگا۔ اگر پاک اور ناپاک جگہ پڑھتا ہے تو دلیل ہے کہ اس کے اعتقاد میں خلل ہوگا۔

قربانی کرتا دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ گائے بکری یا اونٹ کی قربانی کی ہے تو دلیل ہے کہ اگر غلام ہے تو آزاد ہوگا اگر رنج بلا اور زحمت میں گرفتار ہے تو شفاء پائے گا۔ خوف میں ہے تو امن پائے گا اگر حج نہیں کیا ہے تو حج کرے گا۔ اگر دیکھے کہ قربانی کا گوشت لوگوں میں تقسیم کیا ہے تو دلیل ہے کہ وہاں مال دار شخص مرے گا اور اس کا مال تقسیم ہوگا۔ اگر دیکھے کہ لوگوں نے گوشت چرایا ہے تو دلیل ہے کہ حق تعالیٰ پر جھوٹ بولے گا۔

خواب میں روتا دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر خواب میں دیکھے کہ رونے سے اس کے منہ پر نشان پڑ گئے ہیں تو دلیل ہے کہ لوگوں کے طعنے

سننے پڑیں گے۔ اگر دیکھے کہ گناہ پر رویا ہے تو یہ خدا تعالیٰ کے کرم پر دلیل ہے جو اس پر اپنے فضل سے اس پر رحمت کرے گا اور اس کے گناہ بخشے گا۔

اگر خواب میں دیکھے کہ وہ رویا اور ہنسا ہے تو اس کی موت قریب ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "**ھوا ضحك و ابكى**" وہ ہنساتا اور رلاتا ہے۔

کھیت دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ کھیت کو کاٹا ہے تو دلیل ہے کہ لوگ لڑائی میں مارے جائیں گے۔ اگر دیکھے کہ کھیت بویا کاٹا اور غلہ نکالا ہے تو دلیل ہے کہ اس کی امید پوری ہوگی۔ اگر دیکھے کہ کھیت میں آگ لگی ہے اور سب کچھ جل گیا ہے تو دلیل ہے کہ اس ملک میں قحط پڑے گا۔ اگر دیکھے کہ اپنے کھیت کو پانی دیا ہے تو دلیل ہے کہ اس کے ہاتھ ایسا کام ہوگا جس سے اسے دنیا اور آخرت میں منفعت ہوگی۔ اگر دیکھے کہ آگ آئی ہے اور اور اس کے کھیت کو جلا دیا ہے تو دلیل ہے کہ بادشاہ سے اس کا نقصان ہوگا۔ اگر کھیت کو موسم میں سبز دیکھے تو دلیل ہے کہ اس ملک میں نعمت فراخ ہوگی اگر یہ دیکھے کہ کھیت میں دوستوں کے ساتھ گیا ہے تو دلیل ہے کہ جہاد کو جائے گا۔ حضرت اسماعیل اشعث رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ وقت پر کھیت کو کاٹنا تو دلیل ہے کہ امر حق بجالائے گا۔

سانپ دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر کوئی دیکھے کہ اس کے گھر میں سانپ ہے تو یہ گھریلو دشمن پر دلیل ہے۔ اگر دیکھے کہ اس نے سانپ سے لڑائی کی ہے تو دلیل ہے کہ وہ دشمن سے جھگڑا کرے گا۔ اگر دیکھے کہ سانپ کو مارا ہے تو دلیل ہے کہ دشمن کو مغلوب کرے گا۔ اگر دیکھے کہ سانپ اس کا تابعدار ہے تو دلیل ہے کہ عزت اور بزرگی پائے گا۔ اگر دیکھے کہ اسکے سامنے بہت سے سانپ ہیں اور اس کو ستاتے ہیں تو دلیل ہے کہ بہت زیادہ دشمن ہوں گے۔ اگر دیکھے کہ اس کی آستین سے سانپ نکلا ہے تو دلیل ہے کہ اس کا فرزند اسلام کا دشمن ہوگا۔ اگر دیکھے کہ اس نے اپنے بستر پر سانپ مارا ہے تو دلیل ہے کہ اس کی عورت مرے گی۔

مسجد دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر دیکھے کہ اس نے مسجد بنائی ہے تو دلیل ہے کہ مسلمانوں کے لیے خیر اور نیکی کرے گا یا کسی قوم کو دین اسلام اور شریعت پر قائم رکھے گا۔ اگر دیکھے کہ اس نے مسجد کا چراغ بجھایا ہے تو دلیل ہے کہ اس کے فرزند مریں گے۔ اگر دیکھے کہ کسی نے اس کو مسجد کے دروازے سے روکا ہے تو دلیل ہے کہ اس پر ظلم کرے گا۔ اگر اس نے مسجد ویران دیکھی ہے تو دلیل ہے کہ کوئی عالم مرے گا۔ اگر دیکھے کہ اس نے مسجد میں چراغ روشن کیا ہے تو دلیل ہے کہ اس کا مصلح لڑکا پیدا ہوگا۔ اگر دیکھے کہ جمعے کے دن مسجد کو آراستہ کیا ہے تو دلیل ہے کہ عالم لوگ اس سے خیر و برکت پائیں گے۔ اگر دیکھے کہ مسجد میں گیا ہے تو دلیل ہے کہ امن میں رہے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے

"ومن دخله كان آمنا" جو اس میں داخل ہوگا امن میں رہے گا۔

استاد دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر خواب میں دیکھے کہ تعلیم دیتا ہے اور بچوں کو علم سکھاتا ہے تو دلیل ہے کہ صاحب خواب لوگوں کو حق پہنچائے گا۔

بانسری بجاتا دیکھنے کی تعبیر:۔ ابن سیرین رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ خواب میں بانسری بجانا دکھ، غم اور مصیبت پر دلیل ہے۔ اگر دیکھے کہ وہ بانسری بجاتا ہے تو دلیل ہے کہ مصیبت میں گرفتار ہوگا۔ ابراہیم کرمانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے بانسری بجانے والا وہ شخص ہوتا ہے جو لوگوں کو خیر پہنچاتا ہے۔

بلی دیکھنے کی تعبیر:۔ اگر دیکھے کہ بلی گھر سے کوئی چیز کھا گئی ہے یا لے گئی ہے تو دلیل ہے کہ چور اس کے گھر سے کوئی چیز لے جائے گا۔ اگر دیکھے کہ خواب میں بلی کو مارا ہے تو دلیل ہے کہ چور کو مغلوب کرے گا۔ اگر دیکھے کہ بلی کے ساتھ لڑائی کرتا ہے اور بلی نے اس کو خراش لگائی ہے تو دلیل ہے کہ بیمار ہوگا۔ اگر بلی نے اس کو کاٹا ہے تو دلیل ہے کہ اس کی بیماری دراز ہوگی۔ حضرت دانیال علیہ اسلام نے فرمایا جو شخص صبح بلی کو خواب میں دیکھے وہ چھ روز تک بیمار رہے گا۔ (انبیاء کے خواب ص86 تا 111)

☆☆☆☆☆

نام کتاب:۔تذکرۃ الابرار..... مصنف:۔ڈاکٹر عبدالغفور راشد.....ناشر:۔مکتبہ ارسلان الہ آباد

تذکرۃ الابرار سے متصوفین علماء کا تذکرہ

مولانا حکیم محمد حسین رحمہ اللہ کا ذوق تصوف: اپنے زمانے میں کئی بزرگوں کی صحبت میں سلوک کی راہیں بھی طے کرتے رہے۔ جن میں سرفہرست مولانا کمال الدین ڈوگر صاحب ہیں۔ ایک دفعہ ان کے خطبہ جمعہ میں کسی طرح 2، 3 طوائفیں بھی آ گئیں انہوں نے مولانا محمد حسین رحمہ اللہ کا خطبہ جمعہ سنا۔ جمعہ کے بعد گھر آئیں اور ان کے سامنے انہوں نے اپنے ناپاک پیسہ سے توبہ کی اور جا کر نکاح کر کے شرافت کی زندگی بسر کرنے لگیں۔ مولانا رحمہ اللہ کے والد صاحب مولانا حاصل دین رحمہ اللہ کا بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ لگاؤ اور حضورﷺ کی پیروی کا جذبہ بہت زیادہ تھا۔ ان کا فرمان تھا کہ اذان ہو جائے تو آدمی اس طرح اٹھے جیسے پاؤں تلے انگارہ آ گیا ہے۔ (بحوالہ تذکرۃ الابرار)

مولانا عبدالکریم حسینوی رحمہ اللہ:۔ بڑے متقی، دیندار اور عالم باعمل شخص تھے ان کے بزرگوں کا تعلق علم وعرفان اور تزکیہ وتصوف سے رہا ہے۔ مولانا عملیات کے میدان کے بہت شائق تھے۔ جن حضرات کو جنات یا آسیب کی پریشانی لاحق ہوتی۔ اپنے عمل کے باعث وہ ان کیلئے آسانی اور صحت کا معاملہ پیدا کرتے۔ ان کے آٹھویں دادا میاں عبداللہ بھٹی اپنے زمانے کی ممتاز روحانی شخصیت تھے۔ (بحوالہ تذکرۃ الابرار)

میاں مولابخش گوہڑوی رحمہ اللہ:۔ طبیعت کے سادہ، فکر کے خالص، عقیدہ میں راسخ اور منکسر المزاج میاں مولابخش بن حاجی نور محمد رحمہ اللہ کا تعلق موضع گوہڑ سے تھا۔ بستی گوہڑ میں شروع ہی سے غزنوی اور لکھوی علماء کرام کا آنا تھا اس وجہ سے یہاں کے لوگوں کا عمومی ماحول علم دوستی اور دینداری کا تھا۔ میاں مولابخش رحمہ اللہ بھی مولانا محمد علی مدنی لکھوی رحمہ اللہ کے بیعت تھے۔ (بحوالہ تذکرۃ الابرار)

ایک ہفتہ عالم جنات میں درس:۔ علامہ محمد یوسف خان کلکتوی رحمہ اللہ کے پاس مدرسہ غزنویہ میں جنات بھی تعلیم حاصل کرتے تھے ایک دن جنوں نے علامہ صاحب سے کہا کہ آپ ہمارے قبیلے میں جا کر تبلیغ کریں۔ آپ کی تبلیغ سے بہت فائدہ ہوگا۔ چنانچہ جنات علامہ صاحب رحمہ اللہ کو اٹھا کر لے گئے اور ایک ہفتہ وہاں پر درس وتدریس کا کام جاری رہا اس سے جنات کے کئی قبائل اسلام لے آئے۔ اس دوران علامہ صاحب کی گمشدگی پر مدرسہ کے ناظمین اور انکے گھر والے بہت پریشان رہے لیکن ایک ہفتے بعد علامہ صاحب خود ہی واپس آ گئے۔ (بحوالہ تذکرۃ الابرار)

حصول فیض.....اور جنات میں درس:۔ حافظ محمد سلیمان خان بھوجیانی رحمہ اللہ نے مولانا عبداللہ شہید، مولانا عبدالرحمٰن شہید اور مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ سے کسب فیض کیا۔ ان کے حلقہ درس میں جنات بھی اخذ فیض کرتے تھے۔

صوفی دین محمد رحمہ اللہ گہلن کا ذوق تصوف:۔ انہوں نے دارالعلوم تقویۃ الاسلام امرتسر میں غزنوی علماء کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ تقریباً 5 برس کا عرصہ حضرت امام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی صحبت ثمر بار میں رہے۔ صوفی دین محمد رحمہ اللہ بڑے اہل اللہ اور عارف باللہ شخص تھے ان کی زبان اکثر وبیشتر ذکر الٰہی سے تر اور دل خشیت الٰہی سے لبریز رہتا۔

دعا کے دوران کشفی کیفیت:۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے تو اللہ تعالیٰ ان کی دعا کو ضرور قبول کرتے۔ ایک دفعہ ان کا بیٹا جو پٹواری تھا ان کے پاس آیا کہ میں ملازمت سے برخواست ہو گیا ہوں۔ میری ملازمت کی بحالی کیلئے دعا کریں چونکہ وہ اس شعبے اور ایسی کمائی کو پسند نہیں کرتے تھے بلکہ اس کے گھر سے انہوں نے کبھی کھانا بھی پسند نہیں کیا۔ اس لیے دعا سے انکار کر دیا لیکن جب بیٹے نے بے حد اصرار کیا تو اسے ساتھ کھڑا کر کے دعا مانگنے لگے۔ دعا کے دوران ہی انہوں نے بیٹے کو دھکیل کر اپنے سے علیحدہ کر دیا۔ دعا ختم ہوئی تو بیٹے نے سوال کیا کہ کیا بات ہے آپ نے خود ہی مجھے ساتھ کھڑا کیا اور خود ہی دھکیل کر دور کر دیا؟ فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارا میرے ساتھ کھڑا ہونا اور تمہیں ساتھ لے کر سفارش کرنا پسند نہیں کیا۔ لیکن پھر بھی جاؤ تمہارا کام ہو جائے گا۔ اور واقعی اس کی ملازمت بحال ہو گئی۔ وہ

اکثر دعا کیا کرتے کہ مجھے رمضان المبارک کی 21 ویں شب کو موت آئے چنانچہ جب انہوں نے اس دار فانی سے دار بقاء کا سفر اختیار کیا تو 1965ء میں رمضان المبارک کی 21 ویں رات تھی۔ (بحوالہ تذکرۃ الابرار)

مولانا محمد امین رحمہ اللہ گہلن کا ذوق تصوف:۔ ان کے دور میں میں لوگوں نے گھروں میں تھیلیاں لٹکا رکھی تھیں جب عورتیں باوضو ہو کر آٹا گوندھنے لگتیں تو ایک دو مٹھی آٹا ان تھیلیوں میں ڈال دیتیں جسے بعد میں اکٹھا کر کے طالبان قرآن وحدیث کی خوراک بنایا جاتا۔ ان کی درسگاہ میں انسانوں کے علاوہ جنات بھی زیر تعلیم تھے۔ مولانا کے چھوٹے بھائی حافظ محمد شریف اشرف بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مولانا مجھے اور مولانا محمد ابراہیم کو لے کر الہ آباد اور گہلن کے درمیان نہر کے پل پر گئے اور جاتے ہی وہاں تقریر شروع کر دی۔ چاندنی رات تھی ہم یہ دیکھ کر حیران ہو گئے کہ مولانا اکیلے ہی ویران جگہ تقریر کر رہے ہیں تقریر کے اختتام پر ہمیں بتایا کہ ایک جن کی شادی کی تقریب تھی جس میں تقریر کی۔

ان کے والد گرامی کی بیعت تصوف:۔ ان کے والد گرامی صوفی الہ دین رحمہ اللہ بھی بڑے متقی اور پارسا تھے وہ دینی علوم کے سلسلہ میں صوفی دین محمد رحمہ اللہ سے فیض یافتہ تھے لیکن روحانی مدارج طے کرنے کیلئے انہوں نے صوفی ولی محمد رحمہ اللہ فتوحی والا اور مولانا کمال الدین ڈوگر رحمہ اللہ کی بیعت کر رکھی تھی اور ان سے حد درجہ عقیدت ارادت رکھتے تھے۔

صاحب کرامت ولی کا مجرب تعویذ:۔ حافظ عبدالرحمٰن رحمہ اللہ فتح محمد کلاں بڑے ہی نیک اور پارسا شخص تھے۔ بلکہ صاحب کرامات بزرگ تھے قرب وجوار کے دیہاتوں میں ان کی کرامات کا چرچا زبان زد عام تھا۔ ایک دفعہ گاؤں میں ایک شخص کے بیل چوری ہو گئے۔ وہ حافظ صاحب کے پاس آیا اور مدعا بیان کیا۔ انہوں نے ایک تعویذ لکھ کر دیا اور فرمایا اسے لے جا کر اپنی چارپائی کے پائے کے نیچے رکھ کر رات کو گھر کی بجائے گلی میں سو جانا اس شخص نے ایسا ہی کیا خدا کی قدرت کہ چور رات کو آئے اور بیل چھوڑ کر چلے گئے۔

بابا حاجی احمد دین الہ آباد کی بیعت اصلاح:۔ چہرے پر حنائی رنگ کی پوری داڑھی، سر پر پگڑی، ہاتھ میں کھونڈی، ضعیف العمری میں بزرگانہ چال اور پر جلال وجاہت کیساتھ قدم اٹھاتے ہوئے مدینہ مسجد کے متولی وبانی بابا حاجی احمد دین ۱۸۸۰ء میں جودھ پور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی عمر سے ہی دینی رغبت تھی اور مولانا صوفی کمال الدین ڈوگر رحمہ اللہ سے خصوصی بیعت وعقیدت کا رشتہ تھا۔

مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف:۔ عارف باللہ حافظ محمد بن بارک اللہ لکھوی رحمہ اللہ کے چھ بیٹے تھے۔ ان سب میں سے مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ نے علم وعمل اور زہد وورع میں خاص مقام حاصل کیا۔ عارف باللہ، ولی کامل حضرت سید محمد عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی خدمت عالیہ میں علم وعرفان کے جواہر گرانمایہ اپنے دامن میں سمیٹنے کیلئے گئے۔ حضرت عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی صحبت صالحہ نے مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ کے اتقاء وصالحیت کو دوآتشہ کر دیا۔ وہ والد گرامی کی وفات کے 2 سال بعد ۱۳۱۲ھ کو فوت ہوئے۔ حج بیت اللہ کیلئے گئے۔ مسجد نبوی ﷺ میں سجدہ کی حالت میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ (تذکرۃ الابرار صفحہ نمبر 15)

فرماتے تھے کہ بعض علماء اور صوفیاء کسی کا ہدیہ قبول نہیں کرتے کہ اس سے لوگ ہمیں حقیر سمجھیں گے اور کہیں گے یہ چھوٹا آدمی ہے جو ہدیہ قبول کرتا ہے۔ ان کے اندر کا بڑا پن ان کو ایسا نہیں کرنے دیتا لیکن مولانا رحمہ اللہ کا مزاج بالکل ہی مختلف تھا۔ انہیں کوئی ایک روپیہ بھی دیتا تو لے لیتے کہ اس سے نفس کی نفی ہوتی ہے بڑا پن ختم ہوتا ہے۔ **(تذکرۃ الابرار صفحہ 25)**

مولانا صوفی ولی محمد رحمہ اللہ فتوحی والا کا ذوق تصوف:۔ مولنا ولی محمد رحمہ اللہ کا شمار عابد وزاہد، صابر وقانع، خوش اخلاق شب زندہ دار اور اصحاب علم وعرفان کبار علماء میں ہوتا ہے۔ ان کا طرز معاشرت انتہائی سادہ تھا۔ مولنا جس طرح خود سادہ مزاج اور سادہ پوش تھے اسی طرح ان کی مسجد بھی بالکل سادہ سی تھی جس کے ساتھ ایک حجرہ بنا ہوا تھا جس میں وہ تشریف فرما ہوتے اور وہاں ارادت مندوں کا ہجوم لگا رہتا۔ وہ سب سے پہلے امیر المجاہدین مولنا عبداللہ رحمہ اللہ پھر امیر عبدالکریم رحمہ اللہ اور پھر امیر نعمت اللہ رحمہ اللہ کی بیعت سے سرفراز ہوئے۔

عارفین کی نماز: خشوع عارف کے عنوان سے ایک کتاب لکھی جس میں عارفین کی نماز کا طریقہ اور خشوع بیان کیا گیا ہے۔ اس

کے علاوہ ایک کتاب حیات طیبہ کے عنوان سے لکھی جس میں زہد اور رہبانیت کا فرق واضح کیا گیا ہے۔ (تذکرۃ الابرار صفحہ 36.37.38)

طی الارض کے ساتھ سفر:۔ مولانا ایک دفعہ فتوحی والا سے ببر کھائی گئے جو اس وقت الہ آباد سے مغرب کی جانب واقع ہے اور تنگن پور سے تقریباً 7 میل کے فاصلے پر ہے۔ اس دور میں بسوں کی سہولت نہیں تھی آمد و رفت کیلئے ریل گاڑی پر ہی گزارا تھا جمعے کا دن تھا تقریباً 12 بجے انہوں نے ببر کھائی میں دوپہر کا کھانا کھایا اور فرمایا کہ میں واپس جا رہا ہوں۔ وہاں جا کر میں نے جمعے کا خطبہ دینا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ اس وقت آپ کا وہاں پہنچنا ناممکن ہے۔ سواری کے بغیر اتنے قلیل وقت میں آپ کیسے جا سکتے ہیں۔ مختصر یہ کہ صوفی صاحب رحمہ اللہ روانہ ہو گئے۔ لوگوں کو بہت تجسس ہوا۔ انہوں نے پیچھے سے ایک آدمی کو بھیجا جس نے جا کر مولانا رحمہ اللہ کے گاؤں والوں سے جب پوچھا تو معلوم ہوا کہ مولانا رحمہ اللہ تو پہلی اذان سے پہلے ہی وہاں پہنچ گئے تھے اور خطبہ جمعہ بھی انہوں نے ہی ارشاد کیا۔ یہ واقعہ مولانا رحمہ اللہ کی کرامت تھی۔ (تذکرۃ الابرار صفحہ 39)

مولانا کمال الدین ڈوگر رحمہ اللہ:۔ انہوں نے لکھو کے جا کر مولانا محی الدین رحمہ اللہ سے استفادہ کیا۔ وہ قرآن پاک کی کثرت سے تلاوت کیا کرتے اور فرماتے تھے جو کچھ قرآن میں نظر آیا ہے وہ دنیا کی کسی دوسری چیز میں نہیں۔

حشرات الارض پر ولی کے حکم کا اثر (کرامت):۔ مولنا بڑے متوکل علی اللہ اور مستجاب الدعوات تھے۔ ان کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ وہ کھڈیاں خاص ضلع قصور میں کسی اجتماع میں شرکت کیلئے گئے۔ اس مسجد میں کیڑوں کی بہتات تھی۔ لوگوں نے شکایت کی کہ حضرت اس مسجد میں کیڑے بہت زیادہ ہیں۔ فرمایا ایک کیڑا پکڑ کر میرے پاس لے آؤ کیڑا لایا گیا تو اسے اپنی ہتھیلی پر رکھ کر فرمایا بھئی وعظ و نصیحت کی ضرورت تو ہم انسانوں کو ہے جو اسی مقصد کیلئے یہاں جمع ہوئے ہیں۔ تمہیں اس کی ضرورت نہیں پھر تم کیوں آئے ہو۔ پھر کچھ پڑھ کر اس پر پھونکا اور فرمایا اسے آبادی سے باہر لے جا کر چھوڑ آؤ۔ ایسا ہی کیا گیا دیکھتے ہی دیکھتے تمام کیڑے غائب ہو گئے اور پھر کبھی واپس نہ آئے۔ (فیوض محمدیہ ص 219)

مولانا کا فکر آخرت:۔ خوف خدا سے رونے کے سلسلے میں ایک معروف واقعہ ہے۔ چونکہ ان کا تعلق ڈوگر خاندان سے تھا۔ اور اس خاندان کے افراد عموی طور پر جرائم کی زندگی کو پسند کرتے ہیں مولنا کمال الدین رحمہ اللہ ایک دن مسجد کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے ایک شخص نماز پڑھنے مسجد آیا وضو کرتے وقت اس نے ایک بھڑ کو دیکھا اور مار دیا۔ وضو سے فارغ ہو کر وہ نماز میں مصروف ہو گیا۔ مولانا رحمہ اللہ یہ سارا واقعہ دیکھ رہے تھے دیکھ کر زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ نمازی اپنی نماز سے فارغ ہوا مولنا رحمہ اللہ کو روتے دیکھا تو صورتحال کی نزاکت کو سمجھ گیا۔ مولنا رحمہ اللہ سے عرض کیا کہ میں نے وضو کرتے وقت ایک موذی بھڑ کو ہی مارا ہے کونسا جرم کیا ہے؟ جو آپ رحمہ اللہ نے اتنا محسوس کیا ہے۔ فرمانے لگے جسے تو نے مارا ہے اس نے تجھے کوئی ایذا تو نہیں دی تھی۔ تو نے اسے صرف موذی سمجھ کر ہی مار دیا ہے۔ میں اس لیے رو رہا ہوں کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھے صرف ڈوگر سمجھ کر ہی جہنم میں نہ پھینک دے اس خوف سے میں رو رہا ہوں۔ (تذکرۃ الابرار صفحہ 41)

حافظ محمد عظیم میر محمدی رحمہ اللہ کا ذوق تصوف:۔ انتہائی متقی اور پرہیز گار شخص تھے۔ بلکہ عرفان و سلوک میں انہوں نے ممتاز مقام حاصل کیا۔ علم حاصل کرنے کیلئے مدرسہ محمدیہ لکھوکے اور مدرسہ غزنویہ امرتسر میں گئے۔ لیکن ان کا قلبی و طبعی رجحان عرفان و سلوک کی طرف تھا۔ لہٰذا وہ اپنی تشنگی کی سیرابی کیلئے بہت عرصہ سید محبوب علی شاہ رحمہ اللہ اور مولانا کمال الدین ڈوگر رحمہ اللہ کی خدمت میں رہے۔ ان کا صحبتی رنگ تادم حیات ان پر غالب رہا۔ ان کے زہد و ورع اور عرفان و سلوک کے بارے میں لوگوں نے کافی حکایات بیان کی ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ وہ صاحب کرامت بزرگ تھے۔ (تذکرۃ الابرار صفحہ 42)

"اللہ ھو" کا ذکر اور ٹرین کا رکنا (کرامت):۔ مولنا عبدالعظیم انصاری نے تذکرہ علماء بھوجیان میں لکھا ہے کہ میر محمد گاؤں کے ایک زمیندار بیان کرتے ہیں کہ جب میں مڈل سکول راؤ خانوالا میں پڑھتا تھا تو پیدل ہی سکول جایا کرتا تھا ایک دن میں سکول جانے کیلئے گھر سے نکلا تو حافظ محمد عظیم میر محمدی صاحب رحمہ اللہ بھی تیز قدموں سے جا رہے تھے۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ انہوں نے راؤ خان والا سے ٹرین پر سوار ہونا

ہے اسی لیے جلدی میں ہیں۔ لیکن صورتحال یہ تھی کہ فاصلہ زیادہ اور وقت بہت کم تھا۔ میں نے کہا گاڑی آنیوالی ہے اور آپ اس پر سوار نہیں ہو سکتے۔ انہوں نے فرمایا تم چپ چاپ میرے پیچھے آؤ بات کوئی نہیں کرنی لیکن جب دایاں قدم اٹھاؤ تو اللہ اور بائیں قدم پر ھو کہنا ہے۔ ابھی ہدایات جاری تھیں کہ گاڑی نے وسل بجایا میں نے کہا گاڑی راجہ جنگ اسٹیشن پر آگئی ہے لہٰذا ہم نہیں پہنچ پائیں گے۔ انہوں نے مجھے ڈانٹا اور فرمایا باتیں نہ کرو بلکہ ذکر کرتے ہوئے چلتے آؤ۔ ہم چلتے رہے ابھی راؤ خانوالا اسٹیشن سے ایک میل پیچھے تھے کہ گاڑی گزر گئی میں نے پھر کہا کہ گاڑی تو گزر گئی۔ انہوں نے مجھے پھر خاموش رہنے کا حکم دیا ہم آگے بڑھتے ہوئے جب سٹیشن سے ایک فرلانگ پیچھے رہ گئے تو گاڑی سٹیشن سے چل پڑی لیکن پھر حیرت انگیز بات یہ ہوئی کہ تھوڑا سا آگے جا کر گاڑی رک گئی حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ نے تسلی سے ٹکٹ خریدا گاڑی پر سوار ہوئے اور گاڑی چل پڑی۔ (تذکرۃ الابرار صفحہ 43)

اکثر اوقات ایسا بھی ہوتا تھا کہ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ آیۃ الکرسی پڑھ کے بغیر محافظ کے کھیتوں میں مویشی چھوڑ آتے ان کے مویشی محفوظ رہتے اور کبھی نقصان نہ ہوتا۔ حالانکہ ابتداء ہی سے میر محمد وستو کی کے علاقے میں جرائم پیشہ افراد کی کثرت رہی۔ (تذکرۃ الابرار صفحہ 44)

حافظ محمد یحییٰ عزیز میر محمدی رحمہ اللہ:۔ مولٰنا نے حصول تعلیم کے لئے مدرسہ محمدیہ لکھو کے کا رخ کیا اور تصوف سلوک کی سیرابی کیلئے سید محبوب علی شاہ سے فیض پایا۔ (ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث 1 مئی 09ء از سعید احمد چنیوٹی)

علمائے اہلحدیث اور بریلوی میں باہمی رواداری:۔ مولانا محمد حیات قصوری رحمہ اللہ کا شمار خدا رسیدہ اور باعمل علماء میں ہوتا ہے۔ مولانا کا اسلوب بڑا ناصحانہ تھا۔ کبھی شر انگیزی اور فتنہ پروری کی بات نہیں کرتے تھے یہی وجہ تھی کہ دیگر مسالک کے ساتھ ان کا عزت و احترام کا رشتہ تھا۔ مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ نے اپنی کتاب ''کاروان سلف'' میں ایک بریلوی عالم دین کا واقعہ بیان کیا ہے کہ ان کی زندگی کا آخری وقت تھا تو ان کے ہم مسلک علماء اور عقیدت مند ان کے ارگرد بیٹھے تھے اور قرآن مجید کی تلاوت میں مشغول تھے۔ مولانا رحمہ اللہ نے آنکھیں کھولیں اور کہا کہ کوئی جا کر مولانا محمد حیات کو بلا لائے۔ یہ سن کر ایک شخص بولا حضرت وہ تو وہابی ہیں مولوی صاحب نے فرمایا کہ جاؤ تم ہی بلا کر لاؤ وہ شخص مولانا رحمہ اللہ کو بلا کر لے آیا انہیں دیکھ کر بیمار مولانا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہنے لگے۔ حضرت! میں آخری سفر پر جا رہا ہوں میری طرف سے اگر آپ کی شان میں کوئی گستاخی ہوگئی ہو تو اللہ کیلئے مجھے معاف کر دیں۔ اور مجھے سورۃ یٰسین پڑھ کر سنائیں۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا اللہ تعالی ہم سب کی مغفرت فرمائے اور ساتھ ہی سورۃ یٰسین کی تلاوت شروع کر دی۔ جب آخری آیۃ ''فسبحن الذی الیہ ترجعون'' تلاوت کی تو ان کی روح پرواز کر گئی۔ (کاروان سلف ص 112 بحوالہ: تذکرۃ الابرار ص 48)

باہم کوئی تفریق نہ تھی:۔ مولانا سید عبدالرحمٰن شاہ رحمہ اللہ پٹی والے عقیدہ توحید پر راسخ، صحیح متبع سنت اور سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔ ان کے نزدیک مسلمان ایک برادری اور قوم تھے، کوئی ذات پات کی تقسیم نہیں تھی بلکہ سب برابر تھے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ایک جماعت تیار کی جس کا نام انہوں نے جماعت کافہ رکھا۔ (تذکرۃ الابرار ص 55)

اخلاق و انصاری:۔ مولنا عبدالقدوس رحمہ اللہ میواتی گوڑ گانوی کسب فیض کیلئے مولانا عبدالحکیم رحمہ اللہ بلند شہری کی صحبت میں رہے ان کی تربیت نے اپنے لائق شاگرد کو زہد و ورع کے خاص قالب میں ڈھال دیا۔ اسی عقیدت کی بناء پر مولانا عبدالقدوس رحمہ اللہ نے اپنے بیٹے کا نام عبدالحکیم رکھا۔ اپنے طلبہ سے مولانا رحمہ اللہ بہت شفقت فرماتے۔ ان کا ایک شاگرد بیمار پڑ گیا بیماری میں اتنی نقاہت ہوئی کہ بستر پر ہی پاخانہ کر دیا۔ اپنے شاگرد کے بستر کو مولانا رحمہ اللہ نے خود صاف کیا۔ دوسرے شاگردوں نے کہا کہ ہم یہ کام کر دیتے ہیں فرمایا نہیں شاگرد تو بیٹے کی طرح ہوتا ہے لہٰذا میں اپنے بیٹے کا بستر خود ہی صاف کروں گا۔ (تذکرۃ الابرار ص 60.57)

میاں محمد ابراہیم رحمہ اللہ کی بیعت اصلاح:۔ میاں محمد ابراہیم رحمہ اللہ جاگو والہ سادہ مزاج کے شریف النفس انسان تھے۔ صوفی ولی محمد فتوحی والا رحمہ اللہ سے خصوصی ارادت رکھتے جبکہ امام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ سے بیعت تھے۔ (تذکرۃ الابرار ص 68)

روحانی عملیات سے گہرا شغف:۔ مولنا محمد عبداللہ حسینوی رحمہ اللہ ایک جہان ان سے عقیدت رکھتا تھا۔ وہ لوگوں کو نیکی اور تقویٰ کی تلقین کرتے کتاب وسنت کی تعلیمات سے آراستہ تھے۔ روحانی عملیات اور اوراد و وظائف سے گہرا شغف رکھتے تھے۔ (تذکرۃ الابرار ص 77)

حفظ قرآن کی کرامت: مولنا عبدالرحیم رحمانی حسینوی رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے وافر مقدار میں قوت حافظہ عطا فرمائی تھی۔ رمضان المبارک میں نماز تراویح کی امامت کیلئے کوئی حافظ قرآن نہیں تھا۔ ان کے والد مولنا عبدالغنی رحمہ اللہ نے اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ قرآن یاد کر کے تراویح پڑھائیں۔ چنانچہ مولانا عبدالرحیم رحمہ اللہ دن کو روزانہ ایک پارہ یاد کرتے اور رات کو تراویح میں قرآن سناتے۔

علمائے بریلوی رحمہم اللہ کا پرتپاک استقبال:۔ 1870ء کے قومی انتخابات میں جب ان کے علاقے سے میاں جمیل احمد شرقپوری رحمہ اللہ کو ٹکٹ ملا جو مسلکا بریلوی تھے مگر مولانا رحمانی رحمہ اللہ نے ان کا پرتپاک استقبال کیا اور مسجد میں نماز کی امامت کیلئے اپنا مصلیٰ پیش کیا۔
(تذکرۃ الابرار ص81.78)

مولانا عبیداللہ رحمہ اللہ کا روحانی واصلاحی استفادہ:۔ مولانا عبیداللہ رحمہ اللہ ڈھولن ہٹھاڑ بڑے علم دوست اور دیندار شخص تھے۔ عرصہ دراز تک مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ کے ساتھ رہے اور ان سے علمی اور روحانی استفادہ کیا۔ (تذکرۃ الابرار ص90)

نام رسالہ:۔ ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث (لاہور)
شمارہ 1، جلد 54 جمعۃ المبارک 21 محرم، 1431ھ، 8 تا 14 جنوری
مدیر مسئول:۔ حافظ محمد جاوید روپڑی..... نگران اعلیٰ:۔ عارف سلمان روپڑی

تصوف بطور تزکیۂ نفس ورذائل اخلاق

تصوف اصلاح تکبر کا نام:۔ عزت وافتخار اور کبریائی اللہ کی شان ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں بندے کو بندگی کی شان ہی جچتی ہے۔ اس عبودیت کا اقتضا یہ ہے کہ وہ تواضع وخاکساری اختیار کریں اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں کا وصف یوں بیان کیا:

"وعبادالرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا واذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما"۔ (الفرقان:۶۳)

رحمان کے اصل بندے وہ ہیں جو زمین پر نرم چال چلتے ہیں اور اگر جاہل ان کے منہ آئیں تو کہہ دیتے ہیں کہ تم کو سلام۔ گویا رحمان کے بندے عاجزی اور فروتنی برتتے ہیں اکڑتے اور اینٹھتے ہوئے نہیں چلتے۔ ان کی چال ایک شریف اور سلیم الطبع آدمی کی سی چال ہوتی ہے خاکساری اور عاجزی کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ ذلیل اغراض کے لئے اپنی خودداری کا سودا کرے بلکہ اس کا منشا یہ ہے کہ انسان میں کبروغرور پیدا نہ ہو پائے ہاں اگر خاکسارانہ رویہ روش سے انسان کا ضعف ظاہر ہو تو وہاں اسلام نے عارضی طور پر خوددارانہ کبروغرور کا حکم دیا ہے اس طرح اسلام نے جہاد کے موقع پر قوت کے اظہار کا حکم دیا ہے حدیث میں ہے کہ بعض غرور کو اللہ ناپسند اور بعض کو پسند کرتا ہے جنگ اور صدقہ کے موقع پر اترانا اللہ کو پسند ہے اور ظلم وفخر پر اترانا ناپسند۔ (ابوداود کتاب الجھاد باب الخیلاء فی الحرب)

رسول اللہ ﷺ دوزانو بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے ایک بدو بھی اس وقت موجود تھا اس نے کہا بیٹھنے کا یہ کیا طریقہ ہے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے شریف بندہ بنایا ہے اور متکبر وسرکش نہیں بنایا۔ (ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب الاکل)

ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے جن کو لوگ مغرور ومتکبر سمجھتے تھے اس قسم کے افعال سے اپنے کبروغرور کی تردید کی ہے اور فرماتے ہیں کہ لوگوں کا خیال ہے کہ میں مغرور ہوں حالانکہ گدھے پر سوار ہوتا ہوں کمبل اوڑھتا ہوں اور بکری کا دودھ دوہتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ جو شخص یہ سب کام کرتا ہے اس میں غرور نہیں پایا جاتا۔ (ترمذی باب ماجاء فی الکبر)

عرب اپنے حسب ونسب پر اتراتے تھے اور اپنے آپ کو برتر خیال کرتے تھے قرآن نے ان کے خیال کی تردید میں فرمایا:

”یایھا الناس انا خلقنا کم من ذکر وانثی و جعلنا کم شعوبا وقبائل لتعارفوا“۔ (الحجرات:۱۳)

لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور پھر تمہاری برادریاں اور قومیں بنائیں تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔ یہاں بتا دیا گیا کہ شرافت وعظمت کی بنیاد نسب حسب پر نہیں، انسان اور انسان کے درمیان فضیلت اور برتری کی بنیاد صرف اخلاقی فضیلت ہے پیدائش کے اعتبار سے تمام انسان یکساں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اس آیت کریمہ کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے تمہارے جاہلیت کے غرور اور باپ دادا کے اوپر فخر کرنے کے طریقہ کو مٹا دیا اب صرف دو قسم کے آدمی ہیں مومن پرہیزگار اور بدکار بدبخت۔ تم لوگ آدم کے بچے ہو اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے لوگ ایسے لوگوں پر فخر کرنا چھوڑ دیں جو جہنم کا کوئلہ ہیں یا اللہ کے نزدیک اس گبر یلے سے بھی زیادہ ذلیل ہیں جو اپنے منہ سے نجاست کو گھسیٹتا ماتا ہے۔ (ابوداؤد باب فی التفاخر بالاحساب)

اسراف وتبذیر:۔ اسلام نے تمدنی اور اجتماعی ضروریات کو پیش نظر رکھتے ہوئے مال ودولت کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے اسے خیر سے تعبیر کیا اور اسراف وتبذیر سے منع کیا اور نصیحت فرمائی کہ مال ودولت کو فخر وغرور کا ذریعہ نہ بنایا جائے اسی طرح مال جمع کرنے کے عمل میں مسابقت کو بھی ناپسندیدہ قرار دیا۔ قرآن نے ”الھکم التکاثر“ کہہ کر بتایا کہ تم لوگوں کو زیادہ سے زیادہ اور ایک دوسرے سے بڑھ کر دنیا حاصل کرنے کی دھن نے غفلت میں ڈال رکھا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم کو مال ودولت کی طلب میں باہمی مسابقت نے غافل کر دیا آدم کا بچہ کہتا ہے میرا مال، میرا مال حالانکہ تیرا مال صرف وہی ہے جس کو تو نے صدقہ میں دے ڈالا، کھا پی ڈالا اور پہن کر پھاڑ ڈالا۔ (ترمذی)

بغیر تزکیہ کے حصول دنیا وبال ہے:۔ مال ودولت کا حصول ایک بندہ مسلم کا مطمع نظر قرار پائے اور زیادہ سے زیادہ دولت کی طلب میں اسے اس بات کی کوئی پروا نہ ہو کہ وہ کس ذریعہ سے حاصل ہوئی ہے معیار زندگی کو بلند کرنے کی فکر اسے دبلا کر دے اور وہ اس فکر سے غافل ہو جائے کہ معیار آدمیت گرتا جا رہا ہے تو ایسا آدمی اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہیں بچ سکتا اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ایک ایسے آدمی کی مثال پیش فرمائی جسے اللہ نے دو باغ عطا کیے تھے جب وہ پھلے پھولے اور بار آور ہوئے تو اس نے اپنے ہمسائے سے کہا:

”فقال لصاحبه وهو يحاوره انا اكثر منك مالا واعز نفرا“۔ (۳۴)

”ودخل لصاحبه و هو ظالم لنفسه قال ما اظن ان تبيدهذه ابدا“۔ (۳۵)

”وما اظن الساعة قائمة ولئن رددت الى ربى لاجدن خيرا منها منقلبا“۔ (۳۶) (الکہف)

ایک دن اپنے ہمسائے سے بات کرتے ہوئے بولا میں تجھ سے زیادہ مال دار ہوں اور تجھ سے زیادہ طاقتور نفری رکھتا ہوں پھر وہ اپنی جنت میں داخل ہوا اور اپنے نفس کے حق میں ظالم بن کر کہنے لگا میں نہیں سمجھتا کہ یہ دولت بھی فنا ہو جائے گی اور مجھے توقع نہیں کہ قیامت کی گھڑی کبھی آئے گی تاہم اگر کبھی مجھے اپنے رب کے حضور پلٹایا بھی گیا تو ضرور اس سے بھی زیادہ شاندار جگہ پاؤں گا۔ اس کی اس تعلّی رعونت اور مغرورانہ گفتگو سن کر اس کے ہمسائے نے جواب دیا:

”قال له صاحبه وهو يحاوره اكفرت بالذى خلقك من تراب ثم من نطفة ثم سواك رجلا“ (الکھف:۳۷)

اس کے ہمسائے نے گفتگو کرتے ہوئے اس سے کہا کہ کیا تو کفر کرتا ہے اس ذات سے جس نے تجھے مٹی سے اور پھر نطفے سے پیدا کیا اور تجھے ایک پورا آدمی بنا کھڑا کیا؟ آخر کار یہ کہ اس کا سارا پھل مارا گیا اور وہ اپنے انگوروں کے باغ کو ٹٹیوں پر الٹا پڑا دیکھ کر اپنی لگائی ہوئی لاگت پر ہاتھ ملتا رہ گیا۔ اس کے تفاخر نے اس کی دولت کو ملیامیٹ کر کے رکھ دیا۔

بندے کا حسن وکمال یہی ہے کہ وہ حقیقی معنوں میں اللہ کا بندہ بن کر رہے اور اس کا ہر عمل بندگی اور عبدیت کا مظہر ہو اس لیے کہ تکبر کا سزاوار صرف اللہ ہے جو عزیز وحکیم ہے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک دن خطبہ میں برسرِ منبر فرمایا: لوگو! فروتنی اور خاکساری اختیار کرو کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ فرماتے تھے جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے (یعنی اللہ کا حکم سمجھ کر اور اس کی رضا حاصل کرنے کیلئے خاکساری کا رویہ اختیار کیا) (اور بندگان اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں اپنے کو اونچا کرنے کے بجائے نیچا رکھنے کی کوشش کی) تو اللہ تعالیٰ اس کو بلند کرے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے خیال اور اپنی نگاہ میں تو چھوٹا ہوگا لیکن عام بندگان اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں اونچا ہوگا۔ اور جو کوئی تکبر اور بڑائی کا رویہ اختیار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو نیچے گرا دے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ عام لوگوں کی نگاہوں میں ذلیل وحقیر ہو جائے گا اگرچہ خود اپنے خیال میں بڑا ہوگا لیکن دوسروں کی نظر میں وہ کتوں اور خنزیروں سے بھی زیادہ ذلیل اور بے وقعت ہو جائے گا۔ (رواہ البیھقی فی شعب الایمان)

تکبر محرومی کا سبب:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین آدمی ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کلام نہیں فرمائے گا اور ان کا تزکیہ نہیں کرے گا۔ اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ان کی طرف نگاہ نہیں کرے گا اور ان کے لئے آخرت میں دردناک عذاب ہے ایک بوڑھا زانی دوسرا جھوٹا فرماں روا اور تیسرا مانگنے والا متکبر (رواہ مسلم بحوالہ معارف الحدیث)۔ بعض گناہ اور معصیتیں نہایت سنگین ہوتی ہیں اور بعض حالات میں ان کی سنگینی مزید بڑھ جاتی ہے مذکورہ حدیث میں جن تین برائیوں کا ذکر کیا گیا ہے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ فقر وفاقہ میں مبتلا ہونے کے باوجود کوئی غرور تکبر کی چال چلے۔ حدیث میں تزکیہ نہ کیے جانے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے گناہ معاف نہ کیے جائیں گے اور وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ہم کلامی اور نظر کرم سے محروم رہیں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے مغرورانہ لباس کو تکبر کی علامت قرار دیا ہے۔ فرمایا:

جو چاہو کھاؤ اور پیو بشرطیکہ تمہارے اندر گھمنڈ اور اسراف نہ ہو ایک دوسری حدیث کا مضمون یہ ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو فرماتے سنا کہ مومن کا تہبند تو اس کی نصف پنڈلی تک رہتا ہے اور اگر اس کے نیچے ٹخنوں سے اوپر رہے تو کوئی گناہ نہیں اور جو ٹخنوں سے نیچے ہو تو وہ جہنم ہے (یعنی گناہ کی بات ہے) یہ بات آپ ﷺ نے تین بار فرمائی (تاکہ لوگوں پر اس کی اہمیت واضح ہو جائے) اور پھر فرمایا اور اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف قیامت کے دن نہیں دیکھے گا جو شیخی کے جذبہ سے اپنا تہبند زمین پر گھسیٹے گا (بخاری)۔ (ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث ۲۱محرم۱۴۳۱: ص11,12)

مولانا سید محمد اسماعیل العمری رحمہ اللہ

1942ء، 1362ھ میں پیدا ہوئے۔

خندہ پیشانی اور ملنساری:۔ استاذ محترم رحمہ اللہ بہت سی خوبیوں کا مجموعہ تھے، سنت کے ساتھ تمسک اور عمل پر مداومت آپ کا خاصہ تھا شب زندہ دار تھے اور ایام بیض کے روزے رکھتے تھے خوش اخلاق اس قدر تھے کہ ہر کسی سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے، فیاضی اور خوش خلقی میں بہت آگے تھے اور طلباء کے ساتھ حسن سلوک اور پیار آپکا خاصہ تھا۔ آپ نہایت حلیم الطبع اور بڑے ملنسار تھے لیکن اگر کبھی خلاف شریعت تھوڑی سی بات کو بھی دیکھتے تو رگ حمیت بھڑک اٹھتی اور فوراً روک دیتے راقم نے تعلیم کا آغاز دار الحدیث جامعہ کمالیہ منڈی راجووال ضلع اوکاڑہ میں 1957ء میں انہیں سے کیا تھا ایک دفعہ میں نے اپنے نام محمد امین کے ساتھ لقب طاہر لکھ دیا تو دیکھ کر فرمانے لگے بیٹا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''فلا تزکوا انفسکم'' اور پھر انہوں نے اپنی طرف سے لقب عزیز عطا فرمایا۔ حضرت حافظ یحییٰ صاحب عزیز میر محمدی رحمہ اللہ اور مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ صاحبان سے عقیدت کی حد تک لگاؤ تھا۔

جب گفتگو کرتے تو عاجزی وانکساری جھلکتی تھی چونکہ راقم کے پڑوس میں رہتے تھے پورا محلہ جانتا ہے کہ جب چلتے تو ''یغضوا من ابصارھم'' کی عملی تصویر ہوتے غیر محرم کی طرف کبھی نگاہ اٹھا کر نہ دیکھتے تھے۔ (ہفت روزہ تنظیم اہلحدیث: ص16,17)

نام کتاب:۔ تحفۃ الاحوذی...... مصنف:۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ

تحفۃ الاحوذی سے جھاڑ پھونک کا جواز:۔ قرآن وحدیث کے علاوہ سے بھی جھاڑ پھونک جائز ہے۔ مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ کی اس روایت کی شرح میں جو مولٰی ابی اللحم سے نقل کی اور جس میں وہ اپنے رقیہ کے بارے میں فرماتے ہیں۔ (وضاحت از مرتب اثری)

"عرضت علیه رقیة کنت ارقی بها المجانین فامرنی بطرح بعضها و حبس بعضها" یعنی میں نے حضور ﷺ کے سامنے اپنے جھاڑ پھونک کے وہ کلمات پیش کیے جن سے میں جھاڑ پھونک کرتا تھا تو آپ ﷺ نے کچھ کلمات کی اجازت دیدی اور ان کو جائز رکھا اور کچھ کلمات کو ساقط کردیا۔ اس کی شرح میں مولانا مبارک پوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ "وفیه دلیل علی جواز الرقیة من غیر القرآن والسنة"۔ (تحفۃ الاحوذی ج ۲ص ۳۸۰)

نام کتاب:۔ فتاوی نذیریہ...... مصنف:۔ شیخ الکل حضرت مولانا نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ

تعویذ لکھ کر گلے میں لٹکانے کا جواز: فتاویٰ نذیریہ میں ایک سوال یہ ہے کہ گلے میں تعویذ لٹکانا جائز ہے یا نہیں؟ اس کا جواب ملاحظہ ہو۔

(ج) تعویذ نوشتہ در گلو انداختن مضائقہ ندارد مگر اشہر واضح جواز ست (ج ۳ص ۲۹۸) یعنی لکھے ہوئے تعویذ کو گلے میں لٹکانا درست ہے کوئی مضائقہ نہیں۔ زیادہ صحیح بات یہی ہے کہ جائز ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن مبارک پوری رحمہ اللہ نے بھی اس فتویٰ کی تائید کی ہے۔ (فتاویٰ نذیریہ ج ۳ص ۳۹۹)

نام کتاب:۔ انوار التوحید..... مولف:۔ حضرت مولانا حکیم محمد صادق صاحب رحمہ اللہ (سیالکوٹی)
ناشر:۔ نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

اسماء الحسنی کے مجرب وظائف

اسم ذات سے ہر پریشانی سے چھٹکارا:۔ شرک کے بے شمار قسموں سے ذہن، تصور، خیال، ضمیر، ارادہ، قول وفعل کو پاک کرکے جو کوئی اسم "اللہ" کو بکثرت پڑھے گا یقین وایمان کی فضا میں اس کی روح کی پرواز بہت بلند ہوجائے گی اور توحید کے کیف سے اللہ کے سوا دنیا و مافیہا اس کو ہیچ دکھائی دے گی نہ صرف واجب الوجود کی اصل محبت کے آگے غیر اللہ کی محبت گرد راہ ہوجائے گی بلکہ ذات بے ہمتا کی سروری کے آگے فانی سرداریاں طلسم ہیچ مقداری نظر آئیں گی۔ دوئی کی ظلمتیں مٹ کر سینہ وحدت کے نور سے دل معمور ہوگا اور آئینہ دل پر الوہیت کا پرتو اسرار کے دروازے کھول دے گا اور اسم ذات کا عامل بنیادی زندگی کی ذمہ داریوں سے بہ احسن وجوہ سرخرو ہوکر فقر اور توحید کی معراج کو پالے گا۔

اسماء اللہ کے پڑھنے کے تعداد تو قرآن وحدیث میں بیان نہیں ہوئی ہر شخص اپنے مشاغل سے جس قدر وقت نکال سکے اس کی رعایت کو مدنظر رکھ کر پڑھ لیا کرے۔ (انوار التوحید ص ۵۶)

کن فیکونی طاقت کا حصول:۔ بزرگان دین اور سلف صالحین سے اسماء کی دعوتیں اور ان کے پڑھنے کے تعداد اور پرہیزیں منقول ہیں ان کے معمولات سے جو استفادہ کرنا چاہے کرلے مثلاً اسم ذات صبح کی نماز کے بعد ایک ہزار بار روزانہ پڑھا کریں پوری پرہیز کے ساتھ صرف چند ماہ پڑھنے پر اس کے اثرات آپ مشاہدہ کرنے لگ جائینگے اور پھر مداومت کرنے سے اس کی کن فیکونی طاقتیں اور عنایت و کفالت کے کرشمے معراج ایمان اور ازدیاد ایقان کا موجب ہوں گے۔ (انوار التوحید ص ۵۶)

الرحمٰن الرحیم کا آزمودہ وظیفہ:۔ رحمٰن کے بے پایاں مہربانی اور عنایت کے سہارے مشرکوں، کافروں، باغیوں، ظالموں اور

فاسقوں، فاجروں کو روزی مل رہی ہے پانی، ہوا اور رزق پہنچ رہا ہے، زانی، شرابی، اوباش اور بدمعاش اس کی انواع واقسام کی نعمتوں سے بہرہ ور ہیں۔ اس کی لا متناہی رحمانیت ہی ساری مخلوق کو رزق، روزی تندرستی صحت شفاء عطا کرنے اور اس سے دکھ درد، مرض، کرب، بھوک اور آفات وآلام کے دور کرنے کی ضامن ہے اگر کوئی بدبخت حسد وبغض یا رقابت کی بناء پر کسی شریف آدمی کی ہتک عزت کرے برا بھلا کہے گالی گلوچ دے، بے عزتی کرے، اس کی بیوی اور عیال کی بے آبروئی کرے، طرح طرح کے مالی اور جانی نقصان پہنچانے کے درپے رہے، اسے بے عزت کرنے اور جان کو خطرے میں ڈالنے کی پوری پوری سعی کرے اور شب وروز عملاً دشمنی اور عداوت کا ثبوت دے تو کیا وہ شخص اس کو اعلیٰ درجہ کے کھانے کھلانے کو تیار ہوگا۔ (انوار التوحید ص ۵۷)

1100 مرتبہ پڑھنا کامیابی کی کنجی:۔ "الرحمٰن الرحیم" کی دعوت (ورد وظیفہ) سے دل کی قساوت، غفلت، سیاہی دور ہو کر رقت، نرمی، بیداری پیدا ہوتی ہے اور یاد الٰہی کی توفیق ملتی ہے ان اسماء کا وظیفہ کرنیوالے پر خدا تعالیٰ اپنی تمام خلق کو مشفق، ہمدرد، غم خوار اور مہربان بنا دیتا ہے پوری پرہیز اور تحقیق کے ساتھ جو شخص گیارہ سو بار "یا رحمٰن یا رحیم" ہر روز پڑھے گا چند ماہ کے بعد خدا کی رحمت کی برکھا برستی دیکھے گا۔ (انوار التوحید ص ۵۹)

"الملک القدوس" کا مجرب عمل:۔ اس وظیفہ کی مداومت مرد مومن کو چودھویں رات کا چاند بنا کر چمکائے گی، عزت، بزرگی، اور تونگری اس کی غلامی کا دم بھریں گی اور امراء اور روسا اور احکام اس اس کے مطیع ہوں گے بھلا جو کوئی بادشاہ حقیقی الملک کو پکارے وہ کیوں نہ اس کو خاک ذل سے اٹھا کر تخت عزت پر بٹھائے۔

"القدوس" سے دل کی صفائی:۔ القدوس کی دعوت دل کو پاک اور صاف کرتی ہے اور اس سے نفس کو طہارت حاصل ہوتی ہے تین سو ساٹھ مرتبہ روزانہ پڑھنے سے دل بدیوں اور برائیوں سے نفرت کرنے لگتا ہے اور خیالات پاک اور ذہنیت صاف ہو جاتی ہے۔

"السلام" کا مجرب عمل:۔ خدا تعالیٰ کو "السلام" ماننے والے پر لازم ہے کہ اس کی زبان اور ہاتھ کی ایذاؤں سے مسلمان سلامت رہیں وہ کوشش کرے کہ "السلام" کا بندہ ہو کر سن رشد سے لے کر تا دم واپسیں اشراک واحداث کفر وطغیان بدیوں بدکاریوں اور ہر قسم کے گناہوں سے سلامت رہے، بچے اور قیامت کے روز "السلام" کے حضور قلب سلیم لے کر پیش ہو۔ "السلام" کی دعوت ہر قسم کی روحانی اور جسمانی بیماریوں کے لئے موجب شفاء ہے اس کے پڑھنے سے دل سے خوف وہراس دور ہو جاتا ہے تین سو بار روزانہ پڑھنے سے سلامتی قلب کے آثار محسوس ہونے لگیں گے۔

"المومن" کا مجرب عمل:۔ "المومن" کی خاصیت کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ برائی، بدی، شرارت، تکلیف اور نقصان پہنچانے سے خدا کی خلقت کو مامون ومحفوظ رکھے۔ "المومن" کی دعوت عامل کو اللہ کی امان میں رکھے گی کوئی اس پر غلبہ نہ پائے گا ہر طرح کی برائی اور تکلیف سے امن حاصل رہے گا لوگ اس کی عزت کریں گے اور مطیع ہوں گے پانصد بار روزانہ پڑھا کریں۔

"المہیمن" سے اسرار الٰہی جاننے کا عمل:۔ "المہیمن" ہر چیز کا نگہبان اس صفت سے تخلق کرنے کا اقتضا یہ ہے کہ آدمی اپنے تئیں نگاہ رکھے تمام بری عادتوں خصلتوں شرکیہ عقیدوں اور باطل خیالوں سے اور حفاظت کرے تمام فرائض خداوندی کی اور نگرانی کرے تمام اعضاء وقوئے کی کہ وہ خدا کی نافرمانی نہ کریں۔ "المہیمن" کو کثرت سے پڑھنے والے پر اسرار الٰہی کے دروازے کھلتے ہیں اور آفات وبلیات سے پناہ ملتی ہے تین صد بار روزانہ پڑھنے پر مداومت کریں۔

"العزیز" سے عزت وعروج حاصل کریں:۔ "العزیز" بے مثل غالب کہ اس پر کوئی غالب نہیں ہے آدمی اپنی تمام حرص وہوا خواہشات نفس اور شیطانی وساوس پر غلبہ پائے اور خلق سے بے نیاز ہو کر اپنی ذات کو عزت بخشے توحید کو شرک پر اور سنت کو بدعت پر غالب کرے نیکی سے بدی کو مٹائے۔ العزیز کے پڑھنے سے عزت اور مرتبہ حاصل ہوتا ہے خلق کی محتاجی سے نجات ملتی ہے اگر کوئی مرتبہ سے گرا ہو

اس کو بکثرت پڑھے گا تو اسے ذلت کے بعد عزت اور عروج حاصل ہوگا انشاء اللہ۔ تین صد بار روزانہ پڑھا کریں۔

"الجبار" سے ظالموں سے حفاظت:۔ آدمی کو چاہیے کہ اپنی جان کے نقصان اور نفس کے بگاڑ کو شریعت کے فضائل کے ساتھ درست کرے اور طبع سرکش کو خدا کے خوف سے رام کرے اور ہمیشہ اپنی مرضی کو خدا کی مرضی کے تابع رکھے جب اس کی خواہش کے مطابق کام نہ ہو تو سمجھ لے کہ خدا کا ارادہ پورا ہوا ہے پھر اپنے ارادہ کو خدا کے ارادہ پر قربان کر کے خوش ہو جائے۔ الجبار کا ورد ظالموں کے شر سے بچنے کے لئے تریاق لامثال ہے اس پر مداومت رکھنے سے لوگوں کی بدگوئی غیبت اور بہتان سے امان ملتی ہے اور خلقت کے دل میں اس کی ہیبت بیٹھتی ہے۔

"المتکبر" سے عاجزی حاصل کریں:۔ المتکبر کی دعوت سے نفس رام ہوتا ہے تکبر مٹتا ہے اور عاجزی آتی ہے خلقت پر دبدبہ پڑتا ہے۔

"الخالق" سے دل کا نور حاصل کریں:۔ الخالق پیدا کرنے والا مشیت کے موافق اندازہ کرنے والا بندہ مومن پر لازم ہے کہ وہ تمام زندگی ایسے کام کرے جن سے اس کا خالق خوش ہو۔ الخالق کو بکثرت پڑھنے سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے جس کے اثر سے چہرہ بھی روشن اور نورانی ہو جاتا ہے اور تمام کاموں کے کرنے میں اس کو طاقت اور قوت میسر آتی ہے۔

"الباری" سے بگڑے ہوئے کام سنواریں:۔ "الباری" بنانے والا اس اسم کے پڑھنے سے آدمی کے تمام کام درست ہوتے ہیں بگڑے ہوئے امور سنور جاتے ہیں بندہ باری کو چاہیے کہ وہ کوئی کام شریعت کے خلاف نہ کرے اور اس کی کاریگری میں فکر کیا کرے۔

"المصور" سے کام میں آسانی:۔ "المصور" کو بکثرت پڑھنے سے دشواریاں آسانی کی صورت اختیار کرتی ہیں بانجھ عورت ایک سو ایک بار ہر روز پڑھ کر پانی پر دم کر کے چالیس روز پئے۔ تو "المصور" اسے چاند سا بچہ عطا کرے انشاء اللہ۔

"الغفار" گناہوں کی معافی کا ذریعہ:۔ اس کو پڑھنے سے آدمی کے گناہ معاف ہوتے ہیں اور خدا کا قرب نصیب ہوتا ہے اس اسم سے بندہ کو یہ تعلیم ملتی ہے کہ وہ لوگوں کے عیبوں کو ڈھانکے اور قصور معاف کیا کرے۔

"القہار" بدخواہوں سے نجات کا ذریعہ:۔ اس کے غلبہ سے تمام مخلوق تھر تھر کانپتی ہے اس کے پڑھنے سے مہمیں اور دشواریاں آسان ہوتی ہیں اور دشمن حاسد اور بدخواہ سرنگوں رہتے ہیں۔

"الوہاب" غیبی خزانوں کا ذریعہ:۔ "الوہاب" بڑا دینے والا بغیر عوض کے بہت عطا کرنے والا فقر، فاقہ میں مبتلا شخص اگر اس اسم کو ایک ہزار بار روزانہ بعد نماز عشاء پڑھے متواتر تین ماہ تک روزانہ پڑھتا رہے تو خدا کی دین اور عطا دیکھ کر حیران رہ جائے۔ رزق کی فراخی کے دروازے اس پر کھلیں اور اس کی محتاجی و تنگی دور ہو جائے۔ یہ اسم مسلمان سے تقاضا کرتا ہے کہ وہ بلا غرض اپنی جان و مال خدا کی راہ میں خرچ کرے۔

"الرزاق" بکثرت رزق کا ذریعہ:۔ جو کوئی الرزاق کو بکثرت پڑھے گا ظاہر اور باطنی رزق سے حصہ وافر پائے گا۔

"الفتاح" مشکل کشائیوں کا ذریعہ:۔ اس اسم کے پڑھنے سے حاجت روائیوں اور مشکل کشائیوں کے دروازے کھلتے ہیں اور دل کا زنگ دور ہو کر اس میں جلا آتی ہے شرح صدر کی نعمت ملتی ہے۔

"العلیم" پوشیدہ بھید جاننے کا ذریعہ:۔ اس اسم کو بکثرت پڑھنے سے خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور کئی پوشیدہ بھید اس پر کھلتے ہیں۔

"الباسط" فراوانی کیلئے:۔ "الباسط" دلوں کا فراخ کرنے والا اور روزی کا کشادہ کرنے والا ہزار بار اس اسم کا پڑھنا روزی کو کشادہ کرتا ہے اور رزق فراواں نیز اس کے ورد سے دل کی حالت قبض حالت بسط میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

"الخافض":۔ اس کے بکثرت پڑھنے سے دشمن مغلوب ہوتا ہے۔

"الرافع" کا مجرب وظیفہ:۔ اس کے پڑھنے سے خدا تعالیٰ عامل کو خلقت میں سے چن لیتا ہے اور لوگوں سے اس کو بے نیاز کر دیتا ہے۔

"المعز" کا مجرب وظیفہ:۔ اس کا پڑھنے والا خلقت کی نظر میں نہایت عزت اور وقار کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور لوگوں پر اس کی

ہیبت طاری رہتی ہے اس کی تعلیم یہ ہے کہ جولوگ علم وعمل کی وجہ سے خدا کے نزدیک معزز ہیں ان کوعزیز جاننا چاہیے۔

"السمیع" کا مجرب وظیفہ:۔ "السمیع" کوبکثرت پڑھنا مستجاب الدعوات بناتا ہے بندہ کی دعائیں قبول ہوتی ہیں اور" البصیر" کے پڑھنے والے پرخدا کی خاص نظر عنایت ہوتی ہے۔

"الحکم" کا مجرب وظیفہ:۔ الحکم کی دعوت انسان کوغیراللہ سے بے خوف کردیتی ہے اوراس کے دل کوگنجینہ اسرار الٰہی بنادیتی ہے۔

"العدل" کا مجرب وظیفہ:۔ العدل کی دعوت افراط وتفریط سے بچاتی اورخلق کومسخر کرتی ہے۔

"اللطیف" کا مجرب وظیفہ:۔ رنج، غم، دکھ درد، فقر، فاقہ، حیرانی پریشانی اورتمام مہمات میں اس کی دعوت اکسیراعظم کی حکم رکھتی ہے تین ہزار بار بعد نماز عشاء پڑھا کریں چند دنوں میں اس کے اسرار کھلنے لگ جائیں گے۔

"الخبیر" کا مجرب وظیفہ:۔ نفس امارہ سے نجات پانے کے لئے اس اسم کی دعوت اہل اللہ کے نزدیک مجرب ہے۔

"الحلیم" کا مجرب وظیفہ:۔ الحلیم کی دعوت سے دل میں ایک نور پیدا ہوتا ہے جس سے بغض وعناد، شر وطغیان اورظلم واستبداد کی تاریکیاں ناپید ہوجاتی ہیں۔

"العظیم" کا مجرب وظیفہ:۔ اس کی دعوت آدمی کی خلقت میں بزرگ بناتی ہے۔

"الغفور" کا مجرب وظیفہ:۔ اس کی دعوت سے دل کی سیاہی دورہوجاتی ہے۔

"الشکور" کا مجرب وظیفہ:۔ اعضاقوئی کی نعمتوں کااطاعت سے احسان مانیں اورتمام مادی اورروحانی نعمتوں کی بھی اس کی فرمانبرداری کرتے ہوئے قدرکریں حتیٰ کہ آپس میں بھی ایک دوسرے کے احسان کاشکر بجالائیں معیشت کی تنگی کے لئے الشکور کی دعوت تریاق ہے۔

"العلی" کا مجرب وظیفہ:۔ العلی کی دعوت بے وقعتی کوعزت اوربزرگی میں بدل دیتی ہے۔

"الکبیر" کا مجرب وظیفہ:۔ الکبیر کی دعوت دنیا میں مرتبہ کی بلندی بخشتی ہے۔

"الحفیظ" کا مجرب وظیفہ:۔ اس کی دعوت محفوظ رکھتی ہے نظربد سے حوادثات سے اورجمیع آفات وبلیات سے۔

"المقیت" کا مجرب وظیفہ:۔ المقیت ابدان اورارواح کوغذادینے والا بدن اورروح کے لئے وہی قوت پیدا کرتا اورپہنچاتا ہے اور زندگی رواں دواں ہے جب اس کومقیت مان لیاتو پھرقوت غذا اورروزی رزق کا داتا بھی اسی کوتسلیم کرنا چاہیے عبادات کی توفیق روح کی قوت ہے اور بے شمار اغذیہ بدن کی غذا ہے یہ صفت سوائے اللہ مقیت کے اورکس میں ہے۔ اس کے ورد سے روح کی پرواز تیز اوربلند ہوجاتی ہے توفیق خیر میں برکت اورزیادتی نصیب ہوتی ہے اوررزق بہت وسعت سے ملتا ہے۔

"الحسیب" کا مجرب وظیفہ:۔ ہروقت اس کی کفایت پرتکیہ رکھنا چاہیے چشم زخم کے لئے یہ اسم پرتاثیر ہے۔

"الجلیل" کا مجرب وظیفہ:۔ الجلیل بزرگ قدر۔ وہ ایسا بزرگی والا ہے کہ کوئی اس کی بزرگی کونہیں پہنچ سکتا ہمیں اپنے کردار کونکھار کراسے اچھی صفتوں سے آراستہ کرنا چاہیے اس طرح کی شرافت کے معیار پر پورا اترے الجلیل کی دعوت سے خلق توقیر اورتعظیم کرتی ہے۔

"الکریم" کا مجرب وظیفہ:۔ الکریم کرم کرنے والا بڑا دینے والا کہ اس کی دین تمام نہیں ہوتی اورنہ ہی اس کے خزانوں میں کمی آتی ہے بیشک اس کا کرم لامثال اوراس کی عطالاجواب ہے اس کے پڑھنے والے کوخداتعالیٰ ہرطرح سے مکرم اورمعزز بنادیتا ہے۔

"الرقیب" کا مجرب وظیفہ:۔ اس اسم کی دعوت آفتوں بلاؤں اوردشمنوں کی شرارتوں سے محفوظ رکھتی ہے۔

"المجیب" کا مجرب وظیفہ:۔ اس کی دعوت بندہ کومستجاب الدعوات بناتی ہے۔

"الواسع" کا مجرب وظیفہ:۔ اس کے وظیفہ سے قناعت اوربرکت کی دولت ملتی ہے۔

"الحکیم" کا مجرب وظیفہ:۔ اس اسم کی دعوت سے ایسی مہمات سر انجام پاتی ہیں جن کا کوئی حل نظر نہ آتا ہو۔

"الودود" کا مجرب وظیفہ:۔ الودود کی دعوت عامل کو لوگوں میں چودھویں رات کے چاند کی طرح محبوب بنا دیتی ہے اور محبوب حقیقی کا پیار ہر وقت عامل کے شامل حال رہتا ہے۔

"المجید" کا مجرب وظیفہ:۔ اس کی دعوت سے آدمی اپنے ہم جنسوں میں عزت و حرمت پایا ہے۔

"الباعث" کا مجرب وظیفہ:۔ الباعث قبروں سے مردوں کو زندہ کر کے اٹھانے والا غافلوں کے دلوں کو بیدار کرنے والا الباعث کی قدرت سے ہی قیامت کے دن تمام مردے جی اٹھیں گے اور قیامت کے روز مردوں کو اٹھانے کا ثبوت باعث برحق حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے معجزہ کی صورت میں اس جہان میں بھی دے چکا ہے۔ قم باذن اللہ۔ میں الباعث کی قدرت ہی کارفرما تھی۔ اور اس کے علاوہ بے شمار دلوں کی میتوں کو بھی اس نے زندگی بخشی ہے اللہ کی اس صفت میں ہے کوئی شریک حاشا وکلاء اس شرک کا تصور بھی نہیں آ سکتا الباعث کے بکثرت پڑھنے سے دل کی سستی غفلت اور مردنی دور ہو کر اس میں روح رحمت آ جاتی ہے۔

"الشہید" کا مجرب وظیفہ:۔ اللہ کی اس صفت حاضر و نظر اور ہر جگہ موجود ہونے میں ہے کوئی اس کا شریک ہرگز نہیں اس اسم کو سو بار پڑھ کر پانی پر دم کر کے نافرمان اور غیر صالح اولاد کو روزانہ پلائیں شاہد لازوال اس کو فرمانبردار اور صالح بنا دے گا۔ انشاء اللہ۔

"الحق" کا مجرب وظیفہ:۔ اسکی دعوت ہر طرح کی قید و بند سے رہائی دلاتی ہے اور نقصانوں کی تلافی کا موجب ہے۔

الوکیل" کا مجرب وظیفہ:۔ اس اسم کی دعوت زندگی کی تمام مشکلات کا حل ہے خوف و ہراس اور دہشت کے وقت الوکیل کو پکارنا امن و امان پاتا ہے۔

"القوی المتین" کا مجرب وظیفہ:۔ دشمن کی قوت توڑنے اور مناصب عالیہ پانے کے لئے ان اسماء کی دعوت کامیاب ہے۔

"الولی" کا مجرب وظیفہ:۔ اس کی دعوت سے طبیعت میں صلاحیت آتی ہے۔

"الحمید" کا مجرب وظیفہ:۔ اس سے یوں خلق پکڑیں کہ ایسا عمدہ کردار اور اخلاق فاضلہ حاصل کریں کہ خدا بھی خوش ہو اور اس کی مخلوق بھی تعریف کرنے لگے اس نیت سے نیک نہ بنیں کہ لوگ تعریف کریں بلکہ نیکیاں اور اعمال خیر خدا کی رضا کی خاطر کمائیں اس اسم کی دعوت آدم کو پسندیدہ افعال اور صاحب کردار بنا دیتی ہے۔

"المحصی" کا مجرب وظیفہ:۔ المحصی کے صفاتی نور سے اپنے گناہوں کو دیکھو گنو اور شمار کرو اور پھر توبہ و استغفار کرو اور پھر اس کی نعمتوں کو شمار کرو اور گنو جب ان کے شمار اور احصاء سے عاجز آ ؤ تو رو رو کر جناب میں شکر کرو جتنا کر سکو اس کی دعوت ہر طرح کے مصائب و آلام کے گھیروں سے نجات دیتی ہے۔

"الحی" کا مجرب وظیفہ:۔ الحی کی دعوت سے صحت اور عمر میں برکت اور ثبات اور طاقت اور قوت آتی ہے۔

"القیوم" کا مجرب وظیفہ:۔ القیوم کے ورد سے زندگی کو جسمانی اور روحانی طور پر سہارا ملتا ہے۔

"الماجد" کا مجرب وظیفہ:۔ اس اسم کی دعوت انسان کے ظاہر اور باطن کو نور علےٰ نور بنا دیتی ہے۔

الواحد" الاحد کا مجرب وظیفہ:۔ ان اسماء کی دعوت سے بندہ کو قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے اور دل سے غیر اللہ کا خوف مٹ جاتا ہے۔

"الصمد" کا مجرب وظیفہ:۔ بھوک، ننگ اور فقر و فاقہ سے نجات پانے کیلئے اس اسم کو دو ہزار بار روزانہ پڑھنا چاہیے متواتر جاری رکھیں خدا اس قدر رزق اور مال دے گا کہ بندہ حیران رہ جائے گا حتیٰ کہ خدا اس کو خلق سے بے نیاز کر دے گا۔

"المغنی" کا مجرب وظیفہ:۔ اس اسم کو گیارہ سو بار روز بعد نماز صبح پڑھنے سے ظاہری اور باطنی غنا کی دولت نصیب ہوتی ہے

متواتر جاری رکھنا چاہیے۔

"النور" کا مجرب وظیفہ:۔ النور ایک ہزار بار روزانہ دعوت دل کو روشن کرتی ہے اور اس سے تخلق کے تقاضے سے ہر مسلمان کو ایمان و عرفان اور اعمال صالح کے نور سے اپنے سینے میں اجالا کرنا چاہیے۔

"الهادی" کا مجرب وظیفہ:۔ الہادی کی دعوت انسان کو خدا کا عرفان بخشتی ہے۔

"البدیع" کا مجرب وظیفہ:۔ لاعلاج قسم کی مہم اور مشکل غم اور اندوہ میں البدیع کی دعوت کامرانی میں ہاتھوں پر سرسوں جمانے کے مترادف ہے ہر روز ہزار بار قبلہ رو ہو کر پڑھا کریں۔

"الرشید" کے ذریعے مشکلات کا حل:۔ الرشید نیک راہ بتانے والا جہان کا رہنما وہ اللہ الرشید ہی ہے جو نفس انسانی کو اپنی تابعداری پر لگاتا اس کے دل میں معرفت بھرتا اور طائر لاہوتی کو اپنی محبت کی فضا میں اڑنے کی طاقت بخشتا ہے نیکیاں کرانے اور اپنی راہ چلانے کے لئے بندہ کے دل میں الرشید ہی عزائم پیدا کرتا اور اس کے ارادوں کے خاکے میں رشد کا رنگ بھرتا ہے اس اسم کی دعوت مشکلات کا حل ہے۔

"الصبور" کا مجرب وظیفہ:۔ رنج، درد، مصیبت اور مشقت میں اس اسم کو پڑھنے سے اطمینان ملتا ہے اور سکون حاصل ہوتا ہے۔ (انوار التوحید)

نام کتاب:۔ فضائل اہلحدیث .... مصنف:۔ علامہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ
التونی ۴۶۳ھ کی مایہ ناز کتاب شرف اصحاب الحدیث کا اردو ترجمہ
ناشر:۔ جمیعت اہلحدیث ضلع گوجرانوالہ .... طابع:۔ خالد گھرجاکھی، گھرجاکھ، گوجرانوالہ
اشاعت فنڈ صرف ایک روپیہ

ولی باکمال الامام ابوبکر الخطیب البغدادی رحمہ اللہ

تعارف:۔ ابوبکر نام احمد بن علی لقب خطیب وطن بغداد پیدائش ۳۹۲ھ انتقال ۴۶۳ھ۔

امام ذہبی رحمہ اللہ تذکرۃ الحافظ (جلد صفحہ ۳۱۲) میں فرماتے ہیں کہ خطیب بغدادی رحمہ اللہ بڑے حافظ امام شام وعراق کے محدث تھے۔

ان کے شاگرد ابن ماکولا کہتے ہیں کہ خطیب رحمہ اللہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت وحفظ وضبط و اتقان اور حدیثوں کی علتوں اور سندوں کے جاننے اور صحیح وغریب مفرد ومنکر اور ساقط کے معلوم کرنے میں ان کے پچھلے خاص لوگوں میں سے تھے جن کا میں نے مشاہدہ کیا ہے۔ امام دارقطنی رحمہ اللہ کے بعد خطیب جیسا کوئی محدث نہیں پیدا ہوا اور شاید خطیب رحمہ اللہ حدیث کو پہچاننے اور یاد رکھنے میں امام دارقطنی رحمہ اللہ کے مثل تھے۔ حافظ سمعانی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خطیب رحمہ اللہ ہیبت و وقار والے ثقہ مستعد خوشخط بڑے ضابط اور فصیح تھے۔ حافظوں کا ان پر خاتمہ ہوگیا۔ ابن شافع رحمہ اللہ نے کہا کہ علوم حدیث میں حفظ و اتقان کا خطیب رحمہ اللہ پر خاتمہ ہوگیا۔ سمعانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ خطیب رحمہ اللہ کی ۵۶ تصنیفات ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ تاریخ ابن خلکان میں مرقوم ہے کہ خطیب رحمہ اللہ کی قریب سو کے تصنیفات ہیں اور اگر ان کی تصنیف سوا تاریخ بغداد کے اور کوئی بھی نہ ہوتی تو صرف یہ تاریخ ہی ان کے علم وفضل اور وسعت معلومات کی شہادت کے لئے کافی تھی تذکرۃ الحفاظ میں آپ کی بعض تصانیف کے نام بھی ہیں۔ (فضائل اہلحدیث :ص 9,8)

متوکل صوفیاء کی طرح کیفیت استغنا:۔ فضل بن عمر نسوی رحمہ اللہ کہتے ہیں میں جامع صور میں امام خطیب رحمہ اللہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک علوی آیا اور امام صاحب سے عرض کی کہ یہ تین سو دینار ہیں آپ اسے قبول فرمایئے اور اپنی ضرورت میں خرچ کریں آپ نے نہایت

لاپرواہی سے انکار کر دیا اس نے ان دیناروں کو آپ کی جانماز پر ڈال دیا آپ جھلا کر جانماز جھاڑ کر وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے اور وہ شخص اپنا سامنہ لے کر اپنے دینار سمیٹ کر چل دیا۔

ابوذکریا تبریزی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میں جامع دمشق میں پڑھتا تھا اور مسجد ہی کے ایک حجرہ میں رہتا تھا کبھی کبھی امام خطیب رحمہ اللہ میرے پاس تشریف لاتے ادھر ادھر کی کچھ باتیں کر کے مجھ سے فرماتے دیکھو بھائی ہدیہ قبول کرنا بھی مسنون طریقہ ہے یہ کہہ کر ایک پڑیا میرے سامنے رکھ کر چلے جاتے میں اسے کھولتا تو اس میں پانچ اشرفیاں نکلتیں جو آپ مجھے قلم دوات کے خرچ کیلئے دیے جایا کرتے تھے آپ خوش آواز و بلند لہجہ تھے جس وقت جامع مسجد میں احادیث پڑھتے تھے تو مسجد گونج اٹھتی تھی الفاظ حدیث کے اعراب ظاہر کر کے نہایت صحت کے ساتھ پڑھتے تھے۔ (فضائل اہلحدیث: ص10,9)

ولی کامل کے پڑوس میں تدفین کی خواہش:۔ حج کے زمانہ میں جب آپ چاہ زمزم کے پاس پہنچتے ہیں تو اس حدیث کو یاد کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ زمزم کا پانی جس مقصد کیلئے پیا جائے اسے پورا کرتا ہے آپ تین مقصد دل میں رکھتے ہیں اور تین مرتبہ زمزم کا پانی پیتے ہیں ایک تو یہ کہ تاریخ بغداد آپ لکھ سکیں دوسرے یہ کہ بغداد کی مشہور جامع منصور میں آپ درس حدیث دیں تیسرے یہ کہ بشر حافی رحمہ اللہ جو (کہ کبار صوفیا میں سے تھے) کے پڑوس میں آپ دفن ہوں آپ کی یہ تینوں دعائیں قبول ہوئیں۔ (فضائل اہلحدیث: ص11,10)

طے الوقت کی بدولت اعمال میں برکت:۔ دس ضخیم جلدوں میں آپ نے تاریخ بغداد لکھی جس کے ایک حصہ کو جو حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق ہے چھپ چکا ہے اور اس کا اردو ترجمہ بھی ہو گیا ہے جامع بغداد کے آپ مدرس بنے اور انتقال کے بعد آپ کی تربت بھی وہیں ہوئی جہاں آپ کی دعا تھی۔ ہر دن رات میں آپ ایک مرتبہ قرآن کریم ختم کیا کرتے تھے اور ترتیل کے ساتھ پڑھا کرتے تھے اور لوگوں کو حدیث بھی پڑھایا کرتے تھے۔ (فضائل اہلحدیث: ص11)

صوفیاء کے زہد و قناعت کی مثال:۔ یہ ایک واقعہ ہی نہیں اس جیسے بیسیوں واقعات نے دنیا کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ باور کر لیں کہ حضرت امام خطیب رحمہ اللہ اپنے زمانے کے بے مثل امام اور زبردست علامہ اور لاثانی محدث تھے باجود اس علم و فضل اور زہد و قناعت بے نفسی اور بے غرضی کے آپ بڑے سخی تھے محدثین اور طلبہ حدیث کے ساتھ عموماً سلوک کرتے تھے۔ انتقال سے پہلے اپنا تمام مال محدثین پر تقسیم کر دیا اپنی تمام کتابیں راہ للہ میں وقف کر دیں علم و حدیث کے تقریباً ہر فن میں آپ کی کوئی نہ کوئی تصنیف ہے۔ آپ کی تصانیف کی عام مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ آج تمام علماء اور طلباء ان کے یکسر محتاج ہیں مخلوق ان کی تصانیف کی طرف جھکی ہوئی ہے۔ (فضائل اہلحدیث: ص13,12)

بشر حافی رحمہ اللہ کے پڑوس میں تدفین:۔ امام خطیب رحمہ اللہ ماہ رمضان کے نصف میں ۴۶۳ھ میں بیمار ہوئے اول ذی الحجہ کو حالت نازک ہو گئی اور ۷ ذی الحجہ کو انتقال ہو گیا جنازہ کی نماز قاضی ابوالحسین رحمہ اللہ نے پڑھائی اور آپ اپنی مقبول دعا اور دلی تمنا کے مطابق بشر حافی رحمہ اللہ کی قبر کے پاس دفن کیے گئے ان کے جنازے کے آگے ایک جماعت یوں پکارتی جاتی تھی یہ وہ شخص ہے جو حدیث نبوی ﷺ سے اعتراض کو دفع کرتا تھا یہ وہ بزرگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ سے کذب کو دور کرتے تھے یہ وہ ہیں جو حدیث پیغمبر ﷺ کے حافظ تھے ان کا جنازہ اٹھانے والوں میں ابو اسحاق شیرازی رحمہ اللہ بھی تھے۔ (فضائل اہلحدیث: ص13)

صوفیائے کرام کی غیبی رہنمائی کا محدثین سے ثبوت

مبارک زیارتیں:۔ علی بن حسین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ خطیب کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا کہ ایک شخص میرے سامنے کھڑا ہے میں نے اس سے خطیب کا حال پوچھا اس نے کہا وسط جنت میں جاؤ وہاں نیکوں سے ملاقات ہوتی ہے۔ (فضائل اہلحدیث: ص13,12)

(2) رمیلی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں ربیع الاول کی بارہویں کو ۴۶۳ھ میں بغداد میں سویا ہوا تھا خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ہم لوگ عادت سابقہ

کے مطابق امام خطیب رحمہ اللہ کے پاس تاریخ بغداد پڑھنے کو جمع ہیں شیخ نصر مقدسی رحمہ اللہ خطیب رحمہ اللہ کے دائیں جانب ہیں اور ان کے دائیں رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں آپ تاریخ بغداد سننے کو تشریف لائے ہوئے ہیں تو میں نے کہا کہ یہ ابوبکر خطیب رحمہ اللہ کی بزرگی کی دلیل ہے نیز بعض صلحاء نے خواب میں دیکھ کر آپ کا حال پوچھا آپ نے جواب دیا کہ آرام و آسائش اور نعمت والی جنت میں ہوں۔ (فضائل اہلحدیث ۔ص 14)

بارگاہ رسالت میں امام حنبل رحمہ اللہ کی برکت:۔ احمد بن رحمہ سنان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ دو جماعتوں کے درمیان تشریف فرما ہیں ایک حلقہ میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ ہیں اور دوسرے میں ابن ابی داؤد رحمہ اللہ، اور نبی ﷺ قرآن کی آیت "فان یکفر بها هولا" یعنی اگر یہ لوگ اس کے ساتھ کفر کریں پڑھتے ہیں اور آپ اشارہ کرتے ہیں ابن ابی داؤد اور ان کے ساتھیوں کی طرف جو اہل الرائے تھے پھر پڑھتے ہیں، فقد و کلنا بها قوما لیسو بها بکافرین" یعنی ہم نے ایک ایسی قوم بھی اس کی طرفدار بنائی ہے جو اس کے ساتھ کبھی سفر نہیں کرے گی اور آپ اشارہ کرتے ہیں حضرت امام احمد رحمہ اللہ اور ان کے ساتھیوں کی طرف۔ (فضائل اہلحدیث ۔ص 24)

یحیٰ بن معین رحمہ اللہ کو مبارک بشارت:۔ قاسم بن نصر مخرمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ آرام فرما رہے ہیں اور امام یحیٰ بن معین محدث رحمہ اللہ آپ کے سرہانے کھڑے ہوئے مورچھل جھل رہے ہیں صبح آکر وہ اپنا یہ خواب ذکر کرتے ہیں تو امام صاحب نے فرمایا اس کی تعبیر ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جھوٹی باتوں کو ہم دفع کرتے ہیں۔ (فضائل اہلحدیث ۔ص 45)

اہلحدیث ابدال اور اولیاء اللہ ہیں

صالح بن محمد رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر اہل حدیث ابدال نہیں تو میں نہیں جان سکتا کہ ابدال اور کون ہوتے ہیں؟ امام صالح رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں عدالت والا وہ ہی نہیں جو مال جان اور عزت پر عدل کرے بلکہ ان سے بھی بڑھ کر عدالت والا وہ ہے کہ جب وہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرے تو وہ مان لی جائے اسے اس میں سچا اور عادل جانا جائے۔ امام حمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر اہل حدیث ابدال نہیں تو پھر ابدال اور کون ہوں گے؟

خلیل بن احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں اگر قرآن و حدیث والے بھی اولیاء اللہ نہیں تو جان لینا چاہیے کہ زمین اولیاء اللہ سے خالی ہے۔

دعا سے عمر بڑھنا:۔ امام ابن عیینہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ میری اتنی عمر صرف اہلحدیث کی دعاؤں سے ہوئی ہے۔

(فضائل اہلحدیث ۔ص 49,48)

حضرت ابراہیم بن ادھم کا ذوق حدیث:۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھ سے فرمایا: بیٹا تم حدیث سیکھو اور یاد کرو ایک ایک حدیث کے یاد کرنے پر تمہیں ایک ایک درہم انعام دوں گا چنانچہ میں نے اسی طرح حدیثیں یاد کیں۔

(فضائل اہلحدیث ۔ص 58.57)

امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کا ذوق حدیث

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے سوال ہوتا ہے کہ ایک شخص نفلی روزوں اور نفلی نمازوں میں مشغول ہے اور دوسرا شخص حدیث کے لکھنے میں مشغول ہے فرمائیے آپ کے نزدیک کون افضل ہے؟ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا حدیث شریف کا لکھنے والا۔ سائل نے کہا آپنے اسے اس پر فضیلت کیسے دیدی فرمایا اس لیے کہ کوئی یوں نہ کہے کہ لوگوں کو ہم نے ایک چیز پر پایا اور ان کے ساتھ ہو لئے۔ (فضائل اہلحدیث ۔ص 69,68)

صوفیاء کرام کی بشارتوں کا محدثین سے ثبوت

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: نبوت تو گئی میرے بعد نبوت باقی نہیں رہی ہاں البتہ خوشخبریاں باقی

ہیں اور وہ نیک خواب ہیں جنہیں مسلمان خود دیکھے۔ یا اس کے بارے میں کوئی اور دیکھتا ہے۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے سوال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے جو وہ فرماتا ہے "الذین امنوا و کانو یتقون لھم البشری فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ" یعنی جو لوگ ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے رہے انہیں دنیا کی زندگی میں بھی خوش خبری ہے اور آخرت میں بھی آپ نے جواب دیا وہ نیک خواب ہیں جنہیں خود مسلمان دیکھے۔ یا اس کے بارے میں کسی اور کو دکھائے جائیں۔

جنت میں داخل ہونے کی بشارت:۔ ایک شخص یزید بن ہارون رحمہ اللہ کو ان کے انتقال کے بعد خواب میں دیکھتا ہے سوال کرتا ہے کہ آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا سلوک کیا۔ فرماتے ہیں میرے لئے جنت مباح کر دی پوچھتے ہیں قرآن کی وجہ سے؟ کہا نہیں۔ پوچھا پھر کس باعث؟ فرمایا حدیث کی وجہ سے۔

مجالس ذکر مغفرت کا سبب:۔ جویریہ بن محمد مقری بصری، یزید بن ہارون رحمہ اللہ واسطی کو ان کے انتقال سے چار رات بعد خواب میں دیکھتے ہیں پوچھتے ہیں آپ کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کیا کیا؟ فرمایا میرے گناہ معاف فرما دیئے اور نیکیاں قبول کر لیں اور تکلیفیں ہٹا دیں میں نے کہا پھر کیا ہوا فرمایا خداوند کریم نے بڑا اکرم کیا۔ میرے گناہ بخش دیئے اور مجھے جنت میں داخل کیا پوچھتے ہیں آخر آپ کا اتنا اکرام کس نیکی پر ہوا کہا ذکر اللہ کی مجلسوں کی وجہ سے، میری حق گوئی اور سچی باتوں کی وجہ سے، لمبی لمبی نمازوں اور فقر وفاقہ کی مصیبتوں پر صبر کرنے کی وجہ سے، پوچھا کیا منکر نکیر حق ہیں؟ کہا ہاں! اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں انہوں نے مجھے بٹھا کر سوال کیا کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کیا ہے؟ تیرے نبی کون ہیں؟ میں اپنی سفید داڑھی سے مٹی جھاڑنے لگا اور کہنے لگا کہ کیا مجھ جیسے شخص سے بھی سوال کیا جاتا ہے میں یزید بن ہارون رحمہ اللہ واسطی ہوں ساٹھ سال تک دنیا میں لوگوں کو حدیث پڑھاتا رہا ایک نے دوسرے سے کہا ہاں سچ ہے یہ یزید بن ہارون ہے حضرت آپ بے فکری سے دولہا کی طرح سو جایئے آج کے بعد آپ پر کوئی ڈر خوف نہیں ہے۔

عبداللہ بن مبارک کے حق میں بشارات:۔ زکریا بن عدی رحمہ اللہ اپنے خواب میں امام ابن المبارک رحمہ اللہ کو دیکھتے ہیں پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا۔ فرمایا طلب حدیث کے لئے جو سفر میں نے کیے تھے ان کی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔ (فضائل اہلحدیث: ص85)

مجھے بخش دیا گیا:۔ اسی طرح ایک اور روایت بھی ہے ابوبکر اوی رحمہ اللہ کے ہم سب جو حدیث کی طلب میں تھے ان کا انتقال ہو گیا خواب میں انہیں دیکھا تو پوچھا کیا حال ہے؟ کہا مجھے بخش دیا گیا پوچھا کس نیکی پر کہا حدیث کے طلب کرنے پر۔

سلیمان شاذکونی کے حق میں بشارت:۔ محمد بن جلیل رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے سلیمان شاذکونی رحمہ اللہ کو ان کی وفات کے بعد نہایت اچھی حالت میں دیکھا تو میں نے پوچھا کہ ابو ایوب اللہ تعالیٰ نے آپکے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا مجھے بخش دیا میں نے کہا کس نیکی پر فرمایا حدیث شریف کی وجہ سے۔

یحییٰ بن معین کے حق میں بشارت:۔ حبیش بن مبشر رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ کو خواب میں دیکھا ان سے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا۔ فرمایا مجھے جنت کے دو دروازوں کے درمیان کی کل جگہ عنایت فرما دی پھر اپنی جیب سے ایک کتاب نکال کر کہا ان حدیثوں کے لکھنے کی برکت سے۔

ابو ہمام رحمہ اللہ کے حق میں بشارت:۔ ابو اسحاق رحمہ اللہ خواب میں دیکھتے ہیں کہ امام ابو ہمام رحمہ اللہ کے اوپر قندیلیں لٹک رہی ہیں پوچھا یہ نورانی قندیلیں کیا ہیں؟ کہا یہ قندیل تو حدیث شفاعت بیان کرنے کی وجہ سے ملی اور یہ حوض کوثر کی حدیث کو روایت کرنے کی وجہ سے اور اسی طرح بہت سی حدیثوں کی وجہ سے ان بہت سی قندیلوں کا ملنا بیان فرمایا۔ (فضائل اہلحدیث: ص86)

درود شریف مغفرت کا سبب:۔ خلف فرماتے ہیں میرے ایک دوست جو میرے ساتھ علم حدیث پڑھتے تھے ان کا انتقال ہو گیا میں نے انہیں اپنے خواب میں دیکھا کہ وہ سبز رنگ کے نئے کپڑے پہنے ہوئے خوش وخرم ہیں میں نے کہا حضرت آپ تو وہی مسکین طالب علم ہیں جو میرے ساتھ حدیث پڑھتے تھے آج یہ جوڑا آپ پر کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں تمہارے ساتھ حدیث لکھتا تھا جہاں کہیں محمد ﷺ کا نام آتا تھا میں اس کے ساتھ ہی ﷺ ضرور لکھا کرتا تھا۔ اس کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو تم دیکھ رہے ہو۔

خواجہ جنید رحمہ اللہ کے رفقاء کی مغفرت:۔ خواجہ جنید رحمہ اللہ کے بعض ساتھیوں کو خواب میں دیکھا گیا ان سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا کیا؟ فرمایا مجھے بخش دیا کہا کس بناء پر فرمایا اپنی کتاب میں رسول اللہ ﷺ پر درود لکھنے کی وجہ سے۔

کتاب کا نام ہفت روزہ الاعتصام مسلک اہل حدیث کا داعی وترجمان لاہور
24 ربیع الاول 1428ھ جمعۃ المبارک 13 تا 19 اپریل 2007ء

آزمائشوں میں اولیاء کرام کی ثابت قدمی: آپ امام اہل سنت حضرت امام احمد بن حنبل کو دیکھئے کہ معتصم باللہ جیسا قاہر وجبروت فرمان روا ان کے سامنے کھڑا ہے تو جلاد یکے بعد دیگرے تازیانے لگا رہے ہیں پیٹھ زخموں سے چور چور ہوگئی ہے تمام جسم خون سے رنگین ہو چکا ہے اور یہ سب کچھ اس لیے ہو رہا ہے کہ جس مسئلہ کو وہ کتاب وسنت کے خلاف سمجھتے ہیں اس کا ایک مرتبہ اقرار کرلیں لیکن اس پیکر حق اس مجسمہ سنت اس صابر اعظم کما صبر اولوا العزم من الرسل کی زبان صدق ترجمان سے یہی صدا نکل رہی ہے۔

"اعطوني شيئا من كتاب الله اوسنة رسوله حتى اقول"

قرآن کے مخلوق ہونے پر مجھے کتاب وسنت سے کوئی دلیل دے دو تو میں اس کا قائل ہو جاؤں گا۔

ما قصہ سکندر و دارا نہ نخواندہ ایم   از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

آپ حضرت الامنا الاعظم امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھئے کہ قید خانہ بغداد میں اسیر ہیں لیکن اس پر بھی منصور عباسی قاہر وسفاح بادشاہ کے حکم کے سامنے ان کا سر نہیں جھکتا۔

آپ کو حضرت امام شافعی اس حالت میں نظر آتے ہیں کہ یمن سے بغداد تک قید واسر کی حالت میں کھینچے جا رہے ہیں اور ان کا جرم صرف یہ ہے کہ حق کے داعی ہیں اور صدق وہدایت پر قائم ہیں۔ آپ شیخ الاسلام احمد بن تیمیہ کو دیکھئے کہ تین تین مرتبہ مصر کے قید خانے میں اسیر کیے گئے اور بالآخر قید خانے میں ہی وفات پا گئے مگر اظہار حق سے منہ نہ موڑا اور حکومت وقت کے آگے سر اطاعت خم نہ کیا۔ آپ خود اسی ہندوستان میں حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کو دیکھئے کہ قلعہ گوالیار میں قید ہیں مگر جہانگیر کے آگے اس سر کو جھکانے کے لیے تیار نہیں جس کو اللہ نے صرف اپنے ہی آگے جھکنے کیلئے بنایا ہے (امام الہند ابوالکلام آزاد)۔ (ہفت روزہ الاعتصام)

نام کتاب:۔ حضرت العلام مولانا محمد جونا گڑھی رحمہ اللہ، حیات وخدمات
تصنیف:۔ محمد تنزیل الحسینی الصدیقی......ناشر: مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور

اتباع سلف صالحین کی دعا:۔ ماضی قریب کے مشہور عالم دین مولانا محمد یونس رحمہ اللہ قریشی پرتاب گڑھی دہلوی فرماتے تھے کہ "جو کام تن تنہا محمد جونا گڑھی نے کیا وہ ہم سب مل کر بھی نہ کر سکتے تھے۔

دعا ہے کہ پروردگار اعلیٰ ہم سب کو سلف صالحین کی سیرتوں سے واقف ہونے اور ان کی اتباع کرنے کی توفیق عطاء فرمائے: آمین یارب العالمین.. ۔ الدعی الی الخیر محمد تنزیل :۲۲ جون ۱۹۹۸ء (کراچی) (بحوالہ مولانا محمد جونا گڑھی رحمہ اللہ حیات وخدمات. ص ۷)

کراماتِ اہلحدیث

مولانا عبدالمجید سوہدروی

محمد ادریس فاروقی

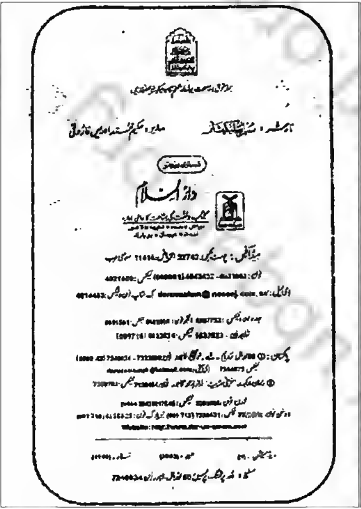

دار السلام

مختصر حالات مولانا عبدالمجید سوہدروی:۔ مولانا عبدالمجید مرحوم سوہدروی رحمۃ اللہ علیہ سوہدرہ قصبہ بضلع گوجرانوالہ پنجاب میں آپ کی پیدائش سوہدرہ میں ہوئی آپ شیخ الحدیث پنجاب حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کے نواسہ تھے۔ بہت بڑے مقرر اور مصنف تھے اخبار اہلحدیث اور اخبار مسلمان کے ایڈیٹر بھی تھے۔ (فتاویٰ علمائے اہلحدیث، ج:۹، ص:۲۸)

نام کتاب:۔ کرامات اہلحدیث…….مصنف: مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ
ترتیب وتزئین:۔ محمد ادریس فاروقی…….ناشر:۔ مسلم پبلی کیشنز

فہرست مضامین (اصل کتاب)

عرض ناشر	21	کرامت کی حقیقت	48	اولیاء اللہ کی پہچان	52
پیش گفتار	26	خرق عادت	49	کرامت کی شرعی حیثیت	54
حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی	38	کرامات واستدراج میں فرق	51	اہل حدیث اور ولی	57
ابتدائیہ	46				

﴿۱﴾ کرامات حضرت مولانا عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ

بھنگی چرسی راہ راست پر آگیا	61	آپ کا جان لیوا آپ کو دل دے گیا	63	آپ کی دعا کی برکت	65
آپ کی بے پناہ روحانی طاقت	67	آپ کا ایک الہام	68		

﴿۲﴾ کرامات حضرت مولانا غلام رسول رحمہ اللہ قلعہ میہاں سنگھ

آپ کا کشف	70	آپ کا ایک اور کشف	72	آپ کی زمیندار کے حق میں پیش گوئی	72
آپ کا ایک اور کشف	73	ہندو عورت اسلام میں داخل ہوگئی	74	سکھ عورت مسلمان ہوگئی	75
سکھ مسلمان ہوگیا	75	باوا کاہن داس کی زبان پر کلمہ جاری ہوگیا	76	آپ کے بتائے ہوئے وظیفے کی تاثیر	76
آپ کی روحانی قوت	77				

﴿۳﴾ کرامات حضرت قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری رحمہ اللہ

آپ کی توجہ کی تاثیر	79	آپ کی نگاہ کی تاثیر	81	آپ کا جنات میں احترام	82
آپ کی زبان کی تاثیر	82	آپ کا کشف	82	آپ کا ایک اور کشف	83
آپ پر عالم بیداری میں انوار کی بارش	84	آپ کا گیندے شاہ پر اثر	84	آپ اور ایک مجذوب	85
آپ کا ایک اور کشف	86	آپ اور ایک مشرک پیر	87	آپ کی مومنانہ فراست	88
آپ کی فراست پر ایک اور شہادت	89	آپ پر القاء	89	آپ کا ایک اور کشف	90
آپ کی پیش گوئی	91	امام مسجد نبوی ﷺ کا خواب	91	آپ کا مقام بلند	91
آپ کا مرزا کو کامیاب چیلنج	91	ایک مریض کو قاضی صاحب کی ہدایت	92	آپ کا پر تاثیر وعظ	93

آپ یکسر محفوظ رہے	93				

﴿۴﴾ کرامات حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ

آپ کا روحانی مقام	95	آپ کی مجلسی روحانیت	96	آپ کی لاثانی کرامت	96
درودیوار سے ذکر کی آواز	97	نماز کی کیفیت	97		

﴿۵﴾ کرامات حضرت مولانا محمد سلیمان روڑی رحمہ اللہ

آپ کی روحانی تاثیر	99	آپ کا رؤیائے صادقہ	100	آپ کا کشف	101
آپ کا ایک اور کشف	101				

حصہ دوم ﴿٦﴾ کرامات مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ

ایک زندہ کرامت	102	دعا کی قبولیت	102	دم کی برکت	103

﴿۷﴾ کرامات حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ

آپ میں کشش وجاذبیت	103	آپ کا تقویٰ وللہیت	104	قرآن سے شغف	104

﴿۸﴾ کرامات مولانا سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ

روحانی قوت	105	دم اور دعا کی تاثیر	105	دیدار پیغمبر علیہ السلام	106

﴿۹﴾ کرامات مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ

آپ کی بابرکت مجلس	106	دودمان غزنوی کا روشن ستارہ	107	گاڑی بال بال بچ گئی	107
ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ	108				

﴿۱۰﴾ کرامات حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری رحمہ اللہ

عظیم کرامت	110	ایک اور کرامت وفضیلت	110	آپ کا تقویٰ اور استغناء	110

﴿۱۱﴾ کرامات حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ

آپ کی ایک کرامت	112	ایک اور کرامت	113	قرآن کی برکت	114
ایک بہت بڑی کرامت	114				

﴿۱۲﴾ کرامات حضرت مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی رحمہ اللہ

تقویٰ کی معراج	115	آئین جواں مرداں	116	بے نمازی سے نفرت	116

گائے نے دودھ دینا شروع کر دیا	117	آپ کے دم کی تاثیر	118	جنات آپ کی شاگردی میں	118
پادری کا انجام	119	آپ کی سرزنش کی تاثیر	120	بارش نے جل تھل کر دیا	122

﴿۱۳﴾ کرامات حضرت مولانا عبدالحمید سوہدروی رحمہ اللہ

دعا کی برکت	122				

﴿۱۴﴾ کرامات حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ

پودوں سے ذکر الٰہی کی آواز	125	حیران کن واقعہ	126	وظائف کی تاثیر	126
اولاد کی بہار	127	روح پرور محفل	127	دم کی برکت	128
آسیب کا کھوج لگالیا	128	آپ کو دست شفا ملا تھا	129	جنات مقتدی اور شاگرد	130
پانچ ہزار جنات	131	زبان کی تاثیر	131	دو جملوں سے کایا پلٹ گئی	132
زبان وبیان کی اعجاز آفرینی	133	نگاہ کی حیرت انگیز تاثیر	134	احسان عظیم	136

﴿۱۵﴾ کرامات حضرت مولانا حافظ محمد یوسف سوہدروی رحمہ اللہ

آپ کی انسانوں میں قدر	137	آپ کا جنوں میں احترام	138	ایک عجیب واقعہ	139
دعا کی قبولیت	139	آپ کی ایک اور کرامت	140	نگاہ کی پاکیزگی	140
دعا میں تاثیر کے بنیادی اسباب	141	جانور بھی بات مانتے تھے	141	چند عجوبات	142
رب آپ کی خواہشات کا خیال فرماتا	143	آپ اور قرآن	143	نماز سے محبت	143
علاقے کا سب سے بہتر اور نیک انسان	144	آپ کو خراش تک نہ آئی	147	آپ کے وظیفے کی برکت	147
انتہائی سادگی	148	عبادت و ریاضت	149	زہد و استغناء	149
ایثار و قربانی	150	آپریشن کے دوران تلاوت قرآن	152	اوراد و وظائف	152
رات کی تاریکی میں نور کی شعاع	153	ایک مقدمہ کا فیصلہ	153	وفات پر عجیب اشارے	154
تبسم بر لب اوست	155				

﴿۱۶﴾ کرامات استاد پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی رحمہ اللہ

کرامات ہی کرامات	156	سحاب رحمت امڈ آیا	156	دریا میں حفاظت کی	157
اللہ کی خاص حمایت	157	حیرت انگیز و محیر العقول واقعہ	158	پانی کی ٹینکی خود بخود بھر جاتی	158
باوفا جنات	159	آپ کا روحانی مراقبہ اور ایک واقعہ	160	قبولیت دعا کا ایک نمونہ	161

﴿۱۷﴾ کرامات حضرت صوفی عبداللہ رحمہ اللہ ماموں کانجن

رب نے آپ کی خواہش پوری کر دی	162	ایک مسئلہ فوراً حل ہو گیا	162	آپ کی کرامت	163

کیڑوں نے تعمیل ارشاد کی	163	وذالك فضل الله	164	ایک تاجر کیلئے عجیب دعا	165
حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ	165	بارش تھم گئی	167	جوڑے پیدا ہونے لگے	168
کٹیاں پیدا ہونے لگیں	168				

﴿۱۸﴾ کرامات حضرت میاں محمد باقر رحمہ اللہ جھوک دادو

زندہ کرامت	168	ولایت کی جلوہ آرائیاں	170	آپ کی ایک کرامت	170

﴿۱۹﴾ کرامات مولانا عتیق اللہ حفظہ اللہ صاحب ستیانہ بنگلہ

قابل تقلید شخصیت	172	آپ کی کرامت	173		

﴿۲۰﴾ کرامات شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ

آپ کی تابندہ کرامات	174	آپ کی چند کرامات	175		

﴿۲۱﴾ کرامات مولانا عبدالغنی رحمہ اللہ چک رجادی

آپ کی زندہ کرامت	176				

﴿۲۲﴾ کرامات کیلانی بزرگان رحمہم اللہ

گاڑی رک گئی	178	شرک کی جڑ کٹ گئی	179	شرک کا صفایا ہو گیا	180
مثالی تقویٰ	181				

﴿۲۳﴾ کرامات حضرت حافظ عبدالحی صاحب رحمہ اللہ کوٹ شاہ محمد

حضرت حافظ صاحب کی دعا کی برکت	181	آپ کی لافانی کرامت	182	شاندار کرامت	184
دریا کی دلدل میں پھنسی گھوڑی نکل آئی	185	تدفین پر خوشبو پھیل گئی	186	بکثرت ذکر الٰہی	186

﴿۲۴﴾ کرامات مولانا حکیم عبدالواحد رحمہ اللہ وار برٹن

ہندو برہمن مسلمان ہو گیا	187	عجیب واقعہ	187		

﴿۲۵﴾ کرامات مولانا محمد ادریس کیلانی رحمہ اللہ

توحید و سنت کی تاثیر	188	دعا کی طاقت پرواز	189	آپ کی ایک اور کرامت	189

﴿۲۶﴾ مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ

اللہ تعالیٰ نے ہاتھ تھاما	191	انعامات کی بارش	191	آپ کی ایک اور کرامت	192
آپ کی تابندہ و درخشندہ کرامات	193				

﴿۲۷﴾ کرامات مولوی کمال دین صاحب رحمہ اللہ

اللہ نے خاتون کو بیٹا دیا	194	قحط سالی دور ہو گئی	194	بھینس نے آپ کی بات مان لی	195

دریا کا رخ بدل گیا	195	آپ کا روحانی کمال	196	دعا کا حیرت انگیز اثر	196

﴿۲۸﴾ کرامات حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ ماڑی مصطفےٰ (بھارت)

زب مقدر	197	دعا سے دن پھر گئے	198	نورانی خواب، بابرکت تعبیر	199

﴿۲۹﴾ کرامات حضرت مولانا حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ

آپ کا پایہ	200	آپ کا روحانی جلال	201	کلمہ طیبہ کے ورد کی خوشبو	201

﴿۳۰﴾ کرامات مولانا ابوالبرکات احمد مدراسی رحمہ اللہ

جامعہ اسلامیہ کو چار چاند لگا دیئے	202	ہردلعزیزی	203	بارش رک جاتی	204

﴿۳۱﴾ کرامات حضرت مولانا محمد عثمان دلاوری رحمہ اللہ

قبولیت دعا	204	آپ کی ایک خصوصی دعا	205	بارش کا خطرہ ٹل گیا	206
ایک عجیب وظیفہ	206	توکل کی برکت	206	آپ کا مرتبہ	207
آپ کے تایاجان مولانا محمد صالح کا تذکرہ	207				

﴿۳۲﴾ کرامات مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہ اللہ

بادل پھٹ گئے	208	بارش رک گئی	208		

﴿۳۳﴾ مجاہدین رحمہم اللہ کی کرامات

مجاہدین کی کرامات	210	اللہ کی حفاظت	210	مجاہدین کی فراست	211
فقید المثال جذبہ	211	گولیوں کی بوچھاڑ میں کارنامہ سرانجام دیا	212	دعا کی برکت	212
غیبی مدد کا ایمان افروز واقعہ	213	خصوصی حفاظت اور مدد	213	اللہ نے مجاہدین کو مستور کر دیا	214
بہترین اور ایمان افروز کامیابی	214				

اطلاع عام

اشاعت کرامات کی فکر:۔ اولیائے اہل حدیث یا مجاہدین کی اور کرامات اگر کسی دوست کو معلوم ہوں تو ہمیں صاف کاغذ کی ایک جانب خوشخط لکھ کر بھیج دیں۔ ہر کرامت سچی اور ثابت شدہ ہونا ضروری ہے۔ ہم انشاءاللہ آئندہ ایڈیشن میں مرسل کا حوالہ دے کر کتاب ہذا میں شامل کر دیں گے۔

عرض ناشر

اعتراف کرامات اور الزام کا جواب:۔ یہ ''کرامات اہلحدیث'' کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ کتاب ہذا حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کی تصنیف لطیف ہے جو آپ کے عنفوان شباب کی کاوش ہے۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ اس جھوٹے الزام کو دور کیا جائے جو جماعت اہلحدیث پر لگایا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ان میں کوئی ولی نہیں ہے، نہ کوئی صاحب کرامت بزرگ ہے۔ کتاب ہذا میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ کے فضل وکرم سے جماعت اہلحدیث میں کثیر اولیاء اللہ ہوئے ہیں۔ اور ان میں سے بہت سے صاحب کرامت بھی ہوئے ہیں۔ چنانچہ اس کتاب میں ایسے بیسیوں اولیائے کرام کی بہت سی کرامات جمع کر دی گئی ہیں۔

۳۲ مستند علمائے اہلحدیث کی کرامات:۔ کتاب ”کرامات اہلحدیث“ میں حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ نے اولیاء کی ۴۳ کرامات جمع کی ہیں۔ آپ کے پوتے محترم مولانا محمد ادریس فاروقی حفظہ اللہ نے اس میں ۱۷ اولیاء کی مزید ۳۴ اور مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ کی ۲ اور کرامات جمع کر کے کتاب ہذا کو سر چند معلومات افزاء اور کار آمد بنا دیا ہے۔ یعنی اب اس کتاب میں ۳۲ اولیائے کرام کی ۷۹ کرامات جمع کر دی ہیں۔ جیسا کہ آپ خود مطالعہ فرمالیں گے۔ فالحمدلله علي ذالك

محترم مولانا فاروقی متعنا الله بطول حياته نے آخر میں نئے عنوان ”مجاہدین کی کرامات“ کے تحت مجاہدین کی نموتاً دس کرامات کا بڑی خوبصورتی سے ذکر کیا ہے جن کے مطالعہ سے لطف اور بڑھتا اور ایمان میں دگر گوں اضافہ ہوتا ہے۔

کرامت اولیاء کی تعریف:۔ ”کرامت“ کے لفظی معنی عزت کے ہیں۔ کسی ولی اللہ کیلئے یہی عزت بہت کافی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔ اور معلوم ہے صحیح دوست وہ ہوتا ہے جو دوست کی ہر بات مانتا ہو اور اس کے ساتھ سب سے بڑھ کر محبت رکھتا ہو۔ ایسے ہی بلند بخت لوگوں کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”الا ان اولياء الله لا خوف عليهم ولا هم يحزنون“ (یعنی اولیاء اللہ پر نہ کوئی خوف ہے نہ وہ غم کھائیں گے)۔ دوسرے مقام پر فرمایا: الله ولي الذين امنوا يخرجهم من الظلمت الي النور ”اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے وہ انہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے۔ ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا کہ اللہ کے محبوب و معزز فرشتے ان کے پاس آ کر کہتے ہیں: ”الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنة التي كنتم توعدون نحن اولياء كم في الحيوة الدنيا وفي الاخرة“

تمہیں ہراساں اور غمگین ہونے کی ضرورت نہیں تم جنت کی بشارت سنو۔ وہ جنت جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہم دنیا میں بھی تمہارے دوست ہیں اور آخرت میں بھی تمہارے ساتھی ہیں۔ اندازہ فرمایئے کہ اولیائے کرام کا کتنا بلند مقام ہے؟

مقام اولیاء:۔ ”کرامات اہلحدیث“ میں یہی بتایا گیا ہے کہ اولیاء برحق ہیں۔ اور ان کا مقام بہت بلند ہوتا ہے وہ ایمان و تقویٰ کی معراج پر فائز ہوتے ہیں وہ اللہ کے اور اس کے ملائکہ کے محبوب ہوتے ہیں۔

اہلحدیث کے نزدیک ولی کیلئے کرامت اعزاز ہے مگر شرط نہیں۔ شرط وہی ہے جو قرآن مجید نے بیان کی ہے یعنی ایمان اور تقویٰ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی ولی اللہ سے کرامت سرزد نہ ہو اور بے شک ساری زندگی سرزد نہ ہو تو اس کی ولایت میں کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن اگر وہ نعمت ایمان و تقویٰ سے محروم ہو تو وہ ولی نہیں ہو سکتا۔ ہرگز نہیں ہو سکتا سب جانتے ہیں ولی کا معنی ہے اللہ کا دوست اور وہ بھلا اللہ کا دوست کب ہو سکتا ہے جو نہ ایمان رکھتا نہ ہو تقویٰ؟ ولی کی بابت ہمارا نظریہ یہ ہے کہ اللہ کا ولی خلاف شرع چلتا ہے نہ دیکھتا ہے نہ بولتا ہے نہ سنتا ہے اس کا عقیدہ و عمل قرآن و سنت کے مطابق ہوتا ہے، عین مطابق۔

یہ جان لینا چاہئے دین کا اصل مرکز و محور قرآن و سنت ہے جو کرامت قرآن و سنت کے خلاف ہو اسے اختیار کرنا اس سے استدلال کرنا ممنوع ہے اور ان سے شرکیہ عقائد کا ثبوت لانا حرام ہے یہ بہت محتاط وادی ہے اس میں ممکنہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

علمائے اہلحدیث میں کرامت حق و سچ ہیں:۔ اگرچہ دو چار احباب نے ہمیں ”کرامات اہلحدیث“ کی اشاعت سے رک جانے کا مشورہ دیا مگر ہم نے اسے محض اس نقطہ نظر سے شائع کیا ہے کہ ایک تو اولیائے اہلحدیث کا تعارف ہو جائے کیونکہ جب کسی کا صحیح تعارف ہو جاتا ہے تو اکثر نفرت میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ دوسرے معترضین کی ایک گونہ تشفی ہو جائے اور وہ مطالعہ فرمالیں کہ الحمدللہ اہلحدیث جماعت میں بے شمار اولیاء موجود ہیں اور ان میں اچھے خاصے بزرگ اور صاحب کرامت لوگ ہو گزرے ہیں اور اللہ کے فضل و کرم سے اب بھی موجود ہیں اور حقیقت میں ولی بھی وہی ہے جو صحیح معنی میں حامل قرآن و سنت ہو اور شاید ”کرامات اہلحدیث“ کے مطالعہ کے بعد اہلحدیث سے نفرت اور بغض میں کچھ کمی واقع ہو کر فضا بہتر ہو جائے اس کتاب کی اشاعت کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ عوام و خواص میں اولیائے عظام اور بزرگان کرام سے محبت و عقیدت پیدا ہو نہ صرف پیدا ہو بلکہ اس میں دگر گوں اضافہ ہو۔ کیونکہ فی زمانہ اس میں خاصی کمی آ رہی ہے۔

ہم محترم مولانا محمد ادریس فاروقی حفظہ اللہ کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اپنی عدیم الفرصتی کے باوجود اپنا قیمتی وقت نکال کر اور بھی بہت سے بزرگان اہلحدیث کی کرامات کتاب ہذا میں شامل فرمادی ہیں۔ "فجزاہ اللہ احسن الجزاء" زیادہ نہ سہی یہ کتاب کم از کم تاریخی حیثیت سے تو ضرور پہچانی جائے گی اور انشاء اللہ تاریخ وسیر کے باب میں خوشگوار اضافہ کا باعث ہوگی۔

نجم المجید سوہدروی، اسسٹنٹ ڈائریکٹر مسلم پبلی کیشنز لاہور/سوہدرہ

پیش گفتار

اہل اللہ زمین کی زینت ہیں:۔ جس طرح آسمان کی تزئین ستاروں سے ہے اسی طرح زمین کی آرائش عظیم وباکمال لوگوں سے ہے۔ باکمال اور یگانہ روزگار لوگوں میں اصحاب علم وفضل اور مقربین بارگاہ رب العزت کو ہمیشہ ایک خاص مقام ومرتبہ حاصل رہا ہے اس کتاب میں ایسے ہی اخیار وابرار ہستیوں کا مبارک ذکر ہے۔

نہ اولیاء کی کمی اور نہ ہی کرامات کی:۔ ''کرامات اہلحدیث'' حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کی اولین تصانیف میں سے ہے جس سے ان کا مقصد اس مغالطے کو دور کرنا تھا کہ جماعت اہلحدیث میں کوئی ولی نہیں، نہ ان میں کوئی صاحب کرامت بزرگ ہوا ہے موصوف نے کتاب ہذا میں پانچ اولیاء کرام رحمہم اللہ کی ۳۴ کرامات بطور نمونہ جمع فرما کر بتایا ہے کہ بحمد للہ جماعت اہلحدیث میں نہ اولیاء کی کمی ہے اور نہ کرامات کی۔

کرامات کا ثبوت قرآن واحادیث سے:۔ ''کرامات'' غیر انبیاء محبوبین رب علا ہستیوں سے وقوع پذیر ہوتی ہے ان کا انکار درست نہیں قرآن وحدیث سے ان کا ثبوت ملتا ہے۔

اولیاء الشیطان اور اولیاء الرحمٰن:۔ دنیا میں ہر چیز کی اصل بھی ہے نقل بھی جیسے شہد، شربت، عرق، دودھ، گھی وغیرہ۔ اسی طرح اولیاء میں بھی یہ دونوں اقسام پائی جاتی ہیں ایک اصلی اولیاء دوسرے نقلی اولیاء، اصلی اولیاء کو اولیاء الرحمٰن کہتے اور نقلی اولیاء کو اولیاء الشیطان کہتے ہیں۔ ان دونوں میں فرق کرنا ضروری ہے بہت ضروری کسی نے کیا خوب کہا ہے!

حق و باطل میں تو رکھ پہچان اے اہل تمیز! سنکھیا مصری کے دھوکہ میں نہ کھانا چاہئے

سنکھیا اور مصری میں صورۃً مماثلت ہے لیکن ماہیت وخاصیت کے اعتبار سے مغایرت ہے۔ سنکھیا مہلک جان ہے جبکہ مصری مفرح جان۔ یہاں سے اولیاء کی مثال سمجھئے ''اولیاء شیطان'' مہلک ایمان ہیں اور اولیاء الرحمٰن مفرح ایمان۔ یعنی جھوٹے اولیاء کی پاس بیٹھنے سے ایمان غارت ہوتا ہے جب کہ سچے اولیاء کی بابرکت مجلس نشینی سے ایمان کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔

اولیائے کرام کی صفات:۔ سچے اولیاء تکلف، تصنع اور پردہ دری سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ انہیں دیکھ کر اللہ یاد آتا ہے ان کے ایک ایک عمل سے سنت کی خوشبو آتی ہے وہ اللہ اور اس کے محبوب علیہ الصلوۃ والسلام کی محبت میں ڈوبے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان میں حد درجہ عجز و انکساری اور فروتنی ہوتی ہے، وہ شریعت کے نہایت پابند نبوی ﷺ مشن کے دلدادہ قرآن وسنت پر فریفتہ، غایت درجہ عابد وزاہد، حب جاہ دنیا سے یکسر لاتعلق۔ حقوق اللہ کے علاوہ حقوق العباد کی ادائیگی میں پیش پیش، اکل حلال اور صدق مقال میں یکتائے زمانہ، خدمت خلق کے جذبہ صادقہ سے سرشار، توحید وسنت کے علمبردار، شرم وحیاء کے نقیب، اکتساب علوم نبوی ﷺ کیلئے بیتاب، مکہ ومدینہ منورہ کے والہ وشیدا، مریدان با صفا کی اصلاح میں منہمک، انکے ذاتی اور گھریلو احوال وکوائف میں اسوہ رسول ﷺ کا رنگ، ان کی اولاد ان کی ہم رنگ، ان کا انگ انگ ''الذین یسارعون فی الخیرات اور والذین ھم عن اللغو معرضون'' کی عملی تفسیر تقویٰ ان کا اوڑھنا، اخلاص انکا بچھونا مختصر یہ کہ ان کی پوری زندگی قرآن وسنت کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہوتی ہے ایسے بزرگان باصفا ہماری آنکھوں کا تارا اور ہمارے سر کا تاج ہمارے سیل مہر ومحبت کا مرکز اور آماجگاہ ہیں اور یہ ضروری نہیں کہ یہ باعظمت وبابرکت لوگ الگ تھلگ رہیں اور صاف پہچانے جائیں ہوسکتا ہے کہ یہ عام

لوگوں میں ہی ہوں۔ عام کاروبار زندگی میں مصروف پائے جائیں اور کٹے پھٹے یا اعلیٰ عمدہ لباس میں ہوں ایسے لوگ اگر کہیں پائے جائیں تو ان کی ضرور مجلس کریں ان سے بہرصورت رابطہ رکھیں ان کی جس قدر عزت کریں کم ہے انکی جس قدر خدمت بجالائیں تھوڑی ہے ان سے مشورے لیں ان کی رہنمائی میں چلیں یہ اللہ کے صحیح محبوب ہیں یہ نہایت عزت واحترام کے قابل لوگ ہیں۔

اولیائے کرام کے مختلف درجات:۔ جیسے ہر چیز میں درجہ بندی ہوتی ہے۔ مثلاً بہتر، بہترین۔ اسے اصلاح میں تفضیل کہتے ہیں۔ تفضیل نفسی، تفضیل بعض اور تفضیل کل، اسی طرح ایمان وتقویٰ کے بھی مدراج ہیں بلند درجہ، بلند تر درجہ، بلند ترین درجہ۔ اولیاء اللہ کے تینوں مدارج ہیں مگر جو پہلے درجے پر فائز ہوگا وہ بھی ذی مرتبہ ولی ہوگا اور جو اس سے اوپر کے درجے پر ہوگا وہ رتبہ میں اس سے بھی بلند ہوگا اس سے اونچے درجے والا اس سے اونچے درجے پر ہوگا۔

ناشر اور مصنف کے حق میں دعا: ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کتاب ہذا کے مصنف، پبلشر اور ادارہ مسلم پبلی کیشنز لاہور/سوہدرہ کے معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے اس کتاب کو شائع کر کے بہت اسے اعتراضات کا نہ صرف اندفاع کیا ہے بلکہ مسلک توحید و سنت کا پرچم بلند کرنے کی بڑی شاندار کوشش کی ہے۔ "فجزاهم الله احسن الجزاء" مخلص محمد ادریس فاروقی، سوہدرہ، ضلع گوجرانوالہ

صاحب کرامات اہلحدیث کا تعارف

(۳) حضرت مولانا عبدالمجید خادم سوہدروی رحمہ اللہ (م۴/جمادی الاول ۱۳۷۹ھ، ۶/نومبر ۱۹۵۹ء)

مولانا عبدالمجید خادم رحمہ اللہ جنوری ۱۹۰۱ء/۱۳۸۱ھ میں سوہدرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت مولانا عبدالحمید سوہدروی رحمہ اللہ (م ۱۳۳۰ھ) کے بیٹے مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی (م ۱۳۴۸ھ) کے پوتے اور استاذالاساتذہ و شیخ پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان صاحب محدث وزیرآبادی رحمہ اللہ (م ۱۳۳۴ھ) کے نواسے تھے۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ نجیب الطرفین تھے۔ ۱۰ سال کے تھے کہ آپ کے والد مولانا عبدالحمید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا انتقال ہوگیا۔ اسے لئے آپ کی پرورش آپ کے دادا مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ نے فرمائی۔ اور ابتدائی تعلیم بھی آپ نے انہی سے حاصل کی۔ اس کے بعد مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ (م ۱۳۷۵ھ) کے مدرسہ سے مروجہ علوم و فنون کی تعلیم حاصل کی۔

تبلیغ ودعوت:۔ مولانا عبدالمجید ۲۰/۱۸ سال کی عمر میں مروجہ درسیات سے فارغ ہوئے اور واپس سوہدرہ آکر توحید وسنت کی اشاعت میں مشغول ہوگئے۔ اس سلسلہ میں آپ کو زیادہ زحمت نہ کرنا پڑی اس لیے کہ آپ کے دادا محترم حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ نے اس سے قبل توحید وسنت کی زمین کو بہت زرخیز کر دیا تھا اور اس کی آبیاری میں آپ کو زیادہ محنت نہ کرنا پڑی۔

رسالہ "مسلمان" کا اجرا:۔ تبلیغ کا ایک ذریعہ اخبار بھی ہے۔ چنانچہ مولانا عبدالمجید رحمہ اللہ نے اخبار کو ذریعہ تبلیغ بنایا اور ۱۹۲۱ء میں آپ نے "مسلمان" کے نام سے ایک ماہنامہ جاری کیا اور اس کے ساتھ ہی تبلیغی و دینی کتابوں کی اشاعت کیلئے "مسلمان کمپنی" کے نام سے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا جس کے تحت بیسیوں کتابیں شائع کیں۔ ماہنامہ "مسلمان" ۱۹۳۸ء تک ماہنامہ رہا۔ اس کے بعد اس کو ہفت روزہ کر دیا گیا۔

جریدہ اہلحدیث:۔ جماعت اہلحدیث کا مقبول ترین اخبار شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ (م ۱۳۶۷ھ) کا اخبار "اہل حدیث امرتسر" تھا۔ جو نومبر ۱۹۰۳ء میں جاری ہوا اور اگست ۱۹۴۷ء تک برابر ۴۴ سال بڑی کامیابی سے جاری رہا۔ تقسیم ملک کے وقت یہ اخبار بند ہوگیا۔ حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ نے اس کی تجدید سوہدرہ سے کی۔ اور ۳۰/شعبان المعظم ۱۳۶۸ھ/ یکم جون ۱۹۴۹ء کو "جریدہ اہل حدیث" جاری کیا۔ جو ۳۱ اکتوبر ۱۹۵۹ء تک آپ کی ادارت میں شائع ہوتا رہا اور پھر آپ کے قریباً ایک سال بعد تک آپ کے بڑے صاحبزادہ مولانا حافظ محمد یوسف رحمہ اللہ کی ادارت میں حسب سابق دعوت وتبلیغ میں مصروف رہا۔

اور ''مسلمان'' دوبارہ ہفت روزہ سے ماہنامہ ہوگیا جس کا آخری شمارہ اکتوبر ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا۔

سیاسی دلچسپی:۔ مولانا عبدالمجید مرحوم ایک بلند نظر عالم، شعلہ نوا خطیب اور مانے ہوئے منتظم تھے۔ اعلیٰ پایہ کے ادیب اور صحافی تھے۔ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ آپ کا شمار برصغیر کے مقبول ترین خطباء اور اہل قلم میں ہوتا تھا تو بے جا نہ ہوگا۔ مسائل کی تحقیق میں گہری نظر تھی۔ سیاسیات سے بھی اچھی دلچسپی رکھتے تھے ملکی اور عالمی خبروں پر آپ کی پوری نظر ہوتی تھی۔ آپ باقاعدگی سے متعدد اخبارات کا مطالعہ کرتے تھے اہم خبروں پر سرخ نشان لگا لیتے تھے۔ اس وقت دو بڑی جماعتیں تھیں۔ ایک مسلم لیگ، دوسری کانگریس آپ شروع میں کانگریس سے وابستہ رہے بعد میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ اور تحریک پاکستان کے سلسلہ میں بھی آپ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔

۳۸ سال تک صحافتی دنیا سے تعلق رہا۔ اس کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا بھی سلسلہ جاری رہا مولانا مرحوم ایک اعلیٰ پایا کے طبیب بھی تھے اور طب کو ہی ذریعہ معاش بنایا۔

طبی کارخانہ:۔ طبی دواخانہ قائم کیا جس کا نام ''طبی کارخانہ'' رکھا حتیٰ کہ یہ ادارہ پاک وہند میں مشہور ہوگیا اور طب کی اشاعت کیلئے ۳۰ کے قریب طبی کتابیں لکھیں۔ اور ایک ماہنامہ ''طبی میگزین'' کے نام سے نکالتے رہے۔ جو بڑا جامع میگزین تھا۔

وفات:۔ حضرت مولانا عبدالمجید مرحوم اگست ۱۹۵۸ء میں ذیابیطس کے مرض میں مبتلا ہوئے۔ علاج معالجہ ہوتا رہا مگر افاقہ نہ ہوا علاج کے سلسلہ میں لاہور میں مقیم تھے جہاں آپ نے ۶/ نومبر ۱۹۵۹ء/۴/ جمادی الاول ۱۳۷۹ھ کو انتقال کیا۔ آپ کی نعش سوہدرہ لائی گئی آپ کے گرامی قدر صاحبزادہ مولانا حافظ محمد یوسف رحمہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کو آپ کے جدامجد حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمۃ اللہ علیہ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

قومی وملی خدمات:۔ حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کی قومی وملی خدمات بھی قابل قدر ہیں شروع میں کانگریس سے وابستہ رہے مگر جب کانگریس نے اپنی ہندو نواز پالیسی پر زیادہ زور دینا اور مسلمانوں کو درپردہ نقصان پہنچانا شروع کردیا تو بہت سے مسلمان زعمائے کرام نے کانگریس سے علیحدگی اختیار کرلی۔ اور مسلم لیگ میں شامل ہوگئے آپ نے بھی مسلم لیگ میں شمولیت اختیار فرمائی مسلم لیگ میں شامل ہونے کے بعد آپ نے تحریک پاکستان میں نمایاں کردار ادا کیا۔ اور تحریک پاکستان کے حق میں اخبار ''مسلمان'' میں بیشتر مضامین لکھے۔ اور قریہ قریہ جاکر عوام کو تحریک پاکستان سے روشناس کرایا اور انقلاب آفریں تقاریر کے ذریعے ان میں اک روح پھونک دی۔

ذاتی حالات:۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کا قد میانہ ومناسب، جسم دوہرا، رنگ کھلتا ہوا گندمی مائل بہ سپیدی، ناک ستواں، آنکھیں بڑی، مجموعی حیثیت سے سراپا بڑا دلکش تھا۔ بدن بہت گندھا ہوا اور مضبوط اور اعصاب طاقتور تھے۔ ساری عمر علمی مشاغل اور دماغی کاموں میں گزری تھی طبیعت میں استقلال اور عزم تھا جسمانی مشقت خوب کرتے تھے خوبرو، فرخندہ رو، صحت منداور بڑے چاق وچوبند تھے گلی بازار میں آرام سے چلتے مگر جب اپنی زمین میں جاتے تو بہت تیز چلتے۔

ترکی ٹوپی وپگڑی کا استعمال فرمانا:۔ لباس سادہ مگر صاف ستھرا زیب تن کرتے تھے شلوار قمیض شیروانی ترکی ٹوپی پہنتے تھے پگڑی کا استعمال بھی کرتے تھے اور موسم گرما میں تہبند بھی استعمال کرلیتے تھے جب آپ باہر تشریف لے جاتے تو اچھے لباس میں ہوتے۔ جس میں آپ بہت جچتے تھے۔

کھانا:۔ کھانے کا اچھا ذوق تھا۔ البتہ کوئی خاص اہتمام نہ تھا جیسا مل جاتا کھالیتے۔ لیکن آپ کے گھر میں کھانا معیاری اور بہت خوش ذائقہ پکتا تھا موسمی پھلوں کے خصوصا آم کے بہت شوقین تھے خوش خوراک تھے اور خوراک خوب سیر ہوکر کھاتے تھے۔

سادگی اور نفاست:۔ آپ طبعًا سادہ اور تکلفات سے مبراء تھے آپ کو صاف ستھری زندگی پسند تھی تکلفات ان کے ذوق کے خلاف تھے اس لیے بقدر ضرورت لیکن بہت صاف ستھرا اچھا اور معیاری سامان رکھتے تھے۔

فضائل واخلاق:۔ فضائل واخلاق کا پیکر تھے۔ حلم وعفو، متانت وسنجیدگی، تواضع وانکساری ان کے صحیفہ اخلاق کے جلی عنوانات تھے

طبعاً بڑے نرم خو اور متحمل مزاج تھے۔ البتہ ناجائز اور ناگوار بات سننا پسند نہیں کرتے تھے اور غصہ آتا تو چہرے کے تغیر تک محدود رہتا اور اگر ضرورت پڑتی تو ڈانٹ بھی پلا دیتے اور منہ پر بات کر دیتے تھے غیبت، چغلی قطعاً ناپسند تھی اگر کسی سے سیاسی یا علمی اختلاف ہوتا تو زبان سے اظہار نرم الفاظ میں کرتے، سختی اور درشتی ان کے مزاج کے خلاف تھی بڑے مدبر، فیاض، عالی ظرف، عالی دماغ اور خوش خصال تھے لوگ انہی اوصاف وکمالات کی وجہ سے آپ کا نہایت احترام کرتے تھے۔

متانت وکم سخنی:۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کام کے دھنی تھے گفتگو مطلب کی کرتے تھے ان کی مجلس بڑی دلچسپ ہوتی تھی کہ ہر ذہن کا آدمی اس سے لطف اٹھاتا تھا اور ان کی مجلس سے اٹھنے کو دل نہیں چاہتا تھا۔

اعتماد وحسن ظن:۔ باہمی محبت، حسن ظن اور اعتماد ان کا اصول زندگی تھا ان کا قول تھا کہ میں ہر شخص کو اچھا سمجھتا ہوں جب تک وہ آپ کو برا ثابت نہ کرے۔ محبت، اعتماد اور احترام میرا دستور العمل ہے چنانچہ جب سے میں نے یہ اصول اپنایا اس وقت سے مجھے زندگی کے ہر موڑ میں کامیابی ہوئی ہے آپ ساتھیوں کو بھی باہمی احترام ومحبت اور حسن ظنی کی تلقین فرماتے رہتے تھے۔

ذوق مطالعہ:۔ آپ کو شروع ہی سے کتب بینی اور مطالعہ کا شوق تھا۔ آپ سفر میں بھی مطالعہ میں مصروف رہتے اور مطالعہ کے لئے جو پروگرام بنایا ہوا تھا کبھی بھی اس کے خلاف نہیں کرتے تھے اور جو کتاب پڑھتے بڑے انہماک سے پڑھتے۔ اور جا بجا کتاب پر حواشی اور نوٹ لکھتے تھے آپ مذہب تاریخ، جغرافیہ اور معلومات عامہ کا گنجینہ تھے علاوہ ازیں ملکی بلکہ عالمی سیاست پر پوری نظر رکھتے تھے، پاک وہند کے اخبار زیر مطالعہ رکھتے تھے اخبارات کے مطالعہ پر زیادہ وقت نہیں لگاتے تھے بس کام کی خبریں دیکھتے تھے۔

درس وتدریس کا ذوق:۔ آپ نے تکمیل تعلیم کے بعد اسلام کی اشاعت کے لئے زبانی وعظ وتذکیر کے علاوہ اخبار کو ذریعہ بنایا اور ملک بھر میں جگہ جگہ درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔ ہمارے محلہ میں ملک عنایت اللہ عراقی مرحوم کے گھر کئی سال صبح کے وقت آپ نے قرآن وحدیث کا درس دیا اس درس میں آپ نے قرآن مجید اور حدیث کی کتابوں میں مشکوۃ المصابیح، ریاض الصالحین، ترمذی اور نسائی کا درس دیا۔ اس کے بعد دوبارہ قرآن مجید کا درس شروع کیا کہ آپ بیمار ہوگئے اور یہ سلسلہ منقطع ہوگیا آپ کا درس بڑا شاندار اور جاندار ہوتا تھا جس میں کافی حاضری ہوتی تھی مردوں کا کمرہ الگ تھا عورتوں کا الگ۔ لوگ آپ کے درس کے منتظر ہوتے تھے۔

معمولات:۔ مولانا عبدالمجید رحمہ اللہ بڑے لوگوں کی طرح معمولات کے پابند تھے ان کا معمول عموماً یہ تھا کہ نماز فجر کے بعد اپنی زمین پر چلے جاتے اور وہاں دو تین گھنٹے کام کرتے اس کے بعد واپس آکر درس دیتے 9 بجے فارغ ہوتے ناشتہ کرتے اور اس کے بعد ظہر تک دفتر میں کام کرتے ظہر کی نماز کے بعد دوبارہ دفتر میں عصر تک کام کرتے اور عصر کی نماز کے بعد پھر زمین پر چلے جاتے اور مغرب کے قریب واپس آتے اور کھانا کھانے کے بعد عشاء کی نماز تک مطالعہ میں مصروف رہتے ظہر، عصر یا مغرب کی نماز کے بعد تقریباً پندرہ منٹ نمازیوں میں مجلس جم جاتی اس سے لوگوں کے بے حد بالیدگی ہوتی جس سے عوم بڑا لطف اٹھاتے۔

معاصرین اور احباب:۔ آپ کے کاموں کا دائرہ بڑا وسیع تھا علم وادب، مذہب وتعلیم وتدریس تصنیف وتالیف بیرونی دعوای جلسے غرض ہر میدان میں آپ کے کارنامے ہیں اس لئے ان کے تعلقات کا دائرہ بھی بہت وسیع تھا۔ ان کے ممتاز معاصرین میں مشکل ہی سے کوئی ایسا شخص ہوگا جس سے ان کے تعلقات نہ رہے ہوں آپ کے ہر مکتب فکر اور ہر لائن کے بڑے لوگوں سے روابط تھے اس سب کا ذکر دشوار بھی ہے اور غیر ضروری بھی اس لیے یہاں صرف خاص ان لوگوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن سے آپ کے تعلقات بہت زیادہ تھے۔

علماء واصحاب علم وفضل سے روابط:۔ علماء میں مولانا سید محمد داؤد غزنوی رحمہ اللہ، مولانا محمد اسمٰعیل السلفی رحمہ اللہ، مولانا احمد الدین گکھڑوی رحمہ اللہ، مولانا حافظ عبداللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ، مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ، سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ، مولانا قاضی سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ، مولانا نور حسین گھرجاکھی رحمہ اللہ، مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ، مولانا ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ، مولانا میر محمد

بھانبڑی رحمہ اللہ، مولانا حنیف ندوی رحمہ اللہ، مولانا عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ، سید عنایت اللہ شاہ بخاری، مولانا صمصام رحمہ اللہ، حافظ اسماعیل روپڑی رحمہ اللہ وغیرہم سے خاص تعلقات تھے۔

احباب خاص:۔ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ آپ کے تعلقات کا دائرہ بہت وسیع تھا البتہ قصبہ سوہدرہ میں احباب خاص صرف چند تھے اور ان احباب میں بزرگ بھی شامل تھے اور آپ کے ہم عمر بھی اور آپ سے چھوٹے بھی۔ مثلاً

ملک نیاز علی عراقی، ملک نواب خان نوشہروی، ملک حاجی محمد حسین، ملک عبدالغنی ولد ملک تاج الدین، ملک غازی محمد بشیر، ملک کرامت اللہ انور، ملک حاجی عبدالکریم، مولوی ابوالمحمود ہدایت اللہ، مولوی حاکم الدین، ملک رحمت اللہ، ملک حافظ محمد یعقوب، ملک غلام باری، ملک عبداللہ کھنڈ والا، ملک عبداللہ دکاندار، ملک عبدالرحمٰن نمک والے، ملک مراد علی، ملک عبداللہ خان عراقی ٹھیکہ دار، حکیم عنایت اللہ نسیم، ملک عبدالحق، ملک امام خاں نوشہروی، حکیم عبداللہ خاں نصر رحمہم اللہ ان کے علاوہ محلہ ارائیاں، محلہ چوہدریاں، محلہ معماراں، محلہ قاضیاں، محلہ تیلیاں، محلہ اعواناں اور بیلے کے علاقہ کے خاص خاص لوگ آپ کے عقیدت مند اور جانثار اور بڑے اچھے ملنے والے تھے ان سب کے صرف نام ہی لکھے جائیں تو کئی صفحات درکار ہیں۔

تصنیف وتالیف:۔ ہمیشہ سے کتب کو علم کی روشنی پھیلانے کا بہترین ذریعہ سمجھا جاتا رہا ہے چنانچہ آپ نے کتب تصنیف فرما کر اسلام کی خدمت میں نمایاں کردار اختیار فرمایا آپ نے عوام وخواص، مردوں، عورتوں، بچوں، بڑوں غرض سب کیلئے کتابیں لکھیں اور تقریباً ہر موضوع پر لکھیں جو بہت پسند کی گئیں آپ کی چند کتابیں یادگار کی حیثیت رکھتی ہیں مثلاً رہبر کامل، بچوں کیلئے حدیث کی کتابیں، سیرت الائمہ، سیرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، سیرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا، دولت مند صحابہ رضی اللہ عنہم، سیرت آزاد، استاد پنجاب، سیرت ثنائی، تفسیر سورہ فاتحہ، ہندو شعراء کا نعتیہ کلام وغیرہ۔

علاوہ ازیں آپ اپنے وقت کے بہترین طبیب بھی تھے چنانچہ آپ نے مختلف طبی موضوعات پر متعدد کتب تصنیف فرما کر ملک وقوم کی بہترین خدمت سرانجام دی، آپ کی طبی کتابوں کو بھی قبول عام حاصل ہوا۔ جن میں پانچ ہزار مجربات، عورتوں کا حکیم، جیبی حکیم، انمول حکیم دیہاتی حکیم، اسراری نسخے، گھریلو نسخے، آسان نسخے، حیوانی نسخے، خواص بادیاں، اکسیری مجربات وغیرہ کتب بہت مشہور ومتداول ہوئیں۔

ابتدائیہ

غلط فہمی کی اصلاح:۔ چونکہ اہل حدیث کرامت کو ولایت کیلئے نہ ضروری جانتے ہیں نہ شرط قرار دیتے ہیں اور نہ ہی کرامات کی نشرو اشاعت کرتے ہیں۔ اس لیے بعض لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا ہے کہ جماعت اہل حدیث میں کوئی ولی نہیں ہوا اور وہ کہتے ہیں اہل حدیث نہ کرامات کو مانتے ہیں اور نہ ان میں کوئی اہل کرامت ہوا ہے لیکن ایسے لوگوں کو یہ خیال رکھنا چاہیے کہ اہل حدیث ”جھوٹے ولیوں“ کی کرامات پر انکار کرتے ہیں اور ان کی استدراجی وشیطانی حرکات کو کرامت قرار نہیں دیتے۔ اس لیے بھی کچھ عوام ان سے بدظن ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اولیاء اللہ ہی کے منکر ہیں۔ اور ان کی کرامات کے بھی قائل نہیں۔

مدت ہوئی میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اہل حدیث کی طرف سے اس اعتراض کی بابیں طور تردید ہونی چاہیے کہ نفس مسئلہ کی بھی وضاحت ہو جائے اور عوام پر بھی یہ روشن ہو جائے کہ بفضلہٖ جماعت اہل حدیث میں بے شمار اہل کرامت بزرگ ہوئے ہیں بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جتنے حضرات اہل حدیث میں اہل کرامت ہوئے ہیں اتنے کسی اور جماعت میں نہیں ہوئے کرامت کا تعلق ولی سے ہے اور ولی وہی ہوسکتا ہے جو سنت کا سچا پروانہ اور رسول اللہ ﷺ کا گرویدہ ہو۔ اور ظاہر ہے کہ اہل حدیث سے زیادہ سنت نبوی ﷺ کا پابند اور رسول اکرم ﷺ کا محب اور کون ہوسکتا ہے؟ آپ نام کے اہل حدیثوں کو نہ دیکھئے کیونکہ فی زمانہ تو کثرت سے ایسے ہی اہل حدیث کہلانے والے ہیں جو ”بدنام کنندہ نکونامے چند“ ہیں یا ”برعکس نہند نام زنگی کافور“ کے مترادف ہیں۔ میرا تو دعویٰ ان مخلص، بے ریا، عامل بالحدیث، محبّ رسول

ﷺ لوگوں سے ہے جو صحیح معنوں میں اہل حدیث تھے۔ اللہ کے پیارے تھے رسول پاک ﷺ کے دلارے تھے، نہ سب اہل حدیث ایسے ہیں کہ وہ قابل اصلاح ہوں اور نہ سب ایسے ہیں کہ وہ اولیاء اللہ کے رتبہ کو پہنچ چکے ہیں بہرحال کسی اہل حدیث کو دیکھنے اور جانچنے کے لئے ضروری ہے کہ یہ دیکھ لیا جائے کہ اس کا تعلق نبی ﷺ سے کتنا ہے اور وہ سنت کا کہاں تک پابند ہے پس جس شخص کا حضور ﷺ سے جتنا گہرا تعلق ہوگا اور اسے آپ ﷺ کی سنت سے جس قدر زیادہ پیار ہوگا وہ اتنا ہی زیادہ مقبول بارگاہ ربانی ہوگا۔ اور ولی اللہ کہلانے کا حق دار ہوگیا۔

مشہور علما کی کرامات کا تذکرہ:۔ میں اس مضمون میں پہلے بزرگوں کا تذکرہ نہیں کروں گا کیونکہ ان کے ذکر خیر کیلئے دفاتر درکار ہیں بلکہ دور حاضرہ کے اہل حدیث حضرات کا نمونہ پیش کروں گا جن میں سے اکثر کو آپ جانتے اور پہچانتے ہیں کہ وہ اہل حدیث تھے اور وہ صاحب کرامت بھی تھے اور یہی میں اس مضمون میں ثابت کرنا چاہتا ہوں۔ عبدالمجید خادم، عفی عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کرامت کی حقیقت

کرامت کی تعریف:۔ ''شرح عقائد'' میں یوں مرقوم ہے:

''ظهور امر خارق للعادة من قبله غير مقارن لدعوة النبوة فما لا يكون مقارنا بالايمان والعمل الصالح يكون استدراجا''

یعنی کرامت اس امر خلاف عادت عامہ (یا خلاف قانون قدرت عامہ) کو کہتے ہیں جو کسی ولی کی طرف سے ظاہر ہو نہ کہ نبی اور کافر کی طرف سے جو نبی سے بصورت تحدی ظاہر ہوا سے معجزہ کہتے ہیں اور جو کافر سے صادر ہوا سے استدراج کہتے ہیں۔

پس ''معجزہ'' ''کرامت'' ''استدراج'' ''خرق عادت عامہ ہونے میں مشترک ہیں یعنی بظاہر تینوں خلاف قانون قدرت عامہ نظر آتے ہیں۔

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ''معجزہ'' (جسے شرع شریف میں ''آیت'' یعنی نشان کہتے ہیں) کے لئے یہ شرط قرار دی ہے کہ وہ امر ایسا ہو جس کو جن وانس نہ کرسکیں تحدی کی شرط کو انہوں نے اڑا دیا ہے ''استدراج یعنی جو امر کسی کافر کے ہاتھ پر ظاہر ہو اور وہ عادت عامہ (قانون قدرت عام) کے خلاف ہو اس کا منشا اور مصدر قوائے انسانی اور شیطانی کو قرار دیا ہے۔ پس معجزہ اور استدراج بالکل الگ الگ چیزیں ہیں۔

کرامت کیلئے یہ شرط نہیں کہ وہ ایسی ہو کہ جسے جن وانس نہ کرسکیں۔ کرامت میں یہ شرط ہے کہ اس کا مصدر واصل یعنی واقع یا پیدا ہونے کی جگہ قوائے الٰہیہ اور ملائکہ ہو یا انسانی قوی ہی کو اس طرح کر دیا جائے جو عام معمول سے ہٹ کر ہوں جن سے صاحب کرامت کا اعزاز واکرام سمجھا جائے۔

خرق عادت:۔ خرق عادت عرف عام میں خلاف قانون قدرت کو کہا جاتا ہے درحقیقت ہم اپنے قلیل علم کی وجہ سے اسے یہ نام دے رہے ہیں ورنہ کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو خلاف قانون قدرت ہو۔ ہم محض اس لیے اسے ''خلاف قانون قدرت'' کہہ دیتے ہیں کہ ہم خود قانون قدرت کا پورا پورا علم نہیں رکھتے جو چیز ہمارے علم میں اور فہم میں آگئی اسے ہم نے قدرت سمجھ لیا۔ اور جس کو نہ جانا اسے خلاف قانون قدرت قرار دیا پس صحیح بات یہ ہے کہ جہاں میں کوئی بھی چیز خرق عادت یا خلاف قدرت نہیں ہے حتیٰ کہ معجزات کیلئے بھی اسباب خفیہ ہوتے ہیں جنہیں ہم نہیں جانتے چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

خرق عادت سے عادت عامہ کے خلاف ہونا مراد ہے بعض صورتوں میں ان کے اسباب خفیہ کا وجود عقل کے دائرہ علم میں آجاتا ہے اور بعض صورتوں میں ان کے اسباب کی تہہ تک پہنچنا بجز نور نبوت اور عطاالٰہی کے ناممکن ہوتا ہے عوام کے نزدیک یہ دونوں خلاف عادت مجہولۃ الاسباب ہیں عقلاء کے نزدیک فرق ہے عرفاء کے نزدیک دونوں عادت الٰہیہ کے موافق ہیں اس لیے خرق عادت کو لفظ خرق عادت عامہ کے ساتھ تعبیر کرنا چاہیے۔

پس قدرت کا جو فعل عام سنن طبعیہ کے سلسلہ میں ظہور پذیر ہوگا وہ تو اس کی عام سنت اور قانون قدرت کہلائے گا۔

اور جو ظاہری اسباب سے علیحدہ ہو کر کسی خاص مصلحت اور حکمت کے اقتضاء سے ظاہر ہوگا وہ خرق عادت عامہ میں داخل ہوگا۔

اور یہی خرق عادت عامہ جب کسی رجل عظیم کے دعویٰ نبوت اور تحدی کے بعد اس سے صادر ہو تو وہ معجزہ ہوگا جو من جانب اللہ اس کے دعویٰ کی فعلی تصدیق ہے لیکن اس کے مشابہ جب کوئی خرق عادت امر کسی نبی کے دعویٰ نبوت یعنی بعثت اور تحدی سے پہلے ظاہر ہو تو اس کو ارہاص کہتے ہیں۔

اور اگر کسی غیر نبی کے ہاتھ پر اتباع کی برکت سے اس قسم کی خارق عادات علامات دکھائے جائیں تو اس کا نام کرامت ہوتا ہے۔

اور جب یہی علامات کسی ایسے شخص سے صادر ہوں جو کافر ہو یا خلاف شرع امور کا مرتکب ہو تو اسے استدراج کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ امور شیطانی اثر سے صادر ہوتے ہیں جب کوئی انسان شیاطین کے ساتھ تعلق پیدا کر لیتا ہے یا جبلی (پیدائشی) مناسبت ان کے ساتھ رکھتا ہے تو شیطان اسے اپنا آلہ کار بنا لیتے ہیں اور مختلف صورتوں میں اس کی مدد کرتے ہیں، کبھی: (۱) اسے دور دراز کی باتیں بتلاتے ہیں۔

(۲) دوسروں کے مافی الضمیر سے آگاہ کرتے ہیں۔ (۳) اس کے دشمن اور مخالفین کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔
(۴) اس کی حاجات جو ان شیاطین کی طاقت میں ہوتی ہیں پوری کرتے رہتے ہیں۔ (۵) اس کی مالی مدد بھی کرتے ہیں۔
(۶) گاہے اسے ہوا میں اڑا کر لے جاتے ہیں۔

جب عوام یہ باتیں دیکھتے ہیں تو وہ اسے بھی ولی کہنے اور سمجھنے لگتے ہیں۔ حالانکہ وہ اس کی کرامت نہیں ہوتی بلکہ استدراج ہوتا ہے جو ہر منکر اسلام اور کافر یا مشرک کسی خاص ریاضت و کسرت یا کسی مدوّنہ علم کی بناء پر حاصل کر لیتا ہے اسی لیے بعض صوفیاء اور اہل اللہ نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص تمہیں آگ پر چلتا اور ہوا میں اڑتا ہوا اور پانی پر چلتا دکھائی دے تو جب تک اسے قرآن و سنت کا متبع نہ پاؤ اسے ولی نہ سمجھو۔ ”انہ لیس بولی انہ شیطان“ وہ ہرگز ولی نہیں وہ شیطان ہے۔

کرامت اور استدراج میں فرق:۔ کرامت اور استدراج بادی النظر میں بعض وقت مشتبہ اور متشابہ ہو جاتے ہیں۔ ان میں فرق صرف متصف اور منشاء کے اعتبار سے ہوتا ہے کرامت کا متصف ولی اللہ مومن اور محب و متبع سنت ہوتا ہے اور استدراج کا متصف گمراہ فاسق فاجر کافر اور مشرک ہوتا ہے کرامت میں بشریہ و شیطانیہ کے علاوہ قویٰ ہوئے ہیں اور استدراج میں قویٰ طبعیہ و شیطانیہ ہوتے ہیں اور سمجھنے والوں کے نزدیک ان دونوں میں ایسا ہی فرق ہے جیسا کہ ایک نجیب الطرفین مولود اور ولد الزنا میں کہ بظاہر دونوں بچے یکساں شکل و صورت رکھتے ہیں اور حسی طور پر دونوں ایک ہی طرح کی حرکت و عمل کا نتیجہ ہیں اگر محض اس لیے کہ ان میں سے ایک بچہ فعل حرام کا نتیجہ اور دوسرا عمل مشروع و طیب کا ثمرہ ہے ہم پہلے کے تولد کو مذموماً اور قابل نفرت اور دوسرے کی ولادت کو محمود اور موجب مسرت و انبساط سمجھتے ہیں۔

ٹھیک اسی طرح جو خوارق عادات عامہ اتباع رسول ﷺ اور معبود واحد و یکتا کی پرستش کا نتیجہ ہوں وہ کرامات اولیاء کہلاتی ہیں جن کے مبارک و محمود ہونے میں کوئی شبہ نہیں اس کے بخلاف جو خوارق اتباع شیطان فسق و فجور وظائف شرکیہ کے ثمرات سے ہوں ان کا نام استدراج اور فعل شیطانی ہے۔

مرتبہ احسان، اولیاء اللہ کی پہچان:۔ ائمہ حدیث نے جس کو ”ام الاحادیث“ یا ”ام الجوامع“ کے نام سے تعبیر کیا ہے اس میں یہ مذکور ہے کہ جبرائیل امین نے آنحضرت ﷺ سے احسان کے متعلق سوال کیا تو حضور ﷺ نے جواباً فرمایا:

”الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک“ (صحیح مسلم کتاب الایمان حدیث ۹۳)

اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے احسان یعنی اخلاص کے دو درجے بیان فرمائے ہیں اعلیٰ درجہ تو یہ ہے کہ عبادت میں ایسا حضور اور دل لگی ہو کہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہوا سے مشاہدہ کہتے ہیں اور ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ تصور اور یقین کرے کہ اللہ مجھے دیکھتا ہے اسے مراقبہ کہتے ہیں۔

تصوف اور مرتبہ احسان:۔ آج جسے تصوف اور درویشی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے زبان نبوی ﷺ سے اسے احسان کہا گیا ہے عوام اور بعض صوفیاء قسم کے لوگ ظاہری احکام کو شریعت اور تصفیۂ باطن کو طریقت اور مشاہدہ و مراقبہ کو حقیقت کہتے ہیں۔ مگر اس حدیث میں حضور ﷺ نے تینوں مقامات کا تفصیلی ذکر فرما دیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام میں کامل وہی شخص ہے جو ان تینوں کا جامع اور عامل ہو اگر

کوئی شخص پہلی پانچ باتوں پر جما رہے اور آگے قدم نہ اٹھائے اور ''احسان'' کی عملی تفسیر بن کر نہ دکھائے تو وہ بھی ناقص الایمان ہے۔

پس ایک ولی اللہ کیلئے ضروری ہے کہ وہ اسلام کے ارکان فلسفہ کا پابند ہو۔ اور پھر اپنی ساری قوتیں عبادت میں صرف کر دے عبادات میں اعلیٰ ترین درجہ نماز کو دیا گیا ہے اور نماز ہی کے متعلق روایات میں آتا ہے:

''قرة عيني في الصلوة'' نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی مسرت ہے۔

اور پھر فرمایا ''الصلوة معراج المومنين'' نماز اہل ایمان کی معراج ہے ارشاد قرآنی ہے ''قد افلح المومنون الذين هم في صلاتهم خشعون'' یعنی وہی مومن فلاح پائیں گے جو نمازیں خشوع وخضوع سے ادا کرتے ہیں پھر حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ ''صلوا كمارايتموني اصلي'' (صحیح بخاری حدیث ۶۳۱) نماز ایسی پڑھو جیسی میں پڑھتا ہوں۔

تصوف کا دارومدار:۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ نے احسان وتصوف کا تمام دارومدار نماز بطریق سنت ادا کرنے پر موقوف گردانا ہے پس جو شخص نماز میں خشوع، خضوع قائم نہیں کرتا، طمانیت وسکون اور تعدیل ارکان کی پرواہ نہیں کرتا وہ کبھی ولی نہیں ہو سکتا۔ خلاصہ یہ ہے کہ آدمی رزق حلال کا اہتمام کرے، زہد اختیار کرے اور نماز بڑے اچھے طریقے سے ادا کرے۔ جو شخص ایسے کرتا ہے بس سمجھ لیجئے کہ وہ ولایت کی راہ پر ہے مگر اس کے برعکس جو شخص حرام خور دولت کا پجاری اور نماز سے غافل ہو بھلا وہ کیونکر ولی ہو سکتا ہے؟ کبھی نہیں ہرگز نہیں۔

شیخ، مرشد، صوفی، ولی کیلئے ضروری ہے کہ وہ متبع سنت نبوی ﷺ ہو اور سنت کا نہایت پابند ہو اور حضور ﷺ جیسی پر سکون اور ٹھہر ٹھہر کر نماز پڑھتا ہو خواہ اس سے کوئی کرامت سرزد ہو یا نہ ہو یہ سب کچھ سمجھ لینے کے بعد آیئے اب کرامت کی شرعی حیثیت سمجھئے۔

کرامت کی شرعی حیثیت:۔ شریعت نے ولی کیلئے کرامت ضروری قرار نہیں دی، لہذا کرامت کو مدار ولایت نہ سمجھنا چاہیے کیونکہ کرامت دلیل ولایت ہرگز نہیں ہے، ولایت صرف ایمان اور تقویٰ کا نام ہے، اسلام میں ہر مومن اور متقی ولی اللہ ہے چونکہ ایمان اور تقویٰ کے مختلف مدارج ہیں اس لیے ولی کے بھی مختلف مدراج ہیں اور ان مدارج کا صحیح علم اللہ ہی کو ہے اور ولی اللہ کے لئے معصوم ہونا کوئی مسئلہ نہیں اور نہ خطا سے بچنا اس کی ولایت کے لئے کوئی ناگزیر وجہ ہے۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ سب صحابہ رضی اللہ عنہم اللہ کے ولی تھے لیکن ان سے وقتاً فوقتاً خطا کا صدور بھی ہوا خود حضور اکرم ﷺ ان محبوبین بارگاہ الٰہ کو خطاب کر کے فرماتے ہیں ''كل ابن ادم خطاء وخير الخطائين التوابون'' (مشكوة المصابيح) یعنی تم سب خطائیں کرنے والے ہو اور بہترین خطا کار وہ ہیں جو بکثرت توبہ کرنے والے ہیں۔

اولیائے کرام کے بارے میں ضروری احتیاط:۔ جب امت محمدیہ (علی ماجہا الصلوۃ والسلام) کے بہترین اور افضل لوگ اور اولیاء کے سرخیل وسرتاج غلطی کر جاتے تھے تو بھلا بعد کے اولیاء سے غلطی کا صدور کیوں محال ممتنع ہو سکتا ہے؟ یہ ہماری سوچ درست نہیں کہ جس سے معمولی سی غلطی واقع ہو گئی جھٹ اسے اولیاء کی صف سے نکال دیا۔ یہ الگ بات ہے کہ اولیاء کو کبائر کی طرح صغائر سے بچنا چاہیے۔ لیکن ہمیں اللہ والوں کے بارے میں سوچ سمجھ کر رائے قائم کرنی چاہیے اور عجلت سے کام نہیں لینا چاہیے ہمیشہ ان کا احترام بجالانا چاہیے اور ان سے ہر ممکن عقیدت ومحبت کا رویہ رکھنا چاہیے۔ جو لوگ ان کی شان میں ناروا جملے بولتے ہیں وہ ناروا فعل کا ارتکاب کرتے ہیں۔

(۱) حضرت ابوعلی جوزمانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''كن طالبا للاستقامة لا طالبا للكرامة فان نفسك متحركة في طلب الكرامة وربك يطلب منك الاستقامة'' استقامت کے طالب بنو نہ کہ کرامت کے طالب کرامت نفس کی خواہش ہے اللہ تعالیٰ کو تو استقامت مطلوب ہے۔

(۲) حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے ''شرح فقہ اکبر'' میں حضرت شیخ سہروردی رحمہ اللہ کا ایک قول نقل کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

بعض عابدین جب جان فشانی سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے متقدمین سلف صالحین رحمہم اللہ کے حالات اور ان کی خرق عادات کا ذکر سنتے ہیں تو ان میں بھی خوارق (نئی نئی اور عجیب عجیب) کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے اگر ان کو کوئی خرق عادت علامت حاصل نہ ہو تو یہ خیال کرنے لگتے ہیں کہ شاید ہمارے عمل میں قصور ہے اگر وہ حقیقت سے واقف ہوتے تو خرق عادت کو معمولی سمجھتے اور یقین کرتے کہ بعض عابدین پر صدور خوارق کی یہ

وجہ ہوتی ہے کہ ان کا یقین بڑھ جائے "زھد عن الدنیا" میں ان کا ارادہ پختہ ہوجائے اور اسباب ظاہری سے دست بردار ہوجائیں پس صادق راست باز کو چاہیے کہ نفس کو استقامت پر مجبور کرے کہ یہی دراصل کرامت (عزت اور ان کے شایان شان) ہے۔

کرامت ایمان میں تقویت کا سبب:۔ (۳) امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ "الفرقان بین اولیاء الرحمن و اولیاء الشیطان" میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:
اس امر کا پہچاننا نہایت ضروری ہے کہ بعض کرامات آدمی کی ضرورت کی وجہ سے ہوتی ہیں جب کوئی آدمی ایمان میں کمزور یا کسی چیز کا محتاج ہوتو ان کرامات سے اللہ پر ایمان قوی ہوجاتا ہے اور حاجت رفع ہوجاتی ہے مگر جس کا ایمان قوی ہوگا اس کو ان کرامات کی ضرورت نہ ہوگی علوم راتب اور استغناء کی وجہ سے کرامت کا ظہور نہ ہوگا یہی وجہ ہے کہ تابعین رحمہم اللہ میں بہ نسبت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کرامات زیادہ ظاہر ہوئیں۔

پھر امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ایک دوسرے مقام پر ارقام فرماتے ہیں: خرق عادت سے بسا اوقات آدمی کا درجہ کم ہوجاتا ہے اس لیے اکثر صالحین ایسی باتوں سے استغفار کرتے رہے جیسے دیگر گناہوں سے توبہ کی جاتی ہے۔ بعض پر کرامات کا ظہور رہتا تو وہ اللہ تعالیٰ سے ان کے دور ہونے کا سوال کرتے اور سب کے سب اپنے ساتھیوں اور سالکوں سے یہی کہتے رہتے تھے کہ کرامات پر اعتماد نہ کرنا نہ ان کو مطمح نظر قرار دینا اور نہ ان سے خوش ہونا اگرچہ تمہارے خیال میں وہ کرامات ہی کیوں نہ ہوں۔

المختصر ائمہ ہدیٰ رحمہم اللہ نے شرعی نقطہ نگاہ سے کرامت کو کوئی خاص اہمیت نہیں دی نہ اسے ولایت کا جز قرار دیا ہے کہ ہر ولی سے کرامت کا صدور ضروری ہے۔ اگر کسی متبع سنت مومن کامل اور متقی پرہیز گار سے کرامت کا ظہور ہوجائے تو اس سے انکار بھی نہیں کرنا چاہیے اور اسے ولایت کا معیار بھی نہیں سمجھنا چاہیے کہ جس سے کرامت ظاہر ہو ولی ہے اور جس سے کوئی کرامت ظاہر نہ ہو خواہ وہ متقی، پرہیز گار، محب اور متبع سنت ہی کیوں نہ ہو وہ ولی نہیں ہے۔ ایسا نظریہ رکھنا ہرگز درست نہیں اس سے اولیاء اللہ کی اہانت کا پہلو نکلتا ہے کہ سال چھ مہینے جس میں کوئی کرامت نہ دیکھی جھٹ اس سے ردائے ولایت چھین لی اور ساتھ ہی اس کی بے دینی کا پروپیگنڈا شروع کردیا اس امت میں اگر بیسیوں اولیاء صاحب کرامت ہوئے ہیں تو ہزاروں لاکھوں ایسے اولیاء ہوگزرے ہیں جو اعلیٰ درجے کے عامل قرآن وسنت اور متبع رسول ﷺ تھے مگر ان سے کسی کرامت کا مطلق ظہور نہیں ہوا۔

اہل حدیث اور ولی:۔ جب ہم کہتے ہیں کہ ہر اہل حدیث اللہ کا ولی ہے تو اس سے ہماری مراد رواجی اہل حدیث بے نماز داڑھی منڈے سود خور اور بدعمل وغیرہ گرہ گیر قسم کے لوگ نہیں بلکہ وہ ہیں جو عقیدہ وعمل ہر اعتبار سے صحیح معنی میں اہل حدیث ہیں اور ہر حال میں شریعت کے پابند اور اللہ سے ڈرنے والے ہیں جن کی ایک ایک ادا سے سنت کی خوشبو آتی ہو، جو لوگ کہتے ہیں جماعت اہل حدیث میں ولی نہیں ہوتے وہ غلط کہتے ہیں مگر ہم دعویٰ سے کہتے ہیں اور بہ دلائل یہ ثابت کرسکتے ہیں کہ ہر اہل حدیث اللہ کا ولی ہے کوئی ولی ایسا نہیں جو اہل حدیث نہ ہو سلف سے لے خلف تک اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک تاریخ کی ورق گردانی کر لیجیے آپ کو معلوم ہوگا کہ کوئی ولی ایسا نہیں ہوا جو سنت کا شیدائی اور حب رسول ﷺ سے سرشار نہ ہو پس جب کسی کے دل میں یہ دو چیزیں پیدا ہو جائیں گی تو وہ اہل حدیث نہ ہوگا تو اور کون ہوگا؟

ذرا غور کیجیے اہلحدیث کہتے کسے ہیں؟ بعض مولویوں نے اہلحدیث کو ہوا (خوفناک چیز) بنا کر پیش کیا ہوا ہے کئی بیچارے تو اہلحدیث کے سایہ سے بھی ڈرتے ہیں حالانکہ اس کے بڑے شاندار معنی ہیں اہل کے معنی والا ہیں اور حدیث کے معنی ہیں قرآن اور ارشادات رسول ﷺ ہاں ہاں قرآن کو بھی حدیث کہتے ہیں خود آنحضرت ﷺ کا ارشاد گرامی ہے "ان خیر الحدیث کتاب الله" (مشکوۃ المصابیح) بے شک بہترین حدیث قرآن مجید ہے جو لوگ قرآن کو بھی مانتے ہوں اور حدیث کو بھی ان میں آخر خرابی کیا ہے؟

اب خدارا خود کہئے کہ دنیا کے تختے پر اس سے بڑھ کر صاف اور سچا کوئی اور مسلک ہے؟ یا ہوسکتا ہے؟ کیا اولیاء اس پیارے مسلک کے علاوہ بھلا کسی اور مسلک کے عامل ہوسکتے ہیں؟ کبھی نہیں ہمارے لیے تو اس کا تصور بھی مشکل ہے۔

دو کامل اولیاء کا ذکر:۔ ہم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو اللہ کا ولی مانتے ہیں ہم ان کے

بارے میں حسن ظن رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ دونوں رب کے محبوب اور پیارے اور اللہ کے فضل سے اہلحدیث یعنی قرآن وحدیث کے حامل وعامل تھے اور اہلحدیث ہی نہیں تھے بلکہ اہلحدیث گر تھے۔

اولیائے اہلحدیث کی کرامات کا ذکر:۔ اب ہم بتانا چاہتے ہیں کہ جماعت اہل حدیث میں سے جو لوگ بھی اس منزل پر پہنچ گئے وہ ولی اللہ ہیں اور ان سے وقتاً فوقتاً کرامات کا ظہور بھی ہوتا رہا ہے۔ ہم آپ کو بہت دور کے زمانہ کے لوگوں کی باتیں نہیں سنائیں گے بلکہ قریب کے زمانہ کے حالات پیش کریں گے تاکہ آپ ان سے سبق وموعظت حاصل کرسکیں آپ حاملین قرآن وسنت کے بارے میں بغض ونفرت کم کرسکیں اور یہ کوئی ناممکن بھی نہیں ہے کھلے دل سے کتاب ہذا کا مطالعہ کرنے سے عمدہ اور خوشگوار تبدیلی واقع ہوسکتی ہے اور یہ کوئی ناممکن بھی نہیں ہے۔ اب اولیاء اہل حدیث کی کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے کتاب ہذا کا کھلے دل سے مطالعہ کریں اور جلد بازی سے ہرگز کام نہ لیں بلکہ جہاں کوئی اشکال پیش آئے بلاتاخیر اہل علم سے رابطہ قائم کریں اور قرآن وحدیث کی روشنی میں وہ الجھن حل کرنے کی مقدور بھر سعی کریں انشاء اللہ ہر مسئلہ حل ہوجائے۔

کوئی کرامت جھوٹی نہیں:۔ حضرت مولانا محمد سلیمان رحمہ اللہ (روڑی) تک حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کی یکجا کی ہوئی کرامات ہیں اس کے بعد حضرت مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادی رحمہ اللہ سے آخر تک بندہ کی جمع کی ہوئی کرامات ہیں۔ الحمدللہ ان کرامات میں کوئی کرامت وضعی، جھوٹی اور خودساختہ نہیں ہے۔

﴿۱﴾ کرامات حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب لکھوی رحمہ اللہ

بھنگی چرسی فقیر راہ راست پر آگیا:۔ (کرامت ۱) مولوی قائم الدین صاحب سکنہ چک مڈھیوالہ ضلع لائل پور (موجودہ فیصل آباد) کا بیان ہے کہ جن دنوں میں مولانا عبدالرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کے ہاں لکھوکی پڑھا کرتا تھا ان ایام کا واقعہ ہے کہ ان کے پاس ایک بھنگی چرسی فقیر آیا جس کی داڑھی تو صفاچٹ تھی اور مونچھیں لمبی لمبی تھیں، ہاتھ میں چمٹا، بدن پر کملی، شکل وصورت خلاف شرع، گاتا تھا اور کہتا تھا کہ مولوی صاحب نشہ ٹوٹا ہوا ہے کچھ دلواؤ۔ مولوی صاحب رحمہ اللہ نے ایک طالب علم سے کہا کہ اسے ایک پیسہ دے دو وہ بولا: ایک پیسہ سے کیا بنتا ہے اگر دینا ہے تو کچھ آپ دیں فقیر کا عمل ٹوٹا ہوا ہے نہ بھنگ ملی ہے نہ چرس۔ مولانا رحمہ اللہ نے ایک نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور فرمایا: مجھ سے کچھ لینا ہے؟ جونہی اس کی نظر سے نظر ملی وہ لڑکھڑا کر گرا اور ایسا گرا کہ بے ہوش ہوگیا۔

طالب علم اسے سنبھالنے کیلئے بڑھے مگر وہ ایسا بے حس پڑا تھا جیسے مردہ، تین گھنٹے بے ہوش پڑا رہا۔ جب ہوش سنبھالا تو اٹھا مولانا رحمہ اللہ نے پوچھا کیوں بھائی کیا لینا ہے؟ وہ بولا جو لینا تھا وہ لے لیا بس مجھے "مسلمان" بنا دیجئے۔ مولانا رحمہ اللہ نے حجام کو بلوایا اور اس کی مونچھیں اور لٹیں کٹوا دیں اس نے چرس بھنگ سے توبہ کرلی اور حضرت لکھوی رحمہ اللہ سے پڑھنا شروع کردیا۔ مولوی قائم الدین صاحب کا بیان ہے کہ وہ اچھا خاصا عالم اور صوفی بن گیا اور اٹھارہ برس تک محترم مولوی صاحب کی خدمت میں رہا۔

آپ کا جان لیوا آپ کو دل دے گیا:۔ (کرامت ۲) ایک بار مولانا رحمہ اللہ موصوف معہ چند طلباء کے نہر پر جو لکھوکی سے قریب ہی تھی غسل کے لئے تشریف لے گئے۔ نہر کے متصل ہی ایک سڑک گزرتی تھی اس علاقے میں ایک محمود ڈوگر نامی شخص رہتا تھا جو بہت بڑا زمیندار اور مغرور ومتکبر انسان تھا اور اسے اہلحدیث سے خاص عداوت تھی اس نے بارہا یہ کہا تھا کہ اگر مولوی عبدالرحمٰن مجھے اکیلا کہیں مل گیا تو میں اسے جان سے مار ڈالوں گا کیونکہ اس نے سارے علاقہ میں وہابیت پھیلادی ہے۔ کسی طالب علم نے مولانا رحمہ اللہ سے ذکر کردیا کہ محمود آپ کا اشد ترین دشمن ہے، اور وہ جارہا ہے۔ مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اسے بلالو اور کہو کہ جو کچھ کرنا ہے یہیں کرلے۔ طالب علم نے آواز دی کہ میاں محمود! مولوی صاحب یہیں ہیں آؤ اور اپنے دل کے ارمان نکال لو محمود آیا گھوڑی سے اترا ابھی مولانا رحمہ اللہ کے سامنے ہی آیا تھا اور آنکھ سے آنکھ ملی تھی کہ اپنا پیٹ پکڑ کر بیٹھ گیا اور ہائے ہائے کرنے لگا۔ حضرت مجھے معاف کردیجئے میری غلطی تھی میں نے آپ کے خلاف بہت کچھ کہا مگر اب اپنی غلطی کا اعتراف کرتا ہوں اور معافی چاہتا ہوں۔ مولانا رحمہ اللہ نے کہا دل صاف کرلو اور جاؤ اللہ تمہیں خوش رکھے۔ وہ کہنے لگا

حضور! اب کہاں جاؤں؟ ہاتھ بڑھایئے اور مجھے اپنا مرید بنا لیجئے چنانچہ وہ بڑا نیک، نمازی اور توحید و سنت کا علمبردار بن گیا اور وہ بڑے لوگوں کو راہ راست پر لایا۔ وہ اکثر آپ کی مجلس میں آتا رہتا تھا اس واقعہ کے راوی مولوی قائم الدین صاحب کا بیان ہے کہ محمود ڈوگر کی آنکھ پر ایک موہکہ تھا جو اسے بہت تنگ کرتا تھا اور آنکھ ڈھانپ لیتا تھا جس سے وہ سخت تنگ آ گیا تھا اس نے عرض کیا حضرت اس پر دم کر دیجئے تا کہ اللہ تعالیٰ اس مصیبت سے بھی نجات دے دے۔ مولانا رحمہ اللہ نے سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور اس پر لعاب لگا دی۔ محمود کا بیان کہ اس کے بعد وہ موہکہ ایسا مٹا کہ کبھی ظاہر نہیں ہوا اور مجھے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے اس تکلیف سے نجات مل گئی۔

آپ کی دعا کی برکت:۔ (کرامت ۳،) موضع لکھو کے سے کچھ فاصلہ پر ایک جمیل آباد نامی گاؤں تھا جہاں کا سردار جلال الدین عرف ''جلو'' بہت بڑا زمیندار اور کئی گاؤں کا مالک تھا جلو کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوتی تھی، اس نے کئی بیویاں کر رکھی تھیں مگر پھر بھی وہ اولاد سے محروم تھا۔

پنجاب میں یہ رواج چلا آ رہا ہے کہ جب کسی کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو تو وہ پیروں، فقیروں، جوگیوں، مست قلندروں، خانقاہوں اور قبروں کے طرف رجوع کرتا ہے اور ان سے اولاد چاہتا ہے۔ جلو بھی اسی خیال کی آدمی تھا اور جہاں کسی فقیر کا پتہ چلتا تھا وہیں اٹھ دوڑتا تھا۔ ایک بار اسے پتہ چلا کہ فیروز پور شہر میں ایک مستانہ ہے جو مجذوب ہے اور بالکل ننگ دھڑنگ رہتا ہے وہ اسکے پاس گیا اور اس سے بیٹا مانگا۔ مجذوب بولا نالائق! اگر بیٹا لینا ہے تو لکھو کی جا۔ جلو نے دل میں کہا کہ وہاں تو سب وہابی ہی وہابی ہیں بھلا وہاں بیٹا کیسے ملے گا؟ مجذوب نے کہا نالائق جاتا نہیں؟ تجھے بیٹا یہاں سے نہیں بلکہ وہاں سے ملے گا۔ جلو اس مستانہ کے ارشاد پر لکھو کی پہنچا وہاں چوٹی کے بزرگ حضرت مولانا عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ ہی تھے۔ یہ ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے سارا واقعہ بیان کر دیا، حضرت مولانا عبدالرحمٰن لکھوی رحمہ اللہ نے کہا میں دعا کر تو دیتا مگر تو منکر قرآن ہے، تیرے حق میں میری دعا قبول نہیں ہوگی، جلو نے کہا: میں نے کب قرآن کا انکار کیا ہے؟ آپ نے پوچھا کہ تیری کتنی بیویاں ہیں؟ اس نے کہا کہ سات۔ آپ نے فرمایا کہ قرآن تو چار سے زیادہ کی اجازت نہیں دیتا پھر تو نے سات کیوں کیں؟ اس نے کہا جو حکم ہو میں اس پر عمل کروں گا، آپ نے فرمایا کہ تین کو ہیں طلاق دے دو، گاؤں میں مسجد بنوا دو، خود نماز پڑھنے کا اقرار کرو اور دوسروں کو بھی نماز کی تلقین کرو تو میں تمہارے لیے دعا کرتا ہوں۔ اس نے ایسا کرنے کا وعدہ کر لیا آپ نے دعا فرمائی اللہ کی قدرت اگلے ہی سال اس کے ہاں فرزند تولد ہوا وہ دوڑا دوڑا آیا اور مولانا رحمہ اللہ کو لے جانا چاہا مگر آپ نہ گئے اور کہا کہیں ایسا نہ ہو کہ عوام جہلاء یہ سمجھنے لگیں کہ عبدالرحمٰن نے بیٹا دیا ہے پھر اس نے عرض کیا کہ حضور آپ اس کی تردید کر دیں اور توحید کا وعظ کہیں تا کہ ہمارے دیہاتوں کے لوگ بھی کچھ توحید و سنت سے آشنا ہو جائیں چنانچہ اس کی ترغیب پر جذبہ تبلیغ کے تحت آپ وہاں تشریف لے گئے اور کئی دن تک وہاں وعظ فرماتے رہے اور اس علاقے کے قریب قریب سب گاؤں اہل حدیث ہو گئے روانگی پر سردار نے آپ کو بہت کچھ دینا چاہا مگر آپ رحمہ اللہ نے ایک دانہ تک قبول نہ کیا۔

آپ کی بے پناہ روحانی طاقت:۔ (کرامت ۴،) حضرت مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ مولینا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی رحمہ اللہ نے ایک بار اپنے رسالہ ''اشاعت السنہ'' میں مرزا قادیانی کو چیلنج دیا کہ وہ ہمارے ایک عالم بے بدل صوفی کامل کے ساتھ روحانی مقابلہ کرے۔ اگر وہ کامیاب ہوا تو ہم اس کا ساتھ دیں گے اور اگر وہ ناکام ہو گیا تو اپنے دعوے سے تائب ہو جائے، یہ روحانی مقابلہ دونوں کو الگ الگ مکان میں بٹھا کر سات دن تک رہے گا مگر مرزا جی نے اس سے انکار کر دیا کہ میں ایسا نہیں کر سکتا حضرت مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی رحمہ اللہ صاحب کا بیان ہے کہ میں نے مولینا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ وہ کون صوفی بزرگ ہیں جن کی روحانی قوت پر آپ کو اس قدر اعتماد ہے کہ مرزا جی کو ایسا اور ذمہ دارانہ الٹی میٹم دے دیا۔ مولانا محمد حسین صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ وہ سید الاتقیاء حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب لکھوی ہیں، مجھے ان کی روحانی طاقت پر اتنا اعتماد اور وثوق ہے کہ اگر مرزا مان جاتا تو یقیناً تباہ و برباد ہو کر اپنے صحیح انجام کو پہنچ جاتا کہ دنیا اس سے عبرت حاصل کرتی۔

آپ کا ایک الہام:۔ (کرامت ۵،) مولانا عبدالرحمٰن صاحب رحمہ اللہ جب سفر حج کے لئے روانہ ہوئے اور بمبئی پہنچ کر جہاز کا ٹکٹ خرید لیا اور جہاز

چلنے کو تھا آپ نے فرمایا اس جہاز پر نہیں جانا چاہیے چنانچہ ٹکٹ واپس کر دیا گیا پھر ایک ہفتہ کے بعد دوسرے جہاز کا ٹکٹ خریدا جب وہ تیار ہوا تو آپ رحمہ اللہ نے پھر یہی فرمایا کہ اس جہاز پر نہیں جانا چاہیے ہمراہی حیران تھے کہ حضرت کیا کر رہے ہیں جان بوجھ کر روانگی میں تاخیر کر رہے ہیں مگر بالآخر آپ کا کہا مانا اور وہ ٹکٹ واپس کر دیا پھر تیسرے دن جہاز پر سوار ہوئے جب جدہ پہنچے تو معلوم ہوا کے پہلے دونوں جہازوں میں بیماری پھیل گئی تھی اور حکومت نے انہیں چالیس چالیس دن کیلئے روک لیا ہے۔ یعنی اگر وہ لوگ بھی ان جہازوں میں سوار ہوتے تو چالیس دن بعد وہ جدہ پہنچتے، کسی نے مولٰینا سے پوچھا کہ جہازوں کا آپ کو کیونکر پتہ چلا تھا تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ الہام ہوا تھا یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ بات ڈال دی تھی۔

نوٹ:۔ آپ کے بہت سے الہامات اور کرامات اور بھی ہیں۔ مگر یہاں صرف انہیں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ (خادم عفی عنہ)

﴿۲﴾ کرامات حضرت مولانا غلام رسول رحمہ اللہ قلعہ میہاں سنگھ

آپ کا کشف:۔ (کرامت،۶) ایک بار قلعہ میہاں سنگھ میں ایک حجام آپ کی حجامت بنا رہا تھا کہ اس نے یہ شکایت کی، حضور امیرا بیٹا کئی سال سے باہر گیا ہوا ہے۔ جس کا ہمیں پتہ نہیں کہ کہاں ہے زندہ ہے یا مر گیا ہے بس یہ ایک ہی بیٹا تھا اس کی فکر میں ہم تو مرے جا رہے ہیں آپ تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر فرمایا: میاں وہ تو گھر بیٹھا ہے اور کھا رہا ہے، جاؤ بیشک جا کر دیکھ لو۔ حجام گھر گیا تو سچ مچ بیٹا آیا ہوا تھا اور کھانا کھا رہا تھا، بیٹے سے ماجرا پوچھا تو اس نے کہا کہ ابھی ابھی میں سکھر (سندھ) میں تھا معلوم نہیں مجھے کیا ہوا اور کیونکر طرفۃ العین میں یہاں پہنچ گیا۔

آپ کا ایک اور کشف:۔ (کرامت،۷) فضل دین نمبردار سکنہ مان ضلع گوجرانوالہ کا بیان ہے کہ میں نے ایک ساہوکار تاجر سے بارہ سو روپیہ قرض لیا تھا اور وہ مجھے بہت تنگ کر رہا تھا چنانچہ ایک بار تو اس نے مجھے نوٹس دے دیا اور قریب تھا کہ دعویٰ کر کے مجھے ذلیل کرتا میں مولانا رحمہ اللہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اپنی غربت اور ناداری کا ذکر کیا اور دعا کی فہمائش کی آپ رحمہ اللہ نے فرمایا گھبراؤ نہیں جاؤ چار آدمی ساتھ لے کر اس سے حساب کرو صرف بائیس روپیہ نکلیں گے وہ ادا کر دینا فضل الدین حیران ہوا کہ میں نے ابھی تک اسے دیا لیا تو کچھ ہے نہیں بھلا بائیس روپیہ کیسے نکلیں گے آپ رحمہ اللہ نے فرمایا جاؤ تو بائیس روپیہ سے زیادہ نہیں نکلیں گے۔ وہ چند دوستوں کو ساتھ لے کر گیا اور ساہوکار سے کہا کہ بہی کھاتہ لاؤ اور میرا حساب صاف کر لو ساہوکار نے بہی کھاتہ نکالا تو دیکھا کہ اس کے حساب میں کہیں لکھا ہے فلاں تاریخ کو اتنی گندم لی، اتنا تمباکو وصول ہوا، اتنی کپاس آئی علیٰ ہذا القیاس، سارا حساب جو لگایا تو بقایا صرف بائیس روپے نکلے ساہوکار حیران تھا کہ یہ کیا ماجرا ہے اور فضل دین بھی حیران تھا کہ بہی کھاتہ کے مطابق بائیس روپیہ دے کر حساب صاف کر دیا۔

آپ کی ایک زمیندار کے حق میں پیش گوئی:۔ (کرامت،۸) اسی فضل الدین زمیندار سکنہ مان (گوجرانوالہ) کا بیان ہے کہ میرے پاس کوئی گائے بھینس نہ تھی کہ گھر والوں کو دودھ گھی مل سکتا، پاس کوئی رقم بھی نہ تھی کہ گائے بھینس خریدی جا سکتی ایک بوڑھی سی بھینس تھی جس سے ہم مایوس ہو چکے تھے کہ وہ گابھن نہیں ہو سکتی کیونکہ بہت بوڑھی اور کمزور ہو چکی ہے، میں نے مولانا رحمہ اللہ سے عرض کیا ہم غریب لوگ ہیں حضرت دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ کوئی دودھ، گھی کا انتظام کر دے، آپ نے فرمایا تمہاری وہی بھینس گابھن ہو چکی ہے اور عنقریب بچہ دینے والی ہے وہ انشاء اللہ مدت تک دودھ دیتی رہے گی تم فکر نہ کرو اللہ سب کچھ کر دے گا۔ فضل دین کا بیان ہے کہ سچ مچ تھوڑے دنوں میں وہ بھینس دودھ دینے لگی اور قریباً گیارہ دفعہ اس کے بعد سوئی یعنی اس نے بچہ دیا اور مدت دراز تک دودھ دیتی رہی۔

آپ کا ایک اور کشف:۔ (کرامت،۹) میاں محمد جو لاہور میں ایک مشہور سوداگر تھا بیان کرتا ہے کہ میں نے بہت سے گھوڑے بغرض فروخت کشمیر روانہ کئے مگر تین مہینے گزر گئے کوئی گھوڑا فروخت نہ ہوا، میں مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ حضرت دعا کیجئے بہت نقصان ہو رہا ہے اور مفت کا روزانہ خرچ پڑ رہا ہے، آپ رحمہ اللہ نے فرمایا میاں! تیرے گھوڑے والیٔ کشمیر نے خرید لیے ہیں اور تین ہزار منافع ملا ہے میاں محمد حیران ہوا کہ ابھی ابھی تو خط آیا کہ یہاں کوئی خریدار نہیں اور آپ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تین ہزار منافع ملا ہے میاں محمد کہتا ہے کہ دوسرے روز خط آ گیا کہ سب کے سب گھوڑے فروخت ہو گئے ہیں اور تین ہزار منافع ہوا ہے۔

ہندو عورت اسلام میں داخل ہوگئی:۔ (کرامت،۱۰) شیخ عبداللہ نومسلم جو موضع دلاور میں رہتا تھا کہتا ہے کہ میں جب مسلمان ہوگیا تو میری بیوی نے مسلمان ہونے سے انکار کر دیا اور کہنے لگی کہ میں تو کبھی مسلمان نہ ہونگی مجھے بہت صدمہ تھا اور اسی صدمہ میں میں نڈھال ہوتا چلا گیا۔ کیونکہ میں اسے بہت چاہتا تھا اور حد سے زیادہ محبت رکھتا تھا تمام اقرباء بھی میرے دشمن ہوگئے اور بیوی بھی از حد نفرت کرنے لگی کچھ عرصہ کے بعد میں مولانا رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعا کیلئے فرمائش کی اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ اس کے بغیر میری زندگی محال ہے آپ نے فرمایا کہ وہ آرہی ہے اور مسلمان بھی ہوگئی ہے چنانچہ اسی دن اس کا پیغام آیا کہ مجھے آکر لے جاؤ میں مسلمان ہو جاؤں گی۔

سکھ عورت مسلمان ہوگئی:۔ (کرامت،۱۱) محمد عمر ولد کرم الٰہی کا بیان ہے کہ مولانا رحمہ اللہ نماز صبح سے فارغ ہو کر گھر کو جا رہے تھے میں بھی ساتھ تھا کہ ایک سکھ عورت "واہ گرو، واہ گرو" پڑھتی جا رہی تھی، آپ نے کہا کہ واہ گرو نہیں بلکہ "وحدہ" کہو، صحیح یہی ہے۔ اللہ کی قدرت وہ عورت "وحدہ وحدہ" کہنے لگی اور یہ جملہ اس کی زبان پر ایسا جاری ہوا کہ ہزار کوشش سے بھی بدل نہ سکا اور بالآخر وہ مسلمان ہوگئی۔

سکھ مسلمان ہوگیا:۔ (کرامت،۱۲) ایک بار آپ گجرات کی طرف جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک سکھ ملا اس نے پوچھا کہ حضرت موضع ڈنگہ کا راستہ کونسا ہے۔ ڈنگہ موضع گجرات میں ایک مشہور مقام ہے آپ نے فرمایا کہ بھائی مجھے "ڈنگہ راستہ" یعنی جہنم کا راستہ معلوم نہیں البتہ "سیدھا راستہ" یاد ہے ڈنگہ پنجابی میں ٹیڑھے کو کہتے ہیں، اس نے ہنس کر کہا کہ اچھا سیدھا راستہ بتا دیجئے آپ رحمہ اللہ نے کہا پڑھو "لا اله الا الله محمد رسول الله" آپ کا یہ کہنا تھا کہ وہ کلمہ پڑھنے لگ گیا اور وہیں مسلمان ہوگیا۔

باوا کاہن داس کی زبان پر کلمہ جاری ہوگیا:۔ (کرامت،۱۳) باوا کاہن داس گورداسپوری ایک بار قلعہ میہاں سنگھ آیا۔ ہندوؤں نے مل کر عرض کیا باوا جی! یہاں ایک مولوی صاحب ہیں جن کے وعظ سے کئی ہندو مسلمان ہو رہے ہیں، آپ بھی بڑے دودان ہیں ذرا ان کا مقابلہ تو کیجئے تاکہ ہندو مسلمان ہونے سے بچ جائیں۔ باوا جی نے کہا بہت اچھا میں اسلام پر ایسے اعتراض کروں گا کہ وہ کچھ جواب نہ دے سکیں گے چنانچہ باوا جی بڑے طمطراق کے ساتھ مولانا رحمہ اللہ کے پاس پہنچے اور جاتے ہی کہا: کہ اسلام کیا ہے؟ جسے آپ لیے پھرتے ہیں۔

مولانا رحمہ اللہ نے فرمایا: باوا جی! آیئے میں بتاؤں اسلام کیا ہے اول کلمہ "لا اله الا الله محمد رسول الله"

ابھی آپ رحمہ اللہ نے کلمہ پڑھ کر سنایا ہی تھا اور آگے کچھ کہنا چاہتے تھے کہ باوا جی نے خود بخود کلمہ پڑھنا شروع کر دیا اور وہیں مسلمان ہوگئے یہ دیکھ کر بہت سے ہندو بھی مسلمان ہوگئے۔

آپ کے بتائے ہوئے وظیفے کی تاثیر:۔ (کرامت،۱۴) قلعہ میہاں سنگھ میں ایک بڈھا نامی کشمیری تھا جو بہت عیالدار تھا مگر مفلس اور غریب تھا اس نے حاضر ہو کر اپنی ناداری کی شکایت کی اور دعا کیلئے التجاء کی۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: میاں بڈھا! بعد نماز صبح ایک بار سورہ یٰسین پڑھ لیا کرو انشاء اللہ کسی نہ کسی صورت میں تمہیں ایک روپیہ روزانہ مل جائے گا۔ میاں بڈھا نے یہ عمل شروع کر دیا اور سچ مچ اسے ایک روپیہ روزانہ ملنے لگا کبھی کسی بہانہ سے ملتا کبھی کسی بہانہ سے مگر ایک روپیہ روزانہ ضرور مل جاتا۔ اس نے دل میں خیال کہ کیا اگر دو بار سورۃ یٰسین پڑھوں تو شاید دو روپیہ ملنے لگیں۔ چنانچہ اس نے دو بار سورۃ یٰسین پڑھنی شروع کی تو سچ مچ دو روپیہ ملنے لگے، پھر اس نے تین بار روزانہ شروع کر دی تو تین روپیہ ملنے شروع ہوگئے، اسی اثناء میں ایک دن مولوی صاحب رحمہ اللہ آگئے فرمایا کہ میاں بڈھا! اب تم بہت لالچی ہوگئے ہو، اب یٰسین سے تمہیں کچھ نہیں مل سکتا۔ بڈھا کہتا ہے کہ اب اس بعد میں نے ہزار بار بھی یٰسین پڑھتا رہا مگر ایک روپیہ بھی نہ ملا۔

آپ کی روحانی قوت:۔ (کرامت،۱۵) ایک بار مولوی صاحب رحمہ اللہ نے موضع فیروز والا سے ایندھن کے لئے ایک درخت لیا جو بہت بڑا تھا آپ رحمہ اللہ نے اسکی کانٹ چھانٹ کروا کر دوسری بیل گاڑی پر لدوا لیا تاکہ اپنے گاؤں لے آئیں راستہ میں اندھیرا ہوگیا ایک جگہ بیل گاڑی الٹ گئی میاں بوٹا گاڑی بان کہنے لگا اب گھر پہنچنے کی کوئی صورت نہیں قریب کوئی آبادی نہیں کہ لوگوں کو بلایا جا سکے اور بیل گاڑی سیدھی کی جا سکے۔ اب رات یہیں گزرے گی اور کل کام ہو سکے گا، مولوی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میاں بوٹا

آؤ تم اور ہم مل کر کوشش کریں اور بیل گاڑی سیدھی کرلیں۔ بوٹا بولا حضور! یہ تو چالیس پچاس آدمیوں کا کام ہے بھلا دو آدمی کیونکر سیدھی کر سکتے ہیں؟ آپ نے ہنس کر فرمایا کہ مایوس نہیں ہونا چاہیے آؤ کوشش کرتے ہیں شاید اللہ تعالیٰ سیدھی کردے۔ چنانچہ بوٹا کہتا ہے کہ میں نے تو یونہی مذاق کے طور پر ہاتھ رکھا اور مولوی صاحب رحمہ اللہ نے تھوڑا سا زور لگایا اور گاڑی سیدھی ہوگئی اور ہم جلدی ہی گھر پہنچ گئے اور مولوی صاحب نے کہا میاں بوٹا دیکھو یہ واقعہ کسی سے بیان نہ کرنا ایسا نہ ہو کہ لوگ اس واقعہ کو اچھالنا شروع کردیں۔

﴿۳﴾ کرامات حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری رحمہ اللہ

آپ کی توجہ کی تاثیر:۔ (کرامت،۱۶) عنایت حسین پٹیالوی رحمہ اللہ آپ کے بہت اچھے دوست تھے انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی شیخ فضل حق سکنہ سنام کے بیٹے سے کردی۔ لڑکا نہایت خراب نکلا۔ شراب پیتا، جواء کھیلتا، بدکاروں کے ساتھ رہتا، برے کام کرتا اور فارغ پڑا رہتا اور گھر والوں کو تنگ کرتا غرضیکہ پرلے درجے کا بے دین نکلا، جس سے اس کے والد عنایت حسین صاحب کو سخت صدمہ پہنچا۔ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ موصوف بیچارے ہر طرح سے پھنس گئے انہوں نے حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ سے التجاء کی اللہ کیلئے آپ اس کا کوئی حل نکالیں، میں بہت پریشان ہوں آپ نے فرمایا اسے میرے پاس لے آؤ وہ آیا تو آپ نے اس پر توجہ کی وہ بے ہوش ہوگیا۔ جب ہوش آیا تو استغفار پڑھنے لگا اور تمام گناہوں سے توبہ کرلی بس ایک ہی صحبت میں اس کی حالت بدل گئی اور وہ نہایت نیک، صالح، دین دار بن گیا اور جی لگا کر کام کرنے لگا۔

آپ کی نگاہ کی تاثیر:۔ (کرامت،۱۷) شاہ نجم الدین کا بیان ہے کہ مجھے تیتر بازی کا بڑا شوق تھا۔ چنانچہ شب و روز میرا یہی مشغلہ تھا سب مجھے سمجھاتے مگر کسی کا کہا مؤثر نہ ہوتا ایک دن والد گرامی قاضی جی کے پاس لے گئے آپ نے مجھ پر نگاہ ڈالی اور مختصر نصیحت کی جس کے بعد مجھے تیتر بازی سے کچھ ایسی نفرت ہوگئی کہ میں نے آتے ہی سب تیتر چھوڑ دیئے اور پنجرے توڑ دیئے۔

آپ کا جنات میں احترام:۔ (کرامت،۱۸) ولایت احمد نامی قصاب کی ہمشیرہ کو جن کی شکایت تھی جو کسی سے نہ نکلتا تھا بڑے بڑے عامل آئے مگر کامیابی نہ ہوئی۔ آخر ولایت احمد قاضی جی کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ تشریف لے چلیں شاید آپ کا کہا مان جائے۔ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں جنات کا عامل نہیں ہوں مگر خیر تم جاؤ اور اُسے میرا سلام کہہ کر یہ پیغام دو قاضی صاحب کہتے ہیں اب تم چلے جاؤ، چنانچہ ولایت احمد نے ایسا ہی کیا اور کہا محترم قاضی محمد سلیمان صاحب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اب تم چلے جاؤ جن نے کہا کہ قسم کھاؤ کہ انہوں نے یہ کہا ہے۔ اس نے کہا: واللہ انہوں نے یہی کہا ہے۔ جن بولا: بہت اچھا! لیجئے اب جاتا ہوں۔ چنانچہ اس کے بعد وہ جن اس کی ہمشیرہ کو چھوڑ گیا اور اسے مکمل آرام ہوگیا اور دوبارہ کبھی شکایت نہ ہوئی۔

آپ کی زبان کی تاثیر:۔ (کرامت،۱۹) پٹیالہ میں ایک میر خان رنڈی تھی جو عرصہ دراز سے بدکاری کا پیشہ کرتی تھی، ایک بار آپ رحمہ اللہ کی خدمت میں تعویذ لینے کیلئے حاضر ہوئی تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا تعویذ کا معنی ہے پناہ مانگنا تمہارا تعویذ یہی ہے کہ بدکاری سے پناہ مانگو کہ اس غلیظ پیشہ سے توبہ کر اور کہیں نکاح کر کے بیٹھ جا، آپ کا کہنا تھا کہ وہ متاثر ہو کر اسی وقت تائب ہوگئی اور پھر زندگی کے بقایا تیس سال نہایت زاہدانہ زندگی میں بسر کیے۔

آپ کا کشف:۔ (کرامت،۲۰) شاہ نجم الدین کا بیان ہے کہ ایک بار میں قاضی صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ لاہور جا رہا تھا لاہوری گیٹ کے قریب ایک قبر آئی جس پر آپ رحمہ اللہ ٹھہر گئے اور کہا دیکھو شاہ جی! اس صالح مرد کی قبر سے کس قدر خوشبو آ رہی ہے۔

شاہ جی کا بیان ہے کہ میں جو آگے بڑھا تو سچ مچ مجھے بھی نہایت خوشگوار خوشبو آئی اس کے بعد میں بارہا اکیلا وہاں سے گزرا مگر پھر کبھی ویسی خوشبو نہیں آئی یہ محض ان کی صحبت اور روحانیت کا اثر تھا۔ شاہ جی کہتے ہیں کہ میں نے اس مرد صالح کا نام پوچھا تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اس کا نام زردار خان پٹھان بتایا گیا ہے جو عرصہ دراز سے یہاں مدفون ہے۔

آپ کا ایک اور کشف:۔ (کرامت،۲۱) حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ جب کبھی لاہور تشریف لاتے تو مال روڈ پر حیات برادرز

کے ہاں قیام فرمایا کرتے تھے۔ میاں فضل کریم بن حاجی حیات محمد مالک فرم کا بیان ہے کہ جس مکان پر آپ ٹھہرا کرتے تھے اس کے قریب ہی ایک خانقاہ تھی جو اجڑی ہوئی تھی۔ ایک دن آپ رحمہ اللہ نے مجھ سے پوچھا کہ کیا یہاں کوئی قبر ہے میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ نے کہا آج رات خواب میں ہمیں بزرگ ملے اور کہا کہ قاضی جی آپ اتنی بار یہاں تشریف لائے مگر ہمیں ایک بار بھی نہیں ملے۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے پھر فرمایا وہ بہت نیک اور صالح آدمی تھے فلاں جگہ کے رہنے والے تھے ادھر سے گزر رہے تھے کہ انتقال ہوگیا۔ میاں فضل کریم کہتے ہیں کہ اس کے بعد جب میں نے اس کی تحقیق کی تو وہ باتیں ویسی ہی ثابت ہوئیں جو قاضی صاحب رحمہ اللہ نے بیان فرمائی تھیں یہاں تک کہ ان کا نام اور پتہ بھی قاضی صاحب نے بتا دیا تھا۔

آپ پر عالم بیداری میں انوار کی بارش:۔ (کرامت،۲۲) حافظ محمد حسن مرحوم لاہوری کا بیان ہے کہ میں ایک بار قاضی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کرامت کی اہمیت کے متعلق کچھ پوچھا آپ رحمہ اللہ نے اس مسئلہ کی مالہ وماعلیہ یعنی تفصیلات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ صحیح بات تو یہ ہے کہ کرامت اہل اللہ کے نزدیک کچھ وقعت نہیں رکھتی اصل چیز تو تقویٰ اور خشیت الٰہی ہے پھر تحدیث نعمت کے طور پر فرمایا: کہ ایک دفعہ عالم بیداری میں مجھ پر انوار آسمانی کی بارش ہوئی اور میں ان آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ اجرام فلکی میرے بدن پر گر رہے ہیں اور ایک طرف سے داخل ہوتے ہیں اور دوسری جانب نکل جاتے ہیں، یہ حالت دیکھ کر میں معاً سجدے میں گر پڑا اور دعا مانگی کہ الٰہی میں ایسی چیزوں کا طالب نہیں ہوں مجھے تو تیری محبت مطلوب ہے۔ پھر فرمایا حافظ صاحب! میں نے یہ بات آپ ہی سے کی ہے کسی اور سے ذکر نہ کرنا۔

آپ کا گیندے شاہ پر اثر:۔ (کرامت،۲۳) پٹیالہ میں ایک گیندے نامی مستانہ فقیر تھا۔ جو ہر وقت شراب میں مخمور رہتا تھا۔ جاہل لوگوں کا خیال تھا کہ اسے شراب پلانے سے حاجات بر آتی ہیں چنانچہ جو شخص آتا شراب ہی لے کر اس کے پاس آتا۔ ایک بار قاضی جی رحمہ اللہ کا ادھر سے گزر ہوا وہ احترام کے طور پر اٹھ بیٹھا آپ رحمہ اللہ نے فرمایا سائیں جی! شراب حرام ہے اس سے تائب ہو جایئے اب آپ کے آخری دن ہیں۔ آپ کی اس نصیحت کا گیندے شاہ پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے اسی وقت توبہ کر لی اور تمام شراب پھینک دی۔ پھر جو کوئی شراب لاتا پھینک دیتا اور اسے آئندہ کیلئے منع کر دیتا۔ چنانچہ اس واقعہ سے تین دن بعد وہ انتقال کر گیا اور شیرانوالہ گیٹ کے پاس مدفون ہوا۔

آپ اور ایک مجذوب: (کرامت،۲۴) قاضی عبدالرحمٰن صاحب پٹیالوی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ نابھہ میں ایک مستانہ فقیر تھا جو بالکل ننگ دھڑنگ رہتا تھا اور مجذوب تھا کسی نے قاضی صاحب رحمہ اللہ سے اس کا ذکر کیا آپ رحمہ اللہ نے جذبہ اصلاح کے تحت اس سے ملنے کا ارادہ کیا اور فرمایا کہ کل چلیں گے اور اس کیلئے کچھ کھانا بھی لے جائیں گے۔ چنانچہ اگلے روز جب آپ تشریف لے گئے اور ابھی اسٹیشن سے اترے ہی تھے کہ اس نے آپ کو دور سے اپنی طرف آتے دیکھ کر کہنا شروع کیا کپڑے لاؤ، کپڑے لاؤ، ایک بزرگ آ رہا ہے اور مجھے اس سے حیا آتی ہے چنانچہ قاضی جی رحمہ اللہ کے پہنچنے سے پہلے ہی اس نے کپڑا اوڑھ لیا۔ جب آپ پہنچے تو نہایت تکریم سے پیش آیا اور دیر تک آپ سے باتیں کرتا رہا اور آپ رحمہ اللہ کا پیش کردہ کھانا بھی کھایا اور کہا جو آج کھانے کا مزہ آیا ہے وہ کبھی نہیں آیا۔ حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے اسے لباس پہننے کا کہا اور فرمایا ننگا رہنا گناہ اور خلاف شرع ہے۔ چنانچہ اس نے آئندہ کبھی لباس نہ اتارا اور مہذبانہ زندگی بسر کرنے لگا یعنی حضرت علامہ قاضی محمد سلیمان صاحب رحمہ اللہ کی وجہ سے اس کا زنگ بھی اتر گیا اور رنگ بھی بدل گیا۔

آپ کا ایک اور کشف:۔ (کرامت،۲۵) مولوی حسین احمد تاجر کتب پٹیالہ کا بیان ہے کہ مجھے درد کمر کی شدید شکایت رہتی تھی اور اسی وجہ سے میں نماز با جماعت ادا کرنے سے مجبور تھا کیونکہ اہل حدیث صبح کی نماز میں لمبی قرأت کرتے ہیں اور میں کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ ایک دن قاضی صاحب رحمہ اللہ کی مسجد میں نماز صبح کے لئے گیا قاضی صاحب رحمہ اللہ سورہ آل عمران پڑھ رہے تھے دو رکوع پڑھے ہوں گے کہ مجھے کمر درد شروع ہوگیا اور میں نے ارادہ کیا کہ اب نماز چھوڑ دوں معاً قاضی جی نے اللہ اکبر کہا اور رکوع میں چلے گئے پھر دوسری رکعت میں بھی مختصر قیام کیا اور سلام پھیر دیا۔ لوگ حیران ہوئے آج اتنی مختصر قرأت کیوں کی کسی نے پوچھا تو آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: بھئی! حضور ﷺ کا حکم ہے

مقتدیوں کا لحاظ رکھا جائے۔ مولوی حسین احمد کہتے ہیں کہ تین چار یوم کے بعد پھر ایک دفعہ میں نماز میں شامل ہوا تو ایسا ہی اتفاق ہوا جب مجھے درد شروع ہوا اور میں جی میں یہ سوچنے لگا کہ نماز چھوڑ دوں یا نہ، تو حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ نے قرأت ختم کر دی اور نماز میں اختصار سے کام لیا، قریباً آٹھ مرتبہ آزمایا، حالانکہ میں جماعت میں کسی کے ساتھ بعد میں شریک ہوتا تھا اور حضرت قاضی صاحب رحمہ اللہ کو میری آمد کا کوئی علم نہ ہوتا تھا اس سے میں نے اندازہ لگایا کہ آپ صاحب کشف ہیں۔

آپ اور ایک مشرک پیر:۔ (کرامت، ۲۶) ایک بار آپ یو پی کے سفر سے واپس آ رہے تھے کہ آپ کو الہ آباد ریلوے اسٹیشن پر کچھ وقت کے لئے ٹھہرنا پڑا۔ آپ ویٹنگ روم میں تشریف لے گئے وہاں کوئی پیر صاحب بیٹھے تھے جو اپنے مریدوں سے سجدے کرا رہے تھے۔ قاضی صاحب رحمہ اللہ نے جب یہ شرکیہ حرکت دیکھی تو متانت سے انہیں سمجھایا مگر وہ نہ سمجھے اور الٹا کہنے لگے کہ اچھا کچھ دیکھو یا دکھاؤ؟ قاضی جی رحمہ اللہ نے کہا کہ تم ہی دکھاؤ کیا دکھانا چاہتے ہو، اس نے باہر سے بھی اپنے مرید بلائے اور سب سے کہا کہ مجھے اچھی طرح سجدہ کرو۔ قاضی جی رحمہ اللہ نے کہا بس یہی دکھانا تھا؟ اس نے کہا: ہاں! قاضی صاحب رحمہ اللہ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے بس ہاتھوں کا اٹھانا تھا کہ پیر صاحب زار و قطار رونے لگے اور کہنے لگے کہ بس کیجئے میں توبہ کرتا ہوں اور مریدوں سے کہا آئندہ کبھی مجھے سجدہ نہ کرنا، سجدے کے لائق صرف اللہ کی ذات ہے اور وہی حاجت روا اور مشکل کشا ہے راوی صوفی حبیب الرحمٰن صاحب کا بیان ہے کہ مجھے ان پیر صاحب کا نام قاضی صاحب رحمہ اللہ نے بتایا تھا افسوس اب یاد نہیں رہا۔

آپ کی مومنانہ فراست:۔ (کرامت، ۲۷) پروفیسر محمد ظہور الدین احمد ایم اے۔ ایل ایل بی۔ بی ای ایس بمبئی جو قاضی صاحب مرحوم کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں بیان کرتے ہیں کہ ایک بار مجھے بدھ ازم کے مطالعہ کا شوق ہو گیا، چنانچہ میں نے ان کی کتابوں کا خوب مطالعہ کیا جن سے میں اتنا متاثر ہوا کہ جی چاہا کہ بدھ مذہب اختیار کر لوں۔ اسی اثناء میں قاضی صاحب رحمہ اللہ کے پاس پہنچا تو آپ نے خود بخود ہی بدھ ازم کی حقیقت بیان کرنی شروع کر دی اور علمی اور عقلی رنگ میں اس کے اتنے عیوب بیان کیے کہ میرے دل میں اس سے نفرت پیدا ہو گئی اور وہ تمام شکوک و شبہات بھی رفع ہو گئے جو پیدا ہو گئے تھے۔

آپ کی فراست پر ایک شہادت:۔ (کرامت، ۲۸) پروفیسر عبد الرحمٰن صاحب بی اے ملیگ، جو قاضی صاحب کا شاگرد رشید اور عزیز رہے ہیں بیان فرماتے ہیں کہ بارہا ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا جب کسی مسئلہ کے متعلق ہمارے دل میں شک و شبہ پیدا ہوتا اور ہم اعتراض کرنا چاہتے تو آپ پہلے ہی اس سے جواب دے دیتے جس سے ہماری تسلی ہو جاتی چنانچہ اس ضمن میں پروفیسر صاحب نے کئی واقعات بھی بیان کیئے۔

آپ پر القاء:۔ (کرامت، ۲۹) ۷ جنوری ۱۹۲۱ء کو جب آپ نے حج پر جانے کے لئے مہاراج کو رخصت کی درخواست دی تو وہ ۱۵ اپریل تک منظور نہ ہوئی سب کا خیال تھا کہ مہاراج آپ کو رخصت نہ دیں گے کیونکہ امسال انہیں آپ کی خاص طور پر یہاں ضرورت ہے مگر ۲۵ اپریل کو آپ نے اعلان کر دیا کہ جس جس نے ساتھ چلنا ہو تیار ہو جائے احباب نے پوچھا کیا درخواست منظور ہو گئی ہے اور رخصت مل گئی ہے آپ رحمہ اللہ نے فرمایا اس کا تو ابھی کوئی پتہ نہیں مگر ہاں یہ پتہ ضرور چل گیا ہے کہ حج کو ضرور جاؤں گا چنانچہ ۵۴ آدمی آپ کے ساتھ تیار ہوئے جب تیاری ہو چکی اور روانگی کا دن مقرر ہو گیا تو آپ کی رخصت کا باقاعدہ اجازت نامہ بھی آ گیا۔

آپ کا ایک کشف:۔ (کرامت، ۳۰) آپ مسجد سکلی گراں میں تیس سال تک وعظ کہتے رہے جب ۱۹۳۰ء میں حج کو روانہ ہونے لگے تو نماز جمعہ کے بعد فرمایا کہ دوستو! میرا آخری جمعہ ہے اگر اس اثناء میں کسی کو تکلیف پہنچی ہو تو کہہ دے میں اس سے معافی مانگ لوں۔ چنانچہ کئی لوگ بھانپ گئے کہ معلوم ہوتا ہے کہ اب آپ واپس نہیں آئیں گے، لگتا ہے کہ آپ کو کسی اشارہ سے اپنی وفات کا علم ہو چکا ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا واپسی پر آپ جہاز میں انتقال فرما گئے اور اشارہ کیوں نہ ہوتا جب کہ آپ کی دلی دعا یہی تھی۔

"اللهم ارزقني شهادة في سبيلك واجعل موتي في بلد حبيبك" اے اللہ! مجھے اپنی راہ کی شہادت عطا فرما اور میری وفات مدینہ منورہ میں فرما۔ مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس دعا کو منظور فرما کر آپ کو القاء کر دیا ہو۔

آپ کی پیش گوئی:۔ (کرامت، ۳۱) جب آپ حج کو جا رہے تھے تو فرمایا کہ عبدالعزیز کے ہاں انشاء اللہ لڑکا پیدا ہوگا یعنی اپنا پوتا اس کا نام معز الدین حسن رکھنا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

امام مسجد نبوی ﷺ کا خواب:۔ (کرامت، ۳۲) جب آپ رحمہ اللہ حج پر تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ پہنچے تو مسجد نبوی کے امام آپ کی مدارت کرنے لگے ایک دن آپ جو اٹھے تو امام صاحب جوتیاں سیدھی کرنے لگے آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: شیخ محترم یہ کیا تو امام صاحب رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھے خواب میں رسول ﷺ نے فرمایا ہے: کہ سلیمان ہمارا مہمان ہے اس کی مدارات میں کمی نہ اٹھا رکھی جائے۔

آپ کا مقام بلند:۔ (کرامت، ۳۳) خلیفہ ہدایت اللہ منیجر "رحمۃ للعالمین" کا بیان ہے کہ میرے پاس برما، بنگال، بہاولپور وغیرہ سے کوئی ایسے خطوط آئے ہیں جن میں یہ منقول ہے کہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کی کتاب "رحمۃ للعالمین" بھیج دیجئے کیونکہ ہمیں خواب میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: "رحمۃ للعالمین" جو قاضی محمد سلیمان نے لکھی ہے پڑھا کرو۔

آپ کا مرزا کو کامیاب چیلنج:۔ (کرامت، ۳۴) مرزا محمد حسین صاحب سکنہ راہوں کا بیان ہے کہ ۱۸۱۱ھ میں قاضی صاحب رحمہ اللہ نے جب مرزا قادیانی کی تردید میں رسالہ "غاية المرام" شائع کیا تو کسی نے آپ سے پوچھا کہ آپ نے یہ رسالہ کیونکر لکھا۔ جواباً فرمایا کہ ایک روز جمعہ کے بعد مجھے القا ہوا کہ مرزا جی کے متعلق ایک کتاب لکھوں چنانچہ اس کا مضمون بھی مجھے بتا دیا گیا اور یہ بھی کہا گیا کہ اس کا جواب کوئی نہ دے سکے گا۔ اس کے بعد آپ نے یہ بھی فرمایا کہ لو میں اب دعویٰ سے کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی حج نہیں کر سکے گا اور یہی اس کی بطالت وکذب کی دلیل ہے چنانچہ "غاية المرام" میں بھی یہ اعلان ہوا اور اس کے بعد مرزا قادیانی کئی سال تک زندہ رہا مگر اس رسالہ کا جواب نہ لکھ سکا نہ ہی حج کو جا سکا۔

ایک مریض کو قاضی صاحب کی ہدایت:۔ (کرامت، ۳۵) عبدالکریم آپ کے ایک دوست تھے، جوز دانہ میں رہتے تھے، وہ بیمار ہو گئے اور بہت سخت بیمار ہوئے، آپ عیادت کے لئے تشریف لے گئے، فرمایا دواؤں پر روپیہ ضائع نہ کرو، سب دوائی چھوڑ دو اور صرف پلاؤ کھایا کرو، چنانچہ اس نے تمام حکیموں اور ڈاکٹروں کا علاج چھوڑ دیا۔ انہوں نے کہا کہ پلاؤ تمہارے لیے مفید نہیں مگر اس نے کہا کہ قاضی صاحب رحمہ اللہ کا ارشاد بلا وجہ نہیں چنانچہ تھوڑے ہی دنوں میں وہ رو بصحت ہونے لگا اور پھر اچھا بھلا ہو گیا۔

آپ کا پر تاثیر وعظ:۔ (کرامت، ۳۶) راجپوتوں کے ہاں نکاح بیوگان کو نہایت معیوب سمجھا جاتا تھا اور وہ اسے اپنی عزت اور آن کے خلاف سمجھتے تھے۔ اور کسی صورت بھی اپنی بیوہ بیٹی یا بہو کے نکاح ثانی پر آمادہ نہ ہوتے تھے، آپ ایک بار ان کی بستی بڑ بر ریاست نابھہ میں تشریف لے گئے اور منشی محمد چراغ خان سررشتہ دار وغیرہ چند راجپوتوں کو جمع کر کے نکاح بیوگان کی تلقین کرنے لگے۔ ابھی آپ نے چند ہی جملے ارشاد فرمائے تھے کہ سب نے اپنی رضامندی اور آمادگی کا اعلان کر دیا۔ اور اسی دن ہی ان کے ہاں سے یہ خلاف شرع رواج مٹ گیا حالانکہ یہ پشتہا پشت سے برابر چلا آ رہا تھا۔

آپ یکسر محفوظ رہے:۔ (کرامت، ۳۷) سید عبدالرزاق صاحب کرمانی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہولی کا دربار تھا میں قاضی صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ دربار میں جانے کے لئے تیار تھے، ریاست کے درباروں میں تمام افسروں کی حاضری حکماً ہوتی تھی اس لیے قاضی جی رحمہ اللہ کا بھی جانا ضروری تھا۔ آپ سر سے پاؤں تک سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے میں حیران تھا کہ قاضی جی کے کپڑے کیونکر بچیں گے کیونکہ ہولی کے موقع پر دربار میں اہل کار اور امراء آپس میں خوب رنگ رلیاں کرتے ہیں۔ اور راستہ میں بھی ہندو لوگ کوٹھوں پر سے راہ چلتوں پر رنگین پانی پھینکتے ہیں۔ اور اس قدر بیہودگی کا مظاہرہ ہوتا ہے کہ کوئی شریف آدمی گھر سے باہر نہیں نکل سکتا۔ مگر جب قاضی صاحب رحمہ اللہ دربار سے فارغ ہو کر واپس آئے تو آپ کے کپڑوں پر رنگ کا چھینٹا تک نہ پڑا تھا۔ میں نے سوال کیا کہ کیا جناب آج دربار میں نہیں

گئے؟ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا گیا تھا اور کیونکر نہ جاتا؟ جبکہ وہاں حاضری دینی پڑتی ہے میں نے پوچھا پھر کیا دربار میں ہولی نہیں کھیلی گئی؟ آپ نے فرمایا کھیلی گئی اور خوب کھیلی گئی میں نے کہا پھر آپ پر رنگ کا کوئی چھینٹا کیوں نہیں پڑا؟ آپ رحمہ اللہ نے فرمایا دیکھو اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے اس نے بچالیا ورنہ وہاں تو اودھم مچا ہوا تھا کہ بچنا محال اور نا ممکن تھا۔

﴿۴﴾ کرامات حضرت مولانا عبداللہ صاحب غزنوی رحمہ اللہ

آپ کا روحانی مقام:۔ (کرامت، ۳۷) آپ فرماتے تھے کہ کابل میں جب حکومت نے مجھے مورد عتاب سمجھا اور سو درے مارنے کا حکم دیا تو سبھی کا خیال تھا کہ اب میں نہیں بچ سکوں گا چنانچہ تین آدمی یکے بعد دیگرے درے لگاتے تھے جب ایک تھک جاتا تو دوسرا آجاتا دیکھنے والوں کو ترس آرہا تھا مگر مارنے والوں کو ترس نہ آتا تھا وہ سنگدل اپنی پوری قوت سے مارتے تھے مگر مجھے یہ بھی پتہ نہ چلا کہ مجھے مار رہے ہیں یا کسی اور کو یعنی اللہ نے ایسی قوت برداشت دے دی کہ مجھے ذرہ بھی تکلیف نہ ہوئی۔ پھر آپ نے یہ حدیث پڑھی "مایجد الشهيد من مس القتل الا كما يجدا احدكم من مس القرصة" یعنی شہید کو شہادت کے وقت اتنا درد بھی نہیں ہوتا جتنا تم میں سے کسی کو چیونٹی کے کاٹنے پر ہوتا ہے۔

آپ کی مجلّی روحانیت:۔ (کرامت، ۳۸) مولانا غلام رسول صاحب رحمہ اللہ قلعہ میہاں سنگھ کا بیان ہے کہ ایک بار کسی امیر نے آپکے پاس کچھ میوے بطور تحفہ بھیجے تو آپ کو دور ہی سے بدبو آنے لگی بظاہر چونکہ تحفہ کا رد کرنا جائز نہ تھا اس لیے آپ نے واپس نہ کیے اور گھر میں گڑھا کھود کر دفن کر دیئے۔ راوی کہتا ہے کہ آپ کی روحانی قوت اور باطن کی صفائی کا یہ حال تھا کہ آپ کو حلال اور حرام مال میں فوراً تمیز ہو جاتی تھی اور آپ حرام مال سے بچ جایا کرتے تھے یہ منزل بہت اونچی ہے یہ خواص میں بھی کسی کسی کو نصیب ہوتی ہے۔

آپ کی لاثانی کرامت اور مراقبہ:۔ (کرامت، ۳۹) مولانا عبداللہ المعروف غلام نبی الربانی سوہدروی رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ایک بار ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور! میں نے مجاہدین کو ایک چٹھی بھیجی تھی جو راستہ میں پکڑ لی گئی چونکہ میں سرکاری ملازم ہوں اور وہ چٹھی میرے افسروں کے پاس پہنچ گئی ہے اس لیے اب مجھ پر مقدمہ چلے گا اور نہ صرف مجھے ملازمت ہی سے برطرف کر دیا جائے گا بلکہ سخت سزا دی جائے گی اللہ سے دعا کیجئے کہ اللہ مجھے اس مصیبت سے بچالے راوی کا بیان ہے کہ میرے سامنے حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ نے مراقبہ کیا اور کچھ عرصہ (وقت) کے بعد سر اٹھایا اور اپنی بغل سے وہ چٹھی نکال کر اس شخص کو دی اور پوچھا کہ کیا یہی ہے؟ اس نے چونک کر کہا ہاں! حضور یہی ہے جس کی بناء پر مقدمہ چل سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے جلا دو اب مقدمہ نہیں چل سکے گا چنانچہ جب مقدمہ پیش ہوا اور وہ افسر میری چٹھی پیش نہ کر سکا تو مجھے باعزت بری کر دیا گیا۔

درودیوار سے ذکر کی آواز:۔ (کرامت، ۴۰) آپ بڑے عابد و ذاکر تھے آپ جب کبھی گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر یادالٰہی کرتے تو آپ پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی جب آپ ذکر کرتے تو آپ کے ساتھ کمرے کے درودیوار بھی ذکر کرتے اور ایسا دو ایک بار نہیں ہوا اکثر ہوا۔

نماز کی کیفیت:۔ (کرامت، ۴۱) آپ جب نماز ادا کرتے تو دنیا مافیہا سے بے خبر ہو جاتے اور آپ خشوع وخضوع کی انتہائی منزل پر ہوتے اور یوں لگتا جیسے آپ رب سے باتیں کر رہے ہوں، ایک مرتبہ آپ کے پاؤں میں کوئی پھوڑا ہو گیا جس کا آپریشن ہونا تھا مگر وہ نہیں کرواتے تھے، ایک مرتبہ جب آپ نماز نفل میں تھے تو آپ کا آپریشن کروادیا گیا۔ مواد نکال کر اوپر پٹی باندھ دی گئی اور اس پوری کاروائی کی آپ کو مطلق خبر نہ ہوئی۔

﴿۵﴾ کرامات مولانا محمد سلیمان روڑوی رحمہ اللہ

آپ کی روحانی تاثیر:۔ (کرامت، ۴۲) آپ کے ایک دوست کا لڑکا نظام الدین نامی بدچلن ہو گیا اور سارا وقت گانے بجانے، ناچنے کودنے میں گزارنے لگا، ماں باپ اور سارے رشتہ دار سمجھا بجھا کر تھک گئے مگر وہ نہ مانا اور حقیقت بھی یہی ہے کہ عیاش طبع انسانوں کی اصلاح بہت مشکل ہوتی ہے اس کا باپ آپ کے پاس آیا اور بیٹے کی حالت بیان کر کے رو دیا۔ آپ نے فرمایا فکر نہ کرو اللہ نے چاہا تو ٹھیک ہو جائے گا ایک دن نظام الدین اتفاقاً مولوی صاحب کے پاس سے گزرا آپ نے اسے پکڑ لیا بس پکڑنا ہی تھا کہ اس کی کیفیت بدل گئی وہ زار رو

قطار روتا تھا اور اپنے گناہوں سے تائب ہو رہا تھا چنانچہ وہی نظام الدین بہت بڑا متقی اور پارسا بن گیا۔

آپ کا رویائے صادقہ:۔ (کرامت، ۴۳) ایک روز علی الصبح آپ فرمانے لگے کہ لو بھائی آج ہمارے پیر و مرشد مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی رحمہ اللہ بہشت میں پہنچ گئے ہیں میں نے رات کو بہشت میں دیکھا ہے اور یہ مصرعہ سنا ہے جو میری زبان پر جاری ہو گیا ہے اور آپ وہ شعر بار بار پڑھنے لگے۔ ع

لے او بلی، اللہ بلی، ساڈے ہوئے چلائے

یعنی اے دوست! خدا حافظ ہم تو جا رہے ہیں۔ سب حیران تھے کہ یہ کیا ماجرا ہے چنانچہ بعد میں جو اطلاعات آئیں ان سے معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی وقت اور اسی دن امام عبد الجبار صاحب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا تھا جس دن مولوی صاحب نے علی الصبح ہم سے یہ کہا تھا۔

آپ کا کشف:۔ (کرامت، ۴۴) تحصیل سرسہ میں ایک بہت بڑے رئیس اور نواب تھے ان کی صاحبزادی بیمار ہو گئی، کئی علاج کئے مگر افاقہ نہ ہوا، انہوں نے چاہا کہ مولوی صاحب کو بلایا جائے وہ دم کریں گے تو شفاء ہو جائے گی، چنانچہ آپ کی طرف آدمی بھیجا گیا۔ آپ جانے کے لئے تیار ہوئے، سواری منگائی گئی کہ معاً آپ رحمہ اللہ نے فرمایا: اب جانا فضول ہے، لڑکی کا تو انتقال ہو گیا ہے۔ چنانچہ آدمی واپس گیا تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی وقت جب مولوی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا تھا اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی تھی۔

آپ کا ایک اور کشف:۔ (کرامت، ۴۵) مولوی عبد اللہ صاحب رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ ایک دن میرے دل میں ایک بزرگ کے ملنے کا خیال پیدا ہوا اور جی چاہا کہ کچھ دن ان کے پاس جا کر ٹھہروں اور فیض حاصل کروں۔ ابھی یہ میرے جی ہی میں تھا اور میں نے کسی سے اس کا تذکرہ بھی نہیں کیا تھا کہ مولوی صاحب رحمہ اللہ سامنے سے آ گئے اور آتے ہی فرمایا کہ ذرا سوچ سمجھ کر جانا آج کل دوکاندار زیادہ ہیں اللہ والے بہت کم ہیں۔ چنانچہ بعد میں معلوم ہوا کہ واقعی وہ دکان دار ہی تھا۔

﴿حصہ دوم، ٦﴾ کرامات مولانا محی الدین لکھوی رحمہ اللہ

ایک زندہ کرامت:۔ (کرامت، ۴۶) اللہ تعالیٰ نے لکھوی خاندان کو بڑا رتبہ دیا ان کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ ان کی زندہ کرامت عظیم مدرسہ جامعہ محمدیہ اوکاڑہ ہے، جس سے ہزاروں طلبہ فیض یاب ہو کر دینی خدمات بجا لا رہے ہیں، اس طرح وہ مذہب وملت اور مسلک توحید وسنت کا نام روشن کر رہے ہیں۔ جامعہ اوکاڑہ کا شمار ملک کے بہترین مدارس میں ہوتا ہے۔

دعا کی قبولیت:۔ (کرامت، ۴۷) یہ سب بزرگ مستجاب الدعوات تھے خصوصاً حضرت مولانا حافظ محمد رحمہ اللہ، حضرت مولانا عبد الرحمٰن رحمہ اللہ اور حضرت مولانا محی الدین رحمہ اللہ (برادر اکبر مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ) کا روحانی رتبہ کافی بلند تھا۔ فی الوقت مولانا معین الدین لکھوی رحمہ اللہ بھی اپنا ایک مقام رکھتے ہیں اور اپنے اسلاف کی عمدہ جانشینی کر رہے ہیں، اللہ کرے یہ سلسلہ جاری رہے۔ آپ رب تعالیٰ سے جب عجز والحاح کے ساتھ دعا کرتے تو ایک اور ہی سماں ہوتا آپ جو دعا کرتے اللہ تعالیٰ وہ پوری فرما دیتا، آپ کی دعا سے بہت سے بے اولاد لوگوں کو رب نے اولاد دے دی، بہت سے مصیبت میں پھنسنے والے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ساحل مراد تک پہنچا دیا، آپ سنت کے اس شدت سے پابند تھے کہ اس کی مثال کم ہی ملے گی۔

دم کی برکت:۔ (کرامت، ۴۸) یہاں سوہدرے ہماری حویلی میں جنات کی شکایت تھی آپ کو بلایا گیا آپ نے دو دن سوہدرے ہمارے ہاں قیام فرمایا، دم کیا۔ پانی دم کر کے چھڑکا اس کے بعد کوئی شکایت نہ رہی، لوگوں نے بھی مختلف تکالیف کے لیے دم کروایا بفضلہٖ سب کو آرام آ گیا۔

فرائض تو فرائض رہے آپ نے زندگی میں کوئی نفلی نماز تہجد، اشراق تک نہ جانے دی، ہر دم ذکر الٰہی میں مگن رہتے تھے قرآن بہت سوز سے پڑھتے تھے، تقریر کا ایک خاص انداز تھا جس کا الگ ہی سماں ہوتا تھا "اللھم اغفر لہ"۔

﴿٧﴾ کرامات حافظ عبد اللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ

آپ میں کشش وجاذبیت:۔ (کرامت، ۴۹) آپ روپڑ (ہندوستان) میں تھے تو وہاں آپ کے ہزاروں شاگرد تھے اور جب تقسیم

ملک پر پاکستان تشریف لائے تو پھر بھی ہزاروں شاگرد تھے، آپ کی خدمت میں علماء اور طلباء کا جھمگٹا رہتا۔ آپ بے سروسامانی کے عالم میں پاکستان تشریف لائے مگر رب تعالیٰ نے آپ کی وہ دستگیری فرمائی کہ مرکز کے طور پر آپ کو چوک دالگراں جیسی بہترین اور کشادہ ترین جگہ عطا فرمائی، آپ کی مسجد میں جمعہ اور نمازوں میں اتنا رش ہوتا کہ حیرت ہوتی تھی اور آپ کے فیض تربیت نے آپ کے بھتیجوں حافظ محمد اسماعیل روپڑی اور حافظ عبدالقادر روپڑی رحمہما اللہ کو وہ مقام بخشا کہ سبحان اللہ! برصغیر پاک و ہند میں ان کا طوطی بولتا تھا۔ آپ کی اعجاز آفریں، پر تاثیر نگاہ نے بہت سے لوگوں کو شرک بدعت کے خارستان سے نکال کر توحید و سنت کے چمنستان میں لا کھڑا کیا۔ ہندو، سکھ، عیسائی سب آپ کی تکریم کرتے اور آپ کے علم و فضل کا لوہا مانتے تھے۔ آپ کا فتاویٰ بہت مقبول ہے اور عام ملتا ہے۔ جو آپ کی وسعت اور رسوخ فی العلم کا پتہ دیتا ہے۔

آپ کا تقویٰ وللّٰہیت:۔ (کرامت، ۴۹) آپ ہر وقت اللہ سے ڈرتے تھے، آپ کی زبان ہمہ وقت ذکر الٰہی سے تر رہتی تھی، آپ زندگی بھر قرآن وحدیث پڑھتے اور پڑھاتے رہے، ہر بات میں ہمیشہ سنت کا خیال رکھتے، ہر وقت باوضو رہتے۔ پوری زندگی بغیر جماعت کے نماز ادا نہیں کی اور یہ کوئی معمولی بات نہیں، باقاعدگی سے تہجد اور اشراق اور عام نوافل ادا کرتے، روزانہ کئی کئی پارے تلاوت قرآن کرتے۔ چوبیس گھنٹے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار رہتے، مشکوک کھانا نہ کھاتے، لوگوں کے پاس نہ جاتے، لوگوں کو ہمیشہ قرآن وسنت کی تلقین فرماتے تھے، قرآن وسنت سے باہر جاتے نہ کسی کو جانے دیتے۔ اکثر دوسروں کو بھی تقویٰ وللّٰہیت کی تلقین کرتے۔ غرض تقویٰ اور پرہیزگاری آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی "اعلی الله تعالی مقامه"۔

قرآن سے شغف:۔ (کرامت، ۵۰) حضرت محدث روپڑی رحمہ اللہ کے علم وتقویٰ اور شغف بالقرآن والحدیث کا آپ کے خاندان پر بڑا اثر ہوا۔ اتنا ہوا کہ آپ کے خاندان میں دو چار نہیں بیسیوں لڑکے اور لڑکیاں حافظ قرآن ہوئے، بلکہ یوں کہنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ شاید ہی کوئی لڑکا یا لڑکی ایسی ہو جو حافظ قرآن نہ ہو، جسے دیکھو وہی قرآن کا حافظ ہے برصغیر میں شاید ہی کوئی خاندان ایسا ہو جس میں اتنی تعداد میں قرآن کے حافظ ہوں "وذالك فضل الله يوتيه من يشاء"۔ (ص ۱۰۴)

﴿۸﴾ کرامات امام سید عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ

روحانی قوت:۔ (کرامت، ۵۱) آپ کا علمی وروحانی پایہ بہت بلند تھا، بڑے گداز سے قرآن مجید پڑھتے تھے، دور دور سے لوگ نماز فجر آپ کی اقتداء میں ادا کرنے کو اپنی روحانی تسکین کا باعث سمجھتے تھے۔ لوگ آپ کی زیارت کرنے اور مجلس اختیار کرنے کو بڑی خوش نصیبی جانتے تھے۔ آپ کے بیان میں بلا کی تاثیر ہوتی تھی، جسے سن کر سامعین کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور آنکھیں نم ہو جاتیں۔ آپ کی نگاہ میں بے پناہ روحانی جلال تھا، بقول حضرت محدث گوندلوی رحمہ اللہ، کہ جب آپ پر روحانی کیف طاری ہوتی تو سامنے سے گزرنا آسان نہ ہوتا آپ سے متعدد کرامات منسوب ہیں۔ یہاں نمونتاً دو ایک کرامتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ (ص ۱۰۵)

دم اور دعا کی تاثیر:۔ (کرامت، ۵۲) شیخوپورہ ضلع کا ایک مشہور بڑا گاؤں فیروز وٹواں ہے وہاں کے ایک شخص کی ٹانگیں بوجہ پولیو ناکارہ ہوگئیں، جس کی بناء پر وہ چلنے پھرنے سے رہ گیا، گھر والے بہت متفکر اور پریشان ہوئے، ایک مرتبہ حضرت المحترم مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کا ادھر سے گزر ہوا، ان لوگوں نے آپ کی خدمت میں دم اور دعا کی درخواست کی، چنانچہ آپ نے دم کیا اور ٹانگوں پر ہاتھ پھیرتے گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بڑے الحاح سے دعا کی۔ گاؤں والوں کا بیان ہے کہ اگلے ہی روز سے وہ مریض صحت مند ہونا شروع ہو گیا اور چند ہی دنوں میں بالکل بھلا چنگا ہو گیا اور کافی عرصہ زندہ رہا اور معمول کے مطابق سارے کام کرتا رہا یہ واقعہ پورے علاقے میں مشہور ہو گیا۔

دیدار پیغمبر علیہ السلام:۔ (کرامت، ۵۳) مولوی عبدالکریم فیروز آبادی کا بیان ہے کہ میں نے ایک بار حضرت امام عبدالجبار غزنوی صاحب رحمہ اللہ سے پوچھا حضرت کیا آپ کو خواب میں کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بھی ہوئی ہے؟ فرمایا کیا پوچھتے ہو؟ واللہ! اگر کسی ہفتے یہ نعمت عظمیٰ نصیب نہ ہو تو میں بے قرار ہو جاتا ہوں، یہ اللہ تعالیٰ کا خاص احسان ہے کہ مجھے ہفتہ میں ایک بار ضرور خواب میں آنحضرت فداہ ابی

دای ﷺ کی زیارت نصیب ہو جاتی ہے "فالحمد لله علی ذالك"۔

﴿۹﴾ کرامات مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ

آپ کی بابرکت مجلس :۔ (کرامت،۵۴) آپ کے مقام ومرتبہ سے کون آگاہ نہیں؟ آپ جس مجلس میں ہوتے اس کو چار چاند لگ جاتے، آپ کی مجلس بڑے ادب واحترام اور وقار کی آئینہ دار ہوتی اور اس میں یاوہ گوئی کی کسی کو جرات نہ ہوتی، آپ کی مجلس اقبال مرحوم کے اس شعر کی آئینہ دار ہوتی۔

خموش اے دل بھری محفل میں چلانا نہیں اچھا ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

اور وہاں بیٹھے لوگوں کو ایک روحانی کیف وسرور حاصل ہوتا۔ آپ کی مجلس بابرکت سے اٹھ کر وہ کیفیت پیدا نہ ہوتی۔ (ص ۱۰۶)

دودمان غزنوی کا روشن ستارا :۔ (کرامت،۵۵) آپ دودمان غزنوی کے روشن ستارے تھے۔ آپ جس محفل میں یا جلسہ میں تشریف لے جاتے اس کی شان وشوکت بڑھ جاتی، لوگ آپ کو ایک نظر دیکھنے کے لئے بے تاب ہوتے اور آپ کی زیارت کرنے کو اپنے لیے باعث سعادت سمجھتے۔ آپ کو یہ جاہ وجلال اور روحانی عزت وعظمت ورثہ میں ملی تھی، امام الاتقیاء حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ جن کا بیان گزر چکا ہے کہ توحید وسنت پر استقامت کے جرم میں حکومت کابل نے آپ کی پشت پر کوڑے برسائے مگر وہ کوڑے آپ کو روئی کے گالے محسوس ہوتے تھے۔ حضرت مولانا عبداللہ غزنوی رحمہ اللہ سنت نبوی "كان النبي صلى الله عليه وسلم يذكر الله في كل احيانه" کے مطابق ہر وقت ذکر الٰہی میں مصروف رہتے۔ اور جب کبھی گوشہ تنہائی میں وجد میں آ کر ذکر الٰہی کرتے تو آپ کے ساتھ در ودیوار بھی ذکر میں مصروف ہو جاتے۔ آگے ان کے صاحبزادہ مولانا عبدالجبار غزنوی رحمہ اللہ کی تلاوت قرآن سننے کے لئے کئی کئی میل دور سے لوگ آپ کے پیچھے نماز فجر ادا کرنے کے لئے آیا کرتے تھے۔ یہ باپ دادا کا اثر اور خاندانی پرتو حضرت مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ پر بھی پڑا آپ کی محفل میں جلال اس قدر رہوتا تھا کہ اس میں گفتگو کرنے سے بڑے بڑے ہچکچاتے تھے۔ آپ کے سامنے بات کرنا بڑے حوصلے کا کام تھا آپ غیر معیاری گپ شپ اور رقیق گفتگو پسند نہیں کرتے تھے۔

گاڑی بال بال بچ گئی :۔ (کرامت،۵۶) میاں فضل حق رحمہ اللہ سابق ناظم اعلیٰ مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان بہت نیک، شریف، خدا ترس اور علماء کے قدر دان انسان تھے۔ آپ حضرت جد محترم مولانا عبدالجبار سوہدروی رحمہ اللہ کی وجہ سے بندہ سے بہت شفقت فرمایا کرتے تھے، ایک ملاقات پر آپ نے مجھ سے باتیں کرتے ہوئے فرمایا کہ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ موسم گرما میں تقریباً ہر سال خوشاب میرے ہاں تشریف لایا کرتے تھے۔ میں نے پہاڑیوں کے اوپر صحت افزاء جگہ پر ان کے قیام کے لئے الگ رہائش گاہ بنا رکھی تھی ان کی آمد اور ان کے یہاں قیام سے ہمیں دلی سکون ملتا تھا۔ میاں صاحب نے بتایا کہ آپ بڑے ذاکر وشاکر تھے، ایک روز دوران سفر ہماری گاڑی ان بیلنسڈ (غیر متوازن) ہو کر پھسلنے لگی، میں بھی اسی گاڑی میں تھا، ہم گھبرا گئے کیونکہ گاڑی خطرے کی حالت میں تھی، مگر مولانا غزنوی رحمہ اللہ نہایت پرسکون حالت میں ذکر الٰہی میں مصروف تھے اور اللہ سے استمداد اور استعانت کر رہے تھے، تا آنکہ گاڑی قابو میں آ کر سیدھی ہو گئی۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ حضرت مولانا رحمہ اللہ کی طبیعت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا۔

اہل اللہ پر خرچ کرنے کی برکت :۔ میاں صاحب نے یہ بھی بتایا کہ میں مولانا پر جتنا مال خرچ کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ مجھے بہت جلد اس سے کئی گناہ زیادہ عطا فرد یتا ہے۔ میاں صاحب نے لیز پر کوئلے کے پہاڑ لئے ہوئے تھے، ان میں بہت فائدہ ہوتا تھا، آپ نے یہ بھی بتایا کہ جس قدر مساجد، مدارس اور غرباء وغیرہ پر روپیہ صرف کرتا ہوں اس سے بہت زیادہ اللہ تعالیٰ مجھے برکت دے دیتا ہے میں مٹی کو ہاتھ ڈالتا ہوں تو رب تعالیٰ اسے سونا بنا دیتا ہے۔ (ص ۱۰۷)

ایک مغالطہ اور اس کا ازالہ :۔ (کرامت،۵۷) ولی کے لئے یہ ضروری نہیں کہ وہ تنگ دست ہو اور پھٹا پرانا لباس رکھتا ہو، کاروبار سے دور اور دنیا سے الگ تھلگ پہاڑوں اور جنگلوں میں بسیرا کرتا ہو بلکہ ولی دولت مند، صاحب جائیداد، اچھے کاروبار کا حامل اور خوش لباس بھی ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ، مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ، مولانا ابراہیم سیالکوٹی رحمہ اللہ، مولانا قاضی سلیمان منصور پوری

رحمہ اللہ، مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ، مولانا محمد صدیق کرپالوی رحمہ اللہ وغیرھم تھے۔ فیاض ازل نے انہیں دین و دنیا کی ہر نعمت سے نواز اتھا۔ زمانہ حال اور ماضی میں اس کی متعدد مثالیں ملتی ہیں۔

ولایت صرف تنگ دستی ہی کا نام نہیں:۔ (۱) پہلے بزرگوں میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے بعد ائمہ دین رحمہم اللہ میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بڑے کاروباری تھے۔ (۲) امام نسائی کے تمول اور خوش خوراکی کا یہ عالم تھا کہ روزانہ ایک مرغ کھاتے تھے "کان یاکل دیکا فی کل یوم" دیکھو مقدمہ سنن نسائی۔ (۳) اسی طرح حضرت قیس اور حضرت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ جنہیں حسن لولوئی بھی کہتے ہیں کیونکہ آپ موتیوں کی تجارت کرتے تھے۔ (۴) حضرت حماد رحمہ اللہ، ہر سال ہر ماہ رمضان المبارک میں پانچ سو آدمی ان کے دسترخوان پر روزہ افطار کرتے تھے۔

(۵) مصر کے امام لیث رحمہ اللہ ان کی سالانہ آمدنی اسی ہزار پونڈ تھی۔ (۶) ربیعہ بن فروخ رائی بڑے امام اور بزرگ ہوگزرے ہیں آپ ایک متمول آدمی تھے آپ کے والد فروخ نے آپ کی تعلیم پر تیس ہزار اشرفیاں خرچ کیں۔ (۷) شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ جنہیں لوگ سید الاتقیاء کہتے ہیں، ان کے تمول و تجمل کا یہ عالم تھا کہ ان کے گھوڑے طلائی اور نقری میخوں سے بندھا کرتے تھے۔ (۸) حضرت یحیٰی برمکی بڑے دولت مند تھے۔ ہزاروں لاکھوں روپے خیرات کرتے تھے۔ آپ علماء کو چھپ چھپ کر روپے بھیج دیا کرتے تھے۔ (۹) حضرت فضل برمکی کا بھی یہ حال تھا (رحمہم اللہ)۔ بطور نمونہ چند بزرگوں کی دولت مندی اور خوش حالی وخوش خوراکی کا ذکر کرنے سے مقصد یہ بتانا ہے کہ دولت اور ولایت میں کوئی تناقص یا ضد نہیں۔ اولیائے کرام، ارباب دولت اور مخیر بھی ہوسکتے ہیں۔ بعض ناہنجار قسم کے لوگ جیسے ہی کسی بزرگ کو خوشحال دیکھتے ہیں جھٹ اسے دنیا دار کہہ دیتے ہیں۔ کیا متعدد صحابہ، آئمہ دین اولیاء مالدار اور دولتمند نہیں تھے؟ ان میں بڑے بڑے دولت مند تھے مثلاً حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت طلحہ، حضرت عثمان، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت سعید، حضرت عباس، حضرت حسن، حضرت امیر معاویہ، حضرت عدی، حضرت ابوعبیدہ، حضرت سعد، حضرت ارقم رضی اللہ عنہم یہ سب عظیم لوگ مالدار بھی تھے اور رب کے پیارے بھی۔ (ص ۱۰۹)

﴿۱۰﴾ کرامات شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری رحمہ اللہ

عظیم کرامات:۔ (کرامت، ۵۸) اللہ تعالیٰ نے کشمیری پنڈت خاندان کے اس فرد کو دنیائے اسلام میں وہ مقام بلند عطا کیا باید و شاید یہ رجل عظیم اپنے عہد کا منفرد مفسر قرآن ہونے کے علاوہ وہ مناظر اسلام بنا۔ ایسا مفسر اور مناظر کہ جس کی کہیں مثال نہیں ملتی۔ یہ اپنے عہد کے عظیم وصاحب طرز خطیب اور یکتائے روزگار عالم تھے، آپ کو بے پناہ مقبولیت حاصل تھی۔ تمام فرقے آپ کو بنگاہ احترام دیکھتے تھے۔

ایک اور کرامت وفضیلت: (کرامت، ۵۹) آپ نے زندگی میں مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے علاوہ بہت سے غیر مسلموں کے ساتھ مناظرے کئے اور اللہ کے فضل سے ہر مناظرے میں اعلیٰ کامیابی سے ہمکنار ہوئے اور زندگی بھر کسی ایک مناظرے میں بھی مغلوب نہیں ہوئے کیا یہ بات آپ کی عزت وکرامت کے لئے کم تھی کہ آپ کے مخالفین نے بھی آپ کو داد دی اور باوجود آپ کا مخالف ہونے کے آپ کا لوہا مانتے تھے۔ آپ نے مرزا قادیانی سے مباہلہ کیا مرزا نے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری رحمہ اللہ کو مباہلہ کا چیلنج دے دیا۔ جسے مولانا امرتسری رحمہ اللہ نے بلاتوقف قبول کیا۔ اس سے ایک سال بارہ دن بعد مرزا ذلت کی موت مرگیا اور حضرت مولانا اللہ کے فضل سے چالیس برس بعد تک بخیر وخوبی اور بصحت وسلامتی رہے۔ اسلام کا پرچم لہراتے رہے اور فرزائیت کی عمارت میں شگاف ڈالتے رہے اور بنیادیں ہلاتے بلکہ ڈھاتے رہے۔ سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ نے آپ کے بارے میں کہا اسلام کی مدافعت میں جو سپاہی سب سے آگے بڑھتا وہ آپ ہی ہوتے تھے۔ خالد افغانی لکھتے ہیں:

شیر دل انسان، فاتح قادیاں، ابو الوفاء ملت مرحوم میں اب کون ہے ہمسر ترا؟

مولانا نور حسین گھرجاکھی فرماتے ہیں:

وہ عالم تھا، مجاہد تھا، محدث تھا زمانے کا وہ عالم تھا، مجاہد تھا، مجدد تھا زمانے کا

ہندوستان کے بہت بڑے عالم مولانا داؤد راز کیا خوب لکھتے ہیں:

خرمن بدعت کے حق میں آپ تھے برق تپاں   اہل سنت کے لئے آپ تھے بوئے عنبری!

حجاز اعظمی آپ کو شہ پنجاب (پنجاب کا بادشاہ) کہتے ہیں:

تکتے ہیں تارے شبانہ ماہ عالمتاب کو   ڈھونڈتا پھرتا ہے ہندوستان شہ پنجاب کو

آپ کا تقویٰ اور استغناء:۔ (کرامت،۶۰) جب آپ تقسیم ملک کے وقت پاکستان تشریف لائے تو کل پچاس روپے آپ کے پاس تھے۔ بہت سے احباب نے امداد کی کوشش کی مگر آپ نے معذرت چاہی ایک صاحب نے ارادہ کیا کہ سال بھر کا غلہ بھجوادیا جائے۔ مگر جب معلوم ہوا کہ ملاوٹ کا ہے تو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ چنیوٹ کی جماعت اہل حدیث نے رقم جمع کرکے آپ کے پاس بھیجی مگر آپ نے اس اعانت کو مناسب نہ سمجھا اور ساری رقم واپس لوٹادی۔

اس توکل، تقویٰ اور استغناء سے آپ کی شان کس قدر بلند ہوئی آپ اس کا اندازہ نہیں کرسکتے۔ اگر ہمارے علماء بھی یہ مقام بلند چاہتے ہوں تو انہیں بھی یہ اوصاف اختیار کرنے ہوں گے ان کے بغیر شان بلند ہوسکتی ہے نہ قدر بڑھ سکتی ہے۔

﴿۱۱﴾ کرامات حضرت مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ

آپ جماعت اہلحدیث کے بڑے بلند پایہ محقق اور اعلیٰ پائے کے عالم تھے۔ ایک خلق کثیر نے آپ سے فائدہ اٹھایا۔

آپ کی ایک کرامت:۔ (کرامت،۶۱) ماہ رمضان المبارک سر پر تھا والدہ نے آہ سرد بھر کر کہا کتنی خوش نصیب ہیں وہ مائیں کہ جن کے بچے تراویح میں قرآن سنائیں گے۔ میر سیالکوٹی رحمہ اللہ کا زمانہ بچپن تھا۔ آپ نے ماں کی یہ بات سن لی رمضان کی پہلی تاریخ تھی، آپ نے قرآن مجید حفظ کرنا شروع کردیا دن کو جو پارہ حفظ کرتے رات کو وہ تراویح میں سنا دیتے۔ دوسری تاریخ کو دوسرا اور تیسری تاریخ کو تیسرا پارہ سنادیا۔ ادھر رمضان کی آخری تاریخ تھی ادھر قرآن کا تیسواں پارہ تھا۔ یعنی رمضان ہی میں قرآن یاد کرکے رمضان ہی میں سنادیا۔ ایسی مثالیں آپ کو بہت ہی کم نظر آئیں گی۔

ایک اور کرامت:۔ (کرامت،۶۲) دوسری طرف آپ کو علم دین کا شوق پیدا ہوا اور تھوڑے ہی عرصہ بعد آپ چھوٹے موٹے عالم نہیں بحر العلوم بن گئے۔ اور علمی پایہ اتنا بلند ہوگیا کہ معاصرین میں چند گنے چنے علماء آپ کے ہم پلہ ہوں گے۔ آپ قرآن کے مفسر بن گئے، درس میں قرآن کی تفسیر کرتے اور طلباء کو علمی انداز سے پڑھاتے تھے اور ان میں علم کے وہ لولو و لالہ بکھیرتے کہ علماء دھنگ رہ جاتے، آپ نے قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھنا شروع کی مگر پوری نہ ہوسکی مگر جو لکھی خوب لکھی۔ آپ نے تفسیر سورہ فاتحہ، تفسیر پارہ اول، دوم، سوم، سورہ کہف، سورہ النجم وغیرہ تفاسیر لکھیں، آپ کی تفسیر میں عالمانہ شان نظر آتی ہے۔ اس طرح آپ خداداد صلاحیت کی بدولت حافظ قرآن ہونے کے علاوہ مفسر قرآن بھی بن گئے، بڑے بڑے علماء نے آپ کے سامنے زانوائے تلمذ تہہ کیا۔ ان میں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی، حضرت مولانا عبد المجید سوہدروی اور حضرت مولانا احمد دین گکھڑوی رحمہم اللہ جیسے عبقری اور نابغہ روزگار علماء کا نام لیا جاسکتا ہے۔ (ص۱۱۲)

قرآن کی برکت:۔ (کرامت،۶۳) آپ کے ایمان کی پختگی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ آپ کی پنڈلی میں کوئی تکلیف ہوگئی جس کیلئے آپریشن ناگزیر ہوگیا ڈاکٹروں نے آپریشن سے قبل ٹیکہ لگانا چاہا مگر آپ نے ٹیکہ لگانے سے منع کردیا۔ اور فرمایا اسی طرح آپریشن کردو۔ چنانچہ انہوں نے آپ کی اجازت پر چیر پھاڑ شروع کردی ادھر حضرت میر سیالکوٹی رحمہ اللہ نے تلاوت قرآن شروع کردی جب آپریشن مکمل ہوگیا تو آپ کو بتایا گیا آپریشن ہوچکا ہے آپ جب تک اس کتاب شفاء کی تلاوت کرتے رہے آپ کو ذرا تکلیف نہ ہوئی۔

ایک بہت بڑی کرامت:۔ (کرامت،۶۴) آپ نے موصوف کے ایمان کا واقعہ پڑھا۔ اس کے بعد اب آپ کے تقویٰ کا بھی ایک واقعہ سن لیجیے۔ جماعت اہلحدیث کے ممتاز اور بزرگ عالم وخطیب حضرت مولانا عبد اللہ گورداسپوری کا بیان ہے۔ ایک جلسہ میں آپ نے تقریر کرنا تھی اسٹیج کافی اونچا تھا، وہاں سے اوپر سامنے بیٹھی ہوئی خواتین نظر آتی تھیں جس کا منتظمین کو علم نہیں تھا اس وقت اسٹیج کی ترتیب بدلنا سخت دشوار تھا۔ آپ

نے اپنی پگڑی کا شملہ آنکھوں پر ڈال کر تقریر شروع کر دی تا کہ نامحرم عورتوں پر نگاہ نہ پڑے اور اسی طرح آپ نے دو گھنٹے تقریر فرمائی اور اختتام تقریر پر آپ نے آنکھوں پر شملہ ڈالنے کی وجہ بیان کی اور منتظمین کو سمجھایا کہ اسٹیج صحیح طرح بنایا کریں۔ اس میں ایسی خامی نہیں ہونی چاہیے۔

خود بتایئے اس دور میں تقویٰ کی اس سے بہتر کوئی مثال ہو سکتی ہے؟ یہ ہیں ولایت کی اصلی شرائط ایمان اور تقویٰ ایمان ایسا کہ جس میں شرک کی مطلق آمیزش نہ ہو جیسا کہ قرآن نے کہا "الذین امنو ولم یلبسوا ایمانھم بظلم " یعنی ان کا ایسا ایمان ہو کہ جس میں شرک کی کوئی ملاوٹ نہ ہو۔ نیز فرمایا "یا یھا الذین امنوا اتقو الله حق تقاته " اے ایمان والو! اللہ سے یوں ڈرو کہ جس طرح اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اصل چیز اللہ کا ڈر ہی ہے جو تقویٰ کا محرک ہے بھلا اللہ کے ڈر کے بغیر آدمی گناہ سے کیونکر بچ سکتا ہے؟ اور صحیح تقویٰ یہ ہے کہ ایک ایک ادا سے اس کی جھلک نظر آئے۔ صحیح ایمان اور تقویٰ ہونا ہی اصل کرامت ہے (اگر یہ نہ ہو تو پھر باقی سب شعبدے اور تماشے ہیں ان کا ہونا نہ ہونا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ الحمد للہ ایمان اور تقویٰ یہ دونوں خوبیاں مولانا موصوف میں بتمام وکمال پائی جاتی تھیں "اللھم اغفرله وارفع درجاته "۔

﴿۱۲﴾ کرامات مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی رحمہ اللہ

تقویٰ کی معراج:۔ (کرامت، ۶۵) آپ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل وکرم تھا۔ علم وتقویٰ میں ممتاز مقام رکھتے تھے۔ صاحب کرامت بزرگ تھے، آپ بڑھاپے میں بھی کھڑے ہو کر ہاتھ میں قرآن مجید پکڑ کر تقریر کرتے تھے، آپ کا ایک ایک لفظ سامعین کے دلوں میں اترتا جاتا تھا سب لوگ آپ کے بہت گرویدہ تھے ہر وقت نگاہ نیچے رکھتے اور اگر خواتین آپکے پاس آتیں تو آپ اپنی آنکھیں بلند کر لیتے اور جب تک وہ پاس رہتیں آنکھیں بند رکھتے، بعض خواتین آپ کو نابینا سمجھتیں۔ چوہدری عبدالحکیم و حافظ عبدالحیٔ صاحب سپرا آف راجن پور کی والدہ مرحومہ سے خود میں نے سنا۔ فرماتی ہیں کہ ہم آپ کو نابینا سمجھتی تھیں ایک روز ایک بچہ یکدم بھاگتا ہوا آیا جس پر آپ نے آنکھیں کھولیں اس وقت ہمیں علم ہوا کہ ماشاء اللہ آپ نابینا نہیں بلکہ بینا ہیں اور اللہ کے فضل سے خوبصورت آنکھیں رکھتے تھے۔ اکثر مرد وخواتین آپکی خدمت میں دم اور دعا کروانے کیلئے آتے تھے اللہ انہیں شفا عطا فرما دیتا اور ان کی حاجات پوری کر دیتا۔

آئین جوانمرداں:۔ (کرامت، ۶۶) موضع رام گڑھ نزد سوہدرہ کے مولوی فیض احمد صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ ہماری درخواست پر رام گڑھ تشریف لائے آپ جب ہمارے گھر میں داخل ہوئے تو طاقچہ کے اوپر کسی جانور کی تصویر بنی ہوئی تھی آپ نے بیٹھنے سے قبل ہاتھ کی چھڑی سے تھوڑا زور دے کر طاقچے کا تصویر والا حصہ نیچے گرا دیا۔ یعنی آپ خلاف شرع اتنا کام بھی برداشت نہ کر سکے۔ اور طاقچہ توڑنے کے لئے گھر والوں کو پوچھنے کی ضرورت محسوس نہ کی اور اس سلسلے میں نہ کسی فرد کو ان سے بات کرنے کی جرأت ہوئی۔

یہ ہے اولیاء کا شیوہ کہ وہ خلاف شرع کام کو گوارا نہیں کر سکتے۔ اور ان کی سیرت وکردار کی مضبوطی کا یہ عالم ہوتا ہے کہ کسی کو ان کے سامنے دم مارنے کی مجال نہیں ہوتی۔

بے نمازی سے نفرت:۔ (کرامت، ۶۷) جناب چوہدری عبدالحکیم سپرا کی والدہ محترمہ اپنا چشم دید واقعہ بیان کرتی ہیں کہ آپ کے پاس ہی ایک مٹکا پڑا تھا اس پر پیالہ رکھا تھا، اس میں پہلے باری باری دو خواتین نے پانی پیا آخر میں ایک عورت نے پانی پیا، جب اس عورت نے پانی پیا تو آپ اٹھے اور وہ پیالہ توڑ دیا۔ ہمارے پوچھنے پر فرمایا یہ خاتون بے نمازی تھی اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح امراض متعدی ہوتے ہیں اسی طرح گناہ متعدی ہوتے ہیں ان میں سے ایک بہت بڑا گناہ نماز نہ پڑھنا بھی ہے، افسوس! آج ۹۸ فیصد مسلمان نماز سے بے نیاز ہیں مگر اولیاء کرام ان کے برتن استعمال کرنا ان کے گھر کھانا کھانا اور ان کے ہاتھ کی پکی ہوئی روٹی یا سالن استعمال کرنا ممنوع جانتے ہیں۔

نیکی کی خوشبو محسوس ہونا:۔ جس طرح ہم خوشبو یا بدبو سونگھتے ہیں اس طرح اہل اللہ کی روحانیت اس قدر تیز ہوتی ہے کہ وہ نیکی کی خوشبو اور برائی کی بدبو سونگھ لیتے ہیں۔ یہ نہیں کہ وہ کوئی عالم الغیب ہوتے ہیں جیسا کہ بعض جہلاء سمجھتے ہیں اور کچھ علماء بمنزل جہلاء ہو کر ایسی باتیں کر جاتے ہیں اور اولیاء کو پتہ نہیں کیا کیا بنا دیتے ہیں۔

گائے نے دودھ دینا شروع کر دیا:۔ (کرامت،٦٨) میاں سلطان علی چوہدووال ضلع گجرات کا بیان ہے کہ آپ ایک بار ہمارے ہاں چوہدووال تشریف لائے۔ اور رات کو کچھ دودھ طلب کیا ہم نے عرض کیا حضرت! اس وقت دودھ ختم ہو چکا ہے۔ ہمارے پاس نہیں ہے البتہ ہمسائے نمبردار ہیں، ان کے ہاں سے منگوا لیتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ نہیں مجھے، نمبردار کے ہاں کا دودھ مطلوب نہیں۔ اگر آپکے ہاں ہوتا تو میں لے لیتا۔ میں نے مزاحاً کہا ہماری تو ایک ہی گائے ہے جو چھ ماہ سے سوکھ چکی ہے یعنی اس نے اتنے عرصے سے دودھ دینا بند کر رکھا ہے۔ اگر آپ اس سے دودھ لے سکتے ہیں تو لے لیں۔ آپ اٹھے، گائے کو پیار کیا اور فرمایا برتن لے کر نیچے بیٹھ جاؤ اور دودھ نکالو انشاءاللہ دودھ دے دے گی۔ چنانچہ میں نے تعمیل ارشاد کی اور نیچے بیٹھ گیا میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی سچ مچ گائے کا دودھ اتر آیا میں نے سیر کے قریب نکالا اور آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ چار یوم ہمارے پاس رہے اور چار دن گائے دودھ دیتی رہی مگر جب آپ تشریف لے گئے تو گائے پھر اسی طرح ہو گئی جس طرح پہلے تھی۔

دراصل آپ نے انتہائی انابت، توجہ اور پورے اعتماد و توکل کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی ورنہ یہ بات نہیں جیسا کہ جہلا میں مشہور ہے کہ اہل اللہ کے قدرت و اختیار میں ہر چیز ہوتی ہے وہ جو چاہیں کر لیتے ہیں ورنہ کئی مرتبہ حال یہ ہوتا ہے کہ انہیں اپنے جسم اور اپنے اعضاء پر بھی اختیار نہیں ہوتا۔ ہر چیز پر ہر وقت صرف اللہ تعالیٰ کا اختیار رہتا ہے۔

آپ کے دم کی تاثیر:۔ (کرامت،٦٩) سوہدرہ میں آپ کے مکان کے قریب ہی آپ کے داماد میاں عبدالعزیز رحمہ اللہ کی حویلی بن رہی تھی جب بنیادیں کھودی جا رہی تھیں تو نیچے سے آواز آنے لگی جیسے کوئی گاڑی یا مشین چل رہی ہو۔ کہتے ہیں وہ جنات کا مسکن تھا لوگ آپ کے پاس آئے اور ماجراء بیان کیا۔ آپ تشریف لے گئے اور پانی دم کر کے چھڑکنے کیلئے دیا پانی چھڑکتے ہی آواز بند ہو گئی آپ نے فرمایا اور کھدائی نہ کرو یہیں سے تعمیر شروع کر دو۔

آپ کی دعا اور دم میں بہت تاثیر تھی۔ سینکڑوں ہزاروں لوگوں نے آپ کی دعا اور دم کی تاثیر دیکھی۔

جنات آپ کی شاگردی میں:۔ (کرامت،٧٠) انسانوں کے علاوہ جن بھی آپ کا ادب کرتے تھے بہت سے جنات آپ کے شاگرد تھے اور کچھ آپ کی مسجد سوہدرہ میں اب تک موجود ہیں لیکن انہوں نے آج تک کسی کو گزند نہیں پہنچایا۔

یہی مذکور الصدر میاں عبدالعزیز آپ کے شاگرد بھی تھے، دیہاتوں میں لڑکے چاندنی راتوں میں عموماً آنکھ مچولی کھیلتے تھے، شاید دن یا رات کے وقت آج کل بھی میاں عبدالعزیز مرحوم کا دوست جن تھا، جسکا میاں عبدالعزیز کو مطلق علم نہیں تھا، رات کو جب کھیلتے کھیلتے دیر ہو گئی تو وہ بھی رات گزارنے کے لئے میاں صاحب کے گھر آ گیا، غلطی سے باہر کا دروازہ کھلا رہ گیا تیز ہوا کا جھونکا آیا دروازہ چوپٹ کھل گیا، میاں صاحب اور دوست دونوں ایک دوسرے سے دروازہ بند کرنے کیلئے کہنے لگے مگر کوئی نہ اٹھتا تھا۔ دوست نے کہا: اچھا بھئی عبدالعزیز! تم آنکھیں بند کرو میں دروازہ بند کر دیتا ہوں، میاں عبدالعزیز صاحب کو زیادہ تجسس ہوا کہ ماجرا کیا ہے۔ یہ ادھ کھلی آنکھوں سے دیکھنے لگے کہ اس نے آنکھیں کیوں بند کروائی ہیں۔ بہر حال اس دوست نے چارپائی سے بازو باہر نکال کر اسے لمبا کرنا شروع کیا اور لمبا کرتا گیا تا آنکہ دروازے کی کنڈی لگا دی دروازہ ان کی چارپائی سے کوئی پندرہ بیس فٹ کے فاصلے پر تھا، اگلے دن صبح عبدالعزیز جو کلاس میں نہ پہنچے تو استاد محترم حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ کو واقعہ کا پتہ چلا آپ بعد میں پتہ کرنے کیلئے ان کے گھر تشریف لے گئے دیکھا تو عبدالعزیز کی حالت یوں تھی جیسے چنے بھن رہے ہوں۔ یعنی شدید بخار تھا حضرت نے پوری بات سنی اور ساتھی کو بلایا اور اس سے کہا جب تک تمہارا پتہ نہ چلا اور بات تھی لیکن اب تمہارا پتہ چل گیا ہے یہ لڑکے پڑھ نہیں سکیں گے چنانچہ سمجھا بجھا کر اسے فارغ کر دیا۔ وہ جاتے ہوئے اپنے دوست عبدالعزیز کو چاقو کا تحفہ دے گیا خبر نہیں اس میں کیا خوبی تھی مگر اتفاق سے وہ موصوف سے گم ہو گیا۔ جس کا میاں عبدالعزیز صاحب کو قلق رہا۔

ولی کامل کی کرامت اور پادری کا انجام:۔ (کرامت،٧١) بندہ ایک مرتبہ گجرات جانے کیلئے بس کے انتظار میں سوہدرہ موڑ پر کھڑا تھا وہیں چوہدری عبداللہ نمبردار تلواڑہ بھی بس کے انتظار میں کھڑے تھے، ان کی عمر نوے برس تھی البتہ چاق و چوبند تھے اور صحت اچھی تھی

۔حافظہ مضبوط تھا وہ مجھے دیکھ کر میرے قریب آگئے اور بڑے احترام ومحبت سے ملے۔ اور انہوں نے ہمارے بزرگوں کا سلسلہ چھیڑ دیا اور ایک کرامت حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ کی بیان کی اور یوں بات شروع کی کہ ایک مرتبہ وزیر آباد میں ایک عیسائی پادری آگیا وہ لوگوں کو عجیب باتیں بتاتا اور عجیب وغریب شعبدے دکھاتا تھا اور کہتا تھا کہ میرا مقابلہ مسلمانوں میں کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی ہے تو سامنے آئے اور جیسے میں کام کرتا ہوں کر کے دکھائے۔ اسلام کمزور مذہب ہے، عیسائیت طاقتور مذہب ہے، اسلام کے پرستاروں کو عیسائیوں کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں ہے۔ اگر ہے تو میرے مد مقابل آئے۔ وہ کئی روز وزیر آباد ٹھہرا رہا۔ مگر کوئی شخص اس کے مد مقابل آنے کی ہمت نہیں رکھتا تھا۔ لوگ سوہدرے حضرت موصوف کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قصہ بیان کیا آپ تشریف لے آئے اور اس سے ملے اس نے اپنا رعب جمانے کے لئے آپ کے سامنے ہوا میں اڑنا شروع کر دیا۔ حضرت صاحب نے اپنا جوتا اتار کر اس کے پیچھے پھینک دیا۔ اب جوتا پہنچ کر اس کے سر پر برسنا شروع ہو گیا جوتا تڑ تڑ برسنے لگا مگر وہ نیچے نہیں آرہا تھا کیونکہ حضرت رحمہ اللہ نے اسے فضا ہی میں باندھ رکھا تھا لگا منتیں، سماجتیں کرنے۔ یہ منظر دیکھ کر حاضرین کا دل ٹھنڈا ہو گیا آخر حضرت نے اسے واپس بلا لیا اس طرح اسلام کو غلبہ نصیب ہوا اور عیسائی دم دبا کر وہاں سے نکل کھڑا ہوا اور یوں حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ کی عظمت وبزرگی کا سکہ پورے علاقے میں دور دور تک بیٹھ گیا۔

آپ کی سرزنش کی تاثیر:۔ (کرامت،۷۲) حضرت والد گرامی سے پروفیسر حکیم عنایت اللہ نسیم سوہدروی مرحوم نے یہ بات کئی بار فخر یہ بیان کی کہ حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ کے جوتوں نے مجھے سیدھا کر دیا۔ یعنی میری زندگی سنوار دی۔

حکیم نسیم صاحب مرحوم نے بیان کیا ہمیں زمانہ بچپن میں والدین کی جانب سے یہ حکم تھا کہ سکول جاتے ہوئے راستے میں حضرت مولانا ربانی المعروف حضرت جی صاحب کو سلام کر کے جایا کرو۔ ایک دن میں سلام کرنے کے لئے حاضر خدمت ہوا اس دن میں نے انگریزی حجامت بنوائی تھی آپ رحمہ اللہ نے مجھے دیکھ کر بالوں سے پکڑ کر دو تین جوتے جڑ دیئے کہ انگریز بن گئے ہو؟ حکیم صاحب اکثر فرمایا کرتے تھے کہ حضرت صاحب کی اس سختی نے میری کایا پلٹ دی اور میری زندگی بنا دی۔

سوہدرہ کی ککے زئی قوم آپ کی بہت گرویدہ تھی مگر ان میں جاہلانہ اور مشرکانہ رسومات ابھی باقی تھیں، ملک رضا کے والد ماجد ملک محمد عارف مرحوم نے خود مجھے بتایا کہ دارہ ککے زئیاں میں پیپل کے درختوں کے نیچے دو قبریں تھیں، لوگ ان سے استمداد کرتے تھے، آپ نے وہ قبریں تڑوا دیں اور ان کا نام ونشان تک مٹا دیا تاکہ نہ رہے بانس نہ بجے بانسری یعنی اپنے جد اعلیٰ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سنت کو زندہ کر دیا اور آپ کے اس جرأت مندانہ اقدام کے سامنے کسی کو "چوں" کرنے کی بھی جرأت نہ ہوئی جس کے نتیجے میں شرک وبدعت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور ساری قوم اللہ کی رحمت سے موحد بن گئی اور وہ لوگ آج تک حضرت مرحوم اور ان کی اولاد کے احسان مند ہیں کیونکہ توحید کا مشن ان کے بعد ان کی اولاد نے جاری رکھا جو بحمد اللہ اولاد در اولاد آج تک جاری ہے۔ لوگ اس خاندان کو عزت وقدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

بارش نے جل تھل کر دیا:۔ (کرامت،۷۳) ملک محمد یوسف ٹھیکیدار بیان کرتے ہیں: ایک دفعہ کی بات ہے سوہدرہ میں بارش نہیں ہو رہی تھی لوگوں نے حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ سے استدعا کی کہ حضرت! بہت تکلیف دپریشانی ہے براہ کرم بارش کیلئے دعا فرمائیں۔ آپ لوگوں کو لے کر باہر چلے گئے اور بطریق مسنون نماز استسقیٰ ادا کی۔ اللہ کی قدرت! اسی دوران بادل اُمڈ آئے بارش برسنا شروع ہو گئی اور نمازی بھیگتے ہوئے گھروں تک پہنچے۔

اپنے خاص بندوں کی جلدی سنتا ہے:۔ زندہ بزرگ سے دعا کروانا کوئی منع نہیں اور اللہ تعالیٰ اکثر ان کی دعا کو جلد ہی قبول کر لیتا ہے بلکہ بعض اوقات فوراً قبول ہو جاتی ہے وہ مالک ہے اور ذرے ذرے پر قادر مطلق ہے وہ چاہے تو اسی وقت قبول کر لے نہ چاہے تو دس دس، بیس بیس سال، بلکہ زندگی بھر قبول نہ کرے۔ اس کیلئے کوئی کام مشکل نہیں۔

﴿۱۳﴾ کرامات حضرت مولانا عبدالحمید سوہدروی رحمہ اللہ

دعا کی برکت:۔ (کرامت،۲۴۷) حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ہونہار بیٹا عطا فرمایا۔ جس کا نام عبدالحمید تھا، بیٹا جب سن شعور کو پہنچا تو اس نے بحکم والد گرامی استاد پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی رحمہ اللہ کے مدرسہ میں داخلہ لے لیا۔ مولانا عبدالحمید صاحب نے خوب محنت سے دل لگا کر اکتساب علم کیا۔ حضرت الاستاذ نے آپ کا تقویٰ اور ذوق دیکھ کر آپ کو اپنی دامادی میں لے لیا، آپ کے علم وتقویٰ کا دور دور تک شہرہ تھا۔ آپ کی دعا اور دم میں کافی تاثیر تھی اور آپ کی علمی قابلیت مسلم تھی، ماشاءاللہ حضرت حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی رحمہ اللہ کی بیٹی سے آپ کی شادی ہوئی آپ جوان ہی تھے کہ بیمار ہو گئے اور بیمار رہنے لگے، بہت علاج کروایا۔ مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔

آپ خود بھی صحت کیلئے دعائیں کرنے لگے اور والد گرامی بھی کرنے لگے اب اللہ کی قدرت دیکھئے دونوں اہل اللہ تھے مستجاب الدعوات تھے مگر دعا قبول نہیں ہو رہی۔ بات وہی ہے کہ ولی کا کام دعا کرنا ہے آگے اللہ کی مرضی ہے وہ قبول کرے یا نہ کرے اس پر کسی کا زور نہیں۔

اب دونوں نے یہ دعا کی۔

◆

”بارالہا! یہ زندگی ہم دنیا کیلئے نہیں مانگ رہے دین کی خدمت واشاعت کے لئے مانگ رہے ہیں۔ اگر تیرا فیصلہ بلانے کا ہے تو کوئی مار نہیں سکتا۔ اے اللہ! نیک بیٹا عطا فرما جو کھل کر توحید وسنت کی تبلیغ واشاعت کرے۔ اے اللہ! تو دعاؤں کو سننے والا ہے۔

رب تعالیٰ نے مولانا عبدالحمید سوہدروی رحمہ اللہ کو ایک بیٹا عطا فرمایا۔ جس کا نام عبدالحکیم رکھا پھر دوسرا بیٹا عطا فرمایا اس کا نام عبدالمجید رکھا پھر جوانی میں ہی بوڑھے باپ کے سامنے جوان بیٹا اس دنیائے فانی کو چھوڑ کر جنت الفردوس کو سدھار گیا ”انا للہ وانا الیہ راجعون“۔

اللہ کی قدرت دیکھئے کہ کچھ عرصے بعد عبدالحکیم بھی چل بسا یہ حافظ قرآن تھے اور ٹھیک ٹھاک جوان تھے، اب مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ نے اپنے پوتے عبدالمجید کی تعلیم وتربیت کا خود انتظام کیا۔ پہلے وزیر آباد پھر سیالکوٹ بھیجا اور یہ قلیل مدت میں زیور علم سے آراستہ ہو کر لوٹے۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا عبدالمجید صاحب کو جن کی وجہ سے سوہدرہ پاک وہند میں مشہور ہوا بڑی اصلاحیتوں سے نوازا۔ اور انہوں نے کم عمری میں خداداد صلاحیتوں کی بدولت بہت ترقی کی ایسی ترقی کی کہ جس کی مثالیں بہت کمیاب ہیں۔ بڑا قوی حافظہ پایا، آپ نے جگہ جگہ توحید وسنت کے ڈنکے بجائے، خدمت اسلام اور خدمت عوام کر کے اپنا نام پیدا کیا۔ ”مسلمان“ ”جریدہ اہلحدیث“ اور ”طبی میگزین“ تین رسائل جاری کئے۔ اسلامی وطبی پچاس کے لگ بھگ کتابیں لکھیں اور ملک وقوم کی بیش از بیش خدمت کی۔ مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کی سوانح حیات الگ مرتب ہو رہی ہے تفصیل وہاں بیان ہو گی۔ فی الحال یہ بتانا ہے کہ اللہ نے اپنے ولی حضرت مولانا عبدالحمید سوہدروی رحمہ اللہ کی دعا کو قبول فرمایا اور عبدالمجید جیسا صالح، متقی اور بلند بخت بیٹا عطا فرمایا۔ جس نے آگے چل کر پورے علاقے کا نام ہی پورے ملک میں روشن کر دیا۔

﴿۱۴﴾ کرامات حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ

حضرت مولانا حکیم عبدالمجید سوہدروی کا خاندان اپنی علمی، دینی، ادبی، تاریخی، سوانحی، تبلیغی، طبی اور روحانی خدمات کے لحاظ سے ایک مقام رکھتا ہے آپ کا نسبی تعلق سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہے، کتاب ”تذکرہ بزرگان علوی سوہدرہ“ میں اس کی تفصیلات دیکھی جاسکتی ہے، اس خاندان کے اور زیادہ تفصیلی حالات جاننے کے لئے ”تذکرۃ النبلاء فی ترجمۃ العلماء“ و ”دودمان علوی کا درخشندہ ستارا“ کا مطالعہ فرمائیں وہاں آپ کو بہت سے معلوماتی، حقیقت افروز اور چشم کشا حالات ملیں گے۔ حضرت مولانا غلام نبی الربانی رحمہ اللہ کا ذکر ”نزہۃ الخواطر“ اور ایسی دو ایک اور کتب میں بھی ہے فی الحال موضوع کی مناسبت سے حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کی چند کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے آپ کی چند کرامات ملاحظہ فرمائیے:

پودوں سے ذکر الٰہی کی آواز:۔ (کرامت، ۷۵) ایک مرتبہ موضع نہالو چک تحصیل ڈسکہ میں چند احباب سے بغرض ملاقات جانا ہوا ۔ وہاں محمد صدیق صاحب سے میری ملاقات ہوئی محمد صدیق صاحب کی تکواڑہ میں بھی رشتہ داری ہے ۔ ایک مرتبہ جماعت کی دعوت پر میں اور دو ایک اور علماء مثلاً مولانا حافظ عبدالستار حامد، مولانا عبدالرحمٰن سلفی اور مولانا محمد الیاس ثانی ان کے گاؤں میں بغرض تبلیغ گئے ۔ اس وقت پورے گاؤں میں ایک ہی مسجد تھی ۔ بہر حال وہاں اہلحدیث، بریلوی، شیعہ بھی آئے ہوئے تھے ۔ اچھی رونق تھی خوب جلسہ ہوا جس کا گاؤں پر اچھا اثر پڑا ۔ کسی نیک دل خاتون نے مسجد اہلحدیث کے لئے زمین دے دی ۔ الحمدللہ اس گاؤں میں اب اہلحدیث مسجد بن چکی ہے جو ماشاءاللہ انہی محمد صدیق اور مولوی ریاض صاحب اور ان کے مخلص ساتھیوں کی مساعی سے آباد ہے ہم پچھلے دنوں وہاں جلسہ بھی کر آئے ہیں، میں بھی حاضر ہوا تھا مولانا حافظ عبدالستار حامد صاحب بھی تشریف لائے تھے، ماشاءاللہ امید افزاء رونق تھی اور جلسہ کامیاب رہا انہی محمد صدیق صاحب کا بیان ہے کہ مجھے حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کی عام مجلس اختیار کرنے کا شرف حاصل رہا ۔ حضرت سوہدروی کی زرعی اراضی جو تقریباً ایک مربع پر مشتمل تھی، سوہدرہ سے جانب شمال تقریباً نصف میل کے فاصلے پر تھی، اس میں خوبصورت اور سرسبز باغ تھا، میں وہاں عصر کے بعد کئی مرتبہ آپ کے ساتھ گیا، آپ جاتے اور آتے بڑی عالمانہ اور حکیمانہ باتیں بتایا کرتے تھے، ایک دن ذکر الٰہی کی بات ہو رہی تھی آپ فرمانے لگے: ہر چیز اللہ کا ذکر کرتی ہے، میں نے کہا کیا یہ گھاس اور پودے بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! یہ بھی اللہ کا ذکر کرتے ہیں میں کچھ حیران ہوا ۔ ساتھ ہی مکئی کا کھیت تھا ۔ فرمانے لگے: کانوں پر ہاتھ رکھو اب ہٹا دو محمد صدیق صاحب کا بیان ہے جب میں نے ادھر دھیان کیا تو ہر پودے سے ذکر الٰہی کی آواز آ رہی تھی جو خود میں نے اپنے کانوں سے سنی ۔

حیران کن واقعہ:۔ (کرامت، ۷۶) ایک مرتبہ دلاور سے ہمارے کچھ عزیز سوہدرے آئے ہم اپنے باغ میں سیر کیلئے گئے اعزہ کی ایک بچی اصرار کرنے لگی میں نے امرود لینا ہے مگر امرود کا پھل ختم ہو چکا تھا کیونکہ باغ آؤٹ آف سیزن ہو چکا تھا ۔ بچی یعنی اپنی نواسی کو بضد دیکھ کر انہوں نے اپنا دست مبارک درخت کی طرف کر کے جیسے کوئی پھل توڑتا ہے پیچھے کیا تو ان کے بابرکت ہاتھ میں موٹا تازہ پکا ہوا امرود تھا یہ ماجرا میں نے خود دیکھا اور حیران تھا اور اب بھی حیران ہوں کہ وہ امرود کہاں سے آ گیا؟

وظائف کی تاثیر:۔ (کرامت، ۷۷) ملک محمد اشرف صاحب سوہدروی رحمہ اللہ انسپکٹر پولیس حیدر آباد کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے ایک مہوکا نما پھنسی نکل آئی جس سے آرام نہ آتا تھا ۔ میں نے اپنے استاد محترم حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ سے اس کا ذکر کیا آپ نے ایک وظیفہ بتایا وہ پڑھ کر پھونک مار کر ہاتھ کو اس پر مل دیتا تھا اللہ کی قدرت وہ مہینوں کی پھنسی دنوں میں غائب ہو گئی ۔

ملک صاحب موصوف نے دو تین اور وظائف بتائے جو مختلف مقاصد کے لئے حضرت نے ارشاد فرمائے تھے ۔ آپ نے جس مقصد کے لئے جو وظیفہ بتایا الحمدللہ اس کے پڑھنے سے وہ مقصد پورا ہو جاتا ۔ اور موصوف کہتے ہیں میں آج تک وہ وظائف کر رہا ہوں اور آج تک میرے مقاصد پورے ہو رہے ہیں ان وظائف کا بفضلہٖ ''دودمان علوی کا درخشندہ ستارا'' میں ذکر کریں گے ۔

اولاد کی بہار:۔ (کرامت، ۷۸) آپ کے علم و فضل اور روحانیت کے نزدیک و دور عام چرچے تھے ۔ محمد اقبال علوی سوہدروی رحمہ اللہ کے والد محمد حسین کا بیان ہے کہ میرے ہاں اولاد نہیں ہوتی تھی اگر پیدا ہوتی تو فوت ہو جاتی تھی، بہتیرا علاج کروایا مگر فائدہ نہ ہوا، ایک بار میں نے حضرت مولانا عبدالمجید رحمہ اللہ سے ذکر کیا ۔ آپ نے اہلیہ کے کھانے کے لئے گولیاں دیں اور کچھ دم کر کے دیا اللہ کی شان اسی سال بیٹی پیدا ہوئی اگلے سال پھر بیٹی پیدا ہوئی اس کے بعد پھر بیٹا ہوا، اب ماشاءاللہ تینوں جوان اور شادی شدہ ہیں ۔

اہل اللہ کی روح پرور محفل:۔ (کرامت، ۷۹) ملک محمد یوسف صاحب ٹھیکیدار (آف سوہدرہ) کا بیان ہے ۔ میں ملتان میں ٹھیکیداری کرتا تھا کہ حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ ملتان اہلحدیث کانفرنس میں شرکت کے لئے تشریف لائے ۔ میں ملاقات کے لئے حاضر خدمت ہوا آپ علماء کے جھرمٹ میں بیٹھے ہوئے تھے، متعدد علماء و فضلاء آپ کے پاس باادب بیٹھے ہوئے مختلف مسائل اور

موضوعات پر تبادلہ خیال کررہے تھے، میں آپ سے ملا آپ بڑی محبت سے پیش آئے، میں نے آپ کو اگلے روز صبح ناشتہ کی دعوت دی، آپ تشریف لے آئے، میرے پاس تیس چالیس مزدور کام کرتے تھے وہ سبھی اوڈ قوم کے اہلحدیث تھے۔ مولانا کو تشریف فرما دیکھ کر وہ سب آپ کی زیارت کیلئے آپ کے قریب جمع ہوگئے، ان میں کوئی دم کروانے لگا، کوئی وظیفہ پوچھنے لگا، کوئی پانی لے کر آگیا کہ اس میں پھونک ماردیں۔ حضرت مولانا ہرگز پریشان نہ ہوئے۔ آپ ہر ایک کا مطالبہ پورا فرماتے رہے، ہم سب لوگوں کو حضرت مولانا کی تشریف آوری سے بہت خوشی ہوئی اور آپ کی مجلس میں بیٹھ کر بہت سکون ملا اور جی چاہتا تھا کہ آپ دیر تک ہمارے درمیان بیٹھے رہیں، مگر آپ پھر زیادہ دیر نہ بیٹھے اور میرے کام کا حرج دیکھ کر اجازت لے کر جلدی ہی تشریف لے گئے۔

یہ ہے اولیاء کی مجلس کی برکت کہ اس میں بیٹھ کر خوشی ہوتی ہے سکون ملتا ہے اگر آج بھی ایسی مجالس کہیں مل جائیں تو انہیں بہت بڑی سعادت سمجھنا چاہیے۔

دیگر مسالک پر دم کی برکت:۔ (کرامت ۸۰) میاں محمد اکبر صاحب مہاجر کو کمر اور ٹانگ میں درد رہتا تھا کہیں سے آرام نہ آیا موصوف چند ہی روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے دم کیا اللہ نے شفا دے دی، یہ خاندان دیوبندی تھا مگر مولانا کا گرویدہ تھا اور نماز پنجگانہ اور جمعہ یہیں ادا کرتا تھا۔

آسیب کا کھوج لگالیا:۔ (کرامت ۸۱) ایک مرتبہ یہی محمد اکبر صاحب کسی عزیز کو حضرت کی خدمت میں لے آئے کہ یہ شخص بیمار رہتا ہے، ڈاکٹر کہتے ہیں اسے کوئی مرض نہیں، شبہ ہے کہ اسے آسیب ہے، بہت سے عاملوں کے پاس گئے ہیں لیکن حقیقت حال کا پتہ نہیں چل رہا، اس کے مرض کا انکشاف نہیں ہورہا، میں چشم دید گواہ ہوں حضرت المحترم نے کاپی سے ایک کاغذ کا پرزہ نکالا جس پر کچھ لکھا ہوا تھا کہا اسے پڑھتے جاؤ اس نے کہا مجھے پڑھنا نہیں آتا فرمایا اسے دیکھتے رہو، وہ دیکھنے لگا دومنٹ بھی نہیں گزرے تھے کہ جن حاضر ہوگیا فرمایا! لے جاؤ اسے آسیب کی شکایت ہے۔ جس بیماری یا عارضے کا ڈاکٹروں اور عاملوں کو پتہ نہیں چل سکا آپ نے اس کا چند منٹوں میں کھوج لگالیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ پر بڑی مہربانی فرمارکھی تھی۔

آپ کو دست شفا ملا تھا:۔ (کرامت ۸۲) آپ کا قیام جب لاہور اچھرہ میں تھا اور وہاں مسجد شاہ چراغ میں خطیب تھے۔ تو وہیں بریلوی مکتب فکر کے مشہور مبلغ ومناظر مولانا محمد عمر اچھروی رحمہ اللہ رہتے تھے یہ مولانا اچھروی رحمہ اللہ اپنے مسلک کے قد آور عالم تھے۔ دوسری جانب حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ اہلحدیث مسلک کے شہرہ آفاق خطیب اور اپنے مذہب کے مشہور عالم اور واعظ تھے، دونوں میں نوک جھونک ہونے کے باوجود اچھے روابط تھے، ایک مرتبہ مولانا اچھروی رحمہ اللہ، حضرت سوہدروی رحمہ اللہ کے پاس تشریف لائے حضرت سوہدروی نے فرمایا بھائی! بتاؤ یہاں کتنا اچھا ملتے ہو مگر اسٹیج پر ہمیں گالیاں دیتے ہو ہم نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟ مولانا اچھروی رحمہ اللہ کھسیانے سے ہوکر مسکرادیئے کہنے لگے: وہ باتیں پھر کسی وقت کرلیں گے اب آپ کے پاس آنے کا ایک مقصد ہے کہ طبیعت میں کچھ تھکن سی رہتی ہے کوئی جسمانی تکلیف بھی نہیں ہے بعض نے کہا ہے شاید آسیب ہی نہ ہو بس جو کچھ بھی ہو کھوج لگا کر میرا علاج کریں۔ حضرت سوہدروی کی طبیعت میں طنز وظرافت پائی جاتی تھی کہنے لگے: بھائی اچھروی صاحب! آسیب کا علاج نرمی سے بھی ہوتا ہے اور سختی سے بھی، بتایئے! آپ کیلئے کون سا طریقہ کار اختیار کیا جائے؟ مولانا اچھروی رحمہ اللہ صاحب مسکرا کر کہنے لگے۔ حضرت صاحب! ایک مریض حاضر ہوگیا ہے اب آپ جس طرح چاہتے ہوں علاج کریں بس علاج ہونا چاہیے۔

یہاں بتانا یہ مقصود ہے کہ آپ کو رب کی جانب سے دست شفا نصیب ہوا تھا۔ آپ جس مریض کو ہاتھ ڈالتے وہ جسمانی ہو یا روحانی اللہ کے فضل سے اکثر شفایاب ہوجاتا اور بغرض علاج آپ کے پاس ہر فرقے اور ہر لائن کے آدمی آتے آپ نے چہرے پر کبھی شکن نہ ڈالی اور ہر ایک کا بڑے خلوص اور خندہ پیشانی سے علاج کرتے۔

ایک دن آیا کہ آپ خود بیمار ہوگئے اور اس بیماری کی صحیح تشخیص نہ ہوسکی، نہ صحیح علاج ہوسکا، یہ واقعہ زندگی کے آخری سال پیش آیا بالآخر آپ اس ناپائیدار زندگی کو چھوڑ کر عالم باقی کو سدھار گئے۔

جنات مقتدی اور شاگرد:۔ (کرامت،۸۳) میں ایک بار حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کے منجھلے صاحبزادے حافظ عبدالوحید صاحب کے ساتھ موضع نہالو چک تحصیل وزیرآباد گیا۔ محترم حافظ عبدالوحید صاحب کو وہاں بلایا گیا تھا کسی خاتون کو جنات کی شکایت تھی گھر والوں کے مطابق آسیب زدہ خاتون کے جن نے حافظ صاحب موصوف کو یاد کیا کہ انہیں لائیں پھر میں اس خاتون کو چھوڑ دوں گا چنانچہ میں بھی موصوف کے ساتھ گیا ہم وہاں پہنچے اس خاتون میں جن تھا، اس کے جن سے بڑی باتیں ہوئیں، اس نے باتوں میں یہ بھی بتایا کہ ہمارے چھوٹے بڑے سب آپ کو جانتے ہیں اور وہاں آپ کی مسجد میں جمعہ ادا کرتے ہیں اور کچھ وہاں قرآن بھی پڑھتے ہیں، ہمارے افراد حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ سے بہت مرعوب ہیں اور ان کا بہت احترام کرتے ہیں۔

پانچ ہزار جنات کی ضیافت:۔ (کرامت،۸۴) ایک بار آپ نے برسرِ منبر کہا کہ جن بھی انسان کی طرح ایک مخلوق ہے جس میں انسانوں کی طرح اچھے برے دونوں قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ میں اس جمعہ میں موجود تھا، ایک پڑھے لکھے آدمی نے جنات کے وجود میں تذبذب کا اظہار کیا۔ آپ نے فرمایا! جب قرآن وحدیث میں جنات کا تذکرہ موجود ہے تو ان کا انکار کیونکر کیا جاسکتا ہے؟ اگر آپ جنات کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہوں تو میں ایک تہہ میں اپنا رقعہ دے کر آپ کو بھیجتا ہوں، وہاں پانچ ہزار اہلحدیث جنات آپ کی ضیافت اور خاطر مدارت کریں گے پھر جب آپ انہیں آنکھوں سے دیکھ لیں گے، تو آپ کو جنات کے وجود میں کوئی شبہ نہیں رہے گا۔ یہ بات کرنے کے بعد حضرت مرحوم نے اس آدمی سے فرمایا! کیا خیال ہے؟ جنات کی ملاقات کے لئے تیار ہیں؟ وہ کہنے لگا رہنے دیجئے، اسی طرح ہی مانتا ہوں۔

زبان کی تاثیر:۔ (کرامت،۸۵) اللہ تعالیٰ نے آپ کو نہ صرف زبان وبیان پر قدرت عطا فرما رکھی تھی بلکہ زبان کو بلا کی تاثیر ودیعت فرما رکھی تھی۔ سوہدرہ کے میاں غلام محمد ہرکارہ بہت نیک طینت بزرگ تھے، آپ اکثر بتایا کرتے تھے کہ میں کٹر بریلوی تھا، اہلحدیث کا نام سننا بھی گوارا نہ کرتا تھا۔ میں نے جامع مسجد ککے زئیاں میں حضرت مولانا عبدالمجید رحمہ اللہ کا ایک ہی خطاب سنا کہ اہلحدیث ہوگیا اور میرے اہلحدیث ہونے سے میرا پورا خاندان اہلحدیث ہوگیا اس تقریر میں آپ نے رسول اکرم ﷺ کا مقام اور فضائل بیان فرمائے تھے اور بقول میاں غلام محمد مرحوم کے اتنے بہترین انداز میں آنحضور ﷺ کے فضائل وکمالات میں نے کسی سے نہیں سنے تھے۔

میاں غلام محمد ہرکارہ کو میں نے دیکھا ہوا ہے بہت مخلص اور قرآن وسنت کے دالہ وشیدا اور حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کے نہایت گرویدہ تھے، آپ نے آپ کے بڑے صاحبزادے یعنی بندہ کے والد گرامی حضرت مولانا حافظ محمد یوسف رحمہ اللہ سے ''قرآن مجید'' اور ''مشکوٰۃ المصابیح'' پڑھی اور علم آنے سے پوری طرح آنکھیں کھل گئیں۔ آپ والد گرامی کا بہت ادب کرتے تھے بلکہ آپ حضرت سوہدروی رحمہ اللہ کے خاندان کے ایک ایک بچے کا احترام کرتے تھے کچھ عرصہ ہوا وفات پاچکے ہیں۔ لوگ انہیں بہت یاد کرتے ہیں، اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین!۔

دو جملوں سے کایا پلٹ گئی:۔ (کرامت،۸۶) ملک محمد بشیر (پان بوتل والے) بیان کرتے ہیں میں زمانہ جوانی میں دین سے دور اور پرلے درجے کا بے نمازی تھا۔ اور میرے والد حضرت مولانا عبدالمجید رحمہ اللہ کے حد درجہ ارادت کیش تھے۔ ایک دفعہ حضرت صاحب سے کہنے لگے: بشیر نماز نہیں پڑھتا، براہ کرم اسے نماز کی تلقین فرمائیں آپ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: بشیر! نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ پڑھا کرو نماز تو سردار جہاں کو بھی معاف نہیں تم کس کے بیچارے ہو؟ ملک محمد بشیر اس وقت ۶۵۔۷۰ کے پیٹے میں ہوں گے ان کا اپنا بیان ہے میں نے حضرت مولانا کی بات کا اتنا اثر لیا کہ اسی دن سے نماز شروع کردی وہ دن اور یہ دن میں نے آج تک ایک بھی نماز نہیں چھوڑی۔ "فالحمد لله علی ذالك"

یہی بات ملک محمد یوسف ٹھیکیدار اور دیگر سب لوگ کہتے ہیں کہ آپ کی زبان میں جادو کی تاثیر تھی۔ صاحب جلال وجبروت ہونے کے باوصف آپ کے گرد لوگوں کا جمگھٹا لگا رہتا تھا وہ آپ کی ذات کی کشش اور زبان کی تاثیر ہی کی وجہ سے تھا۔

زبان وبیان کی اعجاز آفرینی:۔ (کرامت،۸۷) سوہدرہ کے ایک بزرگ حاجی لال دین کشمیری مرحوم تھے۔ بہت نیک اور شریعت کے پابند تھے۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے۔ آپ حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہ اللہ کا مرید ہونے کے ناتے سے حضرت مولانا عبدالمجید

سوہدروی رحمہ اللہ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ حاجی صاحب موصوف کے بڑے صاحبزادے ماسٹر محمد یونس بٹ صاحب کا بیان ہے کہ موضع تاجو کے چیمہ تحصیل ڈسکہ میں چوہدری سلطان صاحب کے بیٹے عبدالعزیز کے عقیقہ پر اباجی کے ساتھ حضرت مولانا رحمہ اللہ کو بھی دعوت تھی۔ چوہدری صاحب جنہوں نے حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کو بلایا تھا وہ چونکہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کے مرید تھے، اس لئے انہوں نے حاجی لال دین صاحب کو پیر بھائی کے ناطے سے دعوت دی تھی۔ سارا گاؤں حنفی بریلوی احباب پر مشتمل تھا مگر وہاں مقرر واعظ حضرت سوہدروی تھے آپ منجھے ہوئے اور متبحر اہلحدیث عالم تھے۔ آپ نے بعد از نماز عشاء توحید وسنت مسلک اہلحدیث اور اصلاح معاشرہ پر ایسا شاندار، جاندار اور پرتاثیر خطاب فرمایا کہ ایک فرد بھی تاثر لیے بغیر نہ رہ سکا۔ آپ نے لوگوں کے اصرار پر صبح درس قرآن بھی دیا۔ جسے سب نے بڑے شوق اور انہماک سے سنا۔ اور ہر عقیدہ وخیال کا شخص آپ سے بہت متاثر ہوا۔ اور ہر شخص آپ کو آئندہ تشریف لانے کا کہہ رہا تھا۔

یقیناً یہ آپ کی کرامت تھی کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے زبان وبیان پر وہ قدرت عطا کر رکھی تھی کہ جسے سن کر دشمن بھی دوست بن جاتا تھا۔ سچ ہے "ان من البیان لسحرا" کہ بیشک بعض بیان جادوئی اثر رکھتے ہیں۔ آپ نے برصغیر پاک وہند میں ہزاروں تقریریں کیں برصغیر کا شاید ہی کوئی جلسہ ایسا ہو جس میں آپ شریک نہ ہوئے ہوں، ان میں ایک ۵۳ء کی ختم نبوت پر تقریر بھی ہے جسے سن کر مسلمان تڑپ اٹھے۔ وہ روح پرور منظر بندہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ سبحان اللہ۔

نگاہ کی حیرت انگیز تاثیر:۔ (کرامت، ۸۸) تقسیم ملک کے وقت، بہت سے مہاجرین سوہدرہ بھی آئے ان میں پہلوان لال دین بھی تھے۔ انہوں نے مین بازار چوک سوہدرہ میں پان شاپ بنائی۔ یہ صاحب آزاد منش اور ہر درجہ دین سے دور تھے۔ نماز، روزہ کی خبر ہی نہیں تھی ایک روز کی بات ہے کہ ماہ رمضان المبارک میں صبح دوکان میں بیٹھے تربوز کاٹنے لگے۔ کہ ان سمجھانے والوں کو دکھا کر ابھی کھاتا ہوں۔ آس پاس والے سمجھاتے رہتے تھے، اب بھی انہوں نے سمجھایا مگر ڈھاک کے وہی تین پات، پہلوان صاحب نے مطلق اثر نہ لیا۔ تربوز پکڑا اور چاقو اس میں پیوست کر دیا اسی اثناء میں سوہدرے کا بے تاج بادشاہ عقیدت مندوں کے جھرمٹ میں سامنے سے آ رہا۔ پہلوان لال دین کی نظر سامنے تھے حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ محلہ ککے زئی میں معمول کے مطابق درس قرآن دے کر واپس تشریف لا رہے تھے۔ آپ نے بس ایک نظر ادھر دیکھا نظریں چار ہوئیں بس کام ہو چکا تھا، چاقو تربوز پر چلنے کی بجائے لال دین کے نفس امارہ پر چل چکا تھا، ہاتھ ڈھیلا پڑ گیا۔ تربوز وہیں پڑا رہ گیا۔ لال دین کے دل ودماغ کے عروق وشرائیں میں ایمان وعقیدہ کی برقی رو جاری ہوگئی، وہ ہر شئے چھوڑ کر دیوانہ وار حضرت کے پیچھے ہولیا۔ مسجد پہنچ کر آپ کے قدموں میں گر پڑا اور کانپتے ہاتھوں کو جوڑ کر کہنے لگا: للہ! مجھے معاف کر دیجئے میں ہر گناہ سے توبہ کرتا ہوں آئندہ میں پوری زندگی آپ کے ارشاد کے مطابق گزاروں گا۔ چنانچہ آپ نے اتباع کتاب وسنت اور ادائیگی نماز کی تلقین کی اس دن سے لال دین واقعی لال دین یعنی دین کا لال بن گیا۔ حضرت کا دست راست بن گیا۔ اور زندگی بھر کوئی نماز نہیں چھوڑی۔ بلکہ نماز تہجد بھی شروع کر دی۔ حضرت سوہدروی کی مسجد کا دبنگ نمازی بلند آواز موذن اور حضرت موصوف کا سچا اور باوفا خادم بن گیا، اس کی اذان میں ایک کشش ہوتی تھی۔ اس کے بعد اسی چچا لال دین کو اللہ نے بیٹا دیا اس نے حضرت کی محبت وشیفتگی کی وجہ سے اس کا نام "عبدالمجید" رکھا ماشاءاللہ عبدالمجید سوہدروی بہت دین پسند، علم دوست اور پیکر شرافت واخلاص ہے۔ اور حضرت سوہدروی رحمہ اللہ کے پورے خاندان سے اسی طرح عقیدت رکھتا ہے جس طرح اس کے والد گرامی چچا لال دین عقیدت ومحبت رکھتے تھے۔ چچا لال دین کو رب نے بہت عزت وعظمت اور کاروبار میں برکت دی۔ آج بھی موصوف کی دوکان کا مین بازار سوہدرہ کی بہترین اور بارونق دوکانوں میں شمار ہوتا ہے۔ یقیناً یہ حضرت سوہدروی مرحوم کی خدمت اور دعا کا نتیجہ ہے۔ چچا لال دین آپ ہی سے نہیں آپ کے پورے خاندان کی حد درجہ عزت کرتا تھا۔ اور آپ کے خلاف کسی کی بات گوارا نہ کرتا تھا۔ اس کو منہ توڑ جواب دیتا تھا۔

ایک مرتبہ کسی نے آپ کے صاحبزادے حضرت حافظ محمد یوسف رحمہ اللہ کی شان میں کوئی غلط بات کی اور ناروا طریقہ اپنایا یہی لال دین

حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اسے قتل کر دوں؟ ایسے ہی دو اور آدمی بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہی پیشکش کی ان میں ایک امیر آدمی تھا اور ایک تانگے والا تھا مگر حضرت حافظ صاحب نے تینوں کو اس ناروا اقدام سے حکماً روک دیا۔ ”اللھم اغفرلہ وارفع درجاتہ امین یارب العالمین “۔

احسان عظیم:۔ (کرامت، ۸۹) ایک مرتبہ ہمارے ایک ہم جماعت اور دوست صوفی محمد شریف صاحب اپنی مسجد غربی سوہدرہ کی کھوئی (چھوٹا کنواں، جو چرخی کے ساتھ ہوتا ہے) سے چرخی کی مدد سے ڈول نکال رہے تھے کہ اچانک پاؤں پھسلا اور کھوئی میں جا گرے۔ پانی گہرا تھا۔ اس وقت مسجد میں کوئی آدمی نہیں تھا۔ مولانا عبدالمجید” اعلی اللہ مقامہ “ ساتھ دفتر میں کام کر رہے تھے۔ آپ کو جیسے کوئی اشارہ ہوا ہو باہر نکلے تو ڈول کو کھوئی میں لٹکا ہوا پایا، آگے ہو کر دیکھا تو صوفی صاحب اس میں گرے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا ڈول پر بیٹھ جاؤ، وہ بیٹھ گئے، آپ نے چرخی گھمانی شروع کی چنانچہ صوفی صاحب دیکھتے ہی دیکھتے باہر آ گئے حضرت صاحب کی اس نیکی سے صوفی صاحب کی جان بچ گئی، یہ کوئی ۴۲ سال پہلے کی بات ہے مگر صوفی صاحب اب تک مرحوم کا یہ احسان عظیم یاد کر کے انہیں دعائیں دیتے ہیں کہ شکر ہے حضرت صاحب بروقت تشریف لے آئے اور مجھ غریب کی جان بچ گئی۔

﴿۱۵﴾ کرامات مولانا حافظ محمد یوسف سوہدروی رحمہ اللہ

آپ کی انسانوں میں قدر: (کرامت، ۹۰) آپ حضرت مولانا عبدالمجید رحمہ اللہ کے سب سے بڑے بیٹے جو علم و حلم، اخلاص و وفا، زہد و تقویٰ، استقلال و استقامت، سادگی و متانت، وارفتگی قرآن و سنت اور حب رسول ﷺ میں اپنی مثال آپ تھے۔ حب رسول ﷺ کا یہ عالم تھا کہ آپ کا کوئی بھی قدم سنت نبوی ﷺ کے منافی نہیں ہوتا تھا اور آپ کے عقائد و اعمال میں اخلاص کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، نام و نمود اور دکھلاوے کا کوئی پتہ نہیں ہی تھا۔ اہل اللہ کے اوصاف اکل حلال، صدق مقال، دنیا سے بے رغبتی، عقبیٰ سے پیار، بے نفسی ”الحب للہ والبغض فی اللہ “ کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ زندگی بھر قرآن و حدیث کی لوجہ اللہ تعلیم دیتے رہے۔ ہر مکتب فکر آپ کو احترام و عقیدت کی نگاہ سے دیکھتا تھا بعض لوگ آپ کو حجتہ اللہ سمجھتے تھے، بریلوی مکتب کے لوگ آپ کو ولی کامل جانتے تھے اور بعض لوگ آپ کے روکنے کے باوجود آپ کے ہاتھ پاؤں چومتے، اور آپ کی ہر طرح سے خدمت بجالاتے تھے، کوئی پھل پیش کرتا، کوئی چائے، کوئی بوتل اور کوئی پاؤں دباتا۔ میں نے یہ سب مناظر اپنی آنکھوں سے دیکھے ہوئے ہیں، کبھی مستان شاہ کی طرف چلے جاتے تو اہل تشیع آپ کو آنکھوں پر بٹھاتے مگر آپ ان باتوں سے دور رہتے تھے اور زیادہ میل جول اور عزت افزائی کو پسند نہ کرتے۔ سوہدرہ اور بیلہ کے سب چوہدری، سب علماء، سب لوگ آپ کا احترام بجالاتے، چوہدری غلام قادر صاحب کو جب کبھی کہیں جانا ہوتا تو آپ کے پاؤں دبا کر جاتے۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح کام بن جاتا ہے۔ پتہ چلا ہے کہ آج کل یہ چوہدری صاحب آپ کی قبر کو مٹھی چاپی کر کے جاتے ہیں لیکن یہ غلو ہے بعض دیگر فرقوں کے لوگ وصیت کرتے کہ ہماری نماز جنازہ حضرت حافظ صاحب پڑھائیں۔ سوہدرہ اور تلونڈہ میں آپ کے سینکڑوں ہزاروں شاگرد ہیں۔ جو آپ کی بے حد قدر کرتے ہیں۔

بیلہ کے مولوی فیض احمد صاحب کا خیال تھا کہ آپ جب دعا کرتے تھے تو کام بن جاتا تھا چنانچہ یہ ان سے دعا کروا کے باہر جایا کرتے تھے ایسے اور بھی کافی لوگ ہیں یہ عزت و کرامت ہر کسی کو نہیں ملتی۔ اسی کو حق ہے جو رب کا ہو جاتا ہے۔

آپ کا جنوں میں احترام:۔ (کرامت، ۹۱) جن بھی آپ کی عزت کرتے تھے، ایک مرتبہ ملک غلام باری کی بیٹی کو جنوں کی شکایت ہو گئی۔ مولوی علم الدین صاحب، حکیم علی اصغر صاحب وغیرہ آئے مگر فرق نہ پڑا۔ جن نے بول کر کہا کہ حافظ محمد یوسف صاحب کو بلاؤں میں چلا جاؤں گا۔ چنانچہ اس نے آپ سے قرآن مجید کا کچھ حصہ پڑھنے کی فرمائش کی۔ اس نے آپ سے قرآن مجید سنا، پھر وہ نکل گیا۔

ایک مرتبہ لاہور ملکہ نور جہاں کے مزار کے قریب رہنے والا جن حضرت حافظ صاحب کی ملاقات و زیارت کیلئے آیا اور تقریباً وہ آدھا گھنٹہ تک موصوف سے بات چیت کرتا رہا۔ یہ تقسیم ملک کے وقت کی بات ہے یہ واقعہ آپ نے خود مجھے سنایا اور پوری گفتگو سنائی۔ یہ گفتگو

دوسری کتاب میں احاطہ تحریر میں آئے گی۔ (انشاء اللہ)

آپ سے کئی مرتبہ سیر کے دوران جنات ملاقات کرتے اور باقاعدہ السلام علیکم کہتے۔ یہ تینوں باتیں خود والد صاحب سے میں نے سنی ہیں، ایک مرتبہ آپ نے مجھ سے نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا کہ فلاں فلاں جگہ جنات رہتے ہیں اور اتنے اتنے رہتے ہیں لیکن وہ جنات آپ کا احترام بجالاتے تھے اور آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچاتے تھے۔

ایک عجیب واقعہ:۔ (کرامت،۹۲) ایک مرتبہ منگو کی ضلع شیخوپورہ سے محمد اسلم ولد مولوی امان اللہ سوہدرے آیا اور کہا کہ مجھے دو ایک سال سے جنات کا عارضہ ہے۔ تین جنات ہیں جو میرے ساتھ رہتے ہیں، اگرچہ وہ مجھے تکلیف نہیں دیتے مگر پھر بھی وہ دوسری مخلوق ہے آخر طبیعت پر بوجھ تو رہتا ہے۔ میں بہت گھوما پھرا ہوں مگر وہ مجھے نہیں چھوڑتے۔ اب آپ کے پاس آیا ہوں کیونکہ انہوں نے خود کہا ہے کہ سوہدرے کے حافظ محمد یوسف صاحب سے ملو وہ جس طرح فرمائیں گے ہم اس طرح ہی کریں گے۔ صبح کے وقت جب وہ آدمی آیا اس وقت میں بھی حضرت والد گرامی کے پاس بیٹھا تھا۔ آپ نے اپنی معذرت کی اور مجھے جانے کا کہا چنانچہ میں وہاں گیا لیکن الحمدللہ تین روز وہاں رہا تین روز اسے مطلق شکایت نہ ہوئی۔ وہاں کے لوگوں نے اسلم کی تصدیق کی اور بڑے بڑے عجیب اور حیران کن واقعات بتائے۔

دعا کی قبولیت، رزق کے غیبی اسباب:۔ (کرامت،۹۳) ایسے متعدد افراد ہیں کہ حضرت حافظ صاحب کی دعا کی برکت سے ان کے مسائل حل ہو گئے۔ بعض کو اولاد مل گئی، بعض کو دولت، بعض کو عزت، بعض کو ملازمت "علی ھذا القیاس" بہت سے لوگ نزدیک و دور سے اب ہمارے پاس آتے ہیں ہم وہی حضرت حافظ صاحب مرحوم کے بتائے اور سکھائے ہوئے وظائف استعمال میں لاتے ہیں رب تعالیٰ اکثر شفاء عطا فرما دیتا ہے۔

سوہدرے کے ایک ملک محمد یوسف ٹھیکیدار کی والدہ کا کہنا تھا جب بھی میں نے آپ سے دعا کروائی میرا مسئلہ حل ہو گیا۔ کراچی کے ملک ظفر صاحب کی والدہ مرحومہ کا بھی یہی خیال تھا کہ آپ کی دعا اثر رکھتی ہے، چنانچہ اللہ نے ان کی غربت ایسی ختم کر دی کہ لاکھوں کروڑوں میں کھیلنے لگے اور اللہ نے ان پر اپنے رزق کے دروازے کھول دیئے۔

آپ کی ایک کرامت:۔ (کرامت،۹۴) جب کبھی بارش نہ ہوتی اور قحط کا سماں ہوتا تو آپ نماز استسقاء ادا فرماتے۔ اللہ تعالیٰ اکثر اسی روز بارش نازل فرما دیتے۔ بہت دفعہ آپ کی دعا سے ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگتیں۔ بہت سے لوگ آپ کی والہانہ دعا کو دیکھ کر کہتے اب دعا عرش پر پہنچ چکی ہے۔ آپ کو بکثرت مسنون دعائیں یاد تھیں، اتنی دعائیں کم ہی کسی کو یاد ہوں گی، آپ بڑے سوز و گداز سے ان کو پڑھا کرتے تھے، آپ اکثر قنوت نازلہ پڑھتے تھے، آپ آخر عمر میں نحیف ہو چکے تھے مگر باوجود کمزوری کے جب آپ دعاؤں میں مصروف ہو جاتے تھے تو ذرا نہیں تھکتے تھے، لیکن آفرین آپ کے مقتدیوں پر وہ بھی آپ کی لمبی دعاؤں سے نہیں اکتاتے تھے۔ اور شوق سے پیچھے کھڑے رہتے تھے۔

نگاہ کی پاکیزگی:۔ آپ کی نظر کافی کمزور تھی مگر پھر بھی آپ ہمیشہ نظر جھکا کر رکھتے۔ آپ نے کبھی امرد (بغیر داڑھی کے بچے) اور عورت کو آنکھیں کھول کر نہیں دیکھا اور اس بات کا ہر فرد شاہد ہے، آپ کی اسی برس عمر تھی پوری زندگی آپ نے اس کی پابندی فرمائی جس طرح آپ بڑھاپے میں تھے جوانی میں بھی اسی طرح پاکباز تھے۔ اس بات کا پورا علاقہ شاہد ہے ایسی مثالیں آپ کو شاید ہی کہیں نظر آئیں۔

دعا میں تاثیر کے بنیادی اسباب:۔ (کرامت،۹۴) ایک مرتبہ کوئی عورت آپ کے مطب پر آپ سے دوا لینے آئی اور ساتھ ساتھ باتیں بھی کرتی جاتی، آپ خاموش رہے بالآخر عورت نے کہا شاید آپ نے مجھے نہیں پہچانا۔ آپ نے کہا: بی بی! جس شریعت کو ہم مانتے ہیں اس میں مرد کیلئے غیر محرم عورت کو دیکھنا حرام ہے جب میں تجھے دیکھتا ہی نہیں پہچان کیسے ہو سکتی ہے؟ تم نہ میرا وقت ضائع کرو نہ اپنا۔ دوا لو اور جا کر مریض کو کھلاؤ اللہ شفا دینے والا ہے اور یہاں بیٹھ کر اپنا وقت ضائع نہ کرو اور زیادہ بولنے سے احتیاط کیا کرو کیونکہ انسان جو بولتا ہے فرشتے لکھ لیتے ہیں۔

ایک ولی اللہ کیلئے ایمان اور تقویٰ بنیادی شرائط ہیں اور تقویٰ میں اکل حلال، صدق مقال، زہد، کم خوری، استغناء، دل و دماغ، نظر اور شہوت پر قابو پانا بنیادی اعمال ہیں۔ آپ کو حق تعالیٰ نے یہ سب اوصاف بدرجہ اتم ودیعت فرما رکھے تھے۔ یہی وجہ ہے جو آپ کی دعا اور دم جھاڑ میں اثر تھا۔

بندہ کو دو ایک بار جسمانی خارجی معمولی سی تکالیف کا احساس ہوا۔ میں نے حضرت والد گرامی سے دم کروایا اللہ نے اسی وقت شفاء عطا فرمادی۔ اور کمال یہ کہ وہ تکلیف تا امروز دوبارہ نہیں ہوئی۔ دوسرے آپ کے دم کی جو ٹھنڈک پہنچی اور سکون نصیب ہوا اس کا تصور بھی سکون بہم پہنچا دیتا ہے۔

جانور بھی بات مانتے تھے:۔ (کرامت،۹۵) بہت سے لوگ جانوروں کیلئے چارہ، آٹا وغیرہ دم کروانے آتے آپ دم کرکے دیتے، اللہ تعالیٰ جانوروں کو شفا دے دیتا۔ ٹکواڑے کا ایک شخص میرے پاس آیا وہ بیان کرنے لگا کہ میری گائے دودھ نہیں دے رہی تھی میں حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی گذارش پیش کی آپ نے فرمایا "اس کے کان میں میرا پیغام دینا کہ حافظ صاحب کہتے ہیں" اب دودھ دینا شروع کردے"۔ اس آدمی نے خود مجھ سے کہا: میں نے حضرت حافظ صاحب کی طرف سے گائے کے کان میں یہی پیغام دیا۔ چنانچہ اس نے دودھ دینا شروع کردیا۔ میں نے کہا سچ کہہ رہے ہو اس نے کہا: اللہ جانتا ہے سچ کہہ رہا ہوں۔

چند عجوبات:۔ (کرامت،۹۶) آپ نے جو حج کیا وہ بہت مخفی کیا۔ یعنی اس کی کسی کو کانوں کان خبر نہیں تھی جاتے اور آتے سوائے آپ کی گرامی قدر اہلیہ صاحبہ کے کسی کو پتہ نہ تھا میرا اندازہ ہے آپ کے ذی منزلت والد صاحب کو بھی پتہ نہیں تھا۔

اخفائے اعمال کا جذبہ:۔ جب ۱۹۵۱ء میں آپ حج پر گئے ان دنوں آب زم زم پر کوئی ٹیوب ویل نہیں تھا کنویں کا پانی جلد ختم ہو جاتا تھا، بہت سے لوگوں کو پانی ملتا تھا اور بہت سے لوگ محروم رہ جاتے تھے۔ مگر آپ کبھی محروم نہ رہے روزانہ آپ کو وافر پانی ملتا رہا۔

متبرک جگہ نماز کی چاہت:۔ آپ کی خواہش تھی کہ اللہ کرے کبھی خانہ کعبہ کے اندر نماز ادا کرنے کا موقع مل جائے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ خواہش بھی پوری فرمائی اور آپ کو خانہ کعبہ کے اندر نماز ادا کرنے کا موقع مل گیا۔ حالانکہ سب جانتے ہیں کہ اندر جانے کا بادشاہوں اور شہزادوں اور بڑے خاص قسم کے لوگوں کو ہی موقع ملتا ہے۔ کوئی دوسرا اندر جانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

لاڈلے ولی کا نرالا انداز:۔ (کرامت،۹۷) ایک مرتبہ وہیں بیت اللہ میں آپ کا تھیلہ گم ہو گیا جس میں علاوہ اور چیزوں کے آپ کا چشمہ بھی تھا وہ چشمہ اسپیشل بنوانا پڑتا تھا، کیونکہ حد سے زیادہ نظر کا کام کرکر کے نظر کافی کمزور ہو چکی تھی۔ وہ دو نمبروں کے شیشے پگلا کر تیار ہوتا تھا، اس چشمے کے گم ہونے سے آپ کو بہت پریشانی لاحق ہوئی، تلاش بسیار کے باوجود وہ تھیلہ آپ کو نہ ملا اور ایک طرف بیٹھ گئے کام نہ چلتا تھا، آپ نے محزون و مجبور حالت میں اللہ تعالیٰ سے مخاطب ہو کر کہا "اے احکم الحاکمین! اگر آپ سچے ہیں اور یہ بیت اللہ آپ کا گھر ہے تو میرا تھیلہ مجھے دلوا دیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان آپ نے بعد میں ادھر ادھر ہاتھ پھیرا تو تھیلہ آپ کے ہاتھ میں تھا کوئی اعتراض نہ کردے۔ دراصل یہ ایک رب کے دوست کا اپنے رب سے ناز کا انداز ہے۔

رب آپ کی خواہش کا خیال فرماتا:۔ (کرامت،۹۸) آپ نے بیان کیا۔ ایک بار میں اللہ کی مخلوق کو دیکھنے چڑیا گھر گیا جب مور کو دیکھا تو میرے دل میں خیال آیا کہ کب یہ اپنے پر کھول کر چلے تاکہ میں اسے اس حالت میں دیکھوں اللہ کی قدرت اسی وقت اس نے اپنے پر کھول دیئے۔ کئی بار ایسا ہوا ادھر خواہش کی ادھر اللہ تعالیٰ نے پوری فرمادی۔ اس طرح آپ کی دعا تھی۔ "اے اللہ! مجھے مقروض اور کسی کا محتاج نہ رکھنا"۔ چنانچہ آپ کی یہ دعا حرف بحرف پوری ہوئی اور آپ کو پوری زندگی کسی سے ایک روپے تک کا قرض نہ لینا پڑا نہ مالی طور پر کسی کے محتاج ہوئے۔

آپ اور قرآن:۔ (کرامت،۹۹) ملک بشیر صاحب کا بیان ہے، مسجد میں کوئی حافظ نہ تھا، آپ کے والد گرامی تراویح میں ہاتھ میں قرآن مجید پکڑ کر سنایا کرتے تھے۔ ایک بار ماہ رمضان المبارک سے چھ ماہ قبل آپ کے والد گرامی نے فرمایا: اگر تم حافظ قرآن ہو جاتے تو کتنی اچھی بات تھی یہ سن کر آپ نے قرآن حفظ کرنا شروع کردیا۔ اللہ کے فضل سے چھ ماہ میں قرآن مجید حفظ کرکے رمضان المبارک میں مصلیٰ سنا دیا۔

نماز سے محبت: (کرامت،۱۰۰) ملک محمد بشیر صاحب پان والے کہتے ہیں میں میو ہسپتال لاہور میں زیر علاج تھا میرا بھگندر کا آپریشن تھا۔ آپ بھی اسی ہسپتال میں داخل تھے اور دوسرے بستر پر صاحب فراش تھے، آپ کو گردوں کی تکلیف تھی، میں دل میں نماز کے

بارے میں غور کر رہا تھا کہ کیا کروں۔ میرا رجحان یہ ہو رہا تھا کہ ہسپتال سے فارغ ہونے کے بعد میں ساری نمازیں، اکٹھی پڑھ لوں گا وغیرہ۔ یہ میں سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت حافظ صاحب فرمانے لگے: بشیر بھائی! دیکھو نماز ہرگز ترک نہ کرنا، نہ مؤخر کرنا، جس طرح بھی ہو سکے ساتھ ساتھ یہ فریضہ ادا کرتے جانا، خواہ لیٹ کر پڑھ لو، خواہ اشارے سے پڑھ لو۔ بس! پڑھ ضرور لو۔ میں نے کہا: بہت بہتر چنانچہ میں ان کی ہدایت کے مطابق الحمدللہ سب نمازیں ادا کرتا رہا۔

آپ کو چند باتوں سے بہت پیار تھا بروقت اذان دینا، باجماعت نماز ادا کرنا، قرآن وحدیث کی تدریس اور اسلام کی دعوت تبلیغ کرنا آپ سب شاگردوں کو ان کی حفاظت کی تلقین فرماتے رہتے تھے فرمایا کرتے تھے جس مسجد میں یہ امور سرانجام دیئے جاتے ہوں سمجھ لو وہ صحیح طور پر آباد ہے۔ الحمدللہ یہ کام آپ کی بابرکت زندگی میں بھی ہوتے رہے اور آپ کے بعد بھی ہو رہے ہیں اللہ استقامت عطا فرمائے۔ (آمین)۔

علاقے کا سب سے بہتر نیک انسان:۔ (کرامت،۱۰۱) ملک نواب خان نوشہروی مرحوم بہت نیک دل انسان تھے ان کا بیان ہے کہ میں سوہدرہ کے سب سے بہتر اور سب سے نیک آدمی کا پتہ کرنا چاہتا تھا کہ کون ہے تا کہ اس نیک ترین انسان (یعنی ولی اللہ) سے گہرا رابطہ رکھوں اور اس کی مجلس اختیار کروں۔ لیکن کیسے پتہ کرو کیونکہ یہاں بڑے بڑے اچھے لوگ بستے تھے، مگر ہر ایک کے باطن اور صحیح مرتبہ کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے، کہتے ہیں: میں اسی فکر میں تھا کہ ایک شب میں نے خواب دیکھا کہ وسیع وعریض میدان ہے، بے شمار لوگ ہیں ایک جانب بہت بڑا اور اونچا اسٹیج لگا ہوا ہے اس پر سب سے نمایاں اور سب سے اونچی جگہ پر حضرۃ المحترم حافظ محمد یوسف صاحب سوہدروی رحمہ اللہ نظر آئے باقی سب نیچے اور اسٹیج کے آس پاس کھڑے تھے یہ پیارا خواب دیکھ کر میرے دل ودماغ کو سکون حاصل ہوا کیونکہ میرے سوال کا مجھے جواب مل چکا تھا۔ کہ شکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے بہتر انسان مجھے بتا اور دکھا دیا۔ چنانچہ ملک نواب دین صاحب نوشہروی مرحوم نے خوشی خوشی اپنا یہ خواب نہ صرف حضرت والد گرامی حضرت حافظ محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ کو بتایا بلکہ اپنے گھر میں بھی افراد خانہ سے اس کا ذکر کیا۔ ملک نواب دین صاحب نوشہروی کا یہ خواب مجھے محترمہ والدہ صاحبہ نے بھی بتایا اور موصوف کے بیٹے ملک محمد یوسف نوشہروی مرحوم نے بھی بتایا شاید یہی وجہ ہے کہ نوشہروی خاندان کو حضرت حافظ محمد یوسف صاحب سوہدروی سے والہانہ عقیدت تھی۔

تقویٰ و پاکیزگی: (کرامت،۱۰۲) آپ نے تکبیر اولیٰ کبھی ضائع نہ ہونے دی۔ ہمیشہ باجماعت نماز کا اہتمام کرتے بہت سے لوگوں کے کام آتے مگر آپ نے کسی سے نہ کوئی کام لیا نہ قرض آپ نے متعدد افراد کو قرض دیا مگر آپ کا ریکارڈ ہے آپ نے پوری زندگی کسی سے قرض نہیں لیا، ایک نوجوان کو تعلیم کیلئے رقم کی ضرورت پڑ گئی تھی، تھا وہ بہت غریب، آپ نے اس کا مالی ہاتھ بٹایا۔ آپ کی اعانت سے اس نے ایف اے کیا، پھر بی اے اور ایم اے کیا، پہلے لیکچرار رہا پھر پروفیسر بن گیا، اس نے دین ودنیا میں بہت ترقی کی۔

ایک اور شخص آیا کہ میں بہت غریب آدمی ہوں اگر مجھے آٹھ ہزار روپے مل جائیں تو میں فلاں قطعہ زمین خرید کر اس میں اپنا کام کر سکتا ہوں۔ آپ نے اسے یکمشت =/8000 روپے دے دیئے اور کہا تم مجھے ہر ماہ ایک سو روپیہ واپس کرتے جانا۔ اس وقت کا 100 آج کل کے ایک ہزار روپے سے زیادہ تھا، اس کی یہ جگہ اس وقت 3 لاکھ سے کم نہ ہوگی۔ پھر یہ کہ جن سے تعاون فرمایا ان سے آپ کو کوئی غرض نہ تھی اسے کہتے ہیں بے لوث تعاون، اس آدمی نے یہ بات مجھ سے کی اور کہا: آپ نے تاکید کی تھی کہ اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا اندازہ لگائیں یہ کتنا بڑا ایثار ہے۔ دور حاضر میں ایسی مثالیں آپ کو بہت کم نظر آئیں گی۔

پوری زندگی تدریس اور امامت وخطابت بلا معاوضہ کرتے رہے، اس سلسلے میں آپ نے نہ کبھی پیسے کا مطالبہ کیا نہ کبھی کسی سے امید رکھی۔ آپ اپنے والدین کے بہت خدمت گزار تھے، روزانہ بعد از نماز مغرب والد صاحب کو دبایا کرتے تھے۔ لکھائی پڑھائی ہو یا کچھ اور ان کا ہر کام تا آخر خوشی سے کرتے رہے۔ ایفائے عہد کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو آپ نے شہر وزیر آباد میں کسی شخص سے کسی کام کیلئے ملاقات کی دن اور وقت طے کیا مگر اللہ کی قدرت اس روز تیز بارش شروع ہو گئی، جوانی کا وقت تھا آپ نے بائیسکل لی اور تیز برستی بارش میں عین وقت پر اس کے پاس پہنچ

گئے۔ وہ منتظر شخص حیران رہ گیا کیونکہ ایسی مثال اس نے دیکھی ہی نہیں تھی۔

فقر انکساری سے رغبت:۔ اگر آپ چاہتے تو آپ کے اردگرد دولت کی ریل پیل ہوتی رہنے کیلئے بنگلہ ہوتا، سواری کیلئے گاڑی ہوتی، بازار میں دوکانیں، شہروں میں پلاٹ اور بیسیوں ایکڑ زرعی اراضی ہوتی۔ اور آگے پیچھے خادم وملازم بھاگتے نظر آتے، رئیسانہ ٹھاٹھ باٹھ ہوتی مگر آپ نے کسی ایک چیز کو بھی پسند نہ کیا۔ اور اگر پسند کیا تو فقر وانکسار کو پسند فرمایا کیونکہ یہی سنت شاہ کونین ﷺ ہے۔

کھانے میں احتیاط:۔ (کرامت،۱۰۳) آپ نے رزق حلال کا بہت خیال رکھا۔ حلال رزق کمایا اور اپنے اہل وعیال کو بھی حلال ہی کھلایا آپ بڑے اچھے طبیب تھے اور اپنے ہاتھوں سے دوائیں کوٹ پیس کر مریضوں کو دیتے تھے۔ میں نے آپ کو کام کرتے کرتے پسینہ چھوٹتے دیکھا ہے میں نے کسی طبیب کو اتنی محنت کرتے نہیں دیکھا۔ یہ باتیں اللہ تعالیٰ کو بے حد پسند ہیں اسی لیے تو آپ کو مرتبہ قبولیت اور منزل قرب حاصل ہوئی اللہ تعالیٰ ہمارے خواص وعوام کو بھی ایسا ہی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

آپ کو خراش تک نہ آئی:۔ (کرامت،۱۰۴) ایک دفعہ آپ بغرض علاج اسلام آباد تشریف لے گئے بہت سادہ لباس اور بڑے کمزور تھے اور بینائی بھی کمزور تھی، ٹرین میں رش کی وجہ سے سیٹ نہ ملی۔ وہیں دروازے میں بیٹھ گئے، آپ کا جسمانی بیلنس صحیح نہ رہا اور اچانک گاڑی سے نیچے گر گئے۔ کسی نے زنجیر کھینچ دی کچھ آگے جا کر گاڑی رک گئی لوگوں نے یقین کر لیا کہ گرنے والا بزرگ آدمی مارا گیا۔ لیکن اللہ کی قدرت سے آپ صحیح سالم رہے اور آپ کو خراش تک نہ آئی۔ آپ نے بتایا میں اٹھنا چاہتا تھا مگر اوپر سے جیسے مجھے کسی نے دبا رکھا تھا اور نیچے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے بستر بچھا رکھا ہو۔

آپ نے یہ واقعہ کسی کو نہ بتایا جب غالباً ۸۸ء میں میرے پاس کوئٹہ تشریف لائے تو مجھے بتایا ایک روز اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہنے لگے: مجھے یوں لگتا تھا جیسے مجھے کسی نے لٹا کر اوپر سے دبا رکھا ہو جب گاڑی پوری گزر گئی تو وہ دباؤ اور گرفت دور ہو گئی اور میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔

آپ کی وظیفے کی برکت:۔ (کرامت،۱۰۵) مولوی عطاء اللہ صاحب ٹیچر مشن ہائی سکول وزیر آباد کا بیان ہے۔ ایک مرتبہ اچانک مجھ پر مقدمات کی ابتلاء ہو گئی جس سے میں کافی پریشان تھا، دن رات ادھر ہی دھیان رہتا تھا کہ کسی طرح ان ناگہانی مصیبتوں سے میری جان چھوٹ جائے۔ مولوی صاحب کہنے لگے: ایک روز میں حضرت حافظ محمد یوسف صاحب سوہدروی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا دکھڑا بیان کیا کیونکہ میری نظر میں دور دور تک آپ سے بہتر کوئی شخص نہ تھا۔ آپ نے مجھے یہ وظیفہ بکثرت پڑھنے کیلئے بتایا "حسبنا اللہ ونعم الوکیل نعم المولی ونعم النصیر" چنانچہ میں نے یہ وظیفہ کثرت سے پڑھنا شروع کر دیا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کچھ ایسا کرم کر دیا اور دنوں میں مقدمات کی پریشانیوں سے جان چھوٹ گئی اور میرا جسم پھول کی طرح ہلکا ہو گیا۔

انتہائی سادگی:۔ (کرامت،۱۰۶) آپ نے پوری زندگی کبھی قیمتی لباس، قیمتی ٹوپی، قیمتی جوتا اور قیمتی چھڑی استعمال نہیں کی۔ آپ کا کھانا تکلفات سے مبراء ہوتا تھا۔ کبھی ہاتھ والی گھڑی نہیں لگائی۔ کبھی پگڑی استعمال نہیں کی کیونکہ اس میں شملہ اور طرہ کلغی ہوتی ہے اور مائع لگانی پڑتی ہے، غسل کے لئے کبھی ولایتی صابن استعمال نہیں کیا، شیمپو یا پرفیوم کا آپ کو پتہ ہی نہیں تھا کہ کیا ہوتی ہے، ایک مرتبہ والدہ محترمہ نے آپ کے کپڑے استری کر دیئے جس پر آپ سخت ناراض ہوئے اور کپڑے پچل کر چرمر کر کے یعنی یہ کہ اچھی طرح استری توڑ کر پھر پہنے، میں نے کبھی انہیں اچھی اور قیمتی چیزیں کھاتے نہیں دیکھا، آپ نے پوری زندگی مسند کے پیچھے تکیہ نہیں رکھا، کبھی چلتے وقت جوتے بدل جاتے یعنی دایاں جوتا بائیں پاؤں میں اور بایاں جوتا دائیں پاؤں میں، اسی طرح سینے کے بٹن کھلے ہیں تو کھلے ہیں، سر پر گاہے کپڑے کی معمولی ٹوپی گاہے تنکوں کی اور آخری عمر میں عموماً ننگے سر رہتے، باہر نکلے ہوئے جب تھک جاتے تو گھروں کے تھڑے پر بیٹھ جاتے کبھی کھیل تماشا نہیں

دیکھا، سونے کی چارپائی عموماً کھری ہوتی۔ کبھی چارپائی پر کبھی زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے، پوری زندگی گھر میں میک اپ کا سامان نہیں لائے۔ آپ اپنے اہل وعیال کیلئے بھی سادگی کو پسند کرتے، آپ نے کبھی انگوٹھی نہیں پہنی، آپ کے آنے جانے کے لئے ایک بائیسکل تھی وہ بھی سادہ تھی غرض آپ میں انتہائی سادگی تھی۔ لیکن زیرک اور دانا لائق اور صاحب فضل وکمال اتنے کہ جس کی کوئی انتہا ہی نہیں۔

عبادت وریاضت :۔ (کرامت، ۱۰۷) آپ ہر وقت ذکر الٰہی کرتے رہتے تھے۔ درود شریف کے بہت قائل تھے، بکثرت درود پڑھتے اور دوسروں کو بھی اکثر ورود شریف پڑھنے کا کہتے رہتے تھے اور جو وقت ملتا تو قرآن کی تلاوت کرتے اور دن رات کثیر نوافل پڑھتے نماز تہجد اشراق اور نماز تسبیح تقریباً روزانہ پڑھتے، روزے بکثرت رکھتے، ان کے روزوں کا کوئی اندازہ ہی نہیں، آپ ہمیشہ اعتکاف میں بیٹھتے۔ آپ زندگی میں ۶۳ مرتبہ اعتکاف میں بیٹھے اور اعتکاف میں آپ کا ایک خاص ٹائم ٹیبل ہوتا تھا، جس پر آپ بڑی پابندی سے عمل کرتے تھے آپ گھر واہل وعیال سے ملکر مسجد آجاتے اور عید کی رات ہمیشہ مسجد میں گزارتے حالانکہ یہ رات معتکفین (یعنی اعتکاف بیٹھنے والوں) کیلئے مسجد میں گزارنا بہت مشکل ہوتا ہے اور صبح عید کے روز گھر تشریف لے جاتے۔ آپ نماز نفل میں کافی لمبا قیام فرماتے اور نہایت سکون سے نماز پڑھتے آخری عمر میں زیادہ کھڑے نہیں ہو سکتے تھے تو بیٹھ کر نفل پڑھتے اور نفل کبھی ترک نہیں کیے، ہمیشہ پاک صاف رہتے، آپ کی زندگی دیکھ کر ہی کافی لوگوں کی کایا پلٹ گئی۔

زہد واستغناء :۔ (کرامت، ۱۰۸) آپ کا مکان بے حد بوسیدہ اور تنگ وتاریک تھا۔ حضرت دادا جان رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ان کے ملحق مکان سے کچھ حصہ ملا بندہ اور والدہ محترمہ کے اصرار پر تھوڑی ادھیڑ بن کرنا پڑی۔ آپ مزدوروں کو روزانہ پیسے دیتے تھے۔ تاکہ بمطابق حدیث نبوی ﷺ ان کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے انہیں مزدوری مل جائے۔ مزدوروں کوئی چور قسم کے تھے، ایک روز انہوں نے نظر بچا کر چوبیس ہزار روپے کی خطیر رقم چوری کر لی۔ خیر کمرے تو تعمیر ہو گئے مگر اس بات کا کسی طرح باہر بھی پتہ چل گیا ایک چوہدری صاحب جو اس وقت بڑے اثر والے تھے اور حضرت حافظ صاحب سے بڑی عقیدت رکھتے تھے، انہوں نے بذریعہ پولیس چوروں سے پوری رقم نکلوا کر حضرت والد صاحب کو بھجوا دی۔ جب یہ رقم حضرت والد گرامی کی خدمت عالیہ میں پیش کی گئی تو آپ بہت برہم ہوئے کہ یہ رقم کیوں لائے ہو؟ میں نے تو یہ آخرت کیلئے رکھی تھی۔

اس وقت مذکورہ رقم آج کل کے حساب سے ایک لاکھ روپے سے کم نہ ہوگی۔ یہ واقعہ بتا رہا ہے کہ آپ کو حد درجہ زہد، حد درجہ استغناء اور حد درجہ ہمدردی اور حد درجہ آخرت پر یقین تھا۔ اس دور میں ایسی مثالیں تلاش کرنا آسان نہیں۔

ایثار وقربانی :۔ (کرامت، ۱۰۹) آپ کے قویٰ اور خصوصاً نظر جب زیادہ کمزور ہو گئی تو آپ نے مین بازار میں مطب کرنا چھوڑ دیا اور اپنے والد گرامی حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ کے دفتر میں منتقل ہو گئے۔ جہاں مرحوم اخبار، کتب، رسائل اور آدویات کا کام کرتے تھے ان کی نشست کرسی پر تھی مگر آپ نے بازار ومطب کی طرح یہاں بھی فرش کی نشست گاہ ہی کو پسند کیا۔ مین بازار میں آپ کی اپنی ذاتی دوکان تھی جو آپ نے نیلامی میں خریدی تھی، لیکن وہ دوکان آپ نے اپنے کمزور اور غریب بہنوئی صاحب کو اصل قیمت خرید میں دے دی تھی۔ اور کافی سال ان کے کرایہ دار بن کر دوکان کرتے رہے، جب آپ کے بہنوئی صاحب کا سوڈ کام کرنے کا ہوا تو والد گرامی نے فوراً دوکان ان کے حوالے کر دی اور اپنا مطب بازار میں دوسری جگہ منتقل کر لیا۔ جس کا کرایہ آپ کے عقیدت مند ملک نواب خان نوشہروی رحمہ اللہ کے فرزند ملک محمد یونس مرحوم ادا کر دیتے تھے اور یہ بات بھی انہوں نے حضرت والد صاحب سے منت کر کے منوائی۔ اس نیکی کا صلہ اللہ تعالیٰ نے ملک محمد یونس صاحب کو یہاں بھی دیا اور اس قدر خوشحال کر دیا کہ سبحان اللہ اور وہاں بھی دے گا۔ انشاء اللہ۔

یہ کرامت نہیں تو اور کیا ہے!! (کرامت، ۱۱۰) اب والد صاحب یہاں آبائی دفتر میں کام کرنے لگے کچھ آپ کو پیسوں سے محبت نہیں تھی اور کچھ آپ کی نظر کمزور تھی، جو پیسے سنبھالتے، گاہے نوٹ زمین پر ادھر ادھر بکھرے پڑے رہتے۔ آپ کے ایک شاگرد صوفی محمد بشیر ساکن تکواڑہ جب آپ سے قرآن مجید پڑھنے کیلئے آتے تو وہ نوٹ آپ کو اکٹھے کر کے دیتے۔ یہ بات صوفی صاحب نے مجھے خود بتائی کسی طرح اس

بات کا چند شریر لڑکوں کو پتہ چل گیا۔ ایک روز انہوں نے نظر بچا کر رقم چوری کر لی۔ کتنی رقم تھی اس کا علم نہیں، انہوں نے وہ رقم اڑانے کیلئے بازار کا رخ کیا مگر جب جیب میں ہاتھ ڈالا تو وہ پیسے سنپو لیے (چھوٹے سانپ) بن چکے تھے، دوسرے نے جیب میں ہاتھ ڈالا تو اس کے پیسے بھی سنپو لیے بن گئے تھے۔ تیسرے کے ساتھ بھی اسی طرح ہوا وہ گھبرا گئے مگر انہیں سمجھ آ گئی کہ ہم نے حضرت حافظ صاحب کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ واپس آ کر وہ سنپو لیے اسی کمرے میں رکھنا چاہے تو وہ دوبارہ پیسے بن گئے اور وہ انہیں وہیں پھینک کر بھاگ گئے۔ یہ بات ایک چور نے اپنے ایک دوست کو بتائی۔ اس نے اپنی والدہ کو بتائی وہ ہمارے ملنے والی تھی اس کا نام مہر داراں تھا۔ سرداراں نے یہ بات مجھے بتائی اس وقت میرے ساتھ دو ایک اور بھی عزیز تھے۔ ان کو بھی اسے واقعے کا علم ہے۔ والد صاحب بھی زندہ تھے اس بات کو ہم نے نہیں پھیلایا کیونکہ حضرت والد گرامی اس بات کو پھیلانا ہرگز پسند نہیں کرتے تھے۔

آپریشن کے دوران تلاوت قرآن:۔ (کرامت، ۱۱۱) آخری ایام میں آپ کو مختلف جسمانی عوارضات نے درجہ وار اپنی لپیٹ میں لینا شروع کر دیا۔ ان عوارضات میں ایک پیشاب کا عارضہ تھا۔ آپ کو میو ہسپتال لاہور میں لے جایا گیا۔ ڈاکٹر نے مثانے کا آپریشن کرنے کا فیصلہ کیا چنانچہ ایک روز آپ کو آپریشن تھیٹر میں لے جایا گیا جب آپ کو آپریشن کے بعد واپس بیڈ پر لایا گیا تو ہم نے آپ کا حال پوچھا تو فرمایا مین آپریشن کے وقت میری زبان پر قرآن مجید کی یہ آیت جاری ہوگئی "حسبي الله لا اله الا هو عليه توكلت و هورب العرش العظيم " (توبہ: ۱۲۹) اور الحمد للہ مجھے آپریشن کے دوران ذرا خوف یا گھبراہٹ یا کوئی تکلیف لاحق نہ ہوئی۔

اوراد و وظائف:۔ آپ ہر وقت ذکر الٰہی میں مشغول رہتے اور ہمیشہ اللہ کا شکر ادا کرتے آپ کی زبان اقدس پر اکثر یہ جملہ رہتا "الحمد لله على كل حال " یعنی دکھ سکھ تنگی ترشی، صحت اور بیماری ہر حالت میں اللہ کا شکر ہے۔

ذکر اللہ سے رغبت:۔ آپ ہمیشہ دوسروں کو بھی تلقین فرماتے کہ فضول بولنے سے چپ رہنا بہتر ہے۔ اور چپ رہنے سے ذکر الٰہی کرنا بہتر ہے، آپ فرمایا کرتے کہ کثرت سے ذکر الٰہی کرو اس سے سکون بھی ملے گا اور الجھے ہوئے مسائل بھی حل ہو جائیں گے۔ ایک مرتبہ آپ کی سوہدرہ والی ہمشیرہ صاحبہ نے پوچھا مجھے کوئی نصیحت کیجئے۔ فرمایا کثرت سے "اللہ اللہ" پڑھو۔ آپ کا کوئی وقت ذکر الٰہی کے بغیر نہیں ہونا چاہیے آپ جس قدر زیادہ ذکر کریں گی اسی قدر آپ کے حق میں بہتر ہوگا۔

بہن کی تنگی کا آسودگی میں بدل جانا:۔ (کرامت، ۱۱۲) آپ کی دلاور والی ہمشیرہ صاحبہ نے بتایا۔ شروع شروع میں ہمارے گھر میں تنگ دستی تھی میں پریشان رہتی تھی ایک روز میں نے کہا: بھائی جان! ہاتھ تنگ رہتا ہے ایسا کوئی وظیفہ بتائیں جس سے یہ مسائل حل ہو جائیں آپ نے کہا یہ پڑھا کرو "يا الله يا احد يا صمد يا باسط " اور اول و آخر ایک بار درود ابراہیمی پڑھ لیا کرو آپ کہتی ہیں جب سے میں نے یہ وظیفہ شروع کیا اللہ تعالیٰ نے رزق کی فراوانی کر دی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے ہمارے دن پھر گئے۔ آپ کی یہی ہمشیرہ صاحبہ بتاتی ہیں مجھے جسم میں درد رہنے لگا تھا، میں نے کہا: بھائی جان! مجھے اس کا کوئی علاج بتائیں۔ آپ نے فرمایا: یہ دعا پڑھتی جاؤ اور درد والی جگہ پر ہاتھ پھیرتی جاؤ۔ دعا یہ ہے "اعوذ بعزة الله وقدرته من شرما اجدوا حاذر " آپ فرماتی ہیں الحمد للہ اس دعا سے مجھے کافی فائدہ ہوا۔

رات کی تاریکی میں نور کی شعاع:۔ (کرامت، ۱۱۳) سوہدرہ کے حاجی عبدالغنی زرگر مرحوم کی بڑی بیٹی نواب بیگم مرحومہ کا بیان ہے کہ میں ایک رات اپنے مکان کی چھت پر چڑھی تو حضرت حافظ صاحب کے گھر سے ایک نورانی شعاع آسمان کی طرف دور تک جاری رہی تھی میں حیران تھی کہ یہ شعاع کیسی ہے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ میں نے ذرا اوپر ہو کر دیکھا تو محترم حافظ صاحب نماز پڑھ رہے تھے، آپ سے لے کر بہت بلندی تک وہ شعاع اوپر کی طرف جاری تھی نواب بیگم مرحومہ نے یہ ذکر ہمارے گھر کیا۔

ایک مقدمہ کا فیصلہ:۔ (کرامت، ۱۱۴) ہمشیرہ کے مکان کی نچلی منزل میں ایک خاندان رہتا تھا وہ شروع میں منت سماجت کر کے اجازت لے کر وقت گزاری کیلئے بیٹھ گیا تھا لیکن آہستہ آہستہ اس نے قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ اور بالآخر وہ لوگ مالک بن بیٹھے۔ ظاہر ہے یہ ان

کی زیادتی تھی مقدمہ شروع ہوگیا جو کافی عرصہ تک رہا جب فیصلہ ان کے حق میں ہوتا وہ اوپر کی عدالت میں چلے جاتے۔ ایک روز والد صاحب نے فرمایا کبھی جج ایسا فیصلہ کردے کہ قابض گروپ کو اوپر کی عدالت میں جانے کی گنجائش ہی نہ رہے۔ اور اگر یہ دو ماہ کے اندر اندر مکان خالی نہ کرے تو جرمانہ کردے۔ چنانچہ جج نے جو فیصلہ سنایا وہ ٹھیک اسی طرح سنایا جس طرح والد گرامی نے فرمایا تھا۔ لیکن نوید کے وقت حضرت والد صاحب ”اعلی اللہ مقامہ“ وفات پا چکے تھے۔ ہمشیرہ نے اس بات کا مجھ سے ذکر کیا۔

وفات پر عجیب اشارے:۔ (کرامت،۱۱۵) مسجد ککے زئیاں اہلحدیث سوہدرہ کے خطیب مجسمہ شرافت وحلم مولانا عبدالرحمٰن سلفی رحمہ اللہ نے خواب دیکھا کہ ایک بہت اونچا پہاڑ ہے جو گر گیا ہے۔ اور اس کے گرنے کی بڑی زوردار آواز آئی ہے فرمایا یکدم میری آنکھ کھل گئی اس وقت لاؤڈ سپیکروں پر حضرت حافظ محمد یوسف صاحب کی وفات کا اعلان ہورہا تھا ”انا للہ و انا الیہ راجعون“۔

دوسری بشارت:۔ ملک نصیر صاحب کی اہلیہ نے خواب دیکھا بہت اونچے سرسبز وشاداب درخت ہیں اور ان کے سامنے عالی شان باغات اور نیچے صاف پانی کی نہر بہہ رہی ہے اور انتہائی خوبصورت اور تیز روشنی کا انتظام کیا گیا ہے اس منظر میں حسن کا انتہائی دلکش جلوہ بھر دیا گیا ہے اور یوں محسوس ہورہا تھا کہ جیسے یہ سب کچھ کسی کی آمد اور استقبال میں سجایا گیا ہو صبح اٹھی تو پتہ چلا کہ سب کے استاد اور روحانی باپ حضرت حافظ صاحب وفات پا چکے ہیں موصوفہ کہتی ہیں کہ میں مطلب سمجھ گئی کہ یہ سب حضرت مرحوم کی جنت میں آمد کیلئے استقبال کی تیاریاں تھیں۔

تیسری بشارت:۔ ہماری ملنے والی ایک بزرگ خاتون نے خواب دیکھا کہ بہت خوبصورت خوشرنگ اونٹوں کی قطار ہے جنہیں بہت سجایا گیا ہے اور ان کو موہنوں پر پھولوں کی جھالریں لٹک رہی ہیں، وہ کہتی ہیں کہ میں نے اس عجیب خواب کا ذکر اہل سنت وبریلوی مولوی اللہ دتہ رحمہ اللہ سے کیا انہوں نے کہا کہ حضرت حافظ محمد یوسف صاحب ولی اللہ تھے اونٹ سے مراد فرشتے تھے اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی روح کو لینے اللہ کے بہت سے فرشتے آئے تھے۔

چوتھی بشارت:۔ آپ کی وفات سے ٹھیک دو روز قبل میں نے خواب دیکھا کہ جامع مسجد غربی اہل حدیث کے تو مینار ہیں وہ پتہ نہیں کدھر گئے ہیں یعنی مسجد کی پیشانی میناروں کے بغیر ہے۔ میں والد گرامی کے مکان کے باہر گیلری میں سیڑھیوں پر کھڑا تھا اسے دیکھا تو وہ عمارت سے پھٹ کر الگ ہوچکی تھی جب گھر کی طرف دیکھا تو اس کی سب چھتیں گر چکیں تھیں میں خواب ہی میں حیران پریشان کھڑا سوچ رہا تھا کچھ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ ماجرا کیا ہے چنانچہ فجر کے وقت جب میری آنکھ کھلی تو میں نے خواب ایک رجسٹر پر لکھ لیا اور اس کی تعبیر بھی لکھ لی تاکہ بھول نہ جاؤں چنانچہ اس کے دو روز بعد حضرت والد گرامی داغ مفارقت دے گئے۔ ”ان للہ وانا الیہ راجعون“۔

تبسم بر لب اوست:۔ (کرامت،۱۱۶) سب لوگ جانتے ہیں کہ بوجہ بڑھاپا اور مرض آپ کی صحت بہت کمزور ہوچکی تھی چہرہ بھی نحیف اور پیلا سا تھا مگر جب آپ نے انتقال فرمایا تو آپ کا چہرہ اس قدر سرخ وسفید، خوبصورت، کھلا ہوا اور تر وتازہ تھا کہ جیسے گلاب کا پھول کھلا ہوا ہو اور بوقت وفات آپ پر جو جوبن تھا وہ جوانی میں بھی نہ تھا اس بات کا عام لوگوں نے مشاہدہ کیا اور ایک دوسرے سے اظہار کیا تدفین کے وقت آپ کی قبر سے خوشبو آئی جو لوگوں نے صاف محسوس کی۔

﴿۱۶﴾ کرامات حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی رحمہ اللہ

کرامات ہی کرامات:۔ (کرامت،۱۱۷) آپ نابینا تھے لیکن اپنے عہد کے محدث کبیر تھے، خلق کثیر نے آپ سے علم حدیث سیکھا آپ کی زندگی بڑی آزمائشوں سے گزری۔ آپ نے علم حدیث شیخ الکل فی الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ سے سیکھا آپ کو علوم عالیہ وآلیہ میں کمال حاصل تھا، آپ کو قرآن وحدیث کے علاوہ دیگر کتب بھی قریب قریب زبانی یاد تھیں۔ اتنی دعائیں یاد تھیں کہ کم ہی کسی کو یاد ہوں گی، آپ کو عبارات کے حوالہ جات ازبر تھے۔ آپ کی قوت حافظہ ضرب المثل تھی، آپ کو فیاض ازل نے برجستگی واستحضار اور بیکراں علم کی نعمتوں سے مالا مال کیا تھا، آپ زہد وورع میں بھی اپنی مثال آپ تھے، آپ کے عظیم تلامذہ کی بہت بڑی کھیپ جس کا ذکر کتاب، ”استاد

پنجاب'' میں کیا گیا ہے۔ آپ کی عظیم جامع مسجد جہاں تقریباً ایک صدی سے توحید وسنت کے زمزمے بلند ہورہے ہیں اور مدرسہ جہاں علم و عرفان کا چشمہ ابل رہا ہے یہ سب آپ کی زندہ وتابندہ کرامات ہیں۔ انشاء اللہ ان کے جلوے اور تجلیات تا نور نیرین رہیں گے۔ آپ کی متعدد کرامات ہیں چند کو ایک نمونتاً پیش کیا جاتا ہے۔

سحاب رحمت امڈ آیا:۔ (کرامت، ۱۱۸) پہلی کرامت یہ تھی کہ آپ نابینا ہوکر بیناؤں کے استاد تھے۔ آپکی ظاہر آنکھیں بند تھیں لیکن دل کی آنکھیں کھلی تھیں آپ صاحب نظر صاحب بصیرت اور صاحب دل تھے۔ آپ روکھی سوکھی کھالیتے تھے مگر کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانا گوارا نہ کرتے تھے، توحید وتوکل میں بہت آگے تھے، آپ کا شمار مستجاب الدعوات لوگوں میں ہوتا تھا۔ آپ کا ایک واقعہ حضرت مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی رحمہ اللہ سے بہت ملتا جلتا ہے ایک دفعہ بارش رک گئی قحط کا سماں ہوگیا لوگوں نے دعا کی درخواست کی۔ آپ لوگوں کو لے کر نماز استقاء کے لئے شہر سے باہر تشریف لے گئے بریلوی آپ کی بہت مخالفت کرتے تھے وہ طنزیہ کہنے لگے۔ دیکھو! اندھا رب سے بارش لینے کے لئے جارہا ہے لیکن حافظ صاحب کے گھر واپس پہنچنے سے قبل مالک ارض وسماء نے بارش کا انتظام کردیا اور ایسی بارش برسی کہ جل تھل ہوگیا سب لوگ بھیگتے ہوئے گھروں کو واپس لوٹے اور وہ لوگ جو مذاق کررہے تھے آپ کی عظمت کے قائل ہوگئے۔

دریا نے حفاظت کی:۔ (کرامت، ۱۱۹) ایک دفعہ کی بات ہے کہ آپ دریائے جہلم کے کنارے وضوء فرمارہے تھے ان دنوں دریائے جہلم میں طغیانی آئی ہوئی تھی آپ کا پاؤں پھسلا اور دریا کی خوفناک لہروں کے حوالے ہوگئے فجر کا وقت تھا۔ کوئی آدمی مدد کو بھی نہ پہنچ سکا کافی دیر آپ دریا میں رہے دریا نے آپ کو اپنے سینے پر اٹھا کر آگے جاکر ریتے پر ڈال دیا اور یوں آپ دن کے اجالے میں بخیر وعافیت کنارے پہنچ گئے۔

اللہ تعالیٰ کی خاص حمایت:۔ (کرامت، ۱۲۰) ایک مرتبہ آپ کسی جنگل سے گزررہے تھے آپ کے ساتھ ایک سفر کا ساتھی بھی تھا اثنائے سفر آپ کو پیشاب کی حاجت ہوئی آپ راستے سے ہٹ کر ایک طرف ہوکر بیٹھ گئے، وہ درندوں کا جنگل تھا، آپ کو خبر نہیں تھی ادھر کوئی شیر بیٹھا ہوا تھا، اس نے آپ پر حملہ کردیا وہ دوڑتا ہوا آیا اور اس زور سے چھلانگ لگائی کہ آپ کے اوپر سے ہوتا ہوا ساتھ والی کھائی میں دھاڑتا چنگاڑتا ہوا جاگرا اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمہ اللہ کو اس کے خوفناک حملے سے بال بال بچالیا۔

حیرت انگیز اور محیر العقول واقعہ:۔ (کرامت، ۱۲۱) آپ کو مطالعہ کتب کا بہت شوق تھا اور یہ ہرذی علم کو ہوتا ہے، ایک مرتبہ آپ نے آہ سرد بھری اور کہا کاش! فلاں کتاب مجھے مل جاتی میں اس کا مطالعہ کرنا چاہتا تھا۔ اس وقت آپ حلقہ طلبہ میں بیٹھے ہوئے تھے، کلاس ختم ہونے کے بعد ایک طالب علم حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا استاد محترم! کیا آپ مجھے اس کتاب کا پورا نام اور جس کے پاس وہ کتاب ہے اس کے نام۔ سفارشی رقعہ لکھ دیں گے؟ ان دنوں ریل نہیں تھی اور آنا جانا بہت مشکل تھا اور کتاب دہلی میں ایک صاحب کے پاس تھی، پوچھا تم کیسے لاؤ گے؟ شاگرد نے عرض کیا بس آپ لکھ دیجئے۔ آگے جو خدا کا حکم ہوا۔ آپ نے رقعہ لکھوادیا۔ وہ شاگرد تقریباً ایک گھنٹے کے بعد کتاب لے آیا جسے دیکھ کر بہت حیران بھی ہوئے اور خوش بھی ہوگئے۔ حیرت بجا تھی کہ اتنی لمبی مسافت طے کرکے اتنی جلدی کیونکر کتاب لے آیا؟

پانی کی ٹینکی خود بخود بھر جاتی:۔ (کرامت، ۱۲۲) تقریباً ایک سو برس پہلے کی بات ہے اس وقت گھروں میں اور مسجدوں میں ٹینکیوں کا رواج تھا، آپ کی مسجد میں کھوئی تھی، جس کے اوپر پانی نکالنے کی چرخی لگی ہوئی تھی جس کے ذریعے پانی نکالا جاتا تھا، یہاں عجیب بات یہ تھی کہ جب بھی پانی کم ہوجاتا وہ چرخی گھومتی اور پانی کا ڈول بھرا ہوا اوپر آجاتا اور مٹن یعنی پانی کی ٹینکی میں گرجاتا تھا خصوصاً ظہر اور جمعۃ المبارک کو وہ مٹن لبالب بھر جاتی۔ اس طرح بہت سے لوگوں نے اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھا کہتے ہیں کہ یہ بھی آپ کے جنات شاگردوں کا کارنامہ تھا۔

ولی کامل کے باوفا جنات:۔ (کرامت، ۱۲۳) اسی طرح کا واقعہ ہے کہ آپ کے گھر کے قریب تیلیوں کا مکان تھا، ان سے حضرت حافظ صاحب کی شان میں کچھ گستاخی ہوگئی۔ حضرت حافظ صاحب نے تو انہیں کچھ نہیں کہا۔ البتہ جنات ان کے شاگرد ہوگئے ادھر کو لہوا کھاڑ دیا۔ ادھر تیل کے مٹکے الٹ دیے، کمروں میں گوبر اور گندگی ڈال دی، کبھی اچانک کپڑوں میں آگ بھڑک اٹھتی، جس سے چھت سلگنے لگتی، کبھی صحن میں

اینٹیں اور پتھر پھینک دیتے، بے چارے تیلیوں کی ناک میں دم کر دیا۔ انہوں نے بہتر سے دم جھاڑ والے بلائے مگر وہ غریب پٹائی کروا کر چلے جاتے۔ شہر میں اک کہرام سا مچ گیا کچھ سمجھ میں نہ آتا کہ کیا کیا جائے۔ لوگوں نے کہا: اللہ کے بندو! ادھر ادھر جو جاتے ہو تو حضرت حافظ صاحب کے پاؤں پکڑ لو، ان سے معافی مانگ لو، یہ ساری مصیبت ٹل جائے گی۔ آخر انہوں نے ایسے ہی کیا اور ان کی جان بخشی ہوگئی۔

اللہ کی مدد کے کئی طریقے ہیں جن کے ذریعے وہ اپنے خاص بندوں کی مدد فرماتا ہے اللہ تعالیٰ کی بڑی مخلوق ہے وہ جس کے سبب سے چاہتا ہے مدد کروا دیتا ہے۔ کبھی انسانوں سے، کبھی جنوں سے، کبھی ملائکہ سے، کبھی درندوں سے، کبھی پرندوں سے، کبھی ہواؤں سے، کبھی فضاؤں سے، کبھی دریاؤں سے علیٰ ہذا القیاس۔ یہ رب کی چاہت پر مبنی ہے وہ جیسے چاہتا ہے ویسے کرتا ہے اور اگر وہ مدد کرنا نہیں چاہتا تو نہیں کرتا سب کام اس کی مرضی پر موقوف ہے۔ اگر وہ مدد کرنا نہیں چاہتا تو کوئی بھی مدد نہیں کر سکتا۔ یہی خلاصہ ہے قرآن و حدیث کا اسی کے مطابق ہمارا ایمان ہونا چاہیے۔

آپ کا روحانی مراقبہ اور ایک واقعہ:۔ (کرامت، ۱۲۴) آپ کا روحانی مرتبہ آپ کے علمی مرتبہ کی طرح بہت بلند تھا۔ آپ کو القاء اور الہام بھی ہوتا تھا، آپ صاحب مراقبہ بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ آپ کی ایک گراں قدر کتاب **"معالم التنزیل"** گم ہوگئی جس کا آپ کو بہت صدمہ تھا، ایک روز نماز فجر سے فارغ ہو کر فرمایا کہ ابھی ابھی میرے مالک نے مجھے بتایا ہے کہ وہ کتاب برنے والی مسجد جو اینٹوں کا ڈھیر لگا ہوا ہے اس میں دفن کی گئی ہے، چنانچہ ایک شخص گیا اور ڈھیر سے کتاب نکال کر لے آیا جس پر آپ اللہ کا شکر بجا لائے۔

ایک مرتبہ آپ کو خواب آیا کہ حضرت مولانا عثمان دا وری رحمہ اللہ فوت ہو گئے ہیں آپ رفقاء کو لے کر داور پہنچے۔ وہاں پہنچے تو واقعی موصوف وفات پا چکے تھے۔

قبولیت کی دعا ایک نمونہ:۔ (کرامت، ۱۲۵) حافظ عبدالکریم صاحب وزیر آبادی رحمہ اللہ ایک نیک دل انسان تھے۔ عموماً آپ کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے اللہ کی قدرت ان کا بیٹا چند روز بیمار رہ کر اچانک فوت ہو گیا۔ جس کا موصوف کو بہت صدمہ ہوا اور یہ صدمہ پہنچا قدرتی تھا۔ آپ اکثر غمزدہ رہتے تھے ایک روز آپ نے استاد پنجاب حضرت حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادی رحمہ اللہ کی خدمت عالیہ میں دعا کی درخواست کی۔ عرض کیا حضرت دعا فرمایئے کہ اللہ میرے دل کو سکون دے، اور بیٹے کا نعم البدل عطا فرمائے۔ حضرت المحترم نے سوز و گداز سے دعا کی اور فرمایا امید ہے اللہ تعالیٰ آپ کو تین بیٹے عطا فرمائے گا۔ حافظ عبدالکریم صاحب فرماتے ہیں۔ اس دن سے مجھے سکون سا ہو گیا۔ اور اولاد نرینہ کی امید بندھ گئی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی اور یکے بعد دیگرے تین بیٹے عطا فرمائے۔ الحمد للہ میرا ہر طرح کا صدمہ دور ہو گیا۔ اس پر میں رب کی بارگاہ میں سجدہ شکر بجا لایا۔

﴿۱۷﴾ کرامات صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ ماموں کانجن

صوفی عبداللہ رحمہ اللہ مجاہد تھے۔ انگریزی گورنمنٹ سے چھپ چھپ کر مجاہدین کی مدد فرمایا کرتے تھے آپ کا شمار اہل اللہ میں ہوتا ہے آپ بے حد عابد و زاہد اور درویش صفت انسان تھے۔ آپ نے ایک بہت بڑا مدرسہ بنوایا تھا جو عرصہ دراز تک اوڈانوالے رہا۔ پھر وہ ماموں کانجن ضلع فیصل آباد (لائل پور) منتقل ہو گیا یہ جامعہ ملکی سطح کا ہے۔ آپ مشہور مستجاب الدعوات بزرگ تھے آپ کے بہت سے واقعات اور کرامات زبان زد خاص و عام ہیں چند ایک کرامات افادہ عام کیلئے یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

رب نے آپ کی خواہش پوری کر دی:۔ (کرامت، ۱۲۶) آپ کو طالب علموں کا بہت خیال رہتا تھا جیسا کہ بتایا جا چکا ہے پہلے ایک عرصہ تک جامعہ تعلیم الاسلام موضع اوڈانوالہ میں رہا۔ طلبہ کو ریلوے اسٹیشن تک آنے میں دیر لگ جاتی تھی۔ اور بسا اوقات وزن اٹھا کر پیدل چلنا پڑتا تھا۔ ایک دن آپ نے دعا کی یا اللہ! ہمیں ریلوے سٹیشن کے اتنا قریب عطا فرما کہ جب گاڑی "کوک" مارے (یعنی ہارن بجائے) اور چلنے کے لئے تیار ہو تو بچے پہنچ جائیں ایسا ہی ہوا اور اللہ تعالیٰ نے ماموں کانجن ریلوے اسٹیشن کے پاس مدرسہ بنوا دیا۔ بچے جب

گاڑی کی آواز سنتے تو اس پر جا کر سوار ہو جاتے ہیں سنا ہے یہ جگہ کسی نے بطور عطیہ جامعہ کو دی تھی۔

ایک مسئلہ فوراً حل ہو گیا:۔ (کرامت، ۱۲۷) حضرت صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کی ایک رجسٹری کا مسئلہ لاینحل بنا ہوا تھا آدمی رجسٹرار کے دفتر میں جاتا مگر وہ ٹرخا دیتا۔ دراصل ان افسروں کے منہ کو رشوت لگی ہوتی ہے یہ رشوت کے بغیر کام نہیں کرتے، ان چکروں سے صوفی صاحب مرحوم اکتا گئے ایک روز ساتھی سے فرمانے لگے چلو پتہ کرتے ہیں کام کیوں مؤخر ہو رہا ہے۔

میاں صاحب جوں ہی رجسٹرار کے کمرے میں داخل ہوئے افسر خوفزدہ ہو گیا، حضرت صوفی صاحب کو دیکھتے ہی منت سماجت کرنے لگا اور کہنے لگا: آپ کیوں تشریف لائے ہیں؟ آپ نے کیوں زحمت کی ہے؟ آپ تشریف لے چلئے میں ابھی فوراً ابھی آپ کی رجسٹری بنا دیتا ہوں چنانچہ اس نے مہینوں کا کام منٹوں میں کر دیا۔

آپ کی کرامت:۔ (کرامت، ۱۲۸) جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کی جب تعمیر شروع ہوئی اور اس کثرت سے روپیہ آنا شروع ہوا کہ حیرت ہوتی تھی، اتفاق کی بات جب ہال کی نوبت آئی تو سارا پیسہ ختم ہو گیا۔ بمشکل ہال کی دیواریں پوری ہو سکیں۔ کارندے حضرت صوفی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ماجرا بیان کیا آپ نے اللہ کی بارگاہ میں بڑے الحاح سے دعا کی اسی دن وہاں سے کسی بڑے آدمی کا گزر ہوا اس نے ہال کے اس لینٹر کے لئے چھ لاکھ روپے کا ذمہ لے لیا۔ اس طرح یہ مسئلہ با آسانی حل ہو گیا (کئی مرتبہ اساتذہ کی تنخواہوں کا مسئلہ پیش آ جاتا) آپ رب تعالیٰ سے دعا کرتے اور کثیر رقم کا بہت جلد انتظام ہو جاتا کہ جس سے موجود مسائل حل ہو جائے۔

کیڑوں نے تعمیل ارشاد کی:۔ (کرامت، ۱۲۹) جامعہ تعلیم الاسلام میں گندم کا بڑا اسٹور تھا۔ اس میں کیڑا لگ گیا اور کیڑے ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں تھے جو گیہوں کے دانے اٹھا اٹھا کر لے جا رہے تھے لوگوں نے آپ سے ذکر کیا آپ وہاں تشریف لے گئے اور کیڑوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

کیڑو! یہ دانے طلبہ کے ہیں انہیں رہنے دو وہ رازق تمہارا کہیں اور سے بندوبست کر دے گا۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ آپ کا یہ جملہ سنتے ہی کیڑوں نے دانے چھوڑ دیئے اور دیکھتے ہی دیکھتے لاکھوں کیڑے کہیں اور چلے گئے اس طرح یہ خطرہ ٹل گیا۔

وذالك فضل الله:۔ (کرامت، ۱۳۰) نبی پور پیراں شیخوپورہ ضلع کا مشہور گاؤں ہے جو ننکانہ صاحب کے قریب واقع ہے بندہ نے وہ دیکھا ہوا ہے، اس میں کچھ مخیر اہلحدیث تھے جو حضرت مولانا داؤد غزنوی رحمہ اللہ سے بڑی عقیدت رکھتے تھے۔ حضرت غزنوی رحمہ اللہ بسلسلہ اعانت جامعہ دہاں تشریف لے گئے ہوئے تھے۔ اتفاق کیسے اوپر سے حضرت صوفی صاحب بھی وہاں پہنچ گئے۔ حضرت غزنوی رحمہ اللہ نے فرمایا: آپ دیر سے پہنچے ہیں صوفی صاحب نے فرمایا کوئی حرج نہیں جو تعاون میرے جامعہ کے مقدر میں ہو گا مجھے مل جائے گا انشاء اللہ حضرت صوفی صاحب نے مسجد میں سب کے سامنے جامعہ ماموں کانجن کیلئے اپیل فرمائی۔ اللہ کی شان حضرت صوفی صاحب کی فی الفور حضرت غزنوی رحمہ اللہ سے ڈبل چندہ ہو گیا اور کچھ لوگوں نے جامعہ کیلئے ماہانہ خطیر رقم دینے کا الگ وعدہ کیا۔ اس طرح چندہ پر چندہ لینا بہت مشکل کام ہوتا ہے جیسے گائے بھینس کا دودھ نکالنے کے بعد اور دودھ نکالنا مشکل ہو گا ہے اسی طرح کسی جگہ سے دوبارہ چندہ لینا کٹھن ہو گا ہے خصوصاً جہاں سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ جیسا عظیم انسان تشریف فرما ہو مگر حضرت صوفی صاحب کو یہاں حیرت انگیز کامیابی حاصل ہوئی۔ "وذالك فضل الله يوتيه من يشاء"۔

ایک مرتبہ میں زمانہ طالب علم میں موضع جھوک دادو ضلع فیصل آباد گیا ہوا تھا کہ حضرت صوفی عبداللہ رحمہ اللہ کے جامعہ کا سفیر دہاں آیا ایک شخص شاید نام نور رصد تھا۔ (لوگ نور رسمند کہتے تھے) اس نیک انسان نے صوفی عبداللہ صاحب کے جامعہ کے حوالے سے لاؤڈ سپیکر پر چندے کا اعلان کیا اور ساتھ ہی مسجد کے صحن میں ایک جانب جھاڑ دلگا دی۔ میں نے دیکھا لوگ جوق در جوق بڑے شوق سے گندم لا رہے ہیں مرد بھی آ رہے ہیں، عورتیں بھی، بڑے بھی، چھوٹے بھی، کوئی عورت برقعے کے بغیر نہ تھی دیکھتے ہی دیکھتے کوئی تیس چالیس من گندم کا ڈھیر لگ گیا، ان لوگوں کا جذبہ اور صوفی عبداللہ صاحب کی کشش دیکھ کر میں حیران رہ گیا حالانکہ خود جھوک دادو میں طلبہ و طالبات کا الگ الگ جامعہ

ہے اور وہ لوگ کہہ سکتے تھے کہ ہمارے ہاں کوئی سفیر نہ آئے ہمارے اپنے مدارس ہیں جیسا کہ بعض مقامات پر لوگ بورڈ لگا دیتے ہیں اور کوئی چندہ لینے آجائے تو اس کے گلے پڑ جاتے ہیں۔

ایک تاجر کیلئے عجیب دعا:۔ (کرامت، ۱۳۱) حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ بہت مستجاب الدعوات تھے آپ کی دعا اردو، عربی، پنجابی ہر زبان میں ہوتی تھی اور جو دعا آپ فرماتے تھے عموماً قبول ہو جاتی تھی۔ اس سلسلے میں دو چار نہیں بیسیوں مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ مولانا عتیق اللہ حفظہ اللہ ستیانہ بنگلہ کا بیان ہے۔ فیصل آباد میں ایک تاجر تھا اس کے پاس فلالین کا بہت زیادہ کپڑا تھا، اس نے حاضر خدمت ہو کر درخواست کی۔ حضرت! میری فلالین فروخت نہیں ہو رہی براہ کرم دعا کیجئے وہ بک جائے۔ حضرت صوفی صاحب نے اس کیلئے درد بھرے انداز اور بڑے الحاح کے ساتھ دعا کی اور اتنی زیادہ کی جس کی کوئی انتہا نہیں۔ اس تاجر کا بیان ہے کہ الحمد للہ دس بارہ دن کے اندر اندر میرا سارا کپڑا بک گیا اور بڑے مناسب داموں میں بک گیا تا آنکہ اس کا ایک گز کپڑا بھی نہ بچا، اسے لاکھوں کے نقصان کے بجائے لاکھوں کا نفع مل گیا۔

بارش تھم گئی:۔ (کرامت، ۱۳۲) ملک عبدالرشید عراقی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ہم صوفی عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے میرے ساتھ مولانا عبدالرحمٰن عتیق، ملک حافظ محمد یعقوب، عبدالرحیم صاحبان تھے۔ کافی تیز طوفان نما بارش شروع ہو گئی جو کئی گھنٹے بھر جاری رہی اور رکنے کا نام نہ لیتی تھی، اتنے میں قاضی محمد اسلم سیف آگئے۔ وہ صوفی صاحب محترم سے مخاطب ہو کر کہنے لگے: باباجی! اب تو بارش کی شدت سے درخت بھی اکھڑنے لگے ہیں، دعا کریں بارش رک جائے۔ حضرت صوفی صاحب نے بارگاہ خداوندی میں اس زاری اور عجز و نیاز سے دعا کی کہ اسی وقت بارش تھم گئی۔

جوڑے پیدا ہونے لگے:۔ (کرامت، ۱۳۳) ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا کہ حضرت! میری کافی بیٹیاں ہیں بیٹا کوئی نہیں دعا کریں اللہ تعالیٰ بیٹا عطا فرمائے۔ آپ نے دعا کی خدا کی شان آئندہ دو دو بیٹے اکٹھے پیدا ہونے لگے۔ تین سالوں میں تین جوڑے پیدا ہوئے اس طرح تین سالوں میں اللہ تعالیٰ نے اسے چھ بیٹے عطا فرما دیئے۔ جو سب کے سب صحت مند تھے۔

کٹیاں پیدا ہونے لگیں:۔ (کرامت، ۱۳۴) ایک مرتبہ ایک آدمی نے حضرت صوفی محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میری ایک بھینس ہے اس نے دوسری مرتبہ کٹا (نر بچہ) دیا ہے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ آئندہ کٹی (مادہ بچہ) ہو۔ صوفی صاحب نے کبھی کسی کا انکار نہیں کیا تھا آپ نے اس کی درخواست کے مطابق اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی چنانچہ آئندہ سال اس کی بھینس کٹیاں دینے لگی اور آئندہ اس نے ہمیشہ کٹیاں دیں۔

﴿۱۸﴾ کرامات میاں باقر صاحب رحمہ اللہ جھوک دادو

زندہ کرامت:۔ (کرامت، ۱۳۴) حضرۃ العلام مولانا میاں محمد باقر صاحب رحمہ اللہ کا شمار بھی اہل اللہ میں ہوتا ہے۔ آپ استاد پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیرآبادی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے۔ علمی پایہ اونچا تھا، آپ نے اپنے گاؤں میں طلبہ اور طالبات کے الگ الگ مدارس قائم فرما رکھے تھے، جو بڑے کامیاب مدرسے تھے یہ اب بھی جاری ہیں، آپ کے جامعات سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں لڑکے اور لڑکیاں فیضیاب ہوئے اور وہ آگے بڑی خوش اسلوبی سے دینی و ملی خدمت بجا لا رہے ہیں۔ محترمہ اہلیہ مولانا عبدالمالک مجاہد صاحب مدیر ادارہ دارالسلام الریاض، محترمہ اہلیہ حافظ عبدالغفار صاحب اعوان، محترمہ اہلیہ حافظ عبدالاعلیٰ صاحب انگلینڈ یہیں سے فارغ ہو کر ملک اور بیرون ملک میں قرآن و سنت کی نشر و اشاعت اور توحید و سنت کے زمزمے بلند کر رہی ہیں آپ کے یہ مدارس تا امروز جاری ہیں اللہ انہیں ہمیشہ جاری رکھے۔ آمین

میاں صاحب کی بابرکت ذات گرامی میں اخلاص و انکسار کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا، آپ کی زبان اقدس پر یہ جملہ عام رہتا تھا۔ اللہ! ہم تیرے غلام، اللہ ہم تیرے غلام، اور جو شخص آپ سے نصیحت کی درخواست کرتا تو آپ یہ فرماتے ''پڑھو، تے پڑھاؤ'' غور کریں تو اندازہ ہوتا ہے کہ یہ جملے کتنے مختصر اور جامع ہیں۔ ''اللہ! ہم تیرے غلام'' ''پڑھو تے پڑھاؤ''

لیکن ان میں پوری اسلامی تعلیمات کا خلاصہ سمٹ آتا ہے۔

میاں صاحب طلبہ پر اولاد کی طرح شفیق تھے۔ آپ ان کا ہر طرح سے خیال رکھتے تھے، رات کو جب بچے سو جاتے تو آپ ان کے برتن جگہ پر رکھتے اور جن کے برتن صاف نہ ہوتے، آپ ان کے برتن چپکے چپکے صاف کر دیتے اور ایسا کرتے آپ کو کئی بار دیکھا گیا ایسی مثالیں آپ کو کم ہی نظر آئیں گی۔

ولایت کی جلوہ آرائیاں:۔ (کرامت،۱۳۵) آپ کی ایک کرامت یہ ہے کہ آپ نے دیہات میں دو عظیم الشان مگر سادہ جامعات قائم فرمائے، علاقے میں قرآن وسنت کی شعاعیں بکھریں۔ اور لوگوں کو توحید آشنا فرمایا۔ عوام وخواص پر شرع محمدی کا رنگ چڑھایا۔ خواتین کو پردے کا پابند بنایا تا آنکہ پورے گاؤں میں بلا پردہ ایک بھی خاتون نہ رہی، عورتیں اگر کھیتی باڑی کرتیں چارہ کاٹتیں، دودھ دوہتیں، کپاس چنتیں تو برقعہ میں ہوتیں، میں نے اپنی آنکھوں سے وہ علاقہ دیکھا ہے دور نبوی ﷺ کی یاد تازہ ہو جاتی پورا گاؤں نمازی، رمضان المبارک میں سب روزہ دار، زندگی سادہ، شادی بیاہ تکلفات سے مبرا، نوجوانوں کی آنکھوں میں حیاء، سب کی سب باپردہ۔

ایک بار شیطان نے اپنا تیر چلانے کی کوشش کی اور چند منچلوں نے گاؤں کے قریب ایک راگ ورنگ کی محفل برپا کی۔ میاں صاحب باہر تشریف لے گئے ہوئے تھے، جب رات کو واپس تشریف لائے اور آپ کو ان کی محفل کا پتہ چلا تو آپ سیدھے ادھر گئے اور اس شیطانی محفل کو ویران کر دیا کسی کو آگے سے بولنے کی جرأت نہ ہوئی اس کے بعد آج تک وہاں ایسی کوئی محفل منعقد نہیں ہوئی اگر آپ اس وقت نرم پڑ جاتے تو معاملہ ہاتھ سے جا چکا ہوتا۔ اور یہ شیطانی مجلس ہر سال جمنا شروع ہو جاتی۔

بے شک یہ ہیں وہ اولیاء جو نبوی مسند کے وارث ہیں اور لائق ہے کہ انہیں ائمہ سلف کا جانشین کہا جائے۔ "شکر الله مساعیهم ونور الله مضاجعهم"۔

آپ کی ایک اور کرامت:۔ (کرامت،۱۳۶) آپ زمیندار بھی تھے اور زمیندارہ بھی کرتے تھے۔ رات گئے اپنے ڈیرے سے گھر آتے اور صبح نماز اور درس قرآن سے فارغ ہو کر پھر وہاں جایا کرتے تھے۔ آپ جاتے ذکر، آتے ذکر، اٹھتے ذکر، بیٹھتے ذکر کرتے رہتے تھے۔ اور بکثرت قرآن مجید پڑھتے رہتے تھے۔ گھر والوں کے پورے حقوق ادا فرماتے اولاد کی بہترین تعلیم وتربیت کا انتظام فرما رکھا تھا آپ کے بیٹے عالم، پوتے عالم اور ٹھیک آپ کی لائن پر جادہ پیما ہیں۔

آپ رات کو جب ڈیرے سے واپس تشریف لاتے تو آیۃ الکرسی پڑھ کر اپنے ڈیرے پر کھڑے ہو کر چاروں طرف پھونک مار کر تشریف لاتے۔ ایک روز جب صبح ڈیرے پر تشریف لے گئے تو پتہ چلا کہ آپ کی پانچ چھ بھینسیں چوری ہو گئی ہیں، آپ توکل کے اس بلند مقام پر فائز تھے جہاں کسی چیز کے آنے کی زیادہ خوشی ہوتی ہے نہ جانے کا زیادہ غم ہوتا ہے۔ آپ صابر وشاکر رہے اور بمطابق حکم قرآن "انا للہ" پڑھنے پر اکتفا کیا علاقے کے کھوجیوں نے بھینسوں کا کھوج لگانا شروع کر دیا۔ بھینسیں ایک حد تک جاتیں وہاں سے پھر واپس آ جاتیں تین چار جگہ اس طرح کے نشانات نظر آئے آخر ایک جگہ سب بھینسیں کھڑی مل گئیں؟ کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا جب میاں صاحب سے بات کی تو آپ نے فرمایا کہ رات کو میں آیت الکرسی پڑھ کر چاروں طرف پھونک مار دیتا تھا لوگوں نے کہا ٹھیک ہے بس سمجھ آ گئی کہ آیت الکرسی آپ پڑھتے تھے اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے بھینسوں کی حفاظت فرما دی۔

بے شک یہ قرآن مجید کی برکت تھی مگر اس کے ساتھ حضرت میاں صاحب کی زبان کی تاثیر بھی کارفرما تھی کہ اللہ نے چوروں اور بھینسوں کو اندھا کر دیا ان کا آیت الکرسی کی رینج سے باہر جانا مشکل ہو گیا۔

﴿۱۹﴾ کرامات مولانا عتیق اللہ صاحب رحمہ اللہ ستیانہ بنگلہ

قابل تقلید شخصیت:۔ (کرامت،۱۳۷) آپ سراپائے اخلاص ووفا، بلند اخلاق، بے داغ کردار کے مالک اور شب زندہ دار ہیں۔ جوانی میں زینہ ولایت پر قدم، دین کے سچے خادم، زہد وقناعت کے پیکر، نالہ نیم شبی میں رب کو منانے والے، توحید وتوکل کے بلند

مقام پر فائز، انکسار اتنا کہ بڑے جامعہ کا ناظم اور پورے علاقہ میں صاحب اثر ہونے کے باوجود بسا اوقات طلبہ کا سامان خورد ونوش خود کندھوں پر اٹھا کر لاتے اور یہ خدمت طلبہ کی موجودگی میں کرتے۔ دراصل یہ اپنے اندر کی "انا" کو کچلنے کیلئے کرتے بے شک اپنی اندر کی "انا" کو کچلنا ولایت کا ایک زینہ ہے۔

ایک روز کندھے پر گھی کا ٹین اٹھا کر گھر لے جا رہے تھے کہ دل میں بڑائی کا ذرا سا خیال آیا کہ میں اتنا بڑا ہو کر یہ کام کر رہا ہوں؟ چنانچہ آپ نے اپنے اندر کی "انا" کو کچلنے کے لئے اس ٹین کے ساتھ پورے ستیانے شہر کا چکر لگایا تاکہ نفس امارہ کو مار کچل دیا جائے۔

آپ کے والدین نے دعا کی تھی بار الہا! اگر تو ہمیں بیٹا عطا کرے تو اسے ہم تیری راہ میں وقف کر دیں گے اللہ تعالی کی قدرت، بیٹا مل گیا اور والدین نے حسب وعدہ اسے اللہ کی راہ میں وقف کر دیا۔ آپ نے جب ہوش سنبھالا تو جامعہ دار القرآن جناح کالونی فیصل آباد میں داخل ہوئے، اس جامعہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ ویرووالوی رحمہ اللہ ممتاز عالم دین اور بڑے روشن دل انسان تھے۔ مولانا حکیم عبدالرحیم اشرف "اشرف لیبارٹریز فیصل آباد" کے بانی مرحوم نے بھی آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا۔ یعنی شیخ الحدیث مولانا عبداللہ، حکیم اشرف صاحب کے استاد تھے کہتے ہیں شاگرد استاد کا آئینہ ہوتا ہے۔ مولانا عتیق اللہ اور مولانا عبدالرحیم اشرف کو دیکھ کر ان کے استاد کے مقام کا اندازہ لگائیے کہ کس قدر بلند ہوگا۔

آپ کی کرامت:۔ (کرامت، ۱۳۸) حضرت مولانا عتیق اللہ حفظہ اللہ تعالی کا شمار بھی روشن باطن، اہل دل اور عابد وزاہد لوگوں میں ہوتا ہے۔ آپکی دعا بڑے الحاح سے ہوتی ہے اور اس کا انداز یوں ہے جیسے کوئی رو رو کر کسی کو منا رہا ہو اور واقعی آپ رو رو کر اور گڑ گڑا کر اپنے رب کو مناتے ہیں آپ مستجاب الدعوات ہیں، آپ ہمیشہ رب سے آزادی اور خودداری سے خدمت دین کی دعا کرتے تھے رب نے آپ کو ایسی ہی خدمت سونپ دی۔ جس میں آزادی بھی تھی اور خودداری بھی آپ نے جامعہ مانگا رب نے جامعہ عطا فرما دیا۔ آپ نے نہر کے کنارے مانگا رب نے نہر کنارے عطا کر دیا۔ آپ نے عظیم الشان جامعہ کی دعا کی، اللہ تعالی نے اسی شان کا حامل جامعہ ودیعت فرما دیا کہ جس کا اللہ کے فضل وکرم سے ملک کے چوٹی کے جامعات میں شمار ہوتا ہے۔ اس میں آپ کچھ اس طرح خدمت بجا لا رہے ہیں جس سے نہ آپ کی آزادی کو دھچکا لگتا ہے نہ خودداری مجروح ہوتی ہے۔

آپ کی خدمات لاثانی اور لافانی ہیں اور ان کا دائرہ بہت وسیع ہے انتظامیہ کی نگاہ میں آپ کو اعلیٰ مقام حاصل ہے۔

آپ کی عادات، کردار، خلوص، انتھک محنت اور آپ کے عظیم الشان جامعہ اور اس میں مصروف تعلیم وتعلم متعدد اساتذہ اور سینکڑوں طلبہ کو دیکھ کر آدمی پکار اٹھتا ہے کہ یہ سب کچھ مولانا عتیق اللہ حفظہ اللہ کی زندہ کرامت ہے۔

﴿۲۰﴾ کرامت شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ

آپ کی تابندہ کرامات:۔ (کرامت، ۱۳۸) آپ کا شمار بڑے اور باکمال لوگوں میں ہوتا ہے علوم قرآن وحدیث میں آپ کے معاصرین میں آپ کا ہم پلہ شاید ہی کوئی ہو۔ آپ کو زبان وقلم پر یکساں قدرت حاصل تھی، آپ روزانہ درس قرآن دیتے تھے۔ جس میں بکثرت لوگ شریک ہوتے تھے اور جذبہ وشوق سے شریک ہوتے تھے۔ آپ کا جامعہ اور مدرسہ حفظ القرآن بڑی کامیابی سے رواں دواں ہے آپ کی مقناطیسی تاثیر نے گوجرانوالہ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ آپ کی بہت بڑی مسجد تھی مگر جمعہ کے روز اس میں تل دھرنے کی جگہ نہ ہوتی تھی۔ نمازوں اور درسوں میں بھی بہت لوگ ہوتے تھے لوگ آپ کی بے حد عزت کرتے تھے بقول امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ اگر کسی آدمی کا مقام ومرتبہ دیکھنا ہو تو اس کا جنازہ دیکھ لو۔ ہم نے حضرت مولانا مرحوم کا جنازہ دیکھا ہوا ہے گوجرانوالہ کی تاریخ میں اتنا بڑا جنازہ کسی کا نہ ہوا۔ جس سے آپ کے مقام ومرتبہ کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یہ سب باتیں آپ کی کرامات کے ذیل میں آتی ہیں۔

آپ کی چند کرامات:۔ (کرامت، ۱۳۹) آپ جب گوجرانوالے تشریف لائے تو پورے شہر میں مولوی علاؤالدین صاحب والی

ایک ہی اہلحدیث مسجد تھی۔ مگر جب آپ دنیا سے تشریف لے گئے تو دوسو اہلحدیث مساجد تھیں جہاں اللہ کے فضل ورحمت سے توحید وسنت کے زمزمے بلند ہوتے تھے بیشک یہ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی کرامت تھی اگر اسے کرامت نہ کہا جائے تو اور کیا کہا جائے۔ اور کمال یہ کہ یہ تمام مساجد بیرونی امداد کے بغیر اہل شہر کے تعاون سے تعمیر ہوئیں۔

﴿۲۱﴾ کرامات مولانا عبدالغنی چک رجادی رحمہ اللہ

آپ جامعہ منانیہ وزیر آباد میں زیر تعلیم رہے۔ ممتاز عالم وعامل تھے۔ آپ کا گاؤں چک رجادی بڑا گاؤں ہے وہاں بکثرت اہلحدیث ہیں آپ نے زندگی بھر لوجہ اللہ خدمت دین کی آپکے حضرت مولانا عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ سے گہرے مراسم تھے آپ بڑے صاف دل اور صاف باطن تھے آپ کا شمار اہل اللہ میں ہوتا ہے۔

آپ کی زندہ کرامت:۔ (کرامت، ۱۴۰) آپ مستجاب الدعوات تھے آپ نے دعا کی:

اے اللہ! دین کی خدمت واشاعت کا سلسلہ میری اولاد میں بھی جاری فرما۔’’ چنانچہ وہ دعا رنگ لائی اور آپ کے صاحبزادگان مولانا عبدالخالق جامعی اور جناب عبدالماجد صاحب نے اپنے اپنے رنگ میں دین کی خوب خدمت کی۔ مولانا جامعی نے شہر الہ موسیٰ میں خوبصورت مسجد کی بنا رکھی بڑی بارونق مسجد ہے جی ٹی روڈ سے اس کا اونچا مینار نظر آتا ہے اور اپنی پوری زندگی دین کی خدمت میں وقف کردی۔ آپ کے گاؤں (چک رجادی) کی مسجد اور طالبات کا مدرسہ اس خاندان کی باقیات میں سے ہے حضرت مولانا عبدالغنی رحمہ اللہ کے پوتے اور جناب عبدالماجد کے بیٹے حافظ طارق محمود یزدانی بڑے سرگرم کارکن ہیں اور آپ مساجد ومدارس کا کام بحسن وخوبی سرانجام دے رہے ہیں اور نظم بڑی کامیابی سے چلا رہے ہیں۔ شہر الہ موسیٰ چک رجادی اور آس پاس تبلیغی جلسے کرتے رہتے ہیں ان کے ذریعے مسلک توحید وسنت میں امید افزاء اضافہ ہو رہا ہے انہوں نے اپنی دو کنال زمین پر مشتمل وسیع وعریض عمارت میں طالبات کا خوبصورت جامعہ الاحسان (علامہ احسان الٰہی ظہیر کی طرف منسوب جامعہ) بنا رکھا ہے جہاں کافی لڑکیاں زیر تعلیم ہیں یہ سب فیضان ہے حضرت مولانا عبدالغنی رحمہ اللہ کی دل سے نکلی ہوئی اس دعا کا یہ آپ کا صدقہ جاریہ ہے جو انشاء اللہ تا نور نیرین جاری رہے گا اور خلق خدا اس سے فائدہ اٹھاتی رہے گی۔

﴿۲۲﴾ کرامات کیلانی بزرگان رحمہم اللہ

چند باکمال بزرگوں کی کرامات:۔ (کرامت، ۱۴۱) کیلانی سے مراد وہ لوگ ہیں جو کیلیانوالہ میں رہنے والے ہیں یا کسی نہ کسی اعتبار سے کیلیانوالہ سے منسوب ہیں کیلیانوالہ جسے جناب نور الحسن شاہ رحمہ اللہ کی وجہ سے لوگ احتراماً حضرت کیلیانوالہ کہتے ہیں یہ تحصیل وزیر آباد میں علی پور چٹھہ اور قادر آباد کے تقریباً درمیان سڑک سے ذرا ہٹ کر مغرب کی جانب ایک سرسبز وشاداب پرانا گاؤں ہے۔ یہاں کے پیر اور خوشنویس زیادہ مشہور ہیں۔ اور باقی چیزیں وہی ہیں جو دوسرے شہروں میں ہوتی ہیں، یہاں کے پیر بھی اعلیٰ درجے کے ہیں اور خوشنویس بھی اعلیٰ درجے کے ہیں خوشنویسیوں میں مولوی امام دین، مولوی نور الٰہی، مولوی محمد یوسف، مولانا محمد ادریس، مولانا محمد سلیمان، مولانا عبدالغفور، مولانا اکرام اللہ ساجد، مولوی عبدالستار، مولوی عبدالغفار رحمہم اللہ صاحبان مشہور بزرگ ہیں ان کے بعد محمد یعقوب، محمود احمد، مسعود احمد، انعام اللہ، عنایت اللہ رحمہم اللہ صاحبان معتبر اور پختہ خوشنویس ہیں۔ مذکورین زیادہ تر قرآن مجید لکھتے رہے ہیں۔ اور بہت خوبصورت لکھتے رہے ہیں۔

مولوی امام دین صاحب کو اللہ نے متعدد بیٹے عطا فرمائے ان میں نور الٰہی عبدالحیٔ، عبدالواحد صاحب اولاد ہوئے۔ مولوی صاحب موصوف کے بھائی محمد دین تھے ان کے بیٹے عبدالقادر، غلام مصطفیٰ، عبدالرحیم رحمہم اللہ تھے سب نیک اور اپنے فن میں بڑے لائق تھے۔ مولوی نور الٰہی صاحب اہل اللہ میں سے تھے، ممتاز خوش نویس تھے۔ صوم وصلوۃ کے بہت پابند تھے ان کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ اذان شروع ہوتے ہی کام چھوڑ دیتے تھے مثال کے طور پر ’’پاکستان‘‘ لفظ کا ’’پاکستا‘‘ لکھا اور ’’ن‘‘ باقی ہے تو وہ اذان شروع ہونے کے بعد ’’ن‘‘ نہیں لکھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ سب سے بڑی ہستی کا پیغام آگیا ہے اب اور کوئی کام نہیں ہو سکتا۔

گاڑی رک گئی:۔ (کرامت،۱۴۲)حضرت مولوی نور الٰہی صاحب کی دوسری بڑی خوبی یہ تھی کہ نماز بڑے سکون سے ادا کرتے تھے، ایک مرتبہ کہیں سفر کیلئے نکلے ساتھ اور عزیزان بھی تھے، آپ ریلوے اسٹیشن پر پہنچے ٹرین میں ابھی وقت باقی تھا کہ آپ نے نماز شروع کردی۔ دوران نماز ٹرین آگئی ساتھی پریشان ہو گئے مگر آپ سکون سے نماز ادا کرتے رہے یہ پرانے وقت کی بات ہے اس وقت برانچ لائنوں پر چھ سات گھنٹوں کے بعد دوسری گاڑی آتی تھی اسی دوران گارڈ نے سبز جھنڈی ہلائی اور سیٹی بجائی ڈرائیور نے گاڑی اسٹارٹ کرنا چاہی مگر گاڑی نہ چلی گارڈ وسل پر وسل دے رہا مگر نہ چلی ادھر مولوی صاحب پرسکون حالت میں نماز پڑھ رہے ہیں آپ نے حسب معمول آرام سے نماز ختم کی اٹھے اور آکر گاڑی میں قدم رکھا گاڑی اسی وقت چل پڑی لوگ حیران رہ گئے کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ کیا ماجراء ہے بس اس طرح نصرت الٰہی آپ کے شامل حال رہی۔

آپ کا ایک شاندار معمول یہ تھا کہ جب کبھی باہر سے واپس آئے تو بجائے گھر جانے کے مسجد میں جاتے۔ اذان کا وقت ہوتا تو اذان کہتے اور جماعت کے ساتھ نماز ادا کر کے گھر جاتے اور اگر اذان کا وقت نہ ہوتا تو دو رکعت نماز ادا کر کے گھر جاتے۔

مثالی تقویٰ:۔ مولوی عبد الرحیم صاحب رحمہ اللہ بڑے سوز وگداز سے قرآن مجید پڑھتے تھے۔ اللہ نے انہیں لحن داؤدی عطا فرما رکھا تھا لوگ ان کی بڑی عزت کرتے تھے، آپ کی نیکی پاکیزگی اور تقویٰ کا آس پاس شہرہ تھا۔ ایک روز مولوی صاحب نے ایک چوہدری صاحب سے گھاس کاٹنے کی اجازت چاہی۔ اس نے بخوشی اجازت دے دی، مولوی صاحب گھاس کاٹنے لگے گھاس کاٹتے ہوئے ایک پودا گندم کا بھی جڑ سے اکھڑ کر ہاتھ میں آگیا آپ کو اس بات کا دکھ ہوا اور اسے اسی وقت زمین میں گاڑ دیا اور گاؤں سے لوٹے میں پانی لا کر اس میں ڈالا اگلے دن پھر اس طرح کیا چوہدری صاحب نے دیکھ لیا اور پوچھا مولوی صاحب پانی کا لوٹا لے کر کدھر جاتے ہیں؟ مولوی صاحب نے بتایا چوہدری صاحب گھاس کے ساتھ گندم کا پودا اکھڑ گیا تھا اسے پانی دینے جاتا ہوں۔ سبحان اللہ کیسے نیک، سادہ اور امانتدار تھے پہلے کے لوگ۔

﴿۲۳﴾ کرامات حضرت حافظ عبد الحیٔ صاحب رحمہ اللہ کوٹ شاہ محمد

کوٹ شاہ محمد کا پرانا نام چاندی کوٹ تھا۔ لیکن یہ چاندی کوٹ نام سے ہی زیادہ مشہور ہے ضلع شیخو پورہ کا خوبصورت علاقہ ہے جو کبھی ویران تھا مگر حضرت حافظ عبد الحیٔ صاحب کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے وہاں کا شور وکلر دور کر کے اسے سبزہ زار بنا دیا ہے۔ جس مسجد کی بنا آپ کے والد گرامی حضرت مولوی امام دین رحمہ اللہ نے رکھی تھی وہاں آپ کی مساعی اور جہد مسلسل کی بدولت قرآن وسنت کے سوتے پھوٹتے رہے اور اب بھی پھوٹ رہے ہیں۔ اس وقت مولانا عبد الصمد رفیقی حفظہ اللہ اپنے آبائی چمنستان کی آبیاری کر رہے ہیں۔

آپ کی لافانی کرامت:۔ (کرامت،۱۴۳) آپ ہر وقت قرآن مجید پڑھتے اور نوافل میں مصروف رہتے تھے میں نے ہر لحہ آپ کو ذاکر وشاکر پایا۔ آپ کا شمار بھی اہل اللہ میں ہوتا ہے۔ آپ نے نیک اور عالم اولاد کے لئے دعا کی۔ اللہ نے آپ کی دعا کو شرف قبول بخشا اور نیک اور عالم اولاد عطا فرمادی۔ آپ کے چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں سب بیٹیاں اور تین بیٹے علم دوست ہوئے۔ مولانا سلیم، مولانا مسلم، مولانا عبد السلام، تیسرے بیٹے یعنی مولانا عبد السلام کیلانی مستند اور ممتاز عالم دین ہیں، آپ حضرت مولانا حافظ عبد اللہ محدث روپڑی رحمہ اللہ کے شاگرد رشید ہیں مدینہ یونیورسٹی سے بھی اکتساب علم وفضل کیا۔ اب ماشاء اللہ علامہ کے درجے پر فائز ہیں علماء اکیڈمی بادشاہی مسجد لاہور میں پڑھانے کے بعد آج کل یوگنڈا میں حدیث پڑھا رہے ہیں۔ آپ کا شمار وہاں کے کبار علماء میں ہوتا ہے۔

مولانا محمد سلیم حفظہ اللہ ایک نیک دل اور صاف باطن آدمی ہیں۔ آپ نے ہمیشہ رزق حلال کمایا۔ عموماً کتابت آپ کا فن اور پیشہ تھا ایک روز آپ نے خواب میں دیکھا کہ میں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھ رہا ہوں ”رب انی لما انزلت الی من خیر فقیر“ یہ اشارہ تھا کہ اسی طرح رب سے تعلق رکھو وہ سب ضرورتیں پوری کر دے گا ایک مرتبہ آپ کو خواب میں قیامت کا نقشہ دکھایا گیا آپ ذرا پریشان ہوئے تو قرآن مجید

کی یہ آیت کسی نے پڑھی "مقعد صدق عند مليك مقتدر" آج کل آپ نے وار برٹن میں شاندار مسجد اور لڑکیوں کے لئے ممتاز درسگاہ قائم کر رکھی ہے۔ مسجد اور مدرسہ دونوں بہت بارونق اور کامیاب جارہے ہیں۔ ماشاءاللہ بہت لوگ آبائی تقلید وجمود اور رسومات ترک کر کے توحید وسنت کی جلو میں آرہے ہیں۔ مولانا محمد سلیم حفظہ اللہ کی ساری اولاد نیک، شریف، عالم، حافظ، قاری اور علم دوست ہے۔ خصوصاً حافظ عبدالمتین راشد اور حافظ عبدالعظیم اسد علم وتقویٰ اور شرافت میں نوجوانوں کے لئے قابل تقلید ہیں۔ حافظ عبدالمتین راشد اور حافظ عبدالعظیم اسد علم وتقویٰ اور شرافت میں نوجوانوں کے لئے قابل تقلید ہیں حافظ عبدالمتین راشد کی پیدائش پر ان کی والدہ محترمہ نے خواب میں ایک نورانی درخت دیکھا جس کی دو شاخیں ہیں اور وہ آسمان تک پھیلا ہوا ہے مولانا محمد سلیم کی دو بیٹیاں ہیں ایک الریاض میں ہوتی ہیں وہ مولانا عبدالمالک مدیر ادارہ دارالسلام کی اہلیہ ہیں ماشاءاللہ آپ کی یہ صاحبزادی حافظ قرآن اور جامعہ جھوک دادو کی سند یافتہ ہیں اور بہت اچھی معلمہ اور مبلغہ ہیں دوسری سوہدرہ میں بندہ محمد ادریس فاروقی مدیر مسلم پبلی کیشنز سوہدرہ کے نکاح میں آئے۔ الحمدللہ موصوفہ والدین کی طرح نیکی اور خدمت دین میں بہت آگے ہیں، دونوں نے اپنی اپنی جگہ دینی مدارس قائم کر رکھے ہیں، اور دونوں بحسن طریق دین کی خدمت کر رہی ہیں اور دونوں کے شوہر اپنی اپنی جگہ اللہ کی توفیق سے اسلام کی خدمت واشاعت میں روز وشب مصروف ہیں اللہ قبول فرمائے۔ آمین۔ بیٹے قرآن و سنت کی خدمت اور نشر واشاعت میں مصروف ہیں حافظ عبدالعظیم اسد اور حبیب کبریا پاکستان میں اور باقی تینوں صاحبزادگان یعنی حافظ عبدالمتین راشد حافظ مطیع الرسول اور حافظ منیب کبریا سعودیہ میں اسلام کی خدمت واشاعت میں دن رات مصروف ہیں۔

شاندار کرامت:۔ (کرامت،۱۴۴) آپ نے دنیا سے بالکل دل نہ لگایا۔ پوری زندگی گزر گئی آپ نے اپنے کچے مکان کو پختہ نہ بنایا علوم قرآن میں وحید العصر تھے۔ قرآن کے لغات پر مشتمل بہترین کتاب "مراۃ القرآن" لکھی، جو صرف ونحو اور علم وادب کا شاہکار ہے علوم قرآن کے علاوہ آپ اسرار قرآن سے بھی آگاہ تھے۔ آپ کا روحانی پایہ بھی اونچا تھا۔ اخلاق اور سیرت وکردار میں اپنی مثال آپ تھے خواہ ون عسرت کے ہوں یا یسرت کے کبھی کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلایا لوگوں کو آپ کی امانت ودیانت پر بے حد یقین تھا، اس گاؤں میں چالیس چالیس مربع زمین کے مالک رہتے تھے وہ بسا اوقات آپ کے پاس لاکھوں روپے اور بے پناہ زیورات امانت کے طور پر رکھ دیتے تھے، مگر کیا مجال جو ان میں ذرا بھی کمی بیشی ہو۔ یہ معمولی بات نہیں ہے بہت بڑی بات ہے۔ آپ کی صاحبزادی نے بتایا ایک مرتبہ آپ لاہور سے کوئی ڈیڑھ کلو سونے کے زیورات بنوا کر لائے اور جن کی امانت تھی انہیں جوں کی توں یہ امانت پہنچادی۔ اس سلسلے میں آپ کو کئی میل پیدل بھی چلنا پڑا۔

ایک روز آپ کی بیٹی کی اتنی دولت اور زیورات پر نظر پڑ گئی اس نے حیرت سے پوچھا اباجی! اتنی دولت؟ آپ نے فرمایا۔ یہ دولت ہماری نہیں یہ لوگوں کی گندگی ہے یعنی بیٹی کو ایک طرف یہ بتایا کہ یہ ہماری نہیں ہے اور دوسری طرف یہ بتایا کہ دولت ہرگز پیار کے قابل نہیں ہے اس سے دل لگانا اچھا نہیں۔ آپ روکھا سوکھا کھا کر گزارا کر لیتے تھے، لیکن کیا مجال جو امانت کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی دیکھا ہو یا اس کی نگرانی پر کسی سے کچھ معاوضہ طلب کیا ہو، یہی اولیاء کی شان ہے کہ وہ اکل حلال کو فریضۃ اللہ کے بعد سب سے بڑا فریضہ سمجھتے ہیں کیونکہ اکل حلال اور زہد دونوں ولایت کے ابتدائی زینے ہیں باقی اگلے زینے ہیں ان ابتدائی زینوں کے بغیر کوئی شخص ولی نہیں بن سکتا ان کے بغیر ولایت کا حصول ممکن نہیں۔

دریا کی دلدل میں پھنسی گھوڑی نکل آئی:۔ (کرامت،۱۴۵) ایک مرتبہ آپ گھوڑی پر سوار دریائے چناب میں سے گزر رہے تھے دریا میں پانی کم تھا تقریباً خشک تھا آپ کے ساتھ اہلیہ محترمہ بھی تھیں ایک جگہ گھوڑی دلدل میں پھنس گئی اور پوری ٹانگوں تک پھنس گئی آپ اتر گئے لیکن بسیار کوشش کے باوجود گھوڑی باہر نہ نکل سکی۔ آپ کو قدرے فکر لاحق ہوئی لیکن اللہ پر توکل کرتے ہوئے سورہ یٰسین کی تلاوت شروع کر دی دیکھا، گھوڑی یکدم اچھلی اور باہر نکل آئی اور اللہ کی مہربانی سے ساتھ ہی خشک جگہ پر اس کے قدم پڑے اور اس نے چلنا شروع کر دیا اللہ تعالیٰ کی اس مہربانی پر دونوں بے حد شکر بجالائے۔

تدفین پر خوشبو پھیل گئی: (کرامت،۱۴۶) آپ کی وفات پر کافی لوگ جمع ہوئے تدفین کے موقع پر قبرستان میں بندہ بھی موجود تھا۔

کھلی فضا، درختوں کا جھرمٹ، ایک درخت کے نیچے آپ کی قبر کی کھدائی ہورہی تھی اس دوران کچھ لوگ خاموش کھڑے تھے، کچھ باتوں میں مصروف تھے، کہ دفعتاً مہک آنا شروع ہوئی، جہاں میں کھڑا تھا وہاں بھی مہک آئی تا آنکہ سب لوگوں کا مشام جاں معطر ہوگیا۔ لوگ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے، کہاں سے مہک آرہی ہے، میں قبر کی طرف بڑھا اور حضرت حافظ صاحب رحمہ اللہ کی چارپائی پڑی تھی نیچے کھدائی آخری مراحل میں تھی، اب لوگ یہ سمجھ گئے تھے کہ خوشبو یہیں سے آرہی ہے، اور یہ خوشبو تھی بھی الگ قسم کی، اہل ایمان کیلئے قرآن کی نوید ہے "یا یتھا النفس المطمئنة ارجعي الى ربك راضية مرضية ، فاد خلي في عبادي ،واد خلي جنتي" مطلب یہ کہ اپنے محبوب بندوں کے لئے رب تعالیٰ جنت کے دروازے کھول دیتا ہے اور انہیں ابرار واخیار کی جماعت میں شامل فرمادیتا ہے۔

بکثرت ذکرالٰہی:۔ (کرامت ،۱۴۷) آپ جوانی میں چھ پارے اور جب آپ کو ذرا فرصت مل گئی اور بڑھاپے کو پہنچ گئے تو روزانہ دس پارے قرآن مجید کی منزل کیا کرتے تھے اور جو پندرہ بیس روزانہ اوراد وظائف کرتے تھے، وہ اس کے علاوہ تھے یہی شان اولیاء ہے کہ ان کا کوئی لمحہ ذکرالٰہی کے بغیر نہیں گزرتا اور رب ان کی خصوصی مدد فرماتا ہے۔

﴿۲۴﴾ کرامات مولانا حکیم عبدالواحد رحمہ اللہ وار برٹن

آپ کا شمار وار برٹن ضلع شیخو پورہ کے چند گنے چنے لوگوں میں ہوتا ہے، بڑے نیک، پارسا اور خدا ترس انسان تھے۔ آپ حضرت حافظ عبدالحئی رحمہ اللہ کے چھوٹے بھائی تھے۔ پیکر حلم وشرافت حکیم منصور العزیز آپ ہی کے بیٹے ہیں جو اشرف لیبارٹریز کے معاون اور طبیہ کالج فیصل آباد کے پرنسپل ہیں، آپ کے دوسرے دونوں بیٹے محمد اسحاق شاہین اور محمد زبیر گو علم و مذہب میں زیادہ نہ پڑھ سکے لیکن ان کی شہرت اچھی ہے شرافت اور ادب (لٹریچر) میں اچھا پایہ رکھتے ہیں، اول الذکر وفات پاچکے ہیں ان کی بیٹی کی شادی ولی کامل حضرت مولانا محمد عثمان دلاوری رحمہ اللہ (جن کی کرامت آگے آرہی ہیں) کے حقیقی پوتے سے ہوئی یعنی دونوں کے اجداد کا شمار اولیائے کرام میں ہوتا ہے۔

ہندو بھن مسلمان ہوگیا:۔ (کرامت ،۱۴۸) ایک بھن آپ کی خدمت میں آیا تھوڑی دیر آپ کی مجلس میں رہا وہ آپ کی باتوں سے بہت متاثر ہوا۔ آپ کی مجلس میں اسے سکون ملا بالآخر کہنے لگا: حضرت مجھے بھی اپنا ساتھی بنا لیجئے فرمایا: کلمہ پڑھو اور ہمارے ساتھی بن جاؤ چنانچہ اس نے کلمہ شریف پڑھا اور حلقہ بگوش اسلام ہوگیا۔

عجیب واقعہ:۔ (کرامت ،۱۴۹) ایک روز بیٹھے بیٹھے کہنے لگے: اتنے آدمیوں کا کھانا تیار کرو، وہ آرہے ہیں گھر والوں نے کھانا تیار کیا۔ اتنے میں وہ مہمان آگئے، کھانا کھایا، چند منٹ آپ کی مجلس میں بیٹھے اور چلے گئے، گھر والے کہتے ہیں، ہمیں پتہ نہیں چلا کہ وہ کون مہمان تھے۔ اور کیا کرنے آئے تھے۔ وہ لوگ ہمارے علاقے کے نہیں تھے۔ کہیں ادھر ادھر کے تھے اور ان کے آنے کا مقصد نہ ہم نے پوچھا۔ اور نہ مولوی صاحب نے گھر والوں کو بتایا یا بتانا مناسب نہ سمجھا ہوگا۔

﴿۲۵﴾ کرامات مولانا محمد ادریس کیلانی رحمہ اللہ

آپ کا شمار بھی باعمل علماء میں ہوتا ہے، آپ کی دو کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

دعا کی طاقت پرواز:۔ (کرامت ،۱۵۰) آپ ہمیشہ اولاد کیلئے نیکی اور ہدایت کی دعا طلب کرتے رہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد کو خدمت دین کی توفیق بخشی انہوں نے کیلیانوالے میں ایک شاندار جامعہ تعمیر کیا۔ قریب ہی قادر آباد روڈ کیلیانوالہ سٹاف پر خوبصورت مسجد بنوائی۔ اور "حدیث پبلی کیشنز" کے نام ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا جو شب وروز حدیث نبوی کے اشاعت میں مصروف ہے۔ موصوف کی بیٹی نے گوجرانوالہ کے قریب کھیالی میں ایک دینی مدرسہ قائم کررکھا ہے جہاں لڑکیوں کو قرآن وحدیث کی تعلیم دی جاتی ہے یوں حضرت مولانا کیلانی مرحوم کی دعا حرف بحرف پوری ہوئی غرض آپ کی ساری اولاد خدمت دین اور اشاعت اسلام میں مصروف ہے۔

آپ کی ایک اور کرامت :۔ (کرامت ،۱۵۱) آپ عالم تھے ، البتہ حافظ نہیں تھے ، عمر مبارک کوئی ساٹھ ستر کے درمیان ہوگی کہ دل میں خواہش پیدا ہوئی کیوں نہ کتاب اللہ کو حفظ کیا جائے ؟ آپ نے اللہ کی بارگاہ میں حفظ قرآن کی دعا کی اور بلا استاد قرآن مجید حفظ کرنا شروع کردیا ۔ یعنی دعا کے ۔ ساتھ کوشش بھی شروع کردی اور ڈیڑھ برس کے قلیل عرصہ میں قرآن مجید حفظ کر کے دوسرے سن رسیدہ لوگوں کیلئے حفظ قرآن مجید کا شاندار نمونہ پیش فرمادیا ۔ علاوہ ازیں اسے مصلے پر سنانا بھی شروع کردیا ۔ ماشاء اللہ بہت اچھا قرآن ضبط تھا ۔

آپ کی اہلیہ محترمہ بھی قرآن کی حافظہ تھی ۔ اور دیہاتی طریقے کے مطابق گھر میں ہی گاؤں کی بچیوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیتی تھیں ۔ ذرا غور تو کیجئے ! قوم نے مولانا کے علاوہ ان کی اہلیہ اور ان کے بچوں سے کتنا فائدہ اٹھایا ؟ اور اب تک اٹھا رہی ہے یہ ایک چشمہ فیض ہے جس سے قوم برابر استفادہ کررہی ہے اور اللہ ہی کو معلوم یہ سلسلہ کب تک رہے ، آپ کے چاروں بیٹے محمد اقبال کیلانی ، محمد ریاض کیلانی ، خالد کیلانی ، ہارون الرشید کیلانی اپنے والد گرامی کے مشن کو اپنی طاقت کے مطابق جاری رکھے ہوئے ہیں ، حدیث پبلی کیشنز کے نام سے ان کا ادارہ بڑی اچھی کتابیں شائع کر رہا ہے ۔ آپ کی مطبوعہ کتب ملک اور بیرون ملک سے خراج تحسین حاصل کر رہی ہیں ۔

﴿۲۶﴾ کرامات مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ لاہور

سنت کی برکت اور آپکی کرامت :۔ (کرامت ،۱۵۲) مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ پہلے فوج میں ملازم رہے ، خاندانی اثر کی وجہ سے مزاج میں دین اور مذہب کا غلبہ تھا ، جس کے نتیجے میں آپ نے داڑھی رکھ لی ، قانون شریعت کی نگاہ میں داڑھی کو وجوب کا درجہ حاصل ہے مگر انگریزی قانون کو ناگوار گزری ۔ حکام نے کہا : داڑھی رکھیں یا نوکری رکھیں کوئی ایک چیز رکھ لیں ۔ فیصلہ کرلیں کیا رکھنا ہے ۔ کہا : فیصلہ کرلیا ۔ نوکری چھوڑ دوں گا مگر سنت رسول ﷺ نہیں چھوڑوں گا ۔ رب نے کہا : جو میرے محبوب کی لاج رکھتا ہے میں اس کی لاج رکھتا ہوں ۔ چنانچہ رب تعالیٰ نے آپ کو وہ مقام دیا کہ بایدوشاید یعنی حکومت کی نوکری چھوڑ کر اپنی نوکری دے دی سچ کہا قرآن نے ” عسى ان تكرهوا شيئا وهو خير لكم “ یعنی بسا اوقات آدمی کسی چیز کو اچھا نہیں سمجھتا اور وہ حقیقت میں اچھی ہوتی ہے اللہ کرے کہ ہماری بھی آنکھیں کھل جائیں اور کم از کم داڑھی منڈانا چھوڑ دیں ۔

اللہ تعالیٰ نے ہاتھ تھاما :۔ (کرامت ،۱۵۳) نوکری چھوڑنا کوئی معمولی بات نہیں ۔ معاش کی بنیادیں ہل جاتی ہیں گھر کا نظام تلپٹ ہوکر رہ جاتا ہے مگر آپ مطلق پریشان نہیں ہوئے ، آپ نے کاروبار شروع کیا ۔ اللہ نے برکت عطا فرمائی اور ساتھ ساتھ خاندانی فن یعنی کتابت سیکھی ۔ اور بہت جلد سیکھ لی دنیا پیسے کے پیچھے بھاگتی ہے مگر پیسہ آپ کے پیچھے بھاگتا تھا اور کمال یہ کہ اللہ نے اگر کتابت کا کام دیا تو وہ بھی قرآن کا ۔ ہم خرما و ہم ثواب ” ان الله لايضيع اجرا المحسنين “ کی جلوہ فرمائیاں اسی کارگہ آب وگل میں شروع ہوگئیں اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ذہن رسا کے ساتھ طبع سبک خرام بھی ودیعت فرمادی ۔ آپ کے سامنے ارتقاء کا کوئی زینہ دور نہ تھا اور علم وفضل آپ کو دیا ہی نہیں بلکہ آپ میں انڈیلا باوجود درس نظامی نہ پڑھنے کے آپ کی تحریر وتقریر اور تصنیفات کو دیکھ کر بڑے بڑے علماء ورطہ حیرت میں گم ہوگئے ۔ مزاج سادہ ، مرنجاں مرنج ، ملنسار ، چہرے پر بشاشت ، طبع میں جودت ، ہمہ وقت استحضار اور آمد کی کیفیت ، زبان میں طلاقت ، قلم میں روانی ، دریا کو کوزے میں بند اور کوزے کو دریا میں بنا دینے پر قدرت ، طبیعت پر بہار ، ہر ایک سے پیار ، غرض کیا کہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے موصوف کا ہاتھ ہی نہیں تھاما یمین ویسار عطاد بخشش کے چھینٹوں کا یوں فیاضانہ ترشح کیا کہ فیض ازل کے انعامات واحسانات آپ پر نازل ہوتے ہوئے نظر آئے ۔ رحمہ اللہ تعالیٰ ۔

انعامات کی بارش :۔ (کرامت ،۱۵۴) رب نے آپ کو اسقام وآلام سے محفوظ رکھا ورنہ فی زمانہ کوئی گھر ان آفات سے محفوظ نہیں ۔ جو اسقام سے محفوظ ہے وہ آلام میں گرفتار ہے اور جو آلام سے محفوظ ہے وہ اسقام میں گھرا ہوا ہے ، آپ تادم آخر صحت مند رہے ۔ اور بڑھاپے میں بھی جوان تھے آپ کو اللہ نے دین بھی دیا اور دنیا بھی ۔ آپ کو اولاد دی تو اس میں بھی شان عدل کار فرما رہی یعنی چار بیٹے اور چار بیٹیاں اور دونوں ہی (بیٹے بیٹیاں) دونوں علوم سے آراستہ اور تقریباً سبھی حافظ قرآن ۔ آگے ان کی اولاد بھی حافظ قرآن ، آپ کی اہلیہ محترمہ بھی حافظ قرآن تھیں ۔ ایک اندازے

کے مطابق آپ کے خاندان یعنی فروغ میں کوئی ۵۰ حفاظ قرآن ہوں گے اور آپ کے سب بیٹے اچھی پوسٹ پر ہیں کوئی ڈاکٹر ہے تو کوئی انجینئر، کوئی پروفیسر ہے تو کوئی اسکالر، اتنی لائق، بلند اخلاق، دین کی خادم اولاد کم ہی کسی کی ہوگی "ایدھم اللہ تعالیٰ"۔

آپ کی ایک اور کرامات:۔ (کرامت، ۱۵۵) آپ کو اولاد واحفاد سے محبت تھی۔ حلال کمائی سے پیار تھا عالی شان رہائش گاہ محبوب تھی مگر ان سب سے بڑھ کر آپ کو اللہ اور اس کے رسول سے پیار تھا۔ ﷺ آپ ارشاد قرآنی "اشد حباللہ" کی تابندہ تفسیر اور حدیث نبوی "لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ" کی زندہ تصویر تھے۔

آپ کو اللہ سے محبت تھی اللہ کی کتاب سے محبت، اللہ کے رسول سے محبت اور اللہ کے گھر سے لگاؤ تھا۔ اتنا لگاؤ اتنا پیار اور اتنی شیفتگی کہ بالآخر فرش مسجد کی زمیں بوسی کرتے ہوئے اللہ کے گھر ہی میں اللہ سے جاملے۔ حالت نماز کی کیفیت سجدے کی، زبان تسبیحات خداوندی کی زمزمہ سنجی کرتے ہوئے، اہل اسلام سے "فاشھدوا لہ بالایمان" کا تمغہ شہادت لیتے ہوئے "فادخلی فی عبادی ۝ وادخلی جنتی" کی نوید سنانے والے ملائکہ کے جھرمٹ میں آپ کی روح مطمئنہ فردوس بریں میں پہنچ گئی "اعلی اللہ مقامہ، آمین یارب العالمین"۔

اس دور میں اپنی خاندانی مسند علم کی وارث اور اہل، کم ہی کسی ذی علم کی اولاد ہوگی اور جس کی اولاد ایسی نکل آئے اسے اللہ کا شکریہ بجالانا چاہیے اس کائنات ہست و بود میں بڑی نعمتیں یہی ہیں دین و دنیا کی عظمت، لائق اولاد، معاشرہ میں عزت اور اچھی شہرت، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ ان خوش نصیب لوگوں میں سے ہیں جنھیں یہ تمام نعمتیں حاصل تھیں۔

آپ کی تابندہ و درخشندہ کرامات:۔ (کرامت، ۱۵۶) آپ نے بہترین کتب تصنیف فرمائیں۔ جن کی تعداد بیس کے لگ بھگ ہو گی آپ کی سب کتب عمدہ اور لائق تعریف ہیں لیکن "مترادفات القرآن" آپ کی شاہکار تصنیف ہے جو اپنے عہد کی منفرد کتاب ہے۔ میرے خیال میں ماضی قریب میں برصغیر میں "مترادفات قرآن" ایسے حیرت زدہ اور معلومات افزا موضوع پر کسی نے قلم نہیں اٹھایا۔

آپ نے لائق ترین اولاد چھوڑی۔ آپ کی اولاد (ذکور واناث) کا ہر فرد اپنی اپنی جگہ پر ایک مستقل ادارہ ہے اور ان سب میں اپنے گرامی والدین کی پوری جھلک پائی جاتی ہے۔ "اللھم زد فزد"۔

آپ کا جامعہ اور قائم کردہ مسجد، آپ کا صدقہ جاریہ ہے جامعہ البنات تدریس القرآن وسن پورہ لاہور میں بہترین تعلیم و تربیت کا انتظام ہے اور بڑی کامیابی سے رواں دواں ہے مسجد اگرچہ چھوٹی ہے مگر اہمیت کے لحاظ سے بڑی ہے۔ وہ شرک و بدعت کے سیاہ نوکیلے پتھروں میں چشمہ توحید و سنت کا کام دے رہی ہے یہ سب آپ کی کرامات ہیں اگر آپ ملازمت میں رہتے تو یہ محیر العقول کارنامے کیسے ممکن تھے؟ "وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء"۔

﴿۲۷﴾ کرامات مولوی کمال دین صاحب رحمہ اللہ

آپ ایک غیر معروف، خاموش، مخلص، سادہ اور اپنے علاقہ میں ہر دلعزیز بزرگ تھے۔ زہد کا غلبہ تھا، اکل حلال اور صدق مقال کے عادی تھے۔ دعا میں بلا کی تاثیر تھی، شاید وہ اکل حلال اور صدق مقال کی وجہ سے تھی یوں لگتا تھا جیسے رب کو منا رہے ہوں آپ کے بارے میں مشہور ہے آپ جو دعا کرتے تھے پوری ہو جاتی تھی۔

اللہ نے خاتون کو بیٹا دیا:۔ (کرامت، ۱۵۷) مولوی اسماعیل فیروز پوری چک 139/9L بیان کرتے ہیں ایک مرتبہ ایک خاتون آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس کے ہاں اولاد نہیں ہوئی تھی بہت علاج کروایا اور روحانی علاج کیلئے بڑے بڑے ماہرین کے پاس گئی مگر مطلق فائدہ نہ ہوا اسے آپ کے بارے میں بتایا گیا چنانچہ وہ آپ سے دعا کروانے کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی آپ نے اپنے خاص انداز سے اس کے لئے دعا کی اور انداز یوں تھا کہ جیسے کوئی اپنے دوست کی منت زاری کر کے اسے اپنی عرض داشت منوا رہا ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے دعا کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے اس خاتون کو بیٹا عطا فرمادیا۔

قحط سالی دور ہوگئی:۔ (کرامت،۱۵۷) گوہڑ (چوکی) میں بارش نہ ہونے سے قحط سالی کا سماں ہوگیا لوگوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہوکر بارش کے لئے دعا کی درخواست کی آپ نے نہایت زاری سے دعا کی تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ بادل کا ٹکڑا آیا اور وہ پھیلتا گیا تا آنکہ دیکھتے دیکھتے پورے علاقے پر پھیل گیا اور بارش برسنے لگی اور اتنی برسی کہ سب کی سب ضروریات پوری ہوگئیں۔

بھینس نے آپ کی بات مان لی:۔ (کرامت،۱۵۸) مولوی حبیب اللہ جیتی والا (Jatiwala) نزد کنگن پور نے یہ واقعہ سنایا کہ ایک روز حضرت مولوی کمال دین صاحب ہمارے گاؤں جیتی والا میں تشریف لائے دیکھا کہ ایک آدمی اپنی بھینس کو مار رہا تھا۔ آپ نے کہا بیچارا بے زبان جانور ہے اسے کیوں مار رہے ہو؟ اس نے کہا: میں اسے کیوں نہ ماروں چارا پورا کھاتی ہے مگر جب دودھ دینے کی باری آتی ہے تو ٹانگیں مارتی ہے اور قریب نہیں آنے دیتی۔ آدمی کا جواب معقول تھا آپ نے بھینس کے قریب ہوکر اس کے کان میں کہا" کیوں مار کھاتی ہو، دودھ دے دیا کرو" آدمی سے کہا ذرا صبر کرو جلد بازی نہ کرو جاؤ برتن لے آؤ تھوڑی دیر کے بعد وہ برتن لے آیا نیچے بیٹھا اور بھینس کے تھنوں کو ہاتھ میں لے کر دبایا تو اس نے دودھ دینا شروع کردیا۔

دریا کا رخ بدل گیا:۔ (کرامت،۱۵۹) مولوی حبیب اللہ آف جیتی والا کا بیان ہے ایک مرتبہ کی بات ہے کہ دریائے ستلج نے جیتی والا اور کنگن پور کی طرف رخ کرلیا جس سے لوگوں کو بہت تشویش ہوئی کہ کیا کیا جائے۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ اللہ کے حکم سے آیا ہے وہی اس کو لے جائے گا کسی اہل اللہ سے دعا کروانی چاہیے چنانچہ لوگ حضرت مولوی کمال دین صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعا کی درخواست کی۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے لجاجت والحاح کے ساتھ دعا کی۔ "اے اللہ! یہ کام لوگوں کیلئے بہت مشکل ہے مگر آپ کیلئے کوئی مشکل نہیں اپنی مہربانی سے دریائے ستلج کا رخ اس علاقے سے موڑ دیجئے۔ آپ کی دعا قبول ہوئی اور اگلے روز سے دریا نے اپنا رخ کنگن پور سے موڑ کر دوسری طرف کردیا جس سے لوگوں کو انتہائی خوشی ہوئی۔

آپ کا روحانی کمال:۔ (کرامت،۱۶۰) تقسیم ملک کے وقت سکھوں نے ادھم مچا رکھا تھا بپھرے ہوئے سکھ جس مسلمان کو دیکھتے تہ تیغ کردیتے۔ اس طرح انہوں نے حد درجہ مظالم ڈھائے اور آپ کے علاقہ میں ان گنت مسلمانوں کو شہید کردیا ایک عالم کو چرکے دے دے کر شہید کردیا مگر مولوی کمال دین رحمہ اللہ کا کمال یہ تھا کہ آپ جس شخص کے گرد دائرہ لگا دیتے سکھ ادھر نہ آتا اور اس طرح وہ شخص ان کے حملے سے بچ جاتا اس طرح بہت سے لوگ سکھوں کے حملے سے بچ گئے۔

دعا کا حیرت انگیز اثر:۔ (کرامت،۱۶۱) مولانا اسمٰعیل فیروز پوری رحمہ اللہ کا بیان ہے ایک مرتبہ آپ گوجرہ تشریف لے گئے ایک لڑکی آپ کے سامنے لائی گئی مرض کی وجہ سے اس کے سر کے بال اڑ چکے تھے، آپ نے اس لڑکی سے پابندی سے نماز ادا کرنے کا وعدہ لیا اس نے پابندی سے نماز ادا کرنے کا وعدہ کرلیا، آپ نے دعا بھی کی، اسے دم بھی کیا اور پانی بھی دم کرکے دیا اور پرہیز بھی بتلایا چنانچہ اللہ کی مہربانی سے وہ لڑکی ٹھیک ہوگئی پھر اس نے سستی سے نماز ترک کردی، چنانچہ دوبارہ اس کے بال گرنا شروع ہوگئے اور وہ پھر اسی طرح ہوگئی جس طرح پہلے تھی بعد ازاں ٹھیک نہ ہوئی، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ یا اللہ والوں سے جو وعدہ کیا جائے اسے ضرور پورا کیا جائے اور جس قدر ممکن ہو جلد پورا کیا جائے۔ بصورت دیگر نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے۔

﴿۲۸﴾ کرامات مولانا عبدالحق آف ماڑی مصطفٰی رحمہ اللہ (بھارت)

زہے مقدر:۔ (کرامت،۱۶۱) آپ نہایت مخلص بہت بلند اخلاق، بے حد پارسا اور اونچے پائے کے عالم دین تھے جامعہ رحمانیہ دہلی کے فارغ التحصیل تھے۔ بہت متوکل علی اللہ اور عابد وزاہد تھے دوران ذکر بات چیت نہیں کرتے تھے اور آپ نے گھر والوں کو بھی اس وقت گفتگو کرنے سے روکا ہوا تھا۔ قاری محمد عزیز صاحب خطیب جامعہ مسجد اقصیٰ گلشن راوی لاہور اور محمد صدیق شاہد ایم اے ہیڈ ماسٹر اور فاروق احمد انہی کے فرزند ہیں۔ مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی اہلیہ محترمہ جنت بی بی بھی اللہ والی خاتون تھیں بڑی عابدہ، زاہدہ، ذاکرہ وشاکرہ تھیں۔ حال ہی میں

نوے برس کی عمر پا کر عالم جاودانی کو سدھار گئیں ۔ شریعت کی بے حد پابند تھیں ۔ قرآن اور نوافل عام پڑھتی رہتی تھیں آپ کی وفات پر پورا کمرہ خوشبو سے مہک اٹھا اماں جی جنت بی بی مرحومہ عالمہ باعمل ، صاحب تقویٰ وورع ، حضرت مولانا محمدی یحییٰ میر محمد کی رضائی ماں تھیں تقسیم کے وقت سکھوں نے آپ کے شوہر عبدالحق رحمہ اللہ اور آپ کے دو بیٹوں محمد یونس اور محمد کو بے دردی سے شہید کردیا مگر مرحومہ نے بڑے حوصلے اور صبر وسکون سے ان جانکاہ صدمات کو برداشت کیا یہ ہیں وہ خاندان جنہوں نے ملک کی خاطر لازوال قربانیاں دیں ۔ اور یہ ہیں وہ لوگ جو وطن عزیز کی صحیح قدر و قیمت کا اندازہ کر سکتے ہیں اور وہ لوگ جنہوں نے تقسیم کے وقت نہ کوئی صدمہ برداشت کیا نہ کوئی جانی و مالی قربانی دی انہیں پاکستان کی صحیح قیمت کا کیونکر اندازہ ہوسکتا ہے؟

دعا سے دن پھر گئے :۔ (کرامت ،۱۶۲) مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کا شمار اہل اللہ میں ہوتا ہے آپ کے تلامذہ میں مولوی حبیب اللہ جیتق والا نزد گنگن پور معروف عالم تھے ۔ مولوی صاحب موصوف آپ کے نہایت عقیدت گزار تھے ۔ یہ ایک بار آپ کے صاحبزادگان مولانا قاری محمد عزیر اور جناب محمد صدیق شاہد ایم اے سے ملنے آئے اور ملاقات کر کے خوش ہوئے اور باتوں باتوں میں بتانے لگے میں بڑا غریب اور مفلس تھا ، تنگدستی نے پریشان کر رکھا تھا ، ایک بار میں نے استاد محترم حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ سے درخواست کی ۔ حضرت ! اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں میری کشائش کی دعا کریں کہ میرے دن پھر جائیں چنانچہ حضرت مولانا رحمہ اللہ نے میری فراخی رزق کی دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے اس دعا کو ایسا شرف قبول بخشا کہ بہت جلد یعنی اگلے ہی روز میری مالی حالت میں خوشگوار تبدیلی آگئی ۔

ہوا یوں کہ گاؤں کے نمبردار کا بیٹا شدید بیمار ہوگیا ۔ میں جسمانی روحانی تھوڑا بہت علاج کر لیتا تھا نمبردار میرے پاس آیا اور کہا مولوی صاحب ! آپ لوگوں کا علاج کرتے ہیں براہ کرم میرے بیٹے کا علاج کریں آپ کو منہ مانگا انعام دوں گا چونکہ وہ بہت مالدار تھا ، اس لئے میں نے ۱۰۰ بورے گندم اور ایک بھینس کا مطالبہ کیا اس نے وعدہ کرلیا میں نے اللہ کے سہارے پر اس مریض لڑکے کو پانی سے نہلا دیا اللہ کی قدرت وہ شفایاب ہوگیا ، اس نے خوش ہو کر مجھے ۱۰۰ روپیہ دیا اور باقی چیزیں جلد ادا کرنے کا وعدہ کیا ، میں نے خوشی خوشی اس بات کا حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ سے ذکر کیا ، آپ نے فرمایا : اس نے اپنے آپ جو ۱۰۰ روپیہ دیا ہے وہی کافی ہے باقی چیزیں چھوڑ دو اللہ آپ کو برکت دے گا ان دنوں سو روپیہ بھی بہت خطیر رقم ہوتی تھی ، میں نے استاد محترم کی بات مان لی اور اس ۱۰۰ روپے سے ضروریات بھی پوری کیں اور کاروبار بھی شروع کردیا اللہ نے مجھے وہ برکت عطا فرمائی کہ گھر میں ہر چیز کی ریل پیل ہوگئی اور کسی چیز کی کوئی کمی نہ رہی ۔

نورانی خواب ، بابرکت تعبیر :۔ (کرامت ،۱۶۳) حضرت مولانا عبدالحق رحمہ اللہ کی بیٹی فاطمہ (بورے والا) کا بیان ہے کہ ایک روز والد صاحب نے خواب دیکھا کہ وہ حضور اکرم ﷺ اور خلفائے راشدین (حضرت ابوبکر ، حضرت عمر فاروق ، حضرت عثمان ، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں ۔ تقسیم ملک کے موقع پر سکھوں نے آپ کے گاؤں کے مردوں کو دھوکے سے اکٹھا کرلیا انہوں نے عورتوں کو کچھ نہ کہا مردوں کو شروب پیش کیا انہوں نے اسے مشکوک جانا اور پینے سے انکار کردیا سکھوں نے نہتے مسلمانوں پر زوردار حملہ کردیا اور پورے گاؤں کے سینکڑوں مردوں کو بیدردی سے شہید کردیا ۔ آپ کے ساتھ آپ کے دو جوان بیٹے بھی شہید ہوگئے ، گاؤں بھارت کے ضلع فیروز پور میں تھا اس کا نام ماڑی مصطفیٰ (تحصیل موگا) تھا ۔ ” اعلی اللہ مقامهم فی الجنة الفردوس “ ۔

﴿۲۹﴾ کرامات حضرت حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ

آپ پر اللہ تعالیٰ کا خاص لطف وکرم تھا آپ کو علمی لحاظ سے ایک سند مانا جاتا تھا ، آپ کے فتاویٰ بڑے معتبر سمجھے جاتے تھے ، آپ کا بیان عین قرآن وحدیث کے بیان پر مشتمل ہوتا تھا ، آپ میں تکلف وتصنع نام کی کوئی چیز نہ تھی ، آپ کے ملک اور بیرون ملک ہزاروں شاگرد ہیں ، الحمدللہ ! بندہ کو بھی آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کرنے کا شرف حاصل ہے ۔ بندہ نے صحیح بخاری اور تفسیر القرآن آپ سے

پڑھی اور اس کی حلاوت آج تک محسوس ہو رہی ہے۔

آپ کا پایہ:۔ (کرامت،۱۶۴) آپ کا علمی پایہ بہت اونچا تھا، یگانہ روزگار عالم تھے۔ اپنے معاصرین پر برتری رکھتے تھے، حافظہ بہت قوی تھا روحانیت میں ایک مقام رکھتے تھے۔ قرآن وحدیث کے حافظ تھے عربی فارسی پر یکساں قدرت رکھتے تھے۔ گوجرانوالہ کے قریب موضع گوندلانوالہ کو آپ کی وجہ سے شہرت حاصل ہوئی اور اس گاؤں سے تعلق رکھنے والے علماء نے اپنے ساتھ گوندلوی کا لاحقہ استعمال کر کے گوندلانوالہ سے عقیدت محبت کا اظہار بھی کیا ہے۔ گوندلوی، عبدالاحد گوندلوی وغیرہم، اور اتفاق ایسا کہ سمجھا جاتا رہا ہے یہ حضرت گوندلوی کا فیضان تھا کہ جس نے اپنے شاگردوں کو نابغۂ روزگار بنا دیا۔

آپ کا روحانی جلال:۔ (کرامت،۱۶۵) آپ بہت بڑے عالم ہونے کے ساتھ ساتھ تہجد گزار، شب زندہ دار، بڑے ذاکر و شاکر اور متوکل علی اللہ تھے۔ آپ کی عبادت کا نور آپ کے پیکر سے صاف نظر آتا تھا۔ آپ کا چہرہ انوار الٰہی کی تابانیوں سے روشن رہتا تھا باوجود شیریں مقال اور فرخندہ رو ہونے کے کوئی آپ کے جلال کی تاب نہ لا سکتا تھا میں نے بڑے بڑے لوگوں کو آپ کے سامنے دم بخود دیکھا۔

ایک مرتبہ آپ طلبہ کو درس حدیث دے رہے تھے کہ ایک وزیر جو آپ کی ملاقات کی خواہش رکھتا تھا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے دوران درس ادھر دیکھا تک نہیں اور نہ ہی وہ گفتگو کر سکا حالانکہ اسے جلدی تھی ہاں، جب درس حدیث سے فارغ ہوئے پھر اس سے ہمکلام ہوئے۔

کلمہ طیبہ کے ورد کی خوشبو:۔ (کرامت،۱۶۶) مولوی عطاء اللہ صاحب دنجووالی کا بیان ہے کہ میرے گھر کوئی بیرونی اثر ہو گیا اور اس کے ساتھ دوسری آزمائش یہ آئی کہ مقدمہ بازی شروع ہو گئی، جس سے میری پریشانی دو چند ہو گئی، اس سلسلے میں جگہ جگہ پھرا بہت سے روحانی بزرگوں سے ملا مگر میں نے اکثر لوگوں کو جادوگر یا دوکاندار پایا، آپ کا بیان ہے اس سلسلے میں میں نے دو بزرگ ہستیوں کو کامل پایا ایک حضرت حافظ محمد گوندلوی اور دوسرے حضرت حافظ محمد یوسف سوہدروی رحمہما اللہ۔ مولوی صاحب کہتے ہیں میں نے ان دونوں کو جانچ پرکھ کر دیکھا انہیں روحانیت کے اعلیٰ مقام پر فائز پایا ان پر اللہ کا خاص فضل و کرم تھا۔

مولوی عطاء اللہ صاحب کہتے ہیں میں جب مقدمات میں الجھ گیا تو حضرت حافظ محمد یوسف صاحب سوہدروی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے اللہ تعالیٰ پر یقین کامل کرنے کی تلقین کی اور ساتھ یہ وظیفہ بتایا۔ "حسبنا الله ونعم الوكيل نعم المولى ونعم النصير"۔

اور فرمایا اسے کامل یقین و اعتماد کے ساتھ بکثرت پڑھو۔ مولوی عطاء اللہ صاحب کہتے ہیں: میں نے اس وظیفے کو ورد زبان رکھا اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے بہت جلد مقدمہ بازی سے میری جان چھوٹ گئی اور ہر طرح سے بری ہو گیا "فللہ الحمد"۔

ذکر نفی اثبات، پریشانی سے چھٹکارہ:۔ (کرامت،۱۶۷) گھر کی تکلیف کیلئے حضرت گوندلوی صاحب کی خدمت میں حاضری دی آپ نے فرمایا رات کو کہیں گوشہ میں بیٹھ کر کلمہ شریف "لا الہ الا اللہ" کا کثرت سے ورد کرو۔ میں نے یہ ذکر شروع کر دیا مگر عجیب بات کہ میرے آس پاس بدبو پھیلنا شروع ہو گئی، جس سے میں بہت حیران و پریشان ہوا اور مجھے خطرہ لاحق ہو گیا کہیں لوگوں کو مجھ سے بدبو نہ آنے لگے۔ کیونکہ مجھے خود اپنے آپ سے تھوڑی بو آنے لگی، میں نے حضرت گوندلوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ ماجرا کہہ سنایا فرمانے لگے: "لا الہ الا اللہ" کا اتنا ورد کرو کہ بدبو کی جگہ خوشبو پھیل جائے۔ ایک وقت آئے گا کہ شیطانی اثرات دور ہو کر خوشبو پھیل جائے گی مولوی صاحب موصوف کہتے ہیں: میں نے آپ کی ہدایت کے مطابق پھر کلمہ شریف کا اس کثرت اور جمعیت خاطر سے ورد کیا کہ واقعی بدبو کی جگہ خوشبو پھیلنا شروع ہو گئی تا آنکہ کلمہ طیبہ کے ورد سے در و دیوار مہک اٹھے اور ساتھ ہی اللہ کی رحمت سے گھریلو پریشانی میں بھی تخفیف ہو گئی۔

﴿۳۰﴾ کرامات مولانا ابوالبرکات احمد مدارسی رحمہ اللہ

آپکا تعلق مدراس (بھارت) سے تھا۔ آپ اوڈانوالہ سے فارغ ہوئے بڑے راسخ فی العلم اور راسخ فی العقیدہ تھے۔ صاف ظاہر اور باطن

تھے، مشکل ترین اسباق کو آسان ترین پیرائے میں پڑھانے کا ملکہ رکھتے تھے، جامعہ اسلامیہ گوجرانوالہ کے ناظم اور شیخ الحدیث تھے۔ آپ کا فتاوئی چلتا تھا، آپ کا فتاوئی کتابی صورت میں مل جاتا ہے، آپ حضرت حافظ محمد محدث گوندلوی رحمہ اللہ کے بلند پایہ شاگرد تھے۔ آپ کو باوجود اتنے عالی مراتب ملنے کے حضرت گوندلوی رحمہ اللہ کی شاگردی پر فخر تھا اور شیخ الحدیث ہونے کے باوجود شاگردوں کی طرح آپ کا احترام کرتے تھے۔

جامعہ اسلامیہ کو چار چاند لگا دیئے:۔ (کرامت، ۱۶۸) آپ کی پہلی کرامت یہ تھی کہ آپ نے جامعہ اسلامیہ کی باگ دوڑ سنبھالنے کے بعد نظم وضبط اور تعلیمی اعتبار سے اس کو چار چاند لگا دیئے۔ جامعہ اسلامیہ کی جگہ کوئی الگ اور خاص نہ تھی پرانی سی مسجد اور اس کے ملحق دو تین اسی طرح کے کمرے اور لوگوں کے گھروں سے کھانا آتا تھا مگر ڈسپلن اور تعلیمی معیار نہایت امید افزا تھا اور وہ سب اللہ کی رحمت سے آپ کی وجہ سے تھا آپ جامعہ کو اپنے گھر کی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر محبوب جانتے تھے، آپ تعطیل کے بعد بھی دن رات میں کئی کئی بار جامعہ کا چکر لگاتے تھے، حالانکہ آپ کا گھر جامعہ سے کافی دور تھا، آپ نے جامعہ میں آنے کا کوئی خاص وقت نہیں رکھا تھا آپ جب چاہتے تھے آجاتے تھے۔

ہر دل عزیزی:۔ (کرامت): آپ ہر دلعزیز عالم تھے۔ اساتذہ، طلبہ، دیگر علماء سب آپ کو بنگاہ قدر دیکھتے تھے، آپ کی خدمت میں حاضری دینا آپ کے پاس بیٹھنا اپنے لیے باعث فخر سمجھتے تھے، اسی طرح انتظامیہ، اہل محلہ، نمازیان مسجد سب آپ کو احترام وعقیدت کی نگاہ سے دیکھتے تھے ورنہ انتظامیہ اور نمازی دونوں بیک وقت کسی عالم پر خوش ہوں؟ اتنی آسان بات نہیں۔ لیکن آپ پر سب خوش تھے۔

آپ نے گھڑی سازی کا کام بھی سیکھا ہوا تھا تا کہ قوم پر بوجھ نہ بنیں اور خودداری پر بھی آنچ نہ آئے۔ یعنی آپ ایک طرف شیخ الحدیث تھے دوسری طرف گھڑی ساز، میں نے خود آپ کو بازار میں گھڑی سازی کی دکان پر کام کرتے دیکھا۔ سیرت وکردار کی پختگی، خودداری، اخلاص علم میں رسوخ، احساس ذمہ داری اور وقت کی پابندی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے آپ کو معاصرین پر برتری عطا فرما رکھی تھی۔ ہمارے علماء کو بھی اپنے اندر یہ خوبیاں پیدا کرنی چاہئیں۔ تا کہ ان کا احترام دلوں میں پیدا ہو۔

بارش رک جاتی:۔ (کرامت، ۱۶۹) آپ کے بارے میں مشہور ہے کہ جامعہ آتے وقت یا جامعہ سے گھر جاتے وقت اگر کبھی بارش ہو رہی ہوتی تو آپ وقت کا احساس کرتے ہوئے بارش ہی میں نکل جاتے۔ لوگ اور طلبہ رکنے کا کہتے مگر آپ اسی طرح یہ کہتے ہوئے نکل پڑتے کہ اللہ مہربانی کرے گا۔ عموماً تھوڑی دیر کے لئے بارش رک جاتی اور اگر وہ برستی رہتی تو آپ کے کپڑے نہ بھیگتے۔ دراصل بات وہی ہے جو حدیث میں آتی ہے "من كان لله كان الله له" کہ جو اللہ کے ہو جاتے ہیں اللہ ان کا ہو جاتا ہے اللہ ہمیں بھی ایسا کر دے۔ آمین۔

﴿۳۱﴾ کرامات حضرت مولانا محمد عثمان دلاوری رحمہ اللہ

آپ کا تعلق دلاور ضلع گوجرانوالہ سے ہے۔ اہل اللہ میں سے تھے۔ بڑے صابر وقانع، ذاکر وشاکر اور شب زندہ دار تھے۔ آج کل دلاور میں آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد ابراہیم خلیل دلاوری علمی وروحانی فیض بانٹ رہے ہیں اور باوجود ضعف اور مرض کے بساط بھر اپنے اسلاف کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں مولانا محمد ابراہیم خلیل بندہ کے حقیقی پھوپھا ہیں۔

قبولیت دعا اور آپکی کرامات:۔ (کرامت، ۱۷۰) قبولیت دعا کیلئے ایمان وتقویٰ بنیادی شرائط ہیں۔ ایمان میں پہلا درجہ توحید و توکل اور اصلاح عقائد کا ہے تقویٰ میں بنیادی باتیں شرک وبدعت سے اجتناب اور چار چیزوں میں کمال حاصل کرنا ہے یعنی اکل حلال، صدق مقال، زہد اور حیاء اولیائے کرام ان اوصاف میں کامل ہوتے ہیں، اسی کمال کی وجہ سے انہیں اللہ تعالیٰ کا عرفان اور قرب حاصل ہوتا ہے اور وہ رب کے مقبول اور مستجاب الدعوات بن جاتے ہیں، یہی حال مولانا محمد عثمان رحمہ اللہ کا تھا، آپ بہت مستجاب الدعوات تھے۔ آپ نے اپنی زندگی میں بے شمار دعائیں کیں جو تقریباً سب کی سب قبول ہوئیں۔ جس کی اولاد نہیں تھی اس کیلئے اولاد کی دعا کی رب نے اولاد عطا فرما دی اسی طرح مقروض کیلئے دعا کی تو قرض اتر گیا، دائمی مریض کیلئے دعا کی تو وہ شفایاب ہو گیا، ایسے بہت سے واقعات زبان زد خاص وعام ہیں۔

آپ کی ایک خصوصی دعا:۔ (کرامت ۱۷۱) استاد پنجاب حضرت حافظ عبد المنان محدث وزیر آبادی رحمہ اللہ نے اپنی جو بیٹی

سوہدرے بیاہی ان کی اولاد نہیں ہو رہی تھی، ایک روز حضرت حافظ صاحب کی مولانا رحمہ اللہ موصوف سے ملاقات ہوئی دوران ملاقات حضرت حافظ صاحب نے حضرت مولانا محمد عثمان سے بیٹی کے ہاں اولاد نرینہ کی درخواست کی، انہوں نے جواباً عرض کیا یہ دعا آپ خود کریں۔ آپ کا روحانی پایہ بہت بلند ہے، آپ نے فرمایا: یہ دعا آپ سے کروانی چاہتا ہوں۔ حضرت دلاوری رحمہ اللہ نے دعا کی اللہ تعالیٰ نے دعا کو اسی سال شرف قبولیت بخشا اور آپ کا نواسہ پیدا ہوا جس کا نام "عبدالمجید" رکھا گیا۔ یہی وہ بچہ ہے جو مولانا حکیم عبدالمجید سوہدروی رحمہ اللہ بنا جنہوں نے کافی شہرہ حاصل کیا۔

بارش کا خطرہ ٹل گیا:۔ (کرامت،۱۷۲)۱۹۰۴ء کی بات ہے محمد دین مستری جامع مسجد دلاور چیمہ کا مینار بنا رہا تھا، اس نے مینار بڑی محنت سے مکمل کیا۔ ابھی وہ نیچے اترا ہی تھا کہ سیاہ کالے بادل آنا شروع ہو گئے۔ بارش برسنے کی صورت میں مینار کو کافی نقصان پہنچ سکتا تھا۔ محمد دین نے حضرت دلاوری رحمہ اللہ کی خدمت میں دعا کی درخواست کی۔ آپ نے مالک الملک کی بارگاہ میں بڑی زاری سے دعا کی لوگ کہتے ہیں کہ بادل دیکھتے ہی دیکھتے پُھٹ گئے۔ یوں بارش کا خطرہ ٹل گیا اور ہم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور مینار بچ گیا۔

ایک عجیب وظیفہ:۔ (کرامت،۱۷۳) آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد ابراہیم خلیل دلاوری کا بیان ہے کہ میرا عنفوان شباب تھا، میں اسکول میں معلم تھا اور مسجد میں خطیب بھی، میں بہت کچھ کرنا چاہتا تھا کہ مگر دو آدمیوں مولوی ابوالقاسم رفیق اور ماسٹر محمد شریف فاروقی نے میرا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ جس سے میں بہت پریشان تھا، میں نے ایک روز حضرت والد گرامی سے اس پریشانی کا ذکر کیا۔ آپ نے مجھے یہ وظیفہ بتایا کہ ان کا ارادہ کر کے یہ بکثرت پڑھا کرو۔ "سیھزم الجمع ویولون الدبر" فرماتے ہیں میں نے کچھ روز ہی پڑھا تھا کہ ایک گاؤں چھوڑ گیا اور دوسرے کا کسی دوسرے گاؤں میں تبادلہ ہو گیا اس طرح مجھے چین کا سانس لینا نصیب ہوا۔

گھر کے اخراجات کا پورا ہو جانا:۔ (کرامت،۱۷۴) ایک مرتبہ گھر سے اخراجات کا مطالبہ ہوا فرمایا ابھی خالی ہاتھ ہوں جب اللہ نے مدد کی میں دے دوں گا، اگلے روز کوئی شخص روپوں کی تھیلی دے گیا کہ اسے اپنے مصرف میں لے آئیں گھر تشریف لے گئے فرمایا یہ ہے تھیلی جس قدر ضرورت ہے اس میں سے لے لو باقی اوپر پڑچھتی پر رکھ دو۔

آپ کا مرتبہ اور ملائکہ کی آمد:۔ (کرامت،۱۷۵) آپ کا روحانی مقام کافی بلند تھا۔ انسانوں کے علاوہ جنات بھی آپ کی خدمت بجالاتے تھے، کئی مرتبہ آپ کے جنات آ کر آپ کو دباتے تھے، ایک مرتبہ آپ زندگی کی آخری نماز پڑھ رہے تھے کہ کمرہ روشن ہو گیا فارغ ہو کر فرمایا آ گئے ہو؟ وہ ملائکہ تھے تھوڑی دیر کے بعد آرام سے روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ "انا اللہ"۔

تمام جسم سے ذکر جاری ہو جانا:۔ (کرامت،۱۷۶) آپ کے تایا جان مولانا محمد صالح دلاوری رات کو مسجد میں یاد الٰہی کر رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی آ گیا وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ آپ کا جسم اسے مسجد میں جگہ جگہ نظر آیا اور وہ ذکر الٰہی میں مصروف تھا۔ مولانا محمد صالح (م۱۲۰۲) نے فرمایا۔ دیکھو، جو تم نے مشاہدہ کیا ہے اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ چنانچہ اس نے زندگی میں تو اس کا ذکر نہ کیا۔ البتہ آپ کی وفات کے بعد دو ایک سے ذکر کر دیا۔

﴿۳۲﴾ کرامات مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہ اللہ

آپ کا تعلق شیخوپورہ سے ہے۔ وعظ و تبلیغ میں آپ کی مثال معاصرین میں کم ہی نظر آتی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو منفرد خطیبانہ شان و اداء عطا فرما رکھی ہے۔ آپ کی ریکارڈ تقریر چھ گھنٹہ ہے اور اسکے ساتھ ساتھ آپ کو اخلاص و روحانیت کا حصہ بھی ودیعت فرمایا ہے۔ آپ بھی اکل حلال اور صدق مقال (یعنی حلال کھانا اور سچ بولنے) کا بہت خیال فرماتے ہیں۔

بادل چھٹ گئے:۔ (کرامت،۱۷۷) ایک مرتبہ آپ لاہور کے قریب تقریر کر رہے تھے، ادھر بادل آنا شروع ہو گئے لوگ جمع ہوئے

بیٹھے تھے اور روح پرور خطاب جاری تھا۔ مگر اندر سے پریشان تھے کہ بادل آرہے ہیں اگر یہ برسنا شروع ہوگئے تو جلسہ تلپٹ ہو کر رہ جائیگا۔ بیان بھی ماشاءاللہ توحید کا جاری تھا، آپ نے لوگوں کی یہ کیفیت دیکھی تو فرمایا۔ گھبراؤ نہیں انشاءاللہ جلسہ مکمل ہوگا اور یہ بادل چلے جائیں گے۔ تھوڑی دیر بعد بادل چھٹ گئے اور جلسہ آب و تاب کے ساتھ دیر تک جاری رہا۔ یعنی اس بارش کی بجائے توحید الٰہی اور تجلیات ربانی کی بارش ہوئی جس سے ہر شخص کی کشت قلب سیراب ہوگئی اس روح پرور بیان کا علاقہ بھر میں شاندار اثر رہا۔

بارش رک گئی:۔ (کرامت، ۱۷۸) مولانا محمد اشرف سلیم قلعہ دیدار سنگھ کا بیان ہے کہ ایک جگہ عظیم الشان جلسہ تھا جہاں اطراف سے خلق خدا جمع تھی۔ جوں ہی خطیب پاکستان حضرت مولانا محمد حسین شیخوپوری رحمہ اللہ کا بیان شروع ہوا بادل گرجنے لگا، بجلی چمکنے لگی، لوگ سراسمیہ اور پریشان کہ کتنا شاندار جلسہ ہے جو بارش کی وجہ سے خراب ہو رہا ہے۔

حضرت شیخوپوری رحمہ اللہ نے جب صورتحال دیکھی تو حاضرین سے فرمایا آرام و سکون سے بیٹھیے۔ اللہ نے چاہا تو بارش نہیں ہوگی آج اس بارش کی بجائے اللہ کی مہربانی سے قرآن و حدیث کی بارش ہوگی۔

اللہ کی شان، بادل گرجتے، بجلی چمکتے چمکتے دوسری طرف نکل گئی اور نعروں کی گونج میں آپ کا ایمان افروز بیان شروع ہوا جو رات گئے تک ہوتا رہا۔ قرآن و حدیث کی بارش سے سامعین کے اندر کی زمین سیراب ہوگئی، جس سے ہر شخص کا انگ انگ لبیک رہا تھا "سبحان الله ما اعظم شانه"۔

مجاہدین کی کرامات:۔ (کرامت، ۱۷۹) نماز روزہ وغیرہ ارکان اگر اسلام کا ستون ہیں تو جہاد اسلام کی روح ہے۔ راہ حق میں کی جانے والی ہر کوشش کو جہاد کہتے ہیں۔ روح جہاد اسلام کے ہر رکن میں کار فرما ہے خود ارکان اسلام میں روح جہاد موجود ہے، جہاد کا اسلام کے ساتھ تعلق یوں ہے جس طرح اعصاب کا بدن کے ساتھ، جیسے اعصاب بدن کی قوت کا باعث ہیں اسی طرح جہاد اسلام کی تقویت کا سبب ہے جہاد اپنے نفس سے شروع ہوتا ہے اور دشمنان اسلام کی سرکوبی پر ختم ہوتا ہے۔

اسلام امن و سلامتی کا دین ہے جو لوگ امن و سلامتی کو تاراج کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ مسلح جہاد کا حکم دیتا ہے، اسلام کا مقصود دنیا سے فتنہ انگیزی اور شر کو ختم کرنا ہے، جو بھی ظلم ڈھاتا ہے، شر پھیلاتا ہے اور انسانی اقدار کو پامال کرتا ہے، اللہ تعالیٰ طاقتور ہاتھوں کے ساتھ اس سے نمٹنے کا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ فرمایا: "وجاهدوا في الله حق جهاده" (۷۸/۲۲) اللہ کی راہ میں یوں جہاد کرو کہ جس طرح ایک جہاد کرنے کا حق ہے۔

ایک جگہ فرمایا: و قاتلو في سبيل الله اور اللہ کے راستے میں جہاد کرو۔

پھر فرمایا: "فقاتلوا اولياء الشيطن" (۷۶/۴) پس شیطان کے ساتھیوں سے لڑائی کرو۔

مزید فرمایا: "وجاهدوا باموالكم وانفسكم في سبيل الله (التوبہ: ۴۱/۹)" اور اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔

اور فرمایا: وقاتلوا في سبيل الله الذين يقاتلونكم ولا تعتدوا (البقرہ ۲/۱۹۰) اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑائی کرو جو تم سے لڑائی کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔

اس سلسلے میں نصرت الٰہی اور غیبی مدد کے بہت سے عجیب و غریب واقعات سامنے آئے ہم چند ایسے واقعات کو "مجاہدین کی کرامات" کے ذیل میں ہدیہ قارئین کرتے ہیں۔ یہ کرامات دلچسپ بھی ہیں اور ایمان افروز بھی ہو سکتا ہے ان کرامات کے مطالعہ سے ہمارا جذبہ خوابیدہ بیدار ہو۔ "وما ذالك على الله بعزيز"۔

اللہ کی حفاظت:۔ (کرامت، ۱۸۰) مجاہدین کا ایک گروپ مقبوضہ جموں کے علاقہ پنیالی میں پہنچا اچانک دشمن کے چھ فوجی ادھر آنکلے۔ عبداللہ مجاہد نے فائر کھول دیا چھ فوجی موقع پر ہی ہلاک ہوگئے۔ اب چاروں طرف سے گولہ باری شروع ہوگئی دوست محفوظ مقام پر پہنچ گئے ایک مجاہد اپنے دستہ سے بچھڑ گیا وہ ایک جگہ خطرہ بھانپ کر پانی کے نالے میں اتر گیا پانی یخ بستہ تھا سارا جسم پانی میں تھا صرف منہ باہر تھا وہ مجاہد مسلسل تین گھنٹے یخ بستہ پانی میں بیٹھا رہا تا آنکہ دشمن مایوس ہو کر پلٹ گیا۔ وہ باہر نکلا تو آگے شیر بیٹھا تھا۔ وہ دعا "بسم الله الذي لايضر مع اسمه شئي في الارض

ولا في السماء وهو السميع العليم ''پڑھتا ہوا شیر کے پاس با آرام وسکون سے گزر گیا۔ اس طرح اسے اللہ تعالیٰ نے ہر خطرے سے بچالیا۔

مجاہدین کی فراست :۔ (کرامت، ۱۸۱) مجاہدین کا ایک گروپ قاری ابوذر کی قیادت میں مقبوضہ وادی میں داخل ہوا۔ سردی بہت تھی یہ انڈین آرمی کی پوسٹ کے قریب پہنچ گئے آرمی نے انہیں ''ہینڈز اپ'' کہا انہوں نے ہینڈز اپ نہیں کیا۔ ساتھ ہی جنگل تھا یہ اس میں گھس گئے اور آرمی پر گولیوں کی بوچھاڑ کردی اور فائرنگ کرتے کرتے سائیڈ پر نکل گئے۔ آرمی یہ سمجھتی رہی کہ مجاہدین اسی جگہ پر ہیں لہٰذا وہ گولیاں برساتی رہی نیچے انڈین آرمی کی دوسری فوجی پوسٹ تھی جہاں گولیاں پہنچ رہی تھیں انہوں نے دشمن سمجھ کر ادھر فائرنگ شروع کردی۔ آپس کی فائرنگ سے انڈین آرمی کے بیسیوں فوجی مارے گئے۔ ادھر تمام مجاہدین بخیریت ٹھکانوں پر پہنچ گئے اور کسی کا ذرا نقصان نہ ہوا۔

فقید المثال جذبہ:۔ (کرامت، ۱۸۲) دو مجاہد مقبوضہ کشمیر کے علاقے میں ایک مشن پر جا رہے تھے ایک جنگل سے گزرتے ہوئے ان کا انڈین آرمی سے ٹاکرا ہوگیا۔ دشمن تعداد میں بہت زیادہ تھا۔ فائرنگ کا تبادلہ ہوا اسی اثنا میں ایک ساتھی شہید ہوگیا ایک فائر دوسرے مجاہد کے چہرے پر لگا اور منہ کے آر پار ہوگیا منہ کے دس دانت ٹوٹ گئے مزید دو فائر اس کے کندھے پر لگے۔ یہ ابھی سنبھل ہی رہا تھا کہ کان اور سر کی ایک جانب دو اور فائر لگے اس مجاہد نے اسی حالت میں فائر کھول دیئے جس سے دشمن کے دو فوجی ہلاک ہوگئے یہ مجاہد دشمن کے نرغے میں تھا اس نے اللہ سے مدد طلب کی اور دعا کی اللہ نے دشمن کو اندھا کردیا اور یہ مجاہد ان کا محاصرہ توڑ کر نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔

گولیوں کی بوچھاڑ میں کارنامہ سرانجام دیا:۔ (کرامت، ۱۸۳) غازی ابوطارق بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم پر برسٹ چلنا شروع ہوگئے ایک گولی میری بغل کے نیچے سے قمیص پھاڑ کر نکل گئی مگر میں اللہ کی رحمت سے محفوظ رہا۔ پھر میں ایک محفوظ راستے سے ہوتا ہوا دھان کے دو کھیتوں کے درمیان ''وٹ'' پر سوگیا۔ کوئی تین گھنٹے سویا رہا گرمی اور تیز دھوپ تھی مگر اس دوران ایک بادل کا ٹکڑا میرے اوپر سایہ فگن رہا جبکہ باقی آسمان صاف تھا اور دھوپ چمک رہی تھی، جب میں اٹھا تو شدید بھوک لگ رہی تھی اور جی لسی کو بہت چاہتا تھا، اسی اثنا میں ایک کشمیری میرے پاس کھانا لے آیا ساتھ لسی بھی تھی یعنی اللہ نے دشمن سے حفاظت بھی کی اور من پسند خوراک بھی فراہم فرمائی'' فالحمد لله علي ذالك ''۔

اللہ نے مجاہدین کو مستور کردیا:۔ (کرامت، ۱۸۴) غازی ابوحذیفہ بیان کرتے ہیں میرا ساتھی ابوبصیر زخمی ہوگیا۔ میں اس کی حفاظت کیلئے ایک گاؤں کے مکان کے اوپر کے کمرے میں تھا کہ ایک درجن سے زائد گاڑیوں میں آرمی پہنچ گئی اور اس نے گاؤں کا محاصرہ کرلیا اور کریک ڈاؤن کردیا ہمارے پاس ہندو آرمی کے تین فوجی آئے اور تین مرتبہ آئے مگر وہ ہمیں دیکھنے کے باوجود کہتے جا رہے تھے کہ یہاں تو کوئی نہیں اور واپس چلے گئے یعنی اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان کی نگاہ سے مستور کردیا اور وہ ہمیں دیکھ ہی نہیں سکے۔

بہترین اور ایمان افروز کامیابی:۔ (کرامت، ۱۸۵): غازی ابوسعد بیان کرتے ہیں کہ دشمن کی دو گاڑیاں ہمارے قریب آگئیں اور سامان اتارنا شروع کردیا ہم ان کیلئے اپنے نشانے درست کرچکے تھے ہمارے پاس راکٹ، گرنیڈ لانچر، ایچ ایم جی اور کلاشنکوفیں تھیں۔ ہم نے راکٹ فائر کیا کوئی پچاس کے قریب شیل پھینکے جب راکٹ برسنا شروع ہوئے تو گاڑیاں اور فوجی عمارتیں سب راکھ بننا شروع ہوگئیں اس کامیاب حملے کے بعد جب ہم وہاں سے جانے لگے تو ہندو آرمی کی طرف سے ہمارے اوپر شیلنگ شروع ہوگئی مارٹر کے گولے ہمارے قریب آکر گرتے رہے۔ مگر اللہ کے فضل سے ہم بالکل محفوظ رہے اور بخیر و عافیت صحیح سلامت اپنی منزل پر پہنچ گئے۔ اس معرکے میں ۸۲ ہندو فوجی ہلاک ہوئے۔ اللہ نے ہمیں حیرت انگیز کامیابی بھی دی اور ہماری حفاظت بھی فرمائی۔

☆☆☆☆☆

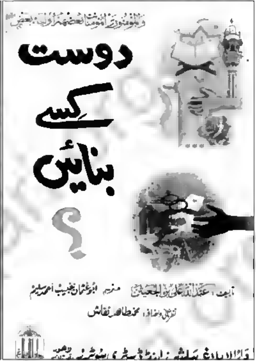

وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ

دوست کیسے بنائیں؟

تالیف: عبداللہ علی بن الجعیثن مترجم: ابو عثمان نجیب احمد سلیم

تخریج واضافہ: محمد طاہر نقاش

دار الابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاہور

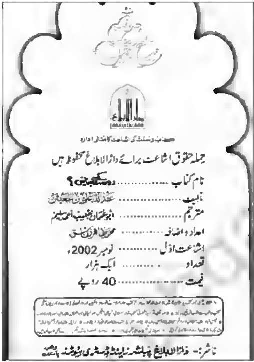

کتاب وسنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ

جملہ حقوق اشاعت برائے دارالابلاغ محفوظ ہیں

نام کتاب .... دوست کیسے بنائیں؟
تالیف .... عبداللہ علی بن الجعیثن
مترجم .... ابو عثمان نجیب احمد سلیم
اعداد واضافہ .... محمد طاہر نقاش
اشاعت اول .... نومبر 2002ء
تعداد .... ایک ہزار
قیمت .... 40 روپے

ناشر: دارالابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاہور

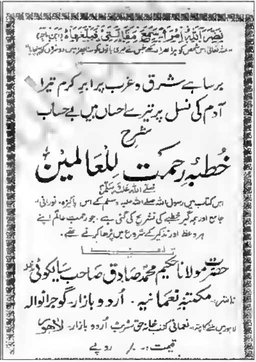

نَضَّرَ اللّٰہُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَبَلَّغَهَا (ابن ماجہ)

"اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہرا بھرا رکھے جس نے میری باتوں کو سنا پھر انہیں دوسروں کو پہنچایا"

برسا ہے شرق وغرب پہ ابرِ کرم تیرا
آدم کی نسل پر تیرے احساں ہیں بے حساب

شرح

خطبہ رحمت للعالمین

صلی اللہ علیہ وسلم

اس کتاب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس پاکیزہ، نورانی، جامع اور ہمہ گیر خطبے کی تشریح کی گئی ہے۔ جو رحمت عالم اپنے ہر وعظ اور تذکیر کے شروع میں پڑھا کرتے تھے۔

تالیف

حضرت مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی مدظلہ

ناشر: مکتبہ نعمانیہ۔ اردو بازار۔ گوجرانوالہ

لاہور میں ملنے کا پتہ: نعمانی کتب خانہ حق سٹریٹ اردو بازار۔ لاہور

قیمت: -/ روپے

نَضَّرَ اللّٰہُ امْرَأً سَمِعَ مَقَالَتِیْ فَبَلَّغَهَا (ابن ماجہ)

"اللہ تعالیٰ اس شخص کو ہرا بھرا رکھے جس نے میری باتوں کو سنا پھر انہیں دوسروں کو پہنچایا"

برسا ہے شرق وغرب پہ ابرِ کرم تیرا
آدم کی نسل پر تیرے احساں ہیں بے حساب

شرح

خطبہ رحمت للعالمین

صلی اللہ علیہ وسلم

اس کتاب میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس پاکیزہ، نورانی، جامع اور ہمہ گیر خطبے کی تشریح کی گئی ہے۔ جو رحمت عالم اپنے ہر وعظ اور تذکی نیہ۔ اردو بازار۔ گوجرانوالہ

نام کتاب:۔ دوست کسے بنائیں...... تالیف:۔ عبداللہ علی بن الجعین...... نظر ثانی واضافہ:۔ محمد طاہر نقاش

اہل اللہ کی صحبت کی برکات وثمرات

نیک لوگوں کی ہم نشینی سے جو فوائد اور بھلائیاں حاصل ہوتی ہیں وہ بہت زیادہ ہیں۔ جن کو شمار کرنا مشکل ہے اور ان کا احاطہ ناممکن سا کام ہے لہٰذا میں اس مقام پر صرف چند ایک کا ذکر کافی سمجھوں گا:

احادیث میں ذکر کردہ فضیلت:۔ نیک لوگوں کے ہم نشیں کو ان کی صحبت کی برکت شامل حال ہوتی ہے اور ان سے اس کو عام بھلائی حاصل ہوتی ہے اگرچہ اس کا عمل ان کے برابر نہ ہی ہو۔

جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ اور امام مسلم رحمہ اللہ کی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ یہ حدیث اس کا ثبوت پیش کرتی ہے۔
رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: " ان لله ملئكة يطوفون في الطرق يلتمسون اهل الذكر فاذا وجدوا قوما يذكرون الله تنادوا هلموا الى حاجتكم قال: فيحفونهم با جنحتهم الى السماء الدنيا فيسالهم ربهم عزوجل وهوا علم بهم مايقول عبادي ؟ قال: تقول (يعني الملائكة) يسبحونك ويكبرونك ويحمدونك ويمجدونك"

" بے شک اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے فرشتے ہیں جو راستوں میں پھر کر اہل ذکر کو تلاش کرتے رہتے ہیں، پس جب وہ کچھ لوگوں کو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے، پالیتے ہیں تو ایک دوسرے کو آوازیں دینے لگتے ہیں کہ آ جاؤ! تمہارا مقصد پورا ہو گیا ہے۔"

پھر آپ ﷺ نے فرمایا: پھر فرشتے ان کو آسمان دنیا تک اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں پھر ان سے ان کا رب پوچھتا ہے حالانکہ وہ ان کو خوب جانتا ہوتا ہے: (جب تم زمین پر پہنچے تو) میرے بندے کیا کہہ رہے تھے؟ فرشتے جواب میں کہتے ہیں: " الٰہی! وہ تیری تسبیح بیان کر رہے تھے، تیری بڑائی وعظمت بیان کرتے تھے، تیری تعریف کرتے تھے اور تیری بزرگی بیان کر رہے تھے"۔

پھر لمبی حدیث بیان کی آخر میں فرمایا: پھر اللہ تعالیٰ (فرشتوں کو مخاطب کرتے ہوئے) فرماتا ہے: میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے ان کو معاف فرما دیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے کہ ان میں ایک آدمی ایسا بھی تھا جو ان کے ساتھ نہیں تھا بلکہ اپنی کسی ضرورت کیلئے آیا تھا"۔

اور ایک حدیث میں یوں الفاظ ہیں: " ان میں ایک گنہگار آدمی تھا جو راہ چلتے ان کے ساتھ بیٹھ گیا تھا"۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: " وہ ایسے افراد ہیں کہ انکا کوئی بھی ہم نشیں بدنصیب نہیں رہ سکتا۔ (یعنی ان کے پاس بیٹھنے والا بھی ثواب سے محروم نہیں رہ سکتا)"

اور ایک حدیث میں یوں وارد ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: میں نے اس کو بھی معاف کر دیا کیونکہ وہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کی وجہ سے ان کا ہم نشیں بھی (ثواب سے) محروم نہیں رہ سکتا۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

بزرگوں سے محبت اور برکت حاصل کرنا:۔ امام ابو الفضل الجوہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

جو کوئی نیک لوگوں سے محبت کرے گا برکت حاصل کرے گا جیسا کہ ایک کتے نے نیک لوگوں سے محبت کی اور ان کے ساتھ رہا تو اللہ تعالیٰ نے اپنی محکم کتاب قرآن مجید میں اس کا ذکر کیا ہے: " وكلبهم باسط ذراعيه بالوصيد"۔ (الکہف، ۱۸۔۱۸)

اور ان کا کتا غار کے دہان پر ہاتھ پھیلائے بیٹھا تھا۔ (اس فرمان میں مذکور کتے سے مراد اصحاب کہف کا کتا ہے)

امام قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں جوہری کے کلام کو ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں: جب ایک کتے نے نیک اولیاء کی صحبت اور ہم نشینی سے اتنا بلند درجہ حاصل کر لیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کی خبر اپنی کتاب مجید میں ذکر فرمائی۔ تو ان مومن، موحد بندوں کے بارے میں آپ کیا خیال کرتے ہیں جو نیک اولیاء کرام سے محبت اور ہم نشینی اختیار کرتے ہیں۔ (الجامع لاحکام القرآن ۱۰ص ۳۷۲۔ فی تفسیر سورۃ الکہف)

اور امام راغب اصفہانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: جو کوئی بھلے آدمی کے پاس بیٹھے اس کو برکت ضرور نصیب ہوگی اور اولیاء اللہ کا ہم نشیں نیکی سے محروم نہیں رہتا اگر چہ کوئی کتا ہی ہو جیسا کہ اصحاب کہف کا کتا۔ (الذریعة الی مکارم الشریعة ص ۱۹۲)

بزرگوں کی صحبت کا دوسرا فائدہ :۔ آدمی کیلئے اپنے ہم نشیں کی اقتداء طبعی بات ہے اور اس کے علم، عمل، عادات اور وہ اس کے طور طریقے سے متاثر ہوتا ہے۔

نیک لوگوں کا ہم نشیں ان سے متاثر ضرور ہوتا ہے۔ علماء تربیت کے ہاں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ انسان کسی کو نمونہ بنانے سے گفتگو اور نصیحت کی نسبت جلد متاثر ہوتا ہے۔ اسی لیے آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ''المر علی دین خلیله فلینظر احد کم من یخالل''
(رواہ ابوداؤد: ج ۵ ص ۱۶۸)

یعنی آدمی اپنے دوست کے دین (طور طریقہ) پر ہوتا ہے لہٰذا تم میں سے ہر ایک کو سوچ سمجھ کر دوست کا انتخاب کرنا چاہیے۔

پس اس سے ظاہر ہوا کہ آدمی اپنے دوست ہم نشیں کے سانچے میں ڈھل جاتا ہے، استقامت و اصلاح میں بھی اور ان کے برعکس بھی۔
اسی لیے آپ ﷺ نے دوست کے چننے میں ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: ''فلینظر احد کم من یخالل''

تم میں ہر کوئی دوست کے چناؤ کے معاملہ میں خوب دیکھ بھال (تحقیق) کرے تا کہ واضح ہو جائے کہ وہ کسے دوست بنانا چاہتا ہے۔ اور اپنا دوست اور ساتھی اس کو چنے جو اس کے دین اور خلق (عادت) کے موافق اور پسندیدہ ہو۔

امام خطابی رحمہ اللہ اور نیک صحبت کی برکت :۔ امام خطابی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کا یہ فرمانا: ''المرء علی دین خلیله'' آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ تو صرف اس کو دوست بنا جس کی دین داری اور امانت داری تجھے پسند ہو کیونکہ جب تو اس کو دوست بنا لے گا تو وہ تجھے اپنے دین اور مذہب کی طرف لے جائے گا لہٰذا تو اپنے دین کے معاملے میں دھوکہ نہ کھا اور نہ ہی اپنے آپ کو اس طرح خطرے میں ڈال کہ تو ایسے شخص کو دوست بنا لے جس کے دین اور مذہب کو تو پسند نہیں کرتا۔ (کتاب العزلته، ص ۱۴۱)

صحابی رسول ﷺ اور نیک مجالست کا پیغام :۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کوئی بھی چیز اپنے ساتھی کی نشاندہی نہیں کرتی حتیٰ کہ دھواں بھی آگ پر ...... جتنا کہ دوست اپنے دوست کی پہچان نشاندہی کرواتا ہے۔ (ادب الدنیا والدین للماوردی: ص ۱۶۷)

اور سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہی فرمایا: لوگوں کو ان کے دوستوں سے پرکھو کیونکہ آدمی اسی سے دوستی کرتا ہے جس کو وہ اپنی طرح کا جان کر اچھا سمجھے۔ (کتاب الاخوان لابن ابی الدنیا ص ۱۳۰)

امام مالک رحمہ اللہ اور صحبت اولیاء :۔ امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لوگ پرندوں کی طرح اپنے ہم جنس کے ساتھ رہتے ہیں جیسے کبوتر، کبوتر کے ساتھ، کوا کوے کے ساتھ، بطخ بطخ کے ساتھ اور مولا مولے کے ساتھ۔ اور ہر انسان اپنے ہم جنس (یعنی اپنے جیسے) کے ساتھ۔
(روضة العقلاء لابن حبان: ص ۱۰۹)

کند ہم جنس باہم جنس پرواز   کبوتر با کبوتر ، باز با باز

اور امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لوگ کبوتروں کے غولوں کی طرح اپنے ہم جنسوں سے محبت کا طبعی میلان رکھتے ہیں۔ (الفتاوی: ج ۲۸ ص ۱۵۰)

اور کسی حکیم کا قول ہے: اپنے بھائی کو دوست بنانے سے پہلے اس کے سابقہ دوست کی پہچان کر لے۔ یعنی وہ تیری ہم نشینی سے پہلے اپنے ہم نشیں کے مسلک مذہب پر چلتا ہوگا۔ (ادب الدنیا والدین، ص ۱۶۷)

ابن ہمام رحمہ اللہ اور نیک ہم نشینی :۔ اور ابن حبان رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: آدمی کے خصائل و کردار کو پہچاننے کا سب سے مؤثر ذریعہ یہ ہے کہ اس کے دوستوں اور ہم نشینوں کو دیکھا جائے کیونکہ آدمی اپنے دوست کے طریقہ زندگی پر چلتا ہے۔ جیسا کہ آسمانی پرندے

اپنے ہم جنسوں کے پاس ہی اترتے ہیں۔ (روضة العقلاء، ص ۱۰۸)

اہل اللہ کی مجالست، عربی شعراء کا پیغام:۔ اور عدی بن زید رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

عن المرء لا تسأل وسل عن قرينه　　فكل قرين بالمقارن يقتدى!!
اذا كنت في قوم فصاحب خيارهم　　ولا تصحب الاردى فتردى بالردّى

(۱) آدمی کے بارے میں پوچھنے سے پہلے اس کے دوست کے بارے میں پوچھ، کیونکہ آدمی اپنے دوست وہم نشیں کی پیروی کیا کرتا ہے۔ (یعنی اپنے دوست کی وجہ سے پہچانا جاتا ہے) تو لوگ اس کو بھی اچھا جانیں گے اور اگر دوست برا ہوگا تو لوگ اسے بھی برا جانیں گے۔

(۲) جب تو لوگوں میں مل جل کر رہے تو ان میں سے بہتر شخص کو اپنا ساتھی بنا اور گھٹیا کو ہم نشیں نہ بنا کیونکہ گھٹیاں تجھے بھی ہلاک کر دے گا۔ (ادب الدنیا والدین: ص ۱۶۷)

ہم تو ڈوبے تھے صنم　　تم کو بھی لے ڈوبیں گے ہم

اور المختصر بن بلال رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

يزين الفتى في قومه و يشينه　　وفي غيرهم اخدانه ومداخله!
لكل امرىء شكل من النّاس مثله　　وكل امرء يهوى الى من يشاكله

(روضتہ العقلاء: ص ۱۰۹، بحوالہ دوست کسے بنائیں)

(۱) آدمی اپنی قوم میں یا تو محمود ہوگا یا مذموم کیونکہ غیر، اس کے دوست بھی ہوتے ہیں اور دشمن بھی ہوسکتے ہیں۔

(۲) سب لوگوں میں انسان کے ہم شکل (ہم جنس) ہوتے ہیں اور ہر آدمی اپنے ہم جنس کی طرف مائل ہوتا ہے۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ''الارواح جنودٌ مجندةٌ فما تعارف منها ائتلف وما تناكر منها اختلف ''۔ (اخرجه مسلم: ج ۴، ص ۲۰۳۰ ح ۲۶۳۸، من حديث ابي هريرة و علقه البخاري عن عائشة ج ۶ ص ۳۶۹، ح ۳۳۳۶)۔ یعنی روحیں جکڑے ہوئے لشکر ہیں جو آپس میں متعارف ہوگئیں، محبت کرنے لگیں اور جو ناواقف رہیں وہ کنارہ کش ہوگئیں۔

امام خطابی رحمہ اللہ کا نیک مجالست پر خطاب:۔ امام خطابی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: '' ان الا جساد التي فيها الارواح تلتقي في الدنيا فتأتلف و تختلف على حسب ما جعلت عليه من التشا كل او التنافر في بدء الخلقة ولذلك ترى البرّا الخيّر يحب شكلهٗ ويحنّ الى تربته وينفر عن ضدّه وكذلك الرهق الفاجر يالف شكلهٗ و يستحسن فعلهٗ وينحريف عن ضده ''۔ (معالم السنن: ج ۷، ص ۱۸۷ ابها مش المنذری) کہ یقینا وہ جسم جن میں روحیں پڑ جاتی ہیں وہ دنیا میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو پیدائش کے شروع وقت میں جس قدر ان میں محبت یا نفرت پائی جاتی تھی اسی قدر الفت یا نفرت کرتے ہیں۔ اسی لیے آپ دیکھتے ہیں کہ نیکوکار بھلے لوگ اپنے ہم جنس سے محبت کرتے ہیں اور ان کے آگے مہربان ہوجاتے ہیں اور اپنے مخالفوں سے نفرت کرتے ہیں۔ اور اسی طرح اکھڑ بدکردار اپنے ہم جنس سے الفت کرتا ہے اور اس کے کاموں کو سراہتا ہے اور اپنے مخالف سے انحراف کرتا ہے۔

ابن الجوزی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: اس حدیث سے یہ بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ انسان جب اپنے دل میں کسی صاحب علم وفضل سے نفرت محسوس کرے تو اسے اس کی کرید کرنی چاہیے اور اس نفرت کو ختم کرنے کیلئے کما حقہ کوشش کرنی چاہیے تا کہ اس مذموم حرکت سے خلاصی حاصل کر سکے اور اسی طرح اس کے برعکس کیلئے بھی بہتر چارہ جوئی کرے۔ (دليل الفالحين ۲۰/ ۶۲۳۷ والفتح ۲/ ۳۷۰)

اہل اللہ کی صحبت کا تیسرا فائدہ:۔ تیرا نیک ہم نشیں تجھے تیرے عیب دکھلاتا ہے اور تیری کمزوریوں کی نشاندہی کرتا ہے اور تیری کوتاہیوں کی طرف تیری توجہ مبذول کراتا ہے اور تیری ذات اور تیرے اخلاق میں جو جو کجرویاں (نقائص) ہیں ان سے آگاہ کرتا ہے۔

لہٰذا تو ان عیوب کے علاج، اصلاح اور ازالہ کی طرف چل پڑے گا۔ اسی لیے ہم نبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں یہ بات دیکھتے ہیں کہ آپ نے مومن کو اپنے بھائی کے عیوب کی نشاندہی کرنے کی بنا پر آئینہ سے تشبیہ دی ہے جس میں انسان اپنے ظاہری نقائص دیکھتا ہے۔ لہٰذا آپ ﷺ نے فرمایا: ''المؤمن مراۃ المؤمنین ''یعنی مومن (دوسرے) مومن کیلئے آئینہ ہے۔ (ابوداؤد)

لہٰذا مومن اپنے بھائی کیلئے آئینہ ہے جس میں وہ اپنے حقیقی اور معنوی عیوب دیکھ سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا بھائی اسے کچھ ایسی چیزیں دکھا سکتا ہے جن سے وہ خود مطلع نہیں ہوتا اور نہ ہی ان کا ادراک کر سکتا ہے کیونکہ آدمی آئینہ کے بغیر جب اپنے ظاہری عیوب سے مطلع نہیں ہو سکتا بلکہ انہیں آئینہ کے اندر ہی دیکھ سکتا ہے اسی طرح مومن اپنے عیوب کو دوسرے مومن کے کردار کے حوالہ سے دیکھ سکتا ہے۔ نیز اہل خیر کے درمیان عیوب کا تبادلہ ایک روایتی اور مشہور مسلک ہے۔

امام حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں: مومن اپنے بھائی کیلئے آئینہ ہے۔ اگر وہ اس میں کوئی ناپسند بات دیکھتا ہے تو اس کی اصلاح کر دیتا ہے اور اس کو بالکل سیدھا کر دیتا ہے۔ اور چھپی اور ظاہری حالت میں اس کو مقید رکھتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے۔

(کتاب الاخوان لابن ابی الدنیا، ص ۱۳۱ بحوالہ دوست کیسے بنائیں)

نیکوں کی مجالس کا چوتھا فائدہ:۔ تیرے بھلے ہم نشیں تجھے دوسرے ایسے اشخاص سے ملائیں گے جن سے تجھے خاطر خواہ نفع حاصل ہوگا جیسا کہ تو اپنے ہم نشینوں سے فائدہ اٹھا رہا تھا۔ بہت سے اشخاص صرف ایک اہل خیر سے واقف ہوتے ہیں اور تھوڑے ہی عرصہ میں اسی شخص کی وساطت سے صالحین کی کتنی جماعتوں سے واقف ہو جاتے ہیں پھر اس وجہ سے وہ کتنی بھلائیاں (نیکیاں) اپنے لیے سمیٹ لیتے ہیں:

اللہ والوں کے ساتھ بیٹھنے کا پانچواں فائدہ:۔ تو اپنے کردار کی غلطیوں سے واقف ہوگا اور اپنی عبادت کی غلطیوں پر بھی کیونکہ ان معاملات میں جب تیرے اعمال اور اطوار تیرے نیک ہم نشیں کے ساتھ مقابلہ کریں گے تو از خود درست ہو جائیں گے کیونکہ اس کے پاس علم اور (عبادات) کے ساتھ لگاؤ ہوتا ہے جس کی وجہ سے یہ تمام غلطیاں درست ہو جائیں گی۔

بزرگوں کی صحبت کا چھٹا فائدہ:۔ تو اپنے نیک ہم نشیں کی وجہ سے گناہ اور معصیت سے رک جائے گا۔ کیونکہ جب تو اس کے ساتھ بیٹھے گا تو اس کی مجلس کا طرز تیرے اندر یہ داعیہ پیدا کر دے گا اور تو اپنے نیک ساتھی کی صحبت عزت اور مرتبہ کا خیال کرتے ہوئے برائی اور نافرمانی سے دور رہے گا...... یہ وقتی طور پر برائی سے رکنا اور نافرمانی کو ترک کرنا محرمات حرام کاریوں سے ہمیشہ کیلئے دور رہنے کا سبب بن جائے گا۔

صحبت صالحین کا ساتواں فائدہ:۔ تیرا نیک ہم نشیں بھلائی کے کاموں پر تیری رہنمائی کرے گا جس سے تجھے علمی طور پر نفع ہوگا ...... یعنی جن ضروری کاموں سے تو غافل رہتا ہے یا سستی کرتا ہے ان کاموں پر تجھے آگاہ کرے گا اور بہت سے نوافل اور نیک کاموں کی طرف تیری رہنمائی کرے گا، جس سے تیری نیکیوں میں اضافہ ہوگا اور جن حرام باتوں میں مبتلا ہوگا ان پر تجھے آگاہ کرے گا اور بچنے کی تلقین کرے گا اور بھلائی اور نیکی کے کاموں پر تیری حوصلہ افزائی کرے گا۔

مشائخ کی صحبت کا آٹھواں فائدہ:۔ تو اپنے نیک ہم نشیں کو علم، عبادت، دعوت اور کردار کے لحاظ سے بلند مرتبہ پائے گا اور نیکی کے میدان میں سبقت کرنے والا دیکھے گا تو یہ بات تیرے لیے دو وجہ سے بہتر اور نفع مند ثابت ہوگی۔

پہلی وجہ:۔ اپنے نفس اور عمل کے متعلق جو تیرے اندر خود پسندی پائی جاتی ہے وہ دور ہوگی کیونکہ تو اپنے سے بہتر شخص کا دن رات مشاہدہ کرے گا اور ان امور کے بارے میں فخر و خود پسندی بھی ختم ہوگی جن کے متعلق نبی کریم ﷺ اپنی امت پر ڈرتے رہے اور اس کو آپ ﷺ نے سخت ترین گناہ شمار فرمایا، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے: ''لولم تکونوا تذنبون لخفت علیکم ماھواشد من ذلک العجب العجب ''(اخرجہ القضاعی فی مسند الشاب ج ۲، ص ۳۲۰ ح ۱۴۴۷ والبزاز فی مسندہ کشف الاستار ج ۴ ص ۲۲۴۴ وقال المنذری فی الترغیب ج ۴ ص ۲۰ اسنادہ جید و حسنہ الالبانی فی سلسلۃ الصحیحۃ ۶۵۸) اگر تم گناہ نہ بھی

کروگے تو میں تم پر اس سے بھی سخت بات پر ڈرتا ہوں یعنی خود پسندی اور فخر سے۔

دوسری وجہ:۔ یہ بات تیرے لیے اس قسم کے نیک اعمال میں رغبت کا سبب بن جائے گی لہٰذا تجھے علم حاصل کرنے کا ذوق شوق زیادہ ہو جائے گا اور عبادات کا اہتمام کرنے کا خاطر خواہ فائدہ ہوگا اور کردار میں بہتری بھی حاصل ہوگی وغیرہ۔

اور اسی لیے عثمان بن حکیم رحمہ اللہ نے کہا ہے: جو شخص دین میں تجھ سے بڑھ کر ہو اور دنیا میں کم درجہ رکھتا ہو اس کو ہم نشیں بنا۔ (الاخوان ص ۱۲۵)

صحبت صالحین پہچان زندگی کا ذریعہ:۔ نیک لوگوں کی ہم نشینی سے وقت ضائع ہونے سے محفوظ رہتا ہے جو کہ اصل زندگی ہے اور یہ وقت تمام اعمال کی آماجگاہ ہے انجام وہی کا ظرف ہے۔

یقینا نیک ہم نشیں تیری موجودگی اور عدم موجودگی میں تیری حفاظت کرے گا اور تیرے راز افشاء نہ کرے گا اور تیری عزت وحرمت کو پامال نہ کرے گا اور ان مقامات میں جہاں تجھے کسی دفاع کرنے والے کی ضرورت ہوگی وہاں تیرا دفاع کرے گا۔

اہل اللہ یاد الٰہی کا ذریعہ۔ بلاشبہ آدمی کے نیک اور بھلے لوگوں کو دیکھ لینے سے اللہ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور اس پر واقعات اور شریعت کی شہادت موجود ہے۔ جیسا کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ''اولیاء الله تعالى الذين اذاروواذ كر الله تعالى ''(عزاه السيوطي في الجامع الصغير للحكيم عن ابن عباس مرفوعاو حسنه الالباني في صحيح الجامع رقم ۲۵۵۷) یعنی اللہ کے ولی وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ یاد آ جائے۔

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''الا انبئكم بخياركم ؟ قالو بلى يا رسول الله قال خياركم الذين اذارووا ذكر الله عزوجل ''(اخرجه ابن ماجة في سننه : ج ۲ص ۱۳۷۹ح ۴۱۱۹ من حديث اسماء بنت يزيد و حسن اسناده)

کیا میں تمہیں بہترین لوگوں کی خبر دوں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: کیوں نہیں! یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جن کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی ذات یاد آ جائے۔

پس ان دونوں حدیثوں میں آپ ﷺ نے ثابت کر دیا کہ اولیاء اور نیک لوگوں کا دیکھنے والوں پر اثر ہوتا ہے اور جو ان کو دیکھ لے گا اسے اللہ یاد آ جائے گا۔ یہ صرف دیکھنے کی تاثیر ہے اور شاید کہ اس کا سبب یہ بھی ہو کہ دیکھنے والا ان میں ہدایت نیکی کی شہرت اور ہیبت الٰہی دیکھتا ہے نیز نور ایمان اور حسن سیرت کا بھی ان میں مشاہدہ کرتا ہے۔

جب یہ بات صرف دیکھنے سے ہی حاصل ہوتی ہے تو جو شخص ان کا ہم نشیں ہو اور ان سے مل جل کر رہے اس کا کیا حال ہوگا؟

اور اسی لیے موسیٰ بن عقبہ رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے:

اگر میں اپنے کسی (نیک) بھائی کو دیکھ لیتا ہوں تو اس کی ملاقات کی برکت سے کئی دنوں تک عقل مند رہتا ہوں۔ (روضة العقلاء ۹۲)

اور جناب سفیان رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جب کبھی اپنے کسی بھائی کو دیکھ لیتا ہوں تو اس کی ملاقات کی وجہ سے مہینہ بھر عقل مند رہتا ہوں۔ (روضة العقلاء ۹۳)

ابو سلیمان رحمہ اللہ نے فرمایا ہے جب میں عراق میں اپنے بھائی کو دیکھ لیتا ہوں تو اس کی زیارت کی وجہ سے ایک مہینہ کام کرتا رہتا ہوں۔ (روضة العقلاء ۹۲)

سعادت مند لوگوں میں بیٹھنے کا آٹھواں فائدہ:۔ نیک اور بھلے ہم نشیں آسودگی میں تیری زینت اور انس ومحبت کا ذریعہ ہیں اور مصیبت وآزمائش میں اس سے نپٹنے کیلئے تجھے تیار کرنے کا موجب ہیں!

درحقیقت وہ تیری مشکلات کو حل کرنے اور تیری غم وحزن میں تخفیف کرنے کیلئے بہتر مددگار ہیں۔ ان کی آراء اور مشوروں سے تیرا دل روشن ہو جائے گا۔ خصوصاً جب تجھے پریشانیاں غمزدہ کر دیں اور تجھ پر ترقی کے راستے تنگ ہو جائیں اور رستوں پر چلنا (زندگی کے غم) تجھے تھکا دیں تو نیک ہم نشیں تیرے مونس وغم خوار ہوں گے۔

ایک دفعہ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے پاس آئے تو کہنے لگے کہ تم میرے غم کا مداوا ہو۔ (روضة العقلاء ص ۹۲)

اور اکثم بن صیفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: (نیک) دوستوں کی ملاقات سے غم چھٹ جاتے ہیں: (الاخوان لابن ابی الدنیا، ص ۱۵۵)

سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے: سچے دوستوں کو منتخب کرو اور ان کی دوستی میں زندگی بسر کرو کیونکہ آسودگی میں وہ تیری زینت ہیں اور مصیبت میں تیری ڈھارس ہیں۔ (روضة العقلاو المتحابين في الله للمقدسي :ص ۳۱ و روضة العقلاء :ص ۹۰)

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نیک بھائیوں کے ساتھ رہو کیونکہ دنیا و آخرت میں تمہاری ڈھارس ہیں۔

(احیا العلوم الدین ج ۲ ص ۱۶۰ بحوالہ دوست کیسے بنائیں)

حضرت داؤد طائی رحمہ اللہ کا فرمان:۔ ایک آدمی نے داؤد طائی رحمہ اللہ سے کہا: مجھے کوئی وصیت فرمائیے، فرمایا: پرہیز گاروں سے دوستی کرلو کیونکہ وہ تمام دنیا والوں سے کم تجھ پر بوجھ ڈالیں گے اور سب سے زیادہ تیرے مددگار ہونگے۔ (کتاب الاخوان ص ۱۲۴)

شبیب بن شیبہ رحمہ اللہ نے فرمایا: دنیا کی تمام کمائیوں سے بڑھ کر مخلص دوست ہیں جو کہ آسودگی میں باعث زینت ہیں اور مصیبت و آزمائش میں ڈھارس ہیں اور حسن معاشرت میں مددگار ہیں۔ (ادب الدنيا والدين ص ۱۶۷) کسی حکیم نے کہا ہے:

دیندار، خاندانی، صاحب رائے اور مؤدب ہم نشینوں کا انتخاب کر کیونکہ ضرورت کے وقت وہ تیرے حمایتی ہوں گے اور مصیبت کے وقت تیرے بازو بنیں گے اور وحشت کے وقت تیرے مونس و غم خوار ہوں گے اور عافیت کے وقت تیرے لیے باعث زینت ہوں گے۔

(روضة العقلاء ۹۳)

اور عبدالعزیز الابرش رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

استكثرن من الاخوان انهم   خير لكنازهم من الذهب
كم من اخ لو نابتك نائبة   وجدته خيرا من اخي النسب

نیک اور لائق دوست زیادہ بنالے کیونکہ وہ جمع کرنے والوں کیلئے سونے سے بہتر ہوتے ہیں۔ کتنے ہی ایسے دوست ہیں کہ اگر تجھے کوئی مصیبت آپڑے تو تو انہیں حقیقی بھائیوں سے بھی زیادہ بہتر پائے گا۔

اور مہدی بن سابق رحمہ اللہ نے فرمایا ہے:

تكثر من الاخوان ما استطعت فانهم   عماد اذا استنجدتهم وظهور

جتنا ہو سکے مخلص اور نیک دوست بنالے کیونکہ جب تو ان کو مدد کیلئے آواز دے گا تو وہ تیرے لیے ستون اور پشت پناہ بن جائیں گے۔

نیک ہم نشینی ہولناکیوں سے بچاؤ کا ذریعہ:۔ اہل خیر کے ساتھ تیری ہم نشینی و اخوت لیے ان لوگوں میں داخل ہونے کی ضمانت بن جائے گی جن پر قیامت کے دن نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غم کھائیں گے۔

اسی طرح اور دوستی کی ہمیشگی ختم نہ ہونے کی بھی ضمانت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''الاخلاء يومئذ بعضهم لبعض عدو الا المتقين يا عباد لاخوف عليكم ولا انتم تحزنون'' (الزخرف: ج ۶۷ ص ۶۸)

اور وہ دن جب آئے گا تو متقین کو چھوڑ کر باقی سب دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے۔ اس وقت اللہ کریم فرمائیں گے۔ اے میرے بندو! آج تمہارے لیے کوئی خوف نہیں اور نہ تمہیں کوئی غم لاحق ہوگا۔

غائبانہ دعاؤں میں شرکت:۔ بلاشبہ آپ نیک ہم نشینوں کی غائبانہ دعاؤں سے اپنی زندگی اور مرنے کے بعد بھی نفع حاصل کرتے رہیں گے۔ اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ''دعوة المرء المسلم لاخيه بظهر الغيب مستجابة عند راسه ملك موكل كلما دعا لاخيه بخير قال الملك الموكل به امين ولك بمثل'' (رواہ مسلم ج ۴ ص ۲۰۹۴، ح ۲۷۳۳ عن ام الدرداء)

مسلمان آدمی کی اپنے بھائی کیلئے غائبانہ دعا قبول کی جاتی ہے۔ دعا کرنے والے کے سر کے پاس ایک فرشتہ مقرر رہوتا ہے۔ جب بھی وہ اپنے بھائی کیلئے کوئی دعائے خیر کرتا ہے تو مقرر کیا ہوا فرشتہ آمین کہتے ہوئے یہ بھی کہتا ہے کہ تجھے بھی یہ سب کچھ ملے۔

عبید اللہ بن حسن رحمہ اللہ نے ایک آدمی کو کہا۔ زیادہ سے زیادہ نیک دوست بنالے کیونکہ جب تجھے موت آئے گی تو یہ تیرے لیے دعائے خیر کریں گے۔ (کتاب الاخوان ص ۱۱۳ بحوالہ دوست کیسے بنائیں)

اسی طرح کی ایک دلچسپ بات خطیب بغدادی رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں الطیب بن اسماعیل کے ضمن میں ذکر کی ہے۔ (اور یہ مشہور قاری تھے) کہ ان کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں ان کے تین سو دوستوں کے نام لکھے ہوئے تھے، جن کیلئے وہ ہر رات دعائے خیر کیا کرتے تھے۔ ایک رات یہ دعا کیے بغیر سو گئے تو انہیں نیند میں کہا گیا: اے ابا حمدون! (یہ ان کی کنیت تھی) آج تو نے اپنے دیئے (چراغ) روشن کیوں نہیں کیے؟ وہ اٹھ بیٹھے چراغ روشن کیا صحیفہ لیا اور ایک ایک کیلئے دعائے خیر کی یہاں تک کہ فارغ ہوئے۔ (تاریخ بغداد ج ۹ ص ۳۶۱)

اہل اللہ کی مجالس مضبوط قلعہ:۔ اہل خیر کی مجلسوں سے انسانی اور جناتی شیاطین بھاگ جاتے ہیں۔ یعنی نیک لوگوں کی صحبت اور ہم نشینی شیطانی وساوس و تکالیف سے بچنے کیلئے ایک مضبوط قلعہ ہے اس کے برعکس بدکردار لوگوں کی مجالس ان شیطانوں کا ٹھکانہ ہوتی ہیں۔

اسی طرح جب آدمی اکیلا یا الگ تھلگ ہوتا ہے تو وہ ان گھٹیا وساوس اور گمراہ کن افکار کا نشانہ بن جاتا ہے جو شیطان اس کی طرف بھیجتا ہے اسی لیے تو آپ ﷺ نے فرمایا ہے: "عليك بالجماعة فانما ياكل الذئب القاصية" (اخرجه احمد ج ۵ ص ۱۹۶، وابوداؤد ج ۱ ص ۳۷ وحسنه الالبانی فی صحیح سنن نسائی) یعنی جماعت کے ساتھ مل کر رہو کیونکہ بھیڑیا دور ہٹی ہوئی بکری کو ہی کھاتا ہے۔

اہل اللہ کی محبت وزیارت، رضائے الٰہی کا ذریعہ:۔ صرف اللہ کو راضی کرنے کیلئے نیک لوگوں کی ہم نشینی، ان سے سچی دوستی اور ان کی زیارت کرنا، اللہ کی محبت سے حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "قال الله تبارك و تعالیٰ وجبت محبتي للمتحابين فيّ والمتجالسين فيّ والمتزاورين فيّ والمتباذلين فيّ"۔ (موطا مالك ج ۲ ص ۹۵۳ وصحح اسناده ابن عبدالبر، والنووی فی رياض الصالحين رقم: ۳۸۷ والمنذری فی الترغيب والترهيب ج ۴ ص ۲۴۰ وقال الالبانی: صحيح، صحيح الجامع رقم: ۴۳۳۱)۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میری محبت ان لوگوں کیلئے واجب ہو چکی ہے جو مجھے خوش کرنے کیلئے محبت کرنے والے ہوں یا میری رضا جوئی کیلئے ہم نشیں بنے ہوں، یا ایک دوسرے کی زیارت کرنے والے ہوں یا ایک دوسرے پر خرچ کرنے والے ہوں۔ ان مذکورہ الفاظ کو امام مالک رحمہ اللہ نے سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے بیان کیا ہے اور امام احمد رحمہ اللہ نے عمرو بن عبسہ رحمہ اللہ کی روایت سے ان الفاظ میں ذکر کیا ہے:

قد حقت محبتي للذين يتحابون من اجلي وقد حقت محبتي للذين يتزاورون من اجلي وقد حقت محبتي للذين يتباذلون من اجلي وقد حقت محبتي للذين يتصادقون من اجلي۔

(قال المنذری فی الترغيب ج ۴ ص ۴۷، رواه احمد رواته ثقات والطبرانی فی الثلاثة واللفظه والحاكم وقال صحيح الاسناد)۔

"یعنی میری محبت ان لوگوں کے لیے ثابت ہو چکی ہے جو میری وجہ سے (یعنی صرف مجھے خوش کرنے کیلئے) آپس میں محبت کرتے ہیں۔ اور ان کیلئے بھی ثابت ہو چکی ہے جو صرف میری وجہ سے ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور ان کیلئے بھی جو صرف میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں اور ان کیلئے بھی جو صرف میری وجہ سے ایک دوسرے سے سچ بولتے ہیں یا دوستی رکھتے ہیں۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں: "ان رجلا زار اخاله في قرية اخرى فارصدا الله له على مدرجته ملكما فلما اتى عليه قال اين تريد؟ قال اريد اخالي في هذه القرية قال هل لك عليه من نعمة تربها قال لا غير اني احببته في

الله عزوجل قال فانی رسول الله الیك بان الله قدا احبك كما احببته فیه "۔

(اخرجه مسلم كتاب البر والصله باب فضل الحب فی الله ج ۴ص ۱۹۸۸ح ۲۵۶۷)

یعنی ایک آدمی کسی دوسری بستی میں اپنے کسی بھائی کی زیارت کیلئے جا رہا تھا اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو اس کے راستے پر بٹھا دیا۔ جب وہ آدمی وہاں پہنچا تو فرشتے نے اس سے پوچھا: تو کہاں جانا چاہتا ہے؟ اس نے جواب دیا: اس بستی میں میرا ایک بھائی ہے میں اسے ملنے جا رہا ہوں فرشتے نے کہا: کیا اس کا تجھ پر کوئی احسان ہے؟ جس کا تو بدلہ دینا چاہتا ہے، اس نے جواب دیا نہیں! صرف اس لیے کہ میں اس سے اللہ کی رضا کیلئے محبت کرتا ہوں۔ فرشتے نے کہا: میں تیری طرف اللہ کا قاصد بن کر یہ پیغام لایا ہوں کہ جس طرح تو صرف اللہ کیلئے اس سے محبت کرتا ہے اللہ بھی تجھ سے محبت کرتا ہے۔ (دوست کیسے بنائیں)

اہل اللہ کی مجالس ذکر اللہ کا ذریعہ:۔ نیک لوگوں کی مجلسیں اللہ کے ذکر کی مجلسیں ہوتی ہیں...... اور آپ ﷺ نے فرمایا: "لا یقعد قوم یذ کرون الله عزوجل الا خفتهم الملائكة و غیشیتهم الرحمة ونزلت علیهم السكینة وذكرهم الله فیمن عندہ"

(صحیح مسلم ج ۴ص ۲۰۷۴ح ۲۷۰۰)

یعنی کوئی قوم ایسی نہیں جو بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتی ہو مگر ان کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور ان کو رحمت ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینت اترتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا اپنے فرشتوں میں ذکر کرتا ہے۔

اور آپ علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ بھی فرمایا ہے: " واما قوم اجتمعوا یذ کرون الله ولا یریدون بذلك الا وجهه الا ناداهم منادمن السماء ان قوموا مغفورا لكم قد بدلت سیاتكم حسنات "۔

(راوہ احمد ج ۳ص ۱۴۲وقال الالبانی هذا اسناد حسن ان شاء الله الصحیحة. ۲۲۱۰وذكرهفی صحیح الجامع بنوه و صححه: ج ۲ص ۹۸۱)

جو لوگ جمع ہو کر اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور اس سے صرف اللہ کی رضا چاہتے ہیں، آسمان سے ایک منادی کرنے والا (فرشتہ) اعلان کرتا ہے اے لوگو! کھڑے ہو جاؤ تمھیں بخش دیا گیا ہے اور تمھاری برائیاں نیکیوں میں تبدیل کر دی گئی ہیں۔ آدمی اللہ کی رضا کیلئے اپنے بھائیوں سے زیارت کی وجہ سے خوش دل ہوتا اور اس کا چلنا مبارک ہوتا ہے اور جنت میں اسے بڑے بڑے مرتبے حاصل ہوں گے۔

جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: " من عاد مریضا اوزار اخاله فی الله ناداہ مناد ان طبت وطاب ممشاك تبوات من الجنة منزلا "۔(اخرجه الترمذی وابن ماجہ من حدیث ابی هریرة رضی الله عنه جامع الترمذی، كتاب البر والصلة : باب ماجاء فی زیارة الاخوان ج ۴ص ۳۶۵ح ۲۰۰۸سنن ابن ماجه، ج اص ۴۶۴ح ۱۴۴۳)

کہ تو خوش ہو اور تجھے جنت مبارک ہو اور یا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش کے فرشتوں میں اعلان کرتا ہے کہ میرے بندے نے میری رضا کیلئے زیارت کی ہے لہٰذا میرے ذمہ اس کی مہمان نوازی ہے اور میں جنت کے سوا اس کیلئے اور کوئی ثواب پسند نہیں کرتا۔

اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ ہی نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: " الا اخبر كم برجالكم فی الجنة قالوا بلی یارسول اللہ ﷺ فقال النبی فی الجنة والصدیق فی الجنة والرجل یزور اخاه فی ناحیة المصر لا یزورہ الا لله فی الجنة "

(راوہ الطبرانی وفی آخر زیادة المعجم الصغیر للطبرانی ج اص ۴۶قال الدمیاطی فی المتجر الرابع ص ۳۴۵اسنادہ جیدان شاء الله واخرجه الطبرانی فی المعجم الكبیر ج ۱۹ص ۱۴۰ح ۳۰۷ وحسنه الالبانی فی صحیح الجامع رقم :۲۶۰۴)

یعنی میں تمھیں تمہارے جنتی مردوں کی خبر نہ دوں؟ صحابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: نبی جنت میں ہوں گے صدیق جنت میں ہوں گے اور وہ آدمی بھی جنت میں ہوگا جو شہر کے کسی کونے میں رہنے والے اپنے بھائی کی زیارت صرف اللہ کی رضا کیلئے کرتا ہے۔ علی ہذا القیاس نیک ہم نشیں ہر لحاظ سے آپ کے دین اور دنیا کیلئے نفع مند ہے۔ جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

”المومن ان ماشیته نفعك وان شاورته نفعك وان شاركة نفعك وكل شئی ء امره منفعة“یعنی مومن کے پاس اگر تو چل کر جائے تو وہ تجھے نفع دے گا اگر تو اس سے مشورہ کرے گا تو وہ تجھے نفع دے گا تو اس سے شراکت کرے گا تو وہ تجھے نفع دے گا حتیٰ کہ اس کے ہر کام میں نفع ہی نفع ہے۔

اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے:”مثل المومن مثل النخلة ما اخذت منها من شئی ء نفعك“ (رواه الطبرانی فی الكبير ج ۲۱۱/۱۲)”یعنی مومن کی مثال کھجور کے درخت جیسی ہے کہ تو اس کی جو بھی چیز حاصل کرے گا وہ تجھے نفع دے گی“۔ اور نیک لوگوں کی ہم نشینی کا یہ بھی فائدہ ہوتا ہے کہ صرف اللہ کے لیے محبت کرنے میں رہنمائی ملتی ہے۔ جس طرح محبت سے ہم نشینی پیدا ہوتی ہے اسی طرح ہم نشینی سے محبت پیدا ہوتی ہے۔

اللہ کے لیے محبت کرنے کے بہت زیادہ ثمرات ہیں اور لوگوں پر اس کے بڑے اثرات ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس کا عظیم اجر اور بہت زیادہ ثواب رکھا ہے۔ (بحوالہ، دوست کیسے بنائیں)

نام کتاب:۔ خطبہ رحمۃ للعالمین ﷺ …… مصنف:۔ مولانا محمد صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ
ناشر:۔ نعمانی کتب خانہ۔ حق سٹریٹ اردو بازار لاہور

آپ ﷺ سا کوئی ہے نہ ہوگا:۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ ہمارے پیارے رسول ﷺ خاتم النبیین رحمت للعالمین، شفیع المذنبین، سید الکونین، سید الثقلین، سید ولد آدم، رہ نورد جادہ اسریٰ، اشرف انبیاء، احمد مجتبیٰ، شمس الضحیٰ، بدر الدجیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بشر رسول ہیں۔ سید البشر، اکرم الاولین واکرم الآخرین ہیں۔

ہمچوں او نازنینی سرتاپا لطافت گیتی نشان نداده ایزد نیا فریده (حافظ رحمه الله)

”یعنی حضرت رحمت عالم ﷺ جیسا پیارا محبوب سید البشر رسول ﷺ جو سرتاپا لطافت ہی لطافت ہیں طہارت، پاکیزگی اور خوبی کا سراپا ہیں۔ دنیا میں کوئی ایسا ہوا ہی نہیں۔ (ہوتا کیسے) خدا نے پیدا ہی نہیں کیا۔

آپ ﷺ افتخار آدمیت ہیں:۔ معراج میں حضرت جبریل علیہ السلام جناب سید البشر، حضرت رحمت للعالمین ﷺ کو بصد عزت و اکرام میں لے کر آسمانوں کی طرف چلے ساتویں آسمان سے آگے مقام جبریل علیہ السلام آ گیا۔ سدرۃ المنتہیٰ۔ حضرت جبریل علیہ السلام یہاں رک گئے۔ نوری آگے قدم نہ بڑھا سکا۔ حضور ﷺ نے پوچھا آگے کیوں نہیں چلتے؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اگر بال برابر بھی میں اپنے مقام سے آگے بڑھوں تو۔ ع فروغ تجلّٰے بسوزد پرم

یعنی رب متعال کی تجلی میرے پروں کو جلا دے میرا یہی مقام ہے آگے نہیں جا سکتا۔ پھر نوری حضرت جبریل علیہ السلام وہیں رہ گئے۔ اور سید البشر ﷺ تنہا آگے بڑھتے چلے گئے۔ اور جہاں تک اللہ کو منظور تھا وہاں تک پہنچ گئے۔

فرشتوں کی نظر خیرہ ہے انوار صفاتی سے وہ کیا جانیں قدم انسان کامل کا کہاں پہنچا

علامہ اقبال نے واقعہ معراج سے ایک ہی سبق حاصل کیا ہے فرماتے ہیں:۔

سبق ملا ہے یہ معراج مصطفیٰ ﷺ سے مجھے کہ عالم بشریت کی زد میں ہے گردوں

فرشتے نوری وہاں نہیں پہنچ سکتے جہاں بشر ﷺ کی رسائی ہے۔

محمد ﷺ ہی کے دم سے افتخار آدمیت ہے محمد ﷺ آن ملت شان ملت، جان ملت ہے (حماد)

پھر حضرت انور ﷺ نے ہمیں آیات الٰہی پڑھ کر سنائیں اللہ تعالیٰ کے احکام کھول کھول کر بتائے۔ اللہ کے عذابوں سے لرزہ براندام کیا۔ ڈرایا اور لرزایا۔ راہ آخرت کے خطروں سے آگاہ کیا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ غفور و ودود کی بشارتیں بھی سنائیں۔ اس کی بخششوں، رحمتوں اور انعاموں کے لبریز بھی پلائے اور یوں آیات کی تلاوت کا حق ادا کر دیا۔

اس دوران میں سید العالمین ﷺ نے ہمارے نفوس کے تزکیہ کی بھی از حد کوشش کی اور مشیت ایزدی کے ماتحت ہمیں شرک کی گندگی سے پاک کیا۔ معاشرے کی تمام شرکیہ برائیوں اور کفریہ رسموں کو مٹایا۔ بیشمار خداؤں کی پرستش سے باز کیا۔ ارباب من دون اللہ کی قید سے چھڑایا۔ توحید کو چمکایا۔ اجاگر کیا اور نکھارا۔ ''یعلمهم الكتاب والحكمة'' کی تعمیل میں زمانہ نبوت کے تیئیس سال تک جناب سید ولد آدم ﷺ قرآن ہی کی تعلیم دیتے اور اس کی فلاسفی اور حکمت سمجھاتے رہے کہ کس طرح آیات کی شراب طہور کو نوش جان کرنا ہے۔ یعنی قال کو حال کی شمع سے روشن کر کے راستہ دکھاتے رہے۔ گویا حضرت انور ﷺ کی ساری زندگی تلاوت آیات، تزکیہ نفوس، اور وحی خداوندی کی حکمت سکھانے اور قرآن پر عمل کرنے کا طریقہ بتانے میں گزری۔ بیشک۔

محمد ﷺ مصطفےٰ رہنمائے نوع انسانی　　　محمد ﷺ داعی حق ہے محمد ﷺ نہایت دیں ہے　(ص ۲۲)

سید الکونین کی عبادت کا مرتبہ:۔ یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ سید الکونین، سید الثقلین، جناب رحمت للعالمین ﷺ کی عبادت عند اللہ اتنے مرتبے کی ہے کہ ساری اولاد آدم میں سے کوئی بھی حضور ﷺ جیسی عبادت نہیں کر سکا۔ یعنی آپ ﷺ کی عبادت کے مرتبے جیسی، یوں سمجھیں کہ اگر ترازو کے ایک پلڑے میں رحمت عالم ﷺ کی نماز رکھ دی جائے۔ اور دوسرے پلڑے میں تمام انبیاء علیہم السلام کی اور ساری اولاد آدم کے مومنوں، موحدوں کی نمازیں رکھ دی جائیں تو جناب سید ولد آدم کی نماز کا وزن سب سے زیادہ ہوگا۔ یہی حال آپ کی دوسری عبادتوں کا ہے۔ کہ تمام ذریت آدم کی عبادتوں سے بڑھ کر ہیں۔ جس طرح حضور انور ﷺ کی شان اور مرتبے کا کوئی نہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ کی عبادت کے درجے جیسی کسی کی عبادت نہیں۔

اک قطرہ مقدس بھی ہر چیز سے افضل:۔ یاد رہے کہ رحمت عالم ﷺ کی جان پاک اتنی مقدس اور قیمتی ہے کہ حوران جنت، اور تمام اولاد آدم حضور ﷺ کے ایک قطرہ خون کی قیمت نہیں ہو سکتے۔

''مرتبہ احسان'' یعنی انتہائے تصوف کی حیثیت:۔ (ایک شخص (حضرت جبرائیل علیہ السلام) حضور ﷺ سے مرتبہ احسان کے بارے میں پوچھتا ہے)'' فاخبرني عن الاحسان ''مجھے خبر دیجئے مجھ کو احسان سے یعنی نیکی کیا ہے)

''قال ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك ''حضور ﷺ نے فرمایا: احسان یہ ہے کہ عبادت کرے تو اللہ کی گویا کہ تو دیکھتا ہے اس کو پس اگر نہیں دیکھ سکتا تو اس کو (تو اتنا یقین تو کر) کہ وہ (بصیر) دیکھتا ہے تجھ کو۔ (خطبۂ رحمۃ للعالمین ص ۱۳۲)

مرتبہ احسان کا مفہوم:۔ اور احسان یہ ہے کہ عبادت کرے تو اللہ کی گویا کہ دیکھتا ہے تو اس کو مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے اتنی محبت کرے کہ ہر وقت اس کا خیال دل میں رہے چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے اللہ کے دھیان میں ایسا غرق ہو جائے کہ سوائے ذات حق کے کچھ نہ نظر آئے۔ عبادت میں وہ رنگ جمے کہ فانیات ناپید ہو کر باقی ذات آنکھ میں سمائی ہو رحمت عالم ﷺ کے ارشاد " كانك تراه " سے یہ مقصود ہے کہ عبادت میں نہایت اخلاص اور حد درجہ خضوع و خشوع ہو۔

وحدۃ الشہود کا بلند درجہ:۔ پھر جس کو یہ مقام مشاہدہ اور استغراق نصیب ہو۔ اس پر اللہ تعالیٰ کی ہیبت وخشیت اور عظمت وجلال کی بارش ہوتی ہے اور بندہ حضوری ہو جاتا ہے وحدۃ الشہود کا یہ بلند درجہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ رحمہم اللہ کو میسر آتا ہے۔

جمال یار جب پیش نظر ہوا　　　تو اس دل میں کسی کا کب گزر ہو

دوسری صورت میں رجوع الی اللہ کی (یعنی احسان کی) حضور ﷺ نے یہ بتائی کہ اگر تو (آفاق و انفس کے آئینہ میں) اللہ کو نہیں دیکھ سکتا ۔ یہ مرتبہ تجھ کو حاصل نہیں ہو سکتا ۔ کم از کم اتنا تو کر کہ " فانه یراك " کہ وہ تجھ کو دیکھتا ہے ۔ یعنی وہ حاضر ناظر ہے اس کی نظر تیرے دل اور تیرے اعمال پر ہے ۔ ایک لحہ کیلئے بھی تو اس کی خبر اور نظر سے اوجھل نہیں وہ ہر وقت تیرے ساتھ ہے ۔ جب تیرے ایمان کی یہ کیفیت ہو جائے گی ۔ تو پھر اللہ کا ڈر اور ہیبت تجھے ہر وقت لرزہ بر اندام رکھے گی ۔ اور تو تمام حرکات و سکنات میں نہایت محتاط رہے گا عبادت میں بھی خلوص و خشوع ہو گا ۔ اور نا فرمانیوں سے بھی بچے گا ۔ (خطبۂ رحمۃ للعالمین ص ۱۳۸)

بیعت اصلاح کا مستند حدیث سے ثبوت:۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے گرد صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت تھی آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: " بایعونی علی ان لا تشرکوا باللہ شیئاً ولا تسرقوا ولا تزنوا ولا تقتلوا اولادکم ولا تاتوا ببھتان تفترونہ بین ایدیکم وارجلکم ولا تعصوا فی معروف فمن وفٰی منکم فاجرہ علی اللہ ومن اصاب من ذلك شیئاً فعوقب بہ فی الدنیا فھو کفارۃ لہ ومن اصاب من ذلك شیئاً ثم سترہ اللہ علیہ فھوا الی اللہ ان شاء عفا عنہ وان شاء عاقبہ فبایعناہ علی ذلك " ۔ (بخاری مسلم) بیعت کرو مجھ سے (یعنی پختہ عہد کرو) اس بات پر کہ نہ شریک کرو ساتھ اللہ کے کسی کو اور نہ چوری کرو اور نہ زنا کرو اور نہ مار ڈالو اولاد اپنی کو محتاجگی کے ڈر سے اور نہ اٹھاؤ بہتان کہ باندھ لیا ہو تم نے اس کو درمیان ہاتھوں اور پاؤں اپنے کے (یعنی دل سے) اور نہ نا فرمانی کرو نیک چیز میں پس جو پورا کرے تم میں سے یہ عہد بس اجر اس کا اللہ پر ہے اور جو پہنچا ان میں سے کسی چیز کو (یعنی گناہوں میں سے کچھ کر بیٹھا سوائے شرک کے) پھر سزا دیا گیا بسبب اس کے دنیا میں جیسے حد لگی یا بیمار ہوا وغیرہ ۔ پس وہ کفارہ ہے واسطے اس کے (یعنی پاک ہو جاتا ہے گناہ سے) اور جو کہ پہنچا ان میں سے کسی چیز کو پھر ڈھانکا اس کو اللہ نے یعنی دنیا میں اس کا گناہ ظاہر نہ ہوا ۔ پس وہ سپرد ہے اللہ کی طرف اگر چاہے بخشے اس سے اور اگر چاہے سزا دے اس کو (صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں) پس بیعت کی ہم نے حضرت ﷺ سے ان چیزوں پر ۔

اولیائے کرام کا توکل قرآن مقدس کی روشنی میں

متوکل کیلئے اللہ کافی ہے:۔ رزق کے بارے میں اللہ ارشاد فرماتا ہے: " وما من دابۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا " (پ۱۲ ع ۱) اور نہیں کوئی چلنے والا زمین میں مگر اوپر اللہ کے ہے رزق اس کا ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کے رزق و روزی کی ضمانت دی ہے پھر جو بندہ اللہ تعالیٰ کی ضمانت اور وعدے پر بھروسہ نہ کرے باور نہ کرے تو اس میں کہاں ایمان ہو گا ۔ اور اس کی عبادت کیا ہو گی ۔ اس آیت کا متقضاء توکل کے لعل گرانمایہ سے یوں روشنی بکھیرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے کام کا وکیل اور ضامن جان کر اس پر پورا اعتماد کریں ، اس پر بھروسہ کر کے یقین کریں کہ وہ ضرور روزی پہنچائے گا ۔ مرد مومن کو چاہیے کہ دنیا کہ مال و اسباب اور اکتساب کو محض سبب جانے اور رزاق صرف اللہ تعالیٰ کو سمجھے اس کے سوا کسی کو رزاق نہ مانے وہ بے کسب و باکسب دونوں کو رزق پہنچاتا ہے ۔

ارشاد ہے: " ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجا ویرزقہ من حیث لا یحتسب ، ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ " (پ۲۸ ع ۱۷) اور جو کوئی ڈرے اللہ سے کرے گا اور واسطے اس کے راہ مشکل سے نکلنے کی اور رزق دے گا اس کو اس جگہ سے کہ نہیں گمان کرتا ۔ اور جو کوئی توکل کرے اللہ پر پس وہ کفایت کرتا ہے اس کو ۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے متوکل سے وعدہ کیا ہے کہ وہ رزق کے بارے میں کفایت کرنے والا ہے ۔ بلکہ اللہ اسے اس جگہ سے رزق دے گا جہاں سے گمان رزق نہ ہو گا ۔ پس اس آیت میں کامیابی کا نکتہ صرف توکل علی اللہ ہی ہے ۔ کاش ہمیں اللہ پر توکل کرنا آ جائے ۔ اگر وعدہ الٰہی پر یقین و اعتماد ہو اس کی ضمانت رزق کے مہر نیمروز کی شعاعیں دل حزیں کو روشن کریں تو بندہ باور کرے گا کہ بغیر

کسب کے بھی اللہ تعالیٰ روزی پہنچائے گا۔ (خطبہ رحمۃ للعالمین ص ۱۶۰)

اہل اللہ کا توکل ہر مسلمان کی ضرورت:۔ مومنوں کو ارشاد ہے۔ ”وعلى الله فتوكلوا ان كنتم مؤمنين“ (قرآن)

اور اللہ ہی پر بھروسہ کرو اگر ہو تم ایمان والے معلوم ہوا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ نہیں کرتا۔ یا اسے اللہ پر بھروسہ کرنا نہیں آتا تو اس کا ایمان یا معرضِ زوال میں ہے یہ عدم کے پالنے میں ہے۔

اے اللہ! یقین اور توکل تیری عظیم الشان نعمتیں ہیں تو ہی عطا کرے تو نصیب ہوں۔ ان کا حصول ہمارے بس میں نہیں تو ہی قوی ایمان اور جان دار توکل عطا فرما۔ (خطبہ رحمۃ للعالمین ص ۱۶۱)

اہل اللہ کا توکل کیا ہے؟:۔ درجہ تسلیم پر فائز اولیاء رحمہم اللہ اپنے تمام امور اللہ تعالیٰ کی سپرد کر دیتے ہیں۔ اور ذرہ بھر تردد یا تذبذب ان کے دل میں نہیں رہتا، ایسے اللہ والے اس کے توکل کے ہاتھوں میٹھے پھل کھاتے اور یقین و ایمان کے مواج دریا میں نہاتے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ ”وعلى الله فليتوكل المتوكلون“ (قرآن) اور اللہ ہی پر چاہئے پس بھروسہ کریں بھروسہ کرنے والے۔ (خطبہ رحمۃ للعالمین ص ۱۶۱)

اسباب پر یقین توکل کے منافی:۔ توکل کے بارے میں خوب یاد رکھنا چاہیے کہ اگر دل کا اعتماد کسب اور سبب پر ہوا تو یہ شرک خفی ہے ہاں اللہ کے بھروسہ پر کسب کرنے والا ضرور متوکل ہے۔ (خطبہ رحمۃ للعالمین ص ۱۶۱)

توکل اولیاء احادیث کی روشنی میں

پرندوں کا اللہ پر توکل:۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سنا میں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے تھے: ”لو انكم تتوكلون على الله حق توكله لرزقكم كما يرزق الطير تغدوا خماصًا وتروح بطانًا“ (ترمذی، ابن ماجہ)

اے لوگو! اگر تحقیق تم توکل کرو اللہ پر حق توکل کا تو البتہ روزی دے تم کو (اللہ) جیسے روزی دیتا ہے پرندوں کو نکلتے ہیں پرندے صبح کو بھوکے اور پھرتے ہیں شام کو اپنے گھونسلوں میں پیٹ بھرے ہوئے۔

ملاحظہ: رسول اللہ ﷺ نے کیسی اچھی اور سچی مثال دے کر سمجھایا ہے کہ اگر تم اللہ پر توکل کرو اور توکل کرنے میں حق توکل پورا کرو تو اللہ تمہیں پرندوں کی طرح رزق دے، جو اللہ کے بھروسے پر صبح کو بھوکے اپنے آلہنوں سے نکل جاتے ہیں۔ اور شام کو پیٹ بھر کر واپس آتے ہیں۔
(خطبہ رحمۃ للعالمین ص ۱۶۲)

توکل کا حق:۔ یاد رہے کہ توکل کا حق یہ ہے کہ اس بات پر پختہ یقین کرے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی فاعل حقیقی نہیں ہے اور تمام موجودات اور رزق موت حیات، مرض صحت، فقر و غنا، ضرر، عطا، منع وغیرہ سب اللہ فعال لما یرید کی طرف سے ہیں بندہ کے خیال تصور، ذہن، ارادہ، ہاتھوں، پاؤں، آنکھوں، کانوں، زبان اس کے تمام اعضاء اور احشاء اور بدن کے رواں رواں پر اللہ کا حکم جاری ہے۔ آدمی کی ہر حرکت مشیت کے ماتحت ہے اس یقین کے ساتھ یہ ایمان بھی دل میں جمائے کہ حق تعالیٰ اس کے رزق کا ضامن ہے اور اس بات میں ذرہ بھی شک یا شبہ نہ کرے۔ اگر اس کی ضمانت رزق میں ذرہ بھی شک یا شبہ کریگا تو ایمان کا دیوالہ نکل جائے گا۔ اور توکل کا جنازہ اٹھ جائے گا جب یہ یقین پختگی کی معراج کو پالے گا۔ کہ اللہ نے رزق کا ذمہ لے رکھا ہے اور وہ روزی کا ضامن ہے تو پھر اچھے طریق سے روزی کیلئے سعی کرے۔ کسب معاش کیلئے تگ و دو، اور جد و جہد کرے اس کے فضل سے ضرور ضرور رزق حلال میسر ہوگا۔ اور وہ اور اس کے اہل و عیال پیٹ بھر کر کھائیں گے۔ (خطبہ رحمۃ للعالمین ص ۱۶۲)

”وظیفہ“ مشکل سے خلاصی کا ذریعہ:۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ حضرت عوف اشجعی رضی اللہ عنہ کے لڑکے حضرت سالم رضی اللہ عنہ جب کافروں کی قید میں تھے تو حضور ﷺ نے فرمایا ان سے کہلوا دو کہ بکثرت ”لاحول ولا قوة الا بالله“ پڑھتا رہے ایک دن اچانک بیٹھے

بیٹھے ان کی قید (یعنی رسی جس سے بندھے ہوئے تھے) کھل گئی اور یہ وہاں سے نکل بھاگے ان لوگوں کی ایک اونٹنی تھی جس پر سوار ہوئے راستے میں ان کے اونٹوں کے ریوڑ ملے یہ انہیں اپنے ساتھ ہنکالائے وہ لوگ پیچھے دوڑے یہ کسی کے ہاتھ نہ لگے۔ بلکہ سیدھے گھر آ گئے اور دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی باپ نے آواز سن کر فرمایا۔ خدا کی قسم یہ تو سالم ہے ماں نے کہا ہائے وہ کہاں وہ تو قید و بند کی مصیبتیں جھیل رہا ہوگا۔ اب دونوں ماں باپ اور خادم دروازے کی طرف دوڑے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ان کے لڑکے حضرت سالم رضی اللہ عنہ ہیں اور تمام انگنائی اونٹوں سے بھری پڑی ہے پوچھا کہ یہ اونٹ کیسے ہیں؟ انہوں نے واقعہ بیان کیا تو فرمایا اچھا ٹھہرو میں رسول اللہ ﷺ سے ان کی بابت مسئلہ دریافت کر آؤں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: وہ سب مال تمہارا ہے جو چاہے کرو اور یہ آیت اتری کہ اللہ سے ڈرنے والوں کی مشکل خدا آسان کر دیتا ہے اور بے گمان روزی پہنچاتا ہے۔ (ابن کثیر بحوالہ: خطبہ رحمۃ للعالمین ص ۱۶۷)

توکل اولیاء پر "ابن ابی حاتم" کی روایت:۔ ابن ابی حاتم میں حدیث ہے جو شخص ہر طرف سے کھنچ کر اللہ ہی کا ہو جائے اللہ تعالیٰ ہر مشکل میں اس کی کفالت کرتا ہے اور بے گمان روزیاں دیتا ہے اور جو اللہ سے ہٹ کر دنیا ہی کا ہو جائے اللہ بھی اسے اسی کی طرف سونپ دیتا ہے۔ (خطبہ رحمۃ للعالمین ص ۱۶۸)

توکل اولیاء پر "مسند احمد" کی روایت:۔ مسند احمد میں ایک اور حدیث میں حضور ﷺ فرماتے ہیں: جسے کوئی حاجت ہو اور وہ لوگوں کی طرف لے آئے تو بہت ممکن ہے کہ وہ سختی میں پڑ جائے اور کام اور مشکل ہو جائے اور جو اپنی حاجت اللہ کی طرف لے جائے تو اللہ ضرور اس کی مراد پوری کرتا ہے یا تو جلدی اس دنیا میں ہی یا دیر کے بعد یا موت کے بعد پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے قضا اور احکام کو جس طرح اور جیسے چاہے، اپنی مخلوق میں پورا کرنے اور اچھی طرح جاری کرنے والا ہے۔ (خطبہ رحمۃ للعالمین ص ۱۶۹)

توکل اولیاء پر "ترمذی و ابن ماجہ" کی روایت: ایک شخص نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خلافت کا متولی کیا ہے۔ آپ بھی مجھے اس میں سے کسی کام پر متولی فرمایئے۔ (یعنی نوکری دیجئے) آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تو نے قرآن پڑھا ہے۔ اس نے کہا: میں نے تو نہیں پڑھا ہے۔ آپ نے فرمایا ہم ایسے شخص کو متولی نہیں کرتے جس نے قرآن نہ پڑھا ہو۔ پس اس نے جا کر قرآن پڑھنا شروع کر دیا اور بڑی کوشش کی تا کہ حضرت عمر رضی اللہ متولی کریں لیکن جب قرآن پڑھ گیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آنا چھوڑ دیا ایک روز راستہ میں آپ نے اسے دیکھ کر پوچھا کہ اے برادر! کیا تو نے ہم سے ملنا چھوڑ دیا ہے؟ اس نے عرض کیا جی نہیں میں چھوڑنے والا نہیں ہوں لیکن کتاب الٰہی کی ایک آیت نے مجھے اس امید سے مستغنی کر دیا جو مجھے آپ کے دروازے پر لایا تھا۔ آپ نے حال پوچھا تو اس نے یہ آیت پڑھی "من یتوکل علے الله فهو حسبه" اس پر حضرت عمر رضی اللہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر تم لوگ اللہ تعالیٰ پر توکل کرو جیسے توکل کرنا چاہیے تو تم کو رزق دیا جائے جیسے پرندوں کو دیا جاتا ہے کہ صبح کو خالی کوکھ جاتے ہیں اور شام کو بھرے پیٹ آتے ہیں۔ (رواہ احمد، والترمذی، و ابن ماجه بحواله: خطبه رحمة للعالمين ص۱۶۹)

متوکل کی کرامت پر "مشکوۃ" کی روایت:۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک شخص اپنے گھر گیا اور جب اس نے ان کی (گھر والوں کی) احتاجی اور فاقہ دیکھا تو گھر سے نکل کر جنگل کو چلا گیا۔ (کہ اللہ سے تضرع کرے) جب اس کی عورت نے یہ حال دیکھا (کہ اس کا خاوند بوجہ تنگ دستی گھر سے چلا گیا ہے) تو چکی کے پاس گئی اور اوپر کا پاٹ نیچے کے پاٹ پر رکھا اور تنور کے پاس گئی اور اسے گرم کیا پھر بولی الٰہی ہم کو رزق عطا کر۔ تیرے در کے سوا ہمارے لئے کہیں رزق نہیں) پھر اس نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ ناگہاں چکی کا گرانڈ آٹے سے بھرا ہوا تھا اور پھر گئی تنور کی طرف تو پایا اس کو بھرا ہوا روٹیوں سے پھر اس کا شوہر واپس آیا (بعد دعا کرنے کے) اور کہنے لگا کیا تم نے میرے بعد کچھ پایا ہے۔ عورت نے کہا: ہاں! میں نے اپنے رب عزوجل سے پایا ہے۔ (یہ دیکھو گرانڈ چکی کا آٹے سے بھرا ہوا اور تنور روٹیوں سے پر) پھر مرد نے کھڑے ہو کر چاہا چکی کو دیکھے۔ چنانچہ اس نے چکی کا پاٹ اٹھا کر دیکھا) پھر یہ حال رسول اللہ

ﷺ سے ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اما انہ لو لم یر فعھا لم تزل تدور الی یوم القیمۃ (مشکوۃ شریف)

آگاہ رہو کہ اگر یہ شخص چکی نہ اٹھاتا تو برابر قیامت تک اسی طرح چلتی رہتی۔ یہ ہے صبر اور توکل کی اعجاز فرمائی اور صبر اور توکل کا حق ادا کرنے والے صابروں، اور متوکلوں کی کرامت اور اللہ کے وعدوں کی صداقت کا زندہ ثبوت کہ اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (خطبہ رحمۃ للعالمین ص۱۷۴)

اہل اللہ کی کرامات حق ہیں:۔ کوئی صاحب اس بات پر تعجب نہ کریں یا انکار نہ کریں کہ کیسے ہوسکتا ہے کہ گرانڈ آٹے سے بھر گیا اور تنور میں خود بخود روٹیاں کہاں سے آگئیں یاد رکھیں پیغمبروں کے معجزات من جانب اللہ برحق ہیں اور صالحین رحمہم اللہ کی کرامت بھی باذن اللہ حق ہیں۔ قرآن میں ہے کہ حضرت زکریا علیہ السلام جب مریم علیہا السلام کے پاس حسب معمول گئے تو ان کے پاس رزق (میوے پھل) دیکھے۔ پوچھا" انی لک ھذا " یہ کہاں سے آگئے تو مریم علیہا السلام نے جواب دیا۔" ھو من عند اللہ "وہ اللہ کے پاس آئے ہیں یہ حضرت مریم علیہا السلام کی کرامت تھی۔ تو اللہ تعالیٰ کے کام پر نہ تعجب چاہئے نہ انکار۔ معجزوں اور کرامتوں سے روحانیت کا ثبوت ملتا ہے اور تعلق باللہ کا پتہ چلتا ہے۔ البتہ ولی کیلئے کرامت شرط نہیں۔ جو شخص اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کے لئے کافی ہے۔

بے شک اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے۔ پس رسول اللہ ﷺ کے خطبہ کے مطابق" ونتوکل علیہ "(اور ہم اسی ذات پر بھروسہ کرتے ہیں) ہم سب کو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرنا چاہیے کہ اسی کے بھروسہ پر زندگی اور کار ہائے زندگی رواں دواں رہیں۔ (خطبہ رحمۃ للعالمین ص۱۷۶)

تصوف بطور تزکیہ نفس

نفس کی تین اقسام: نفس تین قسم کے ہیں: نفس امارہ، نفس لوامہ، نفس مطمئنہ۔

نفس امارہ:۔ قرآن مجید میں نفس امارہ کا ذکر اس طرح آیا ہے۔" وما ابری نفسی ان النفس لامارۃ بالسوء الا ما رحم ربی، ان ربی غفور رحیم "(پ۱۳، ع۱)

اور میں اپنے نفس کی برأت نہیں کرتا بے شک سب سے بڑھ کر بدی کی راہ سمجھانے والا ہے۔ سوائے ایسے شخص کے جس پر رحم کرے رب میرا بے شک رب میرا بڑا غفور و رحیم ہے۔

"ان النفس لامارۃ بالسوء "یقیناً نفس تو سب سے بڑھ کر برائیوں کی راہ چلانے والا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنے نفس پر اعتماد کرے اور اس کے کہنے پر چلنے لگے تو وہ اس کو کثرت سے برائیوں کی طرف لے جائے گا کیونکہ نفس کا کام ہی بدیوں اور برائیوں کی راہ دکھانا ہے بدکام کا حکم کرنا ہے۔ الا ما رحم ربی "سوائے اس شخص کے، جس پر رحم کرے رب میرا" یعنی جس پر اللہ رحم فرمائے۔ اس کو یا تو نفس مطمئنہ ملتا ہے کہ وہ بدی کا حکم نہیں کرتا جیسے انبیا علیہم السلام معصوم ہیں۔ یا اللہ اپنے فضل خاص سے بندے کو اپنی پناہ میں لے بچا لیتا ہے۔ اور نفس مقہور ہو جاتا ہے۔

نفس امارہ بڑی بلا ہے:۔ نفس امارہ بہت بڑی بلا ہے اس سے انسان بچ نہیں سکتا۔ اس کی شرارتوں اور برائیوں کی فہرست اتنی طویل ہے کہ شیطان بھی دیکھے تو گھبرا جائے۔

نفس کیا ہے:۔ نفس نہ شیطان ہے نہ قلب ہے، نہ فرشتہ ہے نہ عقل ہے، اور نہ کوئی عین خارجی چیز ہے بعض کہتے ہیں کہ نفس ہوئی ہے یعنی خواہش و شہوات بعض طبیعت کو نفس کہتے ہیں اور بعضے بشریت کو، جس کا میلان بجانب شہوات و ہوئی ہو۔ (انبیاء کی بشریت معصوم ہوتی ہے)۔ اللہ تعالیٰ نے تمام ممنوعات سے انسانوں کو آگاہ کر دیا اور دنیاوی زینت و آرائش کو اس فریب گاہ کا ایک دل فریب مشغلہ قرار دیا ہے۔ اور یہ بھی نص سے ثابت ہے کہ دنیا کی تمام چیزیں مزین بہ تزئین امتحانی ہیں اور عہد الٰہی میں خیانت کرنے اور معصیت کے ارتکاب میں سراسر

عذاب ہے اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ موت سر پر کھڑی ہے پھر باوجود اس علم کے لوگ نواہی کے خارزار میں قدم رکھتے اور معصیت سے مدہوش ہوتے ہیں اور وہ کام کرتے ہیں جن کا انجام غضب الٰہی اور عذاب آخرت ہے۔ اب غور کرنے کی بات ہے کہ انسان میں وہ کون چیز ہے جو دیدہ ودانستہ اس کو عذاب میں گرفتار ہونے پر راغب کرتی ہے۔

نفس امارہ سب سے بڑا دشمن:۔ تو یہ چیز ہوئی ہے جو ہر انسان کی طبیعت کو قہریات کے قبول کرنے پر حرکت دیتی ہے اور مستعد کرتی ہے اور قہریات ان امور الٰہیہ کو کہتے ہیں جن کا انجام اللہ کے غضب اور عذاب کی طرف ہوتا ہے پس کسی کو یہ مجال اور طاقت نہیں کہ نفس کی گرفت سے نکل سکے۔ مگر وہی جس پر لطف خداوندی، اور رحمت ایزدی سایہ فگن ہو۔ ذوق مرحوم نے کیا لکھا ہے۔

نہنگ واژدہا وشیر نر مارا تو کیا مارا بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا

اگر کسی نے نہنگ یعنی مگرمچھ ماردیا۔ تو کوئی بڑا بہادری کا کام نہ کیا اگر اژدہا یعنی بہت بڑا سانپ ہلاک کردیا تو پھر بھی کوئی قابل تعریف کام نہیں کیا۔ اور اگر شیر ببر مارڈالا تو یہ بھی کوئی دلیری اور بہادری کا کام نہ کیا ہاں اگر نفس امارہ کو مارلیا اسے خدا کے احکام کے آگے جھکا لیا تو سب سے بڑے موذی کو مارا۔ دنیا میں جتنا بڑی موذی نفس ہے اور کوئی چیز نہیں ہے تو نفس کو مارنا سب سے بڑا بہادری کا کام ہے اور سب سے بڑے دشمن کا قلع قمع کرنا ہے لیکن قرآن مجید سے تو ثابت ہوتا ہے کہ اس موذی کو مارنا انسان کے بس کی بات ہی نہیں ہے۔ " الا ما رحم ربی " اس کے شر سے تو سوائے رحمت خداوندی کے کوئی پیغمبر بھی نہیں بچ سکتا اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: " ونعوذ باللہ من شرور انفسنا " اور نفس کی بدیوں سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں کہ اللہ کی پناہ (REFUGE) کے بغیر اس کے شر سے بچ نہیں سکتے اور اللہ ہی پناہ میں رکھے وہی بچائے تو ہم بچ سکتے ہیں۔

صوفیائے کرام کا ساری زندگی نفس سے جہاد کرنا:۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ظہور قہر ازل ہے جو ہوا وہوس اور شہوت ومستی کی دنیا لئے نفس کے نام سے سینے کی اتھاہ گہرائیوں میں چھپا بیٹھا ہے اور اندر ہی اندر اپنا کام کرتا رہتا ہے دل کو لبھانے اور فریفتہ کرنے اور عروس دنیا کے حسن وجمال اور تزئین وآرائش کی فلمیں دکھاتا رہتا ہے اور عملاً بھی طبائع بشری کو قہریات کی پر فریب وادیوں میں لے جاتا اور حرص وآز کی ماہ وشوں کا پرستار بناتا ہے ساری فلمی دنیا اسی نفس ہی کے اشاروں پر رقص کناں ہے اور دنیا جہان کے معاشقے اور عشق کے چرچے اسی کے رہین منت ہیں۔ بڑے بڑے علماء ربانی صوفیائے کرام اور اولیاء اللہ ساری زندگی نفس کے ساتھ جہاد کرتے ہی گزار گئے۔ اور اس کی شرارتوں سے اللہ کی پناہ مانگتے رہے۔ (خطبہ رحمۃ للعالمین ﷺ ص ۱۸۴)

اولیائے کے نفس کے ساتھ جہاد کی اہمیت:۔ جہاد بالنفس کے متعلق رسول ﷺ نے فرمایا: " والمجاهد من جاهد نفسه في طاعة الله " (مشکوۃ کتاب الایمان) اور کامل جہاد کرنے والا وہ ہے جس نے جہاد کیا اپنے نفس سے اللہ کی بندگی میں۔

نفس کے ساتھ جہاد کرنے کا بہت بڑا اجر ہے ایک جہاد تو میدان میں جنگ میں کفار کے ساتھ کیا جاتا ہے یہ جہاد تو اسی وقت ہی ہو سکتا ہے جب کافروں کے ساتھ جہاد کا موقع ملے لیکن نفس کے ساتھ جہاد تو شب وروز بلکہ ہر حین وآن جاری ہے۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ نے مسلمان کو دائمی مجاہد بنا کر دائما جہاد کے ثواب کا حقدار بنا دیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جہاد بالنفس کا ثواب جہاد بالکفار کی مانند ہے۔

جہاد بالنفس کی مثال:۔ سوچئے کہ ایک خوبصورت جوان جب بھر پور جوانی میں ہو اور قوت اور طاقت کا دریا ٹھاٹھیں مار رہا ہو اسے ایک نہایت حسین وجمیل ماہ وش نوجوان لڑکی جنسی تسکین کیلئے دعوت دے اور یہ جوان اس کے پاس جا کر یہ کہہ کر چلا آئے۔ " انی اخاف الله " میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ آپ غور فرمائیں کہ اس نوجوان کا نفس کے ساتھ یہ جہاد کرنا کتنا بڑا جہاد ہے ایسے مجاہد کیلئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس آدمی کو ایک خوب صورت مال دار عورت (بہ نیت بدی) بلائے اور وہ یہ کہہ کر لوٹ آئے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں تو اللہ تعالیٰ اس کو حشر کے دن اپنے عرش کے سایہ میں جگہ دے گا جس دن نہیں سایہ ہوگا سایہ عرش کے (مشکوۃ)۔ اس شخص کو قیامت کے دن اللہ اپنے عرش کے سایہ میں

جگہ دے گا کتنا بڑا اجر اور اتنا بڑا ثواب ہے اور یہ ثواب اس لئے عظیم الشان ہے اور اس لئے سایہ عرش میں جگہ ملے گی کہ اس جوان نے اپنی بے پناہ شہوت اور خواہش نفس کو اللہ کے ڈر سے دبایا ہے۔ اسے خوف خدا سے زیر کیا ہے۔

زندگی بھر جہاد بالنفس کرتے رہیں:۔ اسی طرح نفس کے خلاف جہاد جاری رکھنا چاہیے جو شخص اس جہاد کو جاری رکھے گا اس کی زندگی شب و روز جہاد میں گزرے گی اور جہاد کا ثواب پاتا رہے گا۔ شب و روز جہاد کرنے کا یہ مطلب ہے کہ جو خواہش بھی قرآن اور سنت کے خلاف اٹھے نفس جو بات بھی معصیت کی بتائے نفس کی مخالفت کرکے اسے اللہ کی اطاعت، اور بندگی میں جھکا دے اس طرح نفس کو ہر وقت اللہ کے حکم کے آگے پامال کرتا رہے۔ (خطبہ رحمۃ للعالمین ﷺ ص ۱۸۶)

نفس کو شہوانی خواہشوں سے روکنا:۔ ارشاد خداوندی ہے: "واما من خاف مقامه ربه ونهى النفس عن الهوى فان الجنة هي المأوى (پ ۳۰ ع ۴) ۔ اور جس شخص نے اپنے رب کے مقام سے خوف کیا اور نفس کو (شہوانی) خواہش سے روکا تو جنت ہی اس کا ٹھکانا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس نے مقام رب سے خوف کیا مقام کھڑا ہونا اور کھڑے ہونے کی جگہ یعنی بندے نے اللہ تعالیٰ سے کفر نہیں کیا بلکہ اس کی الوہیت کو پہچانا۔ اور قیامت کے دن اس کے حضور میں کھڑے ہونے سے خوف کیا کہ مالک یوم الدین اس کے بارے میں کیا حکم دے گا دنیا کی زندگانی کا حساب دیتے وقت کیا بیتے گی اور کیا نتیجہ نکلے گا۔ اور اس خوف و دہشت سے اس نے نفس کو دنیا کی ذلیل خواہشوں، اور دیگر ممنوعات سے روکا تو اللہ کے فضل سے جنت ہی اس کا دائمی گھر ہوگا جہاں وہ شاہانہ اعزاز و اکرام سے رہے گا۔

یعنی قیامت کے روز فیصلہ حق کے واسطے سب لوگ رب العالمین کے حضور کھڑے ہوں گے تو جس نے اللہ کے مقام عظمت و جلال سے خوف کیا اور منہیات سے نفس کو روکا تو اس کی ماوئی جنت ہی ہے۔ جاننا چاہیے کہ اس آیت میں جنت کا وعدہ خوف مقام رب اور منع ہوائے نفس پر دیا گیا ہے۔

شر نفس سے پناہ کی دعا:۔ چونکہ نفس کی قہرمانی خودی پر مجبول ہے اس لئے اس کی بدی اور برائی سے بچنا سراسر محال ہے۔ سوائے اس کے کہ خالق نفس ہی بچائے تو بچ سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے نفس کے شر سے بچنے کیلئے ہمیشہ اللہ کی پناہ چاہی ہے اور سب کو یہی تعلیم دی ہے کہ اللہ ہی سے پناہ مانگو۔ ایک دفعہ دانائے سبل، حضرت ختم الرسل ﷺ نے عمران کے باپ حصین سے ان کے اسلام لانے سے قبل پوچھا کہ آج تم کتنے معبودوں کی بندگی کرتے ہو؟ اس نے کہا سات معبودوں کی چھ زمین میں اور ایک آسمان میں حضور ﷺ نے پوچھا سب سے زیادہ کس پر امید رکھتا ہے اور سب سے زیادہ کس سے ڈرتا ہے؟ اس نے کہا وہ ذات جو آسمان میں ہے (یعنی اللہ تعالیٰ)

حضور ﷺ نے فرمایا: اے حصین! اگر تم اسلام قبول کرتے تو میں تم کو دو ایسے کلمے سکھاتا جو تجھے فائدہ دیتے جب حصین رضی اللہ عنہ مسلمان ہوئے۔ تو انھوں نے حضور ﷺ سے عرض کیا جن دو کلموں کا آپ ﷺ نے وعدہ کیا تھا۔ اب مجھ کو سکھا دیئے حضور ﷺ نے فرمایا (کہو) "اللهم الهمني رشدي واعذني من شر نفسي" اے اللہ میری ہدایت میرے جی میں ڈال دے اور میرے نفس کی برائی سے مجھے پناہ میں رکھ۔

رسول رحمت ﷺ نے حصین رضی اللہ کو یہ دعا سکھا کر ہدایت خداوندی کا سمندر کوزہ میں بند کر دیا۔ اور قطرہ میں قلزم کی جلوہ نمائی کا اعجاز دکھایا۔

نفس لوامہ:۔ نفس لوامہ کے معنی ہیں ملامت کرنے والا نفس قرآن مجید میں آتا ہے: "لا اقسم بيوم القيمه ولا اقسم بالنفس اللوامة ايحسب الانسان الن نجمع عظامه" (پ ۲۹ ع ۱۷) میں قسم کھاتا ہوں روز قیامت کی اور میں قسم کھاتا ہوں ملامت کرنے والے نفس کی کیا انسان خیال کرتا ہے کہ ہم کبھی اس کی ہڈیاں جمع نہ کریں گے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے روز قیامت کی اور نفس لوامہ کی قسم کھا کر کہا ہے کہ انسان خیال کرتا ہے کہ ہم اس کی ہڈیاں (مرنے کے بعد) جمع نہ کریں گے۔

"بلى قادرين على ان نسوى بنانه" کیوں نہیں (ہم ضرور جمع کریں گے) درحالیکہ ہم قدرت والے ہیں کہ اس کی انگلیوں کو پور ٹھیک برابر کریں۔

نفس لوامہ کیا ہے:۔ تو نفس لوامہ کیا ہے جس کی اللہ نے قسم کھائی ہے "تفسیر ابن کثیر" میں ہے کہ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ نفس لوامہ نفس مومن ہے واللہ ہم مومن کو جب دیکھتے ہیں تو یہی دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے نفس کو ملامت کرتا رہتا ہے اپنے نفس سے کہتا ہے کہ اس کھانے میں تیری کیا نیت تھی۔ اور اس کلمہ سے تیری کیا مراد تھی اور اس شخص سے باتیں کرنے میں تیری کیا نیت تھی اور فاجر کا یہ حال ہے کہ وہ بے فکر قدم قدم چلا جاتا ہے کبھی اپنے نفس کو ملامت نہیں کرتا۔

حضرت عکرمہ رحمہ اللہ کا فرمان:۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عکرمہ سے یہ آیت پوچھی گئی تو فرمایا کہ نفس لوامہ وہ ہے جو بھلائی و برائی پر ملامت کرے مطلب یہ ہے کہ بھلائی کے بعد ملامت کرے کہ اس نیکی میں کیوں خامی رہ گئی ہے تو نے کیوں کوتاہی کی۔ اور عمدگی سے اس نیک کام کو کیوں نہیں کیا۔ مثلاً نماز کا اول وقت ٹال کر نماز پڑھی تو ملامت کرے۔ کہ حدیث میں آتا ہے:" افضل الاعمال الصلوۃ فی اول وقتھا " نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کرنا افضل عمل ہے تو نے اول وقت کیوں ترک کیا۔ نماز کے ارکان کو تعدیل سے ادا نہ کرنے پر ملامت کرے کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز کو طمانیت اور تعدیل سے ادا کرنے کی سخت تاکید کی ہے۔ اسی طرح ہر نیکی اور بھلائی اچھی طرح سنت کے مطابق بجا نہ لانے پر ملامت افسوس اور شرم محسوس کرے اور اگر کسی کے کار خیر میں ریا اور نمود پائے تو سخت ملامت کرے بلکہ خوب روئے کہ ایسے ریا کارانہ اعمال سے قیامت کو خاک بھی فائدہ نہ ہوگا بلکہ الٹا رسوائی اور ذلت کا موجب ہوں گے پھر آئندہ ریا کاری سے سخت بچے۔

ایسے ہی تمام نیکیوں کی خامیوں پر پچھتائے اور جس جس نیکی اور بھلائی کا موقع ہاتھ سے نکل جائے ان پر کف افسوس ملے اور آئندہ ہوشیار رہے ہاں اگر کوئی گناہ ہو جائے تو بھی ملامت کرے غم اور افسوس کھائے، چھوٹے چھوٹے گناہوں پر بھی اپنے آپ کو جھڑکے۔ ہر چھوٹی بڑی غلطی پر سرزنش کرے شریعت میں جتنی نواہی ہیں ہر نہی کے ارتکاب پر اپنے آپ کو ملامت کرے بلکہ ہر ہر قصور پر اپنی مذمت کرے حتیٰ کہ وقت ضائع کرنے پر بھی پشیمان ہو۔

معلوم ہوا کہ اس طرح خامیوں، کمیوں، کوتاہیوں عیبوں، گناہوں غلطیوں اور گناہوں پر نادم شرمندہ و شرمسار ہونے والا اور اپنے آپ کو ملامت اور مذمت کرنے والا نفس لوامہ نفس مؤمنہ ہے پس مبارک ہیں وہ لوگ جو نفس لوامہ رکھتے ہیں ہر غلط قدم پر ملامت اور توبہ کرنے والا نفس۔

اولیاء کا منتہائے نظر.... نفس مطمئنہ:۔ لفظ مطمئنہ اطمینان سے مشتق ہے اطمینان کے معنی ہیں جماؤ اور ٹھہراؤ اور اطمینان کی کیفیت چند طریق پر ہے۔ (۱) یہ کہ حق پر اس کو خوب یقین ہو بالکل مطمئن، ٹھہرا ہوا ثابت اور قائم ہو کسی طرح کا شک و شبہ نہ رکھے جس سے مضطرب و مشوش ہو۔

نزول فرشتوں کا ذریعہ:۔ (۲) یہ کہ مطمئنہ وہ ہے کہ اس میں گھبراہٹ خوف اور اندوہ نہ ہو بلکہ پورا پورا امن اور سکون ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ " ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیھم الملئکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا و ابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون " (پ۲۴ ع۱۸) جن بندوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر ٹھیک جمے رہے تو ان پر (بوقت موت) فرشتے اترتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ خوف نہ کرو اور دنیا چھوڑنے سے غمگین نہ ہو اور جنت کی خوش خبری لو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

یاد الٰہی کا ذریعہ:۔ (۳) نفس مطمئنہ وہ ہے جو اللہ کی یاد میں ہو ارشاد رب العالمین ہے۔ "الذین امنوا وتطمئن قلوبھم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب " (پ۱۳ ع۱۰) وہ لوگ جو ایمان لائے اور اطمینان پاتے ہیں دل ان کے ساتھ یاد اللہ کے خبردار! اللہ کی یاد سے دل مطمئن ہو جاتے ہیں۔

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا: نفس مطمئنہ وہ ہے جو نجاست شرک سے پاک ہو۔ اور اطمینان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر جما ہو۔

حسن بصری رحمہ اللہ کا فرمان:۔ نفس مطمئنہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور دار آخرت پر موافق ہدایت رسول اللہ ﷺ کے یقین رکھتا ہو اور اس یقین پر جما ہو۔ اس سے کہا جائے گا۔" یا یتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک " اے نفس مطمئنہ لوٹ چل اپنے رب کی

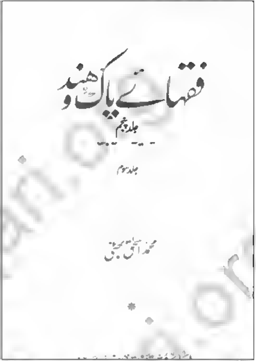

فقہائے پاک و ہند
جلد پنجم

جلد سوم

محمد اسحٰق بھٹی

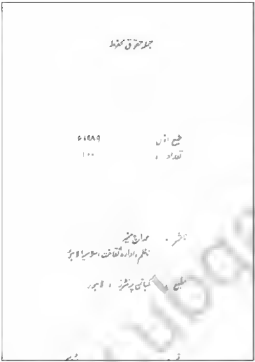

جملہ حقوق محفوظ

طبع اول ۱۹۸۹ء
تعداد ۱۰۰

ناشر : سراج منیر
ناظم ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور

مطبع : کپتان پرنٹرز ، لاہور

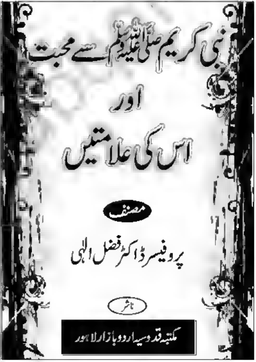

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت
اور
اس کی علامتیں

مصنف
پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی

ناشر
مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور

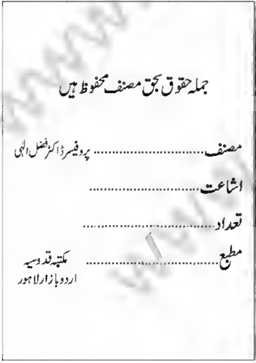

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

مصنف.......................پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی
اشاعت.......................
تعداد.......................
مطبع.......................مکتبہ قدوسیہ
اردو بازار لاہور

طرف یعنی اس کے جوار قدس میں ثواب ونعمت بے مثل، اور جنت میں چل "راضية مرضية" تو اپنے رب سے راضی ہے اور اللہ تیری بندگی سے راضی ہے" فادخلي في عبادي "پس تو میرے بندوں میں شامل ہو جا" وادخلي جنتي "اور میری جنت میں داخل ہو۔

بشارت عظمیٰ:۔ یہ بشارت عظمیٰ نفس مطمئنہ کو ایک دفعہ مرنے کے وقت سنائی جائے گی اور دوسری مرتبہ قبر سے اٹھنے کے وقت اور تیسری مرتبہ آخرت میں بشارت دی جائے گی۔

امام ابن ابی حاتم نے بسند جید روایت کی کہ سعید بن جبیر رحمہ اللہ نے کہا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی کہ " یاایتھا النفس المطمئنة "۔ الخ۔ تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ یہ کیا اچھی بشارت ہے پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے ابوبکر رضی اللہ عنہ وہ وقت قریب آتا ہے (یعنی موت کا وقت) کہ تجھ سے بھی کہا جائے گا۔

نفس مطمئنہ کی پہچان:۔ پس نفس مطمئنہ کی تعریف، پہچان اور صفت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور الوہیت پر سختی سے جما ہوتا ہے ایک لمحہ کیلئے وہ ذات لایزال سے صرف نظر نہیں کرتا وہ ہر غیر اللہ سے مایوس و نا امید اور صرف اللہ تعالیٰ پر توکل اور امید رکھتا ہے وہ دنیا و مافیہا سے بے نیاز اور رب الارباب کے دروازہ کا فقیر ہوتا ہے۔ اوامر کی شراب طہور سے ہر وقت سرشار رہتا ہے اور نواہی کی مسموم اور متعفن فضا میں ایک سانس لینا بھی گوارا نہیں کرتا۔ ہر معروف اس کی جان اور ہر منکر اس کیلئے سوہان روح ہے۔ بیماری اور صحت، خوشی اور غمی، عسر اور یسر، فراخی اور تنگی۔ خواہ کوئی حالت ہو۔ وہ راضی بہ رضا ہوتا ہے اللہ کی عبادت اور ذکر سے ہر وقت وہ چین میں رہتا ہے دنیا سے رخصت ہوتے وقت ملائکہ رحمت اس کو بہشت کی خوش خبری دیتے ہیں اور رضامندی حق تعالیٰ کا مژدہ سناتے ہیں تو راضی بہ رضا نفس بہ ہزار راحت و فرحت جسد خاکی کی خیر باد کہہ کر جوار اقدس میں پہنچ جاتا ہے۔

خود آگہاں کہ ازیں جہاں بروں رفتند طلسم مہر سپہر و ستارہ بشکستند

پس جناب رحمت للعالمین ﷺ کا اپنے خطبہ میں فرمانا " ونعوذ بالله من شرور انفسنا " کہ ہم اپنے نفس کی برائیوں سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں عین حق ہے اور ایمان کے خزانہ کیلئے مضبوط قلعہ ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے نفس امارہ کی بدیوں اور برائیوں سے ہم سب کو بچائے اور اپنی پناہ میں رکھے۔ اللہ! نفس امارہ کو نفس لوامہ سے بدل دے اور لوامہ کو مطمئنہ بنا دے! اے خالق کل اپنے خلیفہ کو سنوار

نام کتاب:۔ فقہائے ہند جلد پنجم حصہ دوئم .... مصنف:۔ محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ
ناشر:۔ ادارہ ثقافت اسلامیہ کلب روڈ لاہور

بادشاہ وقت کا مجالس صوفیاء میں ادب:۔ شاہ عالم بہادر شاہ اول بہت متحمل مزاج بادشاہ تھا، وہ علماء وصوفیاء کی مجالس میں بھی حاضر ہوتا اور ان سے مستفید ہوتا تھا، اگر اس قسم کی مجلس میں مزاج شاہانہ کیخلاف بھی کوئی بات ہو جاتی تو خاموشی اختیار کر لیتا۔ اس سلسلے میں یہ واقعہ قابل ذکر ہے کہ اردو کے مشہور شاعر اور صوفی خواجہ میر درد کے ہاں ہر مہینے ارباب تصوف کا اجتماع ہوتا تھا۔ اس میں ایک مرتبہ شاہ عالم بلا اطلاع چلا آیا اس روز اس کے پاؤں میں تکلیف تھی اور درد ہو رہا تھا، اس لیے ذرا پاؤں پھیلا دیا۔ میر درد نے بادشاہ کو اس حالت میں بیٹھے ہوئے دیکھا تو کہا "یہ حرکت فقیر کے آداب محفل کے خلاف ہے" بادشاہ شرمندہ ہوا اور کہا: "معاف کیجئے پاؤں میں عارضہ ہے اس لیے معذور ہوں" میر درد نے کہا: "عارضہ تھا تو تکلیف کرنے کی کیا ضرورت تھی"۔ یہ ایک مثال ہے کہ جس سے پتا چلتا ہے کہ دور زوال کے مغل بادشاہ بھی علماء صوفیاء کی انتہائی قدر کرتے اور ان کے سامنے زبان کو حرکت نہ دیتے تھے۔ اگر ان سے کوئی غلطی ہو جاتی تو فوراً معذرت طلب کر لیتے تھے۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۸)

شیخ مجیب اللہ جعفری پھلواروی کا ذوق تصوف

خاندانی تعارف:۔ شیخ مجیب اللہ بن ظہور اللہ بن کبیر الدین جعفری پھلواروی اپنے عصر اور علاقے کے نامور فقیہ جید عالم دین اور فضل و صلاح میں یگانہ تھے۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی اولاد سے تھے۔ اس لئے جعفری کی نسبت سے مشہور تھے۔

ولادت، تعلیم و تربیت:۔ شیخ مجیب اللہ پھلواروی ۱۱ ربیع الثانی ۱۰۹۸ھ کو پھلواروی میں پیدا ہوئے جو صوبہ بہار کے ضلع پٹنہ میں واقعہ ہے اور عرصہ دراز سے علم و فضل کے مرکز کی حیثیت سے مشہور ہے۔ ہوش سنبھالا تو وہیں کے ایک بزرگ مولانا فصیح الدین پھلواروی کے حلقہ درس میں شامل ہو گئے اور ان سے کتب درسیہ کی تکمیل کی۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۹۷)

سلسلہ اویسیہ اور قلندریہ کی تکمیل:۔ بعد ازاں عازم بنارس ہوئے وہاں **شیخ محمد وارث** حسینی بنارسی رحمہ اللہ (متوفی ۱۰ ربیع الثانی ۱۱۶۷ھ) کا سلسلہ درس جاری تھا اس میں شرکت کی اور باقی علوم مروجہ کی تحصیل فرمائی۔ انہی سے طریقہ اویسیہ قادریہ میں فیض حاصل کیا پھر اپنے شہر پھلواروی کو مراجعت کی اور ۱۱۲۲ھ میں مولانا عماد الدین جعفری پھلواروی رحمہ اللہ سے طریقہ قلندریہ میں اخذ طریقت کیا کسب علم اور اخذ طریقت کے بعد اپنے شہر پھلواروی میں مسند دعوت و ارشاد آراستہ کی اور خلق کثیر کو مستفید فرمایا۔ شیخ مجیب اللہ جعفری پھلواروی نے ۱۱۹۱ھ میں وفات پائی۔ (نزہتہ الخواطر ج ۶ ص ۲۴۹، ۲۵۰: بحوالہ شجرۃ الشیخ بدر الدین)

حضرت غزنوی کے مرشد کا علمی کمال:۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ (کتاب) "مسلم الثبوت" شافعی اور حنفی اصول فقہ سے متعلق ہے یہ کتاب افغانستان کے مشہور عالم ملا حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ (تیرہویں ہجری) کے ملاحظہ میں آئی تو انہوں نے "مغتنم الحصول فی علم الاصول" کے نام سے اس موضوع پر کتاب تصنیف کی جس کا نقطہ نظر بعض امور میں "مسلم الثبوت" سے کافی حد تک مختلف ہے۔ کتاب اپنے مباحث و مندرجات کے اعتبار سے بڑی علمی ہے۔ یہ قلمی کتاب ہے ہمارے علم کے مطابق پاکستان میں اس کے صرف دو ہی نسخے ہیں ایک پشاور یونیورسٹی لائبریری میں، ایک حضرت مولانا حافظ عبد المنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کے کتب خانے (وزیر آباد) میں۔ حضرت حافظ عبد المنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کے کتب خانے حنیف (مکتبہ سلفیہ لاہور) کی وساطت سے دیکھنے کا اتفاق ہوا یہ نسخہ بڑے سائز کی ۲۴۷ اوراق پر مشتمل ہے اور ہر صفحہ ۲۴ سطور کو محیط ہے۔ خط بہت اچھا ہے۔ "مغتنم الحصول فی علم الاصول" کے فاضل مصنف نے" مسلم الثبوت "کے بعض مقامات کا محاکمہ بھی کیا ہے۔ انداز بڑا فاضلانہ اور محققانہ ہے یاد رہے یہ وہی ملا حبیب اللہ قندھاری رحمہ اللہ ہیں جو مولانا عبد اللہ غزنوی (متوفی ربیع الاول ۱۲۹۸ھ۔ ۱۸۷۹ء) کے استاذ اور مرشد تھے۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۱۰۲)

اورنگ زیب عالمگیر کا ذوق تصوف:۔ اورنگ زیب عالم گیر رحمہ اللہ جو کہ علماء کا انتہائی احترام کرتے تھے، سید محمد قنوجی رحمہ اللہ سے امام غزالی رحمہ اللہ کی تصنیفات بالخصوص "احیاء علوم الدین" اور "کیمیائے سعادت" کا درس لیتے۔ ہفتے تین روز وہ مجلس شاہی کے مذاکرہ علوم میں سرگرم رہتے۔ اس اثناء میں بادشاہ ان سے دیگر کتابوں کے علاوہ حدیث فقہ اور سلوک و تصوف کے موضوع سے متعلق مختلف کتابیں پڑھتا اور ان کے مندرجات کو سمجھنے کی کوشش کرتا۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۱۰۶)

حاشیہ میں وضاحت:۔ سید محمد قنوجی رحمہ اللہ کا ذکر حضرت سید نواب صدیق حسن خاں رحمہ اللہ نے بھی "ابجد العلوم" میں کیا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ وہ اپنے علاقے اور شہر کے صاحب ثروت عالم دین تھے۔

"شرح الحکم العطائیہ" تصوف کی علمی کتاب:۔ شرح الحکم العطائیہ "الحکم" شیخ تاج الدین ابو الفضل احمد بن محمد المعروف بہ ابن عطاء اللہ الاسکندرانی الشاذلی المالکی (متوفی ۷۰۹ھ) کی مشہور تصنیف ہے۔ تزکیہ نفس اور اصلاح احوال کے موضوع سے متعلق یہ بہترین کتاب ہے اس کتاب کی بہت سی شرحیں لکھی گئی ہیں۔ حاجی خلیفہ نے "کشف الظنون" میں اس کی سات شروحوں کا ذکر کیا ہے۔

(کشف الظنون ج ۱ ص ۶۷۵، ۶۷۶)

جن میں شیخ محمد بن ابراہیم بن عباد کی شرح "غیث المواهب العلمیه" اور شیخ احمد بن محمد الحسنی کی "ایقاظ الهمم" چھپ چکی ہیں۔ "شرح الحکم العطائیه" کے نام سے "الحکم" کی شرح شیخ محمد حیات سندھی رحمہ اللہ نے لکھی ہے اس شرح کا ذکر اسماعیل پاشا نے کیا ہے۔ (ایضاح اللمکنون ج ۱ ص ۴۱۳، ہدیۃ العارفین ج ۲ ص ۳۲۷ بحوالہ فقہائے ہند ج ۵، ص ۱۵۴)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ محدث دہلوی کا ذوق تصوف

عالمی فیضان کے حامل متصوف خاندان:۔ برصغیر کی سرزمین فضل وکمال کے لحاظ سے ہمیشہ سرسبز وشاداب رہی ہے۔ اس کی خاک سے بے شمار علماء وفضلاء پیدا ہوئے جنہوں نے ہر حال اور ہر دور میں علم کی شمع روشن رکھی اور درس وتدریس میں زندگی بسر کی ان میں متعدد حضرات وہ ہیں جو انفرادی حیثیت سے میدان عمل میں اترے اور لاتعداد لوگوں کو مستفید فرمایا۔ ان کی علمی سرگرمیوں اور روحانی فیض رسانیوں کی تفصیلات تذکرہ ورجال کی کتابوں اور بزرگان دین کے ملفوظات میں موجود ہیں۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۱۱)

چند مشہور متصوف علمی خاندان

پھر ایسے کئی خاندان ارض ہند میں نمودار ہوئے جن کے اسلاف واخلاف کی بھرپور کوششوں سے نا صرف باشندگان برصغیر نے اپنے استفادہ کیا بلکہ پوری علمی دنیا میں ان کی شہرت پھیلی اور تمام عالم اسلام ان سے فیض یاب ہوا۔ ان خاندانوں میں صدیوں تک علم کے چشمے ابلتے رہے اور ہر دور میں وسیع پیمانے پر تشنگان علوم ان کے دروازوں پر حاضری دیتے اور اپنی صلاحیتوں اور فکری استعداد کے مطابق ان سے استفادہ کرتے رہے۔ ان خاندانوں میں برصغیر کے جو خاندان اپنے اوصاف بوقلموں کی بنا پر سب سے نمایاں ہو کر ابھرے، ان میں مندرجہ ذیل چند خاندان بالخصوص قابل ذکر ہیں اور بلاواسطہ یا بالواسطہ طور پر تمام برصغیر کے اہل علم انہی کے حلقہ اور دائرہ فیض میں شامل ہیں۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۱۱)

مجدد نقشبندی کا فیضان:۔ ا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ (ولادت ۱۴ شوال ۹۷۱ھ۔ وفات ۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ) کا خاندان، جن کا سلسلہ فیض صدیوں تک جاری رہا اور اس دودمان عالی مقام کے ہر فرد نے خدمت دین میں پشت ہا پشت تک ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ اس خاندان نے مشرقی پنجاب کے ایک قصبے سرہند میں جنم لیا اور پھر بہت جلد پورے ہندوستان کے فیض یافتگان کے قبلہ گاہ کی حیثیت اختیار کر لی۔ چار سو سال سے مختلف صورتوں میں ان کا سلسلہ رشد وہدایت جاری ہے۔

(مجدد الف ثانی کے حالات کے لئے دیکھئے فقہائے ہند جلد چہارم حصہ اول صفحہ ۴۷ تا ۱۲۰ بحوالہ فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۱۱)

سید علم اللہ کا خاندان:۔ ۲۔ رائے بریلی کے حضرت سید علم اللہ رحمہ اللہ کا خاندان جس کے ہر فرد نے فضل وکمال کے تمام گوشوں میں ناموری حاصل کی۔ اس کے فیض کی وسعتوں نے پورے برصغیر کو گھیر لیا ہے۔ تین سو سال سے زائد مدت گزری کہ اس خاندان کے مرد جلیل سید علم اللہ شاہ رحمہ اللہ (ولادت ۱۲ ربیع الاول ۱۰۳۳ھ وفات ۸ ذی الحجہ ۱۰۹۶ھ) نے تبلیغ دین اور اشاعت اسلام کا علم ایسی ساعت سعید میں اٹھایا اور رائے بریلی سے اپنی پاکیزہ مساعی کا آغاز کیا کہ اب تک یہ سلسلہ جاری ہے۔ اور حضرت سید ممدوح کے اخلاف نے پوری آب وتاب کے ساتھ اس بنیادی اور اہم کام کو جاری رکھا ہے ان سے برصغیر سے باہر کے اہل علم بھی برابر مستفیض ہو رہے ہیں۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۱۲)

سہالوی رحمہ اللہ کا خاندان:۔ ۳۔ سہالی کے مولانا قطب الدین انصاری سہالوی شہید رحمہ اللہ (ولادت تخمیناً ۱۰۴۰ھ شہادت ۱۹ رجب ۱۱۰۳ھ) کا خاندان جس نے بعد میں فرنگی محل کا قالب اختیار کیا اور پورے برصغیر کو فیض یاب فرمایا اس خاندان کے علمائے مشاہیر اور فقہائے نامدار نے علم وعمل کے میدان میں جو شاندار خدمات دیں، خطۂ ہند کے اصحاب علم اسے ہمیشہ یاد رکھیں گے اس خاندان کے بلند مرتبت عالم مولانا نظام الدین انصاری سہالوی رحمہ اللہ (فرنگی محل) نے درس نظامیہ کے نام سے ایک نصاب تعلیم مرتب کیا جو تین سو سال سے پشاور سے لیکر کلکتے تک تمام مدارس عربیہ میں مروج ہے۔ اس خاندان کے علمائے کرام نے خطہ ہند کے اہل علم پر جو احسان عظیم کیا ہے اسے علمی تاریخ

کے زریں باب کی حیثیت حاصل ہے۔ مولانا نظام الدین انصاری سہالوی کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ بیان کیا جا چکا ہے۔

(مولانا قطب الدین انصاری سہالوی کے حالات وسوانح کے لئے دیکھیے فقہائے ہند جلد پنجم حصہ اول صفحہ ۳۲۳ تا ۳۳۵ بحوالہ فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۱۲)

الہٰ آبادی کا خاندان:۔ ۴۔ مولانا محمد یحییٰ عباسی الہ آبادی کا خاندان بھی خدمت علم میں بہت سی خصوصیات کا حامل ہے اس خاندان کے بلند پایہ علماء میں سے مولانا محمد فاخر زائر الہٰ آبادی اور ان کے لائق احترام بھائیوں کے اسمائے گرامی بالخصوص لائق تذکرہ ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی کا خاندان:۔ ۵۔ شیخ ممدوح محرم ۹۵۸ھ کو دہلی میں پیدا ہوئی اور چورانوے سال عمر پا کر ۲۱ ربیع الاول ۱۰۵۲ھ کو دہلی ہی میں وفات پائی۔

انہوں نے اور ان کے اخلاف نے علم حدیث اور دیگر علوم کی انتہائی خدمت کی اور بے شمار لوگوں کو مستفیض فرمایا۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور ان کے اسلاف کے حالات کے لیے دیکھئے فقہائے ہند جلد چہارم حصہ اول صفحہ ۲۰۶ تا ۲۷۶ بحوالہ فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۱۳)

ولی اللٰہی خاندان:۔ ۶۔ چھٹا خاندان حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ کا ہے اس خاندان کے معزز ارکان نے بارہویں اور تیرہویں صدی ہجری میں جو علمی اور عملی کارنامے انجام دیے اس میں کوئی ان سے ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔

(فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۱۳)

دہلوی خاندان میں تصوف کا ذوق:۔ اس خاندان کے سب سے پہلے بزرگ جو وارد ہند ہوئے، شیخ شمس الدین مفتی رحمہ اللہ تھے۔ اغلب یہ ہے کہ اسلامی حکومت کے دور آغاز ہی میں وہ یہاں آ گئے تھے۔ انہوں نے رہتک کو اپنا مسکن ٹھہرایا جو آزادی سے قبل پنجاب میں واقع تھا اور اب ہریانہ میں ہے، اس زمانے میں بھی یہ ایک بارونق شہر تھا۔ شیخ ممدوح علوم ظاہری و باطنی کے حامل اور صاحب کشف بزرگ تھے۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں۔ وایں بزرگ مردے عالم و عابد بودہ است، و اول کسے کے از نژاد قریش دراں بلدہ درآمد و بسبب وے شعائر اسلام ظہور نمود و طغیان کفر منطفی شد

(امداد فی مآثر الاجداد ص ۲ بحوالہ فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۱۴)

یعنی شیخ شمس الدین ایک عالم و عابد بزرگ تھے اور یہ خاندان قریش کے پہلے شخص ہیں جو اس شہر میں آئے اور جن کی وجہ سے اس نواح میں شعائر اسلام کی ترویج ہوئی اور کفر کی طغیانیوں کا سلسلہ بند ہوا۔

صاحب حال بزرگ:۔ شیخ محمد معظم رحمہ اللہ کے فرزند شیخ رشید شیخ وجیہہ الدین رحمہ اللہ تھے جو شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے جد امجد تھے یہ عالم دین اور صاحب حال بزرگ تھے۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۱۵)

باکمال والد صاحب کا تعارف:۔ شیخ وجیہ الدین رحمہ اللہ کے بیٹے شاہ عبدالرحیم تھے جو ۱۰۵۴ھ میں پیدا اور ستتر برس کی عمر پا کر ۱۱۳۱ھ میں فوت ہوئے۔ شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ اپنے عہد میں دیار ہند کے بہت بڑے عالم مفسر محدث اور فقیہہ تھے۔

اشارہ غیبی پر دوسرا نکاح:۔ شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کے فرزند رشید حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تھے۔ جو شاہ عبدالرحیم عمر کی ساٹھ منزلیں طے کر چکے تھے کہ دوسری شادی کی شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کے سوانح نگاروں اور خود شاہ صاحب نے بھی "انفاس العارفین" میں لکھا ہے کہ شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ نے دوسری شادی کسی غیبی اشارے کی وجہ سے کی تھی۔ بعض لوگوں نے اس پر اعتراض بھی کیا اور کہا: دریں عمر کدخدائی مناسب نہ بود، اس عمر میں شادی مناسب نہ تھی۔ (انفاس العارفین ص ۶۳)

لیکن شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ نے لوگوں کی یہ باتیں سنیں تو فرمایا: مدتے دراز از عمر من باقیست و فرزنداں بوجود خواہند آمد

(انفاس العارفین ص ۶۴)

میری عمر کا طویل حصہ ابھی باقی ہے اور چند لڑکے ابھی اور پیدا ہوں گے چنانچہ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ اس شادی کے بعد

میرے والد شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ سترہ سال زندہ رہے اور ان کے دولڑکے تولد ہوئے۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۱۶)

تصوف کی فضا میں شاہ صاحب کی تربیت:۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے علم وفضل کی گود اور تقویٰ وتصوف کی فضاء میں پرورش پائی۔ پانچ سال کی عمر میں پڑھنا شروع کر دیا تھا۔

والد محترم سے تصوف کی کتابیں پڑھنا:۔ سلوک میں "عوارف" کا کچھ حصہ اور کچھ رسائل نقشبندیہ وغیرہ، حقائق میں "شرح رباعیات" مولانا جامی رحمہ اللہ اور "لوائح"، "مقدمہ شرح لمعات"، "مقدمہ نقد النصوص"، خواص اسماء وآیات میں اپنے والد گرامی شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ کا خاص مجموعہ جس کی انہوں نے چند مرتبہ اجازت دی۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۱۸)

بیعت اور سترہ سال میں خلافت تصوف:۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ پندرہ سال کے ہوئے تو والد بزرگوار نے ان کی تربیت روحانی کی طرف توجہ مبذول فرمائی اور اپنے حلقہ بیعت میں داخل کیا۔ سترہ سال کے ہوئے تو اپنا خلیفہ مقرر فرمالیا اور بیعت وارشاد کی اجازت مرحمت کی۔ بیعت وارشاد کی اجازت دیتے ہوئے انہوں نے "یدہ کیدی" یعنی ولی اللہ کا ہاتھ میرے ہاتھ کی طرح ہے۔ اسی سال انہوں نے انتقال کیا۔ والد کی رحلت کے بعد شاہ صاحب رحمہ اللہ نے مسند علم وارشاد کو زینت بخشی اور ان کی جگہ درس وتدریس اور وعظ وارشاد میں مشغول ہو گئے۔ کم وبیش بارہ برس کتب دینیہ وعقلیہ کا درس دیتے رہے۔ اس اثنا میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے ہر علم میں مہارت حاصل کی اور ہر فن میں درجہ کمال کو پہنچے۔ ان پر توحید الٰہی کے راز کھلے جذب کی راہیں کشادہ ہوئیں معرفت وسلوک کی بہت بڑی دولت میسر آئی اور علوم وجدانیہ کی نعمت سے مالا مال ہوئے۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۲۰)

بطور کشف کفار کی ذلت کی اطلاع (کرامت):۔ تاریخی نوعیت کا یہ خط شاہ عبدالرحیم رحمہ اللہ نے اورنگ زیب عالم گیر کی وفات سے دس بارہ سال بعد تحریر کیا تھا۔ غالباً وہ محمد شاہ کا ابتدائی عہد حکومت تھا اصل خط فارسی میں ہے اس کا اردو ترجمہ یہ ہے۔

بہ جانب وزیر الممالک آصف جاہ در تحریص جہاد تحریر یافت: یعنی وزیر الممالک آصف جاہ کی طرف جہاد کا شوق دلانے کے لئے تحریر کیا گیا۔

اس فقیر کے دل پر یہ بات منکشف ہوئی ہے کہ عالم ملکوت میں اس امر کا فیصلہ ہو چکا ہے کہ کفار ذلت وخواری سے دوچار ہوں اور اس سے کچھ عرصہ بعد باغیوں کا گروہ رسوائی اور خرابی میں مبتلا ہوا گر شوکت مآب اور صاحب شہامت آصف جاہ ان گمراہ لوگوں کی مخالفت میں کمر ہمت باندھ لیں تو یہ تمام کارنامے آپ کی طرف منسوب ہوں گے۔ تمام عالم آپ کا مطیع ہوگا اور یہ کوشش اللہ کے دین کے ترویج اور آپ کی حکومت کے استحکام کا ذریعہ ثابت ہوگی۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۲۴)

دیگر اوصاف مولانا بھٹی کی نگاہ میں:۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ اوصاف گوناگوں کے حامل اور خصوصیات بوقلموں کے مالک تھے۔ انہوں نے اس وقت شعور کی آنکھیں کھولیں جب ہندوستان کی سلطنت مغلیہ کا آفتاب لب بام آچکا تھا۔ قدیم مسلم معاشرہ ختم ہو رہا تھا اور پرانا سیاسی نظام جو کم وبیش دو سو سال سے مغل حکمرانوں کیلئے مضبوط بنیاد کی حیثیت رکھتا تھا۔ انہدام پذیر ہو چکا تھا ہر شعبہ حیات میں زوال اور ہر گوشہ زندگی میں انحطاط کے اثرات نہایت تیزی کے ساتھ پھیل رہے تھے۔ دینی حالت اور اخلاقی اقدار میں بھی کوئی استحکام نہ رہا تھا۔ ہر طرف طوائف الملوکی ابتری اور بدنظمی پھیلی ہوئی تھی۔ دہلی کی وہ عظمت جو شاہ جہاں اور عالم گیر کے دور حکومت کا طرہ امتیاز تھی خاک میں مل چکی تھی ایسے وقت میں شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ پیدا ہوئے اور تنہا ایک شخص نے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے کہ پوری ایک جماعت بھی نہیں دے سکتی۔

شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کو اللہ نے بے شمار کمالات سے نوازا تھا تفسیر حدیث، فقہ، تصوف، کلام منطق، فلسفہ، تاریخ سیاست، اقتصادیات معاشیات ہر موضوع پر ان کی گہری نظر تھی۔ انہوں نے اسلام اور فلسفہ اسلام کو جس طرح مربوط شکل میں پیش کیا ہے اور جس اسلوب میں اس کے تمام گوشوں کو نکھارا اور واضح فرمایا ہے اس میں کوئی انکا حریف نہیں۔ انہوں نے جس نہج سے مختلف پیش آئند مسائل پر بحث کی ہے وہ انہی کا حصہ ہے۔ موضوع کی وضاحت میں وہ جو دلائل پیش کرتے ہیں اور جس زور بیان اور منطقی تسلسل

سے بات کو آگے بڑھاتے ہیں اس میں کوئی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۲۶)

انکی تصنیفات عالم اسلام کا سرمایۂ افتخار:۔ مصنف کی حیثیت سے شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کا درجہ بہت بلند ہے اور ان کا شمار معمورۂ ارض کے جلیل القدر مصنفین میں ہوتا ہے۔ انہوں جو بیش قیمت علمی ترکہ تصنیفات کی صورت میں اپنے پیچھے چھوڑا ہے وہ ایک قوم یا ایک اقلیم کی میراث نہیں بلکہ بجا طور پر پوری ملت اسلامیہ اور پورے عالم اسلام کا سرمایہ افتخار ہے۔ ان کی تصانیف کی عظمت کا راز، صرف کثرت ہی میں پوشیدہ نہیں بلکہ موضوع کا تنوع، کتابوں کی مقبولیت و ترویج مضامین کے اشکال اور پیچیدگی کی عقدہ کشائی دقیق سے دقیق مسائل کا حکیمانہ پیرائیہ بیان میں اظہار کتابوں کی ضخامت خیالات کا عمق، افکار کی گہرائی، الفاظ میں اختصار اور مطالب میں وسعت، یہ وہ اوصاف ہیں جو ان کی تصانیف کو دیگر مصنفین کی تصانیف سے امتیاز بخشتے ہیں۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۲۷)

تصانیف کی خصوصیت:۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ کی تصانیف بالعموم زمان و مکان کی قید سے مبرا اور اپنے وقت و دور کے شکوہ و شکایت سے پاک ہیں۔ ان کی بعض تصانیف کے چند مقامات کو چھوڑ کر یہ معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہ کتابیں اس دور میں معرض تحریر میں لائی گئی ہیں جب اس ملک کا امن و سکون غارت ہو گیا تھا۔ اور ارض ہند میں خانہ جنگی، سیاسی بدامنی اور شور و شر کا دور دورہ رہا تھا۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۲۸)

نایاب مکتوب میں شاہ صاحب کے کمالات:۔ شاہ صاحب کی تصانیف کیفیت و کمیت کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہیں ان کی وفات کے وقت رائے بریلی کے مشہور بزرگ سید محمد نعمان حسنی دہلی میں موجود تھے اور شاہ صاحب کے پاس تھے۔ انہوں نے رائے بریلی ہی کے ایک دوسرے بزرگ سید ابو سعید حسنی رحمہ اللہ (متوفی ۹ رمضان المبارک ۱۱۹۳ھ) کے نام ایک مکتوب ارسال کیا تھا جس میں شاہ صاحب کے اوصاف و کمالات، علم و فضل تدین و تقویٰ آخری علالت اور وفات کی تفصیلات بیان کی ہیں۔ یہ مکتوب فارسی زبان میں ہے اور غیر مطبوعہ شکل میں ندوۃ العلماء (لکھنو) کے کتب خانے میں موجود ہے اس مکتوب میں انہوں نے شاہ صاحب کی تصنیفات کی تعداد نوے بلکہ اس سے بھی زیادہ بتائی ہے۔ اس ضمن میں مکتوب نگار سید محمد نعمان حسنی کے الفاظ لائق ملاحظہ ہیں:

صاحب من! ظاہر صحبت ایشاں رو باستستار کشیدہ، تصنیفات آنحضرت نود بل زیادہ، در علوم دین، از تفسیر و اصول دفقہ و کلام و حدیث مثل حجتہ اللہ البالغہ و اسرار فقہ منصور و ازالہ الخفا عن الخلفا، و ترجمہ قرآن کہ ہر واحد قریب بہ ہشتار ونود جز کلاں بہ حجم خواہد بود، و دیگر رسائل درحقائق و معارف مثل الطاف القدس و ہمات و فیوض الحرمین و انفاس العارفین و غیر ہم کہ نشان از صحبت و برکت خدمت می د ہند می باید کہ عزیمت برایں آرند کہ ہمہ رانویسانیدہ رائج نمایندہ باندك توجہات سرانجام خواہد یافت، ومثل ایں تصنیفات واللہ علم در اسلام تصنیف شدہ باشید یا نہ.

صاحب من! حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی ظاہری صحبت تو اب میسر نہیں آ سکتی۔ البتہ علوم دینیہ میں ان کی تصنیفات نوے کے قریب بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں۔ جو تفسیر، اصول، فقہ، کلام اور حدیث سے متعلق ہیں۔ جیسے حجتہ اللہ البالغہ، اسرار فقہ منصور، ازالۃ الخفاء عن الخلفا اور ترجمہ قرآن۔ ان میں سے ہر کتاب کافی بڑی ضخامت پر مشتمل ہے۔ علاوہ ازیں دیگر رسائل ہیں جو حقائق و معارف کو محیط ہیں جیسے الطاف القدس، ہمعات، فیوض الحرمین اور انفاس العارفین وغیرہ یہ کتابیں حضرت شاہ صاحب کے فیوض و برکات کی نشاندہی کرتی ہیں آپ کو چاہیے کہ ان تمام کتابوں کو لکھوا کر رائج کرنے کا عزم فرمائیں۔ یہ کام تھوڑی سی توجہ سے انجام پا سکتا ہے۔ خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اسلام کے گزشتہ دور میں اس قسم کی کتابیں معرض تصنیف میں آئی ہیں یا نہیں۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۲۹)

تصوف سے متعلقہ کتب کا تعارف:۔ تفہیمات الٰہیہ:۔ (دو جلد) اس میں عربی اور فارسی میں تصوف و سلوک اور علوم شریعت سے متعلق مختلف باتیں بیان کی گئی ہیں۔ بعض ذاتی کیفیات و مشاہدات بھی ذکر کیے گئے ہیں۔ بعض تفہیمات عربی میں ہیں اور بعض فارسی میں ہیں۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۳۵)

الخیر الکثیر:۔ یہ کتاب عربی زبان میں ہے علم اسرار وحقائق اور تصوف کے بارے میں بلند پایہ کتاب ہے۔

فیوض الحرمین:۔ قیام حرمین کے زمانے میں جو روحانی افاضات ومشاہدات روح وقلب پر وارد ہوئے۔ انہیں تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین :۔ اس میں ان مبشرات کا ذکر ہے جو رسول اللہ ﷺ سے خود شاہ صاحب رحمہ اللہ کو یا ان کے بعض نسبی یا روحانی بزرگوں کو حاصل ہوئے۔

انفاس العارفین:۔ اس میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے بزرگوں کے احوال وسوانح کا تذکرہ تحریر فرمایا ہے۔ کتاب بعض بیش قیمت معلومات کو محیط ہے۔

انسان العین فی مشائخ الحرمین:۔ اس میں اپنے مشائخ واساتذہ حرمین مثلاً شیخ احمد شناوی، شیخ احمد قشاشی، سید محمد علوی، سید عبدالرحمٰن اا دریسی، الشہیر بالمحجوب اور شمس الدین محمد رحمہم اللہ وغیرہ کا تذکرہ ہے۔

القول الجمیل فی بیان سواء السبیل:۔ اس میں برصغیر پاک وہند میں صوفیاء کے جو سلسلے رائج ہیں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ ۱۲۹۱ھ میں یہ کتاب مولوی خرم علی نے مطبع نظامی کان پور سے شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمہ اللہ کے اردو ترجمے اور حاشیے کے ساتھ "شفاء العلیل" کے نام سے شائع کی تھی۔

الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ :۔ یہ کتاب صوفیاء کے مختلف سلسلوں کی تاریخ اور ان کی بعض تعلیمات کے مختصر تذکرے پر مشتمل ہے۔ ۱۳۱۱ھ میں سید ظہیر الدین عرف سید احمد نے جو حضرت شاہ رفیع الدین دہلوی رحمہ اللہ کے نواسے تھے اس کو مع اردو ترجمے کے مطبع احمدی سے شائع کیا تھا۔

الطاف القدس :۔ اس میں تصوف کے بنیادی تصورات کو موضوع بحث ٹھہرایا ہے۔

سطعات :۔ مسائل تصوف سے متعلق ہے یہ کتاب سید ظہیر الدین عرف سید احمد نے مطبع احمدی سے شائع کی تھی اور اس کی وجہ اشاعت ان الفاظ میں بیان کی تھی۔ منشا دلی اس کم ترین کا یہ ہے کہ اس کے نفع سے اعانت مدرسہ کہنہ مولانا شاہ عبدالعزیز رحمہ اللہ کی جاوے اور جو عرصہ چالیس سال سے چراغ علم گل ہو گیا ہے جس میں اوا دمولانا شاہ رفیع الدین رحمہ اللہ رہتی ہے از سر نو روشن کیا جاوے۔

لمعات:۔ اس میں علم تصوف کے بعض اہم مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

ھوامع شرح حزب البحر:۔ یہ حزب البحر کی شرح ہے۔

شرح رباعتین:۔ خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ (متوفی ۲۵ جمادی الاخری ۱۰۱۲ھ) کی دو رباعیوں کی شرح جس میں تصوف کے بعض اہم نکات بیان کیے گئے ہیں۔

امداد فی ماثر الاجداد:۔ یہ ایک مختصر رسالہ ہے جس میں شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے بعض بزرگوں کے حالات تحریر کیے ہیں۔

العطیۃ الصمدیہ فی الانفاس المحمدیہ :۔ یہ چھوٹا سا رسالہ شیخ محمد پھلتی رحمہ اللہ کے حالات میں ہے جو شاہ صاحب کے نانا تھے۔

بوارق الولایۃ:۔ یہ رسالہ انفاس العارفین میں شامل ہے۔

شفاء القلوب:۔

شاہ صاحب بحر تصوف کے شناور:۔ شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ بحر تصوف کے شناور اور اس کی تمام اداؤں سے بہ درجہ غایت آشنا تھے۔ اس کی چند وجوہ ہیں۔

۱۔ ان کے دور میں تصوف کا عام چرچا تھا اور اہل علم میں اس کو بڑی اہمیت حیثیت حاصل تھی۔

۲۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے اسلاف اس علم سے گہری وابستگی رکھتے تھے، ان کے خاندان کے دیگر اہل علم کو بھی اس سے لگاؤ تھا۔ شاہ صاحب کے اخلاف کو بھی اس سے دلچسپی قائم رہی۔

۳۔ انہی اہل علم کی بات کو زیادہ لائق اعتناء سمجھا جاتا تھا، جو تصوف سے راہ و رسم رکھتے۔ اب بھی عام طور پر یہی حال ہے۔

۴۔ ایک بہت بڑی وجہ یہ تھی جو اس دور میں بھی ہے اور اسے کبھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ مسلمانوں کے متعدد علوم و فنون میں تصوف کی چھاپ موجود ہے مثلاً ان کے ادب میں تصوف کے اثرات پائے جاتے ہیں، ان کی شعر و شاعری کو اس نے بہت متاثر کیا ہے، فلسفۂ اسلام کی توضیح و تبیین میں اس کی طرف رجوع کرنا ضروری ہے،، مذہب میں اس کو باقاعدہ عمل دخل ہے، اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے اسلوب میں اس سے مدد لی جاتی ہے، مسلمانوں کی ثقافت کا یہ ایک اہم جزو بن گیا ہے اور ان کے رسم و رواج تک میں اسکی جڑیں پیوست ہوگئی ہیں۔ لہذا شاہ صاحب رحمہ اللہ کا اس سے اثر پذیر ہونا اس کے مختلف گوشوں سے واقفیت حاصل کرنا وقت کا ضروری تقاضا تھا۔ (فقہائے ہند ج ۵ ص ۳۶۷ تا ۳۶۸)

شاہ صاحب کا مرکز التفات ”علم تصوف“:۔ شاہ صاحب نے اس علم کو مرکز التفات ٹھہرایا اور پھر اس میں اس درجے رسوخ حاصل کیا اور گہرائی کو پہنچے کہ اسے بہ طور مثال پیش کیا جاتا ہے۔

تصوف کو مسلمانوں کے لٹریچر کے ایک لازمی جز کی حیثیت حاصل ہوگئی ہے اگر کوئی شخص اس سے عدم اعتنا کرتا ہے تو اسے یہ سوچنا پڑے گا کہ اس طرز عمل سے مسلمانوں کے بہت سے اجزاء علم متاثر ہوں گے اور ان امور سے تہی دامن ہونے کے خطرات ابھریں گے جو ہمارے متعدد علوم میں پوری طرح رچ بس گئے ہیں۔ (فقہائے ہند ج ۵، ص ۳۳۰ تا ۳۳۹)

تصوف حصول اخلاص و اخلاق کا ذریعہ:۔ علاوہ ازیں اس حقیقت کو بھی نظر سے اوجھل نہیں کیا جا سکتا کہ صحیح تصوف سے قلب میں اخلاص کے جذبات ابھرتے اور روح میں احسان کے داعیے کروٹ لیتے ہیں۔ اخلاق کا پاکیزہ عاطفہ جنم لیتا اور کردار کی نئی دنیا عالم وجود میں آتی ہے۔ زبان آشنائے عذوبت اور گفتار ہم آہنگ لطافت ہوتی ہے۔ (فقہائے ہند ج ۵ ص ۳۶۹)

تصوف زندگی سنوارنے کا ذریعہ:۔ صحت مندانہ تصوف سے بہ الفاظ واضح اس تصوف سے جسے کتاب و سنت کی روشنی میں اختیار کیا جائے انسان کے دل میں ترحم، تلطف، دوسرے کی ہمدردی، ایثار، خدمت گزاری، خدا ترسی، اللہ کا خوف، ابنائے جنس سے محبت، مخلوق خدا سے مودت، تقویٰ الہی، فرائض شرعی کی تکمیل، اصلاح نفس، بڑے کی تکریم اور چھوٹے پر شفقت وغیرہ کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ منفی انداز یہ ہے کہ غفلت قلب، انتقامی جذبات، حسد و کدورت، خواہشات نفس، عداوت و دشمنی، ہوا و ہوس، غیظ و غضب اور دیگر برائیوں کا تصوف سے خاتمہ ہوتا ہے۔ یہی وہ تصوف ہے جس کو اپنانے سے انسان نیکی اور صالحیت کا پیکر بن جاتا ہے اور یہی وہ تصوف ہے جو عین اسلام ہے اور شاہ صاحب اپنے مخاطبین کو اسی تصوف کی تلقین اور تبلیغ فرماتے ہیں۔ (فقہائے ہند ج ۵ ص ۳۶۹)

تصوف پر علمی ذخیرہ:۔ شاہ صاحب رحمہ اللہ نے علم تصوف کے بارے میں متعدد کتابیں تصنیف کیں جن میں قول الجمیل، الطاف القدس، خیر کثیر، انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ، سطعات، ہمعات، لمعات قابل ذکر ہیں۔ علاوہ ازیں تفہیمات الٰہیہ کا اکثر حصہ مسائل تصوف سے متعلق ہے۔ انفاس العارفین میں بھی تصوف کے بہت سے مباحث آگئے ہیں۔ ان کتابوں کے اردو ترجمے بھی شائع ہو چکے ہیں۔ لیکن ان کے بیشتر مسائل نہایت مشکل اور پیچیدہ ہیں ان کا سمجھنا بھی ہر صاحب علم کے بس کا روگ نہیں۔ (فقہائے ہند ج ۵ ص ۳۷۰)

جون پور تصوف و سلوک کا مرکز:۔ اہل ہند میں علم و فضل اور تصوف و سلوک کے لحاظ سے گزشتہ دور میں صوبہ یوپی کے شہر جون پور کو بڑی خصوصیت حاصل رہی ہے۔ وہاں کے اہل علم و ذی فضل حضرات نے بے حد شہرت پائی اور تصنیف و تالیف، درس و تدریس اور دیگر اوصاف و کمالات میں بلند مرتبے کو پہنچے۔ (فقہائے ہند ج ۵ ص ۴۰۹)

نام کتاب:۔ نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں
مصنف:۔ پروفیسر ڈاکٹر فضل الٰہی..... ناشر:۔ مکتبہ قدوسیہ اردو بازار لاہور

اولیاء کا مقام فناء فی الرسول اور ہم اہلحدیث کی محبت رسول ﷺ

رسول ﷺ کی محبت ایمان کا جزو لازم ہے:۔ جناب رسول اللہ ﷺ کی محبت ایمان کا لازم جزو ہے۔ قرآن وسنت کی رو سے ضرورت ہے کہ ہر شخص کے دل میں جناب نبی کریم ﷺ کی محبت اپنی جان، والد، اہل وعیال، مال ودولت اور دنیا کی سب چیزوں سے زیادہ ہو۔ جس کا دل آپ کے ساتھ اس قسم کی محبت سے محروم ہے، وہ عذاب الٰہی کو دعوت دیتا ہے۔ اس پر دنیا میں، یا آخرت میں، یا دونوں ہی میں عذاب نازل ہونے کی وعید ہے۔ قرآن وسنت میں اس بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا گیا ہے اس کا مختصر تشریح کے ساتھ ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

اپنی جان سے زیادہ محبت کی فرضیت:۔ جناب رسول اللہ ﷺ سے اپنی جان سے زیادہ محبت کرنے کی فرضیت پر درج ذیل حدیث شریف دلالت کرتی ہے۔ ''روی الامام البخاری عن عبداللہ بن ھشام رضی اللہ عنہ قال کنا مع النبی ﷺ وھو آخذ بید عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فقال لہ عمر رضی اللہ عنہ :(یارسول اللہ ! لانت احب الی من کل شیء الا من نفسی) فقال النبی ﷺ (لا والذی نفسی بیدہ ! حتی اکون احب الیک من نفسک '')۔

فقال لہ عمر :(فاہ الآن واللہ ! لانت احب الی من نفسی) فقال النبی ﷺ :(الان یا عمر)(صحیح بخاری)

''امام بخاری حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے، آپ ﷺ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا ہاتھ تھام رکھا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ یقینا آپ میری جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ پیارے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اس وقت تک کہ میں تجھے تیری جان سے بھی زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ تعالیٰ کی قسم یقینا اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ پیارے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عمر! اب بات بنی ہے۔

علامہ عینی نبی کریم ﷺ کے قول ''لا والذی نفسی بیدہ ! حتی اکون احب الیک من نفسک '' کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تیرا ایمان اس وقت تک کامل نہ ہوگا جب تک تیرے نزدیک میں تیری جان سے بھی زیادہ پیارا نہ قرار پا جاؤں۔ (ملاحظہ ہو: عمدۃ القاری، ج ۲۳ ص ۱۶۹)

نبی کریم ﷺ کے ارشاد مبارک ''الان یا عمر '' کی شرح میں علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یعنی تمہارا ایمان اب کامل ہوا۔

مذکورہ بالا حدیث میں دیگر باتوں کے علاوہ ایک انتہائی قابل توجہ بات یہ ہے کہ جناب رسول صادق وامین ﷺ نے قسم کھا کر بیان فرمایا کہ ایمان کی تکمیل کیلئے آپ ﷺ کا مومن کو اپنی جان سے زیادہ محبوب وعزیز ہونا ضروری ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ کی ذات گرامی اس درجہ رفیع المرتبت ہے کہ آپ قسم نہ بھی کھائیں تب بھی آپ کی ہر بات ٹھیک اور شبہ سے بلند وبالا ہے اور جب آپ کوئی بات قسم کھا کر فرمادیں تو وہ بات کتنی زیادہ پختہ ہوگی کیونکہ معلوم ہے کہ قسم کلام کی پختگی پر دلالت کرتی ہے۔ (نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں ص ۱۳ تا ۱۵)

اپنے والد اور بیٹے سے زیادہ محبت:۔ ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ اس کے نزدیک اپنے والد اور اولاد سے بھی زیادہ پیارے ہوں۔ درج ذیل حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے: ''روی الامام البخاری عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ ﷺ قال :فوالذی نفسی بیدہ لا یومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ(صحیح بخاری)

امام بخاری رحمہ اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس

کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد اور بیٹے سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

اس حدیث میں بھی رسول اللہ ﷺ نے جو بات قرمائی قسم کھا کر فرمائی تا کہ امت کے سامنے بات کی پختگی واضح ہو کر ان کے دل کی گہرائی میں اتر جائے۔ اس حدیث شریف کی روشنی میں محدثین کرام نے ایک سوال اٹھایا ہے کہ حدیث شریف میں جو لفظ (الوالد) فرمایا گیا ہے۔ کیا ماں بھی اس میں داخل ہے؟

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا: اگر لفظ " الوالد " سے مراد وہ ہے جس کا بچہ ہو تو یہ لفظ باپ اور ماں دونوں کو شامل ہے۔

یا جواب میں یوں کہا جائے گا کہ ماں باپ میں سے ایک کے ذکر کرنے سے دوسرا خود بخود اس میں شامل سمجھا جائے گا۔ جس طرح کی اضداد میں سے ایک کے ذکر سے دوسرا سمجھا جاتا ہے۔ اس جواب کی روشنی میں " الوالد " کا ذکر بطور مثال کیا گیا ہے اور اس سے انتہائی قریبی افراد مراد ہیں۔ تو گویا نبی کریم ﷺ کے فرمان کا مطلب یہ ہوا کہ آپ ﷺ اس کے انتہائی قریبی لوگوں سے بھی زیادہ پیارے ہوں۔ (فتح الباری ج ا ص ۵۹)

اہل وعیال اور مال سے زیادہ محبت:۔ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ اسے اپنے اہل وعیال مال و دولت اور کائنات کے تمام لوگوں سے زیادہ پیارے ہوں۔ اس بات پر درج ذیل حدیث شریف دلالت کرتی ہے۔

" روی الامام مسلم عن انس رضی اللہ قال: قال رسول اللہ ﷺ (لا یومن عبد حتی اکون احب الیہ من اہلہ وما لہ والناس اجمعین) (صحیح مسلم ج ا ص ۶۷ حافظ ابو یعلی نے بھی اپنی مسند میں اس حدیث کو روایت کیا ہے ملاحظہ ہو مسند ابی یعلی ج ۷ ص ۸)

امام مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کے اہل مال اور سب لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔

(نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں ص ۱۵، ۱۶)

مخلوق میں سے کسی کے ساتھ نبی کریم ﷺ سے زیادہ محبت کرنے پر وعید:۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں کیلئے وعید ہے جو اللہ تعالیٰ، رسول کریم ﷺ اور جہاد سے زیادہ محبت اپنے باپوں، بیٹوں، بھائیوں، بیویوں، برادریوں، مالوں، تجارت یا گھروں کے ساتھ رکھتے ہیں۔ قرآن کریم میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتے ہیں۔

" قل ان کان اباؤکم وابناؤکم واخونکم وازوٰجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومسٰکن ترضونھآ احب الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یھدی القوم الفٰسقین " (سورۃ التوبۃ ۲۴)

ترجمہ: کہہ دیجئے اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہاری برادری، تمہارا مال جو تم نے کمایا ہے تمہاری تجارت جس کے مندا پڑ جانے سے ڈرتے ہو تمہارے رہنے کے مکانات جو تمہیں پسند ہیں اللہ تعالیٰ اس کے رسول، اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا حکم لے آئے اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اگر یہ چیزیں تمہیں اللہ تعالیٰ اس کے رسول اللہ ﷺ اور ان کی راہ میں جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو پھر تم اس بات کا انتظار کرو کہ اس کے گونا گوں عذابوں میں سے تم پر کس قسم کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ (مختصر تفسیر ابن کثیر)

امام مجاہد اور امام حسن رحمہما اللہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد " حتی یاتی اللہ بامرہ " کی تفسیر میں فرماتے ہیں: اخروی عذاب یا فوری دنیوی عذاب۔ (ماخوذ از تفسیر القرطبی ج ۸ ص ۹۵، ۹۶)

علامہ زمخشری فرماتے ہیں: یہ انتہائی خوف ناک آیت ہے اس سے زیادہ خوف ناک آیت تم اور کوئی نہ پاؤ گے۔

امام قرطبی کا فرمان ہے: یہ آیت کریمہ اللہ تعالیٰ اور ان کے رسول اللہ ﷺ کی محبت کی فرضیت پر دلالت کرتی ہے اور یہ محبت ہر عزیز اور پیاری چیز کی محبت پر مقدم ہے۔ (تفسیر القرطبی ج ۸ ص ۹۵ نیز ملاحظہ ہو: ایسر التفاسیر للشیخ الجزائری ج ۲ ص ۱۷۷)

نبی کریم ﷺ کی محبت کے ثمرات وفوائد:۔ یہ تو معلوم ہے کہ نبی کریم ﷺ ہماری محبت کے محتاج نہیں ہیں۔ ہم ناکارہ لوگ آپ سے محبت کریں یا نہ کریں، اس سے آپ کی عزت وعظمت اور رفعت وبزرگی میں نہ کچھ اضافہ ہوگا اور نہ کمی واقع ہوگی۔ وہ تو کائنات کے خالق، مالک، رازق اور نظام چلانے والے اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں۔ اسی پر بس نہیں بلکہ ان کا مقام ومرتبہ تو رب ذوالجلال کے ہاں اتنا عظیم اور بلند ہے کہ جو ان کی اتباع کرے وہ اسے بھی اپنا محبوب بنا لیتے ہیں اور اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔ مولائے کریم خود ارشاد فرماتے ہیں۔

" قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله ويغفر لكم ذنوبكم والله غفور رحيم "۔ (سورة آل عمران ۳۱)

ترجمہ: کہہ دیجئے کہ اگر تم واقعی اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا اور تمہاری خطائیں بخش دے گا وہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

نبی کریم ﷺ سے محبت کا فائدہ محب ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ وہ آپ ﷺ کی محبت کی وجہ سے دنیا و آخرت میں سرفراز و سربلند ہوتا ہے۔ ذیل میں اسی موضوع پر قدرے تفصیل سے بفضل رب کریم گفتگو کرتے ہیں۔

ا۔ آنحضرت ﷺ کی محبت لذت ایمان کا باعث:۔ اللہ تعالیٰ نے ایمان کی لذت کے حصول کے کچھ اسباب بیان فرمائے ہیں ان میں سے ایک اہم سبب یہ ہے کہ بندہ نبی کریم ﷺ سے ساری مخلوق سے زیادہ محبت کرے۔ درج ذیل حدیث شریف اسی بات پر دلالت کناں ہے: ” روى الشيخان عن انس رضى الله عنه عن النبى ﷺ قال: " ثلاث من كن فيه وجد حلاوة الايمان، ان يكون الله ورسوله احب اليه مما سواهما، وان يحب المرء لا يحبه الا الله وان يكره ان يعود فى الكفر كما يكره ان يقذف فى النار " (متفق عليه صحيح البخارى ۱،۲۰ صحيح مسلم ۱،٦٦ الفاظ صحيح البخارى کے ہیں)

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس شخص میں تین خصلتیں ہوں وہ ایمان کی لذت سے بہرہ یاب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ اسے سب سے زیادہ پیارے ہوں جس سے محبت کرے صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کرے کفر کی طرف پلٹنے کو اسی طرح ناپسند کرے جس طرح آگ میں پھینکے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

ایمان کی لذت سے مراد، جیسا کہ علمائے امت نے بیان فرمایا ہے اللہ تعالیٰ کی تابعداری میں لذت محسوس کرنا دین کی خاطر تکالیف برداشت کرنا، اور اسے دنیوی ساز و سامان پر ترجیح دینا ہے۔

اللہ اکبر! کتنا عظیم الشان اور بیش قیمت ہے یہ صلہ! اے مولائے کریم ہمیں اس سے محروم نہ فرمانا۔ آمین رب العالمین!

۲۔ نبی کریم ﷺ کے محب کا آخرت میں مقام:۔ جس شخص نے دنیا میں ایمان کی حالت میں نبی کریم ﷺ سے محبت وہ آخرت میں آپ ﷺ ہی کے ساتھ ہوگا۔ درج ذیل حدیث شریف اس بات کو واضح کرتی ہے۔ ” روى الامام مسلم عن انس بن مالك رضى الله عنه قال: (جاء رجل الى رسول الله ﷺ فقال، يارسول الله! متى الساعة!)

قال: (وما اعددت للساعة؟) قال: (حب الله ورسوله)۔ قال: (فانك مع من احببت)

قال انس رضى الله عنه: (فما فرحنا بعد الاسلام فرحا اشد من قول النبى ﷺ (فانك مع من احببت)

قال انس رضى الله عنه: (فان احب الله ورسوله ابا بكر و عمر رضى الله عنهما فارجوان اكون معهم، وان لم اعمل باعمالهم)

(صحیح مسلم ج۴،ص۲۰۳۲، امام بخاری نے بھی قریبا ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح البخاری ۱۰/۵۵۳)

امام مسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، قیامت کب ہے؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تو نے قیامت کے لئے کیا تیار کر رکھا ہے؟

اس نے عرض کی: اللہ اور ان کے رسول ﷺ کی محبت۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک تو اسی کے ساتھ ہے جس کے ساتھ تو نے محبت کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں اسلام لانے کے بعد کسی بات سے اتنی زیادہ مسرت نہ ہوئی جتنی نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی ”فانك مع من احببت“ بے شک تو اسی کے ساتھ ہے جس کے ساتھ تو نے محبت کی) سے ہوئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مزید کہا: میں اللہ تعالیٰ ان کے رسول اللہ ﷺ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ (آخرت میں) انہی کے ساتھ ہوں گا اگرچہ میں نے ان کے برابر اعمال نہیں کیے۔

اسی بات پر دلالت کرنے والی ایک اور حدیث شریف درج ذیل ہے: ”راوه الشيخان عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه قال: جاء رجل الى رسول الله ﷺ فقال: يارسول الله! كيف تقول في رجل احب قوما ولم يحلق بهم؟ فقال رسول الله ﷺ: (المرء مع من احب) (متفق عليه: صحيح البخاري ج۱ص۵۵۷، صحيح مسلم ج۴ص۲۰۳۴۔ الفاظ صحيح البخاری کے ہیں)

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ایک شخص جناب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: آپ ﷺ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جو کسی قوم سے محبت تو کرتا ہے لیکن اس نے اتنے نیک اعمال نہیں کیے جتنے انہوں نے کیے ہیں؟۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آدمی اسی کے ساتھ ہے جس کے ساتھ اس نے محبت کی۔ نبی کریم ﷺ کے ارشاد گرامی ”المرء مع من احب“ سے مراد یہ ہے کہ جس کے ساتھ محبت کی اسی کے ساتھ جنت میں ہوگا۔ (ملاحظہ ہو: عمدۃ القاری ۲۲، ۱۹۷)

نبی کریم ﷺ سے محبت کی علامتیں

علمائے امت نے قرآن وسنت کی روشنی میں نبی کریم ﷺ سے محبت کی علامتوں کو بیان فرمایا ہے۔ مثال کے طور پر قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کی سنت کی نصرت وتائید کرنا آپ ﷺ پر نازل کردہ شریعت کا دفاع کرنا اور آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے وقت آپ ﷺ پر اپنی جان ومال فدا کرنے کی غرض سے موجود ہونے کی تمنا کرنا آپ ﷺ کی محبت میں سے ہے۔ (ماخوذ از شرح النووی ۱۶/۲)

اسی بارے میں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: نبی ﷺ کی محبت کی علامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ اگر نبی کریم ﷺ کی زیارت ممکن ہو اور کسی کو یہ موقع دیا جائے کہ وہ دنیوی ساز وسامان میں سے کسی چیز کے محروم رہنے اور نبی ﷺ کی زیارت سے محروم رہنے میں ایک بات کو پسند کرلے تو آپ ﷺ کی زیارت سے محروم رہنا اس پر کسی بھی چیز کے نا پانے سے زیادہ گراں اور بھاری ہو۔ اور اگر کوئی اس کیفیت سے محروم ہو تو وہ آپ ﷺ کی محبت سے محروم ہے۔

علاوہ ازیں آپ ﷺ کی محبت کی زیارت کے حصول اور اس سے محروم ہونے تک ہی محدود نہیں بلکہ اس میں آپ ﷺ کی سنت کی حمایت وتائید، آپ ﷺ پر نازل کردہ شریعت کا دفاع اور اس کے مخالفوں کی سرکوبی شامل ہے۔ ”امر بالمعروف اور نهي عن المنكر“ بھی اس میں داخل ہے۔ (فتح الباری ۱، ۵۹)

علامہ عینی رحمہ اللہ اسی موضوع کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو کہ رسول کریم ﷺ کی محبت آپ ﷺ کی تابعداری کرنے اور نافرمانی ترک کرنے کا ارادہ ہے اور یہ اسلام کے واجبات میں سے ہے۔ (عمدۃ القاری ۱/۱۴۴)

مذکورہ بالا اقوال سے ہم رسول اللہ ﷺ کی محبت کی مندرجہ ذیل علامتیں اخذ کر سکتے ہیں:

۱۔ نبی کریم ﷺ کے دیدار اور صحبت کی شدید تمنا۔

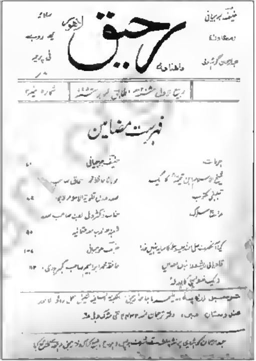

ماہنامہ رحیق لاہور

فہرست مضامین

شذرات

تبلیغی مکتوب

مراتب سلوک

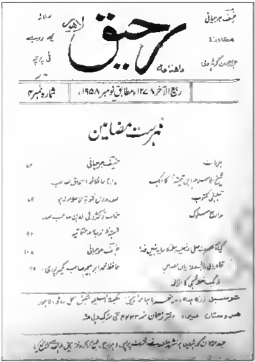

ماہنامہ رحیق لاہور

ربیع الآخر ۱۲۷۸ھ مطابق نومبر ۱۹۵۸ء

شمارہ نمبر ۴

فہرست مضامین

شذرات

تبلیغی مکتوب

مراتب سلوک

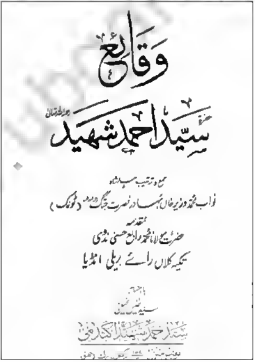

وقائع

سیّد احمد شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ

جمع و ترتیب حسب ارشاد

نواب محمد وزیر خاں بہادر نصرت جنگ رحمۃ اللہ (ٹونک)

مقدمہ

حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی

تکیہ کلاں رائے بریلی انڈیا

باہتمام

سید نفیس الحسینی

سید احمد شہید اکادمی

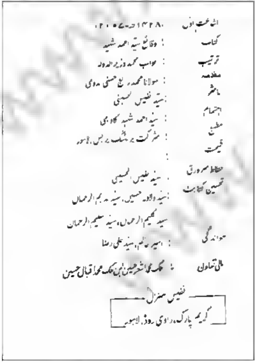

اشاعت اول : ۱۴۲۸ھ - ۲۰۰۷ء
کتاب : وقائع سید احمد شہید
ترتیب : نواب محمد وزیر الدولہ
مقدمہ : مولانا محمد رابع حسنی ندوی
ناشر : سید نفیس الحسینی
اہتمام : سید احمد شہید اکادمی
مطبع : شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور
قیمت :
خطاط سرورق : سید نفیس الحسینی
تحسین کتابت : سید داود حسینی، سید مدبر الرحمان
سید کلیم الرحمان، سید سلیم الرحمان
خواندگی : اسیر عالم، سید علی رضا
مالی تعاون : ملک محمد اشرف حسین ابن ملک محمد اقبال حسین

نفیس منزل
کریم پارک، راوی روڈ، لاہور

۲۔ نبی کریم ﷺ پر جان و مال نچھاور کرنے کے لئے ہمہ وقت کامل استعداد۔

۳۔ نبی کریم ﷺ کے اوامر کی تعمیل اور نواہی سے اجتناب۔

۴۔ نبی کریم ﷺ کی سنت کی حمایت و تائید اور آپ ﷺ پر نازل کردہ شریعت کا دفاع۔

جس شخص میں یہ نشانیاں موجود ہوں وہ اللہ عزوجل کا شکریہ ادا کرے کہ انہوں نے اس کے سینے میں اپنے حبیب کریم ﷺ کی محبت ڈالی۔ اور اس بات کا ان سے سوال بھی کرے کہ یہ نعمت ہمیشہ اسے میسر رہے اور اگر کسی میں یہ ساری علامتیں یا ان میں سے بعض علامتیں موجود نہ ہوں تو وہ روز حساب سے قبل اپنا محاسبہ اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان کو دھوکا دینے کی بے کار کوشش نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینے کی کوشش کرنے والا اپنے ہی آپ کو دھوکا دیتا ہے۔ ”یخدعون اللہ والذین أمنوا وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون“ (سورۃ البقرۃ ۹)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور ایمان والوں کو دھوکا دیتے ہیں حالانکہ وہ خود ہی دھوکے میں پڑے ہیں اگرچہ اس کا شعور نہیں رکھتے۔ ۔شاید کہ مولائے رحیم وکریم اپنے حبیب کریم ﷺ کی حقیقی اور سچی محبت ہمارے سینوں میں ڈال کر دنیا و آخرت میں اسے ثمرات و فوائد سے ہم سیہ کاروں کو بھی نواز دیں۔ انہ سمیع مجیب (نبی کریم ﷺ سے محبت اور اس کی علامتیں ص ۲۳ تا ۲۵)

ماہنامہ رحیق لاہور ربیع الاول ۱۲۷۸ھ مطابق اکتوبر ۱۹۵۸ء شمارہ نمبر ۳
ترسیل زر کا پتہ مینجر ماہنامہ ”رحیق“ المکتبہ السلفیہ شیش محل روڈ۔ لاہور

مدارج سلوک وطریقت کی اہمیت

از جناب ڈاکٹر ولی الدین صاحب صدر شعبہ فلسفہ جامعہ عثمانیہ

لطیفۂ قلب وتصفیۂ قلب:۔ تصفیۂ قلب سے مراد یہ ہے کہ آئینۂ قلب کو ہموم وغموم دنیوی، میل ابنائے دنیا، حب دنیا واندیشہ مالا یعنی سے پاک وصاف کیا جائے۔ قلب کے دو معنی ہیں: ایک معنی کی رو سے قلب گوشت کا وہ لوتھڑا ہے جو صنوبری شکل کا ہوتا ہے، اور سینے کے بائیں طرف رکھا گیا ہے، اس کے اندر تجویف ہے، اس تجویف میں خون ہے اور یہی روح کا منبع سمجھا جاتا ہے۔ اس قلب سے ہمیں بحث نہیں یہ اطباء کا معروض بحث ہے، یہ دل بہائم میں بھی موجود ہے بلکہ مردے کے جسم میں بھی یہ موجود ہوتا ہے۔ قلب کے دوسرے معنی بھی ہیں اس معنی میں وہ ایک ایک لطیفۂ ربانی روحانی ہے، اس لطیفۂ کو قلب جسمانی سے تعلق یا لگاؤ ہوتا ہے، یہی لطیفۂ ربانی حقیقت انسان ہے اسی کو ادراک علم وعرفان ہوتا ہے۔ یہی ہر خطاب کا مخاطب، عتاب کا معاتب، عقاب کا معاقب ہوتا ہے اور اس کا تعلق لحم صنوبری سے ویسا ہی ہے جیسا کہ عرض کا جسم سے، وصف کا موصوف سے، متمکن کا مکان سے، مستعمل آلہ کا آلہ سے، اسی قلب کو عرش اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے! اور سلوک میں اسی قلب کا تصفیہ مقصود ہے!

شیوخ طریقت کا طریقہ اصلاح:۔ تصفیہ قلب کے شیوخ طریقت اس سنت اللہ کو پیش نظر رکھنے کی تاکید کرتے ہیں کہ حکیم مطلق کی حکمت بالغہ کا اقتضاء یہ ہے کہ جس قدر انسان اسباب ظاہرہ دنیویہ میں گرفتار رہتا ہے اور مادیات محسوسہ کی طرف متوجہ رہتا ہے اسی قدر وہ آفات وآلام، پریشانی باطن، تردد خاطر واضطرار نفس وغفلت میں مبتلا رہتا ہے اور جس قدر زیادہ پرورش بدن میں مصروف رہتا ہے، تن پروری و ظاہر آرائی میں منہمک ہوتا ہے، اسی قدر قلب کے احوال میں خرابی پیدا ہوتی ہے اور قوائے روحیہ میں ضعف نمودار ہوتا ہے اور قلب کی صفائی و نورانیت میں کمی پیدا ہوتی ہے اور کدورت وظلمت میں زیادتی ہوتی ہے۔

بات یہ ہے کہ جاہل اپنی حقیقت سے واقف نہیں ہوتا اور اسی گوشت و پوست کو اپنی ذات قرار دے لیتا ہے اور اپنے قلب کی بساطت و تجرد سے غافل ہوتا ہے اور تن پروری میں مشغول رہتا ہے اور نفس کے مرادات کو پورا کرنے میں مصروف رہتا ہے اور طبیعت کی خواہش کے مطابق مشتہیات حسیہ کے حصول میں لگتا رہتا ہے اور زندگی کو جو سرمایہ آخرت ہے، دنیائے ناپائیدار کی طلب میں ضائع کر دیتا ہے، اور معاد کی حقیقت سے بالکل غافل رہتا ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ نفس کی حکم برداری میں لگ کر اس کو بالآخر تباہ کر دیتا ہے اور نفس اپنی حکمرانی سے اس کو ہلاک کر دیتا ہے۔ اسی قسم کے جاہلوں کے متعلق کہا گیا ہے۔" فتنتم انفسکم وتربصتم وارتبتم وغرتکم الامانی حتی جاء امر اللہ وغرکم باللہ الغرور " تم نے اپنے نفس کو بچلا دیا اور راہ دیکھتے رہے اور دھوکے میں پڑے رہے اور بہک گئے اپنے خیالوں پر یہاں تک کہ آ پہنچا حکم اللہ کا اور تم کو بہکا دیا اللہ کے نام سے اس دغاباز نے۔

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ فتنتم انفسکم ای بالشھوات واللذات و تربصتم ای بالتوبة وارتبتم ای شککتم حتی جاء امر اللہ ای الموت وغرکم باللہ الغرور "اسی لیے تعجب کیا ہے حضور انور ﷺ نے اس شخص پر دار الخلود پر ایمان رکھتا ہے اور دار الغرور کے لئے کوشاں ہے۔ عجباکل العجب للمصدق بدار الخلود دھی یسعی لدار الغرور"۔

دنیا کی محبت سے بچنا: تصفیۂ قلب اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ حب دنیا قلب سے نہ نکلے دنیا بذاتہ مذموم نہیں کیونکہ مزرعۂ آخرت ہے اور اس مقصد کے حصول کا وسیلہ ہے، دنیا سے محبت و تعلق مذموم ہے یہی معنی ہے اس قول نبوی ﷺ کہ "حب الدنیا راس کل خطیئة" دنیا میں اس امر کی صلاحیت ہے کہ انسان کو اعلیٰ علیین تک پہنچا دے یا اسفل السافلین تک گرا دے۔ جو شخص دنیا کو راہ دین کے آلہ کے طور پر استعمال کرتا ہے، اور محض حظوظ جسمانی کے استیفا پر اپنی ہمت کو مرکوز نہیں کرتا، اور" اذھبتم طیبا تکم فی حیاتکم الدنیا" نیز "ثم لتسئلن یومئذ عن النعیم " کی وعید پر نظر رکھتا ہے اور" ممارزقنٰھم ینفقون" پر عمل کرتا ہے وہ صورت کے لحاظ سے تو دنیا کا رہنے والا ہے لیکن اپنے قلبی تعلق کے لحاظ سے وہ ملاء اعلیٰ میں زندگی بسر کر رہا ہے، وہ خدا کیلئے زندہ ہے نہ کہ ہویٰ کیلئے، دنیا اس کے واسطے صراط مستقیم پر گامزن ہونے کیلئے عظیم الشان معاون اور مددگار ثابت ہوتی ہے، اور لسان نبوت ﷺ سے اس کی تعریف یوں کی گئی ہے" نعم المال الصالح للرجل الصالح" صالح کا مال بھی کیسا اچھا مال ہے! بات اتنی ہے جو رومی نے کہی تھی۔

چیست دنیا از خدا غافل بدن   نے لباس ونقرہ و فرزندوزن

دنیا کی محبت اگر قلب میں نہ ہو، اس سے بے تعلقی قلب کا حال بن جائے اور حق تعالیٰ کی محبت اس کی جگہ لے لے اور وجہ اللہ سے لذت نظر حاصل ہونے لگے اور شوق لقا اس کے قلب میں پیدا ہو جائے تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح باوجود ملک و مال کے وہ اپنے کو مسکین کہہ سکتا ہے اس نکتہ کی وضاحت رومی کی زبان سے سنو:

چیست دنیا از خدا غافل شدن   نے قماش و نقرہ وفرزند وزن
چونکہ مال و ملک رازدل براند   زاں سلیمانؑ خویش رامسکین بخواند
ہر کہ ازدیدار برخوردار شد   ایں جہاں در پیش او مردار شد
ایں جہان واہل اوبے حاصل اند   ہر دو اندر بیوفائی یک دل اند
مے نماید نورنار و نار نورا   ورنہ دنیا کہ بدی دارالغرور
بند بگسل باش آزاد اے پسر   چند باشی بندسیم و بندزر
یک دو روزچہ کہ دنیا ساعت ست   ہر کہ ترکش کرد اندر راحت است

معنی الترک راحت گوش کن　　بعدازاں جام بقا رانوش کن

ترک دنیا کا مطلب:۔ ترک دنیا سے مراد دنیا کی محبت کا قلب سے منقطع ہو جانا ہے یہ نہ ہو تو کسی قسم کی ریاضت بھی مفید نہیں ہوتی ، حضرت شیخ برہان الدین قدس سرہ اپنی تالیف "ثمرات الحیات" میں ایک مثال کے ذریعے اس مفہوم کو واضح کرتے ہیں: فرض کرو کہ ایک کنویں میں چوہا گرا اور مر گیا، پانی میں بدبو پیدا ہو گئی، کوئی شخص اگر چاہے کہ کنویں کے پانی کو پاک کرے تو اس کو چاہیے کہ سب سے پہلے اس چوہے کی لاش کو کنویں سے نکال لے اور پھر چند ڈول پانی کے کنویں سے نکال کر پھینک دے پانی پاک ہو جائے گا۔ سڑے ہوئے چوہے کو کنویں میں رکھ کر کنویں کا پانی کتنا بھی نکالا جائے ، کنواں ناپاک ہی رہے گا اور بدبو باقی! اس طرح دنیا کی محبت قلب میں رکھ کر ساری ریاضت فضول ثابت ہوئی ہے! قلب کا جو مقصود ہوتا ہے وہی اس کا معبود ہوتا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ ہر چہ دلبند تست خداوند تست ، وہر چہ در بند آنی بندہ آنی! جب تک کہ قلب کے ورق کو نقوش پراگندہ سے صاف نہیں کیا جاتا ، جو حب دنیا کے اثرات ہیں، قلب کا تصفیہ ممکن نہیں۔

خاطرت کے رقم فیض پذیر دہیہات　　مگر از نقش پراگندہ ورق سادہ کنی

صحابہ کرام وتابعین عظام کا طرز عمل:۔ تصفیۂ قلب کیلئے علاوہ اوراعمال واشغال کے موت ہاذم اللذات کو ہمیشہ یاد رکھتے تھے اور حق تعالیٰ نے فرماں برداروں کے واسطے جو ثواب اور نافرمانوں کیلئے جو عذاب مقرر کیا ہے اس کو ہمیشہ ذہن میں مستحضر رکھتے اور اس طرح ظاہری لذتوں کا شوق ان کے دل سے اٹھ جاتا تھا ہمیشہ کتاب اللہ کی تلاوت کرتے اور اس پر غور وتدبر کرتے اور وعظ اور جس حدیث سے دل نرم ہوتا ہے اس کو سنا کرتے تھے۔

سالکین کیلئے ضروری ہدایات

قرآن کریم میں ذم دنیا کی جو آیتیں ہیں ان پر غور تصفیہ قلب کیلئے نہایت مفید ہے ہم چند آیات کا یہاں ذکر کرتے ہیں تاکہ سالک ان پر غور کیا کرے اور اپنے قلب کو آئینہ ہموم وغموم دنیوی، حب دنیا اور اندیشہ مالا یعنی سے پاک وصاف کرلے اور صحابہ وتابعین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کے طریقے سے اپنے سلوک کو طے کرے۔

متاع دنیا قلیل:۔ حق تعالیٰ نے متاع دنیا کو قلیل قرار دیا ہے اور آخرت کے متقیوں کیلئے خیر کے لفظ سے یاد کیا ہے! افسوس ہے کہ یہ قلیل وذلیل ، رب جلیل کے خیر کثیر کے سدراہ ہو جائے اور اس نمود بے بود سے اس بے بود کا دروازہ بند ہو جائے۔ "قل متاع الدنیا قلیل والأخرة خیر لمن اتقٰی ولاتظلمون فتیلا" (نساء ۷۷) کہہ کہ فائدہ دنیا کا تھوڑا ہے اور آخرت بہتر ہے پرہیزگار کو اور تمہارا حق نہ رہے گا ایک تاگے کے برابر۔

حیات دنیا لہوولعب:۔ حیات دنیا کو لہو ولعب قرار دیا گیا ہے اور دار آخرت کو سرمایہ عیش وعشرت ، اول الذکر ہوا پرستوں کا مقصود ہے اور ثانی الذکر حق پرستوں کا۔ ایک شر محض ہے دوسرا خیر محض "وما الحیوة الدنیا الالعب و لھو وللدار الاخرة خیر للذین یتقون" (سورہ انعام ۳۲) اور نہیں ہے زندگی دنیا کی مگر کھیل اور جی بہلانا اور آخرت کا گھر بہتر ہے پرہیزگاروں کے لئے۔

مشغولیت دنیا کے دیگر اسباب:۔ جس متاع دنیا کو قلیل کہا گیا ہے اور جس میں انہماک لہو ولعب قرار دیا گیا ہے جانتے ہو وہ کیا ہے یہی حب زن وفرزند، زر وسیم کے انبار زرق برق سواریاں، کھیتیاں، چوپائے اور مویشی! اور ان سے تعلق خاطر:

"زین للناس حب الشھوات من النساء والبنین والقناطیر المقنطرة من الذھب والفضة والخیل المسومة والانعام و الحرث ذالك متاع الحیوة الدنیا والله عنده حسن الماب" (آل عمران ۱۴) فریفتہ کیا ہے لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے جیسے عورتیں اور بیٹے اور خزانے جمع کیے ہوئے سونے اور چاندی کے ، گھوڑے نشان لگائے ہوئے اور مویشی اور کھیتی یہ فائدہ اٹھانا ہے

www.ubqari.org

دنیا کی زندگی میں اور اللہ کے پاس ہے اچھا ٹھکانا۔

ترک شہوتہا ست حورخانہ و پردازی قصور　　　در بہشت اہل دل حورو قصور دیگر است

ان شہوتوں اور لذتوں میں گرفتار ہو کر حق تعالیٰ کو جو فراموش کردیتے ہیں، ان کو قیامت کے دن اسی طرح فراموش کر دیا جائے گا، جس طرح وہ آج یوم آخرت کو بھلائے ہوئے ہیں۔ اور لقائے رب سے بے پرواہ ہیں۔

"الذین اتخذ و دینھم لھواً ولعباً وغرتھم الحیوۃ الدنیا فالیوم ننسا ھم کما نسوا لقاء یومھم ھذا" (الاعراف:۱۳)
جنہوں نے ٹھہرایا اپنا دین تماشا اور کھیل اور دھوکے میں ڈالا ان کو دنیا کی زندگی کے سو آج ہم ان کو بھلا دیں گے جیسا انہوں نے بھلا دیا اس دن کے ملنے کو۔

ایسے شخص پر تعجب ہے:۔ اس شخص پر تعجب ہوتا ہے جو دنیا کی بے ثباتی اور آخرت کے بقاء کو جاننے کے باوجود دنیا ہی کے متاع قلیل کے حصول پر اپنی ہمت مرکوز کرتا ہے، اور آخرت کے خیر کثیر سے بے پرواہ ہوجاتا ہے اور سراب دنیا کی نمائش کو جان کر بھی اسی کے نظارہ سے خوش اور راضی رہتا ہے۔ "ارضیتم بالحیواۃ الدنیا من الاخرۃ فما متاع الحیوۃ الدنیا فی الاخرۃ الا قلیل" (توبہ۲)
کیا خوش ہوں گے دنیا کی زندگی پر آخرت کو چھوڑ کر سو کچھ نہیں نفع اٹھانا دنیا کی زندگی کا آخرت کے مقابلہ میں مگر بہت تھوڑا۔

دیدم ایں چشمہ ہستی کہ جہانش خوانند　　　ایں قدر آب کز دوست تواں شست نداشت

قرآن مقدس میں دنیا کی مثال:۔ جانتے ہو کہ قرآن حکیم نے دنیا کی زندگی کو مثال کیا دی ہے؟ حیات دنیا گویا وہ پانی ہے جو آسمان سے برسا ہے، اور پھر اس سے زمین کا سبزہ رلا ملا نکلا، جب زمین نے اس پانی اور سبزے سے زیب و زینت حاصل کی، اور لوگوں کو گمان ہوا کہ یہ زمین ہمارے ہاتھ آ گئی ناگاہ زمین آفریں آ پہنچا، کسی دن یا کسی رات اور اس نے تمام زیب و زینت کا ایسا صفایا کر ڈالا گویا یہاں ایک تنکا بھی نہ اگا تھا! بے شک اسی طرح انسان کی زندگی ہے، خواہ کتنی ہی حسین و تر و تازہ نظر آئے اور بے وقوف لوگ اس کی رونق و دلربائی پر مفتون و فریفتہ ہو کر اصل حقیقت کو فراموش کر دیں، لیکن اس کی یہ شادابی اور زینت و بہجت چند ہی روز ہے اور بہت جلد زوال و فنا کے ہاتھوں نسیاً منسیاً ہو جائے گی۔

دریں چمن کہ بہار و خزاں ہم آغوش است　　　زمانہ جام بدست و جنازہ بردوش است

"انما مثل الحیوۃ الدنیا کماء انزلناہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض مما یا کل الناس والا نعام حتی اذا اخذت الارض زخرفھا وازینت وظن اھلھا انھم قادرون علیھا اتھا امرنا لیلاً ونھاراً فجعلنا حصیداً کان لم تغن با لامس کذالک نفصل الایت لقوم یتفکرورن" (یونس۲۴) دنیا کی زندگی کی وہی مثل ہے جیسے ہم نے پانی اتارا آسمان سے پھر رلا ملا نکلا اس سے سبزہ زمین کا جو کہ کھائیں آدمی اور جانور یہاں تک کہ جب پکڑ لی زمین نے رونق اور مزین ہوگئی اور خیال کیا زمین والوں نے کہ یہ ہمارے ہاتھ لگے گی ناگاہ پہنچا اس پر ہمارا حکم رات کو یا دن کو پھر کر ڈالا اس کو کاٹ کر ڈھیر گویا کل یہاں نہ تھی آبادی اسی طرح ہم کھول کر بیان کرتے ہیں نشانیوں کو ان لوگوں کے سامنے جو غور کرتے ہیں۔

نہایت افسوس کا مقام....! دنیوی زندگی کی اس حقیقت سے واقف ہو کر بھی اگر ہم اس سے خوش و راضی ہوں اور اس سراب کے نظارہ میں رہ کر لذت آب و آخرت کی نعمتوں سے محروم ہو جائیں تو ہم پر افسوس ہے۔

دنیا چہ برائے مساحباب است　　　یا غرقہ دود یا سراب است
آں کس کہ چنیں نہ دید اورا　　　درفکر ہمیشہ دل کباب است

" وفرحو باالحیٰوۃ الدنیا وما الحیوۃ الدنیا فی الاخرۃ الامتاع" (رعد:۲۶) اور فریفتہ ہیں دنیا کی زندگی پر اور دنیا کی زندگی کچھ

www.ubqari.org

نہیں آخرت کے آگے مگر متاعِ حقیر۔

دنیا آخرت کی کھیتی:۔ یہ دنیا آخرت کا مزرعہ ہے، یہاں جو کچھ بویا جاتا ہے وہاں کاٹا جاتا ہے جو اس خاکدان میں راسخ الایمان رہے گا اس کو آخرت میں بھی ثبات وایقان حاصل ہوگا اور جو اس کہنہ رباط میں تہی دست رہا عمل وایمان کے اعتبار سے آخرت میں بھی سراسیمہ و پریشان رہے گا۔ پاک شوتا زاہل دیں گرگردی آں چناں باش تا چنیں گردی

"یثبت الله الذین امنوا ابالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ ویضل الله الظالمین ویفعل الله مایشاء (ابراھیم:١٧)

مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور راہ بھلا دیتا ہے، اللہ بے انصافوں کو اور کرتا ہے اللہ جو چاہے۔

طمع دنیا کی ممانعت:۔ متاع دنیوی پر نظر کرنے اور اس کی طمع کرنے سے پیغمبر ﷺ کو بھی منع کیا گیا ہے دوسروں کی کیا مجال ہے کہ نگارخانہ دنیا کا نظارہ کرے اور اس کی تمنا میں رہے۔ یہ چندروزہ بہار ہے جس کے ذریعہ امتحان مقصود ہے۔

ہمہ اندر زمن بتو ایں است   کہ تو طفلی وخامہ رنگین است

"ولا تمدن عینیك الاما متعنا به ازواجا منهم زهرة الحیوۃ الدنیا لنفتنهم فیه ورزق رب خیر وابقٰی" (طٰہٰ١٣١)

اور مت پسار اپنی آنکھیں اس چیز پر جو فائدہ اٹھانے کو دی ہم نے ان طرح طرح کے لوگوں کو رونق دنیا کی زندگی کی ان کو جانچنے کو اور تیرے رب کی دی ہوئی روزی بہتر ہے اور بہت باقی رہنے والی۔

آج جو کچھ ہمارے ہاتھ میں ہے وہی اس حیات دنیوی کا سرمایہ ہے اور ہم اپنے جہل کی وجہ سے اس کے رنگ وبو پر فدا ہیں اور جو کچھ حق تعالیٰ کے ہاں ہے اور خیر وابقی ہے اپنی غفلت کی وجہ سے ہم اس سے بیزار ہیں! یہ ہے ہماری سمجھ جس پر رونا چاہیے اور یہ ہے ہماری دید و داد دید جس پر ہمیں آنسو بہانا چاہیے۔ولا تا کے دریں زنداں فریب ایں وآں بینی یکے زیں راہ ظلمانی بروں شوتا جہاں بینی

"وما اوتیتم من شی فمتاع الحیوۃ الدنیا و زینتها وما عندالله خیر وابقٰی" (قصص:٦٠)

اور جو تم کو ملی ہے کوئی چیز سو فائدہ اٹھالینا ہے دنیا کی زندگی میں اور یہاں کی رونق ہے اور جو اللہ کے پاس ہے سو بہتر ہے اور باقی رہنے والا۔

آخرت فراموش احمق:۔ آخرت فراموش احمق دنیا کے فوت ہو جانے پر افسوس کرتے ہیں اور جب ان کی نظر کسی دولتمند پر پڑتی ہے تو خواہش کرتے ہیں کہ کاش یہ جاہ حشم ہمیں نصیب ہوتا اور عقبی دوست عاقل ثواب آخرت پر اپنی نظر جماتے ہیں اور دنیا و مافیہا کو آخرت کے مقابلہ میں ناچیز محض قرار دیتے ہیں۔ ع ببیں تفاوت را از کجاست تا بہ کجا

"قال الذین یریدون الحیوۃ الدنیا یلیت لنا مثل ما اوتی قارون انه لذوحظ عظیم وقال الذین اتوا لعلم ویلکم ثواب الله خیر لمن امن وعمل صالحاً ولا یلقها الا الصابرون" (قصص:٧٩-٨٠)

کہنے لگے جو لوگ طالب تھے دنیا کی زندگانی کے اے کاش! ہم کو ملے جیسا کچھ ملا ہے قارون کو بے شک اس کی بڑی قسمت ہے اور بولے جن کو ملی تھی سمجھ اے خرابی تمہاری اللہ کا دیا ثواب بہتر ہے ان کے واسطے جو یقین لائے اور کام کیا بھلا اور یہ بات انہی کے دل میں پڑتی ہے جو صبر سے رہنے والے ہیں۔

طالب دنیا کی زجر وتوبیخ:۔ حیات دنیا پر لہو ولعب کا اطلاق قرآن کریم میں متعدد جگہ کیا گیا ہے اور جو لوگ اس کو حیات آخرت پر مقدم سمجھتے ہیں ان کی زجر وتوبیخ بے شمار مقامات پر کی گئی ہے، یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ دنیا بازیچہ اطفال ہے اور آخرت ہر خیر اندیش کا سرمایہ۔

وما هذه الحیواة الدنیا الالهو و لعب وان الدار الاخرة لهی الحیوان، لوکانوا یعلمون (عنکبوت:٦٤) یہ دنیا کا جینا تو بس جی بہلانا اور کھیلنا ہے اور پچھلا گھر جو ہے سو وہیں ہے زندہ رہنا اور اگر ان کو سمجھ ہوتی۔ "انما الحیوۃ الدنیا لعب ولهو وان تو منوا واتتقوا